إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

کتاب مستطاب

سیرۃ النبی

یعنی

سوانح اقدس حضرت سرورِ عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مجلد سوم

مشتمل بر دلائل و معجزات

اوّلاً

مقدمہ مین نفس معجزہ کی حقیقت اور اُسکے امکان و وقوع پر فلسفۂ قدیمہ، علم کلام، فلسفۂ جدیدہ اور قران مجید کے نقطہ ہاے نظر سے مبسوط بحث و تبصرہ ہی

اور اسکے بعد

خصائص نبوت یعنی مکالمۂ الٰہی، وحی، نزولِ ملائکہ، عالمِ رویا، معراج اور شرحِ صدر کا بیان ہے، پھر وہ آیات و معجزات مذکور ہین جنکا ذکر قرآن مجید مین ہی، بعد ازین وہ ہین جو مستند روایات سے ثابت ہین، پھر معجزون کی نامعتبر روایات کی تنقید کا باب ہی، اور اسکے بعد وہ بشاراتِ نبوی ہین جو صحفِ سابقہ مین موجود ہین، اور جنکے حوالے قرآن و حدیث مین مذکور ہین، اور آخر مین خصائص محمدی کا باب ہی

تالیف

سید سلیمان ندوی

باہتمام مسعود علی ندوی

در مطبع معارف شہر اعظم گڈھ مطبوع گردید

قلمی نمودہ ١٣٤٣ھ / ١٩٢٤ء

اشتیاق حسن ہبردی

ضمیمۂ اوّل

استدراک وتصحیح اغلاط

سیرۃ النبی جلد اول، طبع اول

مصنف کی ناگہانی وفات کے باعث سیرت کے اوراق مین اغلاط ومسامحات رہ گئے تھے، جنکی طرف بعض دوستون نے متوجہ کیا، اس لیے اُن پر استدراک کی ضرورت محسوس ہوئی، تاکہ کتاب ہر حیثیت سے صحیح اور قابل قبول ہو۔

تصنیفی اغلاط

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶	۱۴	متعدد صحابہ کو دیکھا تھا	ایک صحابی (حضرت انس) کو دیکھا تھا۔
۱۷	۱۸	سنہ ۲۱۳	سنہ ۲۱۱ یا ۲۱۳
۱۸	۱۱	خاندان ہاشم	موالی بنی ہاشم
۲۵	۲	سنہ ۲۱۰	سنہ ۲۱۱ یا ۲۱۳
۲۷	۱۶	حافظ ابن حجر	حافظ سخاوی
۳۰	۳	دس جلدون مین	بارہ جلدون مین
۱۲۲	۱۱	ہالہ نے آنحضرت صلعم کو دودھ پلایا تھا، اس بنا پر حضرت حمزہؓ آنحضرت صلعم کے رضاعی بھائی ہین۔	ہالہ اس رشتہ سے آنحضرت صلعم کی خالہ ہوئین، اور اس بنا پر حضرت حمزہ آنحضرت صلعم کے خالہ زاد بھائی بھی ہین۔
۱۴۳	حاشیہ	سرتاپا موضوع۔	اس کے اکثر اشعار موضوع ہین۔
۱۵۵	۶	علبرواری	علمداری
۱۶۹	۶	حضرت عمر جب نماز پڑھانے مین زخمی ہوئے تو اپنے بجائے انھین کو امامت دی،	(قلمزد کردیجیے واقعہ صحیح نہین)
۱			
۱۷۰	۱۰-۱۱-۱۲	سعد ابن وقاص فاتح ایران اگرچہ نہایت معزز اور اپنے قبیلہ مین نہایت مقتدر تھے، تاہم کفار کے ستم سے محفوظ نہ تھے، بنو اسد اسلام کے جرم پر انکو سخت سزائین دیتے تھے،	(واقعہ صحیح نہین اتنی عبارت قلمزد کردیجیے)
۱۸۰	۳	ہشام مخزومی	ہشام عامری
۲۰۲	۵	سنہ ۳۳۲[له] اسکندری	سنہ ۹۳۳ اسکندری
۲۳۴	۱۲	مکہ سے آرہے تھے	یمن سے آرہے تھے۔

له سنہ ۳۳۲ اسکندری، مصنف نے یہ تاریخ عینی شرح بخاری طبع قسطنطنیہ جلد دوم صفحہ ۲۰۵ سے نقل کی ہے، مگر درحقیقت خود عینی کی یہ عبارت غلط چھپ گئی ہے، اس مین سبعمائۃ چھپ گیا، اگرچہ صحیح یہ ہے کہ تسعمائۃ چاہیے،

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٢٣٦	١١	اور ہم محمدؐ کے لیے اپنے بیٹون اور بی بیون کو بھولجاتے ہین	اور ہم اپنے بیٹون اور بی بیون سے بھلانہ دیئے جائین
٢٣٨	٩	یا موت کا راستہ نہ دیکھ لے	یا وہ اپنا راستہ نہ دیکھ لے
٢٣٩	١٧	اصل تعداد سے	اپنی تعداد سے
٢٤٣	١٧	وہی ہار گلے سے اُتار کر بھیجدیا	زرفدیہ کیساتھ وہ ہار بھی گلے سے اُتار کر بھیجدیا،
٢٤٤	١٦	بکر پر تجھ کو رونا نہین آتا	اونٹ پر مت رو،
٢٤٥	٢،١	(بکر اور عقیل و حارث، اسود کے بیٹون کے نام ہین)	(کاٹ دیا جائے)
٢٥٤	٣	انفال	نساء
٢٥٦	١	جو بخاری و مسلم دونون مین مذکور ہے۔	جو صحیح مسلم اور مصنف ابن ابی شیبہ مین ہے۔
٢٦٦	١٧	اُس نے بدر سے واپس جاکر	اُس نے بدر سے مشرکین کی واپسی پر
٢٧٤	٥	اسکے بیٹے عثمان	اُس کے بھائی عثمان
″	١١	نیزہ بردار	علمبردار
٣١٦	١	نعیم بن مسعود ثقفی	نعیم بن مسعود اشجعی
٣٤٥	١٠،٩،٨	عام ارباب سیر لکھتے ہین کہ نجاشی نے ۹ھ مین وفات پائی، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) موتہ مین تشریف رکھتے تھے، اور یہ خبر سنکر آپنے غائبانہ اسکے جنازہ کی نماز پڑھائی لیکن یہ غلط ہی صحیح مسلم مین تصریح کی ہی کہ جس نجاشی کی نماز جنازہ آپنے پڑھی وہ یہ نہ تھا (بلکہ سابق نجاشی تھا)	عام ارباب سیر لکھتے ہین کہ اس نجاشی نے ۹ھ مین وفات پائی، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) مدینہ مین تشریف رکھتے تھے، اور یہ خبر سنکر آپنے غائبانہ اُس کے جنازہ کی نماز پڑھائی لیکن یہ غلط ہے صحیح مسلم مین تصریح کی ہی کہ جس نجاشی کی نماز جنازہ آپ نے پڑھی وہ یہ نہ تھا،
٣٤٦	١٩	نجاشی	مقوقس
٣٥٨	٩	مسند ابن حنبل اور صحیح مسلم مین بھی ایک روایت ہی لیکن صحیح بخاری مین	مسند ابن حنبل مین بھی ایک روایت ہے لیکن صحیح مسلم مین

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٣٦٧	٩	تین مہینہ تک	ایک مہینہ تک
٣٧٠	٧	سلاطین اور رؤسا کو دعوت اسلام کے جو خطوط بھیجے گئے تھے، ان مین ایک خط شرحبیل بن عمرو کے نام تھا، جو بُصریٰ کا بادشاہ	آنحضرت صلعم نے شاہ بُصریٰ یا قیصر روم کے نام ایک خط لکھا تھا عرب شام کے سرحدی علاقون مین جو عرب رؤسا حکمران تھے، ان مین ایک شرحبیل بن عمرو تھا جو اسی علاقہ بلقاء کا رئیس اور
٣٧٤	١	کچھ غم نہین	اے خدا
٣٨٤	٢٠،١٩	عن مصعب بن سعید آخر راوی تابعی ہی جو شریک واقعہ نہ تھا	عن مصعب بن سعد عن سعد مصعب
٣٩٤	١٣	غنیمت	زکوٰۃ
٣٩٧	١٤	ایک سال	ڈیڑھ سال (١٧ یا ١٨ مہینے)
١٤٤	١٨،١٧	آنحضرت جب ہجرت کرکے مدینہ چلے آئے تھے تو بہت سے صحابہ مجبوریون کی وجہ سے مکہ ہی مین رہ گئے تھے ان مین حذیفہ بن یمان اور اُنکے والد بھی تھے۔ جنگ بدر سے کچھ پہلے وہ مکہ سے روانہ ہوئے	جنگ بدر کے موقع پر حذیفہ بن یمان اور اُن کے والد کہین سے آرہے تھے، .. ..
٤٤٢	٢،١	انتقال مکان	مدینہ جانا

مطبعی اغلاط

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٣٠	١٥	للمرء	بالمرء
٣٧	١٦	کابن البتی	کابن السنی
″	١٧	ابن البتی	ابن السنی
١٠٤	٥	رؤسہم	رؤسکم
١١٣	٣	طواف کرنے والون رکوع کرنے والون	طواف کرنیوالون، قیام کرنے والون، رکوع کرنے والون

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۶	۹	ثابت	نابت
۱۴۴	۱۰	جبیر	جبر
۱۵۳	۱۵	داصبغ	فاصبغ
۱۵۵	۷	تیم	تیم
۱۵۶	۲	عمربن العاص	عمرو بن العاص
〃	۴	اسود بن عبدالمطلب	اسود بن مطلب
〃	۵	عقبہ بن معیط	عقبہ بن ابی معیط
۱۵۷	۷	اسود بن عبدالمطلب	اسود بن مطلب
〃	۸	عقبہ بن معیط	عقبہ بن ابی معیط
۱۶۳	۹	〃	〃
۱۶۷	۸	ابوبرہ	ابوسبرہ
۱۸۰	۴-۵	زبیر	زہیر
〃	۷	بختری	ابوالبختری
۱۸۱	۲	بن امیہ	بن ابی امیہ
۱۹۲	۸	بنہان	تیہان
۱۹۴	۹	〃	〃
〃	۱۳	منذر بن عمر	منذر بن عمرو
۱۹۶	۶	طفیل بن عمر	طفیل بن عمرو
〃	۱۷	زبیر بن مطعم	جبیر بن مطعم
۲۰۰	۳	خشم	جعشم
۲۲۱	۴	لنعلم ممن ینقلب	لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب
۲۳۱	۱۵	ابولبانہ	ابولبابہ
۲۳۳	۱۱	ابوحذیفہ	حذیفہ
〃	۱۹	لقد	قد
〃	۱۷	(انفال)	(آل عمران)
〃	〃	ابوجسل	حسیل
۲۳۹	۱۷	یرونکم	یرونھم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۲۷	۴	ذالک بانھم شاقوا اللہ و ورسولہ فان اللہ شدید العقاب،	ذالک بانھم شاقوا اللہ و رسولہ ومن یشاقق اللہ ورسولہ فان اللہ شدید العقاب،
۲۲۷	۷	انہوں نے خدا اور خدا کے رسول سے دشمنی کی ہے، خدا سخت عذاب دینے والا ہے۔	انہوں نے خدا اور اسکے رسول سے دشمنی کی اور جو خدا اور اسکے رسول سے دشمنی کرتا ہو خدا سخت عذاب دینے والا ہے۔
۳۳۴	۹	الذین یتبعون النبی الامی	الذین یتبعون الرسول النبی الامی
۳۹۴	۱۷	نضر بن حارث	نضیر بن حارث
۴۰۳	۱۱	اعدالمحسنین	اعدالمحسنات منکن
〃	۱۲	اپنے نیکوکار بندوں کے لیے	تم میں سے نیکوکاروں کے لیے
۴۱۷	۴	ابوقالی	ابوعلی قالی
۴۱۸	۱۷، ۱۸	ابودُواد ایادی کتاہی	ابودُواد ایادی کتاہی
		یاعمرو ان لاتدع شتمی منقصتی اضربک حیث تقول الہامۃ اسقونی	سلط الموت والمنون علیھم فلھم فی صدی المقابر ھام ذوالاصبع العدوانی کا شعر ہے یاعمرو ان لاتدع شتمی منقصتی اضربک حیث تقول الہامۃ اسقونی
۴۱۹	۵	المثلم	المصلم
۴۴۱	۳	لایرقبون فی مومن الا ولا ذمہ انھم لا ایمان لھم	لَا یَرْقُبُوْنَ فِیْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّۃً ..... اِنَّھُمْ لَا اَیْمَانَ لَھُمْ

ضمیمۂ دوم

تصحیح اغلاط

سیرۃ جلد دوم طبع اول

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶	۵	وَلَوْ	لَوْ	۸۲	۷	سُعاذبن جبل	معاذبن جبل
"	۶	اوراگر	اگر	۸۳	۶	قمرفانذروثیابک فطھر	قُم فَاَنْذِرْوَرَبَّکَ فَکَبِّرْوَثِیَابَکَ
۹	۱۶	مشہور ہوگیا	مشہور ہوگیا (بخاری کتاب التیمم)			.. ..	فَطَھِّرْ،
۱۰	۱۷	صابی	مدعی نبوت	۸۶	۱۸	دس بارہ	بارہ
۱۰	۱۴،۱۵،۱۶	عمروبن عنبسہ	عمروبن عبسہ	۸۷	۱۳	ساخہ	بیاضہ
۱۳	۹	بدر مین گرفتار ہوکرآئے اور قیدیون	بدر کے قیدیون کو فدیہ دیکر چھڑانے	۹۳	۲	غزوۃ الرقاع	غزوۃ ذات الرقاع
		کے ساتھ اسیر تھے۔	کو آئے تھے۔	۹۸	۲۰	جناح	لاجناح
۱۴	۱۷	حج کے	عمرہ کے	۱۰۰	۱۵	قریش	احمس
۱۵	۱	دوہزار	ڈیڑہ ہزار	"	۱۹	بخاری جلد اول صفحہ ۸۲	بخاری جلد ا صفحہ ۱۴۵
۲۲	۱۲	سبقتین یمن یعنی حضرت علی،	سبقتین یمن مین سے حضرت	۱۰۲	۱۸	حضرت عباس	حضرت ابن عباس
		معاذبن جبل، اور ابوموسیٰ	علیؓ اور ابوموسیٰ	۱۰۴	۹،۱۰،۱۱	(پبلک وقف)	(مشترکہ جائداد کا وقف)
۴۱	۱۷	بخاری وسلم	مسلم	۱۱۵	۱۹	(باب تحریم الخمر)	(باب تحریم بیع الخمر)
۵۱	۷	تشریف لے گئے	تشریف لےؔ گئے	۱۲۱	۱۳	(صحیح بخاری وسلم وابوداؤد)	(صحیح مسلم وابوداؤد)
۶۲	۸	اوّل کے سوا	اوّل و دوم کے سوا،	۱۲۲	۵،۶،۷	لیس للعربی فضل علی العجمی و	ایھا الناس الا ان ربکم واحد
۶۳	۱۰	پانچ وسق سے زیادہ	پانچ وسق یا پانچ وسق سے زیادہ			لاللعجمی علی العرب کلکم ابناء	وان اباکم واحد الا لا فضل
۶۹	۱	مدینہ منورہ مین رہکر	کچھ دنون مدینہ منورہ مین رہکر			آدم وآدم من التراب[1]،	لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی
"	۱۴	جسکی سیرابی صرف بارش کے پانی	جسکی سیرابی صرف بارش یا بہتے			(عقد الفرید)	ولا لاحمر علی اسود ولا لاسود
		سے کیجاتی ہے	پانی سے ہوتی ہو (بخاری صفحہ ۲۰۱)			(حاشیہ[1])	علی احمر الا بالتقویٰ[1]،
۷۴	۶	اپنی قوم کی امامت کرکے آتے تھے	بعض لوگ آنحضرت کیساتھ شریک			یہ فقرہ حدیث اور سیر کی کتابون	(مسند احمد) حاشیہ[1]
		اور پھر دوبارہ آنحضرت کیساتھ شریک	جماعت ہوتے تھے اور پھر اپنے			مین مجھے نہین ملا الخ	امام احمد نے مسند مین ابو نضرہ تابعی کے واسطے اور تابعی مذکور ایک صحابی سے جنہون نے آنحضرت صلعم کو حجۃ الوداع کا خطبہ دیتے سنا تھا یہ فقرہ نقل کیا ہو (دیکھو المنتقی الاخبار ابن تیمیہ مع نیل الاوطار)
		جماعت ہوتے تھے۔	محلہ کی مسجد مین جاکر اپنی قوم کی				
		.. .. ..	امامت کرتے تھے۔				

[1] یہ دونون واقعے گو امام بخاری نے الگ الگ لکھے ہین۔ لیکن شراح حدیث کی تحقیق مین یہ ایک ہی واقعے کے دو حصے ہین)

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۲	۳	(صحیح بخاری وسلم وابو داؤد)	(صحیح مسلم وابو داؤد)	۱۴۵	۹	بنلی نہ تھی	بنلی تھی
۱۲۹	۱۷	زاد المعاد	مسند ابن حنبل جلد ۵ صفحہ ۲۵۱	۱۴۶	۹	عمرو بن حارث	عمرو بن حویرث
۱۳۰	۱۳	مطلب	عبد المطلب	۱۶۱	۱۲	اَلحمدُ للّٰہ الّذی	سُبحانَ الّذی
۱۳۱	۷	جعفہ	جحفہ	۲۵۵	۹	۶۶	۳۳
"	۱۷ (حاشیہ)	ابن جابر	جابر	"	۷	۲۰، اونٹ	۲۰ سے کچھ زیادہ اونٹ
۱۷	۱۳ (حاشیہ)	کسی صحیح روایت مین یہ مذکور	بخاری باب الامامہ صفحہ ۹۳)	۲۷۰	۱۲	حضرت قاسم	حضرت ابراہیم
		نہین کہ حضرت ابوبکرؓ نے کے	مین حضرت انسؓ سے مروی ہے	۲۸۰	۱۹	ابو حذیفہ بن الیمان اور ابو حسیل	حذیفہ بن الیمان اور حسیل
		دن نماز پڑھائی الخ	کہ تین دن آنحضرتؐ نے نماز	۲۸۶	۹	کھیت پر	کہین پر
..	..	.. ..	نہین پڑھائی، اور حضرت ابوبکرؓ	۲۸۹	۱۲/۱۳	ہندہ	ہند
..	..	.. ..	نے آپکی قایممقامی کی، اس قایممقامی	۲۹۰	۱۶	چند مہینون	چند سال
..	..	.. ..	کا آغاز شنبے کی نماز عشاء سے ہے	۳۰۱	۱۵	فتح مکہ کے	صلح حدیبیہ کے
..	..	.. ..	(بخاری وسلم کتاب الصلوۃ)	۳۲۱	۶	ان سے ایک لڑکا پیدا ہوا	ان سے دو لڑکے پیدا ہوئے
..	..	.. ..	اور اختتام دوشنبہ کی صبح کی			جس کا نام ہند تھا	ایک کا نام ہند تھا اور دوسرے کا حارث
..	..	.. ..	نماز پر ہوا (بخاری باب من	۳۳۵	۷	شکم نے	ابن شکم نے
..	..	.. ..	رجع القہقری فی الصلوۃ صفحہ ۹۰)	۳۴۵	۱۰	اور دو شیزہ بھی تھین	اور کمسن بھی تھین۔
..	..	.. ..	کُل یہ تین دن مین ۱۷ وقت کی				
..	..	.. ..	نمازین ہوئین، ابن سعدؒ واقدی سے				
..	..	.. ..	بعینہ یہی روایتین کی ہین ایک				
..	..	.. ..	مین ہے کہ ۳ دن امامت کی،				
..	..	.. ..	دوسری مین ہے کہ ۱۰ وقت کی،				

تصحیح اغلاط

سیرۃ النبی جلد سوم

۱- آیات قرآنی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵۰	۷	عَلَیْهِمِ	عَلَیْهِمْ	۱۸۷	۱۸	فَیَکُوْنُ	فَتَکُوْنُ
〃	۱۸	آیَةٌ	آیَةً	۱۸۸	۱۳	وَلَا	لَا
۱۵۳	۱۷	آیَاتٌ	آیَاتُ اللّٰهِ	۱۹۰	۶	لَاتُرْجَعُوْنَ	لَاتُرْجَعُوْنَ (مومنون)
۱۵۴	۲	مَنَامُکُمْ	مَنَامُکُمْ	〃	۷	وَالْاَرْضَ	وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا
〃	۴	خَرْفاً	خَوْفاً	〃	۱۳	یَنْعِهٖ	یَنْعِهٖ
۱۵۵	۹	اَنْ یُطْفِئُوْا	لِیُطْفِئُوْا	۱۹۱	۳	نَهْدِ لَکُمْ	نَهْدِ لَکُمْ
۱۵۸	۶	تَنَزَّلَ	تُنَزِّلَ	〃	۵	وَیُنْبِتُ	یُنْبِتُ
〃	۱۵	زَمَیْتَ	رَمَیْتَ	〃	۱۰	یَعْقِلُوْنَ	یَعْقِلُوْنَ
۱۶۱	۱۰	سَبِیْلَ	سُبُلَ	〃	۱۳	تَلْبِسُوْنَهَا	تَلْبَسُوْنَهَا
۱۶۲	۱	یَنْهٰی	یَنْهٰهُمْ	۱۹۲	۱۶	نُسْقِیْهِ	نُسْقِیْهٖ
۱۶۵	۹	وَمَا	مَا	۱۹۴	۱۱	شِفَاءٌ	شَفَاءٌ
〃	۱۱	تَمَسُّ	تَمْسَسُ	۱۹۶	۱۶	هَیِّنٌ	هَیِّنٌ
〃	۱۱	فَیَاْخُذُ	فَیَاْخُذَ	۱۹۷	۱۴	نَجِدَ	نَجِدُ
〃	۱۸	یَاْتِیَهُمْ	تَاْتِیَهُمْ	۲۰۲	۱۳	یَقُوْلُ	یَقُوْلَ
۱۷۶	۱	اَبْنَاءُ	اَنْبَاءُ	۲۰۳	۳	وَلَقَدْ	لَقَدْ
۱۸۲	۱۹	بِالْمَلٰئِکَةِ مِنَ	بِالْمَلٰئِکَةِ اِنْ کُنْتَ مِنَ	〃	۶	لَقَدْ	وَلَقَدْ
۱۸۳	۹	فَاِذَا	اِذَا	۲۰۵	۱۲	عِبَادِکَ	عِبَادَکَ
۱۸۴	۱۳	تَسْئَلْ	تُسْئَلُ	۲۱۰	۱۷	تَاْتِیْ	تَاْتِیَ
〃	۱۹	بِکُلٍّ	بِکُلِّ	۲۱۱	۹	فَیَاْتِیَهُمْ	فَیَاْتِیَهُمْ
۱۸۵	۱۱	تَاْتِیْ	تَاْتِیَ	〃	۱۹	اَهْلَکْنَا	اَهْلَکْنَاهَا
〃	۱۷	اَقُوْلَ	اَقُوْلُ	۲۱۲	۱۰	اَنَا	اَنَا لَکُمْ
۱۸۷	۱۷	فَتَنْفَخُ	فَتَنْفُخُ	۲۱۴	۱۷	اَوْلِیَاءَهٗ	اَوْلِیَاءَهٗ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۲۰	۵	تَلْقَفُ	تَلْقَفْ
۲۲۲	۲	بَشَرًا مِثْلُنَا	اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا
〃	۷	لِبَشَرٍ	لِبَشَرَيْنِ
۲۲۳	۱۷	اَوْ	اَوَ
۲۲۸	۲	مَا	وَمَا
〃	۷	فَيُوْحِي	فَيُوْحِيَ
۲۳۰	۱۵	زُخْرُفَ	زُخْرُفٌ
۲۳۸	۱۵	اَلْقُدُسِ	الْقُدُسِ
۲۳۹	۲	ثُمَّ	ثَمَّ
۲۵۳	۱	فَيُمْسِكَ	فَيُمْسِكُ
۲۹۰	۸	بِالْاُفُقِ	بِالْاُفُقِ
۳۱۰	۶	بُوْرِكْنَا	بٰرَكْنَا
۳۳۱	۱۳	يَا اَبَتِ قَدْ	يَا اَبَتِ اِنِّي قَدْ
۳۴۲	۴	آتَيْنَاهُ	آتَيْنَا
۳۵۰	۲	مِنْ	×
۳۵۳	۱۷	(لوط)	(بقرہ)
۳۶۹	۱۸	اِنَّهُ	وَاِنَّهُ
۳۷۷	۶	شَيْطَانِ	شَيْطَانٍ
۳۷۹	۱۶	يُعْجِزَهُ	نُعْجِزَهُ
۳۹۷	۹	آذَنْكُمْ	آذَنْكُمْ
۴۰۴	۱۶	عَمِلُوْا	عَمِلُوْا
〃	۱۷	يُمَكِّنَنَّ	لَيُمَكِّنَنَّ
〃	۱۷	لَيُبَدِّلَنَّ	لَيُبَدِّلَنَّ
۴۰۸	۱۱	تَاخُذُوْنَهَا	يَاخُذُوْنَهَا
۴۱۰	۱	هُمُ	هُمْ
۴۲۷	۳	مَرِضْتُ	مَرِضْتُ
۴۳۳	۹	لَقَوْلِ	لَقَوْلُ
۴۳۴	۱۲	تَنْزِيلِ	تَنْزِيلٌ
۴۶۰	۸	اللّٰهِ	اللّٰهُ
〃	۹	يَجْتَبِيَ	يَجْتَبِي
۴۶۱	۱۶	نُوْحِيْهَا	نُوْحِيْهَا
۴۷۳	۱۹	بِكَلِمَاتِهٖ	لِكَلِمَاتِهٖ
۵۳۴	۱۷	اِبْرَاهِيْمَ وَ	اِبْرَاهِيْمَ
۵۳۸	۱۱	قَالَ	وَاِذْ قَالَ
۵۴۲	۸	مَا	وَمَا
۵۵۰	۱۵	بَلَّغَ	بَلَغْ
۵۵۸	۱۲	رَكَعًا	رُكَّعًا
۵۶۰	۶	الزَّرَاعَ	الزُّرَّاعَ
۵۶۲	۱۹	مَا	وَمَا
۵۶۹	۱۲	اِنَّ	وَاِنَّ
۵۷۵	۳	اُمَّهَاتُكُمْ	اُمَّهَاتُهُمْ

۲- احادیث

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۹	۱۸	ما من نبی الا اعطی ما آمن علیہ البشر	ما من الانبیاء نبیٌ الا اعطی من الایات ما مثلہ اومن اٰمن علیہ البشر،
۳۸۴	۱۰	سأل اہل مکۃ النبی صلعم آیۃً فاراہم القمر مرتین	ان اہل مکۃ سألوا النبی صلعم ان یریہم آیۃً فاراہم انشقاق القمر مرتین،
〃	۱۴	فرقتین	مرتین
۳۸۷	۸	سال اہل مکۃ آیۃ فاراہم القمر فرقتین	ان اہل مکۃ سألوا النبی صلعم ان یریہم آیۃ فاراہم انشقاق القمر مرتین

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۸۸	۸	فانا تلک اللبنة	فانا اللبنة
۵۹۹	۱	انا عبد الله وخاتم النبیین وآدم منجدل فی طینته	انی عبد الله لخاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینته

۳- واقعہ

آپکے اشارہ سے بتون کا گرجانا

صفحہ ۴۲۱

"فتح سے پہلے خانۂ کعبہ مین تین سو ساٹھ بتون کا معبد تھا، جب مکہ فتح ہوا تو آپ کعبہ مین تشریف لے گئے، دست مبارک مین ایک چھڑی تھی، اور زبانِ اقدس پر یہ آیت کریمہ جاری تھی، جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا (حق آیا، اور باطل مٹ گیا، باطل مٹنے ہی کے لیے تھا) آپ چھڑی سے جس بت کی طرف اشارہ کرتے تھے، وہ بے چھوے دھم سے گر پڑتا تھا (حوالہ بخاری و مسلم باب فتح مکہ و مسند احمد بروایت ابن عباس"

یہ واقعہ کہ کعبہ کے چارون طرف تین سو ساٹھ بت تھے، اور آپ دست مبارک مین چھڑی لیکر اُن بتون کی طرف اشارہ کرتے جاتے، اور آیت مذکورہ تلاوت کرتے جاتے تھے، صحیح بخاری و مسلم باب فتح مکہ مین موجود ہے، مگر اس اشارہ سے بے چھوے بتون کا خود بخود گرتے جانا صحیحین مین مذکور نہین، البتہ فاکہی مین بروایت عمرؓ اور طبرانی ابن اسحاق اور ابونعیم مین بروایت ابن عباس موجود ہے، فاکہی کی روایت کو ابن حبان نے صحیح کہا ہے، صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الفتح مین جو روایت ہے اُس سے ضمناً اس کے خلاف یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ آپ نے اُنکو لوگون سے اکھڑوا کر پھنکوا دیا، اس حدیث کے الفاظ یہ ہین :-

عن ابن عباس لما قدم	ابن عباس سے روایت ہے کہ جب
رسول الله صلعم ابی ان	آپ مکہ آئے تو اس حالت مین
یدخل البیت وفیه الالهة	کہ خانۂ کعبہ کے اندر بت تھے آپ نے اُسکے
فامر بها فاخرجت ،	اندر جانے سے انکار کیا تو آپ نے اُن کے
.. ..	باہر نکالدینے کا حکم دیا تو وہ باہر نکالدیے گئے

اگر فاکہی، طبرانی، ابن اسحاق اور ابونعیم کی روایت بالا صحیح ہو تو اس مین اور بخاری کی اس روایت مین یہ تطبیق ممکن ہے کہ پہلے جن بتون کا ذکر ہے وہ حول البیت، یعنی خانۂ کعبہ کے باہر چارون طرف تھے، آپ اُنکی طرف اشارہ کرکے آیتِ مذکور پڑھتے تھے اور وہ گر جاتے تھے، اور خانۂ کعبہ کے اندر جو بت تھے اپنے اندر جانے سے پہلے آپ نے اُن کے نکلوا کر پھکوا دینے کا حکم دیا تھا، اسی طرح بخاری و مسلم کی فتح مکہ والی روایت مین جن بتون کو چھڑی سے کونچے دینے کا ذکر ہے وہ وہ ہین جو باہر تھے، یعنی حول البیت، اور جنکے نکلوانے کا ذکر بخاری کی دوسری روایت مین ہے وہ خانۂ کعبہ کے اندر تھے۔

۴- حواشی

صفحہ	حاشیہ	غلط	صحیح
۳۹	۱	ارشادات	اشارات
۲۰۷	۱	صحیح بخاری	صحیح بخاری آخر کتاب الوضوء
۲۰۹	۱	نسائی	نسائی کتاب الجہاد
۲۱۳	۲	صحیح بخاری	جامع ترمذی
۲۲۶	۱	کتاب الانبیاء باب الاسراء	کتاب المناقب باب صفة صلعم وکتاب التوحید باب کلم الله موسیٰ تکلیما۔
۲۳۳	۲	(باب کیف نزل الوحی)	وباب کیف نزل الوحی
۲۳۵	۲	صحیح بخاری باب کیف نزل الوحی	ابوداؤد کتاب السنة۔
۲۳۶	۱	باب بدء الخلق	باب نزل القرآن
۲۴۷	۱	غزوۂ احد وباب ذکر الملائکہ	باب ذکر الملائکہ
۲۴۹	۱	جعفر بن عثمان القرشی کا پتہ نہین۔	(دیکھو اسی کتاب مین صفحہ ۳۳۳)

صفحہ	حاشیہ	غلط	صحیح
۲۵۸	۲ہ	صحیح مسلم کتاب التعبیر و بخاری کتاب الرویا	صحیح مسلم کتاب الرویا
〃	۳ہ	صحیح بخاری کتاب التعبیر و رویا	صحیح بخاری کتاب التعبیر و مسلم کتاب الرویا،
۲۶۰	۳ہ	بخاری مسلم و ترمذی مناقب بلالؓ	بخاری و مسلم مناقب بلال ترمذی مناقب عمرؓ
۲۶۲	۲ہ	جامع ترمذی ابواب الرویا	×
۲۶۴	۲ہ	ابن سعد جلد اول باب معراج میں واقدی کی ایک روایت ہے کہ معراج دن کو ظہر کے وقت .... (آخر تک)	(یہ پورا حاشیہ خارج سمجھا جائے)
۲۸۳	۱ہ	کتاب الانبیاء و باب المعراج	کتاب التوحید و باب صفتہ صلعم
۲۹۰	۲ہ	جلد ۸	جلد ۱۳
۳۳۱	۲ہ	صحیح بخاری و مستدرک حاکم	مستدرک حاکم کتاب الہجرۃ و صحیح)
۳۵۱	۱ہ	دلائل الاعجاز	اعجاز القرآن
۳۵۷	۳ہ	مستدرک حاکم صفحہ ۵۰۶	مستدرک حاکم جلد ۲ صفحہ ۵۰۶
۳۶۱	۱ہ	صفحہ ۱۶۲	صفحہ ۱۶۳
۳۷۳	۱ہ	صحیح بخاری و صحیح مسلم غزوۂ احد	صحیح بخاری غزوۂ احد و صحیح مسلم فضائلہ صلعم
۳۷۷	۱ہ	سورۂ احزاب	سورۂ سبا
۳۸۴	۲ہ	مسند جبیر بن مطعم	مسند عبداللہ بن مسعود
۴۰۵	۱ہ	مسند دارمی	مستدرک جلد ۲ صفحہ ۴۱۰
۴۱۸	۳ہ	ابوداؤد طیالسی مسند جابر بن سمرہ	و ابونعیم صفحہ ۱۴۱
〃	۳ہ	کتاب الاسراء	کتاب التوحید
۴۲۰	۲ہ	کتاب الغزوات	کتاب الجہاد
۴۳۰	۲ہ	باب الفضل	باب الفزع و

صفحہ	حاشیہ	غلط	صحیح
۴۳۲	۲ہ	صحیح بخاری و مسلم	صحیح بخاری آخر کتاب الوضوء و مسلم
۴۴۱	۱ہ	صحیح بخاری و مسلم فضائل ابی طلحہ	صحیح بخاری کتاب الجنائز، صحیح مسلم فضائل ابی طلحہ میں صرف اسی شب کے حمل کا ذکر ہے۔
۴۴۲	۳ہ	صحیح بخاری و مسلم فضائل غفار اسلم و دوس	صحیح بخاری قصۂ دوس (کتاب الجہاد و کتاب المغازی) و مسلم فضائل غفار و اسلم و دوس
۴۵۶	۱ہ	صحیح بخاری و مسلم معجزات	صحیح بخاری معجزات
۴۶۱	۱ہ	تفسیر لقمان	تفسیر نجم
۴۶۴	۱ہ	۹۰۷	۹۷۷
۴۶۶	۳ہ	مناقب فاطمہ	مناقب حسنین
۴۷۶	۲ہ	صحیح بخاری	صحیح مسلم
۴۷۹	۳ہ	کتاب الفتن	باب الجزیہ
۴۸۰	۱ہ	صحیح بخاری غزوۃ البحر و علامات النبوۃ	صحیح بخاری رکوب البحر و علامات النبوۃ و باب [illegible]
۴۸۴	۲ہ	صفحہ ۹۸	صفحہ ۹۹
۴۸۶	۲ہ	صفحہ ۲۴۰ و ۲۴۱	صفحہ ۱۴۰ و ۱۴۱
〃	۳ہ	جلد ۵	جلد ۶
۴۸۷	۲ہ	صحیح بخاری و مسلم	صحیح مسلم
〃	۳ہ		صحیح بخاری
۵۶۷	۱ہ	کتاب الایمان	باب بدء الوحی
۵۷۴	۱ہ	صفحہ ۹۲	صفحہ ۹۴
۵۷۷	اردو ۲ہ	کتاب الصدقات	کتاب الزکوٰۃ
۵۸۲	۱ہ	باب خلق آدم	باب وفاۃ موسیٰ
۵۸۳	۱ہ	صحیح بخاری	صحیح بخاری کتاب الاعتصام و باب التعبیر

صفحہ	حاشیہ	غلط	صحیح
۵۸۷	سہ	۳۱ تعداد لکھی ہے، ۲۴ مرد اور چار عورتیں	۲۷ تعداد لکھی ہے جنمیں چار عورتیں ہونگی،
۵۸۸	لہ	ترمذی باب فضل النبی صلعم کتاب الامثال	×
〃	ىہ	باب مذکور ترمذی	ترمذی باب فضل النبی صلعم
〃	شہ	فتح الباری جلد ۵	فتح الباری جلد ۶
〃	〃	کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۰۱	کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۰۴
		۵- متن عبارت	
۱۸	سطر ۱	مابتی	مابقی
۲۶	۱۸	ہرگواہ نے	ہرگروہ نے
۳۱	۱۳	محدود ہے	محدود ہیں
۳۶	۱۳	جنکا دوسرا نام	جس کا دوسرا نام
۴۱	۱۰	جس نفس کی	جس سے نفس کی
۶۲	۱۲	عبدالقادر	عبدالقاہر
۶۴	۱۴	انسان کے دنیا	انسان کی دنیا
۹۰	۱	کہا جاتا	کہا جانا
۱۱۰	۱۴	توام	توم
۱۵۰	۳	دعوت عناد	دعوت پر عناد
۱۷۷	۱۰	انداز	انذار
۱۶۱	۲	کلامنا	وکلاما
۱۹۲	۱۸	سبب وعلت	×
۱۹۹	۹	اور عالم کے	اور نہ عالم کے
۲۰۰	۱۶	کی قسم	اسی قسم
۲۹۰	۱	اس کے	اسی کے
〃	۲	یہی	×
۲۷۱	۸	آئین	قوانین
۳۵۸	۱۲	کے دنیا	کی دنیا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۸۵	۱۴	لک	ملک
۳۹۱	۸	رومی شہنشاہی شیرازہ	رومی شہنشاہی کا شیرازہ
۴۰۴	۵	مخالف	مخالفت
۴۱۶	۱	سلمہ البنانی	حماد بن سلمہ اور ثابت البنانی
۴۱۷	۵	ابن سعد	×
〃	۷	بیہقی	بیہقی و ابن سعد میں
〃	۱۱	حیاب	احباب
۴۱۸	۱۱	صحیح مسلم اور مسند احمد	صحیح مسلم مسند احمد اور
〃	۱۹	کتابوں	روایتوں
۴۲۸	۷	ترمذی	ترمذی[سمہ]
〃	۹	نابینا	ایک نابینا
〃	۱۱	اسکوجیوں	اسیر جنوں
۴۳۴	۱۲	جہالوں	جہانوں
۴۳۹	۱۳	مستجاب الدعوات بنا	مستجاب الدعوات بنا سہ
〃	〃	ہو جاتی تھی سہ	ہو جاتی تھی
۴۴۰	۱۸	عطا کی ہو	عطا کی ہو چنانچہ اسی
		.	شب کی برکت مقررہ
		.	مہینوں کے بعد پوری ہوئی سہ
		.	سہ صحیح مسلم فضائل ابی طلحہ
۴۵۲	۶	پہا	پیا
۴۵۹	۱۴	میرے پاس تمام روئے زمین کے خزانے ہیں،	خدا کے تمام خزانے میرے قبضہ میں ہیں۔
۴۶۲	۵	یخفی	یخفی
〃	۹	عظمۃ	عظمۃ
۴۸۳	۱۶	وعہ	وفعہ
۴۸۶	۴	مرتضیٰ کے	مرتضیٰ کی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۹۰	۱۸	مین	ہین	۵۳۵	۹	خدمت کر	خدمت قبول کر
۴۹۱	۵	فرقِ	فِرَقْ	۵۳۷	۱	۱۲۰	۲۰
۴۹۳	۱۸	محل	محل	〃	۱۱	بڑھادو	بڑھاور
۴۹۶	۱۸	زقانی	زرقانی	۵۳۸	۱۱	عیسیٰ	اور جب عیسیٰ
۵۰۰	۱۶	جلد صفحہ ۱۲۷	جلد اوّل صفحہ ۲۷	۵۳۹	۱۰	سوے	سوگئے
۵۰۸	۶	تفسیر ابن جریر	طبرانی، ابونعیم اور بزار	۵۴۲		وہ خواہش	اور وہ خواہش
۵۰۹	۵	ایک مین نبوت	ایک ہاتھ مین نبوت	۵۴۴	۱۵	اور حق کیطرف بلانیوالا	اور اللہ کیطرف اُسکے حکم سے بلانیوالا
۵۱۲	۱۷	کوئی	نکوئی	۵۵۲	۷	بسفر	سَفَرِ
۵۱۷	۱۱	نکڑہ	نکڑا	۵۵۴	۶	نارک.	نازک
۵۲۰	۱	ابن عباس	عباس	۵۵۸	۱۲	(خدا کے سامنے) رکوع	تم انکو دیکھتے ہو کہ (خدا کے
۵۲۴		چلتے	پچلتے			اور سجدے مین گرے	سامنے) رکوع اور سجدے
〃	۸	حدیثو (۱۰ ۳)	حدیثون مین			رہتے ہین	مین گرے رہتے ہین۔
۵۲۷	۱۰	یعلی بن منبہ	یعلی بن مینہ	۵۶۲	۱۹	وہ اپنی	اور وہ اپنی
۵۲۸	۱۲	عمروالفقیسی	عمروالقیسی	۵۶۶	۴	۲۶-۳۳	۲-۳۳
〃	۱۴	〃	〃	〃	۷	۲۶-۳	۳-۳
۵۲۱	۸	عثمان الجزنی	عثمان الجزری	۵۶۷	۱۱	بیان	بیان کیا
۵۳۰	۶	عیاو ابن لقیط	ایاد ابن لقیط	۵۶۹	۱۲	جنکو کتاب	اور جنکو کتاب
〃	۱۸	بجگیا	بچگیا	۵۷۰	۶	عقیدد	عقیدہ
۵۳۲	۱۸	ہوئے ہین	ہوئی ہین	۵۸۸	۱۵	صفحہ ۹	صفحہ ۱۶

فہرست مضامین سیرۃ النبی حصۂ سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین، والصلوۃ والسّلام علی سید المرسلین، وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین،

خدا کا شکر ہے کہ اُس نے چند در چند مزاحمتون کے باوجود سیرۂ پاک کی تیسری جلد کی تکمیل وانجام کا سامان بہم پہنچایا، اور ایک گنہگار کو توفیق بخشی کہ ان اوراق کو ترتیب دیکر اپنے سیاہ اعمالنامہ کے دھونے کے لیے آبِ رحمت کے چند قطرے فراہم کرسکے، دوسری جلد ۱۳۳۸ھ (۱۹۲۰ء) مین چھپکر نکلی تھی، چار برس کے بعد یہ ۸۰۰ صفحون کا مجموعہ مشتاق نگاہون کے سامنے ہے، اِس مجموعہ کی تالیف وترتیب، واقعات کی تفتیش وتلاش، اور مسائل ونظریات کی بحث وتحقیق مین جو محنت، کاوش اور دیدہ ریزی کی گئی ہے، اُسکا بڑا صلہ یہی ہے کہ صواب کا سررشتہ ہاتھ سے نہ چھوٹا ہو، اور حقیقت کی منزل سے بُعد نہ ہوا ہو، والعِصمۃُ للہِ وحدَہٗ،

اِن اوراق کی تالیف مین ہم اپنے اُن محسنون کے شکرگذار ہین جنھون نے انکی تکمیل مین ہمارا ہاتھ بٹایا، مشکلات اور غوامض مین مخدومنا مولانا حمید الدین صاحب کے مشورون نے فائدہ پہنچایا ہے، رفیق کار مولانا عبد السلام صاحب ندوی نے معجزات کے جزئی واقعون کے فراہم کرنے مین مدد کی ہے، ہماری جماعت مین، بلکہ علماء کی جماعت مین پروفیسر عبد الباری ندوی (معلم فلسفۂ جدیدہ، جامعۂ عثمانیہ، حیدرآباد دکن) سے بڑھکر فلسفۂ جدیدہ کا کوئی ماہر نہین، معجزات کی بحث مین ضرورت تھی کہ اس باب مین فلسفۂ جدیدہ کی جو موشگافیان اور نکتہ آفرینیان ہین، اُن سے بھی تعرض کیا جائے، چنانچہ میری درخواست پر موصوف نے "معجزات اور فلسفۂ جدیدہ" کا باب لکھکر عنایت کیا ہے، جو اس کتاب کے صفحہ ۸۶ سے شروع ہوکر صفحہ ۱۸۰ پر تمام ہوا ہے،

کہین کہین آپ کو احادیث کی بعض غیر مطبوعہ کتابون مثلاً بیہقی، ابو یعلی، ابن راہویہ، ابن ابی شیبہ، بزار وغیرہ کے حوالے دوسری مطبوعہ کتب احادیث کے حوالون کے ساتھ تائیداً ملین گے، ہم نے اُن کے حوالون مین دوسرے مفسرین

شارحین حدیث اور مصنفین سیرت مثلاً ابن کثیر، ابن حجر، ابن قیم، سیوطی وغیرہ پر بھروسہ کیا ہے، معجزات کے جزئی واقعات مین ایک دو مقام پر قوی روایتون کے ساتھ اگر ضعیف روایتون کو جگہ دی گئی ہے تو اُن سے مقصود صرف یہ ہے کہ قوی روایتون سے جس نوع کے معجزات ثابت ہین، اُس نوع کے معجزات کی دوسری تائیدین بھی گو اُس رتبہ کی نہین، مگر موجود ہین۔

کتاب مین کہین کہین غلطیان رہ گئی ہین، جن کی آخر مین غلطنامہ کے اضافہ سے تلافی کی کوشش کی گئی ہے۔

اس راہ کی ایک منزل آج اور تمام ہوئی، لیکن قلم کے مسافر کو آرام نہین کہ اب چوتھی منزل اُس کے سامنے ہے، احباب دعا کرین کہ یہ جلد چہارم اُنکی خدمت مین جلد پیش ہو سکے۔

سید سلیمان، ندوی

۱۷ ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَلَقَدْ جَاءَتْھُمْ رُسُلُنَا بِالْبَیِّنَاتِ (مائدہ)

اور ہمارے پیغمبر لوگون کے پاس کھلی نشانیان لیکر آیا کیے

سیرت نبوی کا یہ حصہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اُن حالات، مشاہدات اور کیفیات کے بیان مین ہے جنکا تعلق ماورائے عالم مادی و قوانین مادی سے ہے، جس طرح ہماری یہ مادی دنیا ایک نظام خاص پر چل رہی ہے، شب تار کے بعد دن نمودار ہوتا ہے، خزان کے بعد بہار آتی ہے، ستارے غروب ہوتے ہین تو آفتاب نکلتا ہے، گرمی جاتی ہے تو جاڑے آتے ہین، پھول اپنے وقت پر کھلتے ہین، درخت اپنے موسم مین پھلتے ہین، ستارے اپنے معین اوقات پر ڈوبتے اور نکلتے ہین، اسی طرح روحانی عالم بھی اپنا ایک خاص نظام رکھتا ہے۔ اُس کا بھی ایک آسمان و زمین ہے، وہان بھی تاریکی و روشنی ہے، خزان اور بہار ہے، فصل و موسم ہے،

آسمانہاست در ولایت جان — کارفرمائے آسمانِ جہان

جب روئے زمین پر گناہون کی تاریکی، اور بدیون کی ظلمت محیط ہو جاتی ہے تو صبح کا تڑکا ہوتا ہے اور **آفتاب ہدایت** نمودار ہوتا ہے۔ باغ عالم مین جب بُرائیون کی خزان چھا جاتی ہے تو موسم بدلتا ہے اور بہار **نبوت** رونق افزا ہوتی ہے۔ اور جسطرح زمین آسمان، چاند سورج، پھل اور پھول کے خاص خاص قوانین فطرت ہین جن مین عموماً تغیر نہین ہوتا اسی طرح اس روحانی دنیا کی رشد و ہدایت، عذاب و رحمت اور نبوت و رسالت کے خاص خاص اصول و قواعد ہین

جن مین تغیر راہ نہین پاتا، انبیا و رسل اپنے اپنے وقت پر مبعوث ہو کر قومون کو دعوت دیتے ہین، تو مین انکی تصدیق یا تکذیب کرتی ہین، منکرین ہلاک اور مومنین کامیاب ہوتے ہین، اس روحانی جہاد مین انبیاء و رسل سے ہمارے علم و دانش سے بالاتر اعمال صادر ہوتے ہین اور ان سے عجیب عجیب خوارق ظہور پذیر ہوتے ہین۔

جس طرح ہمارا نفس اور ہماری روح یا ہمارے جسم کی پر اسرار مخفی قوت ہمارے کالبد خاکی پر حکمران ہی اور ہمارے تمام اعضاء و جوارح اُس کے ایک ایک اشارہ پر حرکت کرتے ہین، اسی طرح **نبوت** کی روح اعظم اذن الٰہی سے سارے عالم جسمانی پر حکمران ہو جاتی ہے۔ اور روحانی دنیا کے سنن و اصول، عالم جسمانی کے قوانین پر غالب آجاتے ہین، اسلیے وہ چشم زدن مین فرش زمین سے عرش برین تک عروج کر جاتی ہے، سمندر اسکی ضرب سے تھم جاتا ہے، چاند اُس کے اشارہ سے دو ٹکڑے ہو جاتا ہی، اس کے ہاتھون کی دی ہوئی چند خشک روٹیان ایک عالم کو سیر کر دیتی ہین، اُس کی انگلیون سے پانی کی نہرین بہتی ہین، اُس کے نفس پاک سے بیمار تندرست ہو جاتے ہین اور مُردے جی اُٹھتے ہین، وہ تنہا مُٹھی بھر خاک سے پوری فوج کو تہ و بالا کر دیتا ہے، کوہ و صحرا، بحر و بر، جان دار و بیجان اُس کے حکم کے آگے سرنگون ہو جاتے ہین۔

لیکن جس طرح ہم کبھی یہ نہین بتا سکتے کہ خاص خاص پھول، خاص خاص درخت، خاص خاص ستارے، فلان فلان معین اوقات ہی پر کیون جلوہ نما ہوتے ہین، پھول سرخ کیون ہوتے ہین، ستارے چمکتے کیون ہین۔ شہد میٹھا کیون ہوتا ہی، چاند اور سورج چلتے کیون ہین، تخم، درخت، غذا، خون، گوشت کیونکر بن جاتا ہی، اسی طرح اس کا جواب بھی نہین دے سکتے، کہ پیغمبرون کا ظہور اپنے اپنے وقت پر کیونکر ہوتا ہی اور ان سے یہ مافوق العادت افعال و اعمال کیونکر صادر ہوتے ہین؟ ہم صرف یہ جانتے ہین کہ وہ ہوتے ہین، چنانچہ دنیا کا ہر پیغمبر بلکہ روحانیت کا ہر حامل اپنی پر اسرار زندگی کے اندر اس قسم کے حالات و کیفیات کی ایک دنیا رکھتا ہے، عالم کی تاریخ تمھارے سامنے ہے جس مین اگر قومون کے روحانی معلمون کے حالات و سوانح غور سے پڑھو تو تمکو ہر جگہ نظر آئیگا کہ وہ، وہ کچھ دیکھتے تھے جو ہم نہین دیکھ سکتے، وہ، وہ کچھ سنتے تھے جو ہم نہین سن سکتے، وہ، وہ کچھ جانتے تھے جو ہم نہین جان سکتے اور اُن سے وہ اعمال بھی صادر ہوتے تھے جو کسی اور سے

نہین ہوسکتے، یہ تاریخی واقعات ہین جن سے انکار کرنا اُسی طرح ناممکن ہی جس طرح سکندر اور نپولین کے فتوحات، اور بودھ اور موسیٰ اور عیسیٰ کے وجود سے، ہندوستان کی داستان ہائے روحانیت کا ایک ایک حرف، بنی اسرائیل کے صحف انبیاء کا ایک ایک باب، اور عیسائیون کی انجیل کا ایک ایک صفحہ اس تاریخ کی مثالین اور نظیرین ہین گو پیغمبر کا اصلی معجزہ اور اُسکے منجانب اللہ ہونے کی کھلی نشانی تو خود اُس کا سراپا وجود ہوتا ہے، دیکھنے والون کے لیے اُسکی چشم و ابرو مین، اور سننے والون کے لیے اُس کے لہجہ و آواز مین، اور سمجھنے والون کے لیے اُس کے پیام و دعوت مین اعجاز ہوتا ہے، لیکن جو لوگ احساسِ حقیقت مین فروتر ہوتے ہین اُنکو اس سے تسکین نہین ہوتی، اور وہ مادی اور محسوس نشانیون کے طلبگار رہتے ہین۔ جو بالآخر ان کو دکھائی ہین، لیکن انبیاء کے تبعین مین سے سابقین اولین، اور صدیقین و صالحین نے اپنے پیغمبرون سے معجزہ طلب نہین کیا، حضرت ہارون و یوشع نے حضرت موسیٰ کا معجزہ دیکھکر اُن کو پیغمبر نہین تسلیم کیا تھا، حضرت عیسیٰ کے حواریون نے معجزہ دیکھکر آسمانی دولت کا حصہ نہین پایا تھا، حضرت خدیجہ سب سے پہلے آنحضرت صلعم پر ایمان لائین مگر چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھکر نہین، بلکہ یہ جانکر کہ "آپ غریبون کے دست و بازو ہین، قرضدارون کی تسکین اور سہارا ہین، مسافرون کے ملجا و ماوی ہین[1]"، حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ، اور عثمانؓ و علیؓ اور دیگر اصحاب کبار مین سے ایک نے بھی آپ کی صداقت و راستی کی حقیقت کو ظاہری آیات و معجزات کی روشنی مین تلاش نہین کیا، ان کے لیے آپ کا سراپا وجود، نفس دعوتِ حق، اور پیامِ اخلاص ہی معجزہ تھا، اُنھون نے اُسی کو دیکھا، اور اُسی سے ایمان کی دولت پائی، مگر نمرود و فرعون، ابوجہل و ابولہب کے لیے جو آتشِ خلیل، طوفانِ نیل، قحطِ مکہ، اور انشقاقِ قمر کے معجزون کے طالب تھے پھر بھی ایمان کی دولت عظمیٰ سے محروم رہے، لیکن باین ہمہ ایک درمیانی طبقہ بھی دنیا مین موجود رہا ہے جس کے آئینۂ بصیرت پر زنگِ غفلت کی کچھ کچھ چھائیان پڑی ہوتی ہین، جب خورشید حقیقت طلوع ہوتا ہے اور اُسکی معجزانہ کرنین اُن آئینون پر پڑتی ہین تو وہ چمک اُٹھتے ہین، اور آمَنَّا بِرَبِّ مُوْسٰی وَھَارُوْنَ پکار اُٹھتے ہین، ساحرانِ فرعون نے موسیٰ کے معجزہ کو

[1] صحیح بخاری باب بدء الوحی،

دیکھا تو خدائے موسیٰ وہارون کے آگے سجدہ مین گر پڑے، آنحضرت صلعم کی فتح روم کی پیشینگوئی پوری ہوئی تو صلحائے قریش کی چشم باطن کھل گئی، اور حقیقت کا پیکر اُن کے سامنے جلوہ نما ہوگیا[1]، یہی طبقہ ہے جس کو معجزات کی ظاہری نشانیون سے بقدر استعداد حصہ پہنچتا ہے، اس کے علاوہ معجزات کا بڑا حصہ مؤیدات یعنی تائید حق کے لیے غیر منتظر اور غیر متوقع حالات کا رونما ہونا ہے۔ مومنین صادقین کو مشکلات کے عالم اور اضطراب کی گھڑیون مین اُن کے ذریعہ سے تسکین دیجاتی ہے۔ اور رسوخِ ایمان اور ثباتِ قدم مرحمت ہوتا ہے، اُن کی بے سروسامانیون اور بینوائیون کی مکافات کی جاتی ہے، اور اس سے انکی دولتِ ایمان کا سرمایہ ترقی کرتا ہے۔

اِن واقعات کا اصطلاحی نام

انبیائے کرام سے جو یہ مافوق العادۃ کیفیات اور اعمال صادر ہوتے ہین اُن کے لیے عام طور پر **معجزہ** کا لفظ بولا جاتا ہے لیکن یہ اصطلاح متعدد حیثیات سے غلط ہے۔ اوّل تو اس لیے کہ قرآن مجید اور احادیث مین یہ لفظ مستعمل نہین ہوا ہے، بلکہ اسکی جگہ **آیت** (نشانی) اور **برہان** (دلیل) کے الفاظ استعمال کیے گئے ہین، جو اپنے مفہوم کو نہایت خوبی سے ظاہر کرتے ہین۔ قدیم محدثین نے انکی جگہ **دلائل** اور **علامات** کے الفاظ استعمال کیے ہین، جو الفاظ قرآنی کے ہم معنی ہین، دوسرے یہ کہ عدم استعمال کی بنا پر لفظ "معجزہ" کے ساتھ کچھ خاص لوازم ذہنی پیدا ہوگئے ہین، جو حقیقت مین صحیح نہین ہین۔ مثلاً اس لفظ سے عوام مین یہ خیال پیدا ہوگیا ہے کہ وہ خود پیغمبر کا فعل ہوتا ہے جس کا صدور خاص اُس کے اعضاء وجوارح سے ہوتا ہے، اور نیز یہ کہ اس لفظ کے سبب سے اس کا معجز ہونا گویا اسکی حقیقت مین داخل ہوگیا ہے۔ حالانکہ یہ دونون خیال غلط ہین، بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ معجزہ پر عقلی حیثیت سے جو اعتراضات وارد ہوتے ہین اُن کا ایک بڑا حصہ خود لفظ معجزہ کے غلط استعمال سے پیدا ہوگیا ہے سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم کو ایک ایسا جامع لفظ درکار ہے جس مین نبوت کے تمام خواص، کیفیات، مشاہدات اور اعمال خارقہ عادت اور غیر خارقہ عادت، سب داخل ہون، لیکن معجزہ کا لفظ اتنا وسیع نہین، آیندہ جہان از روئے قرآن معجزہ کی حقیقت پر بحث آئیگی وہان اس کے متعلق مزید تفصیل کیجائے گی، جس سے معلوم ہوگا کہ قرآن کی اصطلاح

[1] جامع ترمذی تفسیر سورۂ روم۔

کس قدر صحیح اور موزون ہی، ان وجوہ کی بنا پر صحیح طریقہ تو یہ ہے کہ ہم اس کتاب مین صرف قرآن کی اصطلاح آیت، برہان اور محدثین کی اصطلاح علامات و دلائل کو اختیار کرین تاکہ ہمارا مفہوم زیادہ صحیح طریقہ سے اور زیادہ وسیع طور سے ادا ہو سکے، لیکن چونکہ ہماری زبان مین معجزہ کا لفظ عام طور پر چل گیا ہی اس لیے اس کو یک قلم ترک بھی نہین کیا جا سکتا۔

دلائل و براہین و آیات کا تعلق انبیاء کی سیرتون سے

قرآن مجید اور دیگر صحف آسمانی مین انبیائے سابقین کے جو قصص اور واقعات مذکور ہین، اُنہین ان کے روحانی حالات و کیفیات یعنی دلائل و براہین اور آیات کا ذکر نہایت مؤثر اور عبرت انگیز طریقہ سے کیا گیا ہے سیر ملکوت، مکالمۂ الٰہی، رویت ملائکہ، رویائے صادقہ، استجابت دعا، طوفان نوح، آتش خلیل، عصائے موسیٰ، نفس عیسےٰ اور اس قسم کے اور بھی بہت سے کیفیات و حالات کا ذکر قرآن مجید مین بار بار آیا ہے، اور ان کے ساتھ ان کے عواقب و نتائج بھی نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہین، اس سے ثابت ہوتا ہی کہ انبیاء علیہم السلام کی سیرت سے ہر زمانہ مین ان چیزون کو خاص تعلق رہا ہے، اور اس وجہ سے وہ ان کے واقعات زندگی کا جزء لاینفک ہو گئے ہین انبیاء علیہم السلام کی زندگی اگرچہ گوناگون واقعات کا مجموعہ ہوتی ہے، لیکن نتائج کے لحاظ سے ان تمام واقعات کا مرکز صرف یہ ہوتا ہے کہ اس خاکدان کو اخلاق ذمیمہ کے خس و خاشاک سے پاک کر کے محاسن اخلاق کے گل و ریحان سے آراستہ کیا جائے تاکہ برکات آسمانی کا دامن کانٹون سے الجھنے نہ پائے، اس مقدس فرض کے ادا کرنے مین اگرچہ کبھی کبھی انبیاء کو آلات مادیہ سے بھی کام لینا پڑتا ہے لیکن وہ لوگ اکثر اپنی روحانی طاقت سے اس مقصد مین کامیاب ہوتے ہین، اور آلات مادی کے استعمال مین بھی اُن کے جسمانی دست و بازو سے زیادہ اُن کے روحانی دست و بازو کام کرتے ہین، یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے انبیاء علیہم السلام کے واقعات زندگی مین ان دلائل، و آیات کو نہایت اہمیت دی ہی، اور اِن کے ذکر سے گویا انبیاء کے تمام حالات زندگی کو سلسلۂ علل و اسباب سے مربوط کر دیا ہی۔

دلائل و آیات کا تعلق سیرۂ محمدی سے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت تمام انبیاء کے واقعات زندگی کا خلاصہ، انکی تعلیمات کا عطر، اور اُن کے حالات و مشاہدات کا برزخ ہے، آپ ایک عالمگیر اور ابدی مذہب لیکر مبعوث ہوئے تھے، اس لیے آپ نے

ایک ہی خطاب کے ساتھ اُن تمام لوگون کو مخاطب فرمایا جنکو طوفانِ نوحؑ دفعۃً بہالے گیا تھا، جنکو دریائے قلزم کی لہرین نگل چکی تھین، جنکو نفسِ عیسیٰ نے دوبارہ زندہ کردیا تھا، اور اِن سب سے بڑھکر آپ کا مخاطب ایک گروہ اور بھی تھا، جو اِن چیزون کو صرف عجائب پرستی کی نگاہ سے نہین، بلکہ ژرف نگاہی سے دیکھنے کی صلاحیت رکھتا تھا، اِس بنا پر جس چشمۂ فیض نے اسباطِ موسیٰ کو سیراب کیا تھا وہ ان تشنہ کامانِ روحانیت سے کیونکر بے پرواہ ہوسکتا تھا، چنانچہ اُس نے آنحضرت صلعم کی ذات کو ان تمام معجزات کا مجموعہ بنا دیا جو علیٰ قدر مراتب ہر طبقہ، ہر فرقہ اور ہر گروہ کے لیے ضروری تھے، آپ کے اخلاق وعادات معجزہ تھے، آپ کی شریعت معجزہ تھی، آپ پر جو کتاب نازل ہوئی اُس سے بڑا کوئی معجزہ نہین ہوسکتا تھا، ان کے علاوہ آپ کی روحانی طاقت نے جسم وروح دونون کی کائنات مین بہت کچھ اثر ڈالا، اُس نے کبھی طوبیٰ کے سایہ مین آپ کے لیے بستر لگایا، کبھی سدرۃ المنتہیٰ کے حدود مین رفرف کی سواری کھڑی کی، کبھی مَا کَذَبَ الْفُوَادُ کے نور سے قلب مبارک کو منور کیا، اور کبھی مَا زَاغَ الْبَصَرُ کے سرمہ سے آپکی آنکھون کو روشن کیا، کبھی نزولِ رحمتِ الٰہی کے لیے آسمان کے دروازہ کھولے، کبھی تشنگانِ وادیِ حق کے لیے زمین کی تہ سے پانی کے چشمے اُبالے، کبھی سنگ خارا کے شرارون کی روشنی مین قیصر وکسریٰ کے خزانے دکھائے، کبھی انبیائے سابقین کی زبانِ الہام سے اپنی کامیابی کے نغمہ ہائے بشارت سنائے، اور آیندہ دنیا کے واقعات غیب بتا کر رہروانِ عالم کو منزلِ حقیقت کے نشان دکھائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات زندگی کا سب سے بڑا جزء، غزوات ومحاربات ہین، اِن ہنگامہ خیز واقعات کے تاریخی علل واسباب اور اُن کے نتائج کا ذکر کتاب کے ایک حصہ مین بہ تصریح گذر چکا ہے، لیکن میدانِ جہاد مین آپ کو جو فتوحاتِ عظیمہ حاصل ہوئین، ان مین انسانون کے لشکر اور سپاہیون کے تیغ وخنجر سے زیادہ فرشتون کے پرے، دعاؤن کے تیر، توکل علی اللہ کی سپر، اعتماد علی الحق کی تلوار کام کرتی نظر آتی تھی، آپ کی زندگی کا سب سے بڑا فرض اشاعت اسلام ہے، اور روئے انور نے، نگاہ کیمیا اثر نے، تقریر دلپذیر نے، اخلاقِ اعجاز نمانے، آیات ودلائل بنکر بہت سے لوگون کو مشرف بہ اسلام کیا ہے، غرض آپ کی پیغمبرانہ زندگی کے ہر منظر مین یہ دلائل

یہ براہین، یہ آیات، یہ معجزات، اسباب ظاہری کے پہلو بہ پہلو اسباب حقیقی بنکر رونما ہوتے رہے ہین۔

دلائل ومعجزات اور عقلیت

ان دلائل ومعجزات کے الفاظ کو سننے کے ساتھ ہی سب سے پہلے دلون مین یہ سوال پیدا ہونے لگتا ہے کہ کیا یہ ممکن بھی ہین؟ کیا عقلِ خردہ گیر ان کے وقوع کو جایز بھی رکھتی ہے؟ دنیا مین عقل ونقل اور فلسفہ ومذہب کا جب سے وجود ہے، ان مباحث پر معرکہ آرا بحثین ہوتی چلی آئی ہین، لیکن فلسفۂ قدیمہ ہو یا جدیدہ، فلسفۂ یونان ہو یا فلسفۂ اسلام، مشرق کا فلسفہ ہو، یا مغرب کا، ان سب کا حاصل بحث یہ نکلتا ہو کہ اگر کچھ فرقے ان کو ممکن بلکہ واقع سمجھتے ہین تو دوسرے انکو محال قطعی تصور کرتے ہین عقل وفہم کا یہ اختلاف دنیا مین ہمیشہ سے قائم تھا، قائم ہے اور قائم رہے گا۔ لیکن جو لوگ ان چیزون کے امکان اور وقوع کے قائل ہین وہ خود اپنے کج بحث دل اور بدگمان قلب کی تسلی، طمانیت اور رفعِ شک کے لیے اپنے اپنے فہم وادراک کے موافق مختلف نظریے قایم کرتے ہین، تاکہ وہ اپنی راز جو طبیعت کی تشنہ لبی کو تسکین دے سکین، ان تمام نظریات کا ماحصل صرف اس قدر ہے کہ ان عقل وحواس سے مافوق حقائق کو اپنے دریافت کردہ معلوم ومحسوس قواعد کے مطابق بنا سکین، لیکن کیا یہ ممکن ہے؟ کیا محسوس وغیر محسوس یا جسمانی وروحانی دنیا، دونون ایک ہی نظام پر چل رہی ہو کہ ایک عالم کے قیاسِ تمثیلی واستقرائی سے ہم دوسرے عالم کے ثبوت پر شہادتون کا انبار لگانا چاہتے ہین، حقیقت یہ ہے کہ جو جانا نہین جاسکتا، اُس کو ہم جاننا چاہتے ہین، اور جو سمجھا نہین جاسکتا، اُسکو سمجھنا چاہتے ہین جب ہماری عقل وفہم کی لنگ پائی محسوسات کے میدان مین صاف نظر آتی ہے، تو ماوراے محسوسات مین اس کی تگاپو کہان تک منزل مقصود کے قریب کرسکتی ہے۔

آنانکہ وصفِ حسن تو تقریر می کنند　　خوابِ ندیدہ راہمہ تعبیر می کنند

بہرحال اب تک انسان نے اس "خواب ندیدہ" کی جو کچھ تعبیر کی ہے، وہ ذیل کے اوراق مین پھیلائی گئی ہے اور سلسلۂ بحث مین سب سے پہلے **فلسفۂ قدیمہ** کے نظریات کی تشریح کی گئی ہے، اور اس کے بعد **فلسفۂ جدیدہ** ان چیزون کی گرہ کشائی جہان تک کرسکتا ہے اسکی تفصیل ہے، اور آخر مین خود **قرآن مجید** نے ہمین اس باب مین جو کچھ تلقین کی ہے اس کو بیان کیا جائے گا۔

دلائل و معجزات

اور

فلسفۂ قدیمہ و علم کلام

اسلام مین عقاید کی سطح جب تک صاف اور ہموار رہی، دلائل اور معجزات کے متعلق عقلی مباحث نہ پیدا ہو سکتے تھے اور نہ ہوئے، لیکن دوسری صدی مین جب یونانی علوم کے تراجم مسلمانون مین پھیلے تو وہ ہمارے علم کلام کے ضروری اجزا بن گئے، اور ان کو اس درجہ اہمیت ہوگئی کہ اب ان سے تعرض کیے بغیر گویا موضوع مزید بحث کے لیے تشنہ رہ جاتا ہے۔

اہل یونان کسی شریعت الٰہی سے مشرف نہ تھے، اس لیے وہ **نبوت** خواصِ نبوت، وحی، الہام، اور معجزہ وغیرہ سے واقف نہ تھے، یہی وجہ ہے کہ اِن کے خاص فلسفہ مین اِن مباحث کا وجود نہین ہے، چنانچہ علامۂ ابن رشد نے تہافتہ التہافتہ مین اسکی خاص تصریح کی ہے، اور علامۂ **ابن تیمیہ** نے بھی اپنی تصنیفات مین اِسکو جابجا لکھا ہے، مسلمانون مین سب سے پہلا فلسفی **یعقوب کندی** ہے لیکن چند مختصر رسائل کے سوا اسکی عام تصنیفات ناپید ہین، کندی کے بعد **فارابی** کا زمانہ ہے اور اسی نے سب سے پہلے ان مسائل کے متعلق اپنے خاص نظریے قائم کیے، چنانچہ اُس نے اپنے رسالہ فصوص الحکم[1] مین نبوت اور خواص نبوت کے متعلق بترتیب حسب ذیل خیالات ظاہر کیے ہین۔

فقرہ ۲۸۔ صاحب نبوت کی روح مین ایک قوت قدسیہ ہوتی ہے، جس طرح تمہاری روح عالم اصغر مین (یعنی اپنے جسم مین) تصرف کرتی ہے اور تمہارا جسم، تمہاری روح کا تابع و فرمانبردار رہتا ہے، اسی طرح وہ روح قدسی عالم اکبر مین، یعنی تمام جسمانیات مین تصرف کرتی ہے اور تمام عالم جسمانی اس کا تابع و فرمانبردار ہوتا ہے اور اسی بنا پر اُس سے خارق فطرت معجزات صادر ہوتے ہین، اور چونکہ اس کا آئینۂ باطنی صاف اور زنگ و غبار

[1] فصوص الحکم یورپ اور مصر دونون جگہ چھپ گئی ہے، اس وقت میرے پیش نظر لیڈن ای جی بریل کا نسخہ مطبوعہ ۱۸۹۰ء ہے۔

سے پاک ہوتا ہے، اس لیے لوح محفوظ یعنی اُس کتاب مین جو کبھی غلط نہین ہوسکتی، اور ملائکہ کی ذاتون مین جو کچھ ہے اس کا عکس اس کے آئینہ پر پڑتا ہے، اور وہ قدرت قدسیہ یا روح قدسیہ اس کو مخلوقات تک پہنچاتی ہے۔

فقرہ ۳۹۔ ملائکہ، اُن صور علمیہ کا نام ہے، جو بذاتہا قائم ہین، اس طرح نہین جسطرح لوح مین نقوش یا ذہن مین معلومات ہوتے ہین، بلکہ خود معانی قائم بالذات ہین، اور وہ امر الٰہی سے فیض حاصل کرتے ہین، عام روح بشری تو حواس ظاہری کے تعطّل یعنی خواب مین اوس امرِ الٰہی سے لگاؤ پیدا کرتی ہے، لیکن روح نبوی بیداری ہی مین اس سے تخاطب کرتی ہے۔

فقرہ ۴۰۔ عام روح بشری کا حال یہ ہے کہ جب اُس کے حواس ظاہری مشغول ہوتے ہین تو حواس باطنی معطّل ہوجاتے ہین۔ اور جب حواس باطنی کام کرتے ہین تو حواس ظاہری بیکار ہوجاتے ہین، مگر ارواحِ قدسیہ کا یہ حال ہے کہ نہ صرف یہ کہ اُن کے حواس ظاہری کی مصروفیت اُن کے حواس باطن کو، اور اُن کے حواس باطن کی مشغولیت اُن کے حواس ظاہری کو معطّل نہین ہونے دیتی۔ اور دونون ایک دوسرے کے فرائض مین مخل نہین ہوتے بلکہ انکی تاثیر کا عمل اُن کے اجسام سے متعدی ہوکر دوسرے اجسام تک پہنچتا ہے، اور وہ انسانی تعلیم سے نہین، بلکہ ارواح و ملائکہ کے ذریعہ سے علم کی تحصیل کرتے ہین۔

فقرہ ۴۱۔ عام روحون کی درماندگی یہان تک ہے کہ نہ صرف یہ کہ حواس ظاہری کی مصروفیت، حواس باطنی کو اور حواس باطنی کی مصروفیت حواس ظاہری کو اپنے فرائض سے باز رکھتی ہے، بلکہ خود اُسکے ایک حس کی مشغولیت دوسرے حس کو بیکار کردیتی ہے، ہم جسوقت غور سے سنتے ہین، دیکھتے نہین، جب دیکھنے مین مستغرق ہوتے ہین تو سنتے نہین، خوف کا احساس ہو تو اشتہا نہین پیدا ہوسکتی۔ اشتہا ہو تو غصہ نہین پیدا ہوسکتا۔ جب ہم فکر کرتے ہین تو ذکر سے غفلت ہوجاتی ہے۔ اور جب ذکر کرتے ہین تو تفکر سے خالی ہوجاتے ہین، لیکن ارواح قدسیہ کی یہ حالت نہین ہوتی، ان کے تمام ظاہری و باطنی حواس ایک ساتھ کام کرتے ہین، ان کا ایک حاسہ دوسرے حاسہ کا عائق و مانع نہین ہوتا۔

فارابی کے یہی چند لفظ ہین جو **ابن سینا** اور **ابن مسکویہ** تک پہنچتے پہنچتے ایک داستان بن گئے ہین، اور اب چھوٹی اور بڑی تمام اسلامی فلسفیانہ تصنیفات مین باب النبوات کے نام سے یہ مسائل شامل ہین، یہانتک کہ امام **غزالی** و رازی تک کی تصنیفات سے انھین کی صداے بازگشت سنائی دیتی ہے، اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ صوفیہ کے لسان القوم مولانا **رومی** کے سازِ "**نے**" سے بھی یہی آواز نکلتی ہے۔

فلسفہ و عقل کی راہ سے جو حکماے اسلام منزلِ حقیقت کے جویان ہین، اُن کے نزدیک **نبی** وہ ہے جسمین یہ تین باتین جمع ہون۔

۱۔ اوّل یہ کہ اس کو امورِ غیب پر اطلاع ہو۔

۲۔ دوسرے یہ کہ ملائکہ اس کو نظر آئین اور وہ اس سے کلام کرین۔

۳۔ تیسرے یہ کہ اس سے خوارقِ عادت ظاہر ہون۔

اِن تینون دعوون کے امکان پر اُن کے دلائل بہ ترتیب یہ ہین۔

اطلاع غیب

"یہ عالمِ کائنات ایک باترتیب اور مسلسل نظامِ فطرت پر قائم ہے، جس کا ہر درجہ دوسرے درجہ سے بلند ہے، پہلے جمادات ہین جن مین نہ حرکت ہے نہ نمو، نہ احساس ہے نہ ارادہ، نطق ہے نہ ادراکِ کلیات کی قوت اس کے بعد نباتات کا درجہ ہے جنمین حرکت اور نمو تو ہے، لیکن وہ دوسرے صفات سے محروم ہین، اِس کے بعد حیوانات آتے ہین جنمین حرکت اور نمو کے ساتھ احساس و ارادہ بھی ہے، سب سے آخر انسان کا مرتبہ ہے جس مین ان تمام خصوصیات کے ساتھ نطق اور ادراک کلیات کی قوت بھی ہے، کائنات کے ان چارون طبقون مین بھی یکسانی نہین ہے، بلکہ ان مین ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ایک ترقی محسوس ہوتی ہے، یہان تک کہ ان کا پست ترنقطہ اپنے پچھلے سے، اور بلند تر اپنے اگلے سے جا کر مل جاتا ہے، لیکن کیا اس ترقی کی انتہا یہین پر جا کر ختم ہو جاتی ہے۔ نہین، ابھی نطق و ادراک اور احساس و تمیز کا مرتبہ کمال کو نہین پہنچا ہے۔ انسانون مین وحشی اور غیر متمدن قبائل سے شروع کرو، تو اُن سے ترقی یافتہ دہقانی اور گنوار ہین۔ ان سے اعلیٰ شہری اور متمدن ہین، اور ان سے بھی زیادہ بلند تر علما

اور عقلائے روزگار ہین جو نظر و فکر اور قیاس واستدلال سے مجہول کو معلوم کرتے ہین ، لیکن انسانون کی بلند تر صنف وہ ہے جسکی عقل و ہوش کے سامنے نظریات بھی بدیہیات ہین ، جنکی روح قدسی اپنے تمام معلومات کو تجربہ ومشاہدہ سے نہین ، بلکہ براہ راست عالم ملکوت سے حاصل کرتی ہے ، جن کے حواس کی طاقت عام انسانون سے اس قدر تیز ہوتی ہے کہ وہ وہ کچھ دیکھتے ہین جو عام انسان نہین دیکھ سکتے ، اور وہ ، وہ کچھ سنتے ہین جو عام انسان نہین سن سکتے ، یہ **قوت کمالیہ** اور یہ روح قدسیہ جس صنف انسانی مین ہوتی ہے وہی انبیا ہین ۔

رویت و کلام ملائکہ

رویتِ ملائکہ انسان کے علم واحساس کا منبع **روح** ہے ، اور اُس کے آلات و ذرائع اُس کے باطنی اور ظاہری حواس ہین ، اگر اس سطح زمین پر کوئی ایسا انسان ہو جو ان تمام آلات سے معرّٰی ہو ، تو وہ کسی شے کا احساس کرسکتا ہے اور نہ کسی چیز کا علم حاصل کرسکتا ہے ، لیکن جیسے جیسے علم واحساس کے ان آلات مین ترقی اور تیزی آتی جاتی ہے اُس کے علم واحساس مین بھی ترقی ہوتی جاتی ہے ، یہان تک کہ ایک خاص نقطہ پر آکر وہ رُک جاتے ہین ، اور مادّیات ومحسوسات سے آگے نہین بڑھ سکتے ، لیکن خواب کی حالت مین روح کو مادّیات اور محسوسات کی زنجیرون سے جب آزادی ملتی ہے ، تو غیر مادی چیزون کو مشاہدہ کرتی ہے ، اس سے معلوم ہوا کہ روح انسانی کے علائق جسقدر مادیات سے پاک ہون گے اُسی قدر اُس کے علم واحساس کے قویٰ مین ترقی ہوگی ، اور جس قدر اس عالم مادی سے اس کو افتراق ہوگا اسی قدر عالم ملکوت کے ساتھ اس کا اتصال بڑھتا جائے گا ، اس بنا پر اگر کسی روح مین اسقدر استعداد اور صلاحیت عطا ہوئی ہو کہ وہ عالم بیداری مین بھی ان مادی تعلقات کو منقطع کرسکتی ہو ، تو جو کچھ عام روحون کو خواب مین نظر آتا ہے اُس سے بہت بڑھکر اسکو بیداری مین محسوس ومشاہد ہوسکتا ہے ، وہ غیب کی آوازون کو سن سکتی ہے فرشتون کو دیکھ سکتی ہے اُس سے باتین کرسکتی ہے اور اُن کے ذریعہ سے علم ومعرفت کا فیض حاصل کرسکتی ہے ۔

خوارق عادت

خوارق عادات دنیا کے مادی حوادث جس طرح مادی سلسلۂ اسباب وعلل کے نتائج ہین ، اسی طرح وہ نفسیاتی اسباب کے نتائج بھی ہوتے ہین نفس کے اندر مختلف قسم کے جذبات اور حرکات پیدا ہوتے ہین اور ان سے ہمارا مادی جسم متاثر ہوتا ہے ، درخت یا دیوار پر چڑھنے والے کو اکثر یہ پیش آتا ہے کہ جہان اس کے دل مین خوف پیدا ہوا اسکے

ہاتھ پاؤں پھول جاتے ہین اور وہ کانپ جاتا ہی اور گر پڑتا ہے، وہمی خوف سے انسان بیہوش ہو جاتا ہی، بیمار پڑ جاتا ہے یہان تک کہ مر بھی جاتا ہی، شرمندگی اور خجالت سے چہرہ کا رنگ بدل جاتا ہے، غیظ و غضب مین چہرہ تمتما اٹھتا ہے یہ کمزور نفوس کا حال ہے، اِس سے زیادہ قوی نفوس اپنے تاثرات سے دوسرونکو متاثر کر لیتے ہین اور اپنی قہر و محبت کی نگاہ سے دوسرون کو اپنا معمول بنا لیتے ہین، اِس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اصحاب نفوس قدسیہ اور ارباب قوت کمالیہ اس مادی دنیا مین بہت کچھ تصرف کر سکتے ہین[1]۔

اکثر متکلمین اسلام نے پہلی اور دوسری شقون کو ایک مین داخل کر دیا ہے، اور ہین بھی وہ درحقیقت ایک ہی امورِ غیب کی اطلاع، ملائکہ اور روحانیات کا مشاہدہ، رویت اور ان سے تخاطب، یہ تمام تر وحی و مشاہدۂ روحانیات کے تحت مین داخل ہو سکتے ہین، اور تیسری چیز کا نام انکی زبان مین **معجزہ** ہی، ہم ان دونون پر الگ الگ بحث کرتے ہین

وحی و مشاہدہ

ہمارے حکما، متکلمین اور صوفیہ نے وحی و الہام اور مشاہدۂ روحانیات کی تشریح مین متعدد نظریے قائم کیے ہین جنکی تفصیل حسب ذیل ہی،

(۱) **الہام فطری** اور **الہام نوعی**، دنیا مین جتنی چیزین پردۂ عدم سے منصۂ وجود پر آتی ہین، وہ اپنے اپنے وجود کے ساتھ مختلف قسم کے خواص، اور فطری علم اپنے ساتھ لاتی ہین۔ گلاب کا پھول سرخ اور چنبیلی سفید کیون ہوتی ہے؟ کھجور شیرین اور اندراین تلخ کیون ہوتا ہے؟ ایک ہی زمین اور ایک ہی آب و ہوا مین مختلف پودے اُگتے ہین، مگر ہر ایک کا رنگ، مزہ اور بو مختلف کیون ہوتی ہی، ان کے خواص اور کیفیات مین کیون اس درجہ اختلاف ہوتا ہی، پرندہ کا بچہ انڈے کے چھلکے سے باہر آنے کے ساتھ زمین سے دانہ چگنے لگتا ہے بط کا بچہ پانی مین تیرنے لگتا ہے، حیوانات کے بچے ماؤن کے تھن مین منہ لگا دیتے ہین، چوہے کے بچے نے گو کبھی

---

[1] ابن سینا نے اشارات مین تفصیل سے اور نجات مین اختصار کے ساتھ ان نظریات کو بیان کیا ہے۔ امام رازی نے مباحث مشرقیہ مین اور ابن مسکویہ نے فوز الاصغر مین انکو لکھا ہے۔ دیگر فلسفیانہ تصانیف مین بھی کم و بیش یہی ہے۔

بلی نہ دیکھی ہو، اور نہ بلی کے بچے نے کبھی چوہا دیکھا ہو، مگر عمر مین پہلی دفعہ جب انکی مڈبھیڑ ہو جاتی ہے تو ہر ایک سے اُس کے فطری حرکات سرزد ہونے لگتے ہین، ہر حیوان اپنے نفع و ضرر کو سمجھتا ہے، وہ مہلکات سے بھاگتا اور منافع کی طرف لپکتا ہے یہ تعلیم ان کو کس نے دی؟ شیر، لومڑی، کتا، بلی ہر ایک کے بچہ سے وہی اعمال صادر ہوتے ہین، جو ان کے نوعی خصوصیات ہین، اِن اعمال کا معلم کون ہے؟ کوّے بلبلون کے جھنڈ مین اور بلبلین کوّون کے غول مین نہین مِلتین، یہ ہمجنسی کا علم ان مین کہان سے آیا؟ چیونٹیون اور شہد کی مکھیون مین عظیم الشان اور حیرت انگیز جماعت بندی اور ذخیرہ اندوزی کی قابلیت کیون کر پیدا ہوئی؟ اِن سب باتون کا جواب یہ ہے کہ معلم فطرت نے عطیۂ وجود کے ساتھ ساتھ یہ طبعی خصوصیات اور الہامات بھی ان مین ودیعت کردیے ہین۔

یہ تو انواع کا حال ہے، ہر نوع کے تحت مین اصناف ہین جسطرح ہر نوع کی خصوصیتین اور قابلیتین الگ الگ ہین اسی طرح ہر صنف کی خصوصیات اور استعدادات بھی الگ ہین۔ ایک کبوتر کی کتنی قسمین ہین، ایک آم مین کس قدر اقسام ہین، ایک نوع انسان مین کسقدر طبقات ہین۔ ان مین سے ہر ایک صنف، قسم، اور طبقہ، اپنی مشترک نوعی خصوصیات کے ساتھ کچھ مستقل الگ صنفی اوصاف بھی اپنے اندر رکھتا ہے، جو دوسرے اصناف مین نہین پائے جاتے، افریقہ کے ایک وحشی انسان سے لیکر یورپ کے متمدن شہری تک، ایک ناخواندہ جاہل سے لیکر ایک فلسفی اور حکیم تک کس قدر مختلف انسانی طبقات ہین، ہر طبقہ اپنے اندر متعدد صنفی خصوصیات اور ادراکات رکھتا ہے اسیطرح ممکن ہے کہ معلم ازل انسانون کے ایک طبقہ اور صنف (انبیاء) کو علوم و معارف اور حقائق و اسرار کے وہ الہامات عطا کردے جن سے دیگر اصناف انسانی محروم اور ناآشنا ہین۔

دنیا مین جس قدر علوم و فنون، صنائع و حرف، ایجادات و اختراعات پیدا ہوچکے ہین، انکا کوئی نہ کوئی بانی، موجد اور مخترع ہوگا، پارچہ بافی اور خیاطی سے لیکر ریاضیات اور میکنکس تک جس قدر صنائع و ایجادات اور علوم و معارف ہین وہ کسی نہ کسی ایک شخص کے ذہن کا نتیجہ ہین، اسی بانی اور مخترعِ اوّل کے ذہن مین اس مسئلۂ خاص یا ایجادِ خاص کا خطور کیونکر ہوگیا؟ اس کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ کسی دوسرے سے سیکھے بغیر اُس کے نفس مین اس مسئلۂ خاص اور اس ایجادِ خاص

کے متعلق ایک خاص قسم کی سوجھ یا فہم پیدا ہوگئی اور اس کے ذہن مین کہین سے ایسی حقیقت بے پردہ مشہود ہوگئی جو دوسرون کے لیے تمام تر مستور تھی، یہی الہام ہے، اب جس شخص کو فلسفیانہ الہامات ہوتے ہین وہ فلسفی ہے جسکو شاعرانہ ہوتے ہین، وہ شاعر ہے جس کو آلات اور مشینون کا الہام ہوتا ہے وہ آلات ساز اور انجنیر ہے، اور جس نفس قدسی مین اسرار الٰہیہ نوامیس ملکوتیہ، عقائدِ حقہ، اعمالِ صالحہ، قوانینِ عادلہ کا الہام ہو وہ پیغمبر ہے اور اس کے اس الہام کو وحی کہتے ہین۔

۲۔ **انقطاع حواس عن المادیات**۔ انسان کے تمام محسوسات اور مُدرکات، بواسطہ یا بلا واسطہ اُس کے حواس خمسہ یعنی سامعہ، باصرہ، شامہ، ذائقہ اور لامسہ سے ماخوذ ہین جنکے کام بہ ترتیب سننا، دیکھنا، سونگھنا، چکھنا، اور ٹٹولنا ہین اسیطرح انسان مین پانچ قوائے دماغی بھی ہین جنکے نام حسِ مشترک، خیال، واہمہ، حافظہ اور متخیلہ ہین، ان قوائے خمسہ کے متفرق کام ہین **حس مشترک** تو آلات حواس کا خزانہ یا لیٹر بکس ہے۔ انسان کو اپنے پانچون حواس کے ذریعے سے جو کچھ محسوس ہوتا ہے وہ سیدھا حسِ مشترک مین جاکر منطبع ہو جاتا ہے، اور پھر وہان سے منتقل ہوکر **خیال** مین جمع ہو جاتا ہے اور وہان محفوظ رہتا ہے، **واہمہ** وہ قوت ہے جو اپنے اُس گذشتہ محفوظ خزانۂ مدرکات کا بار بار جائزہ لیتی رہتی ہے، اور اس پر احکام جاری کرتی رہتی ہے، مثلاً ورسے ہم نے ایک زرد سیال شے دیکھی، پہلے سے ہمارے خیال مین شہد کی صورت محفوظ ہے، اِس زرد سیال شے کو دیکھتے ہی ہمنے کہدیا کہ "یہ شہد ہے اور یہ میٹھا ہوتا ہے" یہ واہمہ کا کام ہے، **حافظہ** مین قوت واہمہ کے مخزونات جمع رہتے ہین، اور **متخیلہ** جس کا دوسرا نام **مفکرہ** بھی ہے، اُس قوت دماغی کو کہتے ہین جو مدرکاتِ خیال کی ترکیب وتحلیل کرتی رہتی ہے، اور ہمیشہ نئی نئی شکلین اور عجیب عجیب صورتین، سینما (صُورِ متحرکہ) کے تماشے کی طرح ہمارے ذہن کے سامنے لاتی رہتی ہے کبھی دو سر کا انسان بناکر کھڑا کردیتی ہے کبھی بے سر کا چلتا پھرتا انسان مشاہدہ کراتی ہے، کبھی پرستان کی سیر کراتی ہے اور کبھی عالم قدس مین جانے کے لیے پر تولتی ہے ذہن کو ہزارون لاکھون میل کی مسافت دم کے دم مین طے کرادیتی ہے آنکھین بند کرتے ہی ہماری دوسری آنکھون کے سامنے جو ہنگامۂ فکر وخیال برپا ہو جاتا ہے وہ اسی کا کارنامہ ہے۔

اس تمہید کے بعد اب یہ سمجھنا چاہیے کہ ہماری قوتِ مفکرہ صرف آرام وسکون کے لمحون مین کیون یہ تماشے دکھاتی ہے؟

اس کا سبب یہ ہی کہ ہمارا حسِ مشترک، ہمیشہ خارج سے آلاتِ حواس کے بھیجے ہوئے محسوسات کی تحصیل وحصول مین مصروف رہتا ہی، اس لیے جب تک ہماری نیند یا غفلت یا کسی اور سبب سے آلاتِ حواس مین تعطل نہین ہوتا، ہمارے قوائے دماغی مین آرام وسکون نہین پیدا ہو سکتا، خواب کی حالت مین جب یہ حواس تھوڑی دیر کے لیے اپنا کام موقوف کر دیتے ہین اس وقت ہمارے پراسرار قوائے ذہنی عالمِ بالا کی سیر کرنے لگتے ہین، اور وہان کے مشاہدات ومسموعات حسِ مشترک مین اگر ہماری قوتِ متفکرہ کو حرکت دیتے ہین، اور ہم عجیب عجیب چیزین دیکھنے اور عجیب عجیب آوازین سننے لگتے ہین، اب اگر کسی کی روح مین اتنی قوت ہو کہ حالتِ بیداری مین بھی اپنے ظاہری آلات کو معطل کر کے عالمِ بالا سے اپنا سلسلۂ تعلق قائم کر سکے تو اُس کو سب کچھ اسی عالمِ بیداری مین نظر آ سکتا ہے۔

۳- **قوتِ نبوت** تیسرا نظریہ یہ ہے کہ حواسِ انسانی صرف پانچ کے اندر محدود نہین ہین، چنانچہ شیخ الاشراق نے حکمۃ الاشراق مین اس پر دلائل قائم کئے ہین بعض جمادات مین نباتاتی اوصاف ملتے ہین بعض نباتات ایسے دریافت ہوئے ہین جنہین قوتِ حس ہے جس سے دیگر نباتات عام طور سے محروم ہین، حیوانات کے مختلف انواع مین بعض ایسے قویٰ کا پتہ چلتا ہے جو دیگر حیوانات مین نہین، شہد کی مکھیون مین ایک ایسی عجیب وغریب قوت ہے جس سے انکو کسی طرح بند کر کے لے جایئے اور کہین جا کر چھوڑ دیجیے وہ اپنے چھتہ کا راستہ پا لیتی ہین، مکڑیون کی اقلیدسی اشکال بھی کسی نہ کسی قوت کا نتیجہ ہین، خواہ اس کا نام جبلّت یا فطرت ہی کیون نہ رکھو، اسی طرح ممکن ہے کہ انبیا مین احساس وادراک کی وہ خاص قوت ہو جس سے اور اصنافِ انسانی محروم ہین، اور وہ اپنی اسی قوتِ قدسیہ کے ذریعہ سے اِن چیزون کا احساس و ادراک کر لیتے ہین جنکو عام قوائے انسانی نہین کر سکتے، مولانا رومی نے مثنوی مین اس خیال کو جا بجا ظاہر کیا ہے۔

پنج حسے ہست جز این پنج حس آن چو زر سرخ وایں حسہا چو مس
حس ابدان قوتِ ظلمت خورد حس جان از آفتابے می چرد

پانچ جسمانی حواسون کے علاوہ پانچ اور روحانی حواس بھی ہین وہ تانبا ہین یہ سونا جسمانی حواس تاریکی سے قوت اخذ کرتے ہین، تو روحانی حواس آفتاب سے

ہر کہ از حس خدا دید آیتی در بر حق داشت بہتر طاعتی
گر بدیدے حسِ حیوان شاہ را پس بدیدے گاؤ وخر اللہ را،

جس اس خدائی احساس کی کوئی نشانی دیکھ لی ہے وہ خدا کے سامنے زیادہ مطیع ہے اگر حیوان اپنے احساس سے بادشاہ کا رتبہ پہچان سکتے تو بیل اور گدھے بھی خدا کو دیکھ لیتے

گر نبودے حسِ دیگر مر ترا — جز حسِ حیوان ز بیرون ہوا — پس بنی آدم کرم کے بدے — کے بحسِ مشترک محرم شدے

اگر احساسِ حیوانی کے علاوہ تم کو اور دوسرے قوائے احساس نہ ملے تھے تو بنی آدم کا درجہ اتنا بڑھایا کیون جاتا، اور صرف حسِ مشترک کی بنا پر وہ محرمِ راز کیونکر ہو سکتا

فلسفی گوید ز معقولاتِ دون — عقل از دہلیز می ماند برون — فلسفی منکر شود در فکر و ظن — گو برو سر را بران دیوار زن

فلسفی تو معقولات کی باتین کرتا ہے تو عقل دہلیز کے باہر رہ جاتی ہے — فلسفی جو صرف اپنی فکر و گمان کے باعث ان حقائق کا انکار کرتا ہے اسکو کہنا چاہیے کہ اپنا سر دیوار پر پٹک مارے

نطقِ آب و نطقِ باد و نطقِ گل — ہست محسوسِ حواسِ اہلِ دل — فلسفی کو منکرِ حنانہ است — از حواسِ انبیا بیگانہ است

پانی، ہوا، مٹی، ان سب کا نطق، اہلِ دل کے حواس کو محسوس ہوتا ہے — فلسفی جو ستونِ نبوی کے گریہ کا منکر ہے اس کا سبب یہ ہے کہ انبیا کے حواس سے واقف نہین ہے

۴- **حواس کی غیر محدودیت**، اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حواس پانچ ہی ہین اور ان کے علاوہ کوئی حاسّہ کسی انسان مین موجود نہین ہے، تو یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ ان حواس کی وسعتِ احساس، ان حدود کے اندر محدود ہے، اور چند اشخاص کو جو چیز دکھائی یا جو آواز سنائی دیتی ہے وہ اِس لیے غلط ہے کہ عام انسان اسکو دیکھ سن نہین سکتے یا جو چیز ہم کو اس وقت دکھائی یا سنائی نہین دیتی، وہ آئندہ بھی ہم کو دکھائی یا سنائی نہین دے گی، بالکل ممکن ہے کہ ایک انسان جسکو دیکھ یا سُن نہ سکے، دوسرا انسان اس کو دیکھ اور سُن لے، کوتہ نظر پاس کی چیز بھی نہین دیکھ سکتے لیکن تیز نظر میلون کی خبر لیتے ہین بعض انسانون اور حیوانون مین بعض قوائے احساس اورون سے بہت زیادہ تیز ہوتے ہین، چیونٹی مین قوت شامہ، چیل اور کبوتر مین قوت باصرہ، سانپ مین قوت لامسہ، کتون اور گھوڑون مین قوت سامعہ، معمولی سطح حواس سے بہت زیادہ بلند ہوتی ہے، خود انسان کے حواس کسقدر متفاوت اور مختلف الدرجہ ہین، ایک انسان دور سے آواز سنتا ہے، دور کی چیز اس کو نظر آتی ہے، دور کی نہایت نازک خوشبو محسوس کر لیتا ہے، لیکن کمزور حواس کے انسان انکا مطلق احساس نہین کر سکتے لیکن کسی طریقہ سے اگر ان کے حواس کی قوت اور تیزی مین اضافہ ہو جائے تو وہ بھی اسی طرح دیکھ سکتے، سُن سکتے اور سونگھ سکتے ہین۔

مقدمۂ بالا سے معلوم ہوا کہ ایک کم نظر انسان یا گران گوش آدمی جس قدر دیکھتا یا سنتا ہے، اگر اسکی قوت بصار

وسماعت کو کسی تدبیر سے ترقی دی جائے تو وہ حیرت انگیز طریقہ سے ترقی کر سکتی ہے، اور پھر جس قدر اُس کے حواس مین ترقی ہوتی جائے گی، اُس کے احساسات مین اضافہ اور محسوسات مین وسعت آتی جائے گی، ہمارے ہاتھ مین پانی کا ایک گلاس ہے، ہم اس کو پینا چاہتے ہین، اس مین گرد و غبار کا ایک ذرہ بھی ہمکو نظر نہین آتا، لیکن اگر ہم خوردبین لگا کر دیکھین تو قطرہ قطرہ مین ہم کو کیڑون کی بستی کی بستی نظر آئے گی، خالی آنکھ سے ہمکو صرف آفتاب، ماہتاب اور کچھ چھوٹے بڑے روشن ستارے دکھائی دیتے ہین، یہان تک کہ بطلیموس کو ثوابت کی حرکت تک محسوس نہین ہوئی اور اس وقت تک صرف تین سو ستارے دریافت ہو سکے، اور اب جب ایک سے ایک طاقتور دوربینین نکل رہی ہین تو ہر نئی دوربین کی ایجاد کے بعد پہلے سے زیادہ ہماری آنکھین روشن ہوتی جاتی ہین، یہانتک کہ صرف ساتوین درجہ کے ستارے تیرہ ہزار اور آٹھوین درجہ کے چالیس ہزار، نوین درجہ کے ایک لاکھ بیس ہزار، ہمکو اس فضائے آسمانی پر تیرتے ہوئے نظر آتے ہین، اور ہرشل کی دوربین سے کُل چھوٹے بڑے دو کروڑ ستارون کی فوج ہمکو دکھائی دینے لگی ہے۔

یہی حال سماعت کا ہے، پہلے ہماری آواز زیادہ سے ایک میل جا سکتی ہوگی، ٹیلیفون کی پہلی ایجاد نے اس فاصلہ کو بڑھایا، اور دو چار قدم کے بعد شہر کے ایک گوشہ مین بیٹھکر دوسرے گوشہ کے لوگون سے باتین کرنے لگے، چند سالون مین یہان تک ترقی ہوگئی کہ سوئزرلینڈ کے ایک ہوٹل مین بیٹھکر ہم بولتے ہین، اور فرانس مین لوگ اس کو سنتے ہین، لکھنؤ سے الہ آباد، دم کے دم مین آپ کی آواز پہنچتی ہے، اور اب ہندوستان سے ہزارون میل دور لندن مین آپ کی آواز پہنچنے والی ہے۔

اِن روزمرّہ کی مثالون سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حواس کے فعل و انفعال اور تاثیر و تاثر کے دائرہ کی تحدید نہین کیجا سکتی اور یہ ممکن ہے کہ ایک صنف انسانی کے حواس اسقدر تیز، سریع اور قوی ہون کہ اُنکو وہ کچھ نظر آئے جو ہم کو نظر نہین آتا، اور وہ کچھ سنائی دے، جو ہم کو سنائی نہین دیتا۔ آنحضرت صلعم نماز کی صف کے اندر فرماتے ہین کہ مجھکو اسی مقام سے دوزخ اور جنت نظر آئی، حضرت یعقوبؑ کو کنعان کی وادی مین بیٹھکر مصر سے حضرت یوسفؑ کے پیراہن کی خوشبو معلوم ہوتی ہے، مولانا رومی اسی خیال کو ان اشعار مین ظاہر کرتے ہین اور کہتے ہین کہ اس حالت مین ایک حس کی تیزی دوسرے حواس کو

بھی تیز کردیتی ہے۔

پنج حس بایکدگر پیوستہ اند — زانکہ این ہر پنج ز اصلی رستہ اند
قوت یک قوت باقی شود — مابقی را ہر یکے ساقی شود

حواس خمسہ باہم ایک دوسرے سے وابستہ ہین کیونکہ یہ پانچون حواس ایک ہی اصل سے نکلکر آئے ہین، ایک حاسہ کی قوت بقیہ حواس کی قوت بنجاتی ہی

دیدنِ دیدہ فزاید عشق را — عشق اندر دل فزاید صدق را
صدق بیداریِ ہر حس میشود — حسہا را ذوق مونس می شود

دیدارِ چشم، عشق کو ترقی دیتا ہے، اور عشق دل مین سچائی کو پیدا کرتا ہی، سچائی ہر حاسہ کی بیداری کا سبب ہوجاتی ہی، اور احساس کو ذوق و وجدان سے مدد ملنے لگتی ہے۔

۵۔ **عالم مثال**، علمائے اسلام مین جن کے سینے علم وحکمت کے ساتھ نورِ معرفت سے بھی منور ہین، اُنھون نے نظرو استدلال سے نہین، بلکہ ذوق وعرفان سے ایک اور راستہ اختیار کیا ہی، حکما مین دو گروہ ہین، ایک **وحدیہ**، اور دوسرا **ثنویہ**

وحدیہ وہ ہین جو ایک ہی عالم کے قائل ہین، یعنی اُن کے نزدیک مبدءِ عالم صرف ایک ہی ہے، انکی دو جماعتین ہین، ایک وہ جو مبدءِ عالم صرف مادہ کو مانتی ہے اور وہ مادہ کے علاوہ کسی اور چیز کو تسلیم نہین کرتی، یہان تک کہ عقل وحیات اور قوائے ذہنیہ تک اس کے نزدیک تمامتر مادہ کی نیرنگیان ہین، انکو **مادیین** اور **طبیعیین** کہتے ہین، دوسری جماعت مادہ سے یکسر منکر ہے وہ صرف نفس و روح کو تسلیم کرتی ہی اور اس عالم محسوس کو وہم وتصور سے زیادہ رتبہ نہین دیتی، اس کے نزدیک عالم اور عالم مین جو کچھ ہی وہ نفس و روح کے مظاہر ہین، اُنکو **روحانیین** کہتے ہین۔

ثنویہ، دو مبدءِ عالم تسلیم کرتے ہین، یعنی مادّہ اور روح، اور عالم کو ان دونون کا جلوہ گاہ تسلیم کرتے ہین۔

ہمنے اوپر کی سطرون مین جن اربابِ معرفت کی طرف اشارہ کیا ہی، وہ تین عالم تسلیم کرتے ہین، ایک تو یہ **عالمِ اجساد** یا **عالمِ شہادت** جس کو تم مادّہ اور مادیات کہتے ہو، دوسرا **عالمِ ارواح** یا **عالمِ غیب** جو مادّی اور مادیات سے منزہ اور مافوق ہی، اور تیسرا **عالمِ مثال** یا **عالمِ برزخ** یہ وہ عالم ہے، جہان عالمِ اجساد اور عالمِ ارواح، عالمِ شہادت اور عالمِ غیب دونون کے اوصاف اور قوانین مجتمع ہوجاتے ہین، عالمِ اجساد کی چیزین وہان جاکر پیکر مادّی سے پاک ہوکر سامنے آتی ہین اور غیر مادی معانی اور حقایق اور عالمِ ارواح کی مخلوقات وہان مجسم اور متجسد ہوکر نظر آتی ہین۔

امام ربانی مکتوبات مین لکھتے ہین:-

اے برادر! عالم ممکنات را سہ قسم قرار دادہ اند، عالم ارواح و عالم مثال و عالم اجساد، عالم مثال را برزخ گفتہ اند، درمیان عالم ارواح و عالم اجساد، و نیز گفتہ اند کہ عالم مثال در رنگ مرآۃ است مر معانی وحقایق این ہر دو عالم را، کہ معانی وحقائق اجساد و ارواح در عالم مثال بصور لطیفہ ظہور مینماید۔ چہ در آنجا مناسب ہر معنی حقیقتی صورت وہیئت دیگر است، وآن عالم فی حد ذاتہ متضمن صور و ہیئات و اشکال نیست، صور و اشکال در وے از عوالم دیگر منعکس گشتہ ظہور یافتہ است، در رنگ مرآۃ است کہ فی حد ذاتہا متضمن ہیچ صورت نیست، اگر در وے صورت کائن است از خارج است، (جلد سوم مکتوب سی ویکم)

عالم ممکنات کی تین قسمیں قرار دی ہیں، عالم ارواح، عالم مثال اور عالم اجسام، عالم مثال کو عالم ارواح اور عالم اجسام کے بیچ میں کہتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ عالم مثال عالم ارواح اور عالم اجسام کے معانی وحقائق کے لیے آئینہ کے مانند ہے کہ اس عالم مثال میں اجسام وارواح کے معانی وحقائق لطیف صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں کیونکہ اس عالم مثال میں ہر معنی وحقیقت کی ایک خاص مناسب شکل ہے اس عالم مثال میں بذات خود کوئی صورت وشکل وہیئت نہیں ہے یہ صور واشکال دوسرے عالموں سے آکر اسمیں عکس انداز ہوتی ہیں جسطرح خود آئینہ میں کوئی صورت نہیں ہوتی بلکہ جو صور واشکال اسمیں نمودار ہوتی ہیں، وہ خارج سے آکر اس میں جلوہ گر ہوتی ہیں۔

بعض لوگ غلطی سے یہ سمجھتے ہیں کہ اِن بزرگون کا عالمِ مثال وہی **افلاطون** کا عالمِ مُثُل ہے لیکن افلاطون فرقۂ وحدیہ سے تھا یعنی عالم کا مبدا صرف ایک تسلیم کرتا تھا، اس لیے اُس کے نظریہ کا منشا صرف یہ ہے کہ اس عالم محسوس میں ہر شے فرداً فرداً جزئی اور مشخص ہوکر آتی ہے نفس کلی اور مطلق نوع کا وجود خارج میں نہیں، مثلاً ہم کہتے ہیں "انسان ہنستا ہے" "گھوڑا ہنہناتا ہے" "کتا بھونکتا ہے" تو یہ کسی خاص انسان، خاص گھوڑے یا خاص کتے کی نسبت حکم نہیں ہے، بلکہ انسان گھوڑے، اور کتے کی نوع پر یہ حکم لگایا گیا ہے لیکن کلی انسان، مطلق گھوڑا، اور نوع کلب کا وجود تو اس عالم محسوس میں نہیں مگر کہیں نہ کہیں تو اس کا وجود ہونا چاہیے؛ پھر کہاں ہے؛ عام جواب یہ ہے کہ ذہن میں، مگر ذہن جو ہمارے محدود ومختصر دماغ کا دوسرا نام ہے، کوئی ایسا ظرف نہیں جس کے اندر یہ ساری دنیا سما سکے، اسلیے ایک اور عالم ہے جس میں کلیات اور انواع بستے ہیں، اس عالم محسوس میں جتنی چیزیں ہیں وہ کسی نہ کسی نوع کے تحت میں ہیں، یہ انواع عالم مُثل میں ہیں، اور ان کے عکس اور سائے جن کا نام افراد اور جزئیات ہے، وہ اس عالم محسوس میں ہیں، حقیقی وجود انھیں انواع یا مثل کا ہے، وہ گویا قدرت کے سانچے ہیں اور انھیں سے ڈھل ڈھل کر اس عالم محسوس میں افراد اور جزئیات نمودار

ہوتے ہین، مگر ان افراد اور جزئیات کا کوئی مستقل وجود نہین ہی، وہ صرف اپنی اپنی نوع کے آثار اور ظلال (سایہ) ہین

پھران مین سے ہر نوع کی مستقل روح نوعی ہی، جو اس نوع کا خدا ہی، اسی کا نام اُنکی اصطلاح مین ربُّ النوع ہی،

یہ ہے مُثُلِ افلاطون کی حقیقت، **عالمِ مثال** کی حقیقت اس سے بالکل الگ ہی، اس عالم کے قائلین جیسا کہ ابھی امام ربانی کے مکتوب کے حوالہ سے گذر چکا تین عالم کے قائل ہین، عالمِ جسمانی، عالمِ روحانی اور عالمِ مثالی، عالمِ مثالی جسم وروح کے احکام کا جامع ہی، اس مین روحانی اشیا متجسم اور جسمانی چیزین کسی اور مناسب شکل مین ہوکر نظر آتی ہین۔ اور وہ معانی وحقائق جن مین جسم وجان نہین، مثلاً حیات، موت، علم، عقل، جسمانی رنگ وروپ مین وہان نمایان ہوتی ہین، ارواح، فرشتے، جبرئیل، جو جسم سے پاک ہین، اس عالم مین متجسم معلوم ہوتے ہین، اسکی مثال بالکل خواب کی سی ہے کہ اس مین کبھی روحانیات متجسم ہوکر اور کبھی جسمانیات کسی اور شکل مین نمودار ہوکر جلوہ گر ہوتے ہین، اور اہلِ معرفت اُن کو دیکھکر اُنکی مناسب تعبیر کرتے ہین، مثلاً کبھی خواب مین علم دریا کی صورت مین، غیظ وغضب آگ کی شکل مین، شجاعت شیر کی ہیئت مین نظر آتی ہے، اسی طرح عالمِ مثال مین بھی معانی وحقائق اور روحانیات ومجردات کسی مناسب جسمانی شکل وصورت مین دکھائی دیتے ہین۔ اور انکو دیکھکر اہلِ بصیرت ان رموز وکنایات کی حقیقت کو پالیتے ہین۔ خود عالمِ مثال مین کوئی آبادی نہین، وہ صرف ایک آئینہ خانہ ہی جس مین عالمِ بالا یا عالمِ زیرین سے جو شکل بھی اس کے سامنے آتی ہے اہلِ بصیرت کو نظر آجاتی ہے۔

علمائے اسلام مین سب سے پہلے یہ خیال **امام غزالی** کے ہان ملتا ہی لیکن اس کو انھون نے **عالم** کے لفظ سے نہین بلکہ **وجود** کے لفظ سے تعبیر کیا ہی، کسی شے کے وجود کا ثبوت ہمارے پاس اس کے سوا کچھ اور نہین ہی کہ ہم کسی نہ کسی طرح اس کا **احساس** یا **تعقل** کرتے ہین، ہمارے معلومات ومحسوسات ہمارے ذہن مین موجود ہین اور اُن کا یہ وجود بھی اسی طرح ناقابلِ انکار ہی جسطرح عام اشیا کا یہ خارجی وجود، لیکن نہ ہم انکو دیکھ سکتے ہین، نہ سُن سکتے ہین، نہ چکھ سکتے ہین، نہ سونگھ سکتے ہین، نہ ٹٹول سکتے ہین، اس بنا پر امام صاحب کے نزدیک وجود کی تین قسمین ہین، وجودِ حسّی، وجودِ عقلی۔ اور وجودِ خیالی، اس آخری قسم کی انھون نے حسبِ ذیل تفصیل کی ہی۔

"اور وہ یہ ہو کہ زبانِ حال تمثیلی رنگ میں محسوس اور مشاہد بنکر سامنے آئے، اور یہ خاص انبیا اور پیغمبرون کی شان ہو، اسکی مثال خواب کی ہو جسطرح خواب مین زبانِ حال پیغمبرون کے علاوہ عام آدمیون کو بھی تمثیلی رنگ مین نظر آتی ہو اور وہ آوازین سنتے ہین، مثلاً کوئی خواب دیکھتا ہو کہ اونٹ اس سے باتین کر رہا ہو، یا گھوڑا اُس کو خطاب کر رہا ہو، یا کوئی مردہ اس کو کچھ دے رہا ہو، یا اس کا ہاتھ پکڑ رہا ہے یا اس سے چھینتا ہو، یا یہ دیکھے کہ اسکی انگلی آفتاب، سورج یا چاند بن گئی، یا اس کا ناخن شیر ہو گیا ہے، یا اسی قسم کی صورتین جنکو لوگ خواب مین دیکھا کرتے ہین، انبیا علیہم السلام کو یہ چیزین بیداری مین نظر آتی ہین، اور اسی بیداری کی حالت مین یہ چیزین ان سے خطاب کرتی ہین، ایک جاگتا ہوا آدمی جس کو یہ چیزین نظر آتی اور محسوس ہوتی ہین وہ اس بات مین کچھ فرق نہین کر سکتا کہ یہ خیالی گویائی ہے یا خارجی اور حسّی ہے، خواب دیکھنے والے کو تو یہ فرق اس لیے محسوس ہوتا ہو کہ وہ جاگ جاتا ہو اور خواب و بیداری کی دونون حالتون مین وہ فرق محسوس کرتا ہے۔

جن لوگون کو ولایت تامہ حاصل ہو جاتی ہے، انکو یہ تمثیلی رنگ تنہا نظر نہین آتا، بلکہ اسکا اثر عام حاضرین پر بھی پڑتا ہو یکی ولایت اپنے فیض کی شعاعین ان پر ڈالتی ہو اور وہ بھی وہی دیکھتے ہین جو صاحب ولایت کو نظر آتا ہو اور وہی سنتے ہین جو صاحب ولایت کو سنائی دیتا ہو،

(مضنون بہ علے الغیر اہلہ صفحہ ۱۵، مصر)

احیاء العلوم باب عذاب القبر مین بھی امام صاحب نے اسکی تشریح کی ہو، **امام خطابی** (مشہور امام الحدیث) نے معالم السنن مین اسکو **رویا** کے لفظ سے تعبیر کیا ہو، افسوس ہو کہ معالم کا اصل نسخہ موجود نہین، حافظ ابن حجر نے شرح بخاری مین ان کی راے نقل کی ہے۔ شریک بن عبداللہ کی روایت جسمین معراج مین خدا کے قرب کی تصریح ہے، اس کی شرح مین لکھتے ہین،

فمن لم یبلغہ من ھذا الحدیث الاھذا القدر، پس جس شخص کو اس حدیث کا اتنا ہی ٹکڑہ (کہ خدا معراج مین

مقطوعاً عن غیرہ ولم یعتبرہ باول القصۃ وآخرہا اشتبہ علیہ وجہہ ومعناہ، وکان قصاراہ اِمّا ردّ الحدیث من اصلہ واِمّا الوقوع فی التشبیہ وہما خطّتان مرغوب عنہما، وامّا من اعتبر اوّل الحدیث باٰخرہ فانہ یزول عنہ الاشکال فانہ مصرح فیہما بان کان رویا لقولہ فی اوّلہ "وہو نائم" وفی اٰخرہ "استیقظ" وبعض الرؤیا مثل یضرب لیتاول علی الوجہ الذی یصرف الیہ[1] معنی التعبیر فی مثلہ وبعض الرؤیا لا یحتاج ذلک بل یاتی کالمشاہدۃ،

آنحضرت صلعم سے قریب ہوا) حدیث کے دوسرے ٹکڑون سے الگ ہوکر پہنچا، اور اُس نے آغاز روایت اور آخر روایت کو باہم ملاکر نہ دیکھا تو اس حدیث کا مطلب اُسپر مشتبہ ہوجائیگا، اور اس کا انجام یہ ہوگا کہ یا وہ اصل حدیث سے انکار کردے اور یا یہ کہ وہ خدا کی تجسیم کا قائل ہوجائے اور یہ دونون باتین ناپسندیدہ ہین لیکن جو شخص اوّل و آخر حدیث کو ملاکر دیکھے گا تو اُس سے اشکال رفع ہوجائیگا، کیونکہ حدیث کے شروع مین اور آخر مین یہ تصریح ہے کہ یہ خواب تھا کیونکہ شروع مین ہے کہ "آپ سوتے تھے کہ آپنے دیکھا" اور آخر مین ہے کہ اسکے بعد آپ بیدار ہوئے بعض خواب ایسے تمثیل ہوتے ہین جنکی تعبیر اسی طرح کیجاتی ہے جسطرح اس قسم کے خوابونکی تعبیر کیجاتی ہے اور بعض خواب تعبیر کے محتاج نہین ہوتے بلکہ وہ مشاہدہ

امام صاحب کے بعد شیخ الاشراق نے اس کا عالم نام رکھا اور اسکی کچھ کیفیت بیان کی، مگر انھون نے عالم مثال اور مثل افلاطونیہ کو باہم خلط ملط کردیا ہے، حافظ جلال الدین سیوطی نے بھی اپنی بعض تصنیفات مین اس خیال کو ظاہر کیا ہے، خواجہ حافظ کے ہان یہ خیال پایا جاتا ہے ع عالمے ہست کہ این عالم ازان تمثالے است، حضرات نقشبندیہ مین نہین معلوم یہ خیال کب سے قائم ہے، بہر حال امام ربانی شیخ احمد سرہندی کے زمانہ کے بہت پہلے سے یہ خیال ان مین پایا جاتا ہے، کیونکہ امام ربانی کی تحریرون مین متعدد مقام پر اس کا ذکر ہے، ان کے بعد تو حضرات مجددیہ کی تصنیفات مین اس عالم کی نیرنگی اور بوقلمونی پر نہایت پراسرار مباحث ہین، علمائے متکلمین مین سے جس کو سب سے پہلے اس نظریہ کو علم کلام مین استعمال کرنے کا خیال پیدا ہوا وہ مجدد الف ثانی کے ایک مرید ملّا بدر الدین ہین، چنانچہ وہ ایک خط مین مجدد صاحب کو لکھتے ہین۔

[1] فتح الباری جلد ۱۳ صفحہ ۳۰۴۔

پس عذاب قبر در عالم مثال خواہد بود، در رنگ ایکہ در خواب در عالم مثال نمایند، و نوشتہ بودند کہ این سخن شاخسار بسیار دارد واگر قبول نمایند فروع بسیار برین سخن متفرع خواہد ساخت۔

(مکتوب سی ویکم جلد سوم)

پس عذاب قبر بھی عالم مثال مین ہوگا اوسی طرح جسطرح کہ خواب مین مثالی رنگ مین درد اور تکلیف محسوس ہوتی ہی، اور یہ بھی انھون نے لکھا کہ اس مسئلہ سے بہت سی شاخین نکل سکتی ہین اور اگر آپ قبول فرمائین تو اس سے بہت سے فروع پیدا ہوسکین گے۔

یہی چند منتشر خیالات تھے جنکو شاہ **ولی اللہ** صاحب نے ایک عالم بنادیا، چنانچہ حجۃ اللہ البالغہ مین عالم مثال کا ایک باب باندھا ہی، اور اس کے تمام اصول و فروع بیان کیے ہین، ہم اس موقع پر شاہ صاحب کے اس باب کا پورا ترجمہ درج کرتے ہین۔

" جاننا چاہیے کہ بہت سی حدیثون سے ثابت ہوتا ہی کہ عالم موجودات مین ایک ایسا عالم بھی ہی جو غیر مادّی ہی اور جس مین معانی (اعراض و حقائق) اُن اجسام کی صورت مین متشکل ہوتے ہین، جو اوصاف کے لحاظ سے اُن کے مناسب ہین، پہلے اس عالم مین اشیا کا ایک گونہ وجود ہولیتا ہی تب دنیا مین انکا وجود ہوتا ہے، اور یہ دنیاوی وجود ایک اعتبار سے بالکل اس عالم مثال کے وجود کے مطابق ہوتا ہے۔

اکثر وہ اشیا جو عوام کے نزدیک جسم نہین رکھتین، اس عالم مین منتقل ہوتی ہین اور اترتی ہین۔ اور عام لوگ انکو نہین دیکھتے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جب خدا نے رحم کو پیدا کیا تو وہ کھڑی ہوکر بولی کہ یہ اس شخص کا مقام ہے جو قطع رحم سے پناہ مانگ کر تیرے پاس پناہ ڈھونڈھتا ہے، اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ سورۂ بقرہ اور آل عمران قیامت مین بادل یا سائبان، یا صف بستہ پرندون کی شکل مین آئین گی، اور اُن لوگون کی طرف سے وکالت کرینگی جنھون نے انکی تلاوت کی ہے، اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ قیامت مین اعمال حاضر ہون گے تو پہلے نماز آئے گی، پھر خیرات پھر روزہ الخ۔ اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ نیکی اور بدی دو مخلوق ہین، جو قیامت مین لوگون کے سامنے کھڑی کیجائینگی سو نیکی نیکی والون کو بشارت دیگی، اور بُرائی بُرائی والون کو کہے گی کہ "ہٹو ہٹو" لیکن وہ لوگ اس سے

چمٹے ہی رہین گے، اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ قیامت مین اور جتنے دن ہین وہ معمولی صورت مین حاضر ہون گے لیکن جمعہ کا دن چمکتا دمکتا ہوا آئے گا اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہو کہ قیامت مین دنیا ایک بڑھیا کی صورت مین لائی جائے گی جسکے بال کھچڑی، دانت نیلے، اور صورت بدنما ہو گی۔ اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ "جو مین دیکھتا ہون کیا تم بھی دیکھتے ہو؟ مین دیکھ رہا ہون کہ فتنے تمھارے گھرون پر اسطرح برس رہے ہین جسطرح بادل کے قطرے" اور آنحضرت صلعم نے معراج کی حدیث مین فرمایا کہ "اچانک چار نہرین نظر آئین، دو نہرین اندر تھین اور دو باہر مین نے جبرئیل سے پوچھا کہ "یہ کیا ہے" بولے "اندر کی نہرین تو جنّت کی ہین اور باہر کی نیل اور فرات ہین" اور آنحضرت صلعم نے کسوف کی نماز مین فرمایا کہ بہشت اور دوزخ میرے سامنے مجسّم کر کے لائی گئین، اور ایک روایت مین ہو کہ میرے اور قبلہ کی دیوار کے بیچ مین بہشت و دوزخ مجسّم ہو کر آئین، مین نے ہاتھ پھیلائے کہ بہشت سے انگور کا ایک خوشہ توڑ لون لیکن دوزخ کی گرمی کی لپٹ سے رُک گیا۔ اور حدیث مین ہو کہ آنحضرت صلعم نے حاجیون کے چور کو اور ایک عورت کو دوزخ مین دیکھا جس نے ایک بلی کو باندھ کر مار ڈالا تھا، اور ایک فاحشہ عورت کو بہشت مین دیکھا جس نے کتے کو پانی پلایا تھا اور یہ ظاہر ہے کہ بہشت اور دوزخ کی وسعت جو عام لوگون کے خیال مین ہے وہ اس قدر مسافت (یعنی کعبہ کی چار دیواری) مین نہین سما سکتی، اور حدیث مین ہے کہ بہشت کو مکروہات نے اور دوزخ کو شہوات نے چارون طرف سے گھیر لیا ہے:

پھر جبرئیل کو خدا نے حکم دیا کہ دونون کو دیکھین۔ اور حدیث مین ہو کہ بلا جب نازل ہوتی ہے تو دعا اُس سے کشتی لڑتی ہے۔ اور یہ بھی حدیث مین ہے کہ خدا نے عقل کو پیدا کیا اور اُس سے کہا کہ "آگے آ" تو وہ آگے آئی۔ پھر کہا کہ پیچھے ہٹ تو پیچھے ہٹ گئی، اور حدیث مین ہے کہ یہ دونون کتابین پروردگار عالم کی طرف سے ہین الخ۔ اور حدیث مین ہو کہ قیامت مین موت ایک مینڈھے کی شکل مین لائی جائے گی، پھر دوزخ اور بہشت کے درمیان ذبح کر دیجائے گی:

"اور خدا نے فرمایا کہ ہمنے اپنی روح مریم کے پاس بھیجی تو وہ اُن کے سامنے ٹھیک آدمی کی شکل بنکر آئی"
اور حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جبریل آنحضرت صلعم کے سامنے آتے تھے اور آپ سے باتین کرتے تھے، اور کوئی انکو نہین دیکھتا تھا، اور حدیث مین ہے کہ قبر ہفتاد در ہفتاد گز چوڑی ہو جاتی ہے یا اس قدر سمٹ آتی ہے کہ مردہ کی پسلیان ایکدگر مس ہو جاتی ہین، اور حدیث مین ہے کہ فرشتے قبر مین آتے ہین اور مردہ سے سوال کرتے ہین، اور مردہ کا عمل مجسم ہو کر اس کے سامنے آتا ہے، اور نزع کی حالت مین فرشتے حریر یا گزی کا کپڑا لیکر آتے ہین، اور فرشتے مُردہ کو لوہے کے گرز سے مارتے ہین، مردہ شور کرتا ہے اور اس کے شور کی آواز مشرق سے مغرب تک کی چیزین سنتی ہین۔ اور حدیث مین ہے کہ قبر مین کافر کے اوپر ننانوے ۹۹ اژدہے مسلط ہوتے ہین جو اس کو کاٹتے ہین تا بہ قیامت۔ اور حدیث مین ہے کہ جب مردہ قبر مین آتا ہے تو اس کو نظر آتا ہے کہ آفتاب غروب ہو رہا ہے، وہ اُٹھ بیٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ ٹھہرو نماز پڑھ لون۔ اور حدیث مین اکثر جگہ آیا ہے کہ قیامت مین خدا بہت سی مختلف صورتون مین لوگون کے سامنے جلوہ گر ہوگا، اور آنحضرت صلعم خدا کے پاس اس حالت مین جائین گے کہ خدا اپنی کرسی پر بیٹھا ہوگا، اور یہ کہ خدا انسانون سے بالمشافہ بات چیت کریگا، اس قسم کی اور بہت سی حدیثین ہین جنکا شمار نہین ہو سکتا۔

"ان حدیثون کو جو شخص دیکھے گا تین باتون مین سے ایک نہ ایک بات اس کو ماننی پڑیگی۔ یا تو ظاہری معنی مراد لے اور اس صورت مین اُس کو ایک ایسے عالم کا قائل ہونا پڑے گا جسکی کیفیت ہم بیان کر چکے (یعنی عالم مثال) اور یہ صورت وہ ہے جو اہل حدیث کے قاعدے کے مطابق ہے، چنانچہ سیوطیؒ نے اسکی طرف اشارہ کیا ہے اور خود میری بھی یہی رائے ہے اور یہی مذہب ہے، یا اس بات کا قائل ہو کہ دیکھنے والے کے حاسہ مین واقعات کی یہی شکل ہوگی، اور اسکی نظر مین وہ اسی طرح جلوہ گر ہونگے گو اس کے حاسہ کے باہر ان کا وجود نہ ہو، چنانچہ قرآن مجید مین جو آیا ہے کہ "آسمان اُس دن صاف دھوان بنکر آئے گا" اور اس کے معنی حضرت عبداللہ بن مسعود نے اسی کے قریب لیے ہین

یعنی یہ کہ لوگون پر قحط پڑا تھا تو جب کوئی آسمان کی طرف دیکھتا تھا تو اس کو بھوک کی وجہ سے آسمان دھوان سا معلوم ہوتا تھا، ابن ماجشون (مشہور محدث تھے) سے مروی ہے کہ جن حدیثون مین خدا کے اُترنے اور مرئی ہونے کا ذکر ہے، ان کے معنی یہ ہین کہ خدا مخلوقات کی نظر مین ایسا تغیر پیدا کر دیگا کہ وہ خدا کو ایسی حالت مین دیکھین گے کہ وہ اتر رہا ہے اور جلوہ دکھا رہا ہی، اور اپنے بندون سے گفتگو اور خطاب کر رہا ہے۔ حالانکہ خدا کی جو شان ہے اس مین نہ تغیر ہوگا۔ نہ خدا منتقل ہوگا، اور یہ اس لیے ہوگا کہ لوگ جان لین کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے، تیسری صورت یہ ہی کہ یہ سب باتین بطور تمثیل کے بیان کی گئی ہین جن سے مقصود کچھ اور ہی لیکن جو شخص صرف اسی احتمال پر بس کرتا ہے مین اس کو اہل حق مین شمار نہین کرتا۔ امام غزالی نے عذاب قبر کے بیان مین ان تینون مقامات کو بیان کیا ہے، اور کہا ہے کہ ان تمام واقعات کے ظاہری معنی صحیح ہین، اور اُنکے اندرونی اسرار مخفی ہین لیکن ارباب بصیرت کے نزدیک یہ اسرار فاش اور کھلے ہوئے ہین تو جن لوگون پر یہ اسرار فاش نہون اُنکو ان کے ظاہری معنون کا انکار مناسب نہین ہے کہ ایمان کا آخری درجہ تسلیم اور اقرار ہے "

اس کے بعد دوسرے متفرق ابواب مین وحی، معراج، رویتِ ملائکہ، ملاقات انبیاء، براق، سدرۃ المنتہیٰ، وغیرہ سب کی تشریح اسی عالم مین کی ہے، ہمنے آگے چلکر ایک باب **عالم رؤیا** کا قائم کیا ہے اُس مین دکھایا ہے کہ اس اصول کی صحت پر آیات و احادیث سے استناد ہو سکتا ہی۔

ان تمام نظریات پر ایک نظر ڈال لینے کے بعد یہ بآسانی کہا جاسکتا ہے کہ ان کا درجہ دلائل و براہین کا نہین ہے، بلکہ حقیقت مین ان مین سے ہر نظریہ کا ماحصل صرف اس قدر ہی کہ بظاہر ان چیزون کے تسلیم کرنے مین عقل کو جو استحالہ یا کم از کم استبعاد نظر آتا ہی وہ کم ہو جائے یا دور ہو جائے اس لیے ہر گروہ نے اپنے اپنے ذوق اور طریق فکر کے مطابق اپنے تجربات اور مشاہدات کے ذریعہ سے ایک ایسا تمثیلی نظریہ قائم کیا ہے جس پر قیاس کر کے وہ باتین جو تجربہ و

مشاہدہ سے ماوراء ہین اُن کا کچھ دھندلا سا خاکہ ذہن انسانی مین قائم ہوجائے کہ وہ اُن کے انکار و استبعاد کی جرأت نہ کرسکے، اور قلبِ بدگمان اور عقلِ نارسا کسی قدر تسلّی پاسکے، ورنہ ظاہر ہے کہ شاہد سے غائب پر، محسوسات سے غیر محسوسات پر، تجربیات سے ناممکن التجربہ حقایق پر جسمانی قوانینِ فطرت سے روحانی خصائص پر استشہاد کیونکر کیا جاسکتا ہے۔

"کہ کس نکشود و نکشاید بہ حکمت این معمارا"

معجزات

ہمارے متکلمین کے نزدیک **معجزہ** وہ امر ہی جس کو اللہ تعالیٰ کسی پیغمبر کے دعویٰ کی صداقت کے لیے دنیا پر ظاہر کرتا ہے، اس کے لیے چند شرائط ہین، منجملہ ان کے ایک یہ ہی کہ وہ خارق عادت ہو تو گویا **معجزہ** کی عام تعریف یہ سمجھنی چاہیے کہ معجزہ اس خارقِ عادت چیز کو کہتے ہین جو خدا کی طرف سے پیغمبر کی تصدیق کے لیے صادر ہو، اب **معجزہ** کے ثبوت مین اصل اشکال جو پیش آتا ہی، وہ یہ ہی کہ عالم کائنات ایک نظام خاص پر قایم ہے، ہر شے کی ایک علت، اور ہر حادثہ کا ایک سبب ہی، علت اور سبب کے بغیر کوئی شے پیدا نہین ہوتی، علت و معلول کا جو سلسلہ اشیا مین نظر آتا ہی، ان مین باہم اس قدر لزوم ہے کہ وہ ایک دوسرے سے منفک نہین ہو سکتے، ہر شے مین ایک خاصیت ہی، جو اس سے الگ نہین ہو سکتی، اور نیز جس شے مین جس چیز کی خاصیت نہین ہے اُس کا اُس سے صدور بھی نہین ہو سکتا، آگ جلاتی ہی، سمندر بہتا ہی، درخت ساکن ہی، پتھر چلتا نہین، سورج مین نور ہی، کنکر بولتے نہین، سنکھیا زہر قاتل ہی، انسان مر کر پھر جیتا نہین، اب اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ آگ نے جلایا نہین، سمندر دفعۃً تھم گیا، درخت چلنے لگا، پتھر حرکت کرنے لگا، آفتاب مین سیاہی آگئی، زہر کھا کر آدمی مرا نہین، اور انسان مر کر ایک اشارہ سے پھر جی اُٹھا، تو درحقیقت وہ اِس پورے نظام فطرت کو جس پر دنیا قائم ہے درہم برہم کرنا چاہتا ہے، علل و اسباب کے تار و پود کو بکھیر دینا چاہتا ہے، اور اشیا کے اُن طبائع اور خواص کے علانیہ انکار پر آمادہ ہے جو بارہا کے تجربہ سے ثابت ہو چکے ہین اور جن مین کبھی تخلف نہین ہوا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہی کہ کیا یہ نظامِ فطرت، یہ سلسلۂ علل و اسباب، یہ طبائع اور خواص اِس درجہ ناقابل تنسیخ ہین کہ ان مین کسی قسم کی تغیر و تبدیل نہین ہو سکتی، فلاسفہ اور حکما کے ایک گروہ کے نزدیک یہ نظام، یہ سلسلہ، یہ اصول ناقابل شکست اور ناقابلِ تغیر ہین، حکمائے اسلام کا گروہ (مثلاً فارابی، ابن سینا، ابن مسکویہ وغیرہ) اس بات کا قائل ہی کہ یہ تو صحیح ہے کہ اس نظامِ فطرت اور سلسلۂ علل و اسباب مین نہ تغیر و تبدل ہو سکتا اور نہ دنیا مین کوئی شے بغیر علتِ عادیہ اور سبب طبعی کے پیدا ہو سکتی ہے لیکن یہ صحیح نہین کہ معجزات اس نظام و سلسلہ سے الگ ہین، اور وہ فطرت کی قانون شکنی کرتے ہین، بلکہ

وہ بھی علل و اسبابِ طبعی کے نتائج ہین، زیادہ سے زیادہ یہ کہ ہم اِن علل و اسباب کے احاطہ سے اب تک قاصر ہین، اور وہ اب تک ہماری نگاہون سے مخفی ہین۔ ممکن ہو کہ تحقیقاتِ انسانی کا دائرہ کبھی اتنا وسیع ہوجائے کہ اُن کے علل و اسباب ہمارے فہم مین آجائین، **معتزلہ** کہتے ہین کہ ہم کو یہ تسلیم ہے کہ عالم مین ایک خاص نظامِ فطرت، موجودات مین سلسلۂ علل و معلولات، اور اشیاء مین طبائع و خواص ہین، لیکن ہم انکی اس درجہ ہمہ گیری کو تسلیم نہین کرتے کہ یہ کسی حال مین اور کسی طریق سے شکست نہین ہوسکتے، آج تک ہمارا علم یہ ہو کہ نباتات دانہ سے، پرندے انڈے سے، اور حیوانات نطفہ سے پیدا ہوتے ہین، مگر ممکن ہو کہ کل وہ ان بیچ کے وسائط اور ذرائع کے بغیر دفعتہً پیدا ہوجائین، غرض کہ خرقِ فطرت کلیتہً محال نہین ہو، **اشاعرہ** اپنا عقیدہ یہ ظاہر کرتے ہین کہ نہ تو عالم مین حقیقتہً قوانینِ فطرت ہین، اور نہ خود اشیا کے اندر خواص ہین، بلکہ ہر شے سے جو فعل سرزد ہوتا ہے اس کو درحقیقت اللہ تعالیٰ اُسی وقت اُس مین پیدا کردیتا ہے اشاعرہ کے اس عقیدہ کا نہ صرف مدعیانِ عقل نے بلکہ اربابِ ظواہر تک نے مضحکہ اڑایا ہے،[1] لیکن درحقیقت یہ خیال ایسا نہین ہو کہ اسکو ہنسی مین اڑا دیا جائے، چنانچہ اسکی تفصیل آگے آئیگی۔

فلاسفہ اور حکما کی وہ جماعت جو قوانینِ فطرت کے ناقابلِ شکست ہونے پر ایمان رکھتی ہے، اور اس بنا پر معجزات و خوارق سے قطعی انکار کرتی ہو، امام **رازی** نے لکھا ہو[2] کہ گو خود ان فلاسفہ کا اصل عقیدہ یہی ہے مگر وہ متعدد ایسے اصول تسلیم کرتے ہین جنکی بنا پر خوارقِ فطرت کا تسلیم کرنا اُن کے لیے لازمی ہوجاتا ہے، مثلاً

۱- وہ "تولدِ ذاتی" کے قائل ہین، یعنی یہ کہ جن جاندارون کی پیدایش ایک نظامِ خاص کے ساتھ ہوتی ہے، ایک قطرۂ آب سے، خون، خون سے گوشت، پھر بتدریج مدتِ حمل کے اندر وہ شکمِ مادر مین پرورش پاتے رہتے ہین، ایک متعین زمانہ کے بعد وضعِ حمل ہوتا ہے، پھر شیر خوارگی اور بچپن کے دور سے آہستہ آہستہ بڑھتے ہوئے ایک تنومند قوی ہیکل، ذی روح صورت مین ظاہر ہوتے ہین، وہ دفعتہً اِن بیچ کے منازل کو طے کیے بغیر اس ہیکل اور صورت مین نمودار

---

[1] علامہ ابن تیمیہ نے ردِ منطق مین اور ابن حزم ظاہری نے فصل فی الملل والنحل مین اسکی پُرزور تردید کی ہے۔ اُردو کے جدید علم کلام کے بانیون نے بھی اس کا کچھ کم مذاق نہین اڑایا ہو۔ استاد مرحوم نے تو تقریباً اپنی ہر کلامی تصنیف مین اشاعرہ کے اس خیال کو "حماقت" سے تعبیر کیا ہے۔

[2] مطالب عالیہ، بحث معجزات (نسخۂ قلمی موجودہ دار المصنفین) و تفسیر کبیر سورۂ اعراف،

ہوجائین، یہ فلاسفہ کہتے ہین کہ قطرۂ آب کے زمانہ سے لیکر اِس عالم شباب کے عہد تک اِس مجموعۂ عناصر کو جو سالہا سال صرف کرنے پڑے اُسکی وجہ یہ تھی کہ ان عناصر مین حیات کی قابلیت پیدا ہونے کے لیے ایک خاص قسم کے اعتدالِ ترکیب کی ضرورت تھی، جب ترکیب مین یہ اعتدال پیدا ہوا حیات پیدا ہو گئی، اِس بنا پر اگر کسی مجموعۂ عناصر مین اس قسم کا اعتدال پیدا ہو جائے جس مین حیات انسانی کے قبول کی صلاحیت ہو تو بغیر نطفہ، حمل، خون، گوشت، وضع حمل، شیر خوارگی، بچپن وغیرہ درمیانی وسائط طبعی کے، اچھا خاصہ ایک نوجوان مٹی کے پتلہ سے بنکر کھڑا ہو سکتا ہی، جیسا کہ برسات مین اکثر کیڑے مکوڑے سڑی گلی مٹی مین ایک خاص اعتدالی کیفیت پیدا ہو جانے سے جاندار اور ذی روح بنجاتے ہین، اسی کا نام "تولّد ذاتی" ہے، اِس تفصیل کی بنا پر اُنکے نزدیک یہ ثابت ہو گیا ہے کہ ذی روح کی پیدایش کے لیے دنیا مین جو سلسلۂ اسباب عادۃً جاری ہی اُس کے خلاف ہو سکتا ہے، تو پھر عصا سانپ بھی ہو سکتا ہے، مردے زندہ بھی ہو سکتے ہین، پہاڑ سونا بھی ہو سکتا ہے، ایک عصا کے سانپ بن جانے کی فطری صورت یہ ہی کہ پہلے وہ سڑ گل کر مٹی ہو جاتا ہے، وہ مٹی غذا کی شکل مین ایک سانپ کے اندر جاتی ہے، اور پھر وہ غذا دوسری شکل مین بنکر سانپ کا بچہ بنجاتی ہی تولد ذاتی کے اصول پر یہ ممکن ہی کہ بیچ کے وسائط کے بغیر عصا مین سانپ بننے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔

۲۔ یہ ظاہر ہے کہ دنیا مین جو کچھ حوادث ہوتے ہین وہ کسی نہ کسی حیثیت سے مادہ (ہیولیٰ) ہی کے تغیرات کے نام ہین۔ مادہ (ہیولیٰ) اِس تمام عالم عنصری کا ایک ہی ہے، اِس بنا پر عالم مین انواع اشکال اور خواص کے یہ لاکھون اور کروڑون تنوعات اور اختلافات جو ہم کو نظر آتے ہین اُنکا سبب موثر اگر بالفرض خود مادہ ہی ہوتا تو ضروری تھا کہ تمام دنیا مین ایک ہی شکل اور ایک ہی خاصیت ہو، تم کہو گے کہ یہ اختلاف وتنوع مادہ کے اختلاف استعداد سے پیدا ہوا، لیکن استعداد تو تاثر اور انفعال کا نام ہے، علت فاعلہ اور سبب مؤثر کیا ہے؟ فلاسفہ کہتے ہین کہ وہ اجرام فلکیہ کی گردش اور رفتار ہی مگر اس کے ساتھ وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہین کہ اس گردش ورفتار اشکال فلکی کی نہ کوئی حد و نہایت ہی اور نہ وہ کسی قانون فطری کے ماتحت ہین، اور نہ انکا علم ہمکو ہو سکتا ہے تو اس اصول کے صحیح باور کر لینے پر عجائب قدرت اور خوارق فطرت کی وہ کون سی مثال ہی جس کے محال ہونیکا دعویٰ تم کر سکتے ہو؟

۳- عالم مین جو کچھ ہوتا ہی یا تو وہ کسی سببِ مؤثر کی بنا پر ہوتا ہی یا بلا سببِ مؤثر کے ہوتا ہی اور دونون صورتون مین خرقِ عادت کو تسلیم کرنا پڑتا ہے، اگر یہ کہو کہ یہ حوادث بلا سببِ مؤثر کے وجود پذیر ہوتے ہین تو گویا تم نے خود خرقِ عادت کو تسلیم کر لیا، پھر دنیا مین کوئی عجیب سی عجیب اور مستبعد سے مستبعد بات بھی ناممکن نہین رہتی اور اگر یہ کہو کہ یہ سببِ مؤثر کے نتائج ہین تو دو حال سے خالی نہین یا یہ سببِ مؤثر ذو ارادہ اور صاحبِ اختیار ہی اور یہ تمام حوادث و تاثیرات اُس کے ارادہ اور اختیار سے صادر ہوتے ہین، یا وہ بے اختیار اور مسلوب الارادہ ہی، اور یہ حوادث و تاثیرات اس سے اُسی طرح بے ارادہ اور اضطرارانہ طبعی طور سے سرزد ہوتے ہین جسطرح سورج سے روشنی، آگ سے گرمی، برف سے ٹھنڈک پہلی صورت مین معجزات اور خوارق کے صدور مین کوئی استحالہ نہین، کیونکہ اُس مدبر و مؤثر کا جب جیسا ارادہ ہو وہ شئی اُسی طرح واقع ہوگی، کوئی اس کا مانع نہین، دوسری صورت مین ظاہر ہے کہ یہ تمام تاثیرات اوس بے ارادہ مؤثرِ عالم سے زمانۂ قدیم سے ایک ہی طور پر سرزد ہوتی چلی آتی ہین، جیسے آفتاب سے روشنی، ایسی حالت مین ایک عام واحد و قدیم و ازلی سبب و مؤثر سے یہ ہر نئے آن اور نئے لحظہ مین نئی نئی اور مختلف شکل و صورت اور خواص کی اشیاء کیونکر ظہور پذیر ہوتی ہین، تم کہو گے کہ علّت تو بیشک واحد و قدیم ہے، مگر علّت کے وجود کے ساتھ معلول مین بھی تو استعداد اور قبولیت کا مادہ پیدا ہونا چاہیے، مادہ مین یہ استعداد و صلاحیت گردشِ فلکی کے مختلف اشکال کا نتیجہ ہے لیکن ابھی یہ کہا جا چکا کہ اشکالِ فلکی کی تمہارے نزدیک نہ تو کوئی حد و پایان ہی اور نہ وہ کسی خاص قاعدہ اور اصول کے اندر محدود ہی، اس بنا پر حوادثِ عالم کے اختلاف اور نیرنگی کا باعث اگر گردشِ فلکی کا اختلاف اور نیرنگی ہے تو ایسی صورت مین یہ کیون نہین ممکن ہے کہ جو چیز تمکو بظاہر خلافِ فطرت اور خلافِ عادت معلوم ہوتی ہے وہ کسی خاص شکلِ فلکی کا نتیجہ ہو۔

بہر حال حکمائے اسلام نے معجزات کے امکان پر حسبِ ذیل دلائل قائم کیے ہین۔

(۱) **تاثیراتِ فلکیہ**۔ معجزات کے انکار کی اصلی وجہ یہ ہی کہ اسکے حل کرنیکے لیے کوئی مادی علت ہمارے پیشِ نظر نہین ہے، اور ہم تمام معمولات کی تشریح مادی اور طبعی علل و اسباب سے کرنا چاہتے ہین، لیکن حکما کا اس امر پر اتفاق ہی کہ گردشِ افلاک اور گردشِ نجوم کا اس دنیا کے حوادث پر بہت بڑا اثر ہی اور قوائے فلکی اس عالم کے واقعات مین مؤثر ہوتے ہین، ایسی صورت مین اگر کسی بظاہر

عجیب و غریب شے کی تعلیل ہم مادی طبعی علل و اسباب سے نہین کر سکتے تو یہ کیون ممکن نہین ہو کہ اسکے اسباب فلکی و سماوی ہون،

(۲) **عللِ خفیہ** ، یہ ہم کو تسلیم ہے کہ تمام حوادث کسی نہ کسی سبب طبعی کی بنا پر ہوتے ہین لیکن یہ ضروری نہین ہو کہ وہ سبب طبعی ہمارے علم و فہم مین بھی آجائے، دنیا مین سیبون اسرارِ قدرت ہین جنکی اب تک تحلیل نہین ہوسکی ہو اس بنا پر ممکن ہے کہ معجزات بھی اسباب طبعی کے ماتحت ظہور پذیر ہوتے ہون، لیکن انکے اسباب و علل اب تک ہماری نگاہون سے مخفی ہون، مثلاً یہ کہ انبیاء نے چالیس دن تک ایک ساتھ روزہ رکھا، اور اس مدت مین ایک دانہ بھی انھون نے نہین کھایا، لیکن باایں ہمہ اُنکی قوت جسمانی مین کوئی فرق نہین آیا، یہ بظاہر عجیب بات ہو مگر سبب طبعی سے الگ نہین ہے، ہم کو کیون بھوک لگتی ہو؟ اس لیے کہ ہمارے قوائے معدہ غذا کو ہضم کر لینے کے بعد جب اُسکے خون کو جسم کے مختلف حصّون مین پہنچا دیتے ہین تو اُنکے لیے پھر کوئی کام باقی نہین رہتا، اور انکو کام کی تلاش ہوتی ہو لیکن ہم روزمرہ دیکھتے ہین کہ بیماری کے سبب سے یا خوف طاری ہوجانیکے باعث سے یا کسی غم کے سبب سے جسم پر یہ اثر پڑتا ہو کہ کئی کئی روز تک اُس کے قوائے معدہ معطل ہو جاتے ہین اور وہ اپنا کام انجام نہین دیتے، اس لیے اس کو بھوک بھی نہین لگتی، اس بنا پر اگر یہی حالت کسی نفس کی اس سبب سے ہوجائے کہ اسکو روحانیات کے ساتھ شدت انہماک، اور جسمانیات سے قطع علایق ہوگیا ہے، تو اُس کے قوائے جسمانی بھی معطل ہو سکتے ہین، اور وہ مدت تک فاقہ کر سکتا ہو، اسیطرح دوسرے معجزات کی تشریح بھی کیجاسکتی ہے،

۳- **قوّت کمالیہ** ، اس عالم مین جس قدر انسان ہین، انکے نفسانی خصوصیات کو اگر غور سے دیکھا جائے تو عجیب و غریب اختلافات نظر آتے ہین، ایک بلید الفہم اور کودن ہے، تو دوسرا زیرک اور ذی فہم ہے، ایک کو بولنے کا شوق ہے، تو دوسرے کو سننے کا، ایک علم کا عاشق ہے، تو دوسرا اس کا دشمن، ایک کے علوئے ہمت اور بلند حوصلگی کے سیلاب کے سامنے مشکلات کے بڑے بڑے پہاڑ بھی خس و خاشاک ہین، دوسرا اتنا پست ہمت اور ضعیف الارادہ ہے کہ وہ تنکے کو بھی پہاڑ جانتا ہے، ایک اس قدر قوی الحافظہ ہے کہ معمولی سی معمولی بات بھی اُس کے ذہن کی گرفت سے باہر نہین نکل سکتی، دوسرے کو موٹی موٹی بات بھی یاد نہین رہتی، پھر عشاقِ علم مین بھی کسی کو ادبیات سے لگاؤ ہے کسی کو عقلیات کا چسکا ہے، کسی کو منقولات مین مزہ ملتا ہو، قوت شہوانیہ کے

لحاظ سے دیکھو تو کسی کو سواری کا شوقین پاؤگے، کسی کو لباس و پوشاک اور وضع و قطع کا، کسی کو کھانے پینے کا، ایک کو صرف دولت جمع کرنے مین مزہ ملتا ہے، تو دوسرے کو اس کے اُڑانے مین لطف حاصل ہوتا ہی، کوئی طبعاً حلیم ہی تو دوسرا سرتاپا شعلۂ غضب، ایک خلقی طور سے قانع ہی تو دوسرا حریص اور طمّاع، کوئی بدزبان ہی مگر بدکردار نہین، دوسرا بظاہر سنجیدہ اور متین نظر آتا ہے، مگر باطن نہایت بداطوار اور خفیف الحرکت ہے، ان مین سے ہر وصف و خاصیت کے بھی سیکڑون مدارج اور مراتب ہین، الغرض صفات و خواص نفسانی کے مظہر اس قدر گوناگون اور بوقلمون ہین کہ وہ حصر و تحدید مین بھی نہین آسکتے، غور کرو تو معلوم ہوگا کہ ہر ایک انسان کے نفس مین جو خصوصیات ہین اُن کے مطابق جو اعمال و آثار اُس سے صادر ہوتے ہین، ان پر اس کو مطلق تعجب نہین آتا، لیکن دوسرے اعمال و آثار جنکے خصائص اُسکے نفس مین نہین ہین اُن پر اُسکو سخت تعجب آتا ہی بلکہ اگر اُن اشخاص کو اُسنے خود دیکھا نہ ہو تو اس کو ان خصائص کا یقین مشکل سے آئے گا۔ ایک بخیل کے نزدیک بذل و کرم کی راہ مین تمام گھربار لٹا دینا ایک فوق البشریت کارنامہ ہی، ایک دنیادار جاہ پسند اور حریص آدمی کو ایک زاہد قانع اور متواضع آدمی کو دیکھکر تعجب آتا ہی، معمولی حافظہ والون سے کوئی کہے کہ امام بخاری کو ۶ لاکھ حدیثین یاد تھین، اور اندلس کے ایک نابینا ادیب کو آغانی کی ۲۰ جلدین نوک زبان تھین، تو اُس کو یقین نہین آئے گا، تیمور، بابر، ہنیبال اور نپولین کی قوت عزم و ارادہ کے قصے کمزور اور ضعیف ارادہ کے آدمیون کو معجزہ معلوم ہون گے، ایک کمزور ارادہ کا آدمی خود اپنی اولاد و اعزہ و خدام کو بھی قابو مین نہین رکھ سکتا، لیکن غیر معمولی عزم و ارادہ کے لوگ ہزارون اور لاکھون آدمیون پر اس طرح استیلا حاصل کر لیتے ہین کہ وہ اس کے ہاتھ مین پیکر بیجان بنجاتے ہین، یہی حال دوسرے خصائص کے اختلافات کا ہی۔

اب سوال یہ ہے کہ تمام نفوس انسانی کے اتحادِ ماہیت کے باوجود یہ اختلافات کہان سے آئے؟ اس کے دو ہی جوابات ہو سکتے ہین، ایک یہ کہ ہر نفس کی جوہریت دوسرے سے مختلف ہے، اس لیے ایک سے جو خصوصیات اور افعال صادر ہوتے ہین، وہ دوسرے سے نہین ہوتے، یا یہ کہ ہر جسم کی ترکیب عنصری مین اختلاف مزاج ہے جس کے سبب سے ایک کی خصوصیات دوسرے سے نہین ملتین، بہرحال ان دو مین سے جو پہلو بھی اختیار کرو

یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ممکن ہے کہ بعض ایسے نفوس بھی ہون جنکی روحانی یا جسمانی قوت مین کوئی خاص ایسی بات ہو، جسکی بنا پر اُن سے ایسے عجیب وغریب اعمال اور تصرفات صادر ہوتے ہین جنکا صدور عام انسانون کی روحانی وجسمانی قوت سے باہر ہے، اور اس لیے وہ اُن کو مستبعد اور ناقابل فہم نظر آتے ہین ٹھیک اوسی طرح جس طرح ایک بلید کو ایک ذی فہم کے افعال پر ایک ضعیف الحافظہ کو ایک قوی الحافظہ کی قوت پر ایک طمّاع وحریص کو ایک قانع وزاہد کے حالات پر ایک کمزور اور ضعیف الارادہ کو قوی الارادہ اور مستحکم العزم پر تعجب آتا ہے، لیکن چونکہ وہ نفوس جن مین معجزات کی یہ قوت ہی نادر الوجود ہین اسلیے عموماً ان کے خصائص اور آثار پر تعجب اور استبعاد بھی معمول سے زیادہ ہوتا ہے،

۳- **قوت نفسیہ**، ہر انسان اپنے جسم کے ایک ایک عضو کو جس طرح چاہتا ہے حرکت دیتا ہے، گویا ایک قوت ہے جو اُس کے تمام قالب جسمانی پر مسلط ہے اور یہ جسم اُس کے امر اور ارادہ کے ماتحت اُس کے حکم کو اس طرح بجالاتا ہے کہ وہ اسکی اطاعت سے سرمو انحراف نہین کرسکتا، یہ تصرف اور عمل ہر نفسِ انسانی اپنے جسم کے اندر کرتا ہے، اور یہ معمولی اور ادنی نفوس کی قوت کی نیرنگی ہے، لیکن جو نفوس ان سے زیادہ طاقتور ہین، وہ اپنے جسم کے باہر دوسرے نفوس اور اجسام کو بھی اپنا مطیع فرمان کرلیتے ہین، یہانتک کہ ان مین سے جنکو کمال کا معجزانہ حصّہ ملا ہے، اُنکے لیے یہ تمام عالمِ مادی مثل جسم کے ہوتا ہے اور وہ اسیطرح اس عظیم الشان جسم مین تصرف کرنے لگتے ہین، جسطرح معمولی انسان اپنے جسم مین کرتے ہین،

۴- **تاثیرات نفسانیہ**، یہ روزمرّہ کا مشاہدہ ہے کہ نفس انسانی مین جو جذباتی تغیرات پیدا ہوتے ہین، وہ اس کے جسم مادّی کو بھی متاثر کردیتے ہین، رات کو کوئی چیز دیکھی اور اس کا ہیبتناک تصوّر کیا، اور گھبرا کر چیخ اُٹھا، یا بیہوش ہوکر گرپڑا، کسی درخت کی پتلی شاخ پر چڑھتے، یا چھت کے منڈیر یا پتلے تختہ کے پل پر سے گذرتے ہوئے خوف طاری ہوا، پاؤن مین لغزش ہوئی اور آدمی گرپڑا، غصّہ سے آدمی کا چہرہ سُرخ اور خجالت وشرمندگی سے زرد پڑجاتا ہے، آدمی نے کسی ناگوار واقعہ کا تخیل کیا، غصّہ آگیا، غصہ سے بدن مین گرمی پیدا ہوگئی اور گرمی سے پسینہ آگیا، محض وہم سے آدمی ڈرجاتا ہے، بلکہ بیمار پڑجاتا ہے، یہان تک کہ کبھی کبھی مرجاتا ہے۔ ان تمام واقعات مین دیکھو کہ نفسانی اثرات مادی جسم کو متاثر کردیتے ہین، یہ تو کمزور نفوس کا کمال جو لوگ کہ ارباب نفوس

قدسیہ مین وہ اپنے نفسانی اثرات سے دوسرے اجسام کو متاثر کر سکتے ہین اور ان مین عجیب عجیب تغیرات اور تصرفات کر سکتے ہین۔

یہ آخری دلیلین بعینہٖ وہی ہین جو آج ہپنوٹزم (تنویم تفناطیسی) اور مسمرازم کے نام سے لوگ پیش کرتے ہین

معتزلہ اور **اشاعرہ** دونون فطرت شکنی اور خرق عادت کو تسلیم کرتے ہین، جہان تک ہم ان کی عبارتون سے سمجھ سکتے ہین، اس نتیجہ مین دونون کا اختلاف نہین ہے، بلکہ جو کچھ اختلاف ہے وہ صرف اصل نظریہ مین ہے، معتزلہ یہ سمجھتے ہین کہ خاصیت واثر، علیت ومعلولیت وسببیت نفس اشیا مین ہے یعنی خود اشیا کی فطرت کے اندر کوئی ایسی بات ہے جو ایک کو علت وسبب اور دوسرے کو معلول ومسبب بناتی ہے، آگ خود جلاتی ہے اور برف خود ٹھنڈک پیدا کرتی ہے معتزلہ سمجھتے ہین کہ آگ سے سوزش اور برف سے ٹھنڈک کا جو صدور ہوتا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ نفس آگ یا برف مین کوئی ایسی چیز ہے جسکی وجہ سے آگ مین سوزش اور برف مین ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے، اور جب کوئی معجزۂ نبوی ظاہر ہوتا ہے تو یہ خاصیت وفطرت تھوڑی دیر کے لیے بدل دی جاتی ہے، یا روک لی جاتی ہے۔

اشاعرہ یہ کہتے ہین کہ خود اشیاء کے اندر کوئی ایسی چیز نہین جسکی بنا پر ایک علت وسبب اور دوسرا معلول و مسبب ہو نفس آگ مین کوئی چیز ایسی نہین جسکو ہم گرمی کا سبب قرار دین، اور نہ نفس برف کے اندر ٹھنڈک کا وجود ہے، مختلف اشیار کے متعلق ہمکو جو کچھ احساس ہوتا ہے کسی سے گرمی، کسی سے سردی، کسی سے سختی، کسی سے نرمی، کسی سے جلن، کسی سے ٹھنڈک، یہ ہمارے ذاتی احساسات ہین جنکو ہم حسب ارادۂ الٰہی اشیار مین محسوس کرتے ہین، اگر ارادۂ الٰہی بدل جائے تو ہم آگ مین ٹھنڈک اور برف مین گرمی محسوس کرنے لگین، نفس آگ اور برف مین کوئی ایسی شے نہین جو اس تغیر کو محال قرار دے، اور اس لیے حسب ارادۂ الٰہی معجزات کا صدور ہوا کرتا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ نے الرد علی المنطقیین مین لکھا ہے کہ اس مسئلہ کا اصل بانی جہم ہے جسکے انتساب سے فرقہ جہمیہ قائم ہوا تھا، اس کے بعد ابو الحسن **اشعری** نے اسکی پیروی کی، علامہ موصوف نے مسئلہ مذکور کی تشریح ان الفاظ مین کی ہے

لکن من لا یثبت الاسباب والعلل من اھل الکلام   لیکن متکلمین مین جو لوگ اسباب وعلل کے منکر ہین جیسے جہم، اور اس مسئلہ مین

کالجهم ومن وافقه فی ذلك مثل ابی الحسن الاشعری واتباعه یجعلون المعلوم اقتران احد الامرین بالآخر المحض مشیئة القادر المرید من غیر ان یکون احدهما سبباً للآخر ولا مولداً له،

واما جمهور العقلاء من المسلمین وغیر المسلمین اهل السنة من اهل الکلام والفقه والحدیث والتصوف، وغیر اهل السنة من المعتزلة وغیرهم فیثبتون الاسباب ویقولون کما یعلم اقتران احدهما بالآخر یعلم ان فی النار قوة تقتضی الحرارة وفی الماء قوة تقتضی البرودة وفی العین قوة تقتضی الابصار وفی اللسان قوة تقتضی الذوق، ویثبتون الطبیعة التی تسمی الغریزة والنحیزة والخلق والعادة ونحو ذلك من الاسماء،

جہم کے جو موافق ہین، جیسے ابوالحسن اشعری اور اُن کے پیرو، وہ یہ مانتے ہین کہ ہم کو صرف یہ معلوم ہی کہ ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ ایک لگاؤ اور علاقہ ہی اور یہ لگاؤ اور علاقہ صرف اُس قادر وذی ارادہ کی مشیئت سے ہے، بغیر اس کے کہ ایک دوسرے کا سبب ہو یا ایک دوسرے کو پیدا کرتا ہو۔ جہمیہ اور اشاعرہ کے علاوہ اور تمام عقلاء مسلمان یا غیر مسلمان، مسلمانون مین اہل سنت ہون خواہ وہ متکلم ہون، اہل فقہ ہون، اہل حدیث ہون، اہل تصوف ہون اور غیر اہل سنت مین معتزلہ ہون یا کوئی اور فرقہ ہو یہ سب لوگ اسباب کے قائل ہین، اور کہتے ہین کہ جسطرح ہمکو یہ معلوم ہی کہ ایک کا دوسرے سے لگاؤ اور علاقہ ہی اسیطرح یہ بھی معلوم ہی کہ آگ مین ایک قوت ہی جو گرمی کو چاہتی ہی اور پانی مین ایک قوت ہی جو ٹھنڈک کو مقتضی ہی اور اسیطرح آنکھ مین ایک قوت ہی جو رویت کا باعث ہی اور زبان مین ایک قوت ہی جو مزہ پیدا کرتی ہی۔ یہ لوگ طبیعت کو ثابت کرتے ہین جسکا

اوپر خرق عادت کے امکان اور عدم امکان کے متعلق چار مذاہب ہم نے نقل کیے ہین، یہی مذاہب آج بھی فلسفہ کی مملکت مین قائم ہین، لیکن غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ حقیقت مین اس باب مین صرف دو ہی مذہب ہو سکتے ہین، ایک ان لوگون کا جو کسی نہ کسی نوع سے وجود باری کے قائل ہین، اور دوسرا اُن لوگون کا جو اس کے یکسر منکر ہین، دوسرا گروہ حکمائے طبیعیین یا مادہ پرستون کا ہی جنکے نزدیک عالم مادی کے باہر کچھ نہین ہی اور تمام کائنات ذرات مادہ کے باہمی تاثیر و تاثر کی جلوہ انگیزیان ہین اور سلسلہ علل و معلول اور اسباب و مسببات اور آثار و خواص کے مظاہر اور نتائج ہین، ظاہر ہے کہ اس عقیدہ کی جماعت معجزہ اور خرق عادت پر کیونکر

ایمان لا سکتی ہی، جو لوگ ان کے سامنے فلسفیانہ حیثیت سے براہ راست معجزہ اور خرق عادت کو ثابت کرنا چاہتے ہین وہ ایک بے سود کوشش کرتے ہین، اور اگر عقلی حیثیت سے خرق عادت کا ثبوت بھی بہم پہونچگیا تو جب وہ اُس بنیاد کو جسپر نبوت اور شریعت کی عمارت قایم ہے یعنی ایک برتر **خالق قوت** کا وجود، تسلیم نہین کرتے تو اس خرق عادت کے ثبوت سے ارباب مذاہب اور پیروان شرائع کی کیا مقصد برآری ہوسکتی ہی؟

اشاعرہ نے اثبات مدعا کا یہ طریقہ اختیار کرنا چاہا ہے کہ پہلے معجزہ اور خرق عادت کا امکان اور وقوع ثابت کیا جائے، اور اس معجزہ اور خرق عادت سے **نبوت** پر استدلال کیا جائے، ثبوت نبوت سے الوہیت اور شریعت کا ثبوت بہم پہونچے گا، اس طریقۂ استدلال کو اختیار کرنا درحقیقت اُلٹی گنگا بہانا ہی، ع این رہ کہ تو میروی بترکستان است صحیح راستہ اُنکے مقابلہ مین یہ ہے کہ پہلے وجود **باری** کا اثبات کیا جائے، اس کے بعد **نبوت شریعت**، خرق عادت معجزہ سب کچھ ثابت ہوجائے گا، جب تک اِس چٹان پر بنیاد قائم نہوگی عمارت مستحکم نہین ہوسکتی۔

اسباب خفیہ کی توجیہ بیکار ہی

دوسرا فرقہ جو وجود باری کا قائل ہے اور معجزہ کو تسلیم کرتا ہے، خواہ وہ اس کے وقوع کے کچھ ہی اسباب بیان کرے، وہ درحقیقت خرق عادت کو بھی تسلیم کرتا ہے، یا اس کو تسلیم کرنا لازم آتا ہے، اور اِس سے اُس کو کوئی چارہ نہین حکمائے اسلام فارابی اور ابن سینا وغیرہ یہ کہتے ہین کہ معجزہ اسباب خفیہ کی بنا پر صادر ہوتا ہی، اور اس کے اندرونی طبعی علل و اسباب ہوتے ہین، اس لیے خرق عادت لازم نہین آتا۔ اور معمولی نظام عالم مین کوئی تبدیلی نہین ہوتی۔

حضرت موسیٰ مصر سے بنی اسرائیل کو لیکر چلے تو راستہ مین بحر قلزم (ریڈسی) حائل تھا، حکم ہوا کہ اپنی لکڑی سے دریا کو مارو، دفعۃً دریا خشک ہوگیا اور راستہ پیدا ہوگیا، حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لیکر پار اتر گئے، لیکن جب فرعون نے اپنے لشکر کے ساتھ دریا مین قدم رکھا، تو دریا پھر اپنی اصلی حالت پر آگیا اور وہ اپنے لشکر کے ساتھ ڈوب کر مر گیا، وہ اس کی یہ توجیہ کرتے ہین کہ دریا مین مد و جزر تھا، جب حضرت موسیٰ پہنچے تو جزر تھا اور دریا پایاب ہوگیا تھا، اور جس وقت فرعون دریا مین داخل ہوا، مد شروع ہوگیا، اور وہ ڈوب گیا، ہم اُن اعتراضات کو جو نقلی حیثیت سے

اس توجیہ پر وارد ہوتے ہین کہ توراۃ اور قرآن مجید نے اس معجزہ کی جس طرح تشریح کی ہے اسکی یہ صحیح نقل نہین ہے نظرانداز کرتے ہین، سوال یہ ہے کہ جسوقت حضرت موسیٰ پہنچے تو جزر تھا اور جب فرعون آیا تو مد ہوگیا، آیا یہ اتفاقی امر تھا اور ممکن تھا کہ اس کے برعکس ہوتا یعنی فرعون بچ جاتا اور حضرت موسیٰ ڈوب جاتے، اور یا یہ کہ حضرت موسیٰ کے لیے جزر اور فرعون کے لیے مد خاص طور پر پیدا کیا گیا تھا، یا ایسے اسباب بہم پہنچائے گئے کہ حضرت موسیٰ جزر کے وقت پہنچین، اور فرعون مد کے وقت پہنچے، اور اس کے دل مین یہ بات ڈالی گئی کہ وہ اس خطرناک دریا مین بے سمجھے بوجھے قدم رکھدے، پہلی صورت مین تو معجزہ کیا، نبوت کی بھی تشکیک لازم آتی ہے، اور دوسری صورت مین خرق عادت کی تسلیم سے چارہ نہین، اور خرق عادت کے تسلیم کرلینے کے بعد خدا کی قدرتِ مطلقہ پر بھی ایمان لانا ہوگا۔

حکماے اسلام کی غلطی کا سبب اصل یہ ہے کہ حکماے اسلام نے ارسطو کی تقلید کی ہے، اور مسئلۂ علت مین تمام تر مشائیہ کے نظریہ کو قبول کرلیا ہے کہ ذات واجب الوجود علت اولیٰ یا عقل اوّل کی علت تامہ ہے، اور علت تامہ سے معلول کا تخلف نہین ہوتا، اور اضطرارًا اُس سے پیدا ہوجاتا ہے، اس مین اُس کے ارادہ اور قصد کو دخل نہین ہوتا۔ اسکی صحیح مثال آفتاب اور روشنی کی ہے کہ آفتاب روشنی کی علت تامہ ہے، جب آفتاب نکلے گا روشنی کا ظہور ہوگا، خواہ وہ موانع کی وجہ سے کبھی ہمکو نظر نہ آئے اور آفتاب سے اِس روشنی کا صدور، آفتاب کے قصد اور ارادہ سے نہین ہے، بلکہ اس سے مجبورًا اور اضطرارًا یہ روشنی پیدا ہورہی ہے عقل اوّل کے پیدا ہونے کے بعد عالم کائنات کا تمام کارخانہ باہمی سلسلۂ علل ومعلول سے خودبخود پیدا ہونے لگا اور تمام عالم ایک ایسے نظام مین بندھ گیا کہ اب خالق اوّل کو اس مین دست اندازی کی مطلق قدرت ہی نہین۔

ظاہر ہے کہ اس مذہب کا پیرو سلسلۂ علل ومعلول کو نہین توڑ سکتا، اور اس لیے وہ خرق عادت کو بھی تسلیم نہین کرسکتا، لیکن تجربہ اور مشاہدہ بتاتا ہے کہ ایسے واقعات پیش آتے ہین جنکی توجیہ ظاہری سلسلۂ علل ومعلول سے نہین ہوسکتی، اور نہ اُن کے وقوع سے کوئی انکار کرسکتا ہے اس لیے ایک طرف اس کو لامحالہ ان

واقعات کو تسلیم کرنا پڑتا ہے[1] اور دوسری طرف چونکہ وہ خدا کو مضطر اور مجبور مان چکا ہے اس لیے براہِ راست ان واقعات کو اُسکی طرف منسوب نہین کر سکتا، اور چونکہ بلا سبب اور بے علت کے کوئی شے ہو نہین سکتی، اس بناپر اسباب و علل خفیہ کے سایہ کے سوا اس کو اور کہین پناہ نہین مل سکتی، مگر تمنے اوپر دیکھ لیا کہ یہ مورچہ بھی محفوظ نہین، اور خدا کو سوائے **قادرِ مطلق** مانے چارہ نہین۔

اشاعرہ اور معتزلہ مین نتیجہ کا اختلاف نہین

اشاعرہ اور معتزلہ کے درمیان جو اختلاف ہے وہ صرف نظریہ کا فرق ہے، اس سے نفس خرق عادت اور معجزہ کے ثبوت پر کوئی اثر نہین پڑتا، یہ امر کہ اشیاء کے طبائع مین فی نفسہ خواص اور آثار ودیعت ہین یا اللہ تعالیٰ بر وقت ان کو پیدا کر دیتا ہے، ایک ایسا مسئلہ ہے جسکے کسی پہلو کے اثبات اور دوسرے کی نفی پر کوئی دلیل نہین قائم کی جا سکتی، اور معجزہ کے سلسلہ مین ہم کو اس کے چھیڑنے کی ضرورت نہین، اس کا کوئی پہلو بھی صحیح ہو، یہ بہر حال دونون تسلیم کرتے ہین کہ کبھی کبھی اشیاء کی عادت جاریہ کو اللہ تعالیٰ توڑ دیتا، اور بدل دیتا ہے۔

خرق عادت سے انکار کا اصلی سبب سلسلۂ اسباب و علل پر یقین ہے۔

الغرض معجزہ یعنی خرق عادت سے صرف اُس فریق کو انکار ہے جو یا تو خدا کا قطعاً منکر ہے یا یہ کہ وہ خدا کو قادر و ذی ارادہ نہین مانتا، اور ناقابلِ شکست سلسلۂ علل و معلول کے گورکھ دہندے پر یقین کامل رکھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ یہ تمام نظم کائنات باہمی تاثیر و تاثر کا نتیجہ ہے، غور کرو تو معلوم ہوگا کہ اس مذہب کے پیرو اپنے اس عقیدۂ باطل کے ضمن مین چند اور موہوم باتون کو بھی بلا دلیل تسلیم کیے بیٹھے ہین، اور اس لیے خرق عادت کے قبول کرنے کی انکو جرأت نہین ہوتی۔

سلسلۂ اسباب و علل پر علم انسانی کو احتوا نہین

(۱) گویا انھون نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ کائنات کے جو علل اور اشیا کے جو خواص انھون نے

[1] حکماے اسلام مین مسئلہ خرق عادت کا سب سے بڑا منکر بو علی سینا ارشادات مین لکھتا ہے:

ولکنها تجارب لما ثبتت طلب اسبابها ...... ثم انی لو اقتصصت جزئیات هذا الباب فیما شاهدناه وفیما حکی عمن صدقناه لطال الکلام،	لیکن یہ تجربے ہین جب وہ ثبوت کو پہنچگئے تو ان کے اسباب کی تلاش ہوئی، اور اگر اس قسم کے جزئیات کا تتبع کرون جو ہم نے خود مشاہدہ کیا یا اُن لوگون سے جنکو ہم معتبر سمجھتے ہین سنا ہے تو بہت طول ہو جائیگا۔

دریافت کرلیے ہین وہ نظام کائنات کے چلانے کےلیے کافی ہین، اُس کے لیے کسی اور دست اندازی کی ضرورت نہین

(۲) کائنات کے چہرۂ اسرار کو انھون نے تمامتر بے نقاب کرلیا ہے اور ہر شے کی علت وخاصیت انھون نے دریافت کرلی ہے۔

حالانکہ انسانی معلومات اُس کے مجہولات کے مقابلہ مین بہت کم حیثیت ہین، اِس فضاے کائنات کی بیشمار آبادیون مین سے زمین نام ایک آبادی کے چوتھائی خشک حصہ کے بعض اجزائے کائنات تک فقط انکی رسائی ہوسکی ہے۔ اس مبلغ علم پر اتنا عظیم الشان دعوی کسی طرح زیب نہین دیتا۔

جن چیزون تک انکی رسائی ہوئی بھی ہے اُن کے متعلق جو کچھ انھین معلوم ہوا ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ یہ چیز اس طرح چل رہی ہے لیکن یہ حقیقت کہ وہ کیون چل رہی ہے اور اگر وہ اس کے خلاف چلے تو کیا استحالہ لازم آئے گا۔ یہ ایک معما ہے اور ہمیشہ معما رہے گا۔ اجرام فلکیہ اور طبقات ارضیہ کو چھوڑ دو کہ وہ دور ہین۔ تم یہ کہتے ہو کہ بجلی مین یہ قوت ہے، سنکھیا مین یہ اثر ہے۔ مقناطیس کا یہ خاصہ ہے لیکن یہ بھی معلوم ہے کہ یہ کیون ایسا ہے؟ اور نزدیک آؤ، اپنے جسم کی دنیا کو دیکھو، تم صرف یہ جانتے ہو کہ سانس کی آمد و رفت ہمارے پھیپھڑون کی حرکت سے ہے نبض کی رفتار قلب کی قبض و بسط کی ڈوری سے دالبستہ ہے، تمہارا نفس یا ذہن لمحون مین ہزارون میل کی خبر لیتا ہے، اور خدا جانے عجائبات نفسانی کے کیا کیا تماشے دکھاتا ہے لیکن کوئی یہ حل کرسکا ہے کہ ایسا کیون ہوتا ہے، دل وجگر کو کس نے متحرک کردیا ہے، پھیپھڑون کی دھونکنی کس طرح روز و شب مصروف عمل ہے، اور کون انکی حرکت روک دیتا ہے، دماغ کے ذہنی افعال کیونکر سرانجام پاتے ہین، جب اتنے قریب کی چیز تمہارے فلسفۂ علل و معلولات کے دائرہ سے باہر ہے تو دور دراز کی اشیا کی نسبت تمہارا دعوائے علم کس قدر مسخر انگیز ہے۔

حکما یعنی سائنٹسٹ علانیہ اعتراف کرتے ہین کہ وہ صرف "کیسے" کا جواب دے سکتے ہین، "کیون" کا جواب اُن کے موضوع بحث سے خارج ہے، فلاسفہ کا یہ حال ہے کہ دو فلسفی بھی ایک نظام خیال پر متفق نہین ہین، بلکہ جیسا کہ علامہ ابن تیمیہ نے رد منطق مین لکھا ہے۔

"فلاسفہ کوئی ایک متحد الخیال جماعت نہین جس کا علم الٰہیات وطبیعیات وغیرہ مین کوئی ایک مذہب ہو، بلکہ وہ مختلف الخیال فرقے ہین اور اُن کے اندر اس قدر اختلاف خیالات اور اختلاف آرا ہے کہ اس کا احاطہ بھی مشکل ہو، باہمی اختلافات تو اس سے بھی زیادہ ہین جس قدر کسی ایک آسمانی مذہب کے مختلف فرقون کے اندر ہین۔

اس اختلاف راے اور اس اختلاف خیال کی بنا پر کسی فلسفی کا یہ دعویٰ کہ مذہب کا فلان مسئلہ فلسفہ کے خلاف ہے اس لیے ناقابل قبول ہو کہ اس کے دوسرے معنی یہ ہوئے کہ یہ مسئلہ ہماری راے یا ہماری جماعت کی راے کے خلاف ہو۔ اس لیے ناقابل تسلیم ہے، تو یہ مذہب ہی پر کیا موقوف ہی ہر نظام فلسفہ کا قائل دوسرے نظامات فلسفہ کے بطلان پر اسی زور وقوت سے اس استدلال کو کام مین لا سکتا ہے، غور سے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ فلسفے کے جس قدر فرقے (اسکول) اور نظامات (سسٹم) ہین درحقیقت وہ اسرار کائنات کے متعلق ایک مرتب خیال کی کڑیان ہین، ان مرتب خیال کی کڑیون کو مان کر جس نفس کی تسکین ہو جاتی ہے وہ اس کا فلسفہ ہے، اسی طرح مذہب بھی اپنا ایک نظام خیال رکھتا ہے، اور جو لوگ اس نظامِ خیال پر یقین رکھتے ہین اُنکی اس سے تشفی ہو جاتی ہے، ایسی حالت مین اگر معجزہ کا امکان یا وقوع کسی نظام خیال کے خلاف ہو تو نفس یہ اختلاف اس کے ابطال کی دلیل نہین ہو سکتا ورنہ یہ لازم آئے گا کہ ہر فلسفیانہ مسئلہ اس لیے باطل ہے کہ دوسرے نظام فلسفہ کے وہ خلاف ہی۔

نظام عالم کے چلانے کے لیے سلسلۂ علل واسباب کے کافی ہونے کے فلسفہ پر یقین رکھنے کے لیے سب سے پہلی بحث آغاز آفرینش کی آتی ہے۔ تم یہ کہتے ہو کہ یہ شی اس سبب سے پیدا ہوئی اور اُس شے کی پیدایش کا یہ سبب ہے لیکن کیا کوئی یہ بتا سکتا ہے کہ یہ مادہ کہان سے آیا؟ اور اس کے حدوث کا سبب کیا ہوا؟ عناصر کیونکر اور کیون وجود مین آئے؟ یہ نوع بنوع چیزین کیونکر بن گئی ہین؟ ہمارے جواب مین اُن نظریات کا ذکر کرو جنکا نام اصول ارتقا، اور انتخاب طبعی وغیرہ ہے کہ انکی علمی حیثیت مفروضات اور وہمیات سے زیادہ نہین، اور اُنکی

اخیر سر حد بالآخر لاعلمی اور جہالت پر جاکر ختم ہو جاتی ہے، مادہ کی ابتدائی بنیاد چاہے اربع عناصر کو بتاؤ، یا جواہر فردہ کو، یا سالمات کو، یا ایتھر کو، یا برقپارون کو جنکو بھی بتاؤ لیکن اُن کے حدوث کی علت نہین بتائی جاسکتی اور نہ یہ بتا سکتے ہو کہ بالآخر وہ کہان سے آئے؟۔

اب تو حیوانات نطفہ سے، پرندے انڈے سے اور درخت گٹھلی سے پیدا ہوتے ہین، اور بغیر ان کے ان کا پیدا ہونا ناممکن سمجھا جاتا ہے، لیکن یہ کوئی بتا سکتا ہی کہ دنیا کا پہلا حیوان، پہلا پرندہ اور پہلا درخت بغیر کسی نطفہ کسی انڈے اور کسی گٹھلی کے پیدا ہوا یا نہین؟ اگر ہان کہتے ہو تو تم نے اپنے دعویٰ کے خلاف ایک شہادت قبول کرلی، اور اگر انکار کرتے ہو تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ پہلا نطفہ، پہلا انڈا، اور پہلی گٹھلی، انسان، پرندہ اور درخت کے بغیر پیدا ہوئی، غرض تم اس گتھی کو اپنے ناخن حکمت سے کسی طرح سلجھا نہین سکتے، اور ناچار تمکو سلسلۂ علل و اسباب کے مذہب سے برگشتہ ہونا پڑے گا۔

حقیقی علت خدا کی قدرت اور ارادہ ہے

جہان تم اپنے سلسلۂ اسباب و علل کو چند قدم بڑھا سکتے ہو، وہان بھی بالآخر سپر افگن ہونے سے چارہ نہین، پانی بادل سے برسا، بادل بخارات سے بنے، بخارات پانی سے اُٹھے، جو سورج کی تپش سے گرم ہوکر یہ صورت اختیار کرلیتے ہین۔ غرض پانی بخارات سے پیدا ہوا، اور بخارات پانی سے پیدا ہوئے اس دور کے عقدۂ لاینحل کو تم حل کرسکتے ہو؟ یہ ناممکن ہے، اور اس کے سوا کوئی چارہ نہین ہے کہ قادر و ذی ارادہ ہستی کو تسلیم کرو جسکی مشیئت اور ارادہ سے سارا کارخانہ چل رہا ہے، اسباب و علل صرف اسکی مشیئت و ارادہ کے منظاہر ہین، اور وہ اپنی عادت کے مطابق ایک طریق خاص پر اس کو چلا رہا ہے لیکن وہ اس کا پابند نہین ہے، صدیون مین جب اس نے ضرورت سمجھی انسانون مین اپنا ایک نشان قائم کرنے کے لیے **عادت** کے خلاف کوئی بات ظہور پذیر کردی، علت و معلولیت کا تعلق جو بظاہر نظر آتا ہے ہمنے اسکی **عادت جاریہ** کی یکرنگی اور یکسانی سے اس کو سمجھ لیا ہے کہ اگر اُسکی عادت جاریہ یہ یکرنگی اور یکسانی اختیار نہ کرتی تو مخلوقات اپنے منافع کے حصول اور مضرتون کے دفع کے لیے پہلے سے کوئی تیاری نکرسکتین۔

مولانا روم اور اسباب و علل اور معجزہ کی حقیقت

عارف روم نے اسی حقیقت کو ان اشعار مین ادا کیا ہی،

سنتے بنہاد و اسباب و طرق طالبان را زیر این ازرق تتق

اللہ تعالیٰ نے آسمان کے ان نیلے پردون کے نیچے کام کرنیوالون کے لیے علل، اسباب، عادات مقرر کر دیے ہین

بیشتر احوال بر سنت رود گاہ قدرت، خارقِ سنت شود

دنیا کے زیادہ تر واقعات انھین عادات جاریہ کے مطابق ہوتے ہین لیکن کبھی کبھی قدرت الٰہی اس عادت کو توڑ بھی دیتی ہے۔

سنت و عادت نہادہ با مزہ باز کردہ خرقِ عادت معجزہ

طرق و عادات (یعنی اسباب و علل) کو اسنے خوش آیند بنایا ہے لیکن پھر معجزہ سے خرق عادت بھی کر دیتا ہی

اے گرفتارِ سبب! بیرون مپر لیک عزلِ آن مسبب ظن مبر

اے وہ جو اسباب و علل کی زنجیر مین گرفتار ہی آگے زیادہ نہ اڑ اور یہ خیال نکر کہ ان اسباب و علل کے بنانیوالا معزول اور مسبب الاسباب بیکار ہو گیا،

ہرچہ خواہد او مسبب آورد قدرتِ مطلق سببہا بر درد

وہ حقیقی مسبب الاسباب جو چاہی کرے اور اسکی قدرت علی الاطلاق اسباب کو توڑ دے

لیک اغلب بر سبب راند نفاد تا بداند طالبے جستن مراد

لیکن بیشتر وہ اسباب ہی کے مطابق دنیا کو چلاتا ہے تاکہ کام کرنیوالون کو اپنے حصول مقصد کا راستہ معلوم ہو

چون سبب نبود چہ رہ جوید مرید پس سبب در راہ می آید پدید

کہ اگر اسباب معلوم نہون تو کام کرنیوالونکو راہ کیونکر ملے یہی اسباب تو نشانات بنکر نمودار ہوتے ہین،

این سببہا بر نظرہا پردہ ہاست کہ نہ ہر دیدار صنعش را سزاست

یہ ظاہری اسباب نگاہون پر پردے ہین، کیونکہ ہر آنکھ اوسکی صنعت کو نہین دیکھ سکتی

دیدۂ باید سبب سوراخ کن تا حجب را بر کند از بیخ و بن

اسکے لیے ایسی آنکھ چاہیے جو اسباب کا پردہ چاک کر دے تاکہ حجابات اُٹھ جائین۔

از مسبب می رسد ہر خیر و شر | نیست اسباب و وسائط را اثر

درحقیقت ہر نیک و بد اسی اصلی سبب الاسباب کے یہان سے پہنچتا ہی | اور اس مین ان درمیانی اسباب و وسائط کو دخل نہین،

باد و خاک و آب و آتش بنده اند | با من و تو مرده، با حق زنده اند

ہوا، مٹی، پانی، اور آگ سب خدا کے محکوم ہین | یہ ہمارے تمہارے سامنے تو بیجان مگر خدا کے سامنے جاندار ہین

سنگ بر آہن زنی بیرون جہد | ہم بامر حق قدم بیرون نہد

جب پتھر لوہے پر مارو تو اس سے آگ نکلتی ہی | یہ خدا ہی کے حکم سے اپنا قدم باہر نکالتی ہی

آہن و سنگ از ستم بر ہم مزن | کاین دو می زایند ہمچو مرد و زن

لوہے اور پتھر کو بے فائدہ ایک دوسرے پر مت مارو | کہ یہ دونون نر و مادہ ہین جو آگ کا بچہ پیدا کرتے ہین

سنگ و آہن خود سبب آمد ولیک | تو ببالاتر نگر اے مرد نیک

پتھر اور لوہا گو یہ دونون آگ کا سبب ہین | لیکن ذرا اس سے آگے بڑھ کر غور کرو،

کاین سبب را آن سبب آورد پیش | بے سبب کے شد سبب ہرگز بخویش

کہ اس ظاہری سبب کو اُس حقیقی سبب (خدا) نے آگے کر دیا | یہ ظاہری سبب خود بخود بلا سبب کب پیدا ہوا ہے

آن سبب را آن سبب عامل کند | باز گاہے بے بر و عاطل کند

اس ظاہری سبب کو اس حقیقی سبب نے دنیا مین موثر اور عامل بنا دیا ہی | پھر جب چاہے وہ اس کو بے اثر اور بیکار کر دیسکتا ہی

وان سببہا کانبیا را رہبر است | آن سببہا زین سببہا برتر است

جو اسباب کہ انبیا کے کامون مین پیش پیش ہوتے ہین | وہ ان ظاہری دنیاوی اسباب سے بلند تر اور برتر ہین

این سبب را محرم آمد عقل ما | وان سببہا راست محرم انبیاؑ

ان ظاہری علل و اسباب کی محرم تو ہماری انسانی عقلین ہین | لیکن ان حقیقی اسباب کے محرم انبیا علیہم السلام ہین۔

چونکہ ظاہر بین انسان ان اسباب و علل کو دیکھکر اصل علۃ العلل اور مسبب الاسباب کو بھول جاتے ہین اور وہ نگاہون سے اوجھل ہو جاتا ہے، اس لیے انبیاء علیہم السلام اس غفلت کے پردے کو چاک کردیتے ہین اور ظاہری علل واسباب ان کے لیے بیکار کردیے جاتے ہین۔

ہست بر اسباب، اسبابِ دگر	در سبب منگر در ان افگن نظر
ان ظاہری اسباب کے اوپر حقیقی اسباب بھی کار فرما ہین	ان ظاہری اسباب کو نہ دیکھو حقیقی اسباب پر غور کرو
انبیا در قطع اسباب آمدند	معجزات خویش بر کیوان زدند
انبیاء قطع اسباب کے درپے ہین اور	اپنے معجزات کا جھنڈا انھون نے مریخ مین گاڑ دیا ہے
بے سبب مر بحر را بشگافتند	بے زراعت چاش گندم یافتند
بغیر کسی سبب ظاہری کے انھون نے سمندر کو شق کردیا	اور کھیتی کے بغیر گیہون کا خوشہ حاصل کیا
جملہ قرآن ہست در قطع سبب	عز درویش و ہلاک بولہب
تمام قرآن قطع اسباب کے بیان سے بھرا ہے	آنحضرت کا غلبہ اور ابولہب کی بربادی بھی اسی طرح ہوئی
مرغ بابیلے دو سہ سنگ افگند	لشکرِ زفتِ حبش را بشکند
پرندے کنکریان پھینکتے ہین اور	حبش کے سیاہ لشکر کو شکست دیتے ہین
پیل را سوراخ سوراخ افگند	سنگ مرغے کو بیالہ بر زند
یہ کنکریان جو اوپر سے آتی ہین ہاتھیون کے بدن مین چھید	کرکے ڈال دیتی ہین۔
ہمچنین ز آغاز قرآن تا تمام	رفضِ اسباب است وعلت والسلام
اسی طرح شروع سے آخر تک قرآن	اسباب و علل کے موثر حقیقی ہونے کا منکر ہے

علت، خاصیت اور اثر کی حقیقت

اس اجمال کی تفصیل علت، خاصیت اور اثر کی تحقیق پر مبنی ہے۔ اشیاء مین جو خواص اور آثار ہین، ان کا علم ہمکو کیونکر ہوتا ہے؟ محض تکرارِ احساس سے جس کا دوسرا نام تجربہ ہے

جب ہم آگ کے پاس جاتے ہین توگرمی اور سوزش کا احساس کرتے ہین، اور پھر جب جب ہم آگ کے پاس گئے تو ہمکو اسی قسم کا احساس ہوتا رہا، اس سے ہم مین یہ یقین پیدا ہوا کہ آگ کا خاصہ اور اثر، گرمی اور سوزش ہے فرض کرو کہ اگر تکرارِ احساس سے یہی تجربہ ہم کو برف سے حاصل ہوجائے تو یقیناً ہم کہدین گے کہ برف کی خاصیت سوزش اور گرمی ہے، برف اور آگ دونون تمھارے سامنے ہین، دونون کو اچھی طرح غور سے دیکھو، کیا انکی ذات مین کوئی ایسی چیز نظر آتی ہے جسکی بناپر احساس بلکہ تکرارِ احساس سے قبل تم یہ فیصلہ کردو کہ ایک مین گرمی اور دوسرے مین ٹھنڈک کا ہونا ضروری ہی، تمھارے ہاتھ مین کوئی شخص کافور اور سنکھیا دونون کی تھوڑی تھوڑی مقدار لاکر رکھدیتا ہے، اور اس سے پہلے تم ان چیزون سے واقف نہ تھے، اب تم دونون کو غور سے دیکھو، اور خوب اُلٹ پلٹ کر دیکھو، سونگھ کر، چکھکر، چھوکر کسی طرح تم فیصلہ کرسکتے ہو کہ ان کے خواص و آثار کیا ہین؟ یہ فیصلہ ناممکن ہے۔ جب تک ان کا بار بار تجربہ نہ کیا جائے، اور ہر بار کے عمل سے ایک ہی نتیجہ ظاہر نہو، اس سے ثابت ہوا کہ اشیا کے خواص اور آثار کا علم صرف یکسانی **عمل** اور **تجربہ** پر موقوف ہی۔

اسی یکسانی عمل اور تجربہ کی بناپر ہم علل و معلولات، اور اسباب و مسببات کا سلسلہ قائم کرتے ہین، اور اسی کی بنیاد پر مدعیانِ عقل و دانش وہ صنم کدہ قائم کرنا چاہتے ہین جس کے پرستارون کے نام نیچری۔ میٹریلسٹ مادہ پرست فطرت پرست، اور طبیعی ہین، وہ جب ایک شے سے ایک ہی عمل اور اثر کا بار بار تجربہ کرتے ہین تو یقین کرلیتے ہین کہ اس شے سے اس خاصیت و اثر کا انفکاک قطعاً محال ہے، اور جب ایک شے کے بعد فوراً دوسری چیز پیدا ہوتے دیکھتے ہین اور بار بار دیکھتے ہین اور کبھی اس مین تخلف نہین پاتے، تو یہ یقین کلی کرلیتے ہین کہ دوسری شے معلول و مسبب اور پہلی شے علت و سبب ہی۔ اور یہ کلیہ قائم کرلیتے ہین کہ گرمی و سوزش کا سبب آگ ہی، ٹھنڈک اور برودت کا سبب برف ہی، موت کا سبب سنکھیا ہی، یا یون کہو کہ آگ کا خاصہ جلانا، برف کا خاصہ ٹھنڈا کرنا، سنکھیا کا خاصہ انسان کی زندگی کا خاتمہ کردینا ہی، معجزہ کے امکان سے چونکہ انکے خیال کے مطابق ان آثار و خواص کا انکار یا علل و اسباب کا ابطال لازم آتا ہے، یعنی یہ ماننا پڑتا ہے کہ آگ ہو اور جلائے نہین

سمندر ہو اور غرق نہ کرے، اس لیے وہ یہ عقیدہ رکھتے ہین کہ معجزہ قطعاً محال ہی۔

اسباب وعلل محض عادی ہین

لیکن ابھی ثابت ہو چکا کہ ہم جنکو آثار وخواص یا اسباب وعلل کہتے ہین محض اس تجربہ پر انکی بنیاد ہی کہ ہم نے ہمیشہ اس شے کے بعد اُس شے کو ہوتے دیکھا، اور اسی توقع یا زیادہ سے زیادہ ظن غالب یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیندہ بھی جب یہ شے پیدا ہوگی تو اس کے بعد دوسری شے پیدا ہو جائے گی، لیکن اس سے یہ یقین کس طرح پیدا ہو سکتا ہے کہ ہمنے جو کچھ مشاہدہ کیا ہے، وہ پہلے بھی ایسا ہی ہوتا رہا ہے اور آیندہ بھی ایسا ہی ہوتا رہے گا۔ اور ہمارے علاوہ شروع سے آج تک اور جن جن لوگون نے اس کو دیکھا ہے انکے مشاہدہ کا بھی یہی نتیجہ نکلا کیا ہے اور آیندہ بھی اُنکے مشاہدہ کا یہی نتیجہ نکلا کرے گا۔ آج تک آگ کے متعلق اور جن آگون کے متعلق تمہارا جو تجربہ ہے اس پر تم یقین کر سکتے ہو لیکن محیط ارض کی ہر آگ کے متعلق جو تمہارے تجربہ مین نہین آئی ہو اور نہ آسکتی ہے یہ کیونکر یقین پیدا کر لیتے ہو کہ ان سب کا اثر جلانا ہی ہے، اور نیز یہ اعتماد کس مقدمۂ یقین پر قائم کر لیتے ہو کہ آیندہ تا قیامت آگ کا عمل داثر ہمیشہ جلانا ہی رہے گا، اور جب تمہارے اس یقین واعتماد کے لیے کوئی دلیل قائم نہین ہے تو چند آگون کو دیکھکر اس قضیۂ کلیہ پر، کیونکر تم ناقابل شکست یقین کی مہر لگا دیتے ہو کہ "دنیا کی ہر آگ جلاتی ہے اور ہمیشہ جلاتی رہے گی"۔

اسباب عادیہ کا علم صرف تجربہ سے ہوتا ہی

غرض خواص وآثار اور اسباب وعلل کی نسبت، علم انسانی کا جہان تک احاطہ ہی وہ صرف یکسانی عمل اور تجربہ کا نتیجہ ہے، ہم ایک شے کے بعد دوسری شے کو ہوتے ہوئے دیکھتے آئے ہین اس لیے یہ توقع رکھتے ہین کہ آیندہ بھی ایسا ہی ہوگا۔ اسکی مثال یہ ہی کہ ہم ایک شخص کو آغازِ عمر سے دیکھتے آئے ہین کہ وہ فلان وقت سوتا ہی، فلان وقت جاگتا ہی، مسجد مین فلان دروازہ سے داخل ہوتا ہے کبھی کسی سے انتقام نہین لیتا ہی، سالہا سال کے مشاہدہ اور تجربہ کے بعد ہم اس کے متعلق بطریق ظنِ غالب یہ خیال قائم کر لیتے ہین کہ اس وقت اتنے بجے ہین اس لیے وہ اُٹھا ہوگا۔ اتنے بجکر اتنے منٹ آئے ہین اس لیے وہ سو گیا ہوگا۔ آج جب وہ نماز کے لیے جائیگا تو فلان دروازہ سے داخل ہوگا۔ زید گو اس کا مخالف ہے مگر وہ اس سے بدلہ نہ لے گا۔ اسی کا نام "عادت" ہے، مگر کیا کبھی کوئی اِس حماقت مین بھی مبتلا ہوگا کہ

سالہاسال کے تجربہ کے بعد وہ یہ یقینی دعوی کر بیٹھے کہ اس وقت اس کا سویا رہنا محال قطعی ہے، اسوقت اُسکا جاگنا لامحالہ ضروری ہے، اور فلان دروازہ سے اس کا داخلہ عقلاً لازم ہے؟

اسباب وعلل کا علم بدلتا رہتا ہے،

اسی طریق پر اشیا اور موجودات عالم سے عادۃً جو مختلف آثار و نتائج کا صدور ہوتا رہتا ہے اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہم اِن اشیا اور موجودات سے اِن آثار و نتائج کے دیکھنے کے عادی ہوگئے ہین، اور عادۃً ایسا سمجھتے ہین کہ آیندہ بھی ان سے یہی آثار و خواص صادر ہون گے۔

تم یہ کہہ سکتے ہو کہ تمثیل صحیح نہین ہے، انسان ایک صاحب ارادہ ہستی ہے اس لیے اس کے افعال اس کے ارادہ کے ماتحت ہین جنکو وہ جب چاہے بدل سکتا ہے۔ دیگر غیر ذی روح اشیاء کے افعال ارادی نہین ہین بلکہ خلقی ہین اس لیے ان مین تغیر نہین ہو سکتا، لیکن یہ درحقیقت ایک قسم کا مغالطہ ہے، تمہارے حرکات و افعال تمہارے اعضاء سے صادر ہوتے ہین، جو بے ارادہ ہین اور ارادہ تمہارے نفس یا روح یا ذہن کا فعل ہے جس طرح تمہاری روح یا نفس یا ذہن کی قوت ارادہ تمہارے جامد اور بیجان مضغہ گوشت اعضا سے اپنی حسب خواہش مختلف حرکات و افعال صادر کراتی ہے، اسی طرح روح اعظم کی قوت ارادہ اس بیجان عالم کائنات سے اپنی خواہش کے مطابق مختلف افعال اور حرکات صادر کراتی رہتی ہے اور چونکہ عموماً وہ اس کو ایک ہی نہج پر چلاتی رہتی ہے اس لیے ہم کو اسباب عادیہ کا علم کسی قدر عطا ہوگیا ہے۔

اسی عادت کا نتیجہ ہے کہ ہمارے ذہن کے اندر آگ اور گرمی، برف اور ٹھنڈک کے درمیان ایک تلازم پیدا ہوگیا ہے جسکی بنا پر ہم سمجھتے ہین کہ آگ سے گرمی، اور برف سے ٹھنڈک کا انفکاک نہین ہو سکتا حالانکہ اگر آگ اور برف کے متعلق ہمارا آیندہ تجربہ بدل جائے تو یقیناً یہ تلازم کا خیال بھی بدل جائے گا مثلاً جس عہد قدیم مین گردش آسمانی اور دور نجوم، حادثات ارضی کے اسباب و علل یقین کیے جاتے تھے اور ستارون کی مختلف چالون اور انکی خاص خاص اشکال سے حوادث عالم کی توجیہ کی جاتی تھی، اسوقت ستارون کی ایک خاص شکل کے ظہور یا کسی خاص ستارہ کے طلوع اور اس کے آثار و نتائج کے درمیان

ایک خاص تلازم سمجھا جاتا ہوگا، اور اس یقین کو کہ یہ دونون باہم علت ومعلول ہین ناقابل انکار سمجھا جاتا ہوگا لیکن آج ایسا نہین ہے۔

قدیم وجدید فن طب مین اب آسمان وزمین کا اختلاف ہو، دواؤن نے خواص واثرات اور امراض کے علل واسباب مین عظیم الشان تبدیلی ہوگئی ہے، اگر قدیم اطبا یا اب بھی قدیم طب کے واقفکارون اور قدرشناسون کے نزدیک ان کے تجربے اور یکسانی عمل کی بنا پر جن دواؤن کے جو اثرات اور جن امراض کے جو علل واسباب ہین، وہ اُن کے یقینیات مین داخل تھے، اور ہین، لیکن ممالک یورپ مین جہان کوئی اِس طب کا نام بھی نہین جانتا اور اس کے تجارب وتحقیقات کا مشاہدہ نہین کیا گیا ہے، ہمارے اطبا کے یقین کردہ آثار وخواص اور اسباب وعلل کو وہان اوہام سے زیادہ رتبہ نہین دیا جا سکتا۔

خود اوہام کیا چیز ہین؟ جاہل طبقون اور وحشی قومون مین بہت سے ایسے یقینیات ہین جنکو آپ وہام سے تعبیر کرتے ہین، مگر ان مین یہ اوہام کیونکر پیدا ہوئے؟ اسی تکرار تجربہ سے انھون نے کئی دفعہ دیکھا کہ جب صبح کو فلان پرندہ بولا یا اڑا تو فلان بات ہوگئی، چند بار کے دیکھنے سے ان کے ذہن مین یہ خیال راسخ ہوگیا کہ اس کا یہ اثر ہے، حالانکہ معلوم ہے کہ اس پرندہ کے بولنے یا اڑنے، اور اس بات کے ہونے کے درمیان کسی قسم کا تلازم نہین ہے، تاہم چونکہ ان کا یقین انکے تجربہ پر مبنی ہے، اس لیے اس کے خلاف باور کرنا اون کے لیے اُتنا ہی محال ہے جتنا آگ اور گرمی وسوزش کے درمیان تلازم، اور ان دونون کے درمیان علت ومعلول پر عقیدہ رکھنے والون کے لیے یہ تخیل کہ آگ موجود ہو، اور اُس سے گرمی وسوزش کا اثر ظاہر نہ ہو۔

جن ملکون مین خچر نہین ہوتے، وہان کے باشندے اپنے تجربہ کی بنا پر اس مسئلہ پر یقین کامل رکھتے ہین کہ دو مختلف النوع جانورون مین باہم توالد وتناسل نہین ہو سکتا، اور اگر اس کے خلاف ان کو یقین دلانا چاہین کہ گھوڑے اور گدھے ملکر باہم اس فرض کو انجام دیتے ہین، اور اس سے خچر نام ایک تیسری نوع تیار ہوتی ہے، تو اس کے تسلیم کرنے مین انکو کس قدر تامل ہوگا، لیکن کیا ان کا یہ تامل ہندوستان ومصر مین مطابق واقعہ سمجھا جائیگا؟

جہان ہزارون دفعہ یہ مشاہدہ ہو چکا ہی،

اسباب وعلل کا علم تجربہ سے ہوتا ہے

الغرض ہم جنکو اصولِ فطرت، نوامیسِ قدرت اور لاز آف نیچر کہتے ہین، وہ صرف روزمرہ کے مشاہداتِ عادیہ کے نام ہین، ہم دیکھتے آئے ہین کہ درخت کس طرح اُگتے ہین، جاندار موجودات کس طرح پیدا ہوتے ہین، آفتاب کس طرح طلوع ہوتا ہے، پانی کس طرح برستا ہی، ان کو دیکھتے دیکھتے ہم اس قدر عادی ہوگئے ہین کہ ہم ان کا اسی طرح ہونا ضروری اور اس کے خلاف ہونا محال قطعی سمجھتے ہین، حالانکہ اس کے لیے ہمارے پاس کوئی دلیل نہین ہے، ہم دیکھتے ہین کہ ایک دانہ زمین مین ڈالا جاتا ہے، کچھ دنون کے بعد وہ پھوٹتا ہے، اس مین کوپلین نکل آتی ہین، پھر وہ پودے کی شکل اختیار کرتا ہی، شاخین نکلتی ہین، اور بڑھکر درخت ہو جاتا ہے، ایک قطرۂ آب خون، اور خون سے گوشت بن جاتا ہے، اُس مین رگین، پٹھے، اور ہڈیان پیدا ہو جاتی ہین، دل و دماغ اور جگر و گردہ اپنی اپنی جگہ پر بنجاتے ہین، پھر کہین سے اس مین روح آجاتی ہے، پھر اس آئینہ مین احساس و عقل جلوہ آرا ہوتی ہے، ایک مدت متعینہ کے بعد وہ پیدا ہوتا ہی، بڑھتا ہی، جوان ہوتا ہے، اس طرز پیدایش کو دیکھتے دیکھتے حیرت زائی اور استعجاب و استبعاد کی روح ہم سے بالکل فنا ہوگئی ہے، اور ہم کبھی ایک لمحہ کے لیے بھی غور نہین کرتے کہ ایک جامد دانہ نامی درخت کی شکل مین اور ایک بیجان قطرۂ لا یعقل، ایک جاندار و ذی عقل انسان کی صورت مین کیونکر بدل گیا، لیکن ہمین سے یہ کہا جاتا ہے کہ ایک بیجان لکڑی جاندار سانپ بن گئی، اور عیسیٰ نام ایک بچہ بن باپ کے پیدا ہوگیا، تو ہماری محدود عقل و تجربہ کا سرِ پُرغرور انکار سے ہلنے لگتا ہے، یہ کیون؟ اس لیے کہ کبھی ہمنے ایسا ہوتے دیکھا نہین، آفتاب روز پورب سے طلوع ہوتا ہے اور پچھم مین جاکر غروب ہو جاتا ہے، ہم کو اس پر مطلق تعجب نہین ہوتا اور نہ یہ مستبعد معلوم ہوتا ہے، اور جب یہ سنتے ہین کہ قیامت کے دن آفتاب پورب کے بجائے پچھم سے نکلے گا تو ہم اس کو خلاف عقل کہتے ہین، کیا پورب سے اس کا نکلنا عقل کے موافق تھا؟ اور تم آفتاب کو اگر پورب سے نکلتے نہ دیکھتے تو خود بخود عقلاً یہ فیصلہ کر لیتے کہ اس کو پورب ہی سے نکلنا چاہیے اور مغرب ہی مین ڈوبنا چاہیے، عموماً انسان کے ایک سر دو آنکھین

دو کان، دو ہاتھ اور دو پانون، اور ہر ہاتھ پانون مین پانچ پانچ انگلیان ہوتی ہین، لیکن تاریخ طبعی انسانی کی کوئی کتاب پڑھو تو معلوم ہوگا کہ قدرت کے مستثنیات کی بھی کوئی انتہا نہین، اور سینکڑون ہزارون بچے اس کے خلاف پیدا ہوئے ہین، اب جس طرح تم اس پر اعتراض نہین کرتے کہ انسان کے دو ہی ہاتھ اور دو ہی پانون کیون ہوتے ہین، اس پر بھی اعتراض نہین کر سکتے کہ اس بچہ کے چار ہاتھ اور چار پانون کیون ہین، اور جسطرح تم کو اس پر حیرت نہین ہوتی کہ آدمی جی کر مر کیونکر جاتا ہی، ایسے ہی اس پر حیرت نکرو کہ وہ مر کر جی کیونکر جاتا ہے، ان دونون مین صرف یہ فرق ہے کہ ایک واقعہ کو تم نے بار بار دیکھا ہے، اور دوسرے کو کبھی نہین دیکھا لیکن کسی چیز کا دیکھنا اور نہ دیکھنا کسی چیز کے فی نفسہ محال یا ممکن ہونے پر دلیل نہین ہو سکتی،

حاصل یہ ہی کہ ہم کو معجزات کے متعلق جو استبعاد نظر آتا ہے، اُسکی صرف یہ وجہ ہے کہ وہ ہمارے گذشتہ مشاہدات و تجربات کے خلاف ہوتا ہی لیکن اس کا فیصلہ ہر شخص کر سکتا ہے کہ اُس کے گذشتہ مشاہدات اور تجربات مین غلطی کا ہونا یا اسمین انقلاب ہو جانا کچھ محال نہین، طبعیات جدید نے طبعیات قدیمہ کی تحقیقات کی دیوار ڈھادی، حکماے جدید نے حکماے قدیم کے سینکڑون تجربات باطل کر دیے، ہیئت قدیم اور ہیئت جدید مین آسمان اور زمین کا اختلاف پیدا ہو گیا، اختراعات جدیدہ نے سینکڑون اور ہزارون قدیم مستبعدات اور ممتنعات کو ممکن بلکہ واقعہ بنا دیا، جب ہمارے گزشتہ تجربات و تحقیقات کا یہ حال ہے، تو انسانی تحقیقات و تجربات کی آیندہ صحت کی کون ضمانت کر سکتا ہے، فلسفۂ یونان پڑھکر ہم یقین کرتے تھے کہ زمین ساکن اور آفتاب متحرک ہی، اب روز روشن کی طرح یہ ثابت کیا جا رہا ہے کہ آفتاب ساکن اور زمین متحرک ہی، اس لیے اگر کسی پیغمبر کی زبان سے اُسوقت یہ خیال ادا ہوتا کہ زمین متحرک اور آفتاب ساکن ہے، تو حکمت قدیمہ کی درسگاہ مین یہ خیال شاید جاہلانہ اور مضحکہ انگیز سمجھا جاتا، پھر حکمت جدیدہ کے دانایان روزگار کو آج مذہب کی جو چیز مضحکہ انگیز نظر آتی ہے کیا معلوم کہ کل خود انکی تحقیقات "حکمت مستقبلہ" کے مدرسہ مین قابل مضحکہ نہ ٹھہرے گی،

الغرض صفحات بالا سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پھونچ گیا کہ بنی نوع انسان کے اصل سرمایۂ علم علل و معلول مین جو

کچھ ہو وہ صرف ان کے تجربہ کی کمائی ہے، اور اسی کی بنا پر استدلال تمثیلی کے طور پر وہ ایک چیز کو چند بار دیکھکر اپنے ذہن مین ایک حکم کلی پیدا کر لیتے ہین، مثلاً ایک سیب کو دیکھا اسکی خوشبو کو سونگھا، اُس کے مزہ کو چکھا، اب دوسرا سیب ہمارے سامنے آتا ہے، اُسکی شکل وصورت اور رنگ کو دیکھکر اُسکی خوشبو کو سونگھ کر ہم کہدیتے ہین کہ یہ بھی سیب ہے، اور اسکا مزہ ایسا ہوتا ہے، اور پھر چند سیبون کو دیکھکر ہم یہ حکم کلّی لگا دیتے ہین کہ "ہر سیب ایسا ہوتا ہے اور اس کا یہ خاصہ اور اثر ہوتا ہے،" اسی طرح ہمنے برف کو دیکھا، اسکی شکل وصورت، رنگ ومزہ، اور ٹھنڈک کو محسوس کیا، اور پھر کئی دفعہ اس کے دیکھنے کا اتفاق ہوا، ہمنے ہر دفعہ پہلی برف کے مثل دیکھکر یہ کہدیا کہ یہ بھی برف ہی، اور "ہر برف ٹھنڈا ہوتا ہے،" یہی حال اِسی قضیہ کا ہے کہ "ہر آگ جلاتی ہے" اب غور کرو کہ تمھارے یہ قضایا جو محض استدلال تمثیلی کی بنیاد پر قائم ہین، عقلاً کیونکر ناقابل شکست یقین بننے کا دعوی کر سکتے ہین، یہ اور بات ہے کہ تم عادۃً اپنی عملی اور کاروباری دنیا کے لیے ان پر یقین کر کے جلب منافع اور دفع مضار مین ان سے کام لے سکو اور یہی علت عادیہ کی حقیقت و مصلحت ہی،

ابن تیمیہ کا بیان کہ اسباب وعلل تجربی ہین

ہم نے جس پرداز پر مسئلہ علیت کی تشریح کی ہے یہ کوئی نیا خیال نہین ہے، علامۂ **ابن تیمیہ** نے الرد علی المنطق مین جا بجا اس خیال کو ظاہر کیا ہے، چنانچہ ہم یہان اسکی تلخیص اس لیے درج کرنا چاہتے ہین کہ مسئلہ پوری وضاحت کے ساتھ ناظرین کے سامنے آجائے،

> کھانے کے بعد آسودگی پینے کے بعد سیری بدیہی تجربیات مین ہے، اسی طرح لذت وغیرہ کا احساس ہے کہ جب انسان اس کا احساس کرتا ہے تو اُس کے بعد فوراً ایک اثر پاتا ہے پھر جب بار بار اُس شے کے احساس کے بعد وہی اثر پاتا ہی تو یہ سمجھ لیتا ہی کہ یہی شے اس اثر کا سبب ہے اسی کا نام **تجربیات** ہی، قضایاے کلیہ کی اصل یہی تجربیات ہین تفصیل یہ ہے کہ مثلاً جب ایک شخص کسی خاص دوا کو استعمال کرتا ہے اور یہ پاتا ہے کہ اس سے فلان مرض دور ہوگیا یا فلان قسم کا نقصان ہوگیا، تو مرض کا اس سے پیدا ہوجانا یا زائل ہوجانا تجربہ ہے، یہی حال دیگر اکام

و لذات کا ہے، جو مشموعات، مسموعات، مرئیات اور ملموسات سے حاصل ہوتا ہی کیونکہ حس اسکو سونگھتا، یا دیکھتا، یا سنتا، یا چکھتا، یا چھوتا ہے، پھر نفس مین جو لذت کا احساس ہوتا ہے، وہ وجدانیات مین سے ہے، جسکو حواس باطن سے دریافت کرتا ہی اب نفس مین جو اعتقاد کلی قائم ہوجاتا ہی کہ اس جنس کے ہر فرد سے لذت حاصل ہوتی ہی، اور اس جنس کے ہر فرد سے الم حاصل ہوتا ہے، وہ من قبیل تجربیات ہی، کیونکہ حواس ظاہرہ و باطنہ سے شئ کلی کا احساس نہین ہوسکتا حکم کلی کا جو اعتقاد نفس مین قائم ہوجاتا ہے وہ حس اور عقل کے مجموعہ سے ہوتا ہی، اور اسی کا نام **تجربیات** ہی، مثلاً یہ اعتقاد کہ کھانے اور پینے کی چیزون سے آسودگی اور سیری پیدا ہوتی ہے اور زہر قاتل کے استعمال سے آدمی مرجاتا ہی، اور بیماری پیدا کرنے والے اسباب سے آدمی بیمار پڑجاتا ہے اور اس بیماری کا فلان اسباب و ذرائع سے استیصال ہوجاتا ہے، یہ کل کے کل قضایاے تجربیہ ہین، کیونکہ حس تو صرف جزئی اور شخصی چیزون کا احساس کرتا ہی، لیکن جب ایک شے سے ایک ہی احساس بار بار ہوتا ہی، تو عقل ادراک کرتی ہی کہ اُس مشترک امر کی وجہ سے جو ان تمام افراد مین تھا، یہ بات پیدا ہوئی، اور یہ چیز فلان قسم کی لذت پیدا کرتی ہے، اور اس شے سے فلان قسم کی تکلیف پیدا ہوتی ہے۔

یہی حال حدسیات کا ہے کہ انکی جزئیات کا تو علم احساس سے ہوتا ہی لیکن تکرار سے عقل قدر مشترک کا اندازہ لگالیتی ہے...... مثلاً جب چاند کی روشنی کا اختلاف آفتاب کے مقابلہ کے اختلاف سے دیکھتے ہین تو گمان کرلیتے ہین کہ چاند کی روشنی آفتاب سے حاصل ہوئی ہے، یا یہ دیکھتے ہین کہ ثوابت کی حرکت مین کوئی اختلاف نہین ہوتا، اور وہ سب ایک ساتھ حرکت کرتے ہین تو ہم سمجھ لیتے ہین کہ ان کا فلک ایک ہی، اسی طرح جب سبع سیارہ کے اختلاف حرکات کو دیکھتے ہین تو سمجھتے ہین کہ ہر سیارہ کا فلک دوسرے سے مختلف ہی،

قیاس کی بحث مین علامۂ ممدوح کہتے ہین۔

فلاسفہ نے یقینیات کو صرف چند قضایا مین محدود کر دیا ہے جن مین سے ایک حسیات ہین، حالانکہ یہ معلوم ہو کہ حس سے ہرگز کسی عام اور کلی شے کا ادراک نہین ہو سکتا، اس لیے فقط حسیات سے کوئی قضیۂ کلیۂ عامہ نہین بن سکتا، جو برہانِ یقینی کا کوئی جز بن سکے، تمثیلاً اہل منطق کہتے ہین کہ "آگ جلاتی ہے" حالانکہ اس قضیہ کی عمومیت اور کلیت کا علم تجربہ اور عادت سے ہوا ہے، جو قیاس تمثیل کی ایک قسم ہے، اگر یہ کہا جائے کہ اس کا علم اس طرح ہوا کہ آگ مین جلانیوالی قوت موجود ہوتی ہے، تو یہ علم بھی کہ "ہر آگ مین یہ قوت موجود ہوتی ہے" ایک حکم کلی ہے، جو احساس سے نہین دریافت ہو سکتا، اور اگر یہ کہا جائے کہ ضروری ہو کہ آگ کی صورت نوعیہ مین یہ قوت موجود ہو، اور جس مین یہ قوت موجود نہ ہوگی، وہ آگ نہ ہوگی، تو یہ دعویٰ اگر صحیح بھی ہو تو مفید یقین نہین، کیونکہ یہ قضیہ کہ "جس شے مین یہ قوت ہوتی ہو وہ جلاتی ہے" اس مین تمثیل، شمول عادت اور استقراء ناقص کو دخل ہے، اور یہ معلوم ہو کہ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ "آگ ہر شے کو جو اُسکے اندر پڑتی ہو جلا دیتی ہے" وہ غلطی کرتا ہے، کیونکہ اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اُس شے مین جلنے کی قابلیت ہو ورنہ وہ ہر شے کو نہین جلا سکتی، جس طرح کہ پتھر اور یاقوت کو نہین جلا سکتی، یا اُن اجسام کو نہین جلا سکتی، جن مین مانع آتش دوائین لگا دی گئی ہون، خرق عادت کی بحث کا مقام دوسرا ہے بہرحال قضایائے حسیہ مین کوئی کلیہ ایسا نہین ہے جس کا نقض نہ ہو سکے، اور درحقیقت قضیۂ کلیۂ حسیہ ہو ہی نہین سکتا، کیونکہ قضیۂ حسیہ، مثلاً یہ "آگ جلاتی ہے" اس مین حس صرف ایک خاص چیز کا ادراک کرتی ہے۔ اور حکم کلی جو عقل لگا دیتی ہے تو فلاسفہ یہ کہتے ہین کہ نفس ان خاص افراد اور مثالون کے دیکھنے کے بعد اپنے مین یہ استعداد پیدا کر لیتا ہو کہ اس کے اندر یہ الہام پیدا ہو جائے کہ ہر آگ جلاتی ہے، اور یہی حکم کلی ہے، تو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ یہ بھی

قیاس تمثیلی ہی ہے، اور اسکی کلیت اور عمومیت پر اُس وقت تک وثوق نہین کیا جا سکتا، جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ یہ حکم تمام افراد مین مشترک ہے، اور یہ اُسی وقت تک ممکن ہے جب تمام افراد کا تجربہ کر لیا جائے، پھر بھی قضایاے عادیہ مین سے کوئی قضیہ ایسا نہین ہے جسکا ٹوٹنا باتفاق عقلاء جائز نہ ہو، بلکہ فلاسفہ تک خرقِ عادت کو جائز سمجھتے ہین، مگر وہ اس کے لیے فلکی، طبعی اور نفسانی اسباب بیان کرتے ہین، اور انہین تینون اسباب کی طرف خرق عادت کو منسوب کرتے ہین، اور اسی سے انبیاء کے معجزات، اولیاء کے کرامات اور سحر وغیرہ کو ثابت کرتے ہین۔

اسی قیاس کی بحث کے آغاز مین علامہ ممدوح لکھتے ہین۔

اور یہی حال تجربیات کا ہے، لوگون نے عموماً تجربہ کیا ہے کہ پانی پینے سے سیری ہوتی ہے، اور گلا کٹ جانے سے آدمی مرجاتا ہے، اور ضرب شدید سے تکلیف ہوتی ہے، ان تمام قضیون کا علم محض تجربہ کی بنا پر ہے، کیونکہ حس نے ایک خاص سیری کا ادراک کیا ہے، اور گلا کٹنے سے ایک خاص شخص کو مرتے دیکھا ہے، اور مارنے سے تکلیف ایک خاص شخص نے محسوس کی ہے اب یہ حکم کہ جو شخص ایسا کرے گا یہ خاص اثر پیدا ہوگا، تو یہ قضیۂ کلیہ حس سے نہین معلوم ہوگا، بلکہ اس کے ساتھ حکم عقلی کا لگاؤ بھی ہے۔۔۔۔۔۔

تجربہ سے جو اثر معین کسی شے معین مین معلوم ہوتا ہے اسکی نسبت یہ دیکھنا ہے کہ اس شۓ معیّن مین اور اس کے اثر معیّن مین ایک خاص تلازم ہے اور اسی سے عادت مستمرہ کا علم ہوتا ہے، خصوصاً جب ان دونون کے درمیان کسی مناسبت کا بھی شعور ہو جائے، اور یہ ثابت ہو جائے کہ جہان وہ شے پائی جاتی ہے وہان وہ اثر بھی پایا جاتا ہے، اور جہان وہ اثر پایا جاتا ہے وہان وہ شے بھی پائی جاتی ہے، اور نیز یہ کہ جہان وہ شے نہین پائی جاتی، وہ اثر بھی نہین پایا جاتا، اور جہان وہ اثر نہین پایا جاتا وہان وہ شے بھی نہین پائی جاتی۔ اب جس قدر اس لزوم مین ظنّیت

پائی جائے گی اسی قدر علیت کا اعتقاد بھی ظنی ہوگا، اور جس قدر اس لزوم مین قطعیت ہوگی اسی قدر لزوم کے اعتقاد مین بھی قطعیت ہوگی، اور یہی قضایاے عادیہ ہین، جیسے طب کے تجربیات وغیرہ یا یہ علم کہ روٹی کھانے سے آسودگی، اور پانی پینے سے سیری ہوتی ہے، اور کپڑے پہننے سے بدن مین گرمی اور برہنگی سے بدن مین ٹھنڈک پیدا ہوتی ہے.......

بس تجربیات سے علم حاصل ہونے کا سبب ایک شے کا دوسری شے کے بعد ہونے سے اور تکرار اثر سے پیدا ہوتا ہے۔

تجربیات کی بنا، شہادت اور روایت اور تاریخ پر ہو

غرض ان مباحث کا ماحصل یہ ہے کہ اسباب اشیا، اور خواص موجودات کا علم ہمکو محض تجربے حاصل ہوا ہے، اب یہان یہ بحث پیدا ہوتی ہے کہ کیا تجربی یقین کے پیدا ہونے کے لیے یہ ضروری ہو کہ خود اس یقین کرنے والے نے اس کا تجربہ کیا ہو، ہم دنیا مین ہزارون تجربی مسائل پر یقین رکھتے ہین، مگر ان مین بہت کم ہمارے ذاتی تجربہ مین آئے ہین، طبعیات، کیمیائیات، طبیات، فلکیات، ارضیات کی ہزارون باتین ہین جنپر ہم یقین رکھتے ہین، مگر ہمارے ذاتی تجربہ مین بہت کم آئی ہین، اگر تم یہ کہو کہ گو وہ ہمارے ذاتی تجربہ مین نہین آئی ہین، لیکن ان علوم کے ماہرین نے ان کا تجربہ کیا ہے، اور ہم کو انکی شہادت کا اس لیے یقین ہے کہ وہ اپنے اپنے علوم مین کامل دستگاہ رکھتے تھے، اور اپنے ذاتی تجربون کو اُنھون نے اپنی تصنیفات مین لکھدیا ہے، تو گویا تم نے قبول کرلیا، کہ دوسرون کے تجربیات بھی مفید یقین ہین، بشرطیکہ خود ان تجربہ کرنے والے علماء پر تم کو وثوق ہو، اور ان کے تجربیات صحیح و مستند شہادتون اور واسطون سے تم تک پہنچین۔

دنیا کے واقعات کا سب سے بڑا دفتر تاریخ ہے، جو عہد ماضی کی ظلمت مین ہمارے لیے چراغ راہ ہے، اس چراغ مین تیل کون برابر ڈالتا جاتا ہے کہ یہ بجھتا نہین؟ وہ راویان اخبار اور ناقلان حکایات ہین، جو ایک عہد سے دوسرے عہد تک اس کو روشن کرتے چلے جاتے ہین، اگر یہ سلسلۂ روایت کہین منقطع ہو جائے تو عہد ماضی کی دنیا بھی عالم مستقبل کی طرح تیرہ و تار ہو جائے، لیکن تاریخ کی ہر شہادت آسانی کے ساتھ قبول نہین کرلی جاتی، بلکہ اس کے لیے چشم دید گواہون

کا وجود، انکی صداقت اور راست شعاری، اور پھر اس کے بعد بیچ کے واسطون کی سچائی اور راست گفتاری، اور عدم فریب کے ثبوت کی بھی ضرورت ہے، لیکن اگر یہ شرائط پورے پورے ہو جائین تو روایات منقولہ کی صداقت مین کسی کو شک نہ ہونا چاہیے،

فلسفہ اور سائنس بھی ایک قسم کی تاریخ ہین !

حقیقت مین فلسفہ اور سائنس بھی ایک قسم کی تاریخ ہے، فلسفہ تو اشخاص یا جماعتون کے منظم خیالات کی، اور سائنس کائناتِ فطرت کے تجربی انکشافات کی تاریخ ہے، فلسفیانہ درسگاہ کا ہر پروفیسر نہایت وثوق کے ساتھ یہ کہتا ہے کہ اس مسئلہ مین یونان، اسلام اور یورپ کے فلان فلان اساطینِ فلسفہ کی یہ رائین ہین، کیا اس وثوق کی بنیاد صرف شہادت تاریخی پر نہین ہے؟ آغاز آفرینش سے لیکر اسوقت تک دنیائے انسانی نے علم و انکشاف، تجربہ و دانش کا جو سرمایہ جمع کیا ہے، کیا وہ بجز شہادت تاریخی کے کسی اور طریقہ سے حاصل ہوا، یا ہو سکتا ہے؟ یا آیندہ ہوگا؟ تم یقین رکھتے ہو کہ جسم بہتر بسیط عنصرون سے مرکب ہے، ہائیڈروجن اور آکسیجن، پانی کے دو جز ہین، سنکھیا کے استعمال سے آدمی مرجاتا ہے، مگر ان مین سے ایک بات بھی تمھارے تجربہ مین نہین آئی ہے۔ البتہ چونکہ صحیح اور مستند ذریعون سے تم تک یہ تحقیقات پہنچی ہین، اس لیے تم ان کو باور کرتے ہو، لندن اور پیرس کو تمنے خود نہین دیکھا، لیکن با اینہمہ تمکو ان شہرون کے وجود مین شک نہین، مگر کوہ قاف کے پرستان کے وجود پر تم کو یقین نہین، اس لیے کہ پہلے دو شہرون کے وجود کی خبر تم نے بکثرت لوگون سے، اور ایسے ثقہ اور مستند لوگون سے سنی ہے کہ تم اُس مین شک نہین کر سکتے، لیکن کوہ قاف کے پرستان کے عینی شاہدون تک تمھارا سلسلۂ روایت صحیح اور مستند ذریعہ سے نہین پہنچا ہے، اس لیے تمکو اس کے وجود مین بہت حد تک شک ہے، اسی طرح ہیئت و فلکیات کے اکثر مسائل مثلاً ستارون کی چالین، خاص ستارون کا طلوع و غروب وغیرہ کسی نہ کسی ہیئت دان اور فلکی کا مشاہدہ ہے، اور پھر صدیون کے مشاہدات یکجا ہو کر تمھارے سامنے ہیئت و فلکیات کا ناقابل انکار دفتر بنکر آتا ہے، مگر غور کرو کہ اس دفتر بے پایان کا ہر ایک مشاہدہ، بجز تاریخی روایت و شہادت کے کسی اور طریقہ سے پہنچا ہے یا پہنچ سکتا ہے؟

تم کہتے ہو کہ آگ جلاتی ہے، برف ٹھنڈک پہنچاتی ہے، آفتاب روشن ہے، پتھر سخت ہے، کھانے سے سیری

ہوتی ہے، چوٹ سے تکلیف ہوتی ہے، غرض تمام قضایائے تجربیہ جنپر علوم و فنون کی بنیاد قائم ہے، اور جنکی عمومیت و کلیت کا تم کو یقین یا ظنِ غالب ہے انکی اس کلیت اور عمومیت کا یقین یا غلبۂ ظن صرف تمہارے ہی ذاتی تجربہ پر مبنی نہین ہے، بلکہ ان مین سے ہر قضیہ کی عمومیت اور کلیت کے بنانے مین تمھارے سوا، اور ہزارون لاکھون آدمیون، اور بیسیون نسلون کے مشاہدات کو دخل ہے، اور یہ مشاہدات تم تک تحریری یا زبانی تاریخی شہادتون کے ذریعہ سے پہنچے ہین، تب جاکر وہ انسانی مسلّمات مین داخل ہوئے ہین۔

تاریخی شہادتون کے شرائط استناد

لیکن کسی تاریخی شہادت کے مستند ہونے پر تم کچھ قیود بھی عائد کرسکتے ہو، مثلاً یہ کہ اخیر راوی چشمدید گواہ ہو، یعنی یہ کہ وہ واقعہ کے وقت، مقام واقعہ پر حاضر ہو، اور خود اُس کا بلاواسطہ ذاتی علم حاصل کیا ہو، وہ راست گفتار ہو، اُس کا حافظہ صحیح اور درست ہو، فریبی اور جھوٹا نہو، اسی طرح آغاز سلسلۂ روایت سے لیکر آخر تک بیچ کا ہر راوی بھی انھین صفات سے متصف ہو، جہان تک ان صفات مین ترقی ہوگی، واقعہ کے متعلق تمھارے علم و اذعان مین بھی ترقی ہوگی، اور جہان تک ان مین کمی ہوگی تمھارے علم و اذعان مین بھی کمی ہوگی،

مسلمانون کا علم روایت

اب مسلمانون کے علم اخبار، یا علم نقل و روایت یعنی **اصول حدیث** پر نظر ڈالو تو معلوم ہوگا کہ بعینہٖ یہی اصول انھون نے ہر روایتی شہادت کے قبول کرنے کے لیے مقرر کیا ہے، سلسلۂ روایت کے ان اوصاف مین جسقدر بھی نقص ہوگا، اُس جزو واقعہ کے علم و اذعان مین بھی اسی قدر نقص اُن کے نزدیک پیدا ہوگا، پیغمبر اسلام کی طرف جس قدر بھی صحیح و مستند **معجزات** منسوب ہین، ان مین سے ایک بھی ایسا نہین ہے جسکی صداقت کو اس اصول پر پرکھ نہ لیا گیا ہو، ہیوم نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب "فہم انسانی" مین جہان معجزات پر بحث کی ہے، انجیل کے بیان کردہ معجزات کی نسبت وہ اس لیے بے اعتباری ظاہر کرتا ہے کہ "مصنفین انجیل جو ان واقعات کے راویِ اوّل ہین ان مین سے کوئی واقعہ کا چشمدید گواہ نہین ہے" لیکن ہیوم کو اگر اسلامی طرز روایت و اصول حدیث کی احتیاطون سے آگاہی ہوتی تو کبھی اسلام کے معجزات کی نسبت اُس بے اعتباری کا اس کو موقع نہ ملتا۔

صحیح معجزات نبوی کے پہلے راوۃ یعنی وہ **صحابۂ کرام** جو واقعات کے چشم دید گواہ ہین، صدق مقال اور راست گفتاری

پراُن کی زندگی کا ایک ایک حرف گواہ ہے، اور انکی عقل، رزانت اور متانت رائے پراُن کے کارنامے شاہد عدل ہین، پیچ کے رواۃ وہ **محدثین** عظام ہین جنکی سچائی، راستی، اور حفظ وفہم پر اسماے رجال کے اوراق کی مہرین ثبت ہین، پیغمبر اسلام نے علے رُوس الاشہاد کہا اور بار بار کہا کہ "جو شخص میری طرف کسی جھوٹی بات کی نسبت کریگا اس کا ٹھکانا جہنم ہے" صحابہ کا یہ حال تھا کہ آنحضرت صلعم کے متعلق کسی خبر کو بیان کرتے ہوئے کانپ جاتے تھے، پیچ کے ثقہ اور مستند رواۃ بھی انتہائی انسانی احتیاط سے کام لیتے تھے، اس پر بھی انکی تمام روایات کا درجہ یکسان نہین ہو، اگر روایت کے ہر دور مین راویون کی تعداد کثیر شریک ہو تو اسکو خبر **متواتر** کہتے ہین، اور اگر ہر دور مین گو تعداد کثیر نہو، لیکن دو یا دو سے زیادہ ہون تو وہ **مستفیض** اور مشہور ہے، اور اگر کسی دور مین ایک ہی راوی رہ گیا ہو تو اس کو **خبر احاد** کہتے ہین، معجزات نبوی مختلف طرق سے مروی ہین، اور اسی کے اعتبار سے اُن کی صحت بیان کا درجہ ہے، یہ سچ ہے کہ بعد کے لوگون نے آپ کی طرف بہت سے ایسے معجزات منسوب کردیے ہین جو صحیح نہین ہین، لیکن ہمارے محدثین نے نہایت جانفشانی اور ایمانداری سے ان روایات کو معیار پر پرکھ پرکھ کر الگ کردیا ہے، اور اس کتاب کی جلد اوّل کے مقدمہ مین تمام وکمال بحث موجود ہے۔

معجزات کے ثبوت پر یہ طرز استدلال گو عجیب ہے مگر غلط نہین، دنیا مین ہر واقعہ کے ثبوت کا یہی طریقہ ہے اور وہی اس باب مین بھی کارآمد ہے، یہ کیسی زبردستی ہے کہ جس طرز استدلال پر دنیائے یقین کا عملی کاروبار چل رہا ہے اُس کو اگر مذہب استعمال کرے تو مدعیان عقل کی جبین متانت پر بل پڑجاتے ہین۔

نادیدہ واقعات پر یقین کرنے کا ذریعہ صرف روایات کی شہادت ہے

دنیا مین جو واقعہ ظہور پذیر ہوتا ہے اس کے علم کے دو ہی طریقے ہین، یا تو انسان اُس واقعہ کے وقت موجود ہوگا، یا موجود نہ ہوگا، پہلی صورت مین اُس کا علم اُس کے احساس ومشاہدہ پر موقوف ہی، اور وہ روایت کے تمام جھگڑون سے بے نیاز ہے، جیسے کہ ان صحابہ کا اُس معجزہ کے متعلق علم جو اُن کے سامنے ظاہر ہوا، اور دوسری صورت مین اس واقعہ کا علم صرف روایت سے ہوسکتا ہے اور اسکے سوا کوئی ذریعۂ علم اس کے لیے دنیا مین موجود نہین ہے۔ تمہارا فرض صرف اس قدر ہے کہ روایت کی اچھی طرح تنقید کرو اور جس طرح

دنیا کے دوسرے عملی کاروبار مین واقعات پر یقین کرنیکے ذرائع استعمال عام مین ہین، اس باب مین بھی اخیر کو استعمال کرو، عقلی احتمالات اور ذہنی شبہات کی کوئی حد نہین ہے، مگر کبھی روزمرہ کے معاملات مین وہ تمھارے یقین کے سدِّ راہ نہین ہوتے،

خبر احاد پر بھی عملاً یقین ہوتا ہے

متواتر، مشہور اور مستفیض خبرون کو چھوڑ کر خبر احاد تک پر تم روزانہ یقین کرتے ہو، خطوط، تار، اخبارات آجکل کی زندگی کا جزء ہین، اور ان مین سے ہر ایک پر تمکو کامل وثوق ہے۔ رائٹر ایجنسی کے تارون اور سنجیدہ اخبارون کے کالمون مین عجیب سے عجیب حیرت افزا واقعات و ایجادات و طبی علاجات عموماً بیان ہوتے رہتے ہین، اور لوگ ان کو تسلیم کر لیتے ہین، آج تمام تجارت کا دار و مدار انھین تارون پر ہے، یہ شدید مالی خطرات کا موقع ہے، مگر ہر بیوپاری اور تاجر بخوشی اس خبر احاد کو یقین کر لیتا ہے، اور اپنی تمام دولت اُس کے نذر کر دیتا ہے، اور کبھی یہ عقلی مباحث اور شکوک نہین پیش کرتا کہ ممکن ہے کہ کسی نے غلط لکھا ہو، ممکن ہے غلط لکھ گیا ہو، ممکن ہے نامہ نگار جھوٹ بولتا ہو، ممکن ہے کاتب نے خود گھڑ کر لکھدیا ہو، یہ تمام احتمالاتِ عقلی قائم ہو سکتے ہین، مگر عملی یقین پر ان احتمالات کا مطلق اثر نہین پڑتا۔

ہم شفاخانون مین جاتے ہین، اور عطارون اور کمپونڈرون سے دوائین لیکر باطمینان تمام ان کو استعمال کرتے ہین، حالانکہ معلوم ہے کہ ان شفاخانون مین اکسیر اور سنکھیا دونون کی بوتلین پہلو بہ پہلو رکھی ہین، ممکن ہے کہ تنہا دوا بنانے والے کی یہ اطلاع کہ یہ دوا تمھارے نسخہ کے مطابق ہے غلط ہو، اور اس لیے اس کے استعمال سے احتراز لازم ہے، مگر کبھی یہ خدشہ ہمارے حاشیۂ خیال مین بھی نہین آتا، اور ہم بخوشی اپنی جان کو خبر آحاد کے یقین کے نذر کر دیتے ہین، پھر معجزات اور مذہب ہی کے باب مین **شہادت** کے مسئلہ پر تمام عقلی احتمالات اور شکوک کا ازالہ ضروری کیون تصور کیا جاتا ہے۔

واقعات پر یقین کے لیے اصلی بنیاد امکان اور عدم امکان کی بحث نہین بلکہ روایت کے ثبوت اور عدم ثبوت کی ہو

آج کل مغربی علم تاریخ اور فن روایت کا بڑا کارنامہ یہ اصول سمجھا جاتا ہے کہ جب کوئی واقعہ بیان کیا جائے تو سب سے پہلے اس پر غور کرو کہ کیا وہ ممکن بھی ہے؟ اور جب یہ طے ہو جائے

تو روایت کے دوسرے پہلوؤن پر غور کرنا چاہیے، لیکن یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ہمارے تمام واقعی علوم، ہمارے تجربہ، اور روایات ہی پر مبنی ہین، اِس لیے کسی شے کے ممکن اور ناممکن ہونے کا فیصلہ محض مشاہدہ کی تحقیق پر ہی مبنی ہے، اِسلیے علم تاریخ اور فنِ روایت کی بنیاد اُس کے امکان اور عدم امکان کی بحث پر قائم نہین ہے، بلکہ جیسا کہ ہمارے علمائے اصول نے بتایا ہے صرف اس پر قائم ہے کہ آیا یہ واقعہ روایۃً صحیح بھی ہے یا نہین؟

جس درجہ کا واقعہ ہو، اُسی درجہ کی شہادت ہونی چاہیے

ہمکو اس اصول کی صحت سے انکار نہین ہے کہ جس درجہ کا واقعہ ہو، اُسی درجہ کی شہادت بھی ہونی چاہیے، لیکن درجہ، نام کمیتِ اشخاص سے زیادہ، کیفیت اشخاص کا ہے، ایک واقعہ کو چند آدمی بیان کرتے ہین، مگر اُنکی راست گفتاری، معرض بحث مین ہے، لیکن ایک ایسا شخص اسکے خلاف، اپنی روایت بیان کرتا ہے، جسکی صداقت مسلّم ہے، جسکی راست گفتاری کا بارہا تجربہ ہو چکا ہے، جسکی سمجھ، حافظہ اور وثوق کا ہمکو علم ہے، اور جسکی دوسری اخلاقی صفات جنکا روایت پر اثر پڑتا ہے، نہایت بلند ہین، تو ظاہر ہے کہ واقعہ کی حیثیت سے دوسری شہادت پہلی شہادت سے زیادہ قابل قبول ہے، راویون کی ان صفات کی واقفیت کا روایات اسلامیہ کے سوا دنیا مین کسی اور قوم و مذہب کی روایات کے متعلق کوئی دعویٰ نہین کیا جا سکتا، اِس لیے دنیا کے اور مذاہب اور قومون کی روایات کے مقابلہ مین اسلامی روایات کی ایک خاص اہمیت ہے۔

معجزات دراصل تجربیات کے خلاف نہین ہوتے،

اس موقع پر ایک اور مسئلہ کو بھی صاف کرنا ہے، عام طور سے معجزات کی شہادت کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ چونکہ معجزہ کی شہادت، سینکڑون ہزارون شہادتون کے خلاف ہوتی ہے، اس لیے وہ ناقابل یقین ہے، یہ حقیقت مین ایک قسم کا مغالطہ ہے، ہزارون لاکھون شہادتین اس بات کی بیشک ہین کہ آگ نے فلان فلان موقع پر جلایا، اب جو شخص ایک معجزہ کو بیان کرتا ہے کہ فلان موقع پر آگ نے نہین جلایا، تو یہ شہادت اُن ہزارون لاکھون شہادتون کے خلاف نہین ہے، بلکہ ان سے الگ ایک واقعہ ہے، اس روایت سے اُن لاکھون ہزارون شہادتون کی مخالفت اور انکار اُس وقت لازم آتا کہ جن موقعون کے متعلق یہ کثیر التعداد شہادتین بنا مشاہدہ بیان کرتی ہین، انکی تکذیب و تغلیط کی جاتی، دو شہادتون کی باہمی ترجیح کا سوال اُس وقت پیدا ہوتا ہے

جب وہ دونون ایک ہی خاص واقعہ کو مختلف نتیجون کے ساتھ بیان کرین، اور یہان یہ صورت نہین ہی، جن آگون کے جلانے کے متعلق سینکڑون شہادتین موجود ہین، معجزہ کا راوی انکی تغلیط و تکذیب نہین کرتا، بلکہ ایک خاص آگ کی نسبت اپنا مشاہدہ بیان کرتا ہے جس کے متعلق انکو یقیناً یا اثباتاً کوئی علم نہین، مثلاً ایک طرف ایک شخص کی تنہا یہ شہادت ہوتی کہ پیغمبر اسلام علیہ السلام کے ہاتھون سے پانی کا چشمہ ابلنے لگا، دوسری طرف سینکڑون ہزارون آدمیون کی یہ شہادت ہوتی کہ نہین ایسا واقعہ نہین ہوا، تو بیشک اِس موقع پر دوسری شہادت کو پہلی شہادت پر ترجیح دیجا سکتی اور تمام مسلمان اس کے لیے تیار ہین کہ اگر کسی معجزۂ نبوی کے متعلق اس قسم کی مخالف شہادت موجود ہو تو وہ اس معجزہ کو صحیح معجزات نبوی کی فہرست سے خارج کردین گے،

معجزات کا ثبوت روایتی شہادتین ہین

الغرض، معجزہ کی شہادت کے متعلق اصل بحث یہ نہین کہ یہ ممکن ہے یا ناممکن، بلکہ اصل بحث یہ ہی کہ یہ شہادت کس درجہ کی ہے؟ اور اس کے رواۃ کی صحیح البیانی کا کیا پایہ ہے؟ اس کے لیے صحابہ کرام اور تابعین عظام کی راستی، دیانت، صدق مقال اور انکی اخلاقی زندگی کے دیگر پہلوؤن کے مطالعہ کی حاجت ہے، اور یہی شے ہے جو معجزات شہادت کو طاقتور یا کمزور بنا سکتی ہے، اور یہی ہمارے محدثین اور اہل اصول کا قانونِ شہادت ہی، اور اسی طریق سے اہل السنۃ والجماعۃ معجزہ کو ثابت کرتے ہین، علامۂ ابو منصور عبدالقاہر بغدادی اشعری کتاب الفرق مین اہلِ سنت کا مسلک لکھتے ہین:-

وبھذا النوع من الاخبار (المستفیض) علمنا معجزۃ نبینا صلعم فی انشقاق القمر، وتسبیح الحصا فی یدہ و حنین الجذع لما واشباعہ الخلق الکثیر من الطعام الیسیر ونحو ذالک من معجزاتہ (صفحہ ۳۱۳ مصر)	اسی خبر مشہور کے ذریعہ سے ہم نے آنحضرت صلعم کے معجزات کو جانا، مثلاً شق قمر، دست مبارک مین کنکریون کا تسبیح پڑھنا، شاخ خرما کا گریہ و بکا کرنا، اور تھوڑے کھانے سے بہت سے لوگون کو سیر کردینا وغیرہ،

خلاصۂ مباحث

گذشتہ صفحات مین جو کچھ کہا گیا ہے، اس کا خلاصہ حسب ذیل سطرون مین کیا جاسکتا ہے۔

۱- معجزہ، خرق عادت اور قاعدہ علت و معلول کی استثنائی شکست کا نام ہے، جسکو اللہ تعالیٰ اپنے کسی پیغمبر کی سچائی کی نشانی کے طور پر لوگون مین ظاہر کرتا ہے۔

۲-خرقِ عادات اور قاعدۂ علت و معلول کی شکست ممکن، بلکہ واقع ہے۔

۳-کیونکہ عاداتِ طبعی اور سلسلۂ علل و معلول کا علم ہمکو تجربہ سے ہوا ہے

۴-اور تجربہ سے جو علم حاصل ہوا ہو اُسکی کلیت اور عمومیت عقلی کا دعویٰ نہین کیا جاسکتا اسلیے اس سے معجزہ کے محال ہونے پر استدلال نہین کیا جاسکتا۔

۵-تجربہ کی بنیاد یا ذاتی مشاہدہ یا دوسرے مشاہدہ کرنے والون کی شہادت پر ہے۔

۶-اس لیے معجزہ کا ثبوت ذاتی مشاہدہ یا مشاہدہ کرنے والون کی شہادت پر مبنی ہے۔

۷-اسلامی روایات اور صحیح معجزات نبوی کی شہادت اس قدر بلند ہے کہ دنیا کی کوئی تاریخی روایت اس کا مقابلہ نہین کرسکتی، اور اُس سے معجزات اور خوارق عادات کا وقوعی ثبوت بہم پہنچتا ہے۔

یقین بجز جہت اصول منطقی

اب تک جو کچھ کہا گیا ہے اُس کا خطاب فلسفہ اور منطق سے تھا، لیکن ظاہر ہے کہ عملی دنیا کا کاروبار ارسطو کے بنائے ہوئے اصول و قواعد پر نہین چل رہا ہے، بلکہ خالق فطرت اپنے وضع کردہ اصول و قواعد پر اس کو چلا رہا ہے، واقعات کسی حد تک تعجب انگیز اور دور از عقل ہون، تاہم انسانون کی بڑی تعداد دلیل و برہان منطقی کے بغیر صدق دل سے اُن پر یقین رکھتی ہے، کسی واقعہ پر یقین رکھنے کے لیے اس کا فہم انسانی مین آجانا اور عقل و استدلال کی میزان مین اس کا پورا اترجانا ضروری نہین ہے، ایک طبیعی فلسفی سے لیکر عامی تک، مادہ کے وجود پر یقین رکھتا ہے، حالانکہ استدلال سے اس کا وجود ثابت نہین کیا جاسکتا، یہ روزمرّہ کا مشاہدہ ہے کہ ایک واقعہ کی جب روایت کیجاتی ہے تو کچھ لوگ بے دلیل اُسکو فوراً تسلیم کرتے ہین، اور بعض ایسے لوگ ہوتے ہین کہ استدلال و برہان کے باوجود اس کے تسلیم کرنے کو تیار نہین ہوتے، اگر استدلال کی قوت سے وہ خاموش بھی ہوجائین، تو ان کے دل کو تسلی نہین ہوتی، جو اشخاص کسی جماعت یا ملک کے اندر کام کرتے ہین، اُنکی سچائی اور خلوص و ایثار کے متعلق سب لوگون کی راے برابر نہین ہوتی، ایک جماعت جس زور و قوت سے اسکے صدق و اخلاص پر ایمان رکھتی ہے، دوسری جماعت اُسی زور و قوت کے ساتھ اس کو خائن، اور ریاکار جانتی ہے، حالانکہ دونون کے سامنے اس کے اعمال کا ایک ہی نقشہ پیش رہتا ہے، مگر نتائج مختلف ہوتے ہین، اور دو مین سے کوئی اپنے دعویٰ پر کھلے دلائل نہین رکھتا، اس لیے ایمان و کفر اور یقین و شک کے وجوہ منطقی طرز استدلال

سے نہین بلکہ زیادہ تر نفسیاتی اصول و قواعد سے ماخوذ ہین۔

امام غزالی اور یقین اور اذعان کی صورتین

امام **غزالی** نے الجام العوام مین اس مسئلہ پر تفصیل سے بحث کی ہے[1] کہ "واقعات کا اذعان اور اور یقین ہمارے اندر کیونکر پیدا ہوتا ہے؛ وہ کہتے ہین کہ "عام مسلمانون کو علم کلام کی ضرورت نہین، لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ ہمکو خدا نے اپنی توحید و صفات وغیرہ پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے، اور یہ باتین بدیہی نہین کہ ان کے لیے دلائل کی ضرورت نہو، اسی طرح ہمکو پیغمبر کی تصدیق کی ضرورت ہے، اور یہ تصدیق مسئلہ معجزات پر غور و فکر کئے اور **معجزہ** کی حقیقت اور شرائط کے جانے بغیر ممکن ہی نہین، اس بنا پر علم کلام کی اشد ضرورت ہے"، تو امام صاحب اس کے جواب مین کہتے ہین کہ "عام مخلوق پر صرف ان چیزون پر **ایمان** لانا فرض ہے، اور ایمان اس **یقینِ** جازم کا نام ہے، جس مین تردد اور شک نہو، اور اس مین خطا اور غلطی کا خیال اس کو نہو، اس یقینِ جازم کے چھ درجے ہین، جو چھ مختلف طریقون سے حاصل ہوتے ہین"

۱- پہلا درجہ اس یقین کا ہے، جو ایسے دلائل سے حاصل ہو، جن مین برہان کے تمام منطقیانہ شرائط ایک ایک کرکے پائے جائین، اور ان دلائل کے مقدمات کا ایک ایک حرف اچھی طرح جانچ لیا گیا ہو، یہان تک کہ کسی مین شک وشبہ اور غلطی و التباس کا احتمال نہ رہجائے، اس اصول کے مطابق تو بہت کم لوگ ایسے ہوسکتے ہین جنکو یقین کا یہ مرتبہ نصیب ہوسکے، بلکہ ہر زمانہ مین ایک دو آدمی سے زیادہ اس معیار پر پورے نہین اتر سکتے، اگر نجات صرف اسی یقین پر منحصر ہو تو نجات پانے والون کی تعداد بہت ہی کم ہوگی، بلکہ انسانون کے دنیا کے واقعات پر یقین کرنے کی بہت کم گنجائش نکل سکے گی اور شاید ریاضیات کے علاوہ کہین اور اس صورتِ یقین کا پیدا کرنا محال نہین تو مشکل ضرور ہے،

۲- دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ان **مسلّمات** سے یقین حاصل ہو، جن کو عام طور سے لوگ مانتے ہین، اور ارباب عقل کے حلقون مین وہ مقبول و مشہور ہین، جن مین شک کا اظہار کرنا لوگ معیوب سمجھتے ہین، اور نفوس انسانی اُن کے انکار سے اباء کرتے ہین۔ ان مقدمات سے استدلال بعض لوگون مین ایسا یقین جازم پیدا کرتا ہے کہ اس مین کسی قسم کا تزلزل راہ نہین پاسکتا

[1] الجام العوام عن علم الکلام صفحہ ۳۹-۴۱ مصر

۳- تیسری صورت یہ ہے کہ اُن خطابیات کے ذریعہ سے یقین پیدا کیا جائے جنکو لوگ عام بول چال، اور علی کاروبار مین استعمال کیا کرتے ہین اور عادۃً انکو صحیح سمجھتے ہین، اگر طبع انسانی مین خاص طور سے اُس مسئلہ کی طرف غیر معمولی انکار یا شدید تعصب نہ ہو، اور سامع مین تشکیک، مناظرہ اور خواہ مخواہ کرید اور حجت کی عادت نہ ہو، اور اسکی فطرت صالحہ سادہ اور صاف ہو تو اس طریقہ سے اکثر افراد انسانی کو یقین کی دولت ہاتھ آسکتی ہے، اور اسی لیے قرآن مجید نے اسی طرز استدلال سے اکثر کام لیا ہے۔

۴- چوتھی صورت یہ ہے کہ جس شخص کی دیانت اور ایمانداری پر یقین ہو اور اس پر کامل اعتقاد ہو، بکثرت لوگ اُس کے مداح ہون، یا تم خود اپنے ذاتی تجربہ کی بناپر اُس کی ہر بات کو صحیح باور کرتے ہو، تو اُس کا کہنا، تمھارے اندر یقین پیدا کردیتا ہے، جیسے اپنے بزرگون اور اُستادون اور مرشدون کے بیان کا لوگ حرف بحرف یقین کرلیتے ہین، ایک بڑا شخص کسی کی موت کی خبر دیتا ہے تو ہر شخص اُسکو باور کرلیتا ہے، اسی طرح اگر کسی شخص کو کسی کی سچائی، پاکیزگی اور زہد و تقویٰ کا یقین ہوجائے تو وہ بلاپس و پیش اُسکی ہر بات کو صحیح تسلیم کرے گا چنانچہ حضرت **صدیق** (یا اور اکابر صحابہ) کو آنحضرت صلعم کے ساتھ جو حُسن اعتقاد تھا وہ اسی قسم کا تھا، اس لیے آپ جو کچھ فرماتے تھے اُن کو اس کے باور کرنے مین کسی دلیل و برہان کی حاجت نہ تھی،

۵- حصول یقین کا پانچوان طریقہ یہ ہے کہ روایت کی صورت حال کی ایسے دوسرے قرائن سے تصدیق ہو، جن سے گو ایک مناظرہ پسند اور حجت طلب شخص کی تشفی نہ ہو، مگر عام اشخاص کی اُن سے تسلی ہوجاتی ہے۔ مثلاً اگر شہر مین یہ عام خبر پھیلی ہوئی تھی کہ امیر شہر بیمار ہے، اسی اثنا مین قلعہ سے گریہ و بکا کی آوازین بلند ہوئین، اور ایک شاہی غلام نے آکر روایت کی کہ امیر نے وفات پائی، تو اس روایت کے تسلیم کرلینے مین عام لوگون کو کوئی جائے انکار نہین رہتی، گو اسکی صحت کی راہ مین تم سیکڑون عقلی احتمالات پیدا کرتے رہو، یہی سبب ہے کہ کتنے اعرابی تھے جنھون نے ایک دفعہ آنحضرت صلعم کے چہرۂ مبارک کی طرف دیکھا، یا آپ کی دل آویز اور پُراثر باتین سنین، یا آپ کے اخلاق کریمانہ کو مشاہدہ کیا، اور بے دلیل و بے برہان آپ کی نبوت پر ایمان لے آئے، دکیونکہ اُنھون نے پہلے آپ کی نبوت کا چرچا تو سنا تھا

لیکن اس دعوی کی صداقت نے اُن کے دل مین پوری طرح گھر نہین کیا تھا، مگر جب اتفاق سے آپ کے دیدار کا اُنکو موقع ملا، تو قرائنِ حال اور آثار قیافہ کے ذریعہ سے نیک و بد اور اچھے بُرے کی تمیز کا جو ایک خاص جوہر انسان مین ودیعت ہے اُس نے فیصلہ کر دیا کہ یہ دعویٰ صحیح ہے یا غلط)

۶- چھٹا طریقہ یہ ہے کہ جو روایت بیان کی جائے، اگر وہ سامع کے مزاج، اخلاق اور خواہش کے مطابق اور مناسب ہو، تو اس کے صحیح تسلیم کرنے مین اس کو کبھی پس و پیش نہ ہو گا، اِس حصول یقین مین نہ تو حسن اعتقاد کی ضرورت ہے، اور نہ قرائن و آثار کی تائید کی، یہ فطری اور طبعی مناسبت خود حصول یقین کے لیے کافی ہے (یہی سبب ہے کہ سابقین اسلام مین وہی صحابہ داخل ہین جو فطرۃً نیک اور طبعاً راستی پسند اور جویان حق تھے۔)

اِنہی مختلف طریقون سے لوگ یقین اور اذعان کا جذبہ اپنے اندر پیدا کرتے ہین، اور یہی طریقے غیبیات، اور معجزات پر بھی یقین کرنے کے ہین۔

معجزہ اور سحر کا فرق

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ معجزہ سے جس طرح عجیب و غریب امور صادر ہوتے ہین، سحر، طلسم، نیرنگ، شعبدہ سے بھی اسی قسم کی باتین دکھائی جا سکتی ہین، سحر و طلسم کے الفاظ اگر اس بیسوین صدی مین مکروہ معلوم ہون تو ان کے معنی مسمرائزم اور ہپنوٹزم کے سمجھ لیے جائین، ایسی صورت مین ایک پیغمبر اور ساحر و شعبدہ باز اور مسمرائزر کے درمیان کیا فرق ہو گا؟ یہ سوال ہے جس پر علم کلام مین بڑی بڑی بحثین ہین، معتزلہ اور ارباب ظواہر مین علامہ ابن حزم کا یہ دعویٰ ہے کہ معجزہ کے علاوہ سحر و طلسم و شعبدہ وغیرہ جو چیزین ہین وہ صرف فریب نظر ہین۔ لیکن معجزہ سے قلب حقیقت اور تبدیل خاصیت ہو جاتی ہے، اشاعرہ سحر و طلسم کی حقیقت کو تسلیم کرتے ہین، لیکن یہ کہتے ہین، کہ معجزہ سے جو عظیم الشان عجائبات سرزد ہوتے ہین مثلاً سمندر کا خشک ہونا، چاند کا شق ہو جانا وغیرہ، یہ چیزین سحر و طلسم کے زور سے نہین ہو سکتین۔ حکمائے اسلام کا مسلک یہ ہے کہ معجزہ اور سحر مین فرق یہ ہے کہ صاحب معجزہ اپنی قوت کو خیر مین صرف کرتا ہے، اور ساحر شر مین۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان جوابات سے اشکال کی اصلی گرہ نہین کھلتی۔ ایک شخص اپنے دعوی کے ثبوت

مین ایک بظاہر خارقِ عادت کرشمہ پیش کرتا ہے، اب اس پر یہ بحث کہ یہ دھوکا اور نظر بندی ہے، یا رمزِ الٰہی ہے؟ یا معمولی کام ہے، یا عظیم الشان کارنامہ ہے، نہایت مشکل ہے، کیونکہ اِن اشیاء کے وقوع مین کوئی ظاہری امتیاز نمایان نہین ہو سکتا، نیز اس کا فیصلہ کہ یہ قوت خیر مین صرف ہوئی یا شر مین، یا یہ کہ ضروری ہے کہ یہ خوارق عادت، محلِ خیر مین صرف ہون، یا محلِ شر مین، اس کے علاوہ کوئی تیسری صورت نہین ہو سکتی، بہت کچھ قابلِ بحث ہے، ایک مسمریزر اپنی قوت سے بعض بیماریون کو دور کر دیتا ہے، اور اس سے غریبون کا علاج کرتا ہے، یہ تو خیر اور نیکی کی چیز ہے، تو کیا تم اس کو معجزہ کہدو گے۔

اصل یہ ہے کہ معجزہ اور دیگر عجائبات امور مین دو عظیم الشان فرق ہین، ایک یہ کہ معجزہ براہِ راست خدا کا فعل ہوتا ہے اور دوسرے عجائب امور اسباب طبعی و نفسی کے نتائج ہوتے ہین، دوسرے یہ کہ معجزہ سے مقصود اعداے دعوتِ الٰہی کی ہلاکت یا تبلیغ رسالت کی تائید اور مومنین صادقین کی حمایت اور برکت ہوتی ہے، محض کھیل، تماشہ، شعبدہ بازی، اور بازیگری اسکا مقصد نہین ہوتی، اور سب سے آخری شے جو ان دونون کے درمیان حدِ فاصل بنجاتی ہے یہ ہے کہ ساحر و بازیگر و شعبدہ باز صرف تماشہ، کرتب اور عجائبات دکھاتے ہین، اس کے ساتھ وہ اپنی زندگی کی پاکیزگی، ارادون کی بیگناہی، دلون کی طہارت اور صفائی، شریعتِ الٰہی کی تبلیغ، انسانون کے تزکیہ، سیہ کارون کے قلع وقمع کے نہ وہ مدعی ہوتے ہین اور نہ یہ خواص اور کارنامے اُن سے ظاہر ہوتے ہین، لیکن انبیاء کی معصوم زندگی پاک اخلاق، مقدس اعمال، اور دیگر پیغمبرانہ خصائص و کیفیات خود ان کی نبوت کی منادی کرتے رہتے ہین، قدم قدم پر خدا انکی دعوت کی تائید کرتا ہے، انکی صداے حق، جماعتون قومون اور ملکون مین روحانی انقلاب پیدا کر دیتی ہے، اُن کی سچائی، راستی، اور صداقت پر اُن کے سوانح حیات کا حرف حرف گواہ ہوتا ہے، وہ سونے چاندی پر نہین، بلکہ دلون پر اخلاص و ایثار اور صدق و صفا کی مہر لگاتا ہے، ایک ساحر اور مسمریزر خواص اشیا مین انقلاب پیدا کر سکتا ہے، مگر کافر کو مومن، بدکار کو عفیف، بیباک کو متقی، بخیل کو فیاض، سخت کو نرم، اور جاہل کو عالم نہین بنا سکتا، وہ لوہے کو زرِ خالص کی صورت مین بدل سکتا ہے لیکن کسی زنگ آلود دل کو جِلا نہین دیسکتا۔

یہ ظاہری اشتباہ اور التباس صرف نبی اور ساحر و متبنی (جھوٹے پیغمبر) ہی مین نہین ہے، بلکہ دنیا کی ہر حقیقت اسی طرح اپنے مقابل سے مشتبہ اور ملی جلی ہوئی ہے۔ صبر اور بے حمیتی، توکل اور کاہلی، بخل اور کفایت شعاری، سخاوت، اور اسراف، خلگوئی اور گستاخی، شجاعت اور تہور۔ ان کے ڈانڈے باہم اس قدر ملے ہوے ہین کہ انسان کی قوت ممیزہ کبھی کبھی دھوکا کھاجاتی ہے، لیکن اہل نظر ان دونون حقیقتون کے ظاہری تشابہ سے فریب مین نہین آتے، ان دونون کی ظاہری شکل وصورت گو ایک ہو، مگر ان دونون کے خصائص وآثار اس درجہ متفاوت اور متمائز ہین کہ وہ ایک دوسرے کے حدود اور فرق وامتیاز کو فوراً پہچان لیتے ہین، جب پیغمبر اپنا معجزہ، اور جادوگر اپنا کرتب دکھاتے ہین تو ظاہری حیرت زائی کے لحاظ سے عوام کے نزدیک ایک لمحہ کے لیے گو دونون ایک ہون، مگر جب حقیقت کا پردہ چاک ہوتا ہے، تو ایک اخلاق کا مجسمہ، پاکیزگی کا فرشتہ، شریعت کا حامل، گنہگارون کا طبیب، اور قلوب کا معالج ہوتا ہے، اور دوسرا محض تماشاگر یا شعبدہ باز یا مصنوعی حیلہ گر اور نقال،

ایک عطائی اور طبیب حاذق، ایک معمولی سپاہی اور ایک بہادر جنرل، ایک حرف شناس اور ماہر علوم، ایک مکار اور زاہد، ایک مصنوعی اور حقیقی صوفی کے درمیان شاید کبھی عوام فرق نہ کرسکین، مگر جب ان دونون کے آثار و خصائص، اور علامات وقرائن باہم ملائے جائین تو ظلمت ونور کی طرح ان دونون مین علانیہ فرق محسوس ہو جاتا ہے،

مولانا ے روم نے اس فرق مراتب کو مثنوی مین نہایت عمدہ تشبیہات کے ذریعہ سے ظاہر کیا ہے، فرماتے ہین۔

صد ہزاران اینچنین اشباہ بین ۔۔۔ فرق شان ہفتاد سالہ راہ بین
اس طرح کی لاکھون ہم شکل چیزین ہین ۔۔۔ لیکن ان مین کوسون کا فاصلہ ہے
ہر دو صورت گر بہم ماند رواست ۔۔۔ آب تلخ و آب شیرین را صفاست
دونون کی صورتین اگر باہم مشابہ ہون تو کچھ حرج نہین ۔۔۔ میٹھا اور تلخ پانی دونون کا رنگ ایک ہی طرح صاف ہوتا ہے
ہر دو یک گل خوردہ زنبور و نحل ۔۔۔ لیک شد زان نیش وزین دیگر عسل
بھڑ اور شہد کی مکھی ایک ہی پھول چوستی ہین ۔۔۔ لیکن اس سے زہر اور اس سے شہد پیدا ہوتا ہے

ہر دوگون آہو گیا خوردند و آب　　زین یکے سرگین شد و زان مشکناب

دونون قسم کے ہرن ایک ہی گھاس کھاتے، اور ایک ہی پانی پیتے ہین مگر اس سے مینگنی اور اس سے مشک پیدا ہوتا ہے

ہر دو نے خوردند از یک آب خور　　آن یکے خالی و آن پُر از شکر

دونون قسم کی نے، ایک پانی سے پرورش پاتی ہین۔　　لیکن ایک خشک خالی اور دوسرے شکر پیدا ہوتی ہے

این خورد زاید، ہمہ بخل و حسد　　وآن خورد آید ہمہ نور احد

ایک آدمی غذا کھاتا ہے تو اس سے بخل اور حسد پیدا ہوتا ہے،　　اور دوسرا وہی غذا کھاتا ہے تو اس سے خدائی نور پیدا ہوتا ہے

این زمین پاک است وآن شورست و بد　　این فرشتہ پاک وآن دیواست و دد

یہ زمین سیر حاصل ہے اور وہ بری اور بنجر ہے　　یہ مقدس فرشتہ ہے اور وہ شیطان اور جانور

بحر تلخ و بحر شیرین در میان　　در میان شان برزخ لا یبغیان

شیرین اور تلخ سمندر ملے ہوئے ہین، مگر ان کے درمیان ایک حد فاصل ہے جس سے تجاوز نہین کر سکتے۔

زر قلب و زر نیکو در عیار　　بے محک ہرگز ندانی ز اعتبار

کھوٹے اور کھرے سونے کی تمیز　　کسوٹی کے بغیر نہین ہو سکتی۔

صالح و طالح بصورت مشتبہ　　دیدہ بکشا بو کہ گردی منتبہ

نیک اور بدکار کی صورتین ملتی جلتی ہین　　آنکھین کھولو تو تمیز ہو سکے گی،

بحر را نیمش شیرین چو شکر　　طعم شیرین رنگ روشن چون قمر

دریا کا آدھا حصہ شکر کی طرح شیرین ہے　　مزا میٹھا اور رنگ چاند کی طرح سپید ہے

نیم دیگر تلخ ہمچون زہر مار　　طعم تلخ و رنگ مظلم قیر وار

دوسرا نصف حصہ سانپ کے زہر کی طرح ہے　　مزا کڑوا، اور رنگ تارکول کی طرح سیاہ ہے،

اے بسا شیرین کہ چون شکر بود　　لیک زہر اندر شکر مضمر بود

بہت سی ایسی چیزین ہین جو شکر کی طرح میٹھی ہین — لیکن اس کے باطن مین زہر چھپا ہے

جز کہ صاحب ذوق نشاسد بیاب — او شناسد آب خوش از شور آب

صاحب ذوق کے سوا اور کون پہچان سکتا ہی — وہی تمیز کر سکتا ہی کہ یہ پانی میٹھا ہے اور یہ کھاری

جز کہ صاحب ذوق بشناسد طعوم — شہد را ناخوردہ کے دانی ز موم

صاحب ذوق کے سوا مزے کی تمیز اور کون کر سکتا ہی جب تک شہد کو نہ کھاؤ موم اور شہد مین کیونکر تمیز کر سکتے ہو

سحر را با معجزہ کردہ قیاس — ہر دو را بر مکر پندارد اساس

اس نے سحر کو معجزہ پر قیاس کیا — اور یہ سمجھا کہ دونون کی بنیاد فریب پر ہے

زر قلب و زر نیکو در عیار — بے محک ہرگز نہ دانی ز امتیاز

تم کھوٹے اور کھرے سونے کو — کسوٹی کے بغیر تمیز نہین کر سکتے۔

ہر کرا در جان خدا بنہد محک — ہر یقین را باز داند او ز شک

خدا نے جس کی روح مین کسوٹی رکھی ہے — وہی یقین اور شک مین تمیز کر سکتا ہے

چون شود از رنج و علت دل سلیم — طعم صدق و کذب را باشد علیم

جب آدمی کے دل مین بیماری نہین ہوتی — تو وہ صدق اور کذب کے مزے کو پہچانتا ہی

اب صرف یہ شبہ رہ جاتا ہے کہ جو قوت حیرت زا خوارق کی قدرت رکھتی ہے، اس کا رخ بھی نہایت آسانی کے ساتھ بدلا جا سکتا ہے، یعنی ساحر بے تکلف اپنی ساحرانہ قوت کو دنیا کے تزکیۂ اخلاق و اصلاح عالم مین صرف کر سکتا ہی، اور اس سے کوئی محال عقلی لازم نہین آتا، لیکن امکان عقلی اور امکان واقعی دو مختلف چیزین ہین، یہ عقلاً ممکن ہے کہ ہر شخص بادشاہ ہو سکتا ہے، عالم عصر ہو سکتا ہے، کشور کشا ہو سکتا ہے، مگر واقعاً اور عملاً یہ قدرت ہر شخص کو حاصل نہین ہوتی۔

اس لیے ساحر محض ایک تماشا گر ہوتا ہے، اس مین یہ قدرت ہی نہین ہوتی کہ وہ اس قوت سے تزکیۂ نفوس

تطہیر اخلاق اور اصلاح عالم کا کام لے سکے، یہی وجہ ہے کہ آجتک کسی ساحر اور شعبدہ گرنے اصلاح عالم کا فرض ادا نہین کیا، لیکن پیغمبر اپنے معجزانہ کارنامون سے دنیا کو الٹ دیتا ہے، بدی کے کانٹون کو ہٹا کر نیکی کے گل وریحان سے اس خاکدانِ عالم کو سجا دیتا ہے۔

معجزہ دلیل نبوت ہوسکتا ہے یا نہین

اسی تقریر سے یہ مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے کہ معجزہ دلیل نبوت ہے یا نہین؟

اشاعرہ کا جواب اثبات مین، اور معتزلہ کا نفی مین ہے، اس مسئلہ پر سب سے زیادہ سیر کن بحث ابن رشد نے کشف الادلّہ مین کی ہے، اور ثابت کیا ہے کہ معجزہ دلیل نبوت نہین ہوسکتا کیونکہ منطقیانہ حیثیت سے دعویٰ اور دلیل مین مناسبت کا ہونا ضروری ہے، اور معجزہ و نبوت مین کسی قسم کی مناسبت نہین پائی جاتی، مثلاً جب ایک شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہو کہ وہ خدا کی طرف سے قوم کے عقائد و اعمال اور اخلاق کی اصلاح کیلیے مبعوث ہوا ہے، لیکن جب اُس سے اِس دعویٰ کی تصدیق کے لیے دلیل طلب کی جاتی ہے تو وہ خشک چشمے کو پانی سے لبریز کر دیتا ہے، چاند کو دو ٹکڑے کر دیتا ہے، لاٹھی کو سانپ بنا دیتا ہے، یہ تمام واقعات اگرچہ نہایت عجیب و غریب ہین لیکن ان دلائل کو دعوے کے ساتھ کیا مناسبت ہی؟

فرض کرو کہ ایک شخص دعویٰ کرتا ہے کہ وہ فلسفہ و ریاضی کا بہت بڑا ماہر ہے، اور اس کے ثبوت مین انسان کو جانور، اور جانور کو انسان بنا دیتا ہے، لیکن اس سے اس کے فلسفہ اور ریاضی کا کمال کیونکر ظاہر ہو سکتا ہے؟ اشاعرہ اس کا جواب یہ دیتے ہین کہ نبوت علم و عمل کے مجموعہ کا نام ہے، اور جو شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اس کی نسبت یہ تسلیم کر لیا جاتا ہے کہ وہ اِن دونون چیزون مین کمال رکھتا ہے۔ اور اسی کمال کے اظہار کے لیے معجزہ طلب کیا جاتا ہے، اور انبیاء کے معجزات اگرچہ مختلف قسم کے ہوتے ہین تاہم ان کو صرف دو نوع مین شمار کیا جاتا ہے، اخبار بالغیب اور تصرف فی الکائنات، اور اِن دونون کو اجزاے نبوت کے ساتھ ربط و اتحاد ہے، اخبار بالغیب سے اس کے علمی کمال کا اظہار ہوتا ہے، اور تصرف فی الکائنات سے اسکی عملی قوت ظاہر ہوتی ہے۔ ایک اور مناسبت یہ ہے کہ معجزہ خرق عادت کا نام ہے۔ اس مین کوئی نزاع نہین کہ اشیاء اور حقائق کے خصائص اور علل، خدا کے امر و حکم سے

ہین، اب جو شخص اِن خصائص و علل کو اپنے معجزے توڑ دیتا ہے، وہ گویا اس بات کا ثبوت دیتا ہو کہ جس برتر ذات نے ان اسباب و علل کو بنایا ہے، وہی اوسکو توڑ سکتی ہے، اور یہ شکست و خرق چونکہ اس کے واسطہ سے ظاہر ہوئے، اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اُسی کا فرستادہ ہے، اُسکی مثال یہ ہے کہ ایک بادشاہ اپنی رعایا کے پاس قاصد بھیجتا ہے، رعایا پوچھتی ہے کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ تم بادشاہی قاصد ہو؟ وہ اِس کے جواب مین بادشاہ کی مُہر اور انگوٹھی پیش کرتا ہے اگرچہ ظاہر ہے کہ قاصد کے دعوے پیامبری کو مہر اور انگوٹھی سے براہِ راست کوئی مناسبت نہین، لیکن یہ مناسبت یون ظاہر ہو جاتی ہے کہ یہ مہر اور انگوٹھی بادشاہی کی نشانی ہے جو ایک معمولی قاصد کے ہاتھ مین نہین ہو سکتی، اس سے معلوم ہوا کہ وہ بادشاہ کی طرف سے نشانی دیکر بھیجا گیا ہے۔

علمِ کلام کی کتابون مین ایک عام مثال یہ دی جاتی ہے کہ ہر شخص کو معلوم ہے کہ شاہی دربار اور جلوس کے رسوم و آداب خاص ہوتے ہین، بادشاہ دربار مین معمولی فرش پر نہین، بلکہ طلائی و نقرئی تخت پر بیٹھتا ہے، جلوس مین وہ پیادہ نہین، بلکہ سوار ہو کر نکلتا ہے، ایک شخص بادشاہ کی طرف سے قاصد بنکر مجمع عام مین آتا ہے، یہ مجمع اس کو شاہی پیامبر تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے، قاصد بادشاہ سے کہتا ہے کہ اے بادشاہ! اگر مین حقیقۃً تیرا فرستادہ ہون، تو رسم و عادت کے خلاف تو فرش پر جلوس فرما، اور پیادہ پا نکل، بادشاہ اُس کے مطابق دربار مین فرش پر جلوس کرتا ہے اور پیادہ چلتا ہے، بادشاہ کا یہ عمل یقیناً اس بات کی تصدیق ہوگی کہ وہ شاہی قاصد ہے، اسی طرح دنیا کے اسباب و علل اس دنیا مین خدا کی بادشاہی کے رسوم و عادات ہین، پیغمبر اس بات کا مدعی ہوتا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے آیا ہے، کفّار اس کے قاصدِ الٰہی ہونے سے انکار کرتے ہین، وہ کہتا ہے اے خدا! اگر مین حقیقۃً تیرا فرستادہ ہون تو اپنے رسوم و عادات کے خلاف، معجزہ اور خرقِ عادت دکھا، وہ دکھا دیتا ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خدا کی طرف سے آیا ہے۔

لیکن معجزہ اگر دلیلِ نبوت ہے تو منطقی حیثیت سے یہ کس قسم کا استدلال ہے، ظاہر ہے کہ اسکو برہانِ یقینی نہین کہا جا سکتا، تاہم دلیل کا انحصار صرف برہانیات مین نہین ہے، بلکہ اسکی اور بھی متعدد قسمین ہین اور معجزہ اِن مقدمات مین داخل ہو سکتا ہے۔

ابن رشد نے کشف الادلہ مین معجزہ کو خطابیات مین داخل کیا ہے، یعنی معجزہ اگرچہ نبوت پر بالذات یقینی طور پر دلالت نہین کرتا، تاہم جب کوئی پیغمبر سلسلۂ کائنات مین عجیب وغریب تصرف کرتا ہے، تو اسکو دیکھکر ہر شخص اُسکے کمال روحانی کا اعتراف کرتا ہے، اور سمجھتا ہے کہ جو شخص ان عظیم الشان تصرفات کی قدرت رکھتا ہے، وہ ضرور اپنے دعویٰ مین صادق ہوگا، ان دونون نتائج یعنی تصرف فی الکائنات اور اصلاح روحانی مین اگرچہ باہم کوئی تلازم نہین، تاہم عوام کی دل فریبی کے لیے یہ کافی ہے۔

لیکن اس سے زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ جدل ہے جس مین مسلّمات خصم سے استدلال کیا جاتا ہے، اور تاریخی حیثیت سے معجزات کو قیاس جدل کہنا زیادہ موزون ہوگا، زمانۂ قدیم سے یہ خیال چلا آتا ہے کہ جو لوگ پیغمبر ہوتے ہین، ان مین کوئی نہ کوئی مافوق الفطرت قوت ضرور ہوتی ہے، اور وہی پیغمبر کو عام لوگون سے ممتاز کرتی ہے۔ اس بناپر جب کوئی پیغمبر کسی قوم مین مبعوث ہوتا ہے تو اس موروثی اور مسلّمہ عقیدہ کی بناپر تمام لوگ اس سے معجزات طلب [illegible] ہین، اور پیغمبر کو مجبوراً دکھانا پڑتا ہے، یہ معجزہ اگرچہ ایک فلسفی کے لیے دلیل وحجت نہین ہوسکتا، تاہم جو لوگ یہ تسلیم کرتے ہین کہ معجزہ دلیل نبوت ہے، اور اُنہی کے طلب واصرار سے اس معجزہ کا ظہور ہوا ہے، ان کو اس کے ذریعہ سے ساکت کیا جاسکتا ہے، اور وہ اُن کے لیے دلیل ہوسکتا ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اشاعرہ اور معتزلہ کے درمیان اس بحث مین خلط مبحث ہوگیا ہے۔ اشاعرہ کا یہ کہنا کہ معجزہ دلیلِ نبوت ہے اس کے یہ معنی نہین ہین کہ وہ منطقی دلیل ہے، اور معتزلہ کا اعتراض اُسی وقت درست ہوسکتا ہے، جب اشاعرہ اُسکو منطقی دلیل کہین، دلیل کا لفظ یہان منطقی محاورہ مین نہین بلکہ عام اور لفظی معنی (نشان) مین استعمال ہوا ہے۔ اس بناپر جب معجزہ سرے سے دلیل منطقی ہی نہین تو یہ تلاش کہ وہ انواع دلیل کی کس قسم مین داخل ہے بے سود ہے، چنانچہ اشاعرہ خود کہتے ہین کہ معجزہ کی دلالت نبوت پر دلالت عقلی نہین، بلکہ عادی ہے، شرح مواقف بحث معجزات مین ہے۔

وھذہ الدلالۃ لیست دلالۃ عقلیۃ محضۃ کدلالۃ الفعل علی وجود الفاعل ودلالۃ احکامہ واتقانہ علی

معجزہ کی دلالت نبوت پر محض دلالت عقلی نہین ہے، جیسے فعل کی دلالت وجودِ فاعل پر، یا فعل کے استحکام ونظم کی دلالت، فاعل کے

کونہ عالما بما صدر عنہ، فان الادلۃ العقلیۃ ترتبط بنفسہ بمدلولاتہا لا یجوز تقدیرہا غیر دالۃ علیہا، ولیست المعجزۃ کذالک ...... بل ہی دلالۃ عادیۃ کما اشار الیہ بقولہ وہی عندنا ای الاشاعرۃ اجراء اللہ عادتہ بخلق العلم بالصدق عقیبہ ای عقیب ظہور المعجزات ،

(شرح مواقف ج ۱)

علم پر عقلی ہے، کیونکہ دلائل عقلی اپنے مدلولات کے ساتھ مربوط ہوتے ہین، اور یہ فرض ناممکن ہی کہ وہ اپنے مدلول پر دال نہون، اور معجزہ کی دلالت کی صورت ایسی نہین ہی، بلکہ معجزہ کی دلالت، دلالت عادیہ ہی جیسا کہ صاحب مواقف نے اپنے ان لفظون مین کہا ہی کہ یہ دلالت ہمارے (اشاعرہ کے) نزدیک اس بنا پر ہی کہ اللہ تعالیٰ کی عادت یہ ہے کہ جب معجزہ صادر ہوتا ہی تو صاحب معجزہ کی سچائی کا علم وہ لوگون کے دلون

آجکل کے محاورۂ علمی مین اشاعرہ کے اِس قول کی تشریح کہ "معجزہ کی دلالت عقلی نہین بلکہ عادی ہے" یہ ہی کہ معجزہ منطقی نہین، بلکہ دلیل نفسیاتی (سائیکالوجیکل) ہی، عادت انسانی یہ ہی جب کسی شخص سے کوئی غیر معمولی کارنامہ ظہور پذیر ہوتا ہی تو نفوس اُسکی عظمت و کبریائی کے سامنے سرنگون ہو جاتے ہین، جب ایک شخص عام انسانی حالات سے بلند تر سطح مین اگر منجانب اللہ ہونیکا دعویٰ کرتا ہی، اور خوارق عادت اُس سے ظاہر ہوتے ہین تو عام متاثر طبع فوراً اُس کے دعویٰ کو تسلیم کر لیتے ہین۔

آج گو نبوت نہین، مگر ولایت ہی، آج بھی جس شخص کی نسبت باخدا اور ولیِ کامل ہونے کا خیال لوگون مین ہوتا ہے، تو فوراً یہ سوال ہوتا ہے کہ اُن سے کچھ کراماتین بھی صادر ہوتی ہین؟ اگر جواب ہان مین ملا، اور خود ذاتی مشاہدہ بھی ہوا تو اس شخص کی نسبت حسن اعتقاد بڑھ جاتا ہے، یہ عام تقاضائے انسانی ہے، اس مین مومن و کافر، عقلمند و بیوقوف، اور زنگی و فرنگی کی کوئی تخصیص نہین۔

لیکن جو طبیعتین فطرۃً اثر پذیر نہین، بلکہ معاند، متعصب اور کور باطن ہین اُن کے لیے یہ خوارق و معجزات قطعاً بیسود ہوتے ہین، کیونکہ انکا عناد، تعصب اور کورباطنی حسن ظن کے بجائے ہمیشہ سوء ظن کی طرف رہنمائی کرتی ہی، اور وہ بڑے سے بڑے معجزہ کو بھی دیکھکر یہی کہدیتے ہین کہ یہ سحر و جادو، اور طلسم و نیرنگ ہے، اس لیے صحیح راستہ یہ ہے کہ مدعیِ نبوت کے اخلاق، خلوص، پاکیزگی و طہارت کا امتحان کیا جائے، جس مین یہ باتین ثابت ہو جائینگی، عادۃً ناممکن ہے کہ وہ کاذب اور جھوٹا ہو، امام غزالی نے منقذ مین، امام رازی نے مطالب عالیہ مین، اور عارف روم نے مثنوی مین نہایت تفصیل سے

اس بحث کو لکھا ہے، اور ثابت کیا ہے کہ نبوت کی اصلی دلیل معجزہ نہین بلکہ تعلیم و ارشاد، اور قوت علم و عمل کا کمال ہے۔

امام غزالی کی تقریر

نبوت کے کچھ آثار و خواص ہین، اگر کسی شخص کی نسبت یہ شبہہ ہو کہ یہ پیغمبر ہے یا نہین تو اس کا علم صرف اس کے احوال کی معرفت سے ہوسکتا ہے، یہ معرفت یا تو ذاتی مشاہدہ سے حاصل ہو جیسی صحابہ کو تھی، یا خبر متواتر سے اور سن کر ہو جیسی اب عام لوگون کو ہے، نبوت کے اِن آثار و کیفیات کی ذوق شناسی جس مین ہوتی ہے وہی آمادۂ تصدیق ہوتا ہے، مثلاً اگر تمکو طب اور فقہ سے کچھ واقفیت ہے، اور ان کا ذوق رکھتے ہو تو جو شخص فقیہ یا طبیب ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، تم اس کے احوال کو دیکھکر اور اسکی باتین سنکر فوراً یہ فیصلہ کرسکتے ہو کہ یہ طبیب یا فقیہ ہے یا نہین اور اسی طرح تم امام شافعی کی فقاہت اور جالینوس کی طبابت کی تصدیق، تقلید سے نہین، بلکہ اپنی ذاتی تحقیق سے کرسکتے ہو، گو آج امام شافعی اور جالینوس کا وجود نہین، مگر ان کے سوانح اور تصنیفات پڑھکر اب بھی تم کہہ سکتے ہو کہ امام شافعی فقیہ کامل اور جالینوس طبیب حاذق تھے یا نہین، اسی طرح گو آنحضرت صلعم ہمارے درمیان نہین، مگر آپ کی سیرتِ مبارکہ، آپکی شریعت، آپکی تعلیمات، آپ کے ارشادات موجود ہین جن سے آپکی نبوت کی تصدیق ہر شخص کرسکتا ہے، اسی معیار سے کسی مدعی نبوت کے دعویٰ پر یقین کرنا چاہیے، لاٹھی کے سانپ اور قمر کے شق ہونے سے نہین، کیونکہ اگر ان خوارق پر نظر ڈالو اور دوسرے بیشمار قرائن اور شہادتون کو ان کے ساتھ نہ ملاؤ تو ممکن ہے کہ یہ خطرہ پیدا ہو کہ یہ جادوگری اور نظربندی ہے۔[1]

امام رازی کی تقریر

امام رازی نے مطالب عالیہ مین نبوت اور متعلقات نبوت کی بحث سب سے زیادہ استیعاب سے لکھی ہے، انکی تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ جو لوگ **نبوت** کو تسلیم کرتے ہین، ان مین دو جماعتین ہین، ایک کا مذہب یہ ہے کہ نبوت کی دلیل معجزہ ہے، یہ جمہور اہل مذاہب کا مسلک ہے، دوسرا مذہب یہ ہے کہ سب سے پہلے ہمکو خود غور کرنا چاہیے کہ صداقت و راستی کیا ہے، اس کے بعد ہم ایک شخص کو دیکھتے ہین جو نبوت کے دعوی کے ساتھ لوگون کو دین حق کی دعوت دیتا ہے، اسکی دعوت مؤثر ہوتی ہے اور وہ لوگون کو باطل پرستی سے ہٹا کر حق پرستی کی طرف لا رہی ہے، تو ہم یقین کرلین گے کہ یہ سچا پیغمبر ہے، یہ مذہب عقل سے قریب تر ہے اور اس راہ مین شکوک و شبہات کم ہین۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ انسانیت کا کمال قوت علمی و عملی کی تصحیح تکمیل اور تزکیہ ہے، اس قوت کے لحاظ سے

[1] المنقذ من الضلال صفحہ ۵۴ و ۵۵ مصر

انسان کے تین طبقے ہین، ایک وہ جو اس مین ناقص ہے، یا عام انسان ہین، دوسرا وہ جو خود کامل ہے مگر دوسرون کو کامل نہین بنا سکتا، یہ خواص اور صلحا کا درجہ ہے، تیسرا وہ جو خود کامل ہے، اور دوسرون کو بھی کامل کر دیتا ہے، یہ **انبیأ** ہین، اِس کمال و نقص کے ہزارون متفاوت درجے اور مرتبے ہین، اور انھین کے لحاظ سے انکی قوت و مرتبہ کا اندازہ ہوگا، انکی قوت علمی کے سامنے تمام مقدمات بدیہی ہوتے ہین، اور معارف الٰہی پر اُن کو عبور ہوتا ہے، اور انکی قوت عملی اس عالم جسمانی مین تصرفات کرتی ہین، اور یہی معجزات کا مقصد ہے، اِس قوت علمی و عملی کے کمال کے ساتھ یہ نظر آتا ہے کہ وہ اُن لوگون کو جو اِن دونون مین پست اور ناقص ہین، اپنے فیض صحبت اور فیض تعلیم سے کامل کر دیتے ہین، اور امراض قلبی کا وہ علاج کرتے ہین، تو یہی انکی نبوت کی دلیل ہے۔

امام رازی نے اس تفصیل کے بعد یہ دعویٰ کیا ہے کہ اثباتِ نبوت کا یہی طریقہ قرآن مجید نے اختیار کیا ہے اور چند سورتون کی تفسیر لکھ کر دکھایا ہے کہ ان مین نبوت کے یہی آثار و خصائص بیان ہوئے ہین[1]۔

مولانا روم کے حقایق — مولانا نے اس بحث کو عمدہ تشبیہات اور تمثیلات سے اس درجہ قریب الفہم بنا دیا ہے کہ تمام شکوک و شبہات دفع ہو جاتے ہین، اس سے پہلے مولانا کے وہ اشعار لکھے جا چکے ہین جنمین یہ دکھایا ہے کہ نبوت کی تصدیق کیلیے سب سے پہلی چیز حسنِ **ذوق** ہے، آب شیرین اور آب شور، صورت و شکل اور رنگ و بو دونون مین ایک ہوتے ہین۔ مگر صرف صاحبِ ذوق اِن دونون کا فرق محسوس کر سکتا ہے۔ اسی طرح نبی اور متنبی گو ظاہری شکل و صورت اور دعوائے نبوت مین یکسان نظر آتے ہین، مگر صاحب ذوق ان دونون کے آثار و خصائص سے فوراً تمیز کر لیتا ہے۔

جز کہ صاحب ذوق بشناسد، بیاب	غور کرو، صاحب ذوق کے سوا اور کون پہچان سکتا ہو
او شناسد آب خوش از شور آب	وہی تمیز کر سکتا ہو کہ یہ پانی میٹھا ہے اور یہ کھاری ہو
جز کہ صاحب ذوق بشناسد طعوم	صاحب ذوق کے سوا مزے کی تمیز اور کون کر سکتا ہو
شہد را ناخوردہ کے دانی زموم	اگر شہد نہ کھایا ہو تو موم اور شہد مین تمیز کیونکر کر سکتے ہو

[1] مطالب عالیہ کا پیش نظر قلمی نسخہ ناقص ہے۔ یہ فصل راغب پاشا نے اپنے سفینہ مین تمام و کمال نقل کی ہے، اور مولانا شبلی نے الکلام کے ضمیمہ مین اسکو شائع کر دیا ہے۔ دیکھو سفینۂ راغب پاشا مطبوعۂ مصر صفحہ ۲۶۶۔

سحر را با معجزہ کردہ قیاس — اس نے سحر کو معجزہ پر قیاس کیا
ہر دو را بر مکر پندارد اساس — اور یہ سمجھا کہ دونون کی بنیاد فریب پر ہے
زرِ قلب و زرِ نیکو در عیار — تم کھوٹے اور کھرے سونے کا فرق
بے محک ہرگز ندانی ز اعتبار — کسوٹی پر پرکھے بغیر نہین کر سکتے
ہر کرا در جان خدا بنہد محک — خدانے جس کی روح مین یہ کسوٹی رکھی ہی
ہر یقین را باز داند او ز شک — وہی یقین اور شک مین تمیز کر سکتا ہے
چون شود از رنج و علت دل سلیم — جب آدمی کا دل بیماری سے پاک ہو
طعم صدق و کذب را باشد علیم — تو وہ صدق وکذب کے مزہ کو پہچان لیگا

دوسری چیز **طلب** ہی، جب تک دل مین کسی چیز کی طلب نہین ہوتی اسکی طرف التفات نہین ہوتا، جسکا دل صداقت وراستی کا بھوکا نہین، وہ غذائے روحانی کا طالب نہین، اور جب دل مین طلب اور روح مین بیقراری پیدا ہوجاتی ہے، اس وقت وہ دلیل وبرہان کے لفظی مباحث سے بہت بلند ہوجاتا ہے، کسی کو اگر پیاس ہو، اور وہ تم سے پانی طلب کرے، اور تم پانی کے گلاس کی طرف اشارہ کرو، کہ یہ پانی ہے، توکیا وہ تمھارے اس دعوی پر دلیل مانگے گا؟ کہ پہلے ثابت کرو کہ یہ پانی ہے، نہین بلکہ وہ بلا دلیل نہایت شوق سے اپنا ہاتھ بڑھائے گا، اور پانی پینے لگے گا۔

تشنہ را چون بگوئی، رو، شتاب — جب کسی پیاسے کو کہو کہ جلد جاؤ۔
در قدح آب است، بستان زود آب — دیکھو وہ پیالہ مین پانی ہے۔
ہیچ گوید تشنہ کین دعوی است رو — کیا کوئی پیاسا اسوقت یہ کہتا ہی کہ یہ فقط تمھارا
از برم اے مدعی، مہجور شو — دعوے ہی ہے، چلو ہٹو۔
یا گواہ و حجتی بنما کہ این — یا کیا وہ یہ کہتا ہے کہ پہلے اس دعوی کی دلیل لاؤ۔

جنس آب است واز آن ماء معین	یہ پانی ہے۔
یا بہ طفلِ شیر، مادر بانگ زد	یا جب شیرخوار بچہ کو اسکی مان بلاکر کہتی ہے
کہ بیا من مادرم، ہان اے ولد	کہ اے بچہ! مین تیری مان ہون،
طفل گوید مادرا حجت بیار	تو بچہ یہ کہتا ہے، کہ اپنی مان ہونے پر پہلے دلیل پیش کرو
تاکہ باشیرت بگیرم من قرار	تب مین تمھارا دودھ پیون گا۔
در دلِ ہر امتی کز حق مزہ است	جس کے دل مین حق کا مزہ ہوتا ہے،
روے و آوازِ پیمبر معجزہ است	اس کے لیے خود پیغمبر کا چہرہ اور پیغمبر کی آواز معجزہ ہوتی ہی،
چون پیمبر از برون بانگے زند	جب پیغمبر باہر سے آواز بلند کرتا ہے۔
جان امت در درون سجدہ کند	تو امت کی روح اندر ہی اندر سجدہ کرتی ہے
زانکہ جنس بانگ او اندر جہان	سبب یہ ہوتا ہے کہ دنیا مین اسکی آواز کی سی کوئی آواز
از کسے نشنیدہ باشد گوشِ جان	روح کے کانون نے اس سے پہلے نہین سنی تھی۔

تیسری چیز اتحاد **جنسیت** ہی، معجزات کا مقصد عموماً معارض کو لاجواب اور خاموش کرنا ہوتا ہے، لاجواب وخاموش کرکے تم خصم کو زیر کرسکتے ہو، مگراس کے دل مین تشفی نہین پیدا کرسکتے، صحیح طریقہ یہ ہے کہ جن لوگون کے دلون مین سچائی اور راستی کا عنصر ہے وہ خود اپنی ہمجنس شے کے طلبگار اور خریدار ہوتے ہین

موجبِ ایمان نباشد معجزات	درحقیقت معجزات ایمان کا باعث نہین ہوتے،
بوے جنسیت کند جذبِ صفات	بلکہ اتحاد جنسیت کی بو اسکے صفات کو اپنی طرف کھینچتی ہی،
معجزات از بہرِ قہرِ دشمن است	معجزات تو مخالف کو دبانے کے لیے ہوتے ہین۔
بوے جنسیت سوئے دل بردن است	اور اتحاد جنسیت کی بو، دل کو متاثر کرنے کے لیے ہی
قہر گردد دشمن اما، دوست نے	دباکر تم دشمن کو زیر کرسکتے ہو مگر دوست نہین بنا سکتے۔

دوست کے گرد و بستہ گردنے	جسکو زبردستی گردن باندھکر زیر کر دو وہ دوست کیونکر ہو سکتا ہے

معجزات کا صدور اکثر اس طرح ہوتا ہے کہ معاندین یہ سمجھکر کہ پیغمبر کاذب ہے اُس سے کسی خرق عادت کا مطالبہ کرتے ہین اور یقین کرتے ہین کہ وہ اس کو پیش نہین کر سکتا اور اس طریقہ سے لوگون مین اسکی رسوائی ہوگی اور اس کے دعوی کی تکذیب ہوجائے گی، لیکن اللہ تعالیٰ اس خرق عادت کو ظاہر کر دیتا ہے، اور اس سے پیغمبر کی رسوائی اور فضیحت کے بجاے اسکی صداقت اور راست بازی اور عالم آشکارا ہوجاتی ہے، اور اس بناپر معجزہ اُس کے صدق پر ایک نشانی اور آیت بن جاتی ہے، فرعون نے جادوگرون کو جمع کرکے چاہا کہ حضرت موسیٰ کو رسوا کرے، مگر یہی واقعہ حضرت موسیٰ کی کامیابی اور فرعون کی ناکامی کا سبب بن گیا، اور سینکڑون جادوگرون نے حضرت موسیٰ کی دعوت پر صداے لبیک بلند کردی، اس بناپر معاندین کا وجود اعلان نبوت کی بلند آہنگی اور شہرت کے لیے ضروری ہے۔

منکران را قصد، ازلالِ ثقات	مخالفون کا یہ ارادہ کہ طلب معجزہ سے نیکوکارون کو
دل شدہ، عز و ظہورِ معجزات	لغزش دیدین اُنکی ذلت، اور معجزات کے غلبہ و عزت کا باعث ہوگیا،
قصدِ شان زان کارذلِ این بدہ	اُن کا ارادہ اس طلب معجزہ سے پیغمبر کی ذلت تھی۔
عین ذلِ، عزِ رسولان آمدہ	لیکن یہی تذلیل کا ارادہ پیغمبرون کی عزت کا باعث ہوجاتا ہے
گرنہ انکار آمدے از ہر بدے	اگر کوئی بدکار پیغمبر کا انکار نہ کرتا
معجزہ برہان چرا نازل شدے	تو معجزہ برہان بنکر کیون نازل ہوتا۔
خصم منکر تا نشد، مصداق خواہ	جبتک فریق دوم، دعویٰ سے منکر اور خواہان تصدیق نہ ہو
کے کند قاضی تقاضاے گواہ	قاضی گواہ و شاہد کب طلب کرتا ہے
معجزہ ہمچون گواہ آمد، زکے!	اسی طرح اے عقلمند! معجزہ بھی پیغمبر کا گواہ ہے
بہر صدقِ مدعی در پیشگی،	جو مدعی کی تصدیق کے لیے سامنے آیا ہے،

طعنہ چون می آمد از ہر ناشناخت — جب کوئی ناشناس طعنہ کرتا تھا۔

معجزہ میداد حق و بنواخت — تو خدا پیغمبر کو معجزہ دیکر، نوازش فرماتا تھا،

مکر آن فرعون سیصد تو شدہ — فرعون موسیٰ کے مقابلہ مین سیکڑون چالین چلا

جملہ ذلِ او و قمع او شدہ — مگر ان مین سے ہر ایک خود اُسی کی ذلت اور بیخکنی کا باعث ہوا۔

ساحران آوردہ حاضر نیک و بد — اُسنے اچھے بُرے ہر قسم کے جادوگر جمع کئے،

تاکہ جرحِ معجزہ موسیٰ کند — تاکہ موسیٰ کے معجزہ کو باطل کرے۔

تا عصا را باطل و رسوا کند — اور عصاے موسیٰ کی قوت کو باطل و رسوا کرے۔

اعتبار او ز دلہا برکند — اور لوگون کے دلون سے اُس کے اعتبار کو کھوئے۔

عین آن مکر آیت موسیٰ شدہ — لیکن عین یہی سازش، موسیٰ کی صداقت کی نشانی ہوگئی۔

اعتبارِ آن عصا بالا شدہ — اور اُس سے اُس عصا کی قدر و منزلت اور بڑھ گئی۔

معجزہ سے مقصود اگر معاندین کو خاموش اور رسوا کرنے کے علاوہ ان کے دلون کو متاثر کرنا ہوتا تو اس کے لیے اسکی ضرورت نہ تھی کہ عصا کو سانپ بنایا جائے، اور قمر کو دو ٹکڑے کر دیا جائے، اور اس کے ذریعہ سے قلوب کو متاثر کیا جائے، اِن جمادات و نباتات پر تصرف کر کے قلوب مین تصرف کرنے سے زیادہ صاف اور سیدھا راستہ یہ تھا کہ براہ راست خود دلون مین تصرف کیا جائے کہ وہ صداے نبوت کے سننے کے ساتھ لبیک پکار اُٹھین، معاندین کا معجزہ طلب فرقہ جو انبیا سے جمادات و نباتات پر ان کے اثرات کا طالب ہوتا ہے، اور اس کے ذریعہ سے قبول ایمان پر آمادگی ظاہر کرتا ہے، خود ان کی یہ طلب، اُن کی ضمیر کی پستی اور قلب کی سیاہی کی دلیل ہے جنکے آئینۂ دل پاک و صاف ہوتے ہین، وہ بلا واسطہ جمادات و نباتات، پیمبر سے براہ راست خود اس اثر کو قبول کرتے ہین، اس کے علاوہ معجزہ سے ہر شخص کو ہدایت نہین ملتی، اس کے لیے بھی استعداد کی ضرورت ہے، دریا کی طراوت اور روح افزا ہونے مین شک نہین، لیکن اس مین خشکی کے پرند زندہ نہین رہ سکتے۔

معجزہ کان بر جماداتے اثر | یا عصا یا بحر، یا شق القمر

معجزہ جو بیجان چیزون پر اثر و تصرف کرتا ہو۔ مثلاً عصا کا سانپ ہو جانا، سمندر کا پھٹ جانا، چاند کا دو ٹکڑے ہونا

گر اثر بر جان زند بے واسطہ | متصل گردد بہ پنہان رابطہ

اگر وہ معجزہ براہ راست روح کو متاثر کرے | تو اندر اندر روح سے اس کا رابطہ پیدا ہو

بر جمادات آن اثرہا عاریہ است | آن پئے روح خوش متواریہ است

لیکن غیر ذی روح چیزون پر اس کا اثر عاریۃً ہے۔ اور روح کے لیے وہ پوشیدہ ہے

تا ازان جامد اثر گیرد ضمیر | حبذا نان بے ہیولاے خمیر

مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس غیر ذی روح شے کی اثر پذیری کو دیکھکر روح انسانی اثر پذیر ہو۔

بر زند از جان کامل معجزات | بر ضمیر جان طالب چون حیات

لیکن معجزہ روح کامل کو خود بے واسطہ اور براہ راست متاثر کرتا ہو اور طالب کے لیے زندگی ہوتا ہے

معجزہ بحر است و ناقص مرغ خاک | مرغ خاکی رفت در یم شد ہلاک

معجزہ کی مثال دریا کی ہے، اور ناقص کی خشکی کے پرندہ کی خشکی کا پرندہ دریا مین جائیگا تو ڈوب جائے گا۔

مرغ آبی در وے ایمن از ہلاک | یان را مرگ بے دریاست خاک

لیکن آبی پرندہ اس مین جائے تو موت سے بے پرواہ رہیگا کہ مچھلیون کے لیے تو دریا کے بغیر خشکی موت ہے

الغرض ناقصین اور معاندین کے لیے جس طرح صدق نبوت کے دوسرے دلائل بیکار ہوتے ہین، معجزہ کی شہادت بھی بیکار ہوتی ہے، معجزہ طلب فرقہ، شاذ و نادر ہی دولت ایمان پاتا ہے، لیکن وہ ہستیان جو براہ راست پیغمبر کے وجود سے اثر پذیر ہوتی ہین، انکو قبول اثر کیلیے معجزہ کے واسطہ کی حاجت نہین، ابو جہل معجزہ جمادات دیکھکر بھی کافر ہی رہا، اور ابوبکر معجزۂ دل سے صدیق اکبر ہوئے۔

از ستیزہ خواست بو جہل لعین | معجزات از مصطفےٰ شاہ بہین،

ابوجہل نے عناد سے آنحضرت صلعم سے معجزہ طلب کیا،

معجزہ جست ازنبی بوجہل سگ   دید ونفزود ش ازان اِلّا کہ شک

لیکن یہ معجزہ دیکھکربھی، شک کے سوا اوسکو یقین نہ پیدا ہوا

لیک آن صدیق حق، معجز نخواست   گفت این رو خود نگوید غیر راست

لیکن ابوبکرصدیق نے معجزہ طلب نہ کیا۔ اُنھون نے کہا کہ یہ چہرۂ نبوی سچ کے سوا جھوٹ کہہ نہین سکتا۔

صحابہ کو کیونکر رسالت کا یقین آیا

اب یہان پہونچکر مفروضات اور نظریات کو جانے دو، واقعات کو لو، آنحضرت صلعم نے جب آوازۂ نبوت بلند کیا، تو اس آواز کی تائید کرنے والا کوئی دوسرا نہ تھا، عرب کا ذرہ ذرہ اس صدائے حق کا دشمن تھا، آپ پشتہا پشت کے خوکردہ عادات کے ترک کی دعوت دیتے تھے، موروثی مذہب جو لوگون کی رگ وپے مین سرایت کیے ہوئے تھا، آپ اسکی مذمت کرتے تھے، جن بتون اور دیوتاؤن کے رعب وہیبت سے وہ کانپتے تھے، آپ ان کو منہدم کرنے کا حکم دیتے تھے۔ سرقہ، ڈاکہ، لوٹ مار، قتل، خونریزی، کینہ، عداوت، سود، قمار، زنا، شراب، غرض وہ تمام افعال جو عرب کے خصائص بنگئے تھے، آپ اُن کا قلع وقمع کرنا چاہتے تھے، علاوہ برین آپ کے دست مبارک مین کوئی ظاہری مادی طاقت نہ تھی، دولت وخزانہ نہ تھا، اس دعوت کو قبول کرنیوالون کے لیے بجز مصائب اور بلایا کے آپ کے پاس کوئی ظاہری قابل معاوضہ چیز نہ تھی، ہرشخص کو معلوم تھا کہ اسلام کا نام لینے کے ساتھ، وہ اپنے گھر سے بیگانہ، اپنی جائداد سے محروم، اپنے خاندان سے ناآشنا، اپنے وطن سے مہجور، اور اکابر شہر اور روساء قریش مین رسوا و بدنام، اور ہر قسم کی مصیبتون کا ہدف اور نشانہ بن جائے گا، غریب مسلمانون کے ساتھ جو کچھ بے رحمیان اور سفاکیان کی جارہی تھین وہ سب کے سامنے تھین، بااینہمہ ایک خلقت تھی کہ آستانۂ محمدی کی تلاش مین چلی آتی تھی، عرب کے دور دور قبائل سے لوگ چھپ چھپ کر پہونچتے تھے، اور بیعت کر کے واپس جاتے تھے، اور آخر وہ بھی جو سالہا سال تک آنحضرت صلعم کے سخت دشمن تھے، اسلام کے شدید مخالف، اور بدر، واُحد، اور احزاب وخندق کے بانی تھے، وہ بھی ایک روز سر اطاعت جھکانے پر مجبور ہوئے۔

آخر اس کے کیا اسباب تھے؟ اور کیونکر انکو محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت اور صداقت کا یقین آیا، عیسائیون کی طرح یہ کہنا آسان ہو کہ محمدؐ نے لڑکر لوگون کو مطیع بنالیا، لیکن سوال یہ ہے کہ یہ ہزارون جان نثار لڑنے والے کہان سے اور کیون کر پیدا ہوئے، انکو کس نے لڑکر مطیع بنایا، اب اگر اسلام لانے والون کے اسلام کے اسباب پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ سب کے اسلام لانے کا ایک ہی سبب نہ تھا، سینکڑون ہزارون آدمی ایک متحد نتیجہ کا یقین رکھتے ہین لیکن ان کے یقین کے اسباب وعلل کی تلاش کرو تو معلوم ہوگا کہ ان مین سے ہر ایک کے یقین کے اسباب وعلل اور اذعان کے طرق اور ذریعے مختلف ہین، ہزارون صحابہ نے آپ کی نبوت کی تصدیق کی، آپ کی رسالت پر ایمان لائے، آپ کی صداقت پر یقین کیا، مگر یہ تصدیق، یہ ایمان اور یہ یقین کسی ایک سبب کا نتیجہ نہ تھا، اس سے معلوم ہوا کہ صرف **معجزہ** ہی نبوت کی دلیل نہین ہے، بلکہ ہر طبیعت صالحہ اور قلب سلیم کے لیے پیغمبر کی صداقت کی مختلف دلیلین، موثر اور کارگر ہوئی ہین۔

حضرت ابوبکرؓ صرف دعواے نبوت کو سنکر ایمان لے آئے، محض دعوی کی صداقت نے اُن کو ہر دلیل وبرہان سے بے نیاز کردیا۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف، حضرت عثمان، حضرت عبیدہ بن جراح، یہ دیکھکر اسلام لے آئے کہ ابوبکر سا دانشمند اس صداقت سے متاثر ہے، حضرت خدیجہ ایمان لائین مگر یہ کہکر کہ آپ جیسے اخلاقِ گرانمایہ کا انسان جو غریبون کا مولی، مقروضون کا ماوی، اور مسافرون کا ملجا ہے، کبھی شیطان کے پنجہ مین نہین گرفتار ہوسکتا، حضرت انیس غفاری اور حضرت عمرو عنبسلمی یہ دیکھکر اسلام لاے کہ آپ مکارم اخلاق کا حکم دیتے ہین، حضرت عمر، طفیل بن عمرو دوسی، حضرت جبیر بن مطعم، نجاشی شاہ حبش وغیرہ سینکڑون اشخاص کلام ربانی سنکر حلقہ بگوش ہوگئے، ضماد بن ثعلبہ ازدی نے نفس کلمۂ طیبہ سننے کے ساتھ نعرۂ حق بلند کردیا۔ حضرت عبداللہ بن سلام چہرۂ انور کو دیکھتے ہی پکار اُٹھے کہ "یہ جھوٹے کا چہرہ نہین"، ضمام بن ثعلبہ رئیس بنی سعد اس طرح اسلام لائے کہ انھون نے بے تکلفی کے ساتھ دربار نبوی مین آکر آنحضرت صلعم کو قسم دلائی کہ تمکو سچ مچ خدا نے بھیجا ہے، اور جب آپ نے قسم کھائی تو وہ مسلمان ہوگئے۔

اوس و خزرج کے بہت سے لوگ اپنے یہودی ہمسایون سے سنا کرتے تھے کہ ایک نبی آخر الزمان کا ظہور ہونیوالا ہے، جب اُنھون نے آپ کی تقریر سنی تو پہچان لیا کہ یہ وہی پیغمبر ہین، فتح مکہ کے بعد سینکڑون قبائل اسلام لانے پر اس لیے مجبور ہوئے کہ خانۂ خلیل ایک جھوٹے پیغمبر کے قبضہ مین نہین جاسکتا، ایک پورا قبیلہ صرف آپکی فیاضی سے متاثر ہوکر کلمۂ لا الہ الا اللہ پکار اُٹھا، متعدد شعرائے عرب اور اصحاب علم صرف قرآن مجید کے اثر کو دیکھکر دل کو قابو مین نہ رکھ سکے، متعدد قریشی جانباز جو معرکۂ بدر سے مرعوب نہین ہوتے تھے، مسلمانون کے آداب و اخلاق کو دیکھکر اسلام لے آئے، صلح حدیبیہ کے بعد مکہ کے ہزارون آدمیون کو جب مسلمانون سے بے تکلف میل جول کا موقع ملا تو وہ اسلام کی صداقت کے اعتراف پر مجبور ہوگئے، ابوسفیان جس کو نہ تو معجزات اور خوارق عادات متاثر کرسکے، اور نہ بدر و خندق کی تلوارین اس کو مرعوب کرسکین، نہ آنحضرت صلعم کا رشتۂ دامادی اُس کے سخت دل کو نرم کرسکا، وہ اِس نظارہ کو دیکھکر اپنے ضمیر کے اعتراف کو نہ روک سکا کہ قیصر روم اپنے تخت جلال پر بیٹھکر مکہ کے بوریا نشین پیغمبر کے پانون دھونے کی آرزو رکھتا ہے، ثمامہ بن آثال، ہندہ، زوجۂ ابوسفیان، ہبار بن الاسود، وحشی قاتل حمزہ یہ دیکھکر مسلمان ہوگئے کہ آپ دشمنون کے ساتھ بھی کس محبت سے پیش آئے، قیصر روم صرف آپکے چند اوصاف اور اسلام کے چند مناقب سنکر اظہار حق پر مائل ہوگیا، حضرت عدی بن حاتم قبیلۂ طے کے عیسائی رئیس تھے، وہ آپ کو بادشاہ سمجھکر مدینہ آئے، مگر یہان اُنھون نے دیکھا کہ مکہ کی ایک لونڈی آتی ہے، اور آپ اُسکی حاجت روائی کو کھڑے ہوجاتے ہین، یہ دیکھکر ان کا دل اندر سے پکار اُٹھا کہ آپ بادشاہ نہین پیغمبر ہین۔

ایسے لوگ بھی تھے، جو ان روحانی و اخلاقی معجزات کے مقابلے مین مادی معجزات سے متاثر ہونے کی زیادہ قابلیت رکھتے تھے، قریش کے بہت سے لوگ فتح روم کی پیشینگوئی کو پوری ہوتے دیکھکر اسلام لے آئے، ایک سفر مین ایک قبیلہ کی عورت آپ کی انگلیون سے پانی کا چشمہ بہتے دیکھکر اپنے قبیلہ مین جاکر کہتی ہے کہ آج مین نے عرب کے سب سے بڑے جادوگر کو دیکھا، اور اُسی استعجاب نے پورے قبیلہ کو مسلمان کردیا، متعدد یہودی اس لیے مسلمان ہوگئے کہ گذشتہ انبیا کی کتابون مین آنے والے پیغمبر کی جو نشانیان بتائی گئی تھین وہ حرف حرف آپ مین صحیح

نظر آتی تھین، متعدد یہودی علمانے آکر آپکا امتحان لیا، اور جب آپ نے ازروے وحی اُنکے جوابات صحیح دیے، تو وہ آپ کی نبوت پر ایمان لائے۔ ایک شخص نے کہا مین اسوقت آپ کو سچا رسول تسلیم کرون گا، جب یہ خرمے کا خوشہ آپ کے پاس آکر آپ کی رسالت کی شہادت دے، اور جب یہ تماشا اُسنے اپنی آنکھون سے دیکھ لیا تو مسلمان ہوگیا[1]، ایک سفر مین ایک اعرابی نظر آیا، آپ نے اس کو اسلام کی دعوت دی، اُسنے کہا "آپ کی صداقت کی شہادت کون دیتا ہی" آپ نے "فرمایا سامنے کا یہ درخت!" اور یہ کہکر آپ نے اس درخت کو بُلایا، وہ اپنی جگہ سے اُکھڑ کر آپکے پاس آکر کھڑا ہوگیا، اور تین بار اُس کے اندر سے کلمۂ توحید کی آواز آئی، یہ دیکھکر وہ مسلمان ہوگیا[2]۔ سراقہ بن مالک جو ہجرت کے وقت آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکر صدیق کے تعاقب مین گھوڑا دوڑاتا ہوا آرہا تھا: جب اُس نے دیکھا کہ آپ کی دعا سے تین دفعہ اُس کے گھوڑے کے پانون زمین مین دھنس گئے تو اُس کو یقین ہوگیا کہ اسلام کا ستارۂ اقبال نقطۂ اوج پر پہنچ کر رہیگا[3]، چنانچہ خطِ امان حاصل کیا، اور بعد کو مسلمان ہوگیا۔

چون پیمبر از برون بانگے زند | جان امت در درون سجدہ کند
برزند از جانِ کامل معجزات | بر ضمیرِ جانِ طالب چون حیات

[1] جامع ترمذی معجزات، [2] مسند دارمی، باب ما اکرم الیہ نبیہ من ایمان الشجر [3] صحیح بخاری جلد اوّل ہجرت،

دلائل و معجزات

اور

فلسفۂ جدیدہ

وَمَا تُغْنِی الْاٰیٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ

'جو لوگ ایمان نہین رکھتے اُن کے لیے آیات و نذر بیکار ہین'

لیکن

در دلِ ہر کس کہ دانش را مزہ است　　　روئے و آوازِ پیمبر معجزہ است،

"عارفِ روم"

متکلمین و حکمائے اسلام نے عقلی حیثیت سے معجزہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ گذشتہ مباحث مین تمھاری نظر سے گذر چکا ہے "سیرت" کے اس حصّہ کو اصلاً معجزات نبوی کی نقلی اور روایاتی تحقیق سے تعلق ہے تاہم ضمناً قدیم کلامی مباحث بھی ایک حد تک آگئے ہین، ذیل مین اس موضوع پر صرف عقلائے مغرب کی ترجمانی کرنی ہے، اور جدید تحقیقات، و خیالات کی روشنی مین جو نتائج نکلتے ہین اُن کو پیش کرنا ہے،

آغازِ کتاب مین نبوت اور معجزہ کے مفہوم کی نسبت جو کچھ لکھا گیا ہے، سب سے پہلے اُس پر ایک نظر اور ڈال لو،

مفہوم نبوت جس طرح رات کی تاریکی کے بعد دن کی روشنی کا آنا قانون قدرت ہے، اِسی طرح یہ بھی ایک سنۃ الٰہی ہے، کہ جب عالم انسانیت پر ضلالت و گمراہی کی تاریکی چھا جاتی ہے تو اس کے مطلع سے ہدایت و رہنمائی کا نور طلوع کرتا ہے، اور اگرچہ جس طرح ظلمت شب مین چھوٹے بڑے ستارے اپنی جھلملاہٹ سے کچھ نہ کچھ روشنی پیدا کرتے رہتے ہین، اسیطرح عام مصلحین و مجددین کا سلسلہ بھی کسی نہ کسی حد تک ضلالت انسانی کی سیاہی کو کم کرتا رہتا ہے، تاہم آفتاب کی ضیا پاشی کا عالم ہی کچھ اور ہوتا ہے، اس کے سامنے تارون کی جھلملاہٹ بالکل ماند پڑ جاتی ہے اور کرۂ ارض دفعۃً بقعۂ نور بنجاتا ہے، سلسلۂ مصلحین کے اِسی آفتاب ہدایت کا نام ادیان و شرائع کی اصطلاح مین نبی، پیغمبر، یا رسول ہے، عام مصلحین کے ہاتھ مین صرف انسانی عقل و بصیرت کی شمع ہوتی ہے، لیکن مشکوۃ نبوت سے جو نور ہدایت اُبلتا ہے اُس کا سرچشمہ

وہ "نورالسموات والارض" ہوتا ہے جس سے عام مادی آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں۔ پیغمبر وہ کچھ دیکھتا ہے، جو ہم نہیں دیکھتے، وہ کچھ سنتا ہے، جو ہم نہیں سنتے، اس کے احوال وکوائف سے ہم ناآشنا، اور اس کے عقل وحواس سے بیگانہ ہوتے ہیں مختصر اُیون سمجھو کہ پیمبرانہ خصائص کی اصلی روح عالم انسانیت سے، اور کسی عالم **غیب** کے ساتھ تعلق وربط ہے انسان اسی عالم اسرار وغیوب کو اپنی محدود تعبیر میں "عالم قدس، عالم روح، عالم مثال" وغیرہ سے موسوم کرتا ہے،

مفہوم معجزہ | حامل رسالت اپنے ابنائے جنس کو جو دعوت دیتا ہے اور دنیا کو جو پیام پہنچاتا ہے اسکی سچائی کی واضح ترین دلیل یا آیت، اگرچہ خود یہ پیام اور اس کے حامل کا مجسم وجود ہوتا ہے تاہم باقتضائے لیطمئن قلبی یا بلحاظ اتمام حجت اس داعی حق کے تعلق سے کچھ ایسے واقعات ظاہر ہوتے ہیں جو عام حالات میں انسانی دسترس سے باہر نظر آتے ہیں اور انکی توجیہ وتعلیل سے انسانی عقل اپنے کو وامانده پاتی ہے۔

حضرت ابراہیمؑ پر آگ سرد ہوگئی، حضرت موسیٰؑ کا عصا اژدہا بن گیا، حضرت عیسیٰؑ بے باپ کے پیدا ہوئے آنحضرت صلعم نے چشم زدن میں "مسجد حرام" سے لیکر "مسجد اقصی وسدرۃ المنتہیٰ" تک کی سیر کرلی۔ ان واقعات کی توجیہ سے چونکہ عقل انسانی عاجز ہے اس لیے ان میں ایک طرح کا **غیب** نظر آتا ہے، اور جس شخص کے تعلق سے ان کا ظہور ہوتا ہے، عالم غیب کے ساتھ اس کے روابط کی نشانی وآیت یا تائید غیبی کا کام دیتے ہیں۔ قرآن مجید کی زبان میں اس قسم کے واقعات کا نام بینات، براہین یا زیادہ تر آیات (آیات بینات) ہے، محدثین انکو "دلائل نبوت" سے تعبیر کرتے ہیں اور حکما ومتکلمین کی اصطلاح میں انہی کو **معجزات** کہا جاتا ہے،

ترتیب مباحث | معجزات کی جو نوعیت ہو اس کے لحاظ سے سب سے پہلی بحث یہ پیدا ہوتی ہے کہ آیا انکا وقوع ممکن بھی ہے یا نہیں؟ قدمانے علل مخفیہ وغیرہ سے توجیہ معجزات کی جو کوششیں کی ہیں انکا مدعا حقیقۃً امکان ہی کو ثابت کرنا ہے لیکن حکمت وفلسفہ کے دور جدید میں امکان کے ساتھ ایک دوسری زیادہ اہم بحث شہادت کی پیدا ہوگئی ہے نفس امکان سے تو اب شاید ہی کسی حکیم یا فلسفی کو انکار ہو، البتہ یہ امکان اس قدر بعید الوقوع معلوم ہوتا ہے کہ یقین وقوع کے لیے عام واقعات تاریخی کے درجہ کی شہادت کافی نہیں خیال کی جاتی۔

لیکن چونکہ امکان اور شہادت دونون کی بحث کا اصلی مرجع معجزانہ واقعات کا قابل یقین واذعان ہونا یا نہ ہونا ہی اس لیے امکان وشہادت دونون سے زیادہ اہم سوال خود یقین کی ماہیت واسباب کا ہی، تعجب ہوتا ہی کہ اس طرف بحث معجزات کے ضمن مین متقدمین ومتاخرین مین سے جہان تک مجکو علم ہے کسی کا بھی ذہن نہین گیا، صفحات ذیل مین نہ صرف اس اہم سوال کا مستقلاً جواب دیا گیا ہے بلکہ در اصل یہی جواب معجزہ کے متعلق تمام مباحث کا مقطع اور خاتمۂ سخن ہے،

بہرکیف اِس خاکہ کی بناپر ترتیب مباحث یہ ہوگی :-

۱- امکانِ معجزات،

۲- شہادت معجزات،

۳- استبعاد معجزات،

۴- یقین معجزات،

۵- غایت معجزات،

امکانِ معجزات

یون تو یورپ مین معجزات پر بیسیون مستقل کتابین تصنیف ہو چکی ہین لیکن سچ یہ ہی کہ اس بحث پر ہیوم[۱] نے جو چند اوراق لکھے تھے، وہ سارے طومار پر بھاری ہین، اور گو فلسفیانہ نقطہ سے اس موضوع پر یہ سب سے پہلی تحریر تھی تاہم وقوع معجزات کے خلاف جو آخری حربہ استعمال کیا جاسکتا ہے وہ بھی یہی ہی، یہی وجہ ہے کہ ان اوراق پر اگرچہ کچھ کم دو صدیان گذر چکی ہین مگر آج بھی موافق ومخالف دونون کے قلم کی روشنائی انہی نقوش کے مٹانے یا اجاگر کرنے مین صرف ہوتی ہے۔

ہیوم کا استدلال — ہیوم کے استدلال کا ماحصل یہ ہی کہ

[۱] Human understanding - فہم انسانی (باب بحث معجزات)

(۱) انسان کے علم و یقین کا مدار تمامتر تجربہ پر ہے، جسطرح آدمی تجربہ سے یہ جانتا ہو کہ "آگ لکڑی کو جلاتی اور پانی سے بجھ جاتی ہے" اُسی طرح تجربہ ہی کی بنا پر وہ اس کا بھی یقین رکھتا ہو کہ جب تک دروغ بیانی کا کوئی خاص محرک نہ ہو لوگ علی العموم سچ بولتے ہیں، یعنی جس چیز کی وہ روایت یا تصدیق کرتے ہیں، وہ عام طور پر تحقیق کے بعد صحیح ثابت ہوتی ہے،

(۲) جس نسبت سے کسی امر کے متعلق گذشتہ تجربات کی شہادت قوی یا ضعیف ہوتی ہے اِسی نسبت سے ہمارے دل میں اذعان، شک یا انکار کی کیفیت پیدا ہوتی ہو اور ہونی چاہیے۔

فرض کرو کہ تمہارے محلہ میں ساٹھ ستر برس کی عمر کا ایک بوڑھا فقیر رہتا ہو جسکو تم بچپن سے دیکھتے ہو کہ چھٹے پیٹے ہوئے بھیک مانگ کر زندگی بسر کرتا ہے، پیری و فاقہ کشی سے ہڈیوں کا صرف ڈھانچ رہگیا ہے، کل تک تمنے اُس کو اسی حال میں دیکھا تھا، آج تمہارا ایک پڑوسی آکر کہتا ہے کہ "وہ بیچارہ بڈھا فقیر رات کو مرگیا"، تمکو اس بیان کے باور کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوتا، لیکن یہی پڑوسی اگر یہ بیان کرے کہ "مین نے اس فقیر کو نہایت قیمتی لباس مین اعلیٰ درجہ کی موٹر پر سوار وائٹ اوے کی دوکان پر کچھ چیزین خریدتے دیکھا"، تو تمکو سخت اچنبھا ہوگا، اور اگر اس پڑوسی کی صداقت کا غیر معمولی طور پر تمکو اعتبار نہیں ہو، یا اور بہت سے معتبر لوگ اسکی تصدیق نہیں کرتے تو اس بیان کے قبول کرنے مین تم بہت زیادہ پس و پیش کروگے، تیسری صورت یہ فرض کرو کہ اس پڑوسی نے یہ بیان کیا کہ: "مین نے اس پیر فرتوت، پوست و استخوان فقیر کو آج دیکھا کہ بیس پچیس برس کا جوان رعنا ہے" اب تم اپنے پڑوسی کو یا تو محض لاغی سمجھوگے، یا یہ خیال کروگے کہ اس کو کچھ نہ کچھ دھوکا ہوا ہے لیکن اس بیان کی واقعیت کا اذعان ہرگز تمہارے دل مین نہ پیدا ہوا ہوگا۔ کیون؟

صرف اس لیے کہ اس قسم کی مثال انسان کے گذشتہ تجربات مین ایک بھی نہین ملتی، اسی بنا پر اس کو خلاف فطرت یا خارق عادت قرار دیا جاتا ہے جس کو تسلیم کرنے کے بجائے یہ سمجھ لینا کہین زیادہ قرین قیاس ہے کہ راوی کو کوئی دھوکا ہوا یا وہ دانستہ جھوٹ بول رہا ہو، کیونکہ سچے سے سچے آدمی کا جھوٹ بول دینا یا عاقل سے عاقل انسان

کا دھوکا کھا جاتا تو بجاے خود ایک نادر الوقوع شے سہی تاہم عدیم الوقوع نہین ہے، اور خرق عادت کے مقابل مین اس کا وقوع بہت زیادہ ممکن و قابل قبول ہے۔

(۳) معجزہ اسی صنف کے عدیم الوقوع یا قانون فطرت کے خارق واقعہ سے عبارت ہوتا ہی، ورنہ پھر وہ معجزہ نہین رہتا اس لیے کہ اگر یہ محض نادر الوقوع شے کا نام ہو، جس طرح کہ کسی آخری درجہ کے مدقوق کا صحت یاب ہو جانا، یا ایک مفلس کا رات بھر مین دولتمند ہو جانا، تو یہ ایسے واقعات مین جنکی توجیہ کے لیے عام انسانی زندگی ہی مین کچھ نہ کچھ تجربات ملتے ہین، مثلاً مفلس کے گھر مین کوئی دفینہ نکل آسکتا ہے، بخلاف اس کے معجزہ کی حقیقت ہی یہ ہو کہ اسکی تعلیل و توجیہ عام تجربات کی دسترس سے باہر ہو۔

اس لیے معجزہ گویا بذات خود آپ اپنی تردید ہے۔

اس استدلال کو خود ہیوم کے الفاظ مین بھی سن لینا چاہیے:۔

"معجزہ نام ہے قوانین فطرت کے خرق کا اور چونکہ یہ قوانین مستحکم اور اٹل تجربہ پر مبنی ہوتے ہین اس لئے معجزہ خود اپنے خلاف اتنا زبردست ثبوت ہو کہ اس سے بڑھکر کسی تجربی ثبوت کا تصور ہی نہین ہو سکتا کیا وجہ ہو کہ ہم ان باتون پر قطعی یقین رکھتے ہین کہ تمام انسان فانی ہین، سیسہ آپ ہی آپ ہوا مین معلق نہین رہ سکتا، آگ لکڑی کو جلاتی اور پانی سے بجھ جاتی ہے، صرف یہی کہ یہ امور قوانین فطرت کے مطابق ثابت ہو چکے ہین اور اب ان کا توڑنا بغیر قوانین فطرت کے توڑے، یا بالفاظ دیگر یون کہو کہ بلا معجزہ کے ناممکن ہے، جو چیز عام قانون فطرت کے اندر واقع ہوتی ہو وہ کبھی معجزہ نہین خیال کیجاتی مثلاً یہ کوئی معجزہ نہ ہوگا کہ ایک آدمی جو دیکھنے مین تندرست و توانا ہے، اچانک مرجائے، کیونکہ اس قسم کی موت گو نسبتہً قلیل الوقوع سہی لیکن پھر بھی بارہا مشاہدہ مین آچکی ہے۔ البتہ یہ معجزہ ہوگا کہ کوئی مردہ زندہ ہو جائے، کیونکہ ایسا کبھی کسی ملک مین نہین دیکھا گیا ہے۔ لہذا جس واقعہ کو معجزہ کہا جاتا ہے اس کے خلاف تجربہ کا مسترد و متواتر ہونا ضروری ہے، ورنہ پھر یہ معجزہ کے نام سے نہ موسوم

ہوگا۔ اور چونکہ کسی شے کا متواتر تجربہ خود ایک قطعی ثبوت ہے، تو گویا معجزہ کی نفس حقیقت وماہیت ہی مین اس کے وجود کے خلاف ایک قطعی و براہ راست ثبوت موجود ہے اور ایسا ثبوت جو نہ اسوقت تک معجزہ کو ثابت ہونے دے سکتا ہے اور نہ خود باطل کیا جاسکتا ہے جب تک اس کے خلاف اس سے بڑھکر ثبوت نہ پیدا کیا جائے۔"

"لہذا صریح نتیجہ یہ نکلتا ہے (جو ایک کلی اصول کی حیثیت رکھتا ہے) کہ کوئی تصدیق وشہادت معجزہ کے اثبات کے لیے کافی نہین ہو سکتی، تاوقتیکہ یہ ایسی نہو جسکی تکذیب خود اُس معجزہ سے بڑھکر معجزہ ہو، جسکو یہ ثابت کرنا چاہتی ہے اور اس صورت مین بھی دلائل مین باہم تصادم ہوگا، جو دلیل جتنی زیادہ قوی ہوگی اپنی زائد قوت کے مناسب یقین پیدا کرے گی۔ فرض کرو کہ ایک شخص آکر مجھسے کہتا ہے کہ اس نے ایک مردہ کو دیکھا کہ زندہ ہو گیا، تو مین ذرا سوچنے لگتا ہون کہ آیا یہ زیادہ ممکن ہے کہ یہ شخص دھوکا دینا چاہتا ہو۔ یا خود دھوکا کھا گیا ہو۔ یا یہ اغلب ہو کہ جو کچھ وہ بیان کر رہا ہے صحیح ہو۔ مین ان دونون معجزون مین موازنہ کرتا ہون اور جدھر کا پلہ زیادہ جھکتا معلوم ہوتا ہے اسی کے حق مین فیصلہ کر دیتا ہون۔ اور ہمیشہ اُسی احتمال کو رد کرنا پڑتا ہے جس مین معجزہ پن زیادہ نظر آتا ہے۔ البتہ اگر روایت کی تکذیب واقعہ روایت سے بڑھکر معجزہ ہو تو اس صورت مین بیشک مجکو روایت کے یقین پر مجبور ہو جانا پڑے گا۔ لیکن اس کے بغیر قطعاً ناممکن ہے۔ (فہم انسانی' باب معجزات)

غرض ہیوم کے استدلال اور اس کی تعریف معجزہ کی رو سے اگر ایک طرف ہم اپنی میزان عقل مین کسی خارق عادت واقعہ کی شہادت وروایت کو رکھین اور دوسری طرف اس کے خلاف دنیا کے ہزارہا سال کے مستمر ومتواتر تجربہ کو تو ظاہر ہے کہ یہ شہادت چاہے کتنی ہی معتبر ووقیع کیون نہ ہو تاہم اس متواتر تجربہ کے ہم وزن کسی حال مین نہین ٹھہر سکتی لہذا انسانی شہادت کی کوئی کمیت وکیفیت بھی معجزہ کے یقین واثبات کے لیے کافی نہین ہو سکتی۔

حضرت موسیٰ کا ایک معجزہ یہ تھا کہ انھون نے اپنی جان کے دشمن اور اپنے سب سے بڑے فرعون کے گھر مین پرورش

بانی ہیوم سے بڑھ کر معجزہ کا کون دشمن و منکر ہوگا؟ لیکن اس انکار کو جب اُس کے پورے فلسفہ کی روشنی مین دیکھو تو نظر آتا ہی کہ قبول معجزات کی راہ مین عقل کو خود فریبی کا جو سب سے زبردست طلسم حائل تھا اُسکو ہیوم ہی نے توڑا اور ہمیشہ کے لیے برباد کر دیا ہے، جسکے بعد راستہ کے صرف چند کانٹون کا ہٹانا باقی رہ جاتا ہی، چراغ کے تلے اندھیرا، آدمی بارہا اپنے ہاتھ کی مشعل سے دوسرون کو راستہ دکھلاتا ہی اور خود نہین دیکھ سکتا۔

انسان کے ذہن مین جس قدر یہ اعتقاد راسخ ہے شاید ہی کوئی اور ہو کہ کائنات کا ذرہ ذرہ، مادی علل و اسباب اور قوی و خواص کی زنجیرون سے جکڑا ہوا ہے۔ چھوٹے سے چھوٹا واقعہ بھی اپنے ظہور کے لیے ایک اٹل اور غیر متغیر علت رکھتا ہے، ہر شے اپنے اندر کوئی نہ کوئی ایسی قوت یا خاصہ رکھتی ہے جس سے اس وقت تک اس کا انفکاک ناممکن ہے جبتک یہ خود اپنی ذات و حقیقت سے منفک نہ ہو جائے، یہ ناممکن ہے کہ میرا قلم میز کی ایک جانب سے دوسرے جانب کو چلا گیا ہو بے اس کے کہ کسی ہاتھ یا کسی اور مادی شے نے اُس کو حرکت دی ہو۔ اِس کاغذ پر جو نقوش تم کو نظر آرہے ہین ضرور ہی کہ انکو کسی نہ کسی قلم نے کھینچا ہو، اسی طرح یہ نہین ہوسکتا کہ انار کے درخت سے آم کا پھل یا آم کے درخت سے انار کا پھل پیدا ہو، آم کے درخت سے ہمیشہ آم اور انار کے درخت سے ہمیشہ انار ہی پیدا ہوگا۔

غور کرو جب تم سے یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم کو آگ نہ جلاسکی تو تمکو اس کے باور کرنے مین کیون پس و پیش ہوتا ہی؟ اسی لیے کہ آگ جب تک آگ ہے، جلانے کا خاصہ اُس سے منفک نہین ہوسکتا۔ اس کو ابراہیم و نمرود کی تمیز نہین، اژدہا ایک جاندار مخلوق ہے جو توالد و تناسل کے قاعدہ سے اپنی ہی جیسی جاندار مخلوق سے وجود مین آتا ہے اس لیے یہ ہماری سمجھ سے باہر ہے کہ حضرت موسیٰ کا عصا کیونکر اژدہا بنگیا، انسان کا بچہ اپنے والدین کے بندھے ہوئے اور مشترک عمل توالد و تناسل کا نتیجہ ہوتا ہے، پھر یہ کیونکر مان لیا جائے کہ حضرت عیسیٰ بے باپ کے پیدا ہوئے۔ دس قدم کی مسافت طے کرنے کے لیے بھی آدمی کو اپنے پاؤن یا کسی اور مادی وسیلہ کی احتیاج ہوتی ہے اور جس قدر مسافت زیادہ ہوتی ہے اُسیقدر اس کے قطع کرنے مین زیادہ وقت لگتا ہے لہذا یہ کیونکر یقین کیا جائے کہ پیغمبر اسلام نے بلا معمولی وسائل مادی کے استعمال کے طرفۃ العین مین "مسجد حرام" سے "مسجد اقصیٰ" اور "سدرۃ المنتہیٰ" تک کی سیر کرلی۔ زمین و آسمان کی آیات کا مشاہدہ کیا اور

تمام انبیائے سابقین سے گفتگو فرمائی، پھر یہ تمام مراحل اتنے وقفہ مین کیونکر طے ہو سکتے ہین کہ واپسی پر کواڑ کی زنجیر ہل ہی ہو اور بستر کی گرمی ہنوز قائم ہو۔

سلسلۂ علل واسباب اور اشیا کے افعال وخواص ہی کے اصول وقوانین کا نام حکما وفلاسفہ کی اصطلاح مین قوانینِ فطرت ہی، جنکا خرق محال خیال کیا جاتا ہے، مثلاً کشش ثقل ایک قانونِ فطرت ہے جسکا یہ اقتضا ہی کہ جب تم ڈھیلے کو اوپر پھینکوگے تو وہ لوٹ کر ہمیشہ نیچے آجائے گا۔ فضا مین اس کا معلق رہنا ناممکن ہے۔ ہائڈروجن اور آکسیجن دو عناصر کے ایک خاص مقدار مین ملنے کا خاصہ یہ ہے کہ پانی بنجاتا ہے جس کے خلاف کبھی نہین ہو سکتا۔

قوانین فطرت کی حقیقت

اب دیکھو کہ جن چیزون کو تم قوانین فطرت کا لقب دیتے ہو اور جو بظاہر اس قدر قطعی اور اٹل نظر آتے ہین، واقعات کی کسوٹی پر ان کی کیا بساط ٹھہرتی ہے۔

اگر کوئی شخص یہ پوچھے کہ نمک نمکین اور شکر میٹھی کیون ہوتی ہے؟ تو یہ سوال تمکو ایسا ہی مہمل ومضحک معلوم ہوگا جیسے کوئی یہ سوال کرے کہ جز کل سے چھوٹا کیون ہوتا ہی؟ جز کی حقیقت ہی یہ ہی کہ کل سے چھوٹا ہو۔ اسی طرح لوگ سمجھتے ہین کہ نمکینی اور مٹھاس نمک اور شکر کی حقیقت مین داخل ہین، لیکن سوچو کہ کیا نمک کی نفس ذات مین تمکو کوئی ایسی شے نظر آتی ہی جسکی بنا پر بلا اس کو چکھے ہوئے تم یہ حکم لگا سکو کہ اس کا مزہ بالضرورت شکر کے مزہ سے مختلف ہونا چاہیے۔ صرف دونون کے چکھنے اور تجربہ کی بنا پر نمک کو نمکین اور شکر کو شیرین یقین کیا جاتا ہے۔ سنکھیا زہر ہے جس کے کھانے سے آدمی مرجاتا ہے، سنکھیا کا ایک ٹکڑا لیکر اسکو خوب الٹ پلٹ کر دیکھو، اس کی ذات یا حقیقت مین کہین کوئی ایسی شے محسوس ہوتی ہے جسکی وجہ سے تم بلا تجربہ اس کو موت کی علت قرار دے سکو، جس شخص نے سنکھیا کبھی نہین دیکھی یا اس کے اثر سے ناواقف ہی اس کو تم بآسانی کھلا سکتے ہو، کیون؟ صرف اس لیے کہ اُس کو خود سنکھیا کے اندر کوئی ایسی شے نہین نظر آتی جس سے بلا سابق تجربہ کے وہ اس کے زہر قاتل یا علت موت ہونے کا علم ویقین حاصل کر سکے۔ بیسوین صدی کے سائنس دان کے لیے یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ پانی دو مختلف اجزا یا عناصر سے مرکب ہی لیکن جب تک اس حقیقت کا تجربہ نہین ہوا تھا ڈھائی ہزار سال تک حکما اور عقلاے عالم پانی کو ایک مفرد وبسیط عنصر یقین کرتے رہے، حالانکہ پانی کی جو صورت

شکل کا وندس[1] کے سامنے تھی، وہی طالیس[2] ملطی کے سامنے بھی تھی سنکھیا، اور شکر کے بجائے اگر ہم کو سمیّت اور شیرینی کا تجربہ پتھر کی کنکڑیون مین ہوتا تو ہم اُن کو اُسی طرح مہلک (ہلاکت کی علّت) و شیرین یقین کرتے جس طرح آج سنکھیا اور شکر کو کرتے ہین۔

جان اسٹورٹ مل نے اپنی مشہور کتاب "نظام منطق[3]" مین اسکی نہایت عمدہ مثال دی ہے کہ

"آج سے پچاس سال پہلے وسط افریقہ کے باشندون کے نزدیک غالباً کوئی واقعہ اس سے زیادہ تجربہ کی قطعیت و یکسانی پر مبنی نہ تھا جتنا یہ کہ تمام انسان کالے ہوتے ہین، اسی طرح کچھ زیادہ دن نہین ہوئے کہ اہل یورپ اس کو فطرت کی یکسانی کی ایک بالکل قطعی و غیر مشتبہ مثال سمجھتے تھے کہ تمام ہنس سفید ہوتے ہین[4] مزید تجربہ کے بعد افریقہ و یورپ والون دونون کو معلوم ہوا کہ یہ خیالات غلط تھے لیکن اس تجربہ کے لیے ان کو پانچہزار برس انتظار کرنا پڑا، اور اس طویل مدت مین انسانی آبادی (کے دو بر اعظم) فطرت کی ایک ایسی یکسانی پر یقین کرتے رہے جس کا حقیقۃً کوئی وجود نہ تھا۔"

کائنات فطرت کی وسعت بیکران کو دیکھتے ہوئے آج بھی نوع انسان کے تجربہ پر مبنی قوانین فطرت کی بساط اس سے زیادہ نہین ہے جتنی کہ اس تجربہ کی تھی کہ "تمام انسان کالے ہوتے ہین" اور "تمام ہنس سفید" انیسوین صدی کے ایک مشہور فلسفی ڈاکٹر وارڈ نے اسی حقیقت کو ایک مفروض مثال کے پیرایہ مین اس طرح بیان کیا ہے، کہ فرض کرو کہ

"افریقہ کے کسی صحرا مین ایک نہایت عظیم الشان سلسلۂ عمارت ہے جو چارون طرف ایک چاردیواری سے گھرا ہوا ہے اس کے اندر ایک خاص ذی عقل مخلوق آباد ہے جو اس احاطہ سے باہر نہین جاسکتی۔ یہ عمارت ایک ہزار سے زاید کمرون پر مشتمل ہے جو سب مقفل ہین اور کنجیون کا پتہ نہین کہ کہاں ہین۔ بڑی محنت و جستجو

---

[1] جنّے پانی کو بسیط عنصر کے بجائے آکسیجن و ہائڈروجن سے مرکب ثابت کیا۔

[2] یونان کا پہلا فلسفی جو پانی کو مبداء عالم جانتا تھا۔

[3] سسٹم آف لاجک کتاب سوم باب ۲ فصل ۲۔

[4] وسط افریقہ کے کالے اور یورپ کے ہنس سفید ہوتے ہین۔

کے بعد کل پچپیس کنجیان ملتی ہین بعضے اِدھر اُدھر کے پچیس کرکے کھل جاتے ہین جو سب شکل ہین لہٰذا کیا اس بنا پر اس احاطہ کے اندر رہنے والون کو یہ حق حاصل ہو کہ وہ قطعیت کے ساتھ یہ دعویٰ کردین کہ بقیہ ۹۵ کمرے بھی اسی شکل کے ہین[1]۔"

قوانین فطرت یا خواص اشیاء و علاقۂ تعلیل (علت و معلول) کی مذکورۂ بالا حقیقت اگرچہ اب حکمت (سائنس) و فلسفہ دونون کے مسلمات مین داخل ہے لیکن اس حقیقت کو سب سے پہلے جس شخص نے اجاگر کیا وہ معجزات کا منکر ہیوم ہی تھا اس لیے خود اُسی کی زبان سے سنو کہ جس چیز کو وہ **خرق عادت** کہکر ناممکن قرار دیتا ہے اس کے عدم امکان کا کیا وزن ہے۔

"جب ہم اپنے آس پاس کی خارجی چیزون پر نظر کرتے ہین اور مختلف علتون کے افعال کو غور سے دیکھتے ہین تو ان مین ایک مثال بھی ایسی نہین ملتی جس کے اندر کسی قوت یا لزوم کا پتہ چلتا ہو، نہ انکی کوئی ایسی صفت نظر آتی ہے جو معلول کو اس طرح علت سے جکڑے ہوئے ہو کہ ایک کو دوسرے سے مستنبط کرنے مین خطا کا امکان نہ ہو۔ ہمکو جو کچھ نظر آتا ہے وہ صرف اتنا ہے کہ ایک واقعہ کا ظہور دوسرے کے بعد ہوتا ہے۔ بلیرڈ کے ایک گیند مین ضرب لگانے سے دوسرے مین حرکت ظاہر ہوتی ہے۔ بس حواس ظاہری سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے اس کی بساط اسی قدر ہے۔ اشیا مین اس تقدم و تاخر یا تبعیت کے پائے جانے سے ذہن کو نفس تبعیت کے علاوہ کوئی اور احساس یا ارتسام باطنی نہین حاصل ہوتا۔"

"کسی شی کو پہلی دفعہ دیکھنے سے ہم کبھی قیاس نہین کر سکتے کہ اس سے کیا معلول یا نتیجہ ظاہر ہوگا۔ حالانکہ اگر علت کے اندر کسی قوت یا انرجی کا پتہ محض ذہن دوڑانے سے چل سکتا تو بلا کسی سابق تجربہ کے ہم اس نتیجہ و معلول کی پیشین گوئی کردیتے۔ اور پہلی ہی نظر مین قطعی حکم لگا دیتے۔"

"حقیقت امر یہ ہے کہ کائنات مادی کا ایک ذرہ بھی ایسا نہین ہے جس کے صفات محسوسہ کی بنا پر ہم اس کے اندر کسی قوت کا سراغ لگا سکین یا قیاس سے بتا سکین کہ اس سے کوئی اور دوسری

---

[1] مل کی "منطق" کتاب سوم، باب ۲۱ فصل ۴، حاشیہ۔

شے ایسی وجود پذیر ہو سکتی ہے جسکو معلول کا لقب دیا جاتا ہو۔ صلابت - امتداد - حرکت - یہ چیزین بجائے خود مستقل صفات اور ایسے واقعہ کا نشان نہین دیتین جسکو ان کا نتیجہ کہا جا سکے، موجودات عالم مین ہر آن تغیر و تبدل جاری ہے، ایک چیز دوسری کے بعد برابر آتی جاتی رہتی ہو لیکن وہ قوت و طاقت جو اس ساری مشین کو چلا رہی ہے ہماری آنکھون سے اوجھل ہے، اور اجسام کی کسی محسوس صفت مین اپنا کوئی نشان نہین رکھتی، ہم یہ واقعہ جانتے ہین کہ آگ کے شعلہ مین گرمی پائی جاتی ہے لیکن ان دونون (گرمی و شعلہ) مین کیا لزوم ہو اس کے قیاس سے ہمارا تخیل قطعاً عاجز ہے[1]۔"

اسی سلسلہ مین چند صفحات بعد کی ایک اور طویل عبارت[2] کا یہان اقتباس مناسب ہے جس سے آگے چل کر کام پڑیگا۔

"عام طور پر لوگون کو فطرت کے پیش پا افتادہ اور مانوس واقعات و افعال کی توجیہ مین کوئی دشواری نہین نظر آتی (مثلاً بھاری چیزون کا نیچے آجانا، درختون کی بالیدگی، حیوانات مین توالد و تناسل، یا غذا سے جسم کی پرورش وغیرہ کے واقعات) بلکہ وہ سمجھتے ہین کہ ان تمام صورتون مین اُن کو علت کی بذات خود اُس قوت کا علم و احساس ہے جسکی بنا پر یہ اپنے معلول کو مستلزم ہے اور اس لیے ظہور معلول مین خطا کا امکان نہین۔ بات یہ ہے کہ تجربہ یا عادت دراز کی وجہ سے اُن کے ذہن مین ایک ایسا میلان و رجحان پیدا ہو جاتا ہے کہ علت کے سامنے آتے ہی اُس نتیجہ کا یقین ہو جاتا ہے جو معمولاً اس کے ساتھ پایا گیا ہے اور بمشکل سے ممکن معلوم ہوتا ہے کہ اس کے سوا کوئی اور نتیجہ ظاہر ہو سکتا تھا۔ صرف اُس صورت مین جبکہ غیر معمولی واقعات و حوادث ظاہر ہوتے ہین۔ مثلاً زلزلہ، وبا، یا کوئی اور عجیب و غریب بات، تو البتہ ان کی صحیح علت کا پتہ نہین لگتا۔ اور سمجھ مین نہین آتا کہ انکی توجیہ و تشریح کیسے کیجائے۔ اس شکل مین بڑ کر لوگ علی العموم کسی ان دیکھی صاحب عقل و ارادہ ذات کے قائل ہو جاتے ہین۔ اور سمجھتے ہین کہ یہ ناقابل توجیہ ناگہانی واقعات اسی ذات کے پیدا کردہ ہین لیکن فلاسفی کی باریک بین نگاہ کو نظر آتا ہے کہ روز مرہ

[1] فہم انسانی باب فصل ۱۔ [2] ایضاً۔

کے معمولی واقعات کی پیدا کرنے والی قوت بھی اُسی طرح نامعلوم و ناقابل توجیہ ہی جس طرح کہ انتہائی سے انتہائی غیر معمولی واقعات کی...... چنانچہ بہت سے فلاسفہ اپنی عقل کو اس پر مجبور پاتے ہین کہ بلا استثناء تمام واقعاتِ عالم کا مبدء اُسی **ذات** کو قرار دین جسکی طرف عوام صرف معجزات اور فوق الفطرت واقعات و حوادث کے ظہور کو منسوب کرتے ہین......... (اُن کے نزدیک) ہر معلول کی واقعی و براہ راست علت **فطرت** کی کوئی قوت نہین بلکہ ایک ہستی برتر کا ارادہ ہوتا ہو..... بلیرڈ کا ایک گیند جب دوسرے گیند سے ٹکراتا ہے تو خود خدا اپنے ارادۂ خاص سے اس کو متحرک کر دیتا ہے، اور یہ ارادہ اُن عام قوانین کے مطابق ہوتا ہے جو اُس نے اپنی مشیت سے کائنات پر حکم فرمائی کے لیے مقرر کر دیے ہین"

جب یہ مسلم ہو چکا کہ قوانین فطرت کی بنیاد تمامتر تجربہ پر ہے، اور تجربہ کے ناقابل خطا ہونے کا کبھی کسی حالت مین بھی دعویٰ نہین کیا جا سکتا تو پھر ظاہر ہے کہ کسی شے کو خلاف فطرت یا خارق عادت کہکر اس کو غلط یا ناممکن کیسے ثابت کیا جا سکتا ہی، چنانچہ خود ہیوم کا اپنے اسی اصول پر دعویٰ ہی کہ "جس شے کا تصور ممکن ہی وہ کسی تناقض کو مستلزم نہین ہو سکتی، اور جو شے مستلزم تناقض نہ ہو اس کو کسی حجت و برہان یا عقلی دلیل سے غلط نہین ثابت کیا جا سکتا[1]"

پروفیسر **ہکسلے** جو فلسفی سے زیادہ **حکیم** (سائنٹسٹ) ہی، اور جسکی جگہ حکما کی صف اول مین ہی، اُس نے ہیوم کے اس قول کو اپنی تحریرون مین جا بجا نقل کر کے اسکی نہایت شد و مد سے تائید کی ہی، خود ہیوم کے نظریۂ معجزات پر بحث کرتے ہوئے[2] پہلے تو معجزہ کے متعلق اسکی اس تعریف کی تغلیط کی ہی کہ وہ نام ہی "قوانین فطرت کے خرق کا" اور بتلایا ہے کہ معجزات کے معنی زیادہ سے زیادہ "انتہائی حیرت انگیز واقعات[3]" کے ہو سکتے ہین، پھر اس ضمن مین ہیوم کے مذکورۂ بالا قول کو نقل کر کے لکھا ہی کہ

لیکن معجزہ کا تصور کیا جا سکتا ہے یہ کسی تناقض کو مستلزم نہین ہی لہذا خود ہیوم ہی کے دعویٰ کے مطابق

---

[1] فہم انسانی باب ۴۔ [2] ہکسلے کی کتاب "ہیوم" باب (متعلق معجزات) [3] انگریزی مین معجزہ کے لیے جو لفظ مستعمل ہی (مرکیل) اُس کے لفظی معنی بھی "حیرت انگیز" کے ہین۔

معجزہ کو کسی برہانی دلیل سے غلط نہیں ثابت کیا جا سکتا"

"بایں ہمہ ہیوم خود اپنے ہی اصول کے خلاف اور بالکل تناقض ایک دوسری جگہ لکھتا ہے کہ مُردہ کا زندہ ہو جانا معجزہ ہے، کیونکہ ایسا پہلے کبھی کسی زمانہ اور کسی ملک میں نہیں ہوا ہے"

اس ارتکاب تناقض کی تشریح کرتے ہوئے پروفیسر موصوف نے طنزاً لکھا ہے کہ اگر ہیوم کے "استدلال کی مہملیت کو برہنہ کر کے دیکھا جائے تو معنی یہ ہونگے کہ جو چیز پہلے کبھی نہیں واقع ہوئی وہ آیندہ بغیر قوانین فطرت کے خرق کے نہیں واقع ہو سکتی"

ہکسلے کا ایک نہایت دلچسپ مضمون "ممکنات و ناممکنات" ہے اس میں بھی ہیوم اُس کے پیش نظر ہے، اور اپنی حکیمانہ ذمہ داری کے پورے احساس و شعور کے ساتھ لکھتا ہے کہ

صحیح معنی میں بجز تناقض کے اور کسی بھی ایسی چیز سے میں واقف نہیں ہوں جسکو "ناممکن" کہنا حق بجانب ہو منطقی "ناممکنات کا وجود ہے لیکن طبعی ناممکنات کا قطعاً کوئی وجود نہیں "مربع۔ مدور" "مثنی موجود" "دو متوازی خطوط کا تقاطع" یہ چیزیں ناممکنات سے ہیں اس لیے کہ "مدور، موجود" اور "تقاطع" کا تصور ہی "مربع" "ماضی" اور "متوازی" کے تصور کے تناقض ہے لیکن پانی پر چلنا، یا پانی کو شراب بنا دینا، بچہ کا بے باپ کے پیدا ہونا، مردہ کو زندہ کر دینا، یہ چیزیں مفہوم بالا کی رو سے ناممکنات سے نہیں ہیں"

"ہاں اگر ہم یہ دعویٰ کر سکتے کہ فطرت اشیا کے متعلق ہمارے علم نے تمام ناممکنات کا کامل احاطہ کر لیا ہے تو شاید یہ کہنا بجا ہوتا کہ آدمی کے صفات چونکہ پانی پر چلنے یا ہوا میں اُڑنے کے متناقض ہیں اس لیے یہ افعال اس کے لیے "ناممکن" ہیں۔ لیکن یہ حقیقت روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ علم فطرت کی انتہا تک پہنچنا کیسا ابھی تک ہم اسکی ابتدا اور ابجد سے آگے نہیں بڑھے ہیں بلکہ ہماری تو مثتیں اس قدر محدود ہیں کہ

کبھی بھی ہم ممکنات فطرت کی حد بندی نہین کر سکتے، جو کچھ واقع ہو رہا ہے یا ہو چکا ہے اس کا ہمکو علم ہے باقی جو کچھ واقع ہونے والا ہے اسکی نسبت ہم صرف ایک توقع قایم کر سکتے ہین جسکی بنیاد کم و بیش گذشتہ تجربہ کے صحیح سمجھنے پر ہے، جس سے ہمکو خیال ہوتا ہے کہ مستقبل ماضی کے مماثل ہوگا"

اس مین شک نہین کہ آج بھی بعض گوشون سے اس قسم کی آوازین سنائی دیتی ہین کہ "کائنات کا ہر ذرہ قانون کا پابند ہے" اور "وہم دبے عقلی انسان کی بدترین دشمن ہے" اور عقل و حکمت بہترین دوست، لہذا ہمارا فرض ہے کہ جہان کہین عقیدہ معجزات کا پتہ چلے اُس پر حملہ کرین[1]"۔ لیکن یہ آوازین اولاً تو اب کسی وقیع حلقہ سے بہت کم اٹھتی ہین اور اٹھتی بھی ہین تو زیادہ تر ایسے لوگون کی طرف سے جنکی زبان کو تو سائنس نے بیباک و ادعا پسند بنا دیا ہے، لیکن جنکے دماغ کو فلسفہ کی احتیاط و سنجیدگی نے برائے نام ہی متاثر کیا ہے، محتاط زبانون پر زیادہ سے زیادہ جو کچھ آسکتا ہے وہ ایک مشہور حکیم ڈاکٹر کارپنٹر کے الفاظ مین یہ ہے، کہ

"قائل مذہب سائنس دان کو یہ ماننے مین کوئی عقلی دشواری نہین پیش آسکتی ہے کہ خالق فطرت اگر چاہے تو کبھی کبھی قوانین فطرت کے خلاف کر دے سکتا ہے، مجکو معجزات کے خلاف سائنس کے کسی فتوے کا علم نہین ہے جو معتبر شہادت کی موجودگی مین ان کے قبول سے مانع ہو، لہذا میرے نزدیک اصل سوال صرف یہ ہے کہ آیا اس قسم کی تاریخی معتبر شہادت موجود ہے یا نہین جس سے معلوم ہو کہ خالق فطرت کبھی کبھی فطرت کے خلاف بھی کر دیا کرتا ہے[2]۔"

یہ صرف ممکن ہی نہین ہے کہ خالق فطرت اگر چاہے تو کبھی کبھی قوانین فطرت کے خلاف کر سکتا ہے، یعنی معمولی سلسلہ علل و معلولات کو توڑ سکتا ہے، بلکہ ایک اور نامور عالم طبعیات پروفیسر ڈالبیر[3] کا اعتراف یہ ہے کہ اس امر کی ہمارے پاس خاصی شہادت موجود ہے جسکو آسانی سے نظر انداز نہین کیا جا سکتا کہ بعض طبعی حوادث اس طرح وقوع پذیر

---

[1] Wonders of Life (عجائبات حیات) از ہیگل باب معجزات،

[2] دیکھو فرنیک بیلاڈر کی "The Miracles of unbelief"

[3] دیکھو اسکی کتاب Matter, Ether, & Motion (مادہ۔ ایتھر۔ حرکت)

ہوتے ہین، کہ ان کے تمام معمولی علل واسباب غائب ہوتے ہین۔ اجسام حرکت کرتے ہین، درآنحالیکہ نہ کوئی شخص انکو چھُو رہا ہو اور نہ برقی یا مقناطیسی عوامل کا پتہ ہو...... اسکی بھی شہادت موجود ہو کہ ایک نفس کا خیال دوسرے نفس مین (بلا کسی وساطت کے) پہنچ جاسکتا ہے...... اور جس قسم کے واقعات کو معجزہ سمجھا جاتا تھا اُن کا وقوع اب غیر اغلب نہین رہا ہے،

ہکسلے کو اگرچہ اس بارے مین ہیوم سے شدید اختلاف ہو کہ "معجزہ نام قوانین فطرت کے خرق کا ہو" لیکن تصریحات بالاسے **قانونِ فطرت** کی جو حقیقت ثابت ہوتی ہے اس کو اگر وضاحت کے ساتھ سامنے رکھا جائے تو ہمارے نزدیک معجزہ کی یہ تعریف چندان قابل اعتراض نہین رہ جاتی۔

(۱) قوانین فطرت عبارت ہین، خواص اشیا یا علائق تعلیل کے قوانین سے۔

(۲) یہ خواص وعلائق ہم کو بذات خود اشیا کے اندر نہین نظر آتے، بلکہ انکی بنیاد تمامتر گذشتہ تجربہ پر ہوتی ہے، جس کے خلاف ہونا ہمیشہ ممکن (یعنی کسی عقلی استحالہ کو مستلزم نہین) ہے۔

(۳) لہذا قوانین فطرت کے خلاف ہونا (یعنی انکا خرق) بذات خود ممکن اور عقلاً جائز ہے، بالفاظ دیگر یون کہو کہ **معجزہ عقلاً بالکل جائز و ممکن** ہے۔

شہادت معجزات

امکان۔ وقوع کے لیے کافی نہین۔

لیکن کسی امر کا صرف عقلاً جائز و ممکن ہونا اُس کے **وقوع** کی دلیل نہین۔ یہ عقلاً بالکل جائز و ممکن تھا کہ اکبر ہندوستان کے ساتھ انگلستان کا بھی بادشاہ ہوتا، مگر واقعاً ایسا نہین۔ کسی شے کے وقوع کو قبول کرنے کے لیے دو صورتین ہین۔ (۱) غیر مشتبہ مشاہدہ، یا (۲) تشفی بخش شہادت۔ غیر مشتبہ مشاہدہ کی صورت مین کوئی شے بحث طلب نہین رہ جاتی، مثلاً

"آنحضرت (صلعم) نے ایک سفر مین حضرت جابر سے وضو کا پانی طلب فرمایا، انھون نے قافلہ مین بہت ڈھونڈھا پانی نہین ملا۔ انصار مین ایک شخص تھے جو خاص طور پر آپ کے لیے ٹھنڈا پانی کرکے رکھتے تھے،

حضرت جابر نے آپ کی خدمت میں پانی نہ ملنے کی اطلاع کی تو آپ نے انکو اُس انصاری کے پاس بھیجا لیکن انکے پاس بھی اس قدر کم پانی نکلا کہ اگر انڈیلا جاتا تو برتن کے خشک حصہ ہی میں جذب ہو کر رہجاتا، حضرت جابر نے آنحضرت صلعم کو اسکی خبر دی تو آپ نے اُس برتن کو منگا بھیجا اور ہاتھ میں لیکر کچھ پڑھا اور اس کو ہاتھ سے دبا دیا، پھر حضرت جابر کو برتن دیا، اور طشت طلب فرمایا۔ آپ نے ہاتھ کی انگلیان پھیلا دین اور اس کو طشت کے اندر رکھکے حضرت جابر کو حکم دیا کہ بسم اللہ کہکر آپ کے ہاتھ پر پانی گرا دین حضرت جابر کا بیان ہے کہ مین نے پانی ڈالنا شروع کیا پہلے آپ کی انگلیون کے درمیان سے پانی امنڈا، پھر تمام طشت بھر گیا یہانتک کہ سب لوگ پانی پیکر سیراب ہو گئے اس کے بعد آپنے اس کے اندر سے ہاتھ نکال لیا تو طشت بھرا کا بھرا رہ گیا۔[۱]

اب اگر حضرت جابر نے اس واقعہ کو بچشم خود مشاہدہ کیا، اور ان کو اس مین کسی قسم کا کوئی اشتباہ نہین تھا تو ظاہر ہے کہ ان کو اس کے یقین و قبول مین کیا تامل ہو سکتا تھا، البتہ ہمارے لیے اس کے باور کرنے مین یہ بحث پیدا ہو سکتی ہے کہ یہ واقعہ فی نفسہ ممکن ہے یا ناممکن اور حضرت جابر کی شہادت کہان تک قابل اعتبار ہو سکتی ہے۔

لہذا **امکان معجزات** کا مرحلہ طے ہو چکنے کے بعد دوسری بحث **شہادت معجزات** کی پیدا ہوتی ہے۔

ہیوم کا فتوی ہیوم کا روایات معجزہ کے متعلق اگرچہ آخری فتوی یہی ہے کہ اس کے اثبات کے لیے انسانی شہادت کی کوئی کمیت و کیفیت نہین کافی ہو سکتی تاہم نفس خارق فطرت واقعات کے لیے اس کے نزدیک بھی انسانی شہادت کا ایک درجہ ایسا موجود ہی جسکی بنا پر اُن کو قبول کیا جا سکتا ہے۔

"فرض کرو کہ تمام زبانون کے تمام مصنفین اس پر متفق ہون کہ یکم جنوری سنہ ۱۶۰۰ء سے لیکر آٹھ دن تک برابر تمام روئے زمین پر تاریکی چھائی رہی۔ یہ بھی فرض کرو کہ اس خارق عادت واقعہ کی روایت آج تک لوگون کی زبان پر ہے۔ اور دوسرے ممالک سے جو سیاح آتے ہین وہ بھی بے کم و کاست اور

---

[۱] دیکھو کتاب ہذا بیان عام معجزات

بلا شائبۂ تناقض وہان کے لوگون کی یہی روایت بیان کرتے ہین، ظاہر ہے کہ ایسی صورت مین ہمارے زمانہ کے حکما کا کام شک کے بجائے اس واقعہ کا یقین کرکے اسکی توجیہ اور اس کے علل واسباب کی جستجو ہوگی، کائنات فطرت مین زوال وانحطاط، فنا وفساد کی مثالین اس کثرت سے ملتی ہین کہ اگر کسی حادثہ سے اسکی تباہی کے آثار پائے جائین تو اس کے بارے مین انسانی شہادت قابل قبول ہوگی بشرطیکہ یہ شہادت نہایت وسیع، متواتر اور متفق علیہ ہو۔[۱]"

ہیوم کا تعصب

اب اگر یہی واقعہ کسی نبی کی طرف منسوب کرکے معجزہ قرار دیا جائے تو ہیوم کے نزدیک اُس پر یقین کرنے کے لیے کوئی انسانی شہادت قابل قبول نہ ہوگی، کیون؟ اس لیے کہ "اس قسم کی شہادت خود اپنی تکذیب ہی" حتی کہ "جس معجزہ کی بنا کسی انسانی شہادت پر ہو، وہ حجت واستدلال کے بجائے محض تمسخر انگیز چیز ہے" "مذہب کے نام سے لوگ ہمیشہ مضحک وخرافات افسانون کے دام مین آجاتے ہین۔ لہذا مذہب کی طرف نفس انتساب ہی معجزہ کے حیلہ و فریب ہونے کا پورا ثبوت ہے، مذہب جیسی مقدس شے کی تائید مین لوگ بے ضرر کذب وافترا سے باک نہین کرتے پیمبر (معاذ اللہ) عزت پیمبری کے شوق مین ہر طرح کے خطرات کو گوارا کرسکتا اور مکرو احتیال پر آمادہ ہوسکتا ہے، انسان زود اعتقاد اور بالطبع عجایب پسند ہے معجزات کا قبول عام اور بآسانی شائع وذائع ہوجانا خود اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ انسان مین عجائب پرستی کا کیسا شدید میلان ہے اور اس لیے عجائب پرستی کے تمام بیانات کو بجا طور پر اشتباہ کی نگاہ سے دیکھا جاسکتا ہے۔ پھر معجزات اور فوق الفطرت باتون کے خلاف ایک قوی قرینہ یہ ہے کہ ان کا اعتقاد زیادہ تر جاہل اور وحشی اقوام مین پایا جاتا ہے، ایک عقلمند آدمی پرانے زمانہ کی حیرت زا تاریخون کو پڑھکر پکار اٹھتا ہے کہ عجب بات ہے، کہ اس قسم کے خارق عادت واقعات ہمارے زمانہ مین نہین ظاہر ہوتے، انہی وجوہ کی بنا پر دعوی ہے کہ مذہب کے نام سے جتنے معجزات بیان کیے جاتے ہین، وہ سب کے سب محض خرافات اور انسان کی اوہام پرست فطرت کا ڈھکوسلا ہین۔[۲]

بلاشبہہ شہادت کی جرح وتعدیل اور تحقیق وتنقیح کے وقت یہ تمام امور قابل لحاظ ہین لیکن کیا ان مین سے کوئی

[۱] فہم انسانی باب ۱۰۔ [۲] یہ تمام قریب قریب ہیوم ہی کے الفاظ ہین جو ہم کو اس کے مضمون "معجزات" مین جابجا ملین گے۔

ایک شے بھی ایسی ہے جسکی بنا پر محض معجزہ یا مذہب کا نام آتے ہی کسی غیر معمولی وخارق عادت واقعہ سے انکار کر دیا جائے؟ ظاہر ہے کہ مذہب کے نام سے ہیوم کا یہ ایسا ناقابل حمایت اور صریح تعصب تھا جس کے لیے صداے تائید حکمت وفلسفہ کے سنجیدہ حلقون سے نہین اُٹھ سکتی تھی، اور اگر کسی معجزہ کی تصدیق مین تشفی بخش شہادت موجود ہو تو اس کے قبول سے محض معجزہ ہونے کی بنا پر کسی عاقل کو انکار نہین ہو سکتا، مثلاً ایک سفر مین

صحابہ بھوک سے اِس قدر بیتاب ہوئے کہ اُنٹنیاں ذبح کرنا چاہین لیکن آپ نے تمام لوگون کے زادراہ کے جمع کرنے کا حکم دیا، ایک چادر بچھائی گئی، اور اُسپر تمام زادراہ ڈھیر کر دیا گیا، اس تمام سامان کی مجموعی تعداد نے صرف اِس قدر زمین کا احاطہ کیا جس پر ایک بکری بیٹھ سکتی تھی اور اشخاص کی تعداد چودہ "۱۴" سو تھی، لیکن تمام لوگون نے سیر ہو کر کھالیا اور اپنے اپنے توشہ دان بھر لیے[۱]"

کافی شہادت

اب اس روایت مین اگر ان امور کی کافی شہادت ملجائے کہ (۱) تمام زادراہ صرف ایک بکری کے بیٹھنے بھر کی جگہ مین آگیا تھا (۲) اشخاص کی تعداد چودہ "۱۴" سو تھی، (۳) سب لوگون نے سیر ہو کر کھایا (۴) اور اپنے اپنے توشہ دان بھی بھر لیے، تو ہکسلے جیسے حکیم وفلسفی تک کو اس روایت کے تسلیم کرنے مین کوئی تامل نہو گا۔

چنانچہ اسی نوعیت کا ایک معجزہ حضرت مسیح کا انجیل مین مذکور ہے کہ پانچ روٹیون اور دو مچھلیون سے پانچہزار آدمیون کا پیٹ بھر گیا، اور پھر بھی اتنے ٹکڑے بچ رہے جنکو جمع کرنے سے بارہ ٹوکریان بھر گئین[۲]۔ لیکن اس معجزہ کے باور کرنے مین روایتہً ودرایتہً جو دشواریان نظر آتی ہین، ان کو پوری طرح واضح کرنے کے بعد بھی ہکسلے نے لکھا ہو کہ

"اگر یہ ثابت ہو جاے کہ (۱) کھانا شروع کرتے وقت روٹیون اور مچھلیون کا وزن کیا تھا (۲) ۵ ہزار آدمیون مین یہ تقسیم کی گئین بلا اس کے کہ انکی کمیت یا کیفیت مین کوئی اضافہ ہوا ہو۔ (۳) تمام آدمی واقعاً پوری طرح آسودہ ہو گئے، (۴) اور اس کے بعد ٹوکریون مین جو ٹکڑے جمع کیے گئے ان کا وزن کیا تھا تو پھر ممکنات ونا ممکنات کے بارہ مین میرے موجودہ خیالات کچھ ہی ہون، لیکن مذکورہ بالا چار چیزون کی تشفی بخش

---

[۲] دیکھو کتاب ہذا بیان عالم معجزات ص ۲۰۔ یوحنا باب ۶۔ آیات ۵-۱۴۔

شہادت کے بعد مجکو ماننا پڑے گا کہ پچھلے خیالات غلط تھے اور اس معجزہ کو ممکنات فطرت کی ایک نئی اور خلاف توقع مثال سمجھونگا۔[1]"

غرض معجزہ نہ صرف فی نفسہ ایک ممکن الوقوع شے ہے، بلکہ "تشفی بخش شہادت" کی بنا پر اس کے وقوع کا یقین بھی کیا جاسکتا ہے، اس کے بعد یہ بحث رہ جاتی ہے کہ آیا مذہبی یا تاریخی کتابون مین جو معجزات مذکور ہین، اُن کے یقین کرنے کے لیے "تشفی بخش" شہادت موجود ہے؟

اس سوال کا جواب ہیوم کو تو نفی مین دینا ہی چاہیے تھا۔ لیکن یہان پہنچکر ہکسلے بھی سر افگندہ ہوجاتا ہے اور ہیوم کے جواب سے لفظاً و معنًی کامل طور پر اتفاق کرلیتا ہے[2]۔

"یہ سچ ہے کہ معجزات کے ناممکن ہونے کا دعوے نہین ثابت کیا جاسکتا۔ لیکن مجھکو کوئی ایسی شے قطعاً نہین معلوم جسکی بنا پر مین ہیوم کے اس وزنی فتوی مین کچھ ترمیم کرسکون، کہ

"تاریخ کے سارے دفتر مین ایک بھی ایسا معجزہ نہین ملتا جسکی تصدیق و تائید مین ایسے فہمیدہ باہوش اور تعلیم یافتہ لوگون کی کافی تعداد موجود ہو جن کے خود فریب و مغالطہ مین پڑنے کا ہمکو اندیشہ نہ ہو جنکی راست بازی اس درجہ غیر مشتبہ ہو کہ کسی مصلحت کی بنا پر دوسرون کو فریب دہی کا ان پر گمان نہ ہوسکے، جو لوگون کی نگاہ مین ایسی عزت و شہرت رکھتے ہون کہ اگر ان کا جھوٹ کھل جائے تو ساری عزت خاک مین ملجائے، ساتھ ہی جن واقعات کی وہ روایت یا تصدیق کررہے ہین وہ ایسے علی الاعلان طریقے سے اور ایسے مشہور مقام پر واقع ہوئے ہون کہ انکی نسبت دروغ بیانی چھپ ہی نہ سکے، حالانکہ انسانی شہادت کو قطعی بنانے کے لیے یہ تمام باتین ضروری ہین"

ہیوم نے کہنے کو تو کہدیا کہ قبول معجزات کے لیے جس درجہ کی شہادت درکار ہے اس کا تاریخ کے سارے دفتر مین

[1] مقالات ہکسلے جلد ۵ صفحہ ۲۰۳ [2] ایضاً صفحہ ۲۰۰۔

کہین پتہ نہین، لیکن معجزات کے عدم قبول کی کیا واقعئی یہی وجہ ہی؟ اور کیا اُس نے اپنے اس دعویٰ کی چند ہی صفحات آگے بڑھکر خود تردید نہین کردی ہے۔

فرانس مین کوئی مشہور درگاہ ہی "جس کے تقدس پر (بقول ہیوم) لوگ مدتون فریفتہ رہے ہین"۔

"بہرون کو سماعت، اندھون کو بصارت ملجانا، اور بیمارون کا اچھا ہوجانا، اُس مقدس درگاہ کی معمولی کرامتین تھین جنکا ہر گلی کوچے مین چرچا رہتا تھا لیکن سب سے حیرت انگیز اور غیر معمولی بات ہی کہ ان مین سے بہت سی کرامتین ایسے اشخاص کو حکم یا ثالث بناکر اُن کے روبرو ثابت کردکھائی گئی ہین جنکی دیانت پر حرف رکھنا ناممکن ہی، پھر ایسے گواہون کی مہر تصدیق ثبت ہے جنکی شہرت وسند مسلم ہے۔ جس زمانہ مین ان کرامتون کا ظہور ہوا وہ علم کا زمانہ ہی اور جگہ بھی ایسی جو دنیا کا مشہور ترین خطہ ہی، اتنا ہی نہین بلکہ یہ کرامتین چھاپ چھاپ کر ہر جگہ شائع کی گئین، با این ہمہ یسوعی فرقہ تک کو انکی تکذیب یا پردہ دری کی مجال نہ ہوئی، حالانکہ یہ لوگ خود اہل علم تھے، مجسٹریٹ ان کی حمایت پر تھا، اور اُن خیالات کے جانی دشمن تھے جنکی تائید مین یہ معجزات پیش کیے جاتے تھے، اب یہ بتاؤ کہ کسی امر کی توثیق و تصدیق کے لیے اتنی تعداد مین موافق حالات ہمکو کہان میسر آسکتے ہین۔ اور ان دل بادل شہادتون کے خلاف ہمارے پاس بجز اس کے اور کیا دلیل ہے کہ یہ واقعات بذات خود قطعاً ناممکن اور سراسر خارق فطرت ہین۔ اور معقول پسند آدمیون کی نگاہ مین انکی تردید کے لیے بس یہی ایک دلیل کافی ہے[1]۔ (اللھم احفظنا من شر ورانفسنا)۔!!

ہیوم کا صریح تناقض ایک ہی مضمون کے اندر ایسے زبردست فلسفی کی ایسی صریح تناقض بیانی جس قدر حیرت افزا ہے، اس سے کہین زیادہ عبرت انگیز ہے، بات یہ ہی کہ انسان کا یقین ہمیشہ اسکی منطق کا ساتھ نہین دیتا، جبریہ اس کے قائل ہین کہ انسان اپنے افعال مین مجبور محض ہے اور اس دعوی پر انھون نے اٹل سے اٹل دلائل قایم کردیے ہین، تاہم

[1] فہم انسانی باب۔ قابل توجہ فقرات کو زیر خط مین نے کیا ہی۔

دیکھو کہ ۲۴ گھنٹے کی زندگی میں وہ خود کتنے لمحے ان دلائل کی بنا پر اپنے کو مجبور محض یقین کرتے ہیں، ہیوم کے دلائل فلسفیہ نے بیشک یہ ثابت کر دیا کہ معجزہ فی نفسہ ناممکن نہیں لیکن پھر بھی دل سے یہ کھٹک نہیں نکلتی کہ "یہ واقعات (معجزات) بذات خود ناممکن اور سراسر خارق عادت ہیں" اور "انکی تردید کے لیے بس یہی ایک دلیل کافی ہے" فرانس کی درگاہ کے متعلق جو کرامتیں مشہور ہیں انکی توثیق و تصدیق کے لیے اسی درجہ کی شہادت اس کو ملگئی جسکا چند صفحہ پہلے اس کے نزدیک تاریخ کے سارے دفتر میں وجود نہ تھا، لیکن پھر بھی انکرامتوں سے قطعی انکار ہے

لہذا معلوم ہوا کہ معجزات کا یقین کرانے کے لیے کسی معجزہ یا کرامت کی تائید میں صرف ممکن سے ممکن انسانی شہادت کا مہیا کر دینا کافی نہیں ہے، بلکہ پہلے اس کے عدم امکان کا وسوسہ پوری طرح ذہن سے نکالنا چاہیے، اور پھر خود یقین کی ماہیت و اسباب پر بحث کرنی چاہیے۔

انتہائی استبعاد

اور اگرچہ ہم نے ہیوم کی اس تعریف میں چندان مضائقہ نہیں خیال کیا تھا کہ معجزات نام ہے خارق فطرت واقعات کا، لیکن تمنے اقتباس بالا کے آخری زیر خط جملہ میں دیکھ لیا کہ "خارق" کا لفظ کس قدر گمراہ کن ہے، خود ہیوم ہی کے فلسفہ کی رو سے معجزات کا بالذات ممکن ہونا قطعی طور پر محقق ہو چکا ہے، پھر بھی اسکی زبان قلم اس لغزش سے اپنے کو نہیں بچا سکتی کہ "یہ واقعات (معجزات) بذات خود قطعاً ناممکن اور سراسر خارق فطرت ہیں" اصل یہ ہے کہ نفسی التلافات کی بنا پر ہمارے ذہن میں یہ غلط خیال بے طرح جاگزین ہو چکا ہے کہ فطرت یا قانون فطرت ایک اٹل اور ناممکن التغیر شے ہے اس لیے کسی واقعہ کو "خارق فطرت" کہتے ہی اس کے ناممکن ہونے کا تصور ذہن پر مسلط ہو جاتا ہے،

لہذا جب مختتم طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ خود معجزہ کی ذات میں عدم امکان داخل نہیں ہے بلکہ تشفی بخش شہادت کی موجودگی میں اُس کا یقین کیا جا سکتا ہے، تو اس کو "خارق فطرت" کی گمراہ کن تعبیر کے بجائے ہلکے سے ہلکے الفاظ میں زیادہ سے زیادہ "انتہائی حیرت انگیز" واقعہ کہا جا سکتا ہے۔ لیکن "انتہائی حیرت انگیز" سے بھی مناسب تر تعبیر "انتہائی مستبعد" کی ہوگی۔

[1] دیکھو صفحات بالا،

استبعادِ معجزات

فطرت کی یکسانی ایک عام خیال جو اس "حیرت انگیزی" میں اضافہ کرتا ہی یہ ہے کہ کارخانۂ فطرت کے تمام پرزے ہمیشہ اور ہر حالت مین یکسان ہی نتائج پیدا کرتے ہین۔ حکما تک جب فطرت کی یک رنگی پر زور دیتے ہین تو اسی مغالطہ مین مبتلا نظر آتے ہین حتیٰ کہ مل کو اپنی منطق[1] "مین اس خیال کی تردید کرنی پڑی کہ فطرت کی کارفرمائی ہمیشہ یکسانی پر مبنی ہوتی ہی، ہم خود غور کرین تو کچھ نہ کچھ مثالین ایسی سامنے آتی رہتی ہین جن سے یہ مغالطہ دور ہو جانا چاہیے۔ ابھی آج ہی اخبار پڑھتے وقت اس قسم کے دو واقعے نظر پڑے[2]،

عورتون کے علی العموم بوقت واحد ایک لڑکا ہوتا ہے یا کبھی کبھی دو، لیکن حال مین مکسکو (امریکہ) مین ایک عورت کے ایک ساتھ آٹھ لڑکے پیدا ہوئے، ایک دوست سے اس واقعہ کا ذکر آیا تو اُنھون نے کہا، کچھ عرصہ ہوا کہ برہما مین ایک عورت کے چھ لڑکے ہونے کی خبر شائع ہوئی تھی،

طبی دنیا کا عام تجربہ ہے کہ جب خون کی حرارت ۱۰۷ یا ۱۰۸ درجے پر پہنچ جاتی ہی تو آدمی نہین بچتا، لیکن برسٹل مین انفلوائنزا کی مریض ایک لڑکی کا بخار ۱۱۴ درجہ تک پہنچ گیا، پھر بھی وہ اچھی ہو گئی اور زندہ ہی۔ خود حیرت زدہ ڈاکٹر کی شہادت ہی کہ

> "جب وہ پہلی دفعہ اس لڑکی کو دیکھنے کے لیے بلایا گیا تو اسکی حرارت "۱۱۲" نکلی۔ خیال ہوا کہ تھرمامیٹر مین کچھ نقص ہے۔ دوسرا تھرمامیٹر منگا کر لگایا تو پھر وہی ۱۱۲۔ ڈاکٹر کو اب بھی یقین نہ آیا۔ اس نے دو تھرمامیٹر اور آزمائے، بالآخر یقین کرنا پڑا کہ علاج سے بخار اپنی معتدل حالت پر آ گیا، لیکن رات کو پھر بڑھ گیا۔ اور دوسرے دن صبح کو جب ڈاکٹر نے آکر دیکھا تو ۱۱۴ تھا۔ حیرت کی انتہا نہ رہی۔ بہرحال علاج سے فائدہ ہوا اور اب مریضہ خاصی طرح رو بصحت ہے۔"

[1] نظام منطق کتاب ۳، باب ۳، [2] یہ دونون واقعے آج (۷ر فروری ۱۹۳۲ء) کے "لیڈر" مین مذکور ہین۔

تریکون متی (ٹرگنامیٹری) یا "مساحۃ المثلثات" وغیرہ ریاضیات عالیہ کی وہ شاخین ہین جنکی کالجون مین ریاضیات کے اعلیٰ مدارج مین تعلیم دیجاتی ہے، ۱۰-۱۱ برس کے بچّے جو علی العموم زیادہ سے زیادہ اسکول کی چوتھی یا پانچوین جماعت مین پڑھتے ہین انکی ریاضی دانی بس حساب کے چند ابتدائی قواعد تک محدود ہوتی ہے، جو لڑکے غیر معمولی طور پر ذہین و محنتی، اور جنکی تعلیم کا گھر پر معلم رکھکر کچھ خاص اہتمام کیا جاتا ہے وہ بہت ترقی کرتے ہین تو ۱۳-۱۴ برس کی عمر مین اسکول کی تعلیم پوری کر پاتے ہین۔

لیکن گذشتہ سال اکتوبر مین (۱۰ کا تار۔ لیڈر) راج نرائن نامی ۱۱ برس کے ایک مدراسی لڑکے کا "**معجزۂ ریاضیات**" (اسی عنوان سے) یہ چھپا تھا کہ اُس نے بلا کسی معلم کی مدد کے اعلیٰ الجبرا، تریکون متی، تحلیلی اقلیدس (جامیٹری) وغیرہ از خود حاصل کی ہے۔

ولادت مسیح (بے باپ کے) یا احیائے موتیٰ سے بڑھکر کس شے مین انتہائی استبعاد یا اعجاز ہوسکتا ہے، لیکن سائنس کی تحقیقات نے (جس کے نزدیک انسان کی حقیقت عالم حیوان سے زیادہ نہین عالم حیوانات ہی کے اندر اسکے نظائر بھی تلاش کر لیے۔ چنانچہ **ہکسلے** جیسے سائنس دان نے **معجزات** ہی کے ضمن مین لکھا ہے کہ

"رہا مریم کے کنوارپن مین مسیح کا پیدا ہونا، تو یہ نہ صرف ممکن التصور شے ہے، بلکہ علم الحیات کی تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے کہ بعض اصناف حیوانات مین یہ روزانہ کا واقعہ ہے، یہی حال احیائے موتیٰ کا ہے، بعض جانور مرکر ممیات کی طرح بالکل خشک ہوجاتے ہین اور عرصہ تک اسی حالت مین رہتے ہین لیکن جب انکو مناسب حالات مین رکھدیا جاتا ہے تو پھر جان آجاتی ہے[1]"۔

ایجادات سائنس یہ تو سائنس کا علمی و تحقیقاتی پہلو تھا، ایجادی و اختراعی پہلو نے بھی اس سے کم "انتہائی حیرت انگیز" اعجاز نمائیان نہین کی ہین۔

لاسلکی ذریعہ پیغام رسانی کی ایجاد سے پہلے یہ کس قدر مستبعد بلکہ ایک حد تک ناقابل تصور بات تھی کہ تم بمبئی

[1] مقالات ہکسلے۔ جلد ۵ صفحہ ۱۹۹۔

مین بیٹھے ہو، اور تمھارا دوست لندن مین، درمیان مین ہزار ہا میل سمندرون کی پہنائی حائل ہے، تار وغیرہ کوئی محسوس شے تم دونون کے مابین رابط نہین، پھر بھی چشم زدن مین تم اس کو اپنا پیام پہنچا دے سکتے ہو، ایک منٹ مین ۶۰ سکنڈ ہوتے ہین، ایک سکنڈ کے بھی ۱۶ حصے کرو، اور اس سولھوین حصہ مین یہ پیام ۱۲ ہزار میل سے زائد کی مسافت طے کر سکتا ہے[1]۔

حیرت پر حیرت یہ ہے کہ تم صرف پیام ہی نہین بھیجا سکتے ہو، بلکہ حال مین ایک فرانسیسی سائنس دان نے اس معجزہ کا دعوی کیا ہے کہ بمبئی مین اپنے میز پر بیٹھے بیٹھے تم اسی لاسلکی کے ذریعہ سے لندن، پیرس، یا نیویارک مین چک پر اپنے دستخط ثبت کر سکتے ہو، قریب قریب (یعنی سیکڑون میل) کے مقامات تک اس کے کامیاب تجربات ہو بھی چکے ہین[2]۔

تنویم **طبیعیات** کے ان کرشمون کو دیکھ چکنے کے بعد اب ذرا **نفسیات** کے اُس شعبہ کی تحقیقات کو سامنے لاؤ جسکا نام **ہپناٹزم** ہے، عربی مین اس کو تنویم مقناطیسی کہتے ہین، لیکن ہم صرف تنویم یا عمل تنویم سے تعبیر کرین گے۔

اس عمل کی کرامات ہمارے زمانہ کے ایک نہایت ہی بلند پایہ محقق نفسیات پروفیسر ولیم جیمس کے الفاظ مین یہ ہین :-

"عامل تنویم اپنے معمول سے جو کچھ بھی کہتا ہے اس کو وہ یقین کر لیتا ہے، اور جس چیز کا حکم کرتا ہے اُسکو بجا لاتا ہے۔ حتی کہ جو چیزین معمولی حالت مین آدمی کے اختیار سے باہر ہوتی ہین وہ بھی عامل کے حکم سے واقع ہو سکتی ہین۔ مثلاً چھینکنا، چہرے کا سرخ یا زرد پڑ جانا، حرارت خون کا کم یا زیادہ ہو جانا، حرکت قلب مین تیزی یا سستی پیدا ہو جانا وغیرہ وغیرہ"

"تم معمول کو یقین دلا سکتے ہو کہ وہ یخ ہوا جا رہا، یا آگ مین جلا جا رہا ہے۔ تم اسکو آلو کھلا دو لیکن یہ یقین دلا سکتے ہو کہ شفتالو کھا رہا ہے، تم اس کو سرکہ پلا کر یقین دلا سکتے ہو کہ شراب پی رہا ہے، نوسادر

[1] معارف۔ [2] انڈین ریویو بابت جنوری ۱۹۲۳ء صفحہ ۷۰۔

مین اسکو کالوگنی کی بو محسوس ہوسکتی ہے، کرسی اس کو شیر نظر آسکتی ہے، جھاڑو اس کے لیے خوبصورت عورت بن جاسکتی ہے۔ راستہ کا شور اس کو موسیقی معلوم ہوسکتا ہے۔۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔

۔۔۔ جوان آدمی اپنے کو بچہ، حسین عورت یا نپولین اعظم سمجھنے لگ سکتا ہے۔

"سر یا دانتون کا درد، دور کر دیا جاسکتا ہے، وجع مفاصل وغیرہ کے مریض کو اچھا کیا جاسکتا ہے، بھوک فنا کر دیجاسکتی ہے۔ یہانتک کہ ایک شخص نے ۱۴ دن تک کھانا نہین کھایا۔۔۔۔

جس چیز سے تم چاہو اسی چیز سے معمول بہرا یا اندھا ہوجاسکتا ہے، مثلاً فلان لفظ وہ نہ سنے۔ لاکھ اس کے سامنے چیخو نہ سنیگا، یا فلان آدمی کو وہ نہ دیکھے، اس کے سامنے کھڑا کردو وہ نہ دیکھ سکے گا[۱]"

اس عمل کے وقت معمول پر ایک نیند کی سی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔ اسی لیے اس کا نام **تنویم** ہے، لیکن عمل کا اثر اس کیفیت کے بعد بھی قائم رہ سکتا ہے، مثلاً جس مرض کے لیے تم عمل کرو، وہ ہمیشہ کے لیے دور ہوجاسکتا ہے، یا فرض کرو، کہ معمول سے تم یہ کہدو کہ آیندہ سال جنوری کی ۱۰ تاریخ کو صبح ۹ بجے اپنے پلنگ کے پاس ایک شیر کھڑا دیکھو گے سال بھر کے بعد ٹھیک اُسی وقت پلنگ کے پاس معمول کو شیر دکھائی دیگا۔

گو عمل تنویم کے تجربات زیادہ تر نیند کی کیفیت طاری کرنے کے بعد ہی کیے جاتے ہین، لیکن اس کیفیت کا نمایان طور پر طاری ہونا کامیابی عمل کے لازمی شرائط مین نہین ہے۔ بلکہ ڈاکٹر مول کا خیال تو یہ ہے کہ ایسے معمول نسبتہً کم ہوتے ہین جنپر کیفیت تو ام طاری ہوتی ہو[۲]۔ ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اس عمل کا اثر افراد ہی تک محدود نہین بلکہ جماعتون اور مجمعون کو بھی متاثر کرسکتا ہے۔

ڈاکٹر البرٹ مول کا ابھی نام لیا جا چکا ہے اس جرمن فاضل کی کتاب "ہپناٹزم" اپنے موضوع پر سب سے بہتر نہایت محققانہ اور مستند خیال کی جاتی ہے، ڈاکٹر موصوف نے اس کتاب مین دکھلایا ہے کہ بہت سے معجزات کی

---

[۱] دیکھو پروفیسر موصوف کی کتاب "پرنسپلس آف سائیکالوجی" (اصول نفسیات) جلد دوم باب ۲۰۔

[۲] ڈاکٹر مول کی کتاب "ہپناٹزم" صفحہ ۹۲ مطبوعہ ۱۹۰۹ء۔

توجیہ نہایت آسانی کے ساتھ تنویم مقناطیسی سے کیجا سکتی ہے، معجزات ہی پر کیا موقوف ہے، سحر و عملیات تک کے صدہا عجائب کی گرہ کھل جاتی ہی، اور جن واقعات پر عقلانے اوہام واباطیل کی مہر ثبت کردی تھی، وہ قوانین مادی کی طرح قوانین نفسی کے حقایق بن گئے ہین۔

معجزات شفا بہت سے معجزات و کرامات کا تعلق امراض کی ایسی شفا سے ہے، جو طب کے مادی وسائل علاج پر مبنی نہین اور اس لیے مدعیان عقل کے ہان اُس کا نام "وہم پرستی" تھا، لیکن آج تنویمی تحقیقات نے ایک نیا اور نہایت کامیاب اصول علاج منکشف کردیا ہے، جو عام مادی وسائل اور استعمال ادویہ سے قطعاً مستغنی ہے،" اِس بے دوا کے علاج سے بہرے شنوا ہوجاتے ہین۔ پھیپھڑے اور سل کے امراض مین شفا حاصل ہوتی ہو، آنکھون کی بیماریان جاتی رہتی ہین۔ وجع مفاصل دور ہوجاتا ہے، زخم بھر آتے ہین[1]، کیا اس کے بعد بھی انجیل کی روایات مسیحائی کو "محض خوش اعتقادی یا اکاذیب کا طومار" کہنا خود اپنے جہل مرکب کی گواہی نہوگی ؟

فرانس کی جس مشہور درگاہ کی کرامات شفا کا اوپر ذکر گذرا ہے، ہیوم نے معتبر سے معتبر شہادت کے باوجود انکو "قطعاً ناممکن" قرار دیا تھا، لیکن ڈاکٹر مول بلا کسی مطالبۂ شہادت کے قدیم مصری اور یونانی مندرون کی کرامات شفا کو تنویم ہی کا معجز نما نفسی اثر سمجھتا ہے[2]، غرض جو چیز ہیوم کے نزدیک "قطعاً ناممکن تھی" مول کے نزدیک اب اُسمین اتنا استبعاد بھی نہین باقی کہ کسی غیر معمولی شہادت کا مطالبہ کرے۔

جان اسٹورٹ مل نے معجزہ کی تعریف یہ کی تھی کہ وہ عبارت ہے ایسے واقعہ سے جس کے پہلے وہ لوازم و شرائط نپائے جاتے ہون جو دوبارہ اس کو وجود مین لانے کے لیے کافی ہوتے ہین" لیکن آج ہمارے سامنے وہ لوازم و شرائط موجود ہین جنکی بنا پر عصا اسی طرح اژدہا بنجا سکتا ہے جس طرح کہ کرسی شیر نظر آسکتی ہے، تم کہوگے کہ تو پھر اس صورت مین حضرت موسیٰ کا اعجاز کیا رہا، اس کا جواب آگے آئے گا، سردست تم صرف اتنا سمجھ لو کہ عصا کا اژدہا بنجانا اتنا مستبعد واقعہ نہین ہے جسپر یقین کے لیے نفس نوعیت واقعہ کی بنا پر کسی غیر معمولی شہادت کی احتیاج ہو،

---

[1] ہپناٹزم صفحہ ۳۵۵ [2] ایضاً صفحہ ۳۵۶۔

عام تجربات | تنویمی تجربات کے علاوہ یون بھی کچھ نہ کچھ ایسے پراسرار واقعات مشاہد و مسموع ہوتے رہتے ہین جنکی توجیہ عام قوانین فطرت سے نہین ہوتی، اور جو بہت سے معجزات کے متعلق ہماری حیرت و استبعاد مین کمی پیدا کرتے رہتے ہین ہمارے صوبہ کے مشہور انگریزی اخبار "لیڈر" نے پچھلے سال اپریل مین بردوان کا ایک عجیب و غریب واقعہ چھاپا تھا جو نامہ نگار کے الفاظ مین حسب ذیل ہے،

"بردوان مین ایک عجیب پراسرار واقعہ پیش آیا جسنے لوگون مین کافی سنسنی پیدا کردی ہے، لالہ کندن لال کپور ایک کھتری زمیندار ۱۱ ماہ حال کو ۸ بجے شام کے وقت مرا، متوفی چونکہ سوریہ بنسی کھتری تھا اسلیے جب تک دوسرے دن صبح آفتاب نہ نکل لیا اسکی لاش جلائی نہین گئی۔ جلانے سے پہلے اُس کے لڑکے انند لال نے ایک خالی کمرہ مین جہان کوئی اور نہ تھا۔ لاش کا فوٹو لیا لیکن اسکی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ اس کے فوٹو پر پانچ اور دھندلی تصویرین آگئی ہین، ان تصویرون مین سے دو کو تو خاندان کے لوگون نے پہچانا تھا کہ متوفی کی پہلی بیوی اور لڑکے کی ہین جنکو مرے ہوئے کئی سال ہوچکے ہین۔ باقی تین تصویرین جو زیادہ روشن نہ تھین پہچانی نہین جاسکین"

"ٹائمس آف سیلون" مین ایک انگریز پلانٹر (چائے کا کاشتکار) نے اپنے قلیون کی قربانی اور پوجا کے کچھ مشاہدات لکھے تھے جو اس کو عجیب معلوم ہوتے تھے[1] اُن مین یہ بھی تھا کہ

"ایک شخص آگ کی سوراخ دار چٹی تھیلی پر رکھکر مندر کے گرد رقص و طواف کرتا تھا، اس نے مجھکو یقین دلایا کہ یہ چٹی اسکو بالکل گرم نہین محسوس ہوتی تھی، حالانکہ جب مین نے تجربۃً چٹی کے اُسی حصّہ کو جو اس شخص کی تھیلی پر تھی، چھوا تو میری انگلی جل گئی۔ ان کا بڑا پوجاری کم و بیش ایک منٹ تک آگ مین ہاتھ ڈالے رہا اور کوئی اثر نہ ہوا، اسی طرح اور بھی کئی قلیون نے نہایت غیر معمولی حرکتین کین"

ان چشم دید عجائب کو لکھکر پلانٹر نے ناظرین اخبار سے درخواست کی ہے کہ اگر کسی اور صاحب نے اس قسم کے واقعات

---

[1] لیڈر نے ٹائمس آف سیلون کے حوالے سے نقل کیا ہے،

دیکھے ہون تو براے مہربانی اطلاع دین، یا اگر ان کی کوئی توجیہ و تشریح ہوسکتی ہو تو کرین۔ اس پر خود "ٹائمس" نے لکھا ہے کہ "سیلون اور ہندوستان دونون جگہ مذہبی رسوم کے مواقع پر اس قسم کے واقعات اکثر دیکھنے مین آتے ہین۔ مثلاً کولمبو مین محرم کے موقع پر لوگ آگ مین چلتے ہین، ہمکو نہین معلوم کہ ایسے واقعات کی ابتک علمی توجیہ ہوسکتی ہے، ایک نظریہ یہ ہے کہ لوگ اپنے آپ پر عمل تنویم کر لیتے ہین[1]"

بہرحال توجیہ ہوسکے یا نہو سکے لیکن اڈیٹر ٹائمس نے پلانٹر کے بیان کی تکذیب نہین کی، نہ کسی مزید شہادت کا مطالبہ کیا، کیون؟ اس لیے کہ اس طرح کے واقعات اور بھی وقتاً فوقتاً پیش آتے رہتے ہین جن کو سامنے رکھنے کے بعد پلانٹر کا بیان اتنا مستبعد نہین رہتا کہ نفس نوعیت واقعات ہی کی بنا پر اُنکی تغلیط و تردید کردیجائے، یا کسی غیر معمولی شہادت کا مطالبہ کیا جائے

پھر کیا وجہ ہے کہ تم اس واقعہ کو غلط سمجھو کہ حضرت براہیم کو آگ نہ جلا سکی، زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتا ہے کہ اسکی بنا پر تم اُنکی نبوت کا اقرار نہ کرو، لیکن نفس واقعہ سے انکار کا کیا حق حاصل ہے؟

رویائے صادقہ

رویا یا خواب کی تشفی بخش عقدہ کشائی سے حکمت و فلسفہ کا ناخن ابتک عاجز ہے، مختلف اصناف خواب کی توجیہ کے لیے جو جو نظریات فرض کئے گئے ہین وہ خود ایک خواب پریشان معلوم ہوتے ہین، لیکن قدرت اپنی عجائب آفرینیون کے لیے انسانی توجیہات کا انتظار نہین کرتی۔

تم کسی معمر آدمی سے دریافت کرو، اس کو اپنی زندگی کے بہت سے ایسے خواب یاد ہونگے جو واقعات مستقبل کی تمثیل یا صریحی پیشین گوئی تھے، میرے ایک فلسفی دوست کو اپنے خوابون کی صحت کا اس قدر تجربہ ہے کہ جب کسی شخص سے خواب مین اُن سے بے لطفی ہوجاتی ہے تو بیداری مین اس نتیجہ کے لیے وہ طیار رہتے ہین اور اکثر کچھ نہ کچھ بدمزگی کی نوبت آہی جاتی ہے۔ مجھکو اپنے خواب بہت ہی کم یاد رہتے ہین، لیکن جو جس قدر زیادہ وضاحت کے ساتھ یاد رہتا ہے، اسی قدر زیادہ صحیح نکلتا ہے، سنہ ۱۹۲۰ء کے روزنامچہ مین (۱۵ اپریل) ایک جگہ لکھا ہے کہ

آج دوپہر کو سویا، تو کیا خواب دیکھتا ہون کہ "ح" کا خط آیا ہے جس مین "س" کا بھی ایک خط ملفوف ہے

[1] تنویم مقناطیسی کی تحقیقات کی رو سے آدمی خود اپنے اوپر بھی عمل کرسکتا ہے۔

اُٹھنے کے بعد ڈاک آئی تو یہ خواب بالکل واقعہ تھا، کہ انتہا یہ کہ خطوں کا جو مضمون خواب میں دیکھا تھا، وہی قریب قریب بیداری میں بھی پایا"

حالانکہ مجھکو "ح" کے خط کا کوئی انتظار نہ تھا، اور "س" کا خط تو حاشیہ خیال میں بھی نہ تھا"

پروفیسر ہلپرکت امیریکا کے آثار قدیمہ کا ایک مشہور ماہر ہے۔ اس نے دو بابلی کتبات کے متعلق ایک اشکال کو جو بیداری میں حل نہیں ہوسکا تھا خواب میں حل کیا، اور وہ بھی اس طرح کہ بابل کے ایک پُرانے کاہن نے خواب میں آکر اسکی رہنمائی کی[1]

جب عام لوگوں کے یہ تجربات ہیں، تو پھر اس میں کیا استعجاب و استبعاد رہجاتا ہے کہ بعض نفوس قدسیہ (انبیاء) کے تمام خواب رؤیا صادقہ، یا ایک طرح کا وحی والہام ہوتے ہیں، رسالت پناہ پر وحی کی ابتدا رویا صادقہ (صالحہ) ہی سے ہوئی تھی، اخبار بالغیب کی گرہ بھی بڑی حد تک رویا صادقہ سے کھل جاتی ہے۔

حقیقی اسرار نبوت

اسرار نبوت میں سب سے زیادہ پر اسرار مقام وہ ہے جہاں ابراہیم کو خدا خود ندا دیتا ہے (نادیناہ ان یا ابراھیم) جہاں سے موسیٰ کو (کلم اللہ تکلیما) کی بنا پر **کلیم اللہ** کا شرف عطا ہوتا ہے، اور جہاں محمدؐ اور خدا میں قاب قوسین یا اس سے بھی کم کی دوری رہجاتی ہے، یہی وہ مقام ہے جہاں منطق واستدلال کا "حجاب اکبر" اُٹھ جاتا ہے، اور ظنی علم کی جگہ کشف ومشاہدہ کا حق الیقین حاصل ہوجاتا ہے، ابراہیمؑ کو کس نے ندا دی؟ موسیٰ نے طور پر کس سے کلام کیا، اور "لن ترانی" کے باوجود کیا دیکھا؟ وہ کون سی ہستی تھی جس میں اور محمدؐ میں صرف "قاب قوسین" کی دوری تھی؟ اور "اوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ" کا ماجرا کیونکر پورا ہوا؟ ان سوالات کا جواب جامہ تحدید میں رہ کر نہ دیا جاسکتا ہے اور نہ سمجھا جاسکتا ہے۔

حقیقی آیات نبوت کی عام مثالیں

عام معجزات کی جو نوعیت ہے چونکہ اسکی مثالیں جیسا کہ اوپر معلوم ہوچکا ہے معمولی واقعات زندگی میں بھی ملتی رہتی ہیں لہذا اسی نسبت سے ان کے استبعاد میں بھی بہت کچھ کمی ہوجاتی ہے،

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا مضمون "ڈریم"۔

لیکن "وادی ایمن" اور "سدرۃ المنتھی" کی واردات جو اصلی معجزات اور مقام نبوت کی حقیقی "آیات کبریٰ" ہین ان کی بظاہر کوئی مثال اس عالم ناسوت مین نہین نظر آتی جس سے عام انسانون کو انکی فہم مین مدد ملے بیشک "لنریک من آیاتنا الکبریٰ" کا "رتبہ بلند ملا جسکو مل گیا" اور یہ سچ ہے کہ آفتاب کی عالم افروزی کا اندازہ ستارون کی چمک سے نہین ہو سکتا تاہم بقدر استعداد تجلی طور کا ہلکا سا پرتو ذرات پر کبھی کبھی پڑ ہی جاتا ہے اور چشم بینا کی ہدایت کے لیے اتنا ہی بس ہے۔

انبیا و مرسلین کے بعد اولیا و مقربین کے ہان ان تجلیات کی کافی شہادتین ملتی ہین لیکن عام انسانی سطح سے چونکہ یہ درجہ بھی بہت بلند ہے اس لیے اور نیچے اتر کر ہمکو اپنی ہی سطح کی کچھ مثالین تلاش کرنی چاہئین۔

پروفیسر ولیم جیمس جو ہمارے زمانہ کا سب سے نامور محقق نفسیات ہے اور جس کا شمار اکابر فلاسفہ مین ہے اس نے لوگون کے ذاتی واردات مذہب یا مذہبی تجربہ و شعور کے مختلف اصناف پر ۵۰۰ صفحات سے زائد کی ایک کتاب[1] لکھی ہے اس مین بلا قید مشرق و مغرب، انبیا و اولیا، عوام و خواص، علما و حکما سب کے "تجربات مذہبی" کی آپ بیتی واردات کو یکجا کیا، اسی وسیع ذخیرہ مین سے ہم صرف عام انسانی سطح کے چند واقعات کا بترتیب ذیل انتخاب کرتے ہین:-

سب سے پہلے جیمس نے اپنے ایک بے تکلف اور نہایت ہی ذہین و زیرک دوست کے متعدد تجربات لکھے ہین، اس دوست کو کبھی کبھی رات کے وقت جبکہ یہ کتب بینی مین مشغول ہے یا خالی بیٹھا ہے ایسا معلوم ہوا کہ کمرے کے اندر کوئی موجود ہے، پلنگ کے پاس ہی اپنی گود مین اس کو دبا رہا ہے، گو وہ نہین جانتا کہ یہ کون ہے، یا کیا ہے، تاہم نفس کی موجودگی کا اس سے کہین زیادہ اس کو یقین ہے جتنا کہ دن کی روشنی مین کسی ذی روح کی موجودگی کا ہو سکتا ہے وہ اس کو کسی متشخص ذات یا انسان کی طرح نہین دیکھ رہا ہے، پھر بھی اپنے تمام محسوسات سے زیادہ اس کے حقیقی، و واقعی ہونے کا اذعان ہے۔

"اسکی موجودگی مین نہ کوئی ابہام و التباس ہے، نہ یہ شعر یا موسیقی کے وجد و کیف کا ساپیدا کردہ

[1] اس کا نام The Varieties of Religious Experience "تجربۂ مذہبی کے اصناف"
پروفیسر موصوف کا انتقال بھی سنہ ۱۹۱۰ء مین ہوا ہے۔

کوئی جذبہ ہی، بلکہ یہ ایک قوی شخصیت کی نہایت قریب موجودگی کا قطعی علم و یقین ہے، اور اس کے چلے جانے کے بعد میرے حافظہ مین اسکی یاد ایک حقیقت کی طرح تازہ ہے۔ ہر چیز جو مین دیکھتا یا سنتا ہون خواب ہو سکتی ہے لیکن یہ واقعہ خواب نہ تھا" (صفحہ ۶۰ - ۶۱)

یہ دوست کوئی وہم پرست نہین ہے، بلکہ جیمس کو اس بات پر حیرت ہی کہ وہ ان تجربات کو مذہبی رنگ مین کیون نہین تعبیر کرتا۔ اس کے بعد ایک اور شخص کا بیان ہے

"میری آنکھ بہت رات رہے کھل گئی۔...... ایسا معلوم ہوا کہ کسی نے جان بوجھکر جگا دیا اور پہلے مین یہی سمجھا کہ کوئی شخص اندر گھس آیا ہے۔ . . . . مین نے پھر سونے کے لیے کروٹ بدل لی، فوراً ہی محسوس ہوا کہ کمرے مین کوئی موجود ہے۔ اور یہ کچھ عجیب احساس تھا کسی عام ذی حیات شخص کی موجودگی کا نہین، بلکہ ایک روحانی وجود کا احساس تھا۔ ممکن ہی کہ تمکو اس پر ہنسی معلوم ہوتی ہو، لیکن مین وہ بیان کرتا ہون جو مجھپر گذری، بجز اسکے کہ مین ایک روحانی وجود سے اس کو تعبیر کرون، اور کوئی بہتر صورت مجھکو اپنے احساس کے ادا کرنے کی نہین ملتی۔ . . . . ساتھ ہی مجھکو ایک یہ دہشت بھی محسوس ہوئی کہ کوئی عجیب و خوفناک واقعہ ظاہر ہوا چاہتا ہے" (ص ۶۲)

ایک سائنس دان کے اعترافات سنو،

"بیس اور تیس سال کی عمر کے مابین مین بتدریج لا ادری اور لا مذہب ہو گیا تھا، تاہم اس "غیر متعین شعور" سے مین کبھی خالی نہین رہا جسکا نام ہربرٹ اسپنسر نے "حقیقۃ مطلقہ" رکھا ہی۔ لیکن اسپنسر کی طرح یہ حقیقت میرے لیے محض ناممکن العلم نہ تھی۔ کیونکہ گو مین نے طفلانہ طریقہ سے خدا سے دعائین مانگنا چھوڑ دیا تھا اور مذہبی رسم کے مطابق کبھی نماز نہین پڑھی، نہ دست بدعا ہوا، تاہم میرا زیادہ حال کا تجربہ یہ بتلاتا ہے کہ عملاً اس ذات کے ساتھ مجھکو وہی تعلق رہا ہے جو دعا اور نماز کا ہوتا ہے، جب مجھپر کوئی مصیبت پڑی، خواہ وہ خانگی ہو یا کاروباری، یا جب مین کسی معاملے کے

متعلق پریشان و متردد ہوا اور میرا دل بیٹھنے لگا تو اعتراف کرتا ہون کہ استعانت کے لیے مین اسی تعلق کی طرف بھاگا جو اس ذات کے ساتھ مجھکو حاصل تھا۔ ۔ ۔ ۔ اس نے ہمیشہ میری نصرت کی، اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسکی تائید غیبی نے مجھکو بے انتہا قوی کر دیا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مین پاتا ہون کہ اس کے ساتھ میرا تعلق در اصل شخصی تھا کیونکہ ادھر چند سال سے اس سے استعانت کی قوت نے میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے، جس سے مجھکو ایک صریح نقدان کا شعور ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور اقرار ہے کہ مین اپنی زندگی مین ایک بڑی قوت و نصرت سے محروم ہو گیا ہون۔ ۔ ۔ ۔ جس ذات کو مین "اس" سے تعبیر کر رہا ہون یہ اسپنسر کی نامعلوم حقیقت نہ تھی بلکہ یہ میرا خدا تھا، جسکی تائید پر مجھکو بھروسا تھا، لیکن جس کو نہین معلوم مین نے کس طرح گم کر دیا۔" (صفحہ ۹۰-۱/۹۵)

سوئیٹزرلینڈ کے ایک شخص کی آپ بیتی یہ ہے کہ

"مین پوری طرح صحیح و تندرست تھا۔ ۔ ۔ کسی قسم کی تھکن، بھوک یا پیاس قطعاً نہ تھی، طبیعت بالکل چاق اور شگفتہ تھی، گھر سے جو خبر ملی تھی اچھی تھی، غرض دور و نزدیک کسی قسم کی کوئی پریشانی نہ تھی، ہوشیار رہنما ہم لوگون کے ساتھ تھا، راستہ مین بھٹکنے کا بھی مطلقاً اندیشہ نہ تھا، مختصر طور پر اپنی اس حالت کو یون ادا کر سکتا ہون کہ میرا دل و دماغ اسوقت کامل توازن کی حالت مین تھا، کہ یکایک مجھکو اپنے اندر ایک طرح کا ارتفاع محسوس ہوا اور یہ معلوم ہوا کہ خدا موجود ہے، گویا اس کی رحمت و قوت میرے سارے وجود مین نفوذ کر رہی ہے، یہ کیفیت اس درجہ شدید تھی کہ ساتھیون سے بمشکل اتنا کہہ سکا کہ آگے چلو، میرا انتظار نہ کرو، اب مجھ مین کھڑے ہونے کی تاب نہ تھی، ایک پتھر پر بیٹھ گیا اور آنکھون سے آنسوؤن کا دریا امنڈ آیا، مین نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے ایک حقیر اور میری جیسی گناہ گار مخلوق پر اتنا بڑا رحم و فضل فرمایا کہ زندگی ہی مین اپنے کو پہچنوا کر اپنی ربوبیت کا

ؔ اس حالت کو سامنے رکھکر ذرا ان آیات کو پڑھو "ایاک نستعین"، "ففروا الی اللہ"، "وما النصر الا من عند اللہ"

کرشمہ دکھلایا، مین نے اس سے نہایت الحاح کے ساتھ دعا کی کہ میری زندگی تمام تر اسکی رضاجوئی مین بسر ہو، جواب ملا کہ بس تو روز بروز عاجزی و مسکنت کے ساتھ میری رضا پر چلنے کی کوشش کر، اور اس کا فیصلہ مجھ خدائے قادر و توانا پر چھوڑ دے، کہ اس سے بھی زیادہ قوی شعور کے ساتھ تو مشاہدۂ حق کے قابل ہوا ہے یا نہیں۔ . . . . یہ احساس و اثر اس قدر گہرا اور واضح تھا کہ مین نے اپنے دل سے سوال کیا کہ کیا موسیٰ نے کوہ طور پر کچھ اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ دیکھا تھا۔ اس قدر بیان کر دینا اور مناسب ہوگا کہ اس عالم وجد مین خدا کسی شکل و صورت اور رنگ و بو سے متصف نہ تھا، نہ مین اس کی موجودگی کی کوئی خاص جگہ محسوس کر رہا تھا۔"

جیمس نے تو اس قسم کے تجربات کا ایک انبار لگا دیا ہے لیکن ہم ایک طویل بیان کے دو جملون کے اقتباس پر بس کرتے ہین، قیاس اور اخذ نتائج کے لیے امید ہے کہ یہی تین چار مثالین کافی ہونگی، امراض دماغی کے ایک ماہر ڈاکٹر بوک نے خود اپنا تجربہ لکھا ہے کہ

"اس کے بعد مجھ پر ایک انتہائی فرحت و انبساط کی کیفیت طاری ہوئی جس کے ساتھ ہی ایک ایسی اشراقی یا انشراحی حالت پیدا ہوئی جس کا بیان ناممکن ہے اس حالت مین دوسری چیزون کے ساتھ اس بات کا بھی مجھکو صرف یقین نہین بلکہ عینی مشاہدہ ہوا، کہ کائنات بے جان مادہ سے نہین بنی ہے، بلکہ یہ ایک ذی حیات وجود ہے۔ مجھکو خود اپنے اندر ایک ابدی حیات کا احساس ہوا. . . . . . یہ کیفیت صرف چند سکنڈ تک رہی لیکن اسکی یاد اور حقیقت کا احساس آج چوتھائی صدی گذر جانے پر بھی اسی طرح تازہ ہے" (صفحہ ۳۹۹)

ان مثالون کو سامنے رکھکر اب یہ حدیث پڑھو، کہ

"ایک دفعہ صبح کی نماز کے لیے آپ دیر سے برآمد ہوئے، نماز کے بعد لوگون کو اشارہ کیا کہ اپنی اپنی جگہ ٹھہر جائین، پھر فرمایا کہ آج شب کو مین نے اتنی رکعتین پڑھین جتنی کہ میرے لیے مقدر

تھین، تو نماز ہی مین کچھ اونگھ سا گیا (نفست) اس حالت مین مین نے دیکھا کہ جمالِ الٰہی بے پردہ میرے سامنے ہے، خطاب ہوا اے محمد! تم جانتے ہو کہ فرشتگان خاص کس امر مین گفتگو کر رہے ہین عرض کی نہین اے میرے رب! مین نہین جانتا۔ اس نے اپنا ہاتھ دونون مونڈھون کے بیچ مین میری پیٹھ پر رکھا جسکی ٹھنڈک میرے سینہ تک پہنچگئی، اور آسمان و زمین کی تمام چیزین نگاہون کے سامنے جلوہ گر ہوگئین۔ سوال ہوا یا محمد! تم جانتے ہو کہ فرشتگانِ خاص کس امر مین گفتگو کر رہے ہین، عرض کی ہان اے میرے رب۔۔۔۔۔ الخ[1]"

اس مین کلام نہین کہ مکالمۂ طور اور ماجرائے اسراء (معراج) کا مقام مذکورۂ بالا مثالون سے آتنا ہی بلند ہے جتنا کہ انبیاء کا مقام انسانون سے بلند ہونا چاہیے۔ تاہم "عالمے ہست کہ این عالم ازان تمثالے است"، ان مثالون سے ایک نہ ایک حد تک اس مقام برتر کا دھندلا سا تصور پیدا کیا جاسکتا ہے۔ اور ہمارے مدعا کے لیے اسی قدر کافی ہے۔

مقدمات ثلٰثہ یقین معجزات کے لیے ہماری منطق استدلال کے تین مقدمات تھے، جن مین سے دو کو تو ہیوم اور ہکسلے نے بترتیب پورا کردیا تھا، تیسرا مختلف اصناف استبعاد کے شواہد سے پورا ہو جاتا ہے۔ ان مقدمات ثلٰثہ کا خلاصہ یہ ہے

(۱) معجزات بذات خود کوئی ناقابل تصور یا ناممکن الوقوع شے نہین ہین۔ (ہیوم)

(۲) زیادہ سے زیادہ ان کو "انتہائی حیرت انگیز" یا "انتہائی مستبعد" واقعات سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، اس لیے (الف) انسانی شہادت کی بنا پر ان کو قبول کیا جاسکتا ہے، (ب) البتہ "انتہائی حیرت انگیزی" و استبعاد کی وجہ سے بظاہر ان کے قبول کرنے کے لیے جو شہادت مطلوب ہو اس کو بھی ہر لحاظ سے انتہائی حد تک قابل اعتبار ہونا چاہیئے (ہکسلے)

(۳) لیکن معجزات مین جس قسم کا استبعاد یا حیرت انگیزی پائی جاتی ہے اس کے شواہد چونکہ عام انسانون کے مادّی

---

[1] پوری حدیث کے لیے دیکھو آگے ذکر مشاہدات،

نفسی یا روحانی تجربات مین بھی ملتے رہتے ہین، جنکے قبول و یقین کے یے لوگ کوئی غیر معمولی شہادت طلب نہین کرتے

لہذا یقین معجزات کے لیے بھی کسی غیر معمولی شہادت کی ضرورت نہین

اصلی بحث یقین کی ہے | لیکن سوال یہ ہے کہ ہیوم وہکسلے کی ناقص منطق سے اگر کوئی شخص گمراہ ہوگیا تھا، توکیا وہ اس منطق کا صرف تیسرا مقدمہ پورا کردینے سے راہ راست پر آجائے گا؟ اور کیا اب صفحات بالا کے پڑھ لینے سے معجزہ کا کوئی منکر نہ رہ جائے گا؟ مجھکو تو اندیشہ ہے کہ محض میرے یہ سیاہ نقوش ایک منکر کو بھی مومن نہ بنا سکین گے۔ تم کہوگے کہ شاید استدلال ہی بودا ہے، لیکن کیا دنیا کا کوئی قوی سے قوی استدلال بھی، نفس اپنی قوت استدلال کی بنا پر کسی کو معجزات کا یقین دلا سکتا ہے؟ ارسطو، مل اور ہیگل[۱] جو منطق کے "اقانیم ثلثہ" ہین کیا یہ سب کے سب ملکر بھی کوئی ایسی منطق یا عقلی استدلال پیدا کرسکتے تھے جو بذات خود ہر عام وخاص کو معجزات کا یقین دلا دیتا؟

ان سوالات کا جواب اگر نفی مین ہے اور یقیناً نفی مین ہی، تو پھر معجزات کے متعلق خالی امکان ووقوع اور شہادت وقوع کی بحث چندان اہم نہین رہجاتی، بلکہ اصلی بحث یقین کی ماہیت اور اس کے علل واسباب کی ہے۔

یقین معجزات

یقین کی ماہیت | یقین کی فلسفیانہ ماہیت پر کوئی مفصل و مستقل بحث چھیڑنا مقصود نہین ہی، نہ یہان چندان اسکی ضرورت ہے، ہر شخص جانتا ہے کہ کسی شے کے نفس تصور اور اُس کے یقین مین کیا فرق ہے۔

یہان ہمارے مقصد کے لیے صرف اتنا جان لینا چاہیے کہ ریاضی کے تصورات مجردہ[۲] کی طرح امور واقعیہ (واقعات)

---

[۱] ارسطو اور مل علی الترتیب قیاسی واستقرائی منطق کے امام ہین، جنکا تعلق اضافی حقایق وعلوم سے ہے لیکن ہیگل (جرمنی) نے منطق کے زمین وآسمان ہی بدل دیے، یعنی منطق کو مابعد الطبیعیات بناکر اس کے ذریعہ "حقیقۃ مطلقہ" کا سراغ لگانا چاہا ہے۔

[۲] معجزات کا تعلق چونکہ تاریخ و روایت کے واقعات سے ہے، نہ کہ ریاضی کے مجردات سے۔ اس لیے ہم مجردات ریاضیہ کے علم و یقین کی جو نوعیت ہے اس کے بحث مین نہین پڑنا چاہتے۔ ورنہ دراصل یقین بھی کسی ایسی اطلاقی اور اٹل یا ناقابل تغیر بنیاد پر نہین قایم ہے جس کا انکار نہ ہوسکے۔ بلکہ مل جیسے منطقی وفلسفی کا تو یہ دعوی ہے کہ ریاضیات کی مفروضہ قطعیت محض ایک وہم وفریب ہے۔ جس طرح براق کی اس تعریف سے کہ وہ نام ہے آدھے گھوڑے اور آدھے انسان کا، یہ نہین لازم آتا کہ براق کا وجود یقینی اور واقعی ہے۔ اسی طرح دائرہ کی اس تعریف سے کہ وہ نام ہے ایسی شکل کا جس کے نصف قطر تمام برابر ہون۔ یہ نہین لازم آتا کہ واقعاً ایسا کوئی دائرہ موجود بھی ہے، انتہا یہ کہ مل کے نزدیک اس مین بھی کوئی تناقص نہین کہ ۲ و ۲ مل کر ۵ ہوسکتے ہین،

کے متعلق ہمارا یقین ناقابل تغیر یا اطلاقی نوعیت کا نہین ہوتا، بلکہ لذت والم، حیرت واستعجاب، رنج وغم، محبت ونفرت ارادہ وخواہش وغیرہ، دیگر کیفیات نفسی کی طرح محض ایک اضافی وتغیر پذیر ذہنی کیفیت کی حیثیت رکھتا ہی جس طرح کسی واقعہ سے ہر شخص کے نفس مین کیفیات بالا کا پیدا ہونا، یا یکسان طور پر پیدا ہونا ضروری نہین ہے، اُسی طرح ہر آدمی کے دل مین اُس واقعہ کا یقین یا ایک ہی معنی مین یقین پیدا ہونا بھی لازمی نہین۔

تاریخ کی بعض کتابون مین ایک روایت مذکور ہے کہ اسکندریہ کا کتب خانہ حضرت عمرؓ کے حکم سے اس بیدردی کے ساتھ جلایا گیا کہ چھ مہینے تک مصر کے حمامون کا ایندھن بنا رہا، علم کا فدائی اور حکمت وفلسفہ کا عاشق اس روایت کو پڑھکر کف افسوس ملنے لگتا ہے، اور اس کے دل مین نفرت وغصہ کا جذبہ پیدا ہوتا ہی۔ بخلاف اس کے اِسی روایت کو اگر ایک سپاہی پڑھتا ہے تو نہ وہ اپنے اندر کوئی نفرت وغصہ پاتا ہے، اور نہ اتنا افسوس کرتا ہے اس کے نزدیک قلعہ انٹورپ کی بربادی کتبخانۂ اسکندریہ کی تباہی سے کہین زیادہ ماتم انگیز ہے۔ لیکن یہی روایت اگر کسی صوفی عارف کی نظر سے گذرے، تو رنج وغصہ کی جگہ اس کو انتہائی مسرت ہوسکتی ہے کہ "حجاب اکبر" کا یہ "دفتر بے معنی" اسی سلوک کا مستحق تھا۔ "صد کتاب وصد ورق در نار کن"

تمنے دیکھا کہ ایک ہی چیز سے مختلف اشخاص پر مختلف بلکہ متضاد جذبات طاری ہوئے، جذبات کی طرح یقین وعدم یقین کے بھی متضاد اثرات طاری ہوئے ہین جن اہل یورپ کے دل مین مسلمانون کی وحشت وجہالت کا تعصب راسخ تھا اور جنکی طبیعت تنقیص اسلام کی ہر شہادت کو قبول کرنے پر حریص تھی انہون نے نہ صرف شہادت کی تحقیق وتفتیش کے بغیر اس خبر کا یقین کر لیا، بلکہ اسکی روائتی ودرائتی تضعیف کے بعد بھی انکا یقین قائم رہا، لیکن انہی اہل یورپ مین جو گروہ اس درجہ اسلام کے ساتھ عداوت نہین رکھتا تھا کہ اس کے جذبۂ انصاف پسندی کو جذبۂ تعصب نے مغلوب کر لیا ہو، اُس کو تحقیق کے بعد یہ روایت ہی سرے سے بے اصل ومضحکہ خیز نظر آئی۔ اس سے بھی بڑھکر یہ کہ ایک مسلمان مورخ جو کتبخانۂ اسکندریہ کے جلانے کو دامن اسلام پر وحشت وجہالت کا ایک بدنما داغ سمجھتا تھا اور کسی طرح اسکا محبت اسلام سے لبریز دل اُس کے قبول پر آمادہ نہ تھا۔ اسکی تحقیقات نے اس روایت کو نہ صرف دشمنون کا صریح افترا وبہتان قرار دیا

بلکہ اُلٹے خود انہی افترا پرداز دشمنوں کو اصلی مجرم ثابت کر دکھایا"۔ "ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا"[1]

نظریات حکمت کا یقین

یقین کی یہ جذباتی و اضافی حیثیت صرف واقعات تاریخ و روایت ہی کے ساتھ مخصوص نہین ہے، بلکہ فلسفہ و حکمت (سائنس) کے نظریات و نظامات کا یقین بھی یہی حیثیت رکھتا ہے۔ پروفیسر جیمس نے "ارادۂ یقین" اور "جذبۂ عقل پرستی"[2] کے عنوان سے دو نہایت دلچسپ مضمون لکھے ہین، ان مین اُس نے دکھایا ہے کہ ہمارا یقین کس قدر خواہش و ارادہ یا جذبات کی اضافی کیفیات کا پابند ہے، اور سائنس و فلسفہ کی بنیاد جس عقل پرستی پر ہے وہ بھی دراصل مذہب پرستی یا عجائب پرستی کی نوعیت کا محض ایک جذبہ ہے۔

یکسانی کا جذبہ

ایک فلسفی یا حکیم فلسفیانہ یا حکیمانہ فکر و تفحص مین کیون اپنا سر کھپاتا ہے؟ زیادہ تر اس "خواہش" کی بنا پر کہ عالم مین جو ایک تشتت و پریشانی، کثرت و پراگندگی نظر آتی ہے، کوئی ایسا اصول یا قانون دریافت ہو جائے جو اس کثرت و پراگندگی کو وحدت و یکسانی کے رشتہ سے مربوط و مسلسل کر دے، اس قانون و اصول کے عقلی یا صحیح ہونے کا کیا معیار ہے؟ صرف یہی کہ اس کے قبول و باور کرنے سے ہمارے دماغ کی حیرانی و پریشانی رفع ہو جاتی ہے اور کارخانۂ فطرت مین یکسانی و ہمواری کی موجودگی کا ایک خوش گوار و لذیذ احساس یا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

"یہ لذت کہ پراگندہ واقعات دراصل کسی ایک ہی مخفی واقعہ کے مظاہر ہین، اسی طرح کی لذت ہے جو کسی گویّے کو پراگندہ آوازون کے ایک نغمہ یا راگ مین منتظم کر دینے سے حاصل ہوتی ہے"۔ کون شخص اس امر کی دلفریبی کو نہ محسوس کریگا کہ سیب کو زمین کے ساتھ وہی تعلق ہے، جو چاند کو اس کے ساتھ ہے۔ غبارہ اسی قانون کے ماتحت اوپر چڑھتا ہی جس کے ماتحت پتھر نیچے گرتا ہے۔ اِس یقین مین کس کیلیے لذت نہوگی کہ پہاڑ پر چڑھنے یا درخت کے کاٹنے مین جس طاقت سے ہم کام لیتے ہین وہ وہی ہے جو آفتاب کی اُن کرنون مین پائی جاتی ہے جو اُس غلہ کو پکاتی ہین جس کا

---

[1] دیکھو رسائل شبلی، مضمون "کتب خانۂ اسکندریہ"

[2] انگریزی مین ان دونون مضامین کا نام علی الترتیب "Will to Believe" اور "Sentiment of Rationalism" ہے، جو دیگر مضامین کے ساتھ شائع ہوئے ہین۔ افسوس کہ یہان ہم بخوف طوالت ان سے زیادہ استفادہ نہین کر سکتے۔ لیکن جو انگریزی دان اصحاب یقین کی حقیقت و نوعیت کو اچھی طرح سمجھنا چاہتے ہین ان کو یہ دونون مضمون ضرور پڑھنے چاہئین۔

صحیح ہمنے ناشتہ کیا ہے[1]"

نظم و یکسانی کی لذت کے لیے انسان کی فطرت جس درجہ حریص ہے اسی کو ملحوظ رکھکر ہمارے زمانہ کے ایک زبردست معلم فلسفہ پروفیسر **رائس** نے تنبیہ کی ہے کہ "جہاں کہین بھی ہم کو کسی قانون **فطرت** کی وحدت و یکسانی کا یقین محسوس ہو، یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس احساس وحدت کا بڑا حصہ اصل فطرت کی واقعی وحدت کے بجائے اس ناقابل استیصال جذبہ پر مبنی ہو سکتا ہے، جو وحدت و نظم کی پسندیدگی کے لیے خود ہمارے نفوس کے اندر موجود ہے[2]"

یہی تعصب تھا جسکی بنا پر ایک بڑے سائنس دان نے جیمس سے کہا کہ "کلام نفسی کا دعویٰ اگر صحیح بھی ہو تو بھی تمام اہل سائنس کو اس کے دبانے اور چھپانے پر ایکا کر لینا چاہیے کیونکہ اس سے فطرت کی یکسانی اور نیز بہت سی ایسی چیزون کی تکذیب ہوتی ہے جن کے مانے بغیر سائنس دان اپنا کام نہین چلا سکتے" اس قول کو نقل کر کے جیمس نے لکھا ہو کہ اگر یہی سائنس دان حضرت کلام نفسی کو سائنس کے حق مین **مفید مطلب** پاتے تو اس سے اغماض کے بجائے نہ صرف اسکی شہادت کی تحقیق پر آمادہ ہو جاتے، بلکہ یہی شہادت یقین کے لیے کافی ہوتی[3]۔

اب تم ہی فیصلہ کرو کہ کیا "عقل پرست" سائنس کے تعصبات "وہم پرست" مذہب کے تعصبات سے کچھ بھی کم، یا مختلف ہین اور کیا اہل سائنس کا انکار معجزات وحدت و یکسانی کے مذکورۂ بالا تعصب کا نتیجہ نہین ہو؟

نظریات فلسفہ کا یقین | خیر اہل سائنس یا حکما کو تو خود ہی بڑی حد تک اس امر کا اعتراف ہو کہ سائنس کے نظریات دنوا میں زیادہ تر اضافی اور مفروضی حیثیت رکھتے ہین لیکن فلاسفہ یا متألہین، جو حقایق عالیہ اور صداقت مطلقہ کے چہرہ سے پردہ اُٹھانے کا دعویٰ رکھتے ہین اُن کے اصول و نظریات پر تو انسانی جذبات یا ذاتی میلانات کا سایہ تک نہ پڑنا چاہیے تھا۔ مگر یہ کس قدر حسرت انگیز منظر ہے کہ سب سے زیادہ فلسفہ ہی کے مذاہب و نظامات شخصی جذبات و خواہشات کا عکس نظر آتے ہین! بلکہ سچ یہ ہو کہ جتنے فلاسفہ اتنے ہی مذاہب، حتیٰ کہ ایک عام دلچسپ تقسیم کی رو سے فلاسفہ کی دو

---

[1] جیمس کا مضمون "جذبۂ عقلیت" Sentiment of Rationality دیکھو "اصول نفسیات" جلد دوم صفحہ ۳۱۶

[2] بحوالہ The Religious Aspect of Philosophy (فلسفہ کا مذہبی پہلو) مصنفہ پروفیسر رائس"

[3] "ارادۂ یقین" صفحہ ۱۰ طبع جدید ۱۹۱۶ء۔

قسمین یہ قرار پائی ہین کہ رونے والے (بکائیہ) اور ہنسنے والے (ضحکیہ) فلاسفہ جنکو زیادہ سنجیدہ اصطلاح مین علی الترتیب "شریہ" اور "خیریہ"[۱] کہا جاتا ہے، یا اُس کو "یاسیہ" اور "رجائیہ" بھی کہہ سکتے ہو۔ اگر نفسیاتی تحلیل کیجائے، تو اس اختلاف کا مبنی رونے اور ہنسنے، یاس ورجا، امید وبیم وغیرہ کے ذاتی جذبات واحوال ہی ثابت ہون گے۔

دور جدید کا ایک زبردست فلسفی **شوپنہار** جس کا شمار فلسفہ کے اکابر ائمہ مین ہے اور جو فلاسفہ کی **رونی** جماعت کا ایک نامور فرد ہے اس کا سارا فلسفہ ہی یہ ہے کہ "صداقت مطلقہ" صرف ارادہ یا خواہش ہے، نہ کہ عقل یا فکر، اور یہ ارادہ چونکہ "بے عقل" ہے اس لیے اسکی کوئی غایت نہین۔ دنیا مین کوئی فلاح وسعادت نہین، بلکہ یہ تمام تر "بے مقصد" ارادہ کا ایک کھلونا یا تماشا ہے، خارجی عالم اِسی "بے عقل وبے مقصد" ارادہ کی محض ایک تصویر ہے۔

کرۂ عقل کی سب سے اونچی سطح پر بسنے والے ان فلاسفہ کے باہمی اختلافات بلکہ تضاد آرا کا یہ عالم ہے کہ جتنے منھ اتنی باتین۔ کوئی کہتا ہے کہ دنیا تمامتر عقل پر مبنی ہے۔ کوئی مدعی ہے کہ اس کا وجود سراپا بے عقلی ہے، کوئی شخصی خدا کا یقین رکھتا ہے، کوئی کہتا ہے کہ شخصی خدا ناقابل تصور ہے کسی کو ذہن سے باہر خارجی دنیا کا اذعان ہے، کوئی ثابت کرتا ہے خارجی دنیا کا وجود محض وہم وفریب ہے کسی کی زبان پر ہے کہ ایک مستقل وقائم بالذات روح ہے، کوئی پکارتا ہے کہ نفس کے تغیر پذیر احوال کے سوا کچھ نہین ہے کسی کا دعوی ہے کہ سلسلۂ علل نامتناہی ہے۔ کوئی مانتا ہے کہ نہین ایک علۃ العلل ہے۔ کوئی انسانون کو مجبور محض پاتا ہے، اور کوئی مختار، کوئی مبدءِ عالم کی وحدت کا قائل ہے۔ اور کوئی کثرت کا، بظاہر مہمل سے مہمل بات بھی تم کو ایسی نہ ملے گی جس کا باور کرنے والا عاقل سے عاقل فلسفی نہ ملتا ہو۔

عقل انسانی کی انھی حیرانیون کو دیکھکر آدمی پکار اُٹھتا ہے کہ کسی چیز کو حق کہنے کے صرف یہی معنی ہین کہ جب تم

---

[۱] انگریزی مین انکا لقب علی الترتیب "Pessimists" اور "Optimists" ہے۔

اسکو حق یقین کہو تو حق یقین ہے ورنہ نہیں[۱]، اور خصوصاً موجودہ زمانہ مین تو اس سرعت وکثرت کے ساتھ نظریات اُبل پڑے ہین کہ ایک کو دوسرے سے زیادہ واقعی خیال کرنا، قریباً ناممکن ہوگیا ہے۔ اس قدر مختلف ہندسات اس قدر مختلف منطقین، اس قدر مختلف طبعیاتی وکیماوی مفروضات پیدا ہوگئے ہین.......کہ صحیح سے صحیح اصول کی نسبت بھی گمان ہوتا ہے کہ وہ کسی واقعیت کا پرتو ہونے کے بجائے محض انسانی ذہن کی ایجاد ہے[۲]۔

مشاہدات کا یقین تم سمجھتے ہوگے کہ علم ویقین کی یہ اضافی یا ذہنی نوعیت زیادہ سے زیادہ اصول ونظریات تک محدود ہوگی، باقی مشاہدات ومحسوسات جو اِن اصول ونظریات کا آخری مرجع ہین، وہ تو بہرحال کوئی اضافی شے نہین ہوسکتے۔ کیونکہ ان کے متعلق زید وعمر کی نوعیتِ یقین مین کوئی تفاوت ناممکن ہی۔ لیکن تمہارا یہ "ناممکن" نہ صرف "ممکن" بلکہ واقعہ ہے۔

دن رات کے ان معمولی تجربات کا تو ذکر ہی کیا کہ ایک چیز جو ایک آدمی کو خوبصورت معلوم ہوتی ہی، دوسرے کو بدصورت نظر آتی ہے۔ ایک کو خوش مزہ محسوس ہوتی ہے، دوسرے کو بدمزہ۔ آلات حس ومشاہدہ کی ساری دنیا عبارت ہے رنگ وبو، آواز ومزہ، سردی وگرمی، شکل وصورت، طول وعرض (امتداد) پستی وبلندی، دوری ونزدیکی سے، لیکن کیا ان مین سے ایک شے کے متعلق بھی عامی حکیم اور فلسفی سب کا یقین یکسان نوعیت رکھتا ہے؟

عامی آدمی اپنے حواس کی مذکورۂ بالا ساری دنیا کو ٹھوس خارجی حقائق یقین کرتا ہے۔ حکیم یا سائنس دان کے نزدیک ان مین سے کسی ایک کا بھی خارج مین کوئی وجود نہین، اس کے نزدیک خارج مین صرف مادہ وقوت موجود ہے اور ہمارے محسوسات یا مشاہدات تمامتر اسی مادہ وقوت کے پیدا کردہ محض ذہنی تاثرات ہین۔ ذہن سے باہر نہ کوئی رنگ ہی، نہ بو۔ نہ کوئی آواز ہے۔ نہ مزہ۔ لیکن حکمت کو چونکہ اپنی تحقیقات مین قدم قدم پر مادہ وقوت کے الفاظ دہرانا پڑتے ہین اس لیے خالص حکیم کے دل مین مادہ پرستی کا ایک ایسا جذبہ ومیلان پیدا ہوجاتا ہے کہ باوجود اِس اقرار کے کہ مادہ "کسی نامعلوم شے کا نام ہے" پھر بھی کسی نہ کسی مفہوم مین اس کے وجود خارجی کے یقین پر اپنے کو

[۱] ارادۂ یقین۔ Theories of Knowledge (نظریات علم) از پروفیسر واکر صفحہ ۴۳۲-۴۳- بحوالہ

[۲] The meaning of Truth ("معنی صداقت") ص۵۹

مجبور پاتا ہے۔ بخلاف اس کے فلسفہ یا مابعد الطبیعیات کا عالم چونکہ حکیمانہ تعصبات سے بھی بالاتر ہے لہذا بے جھجھک سرے سے وجود مادہ ہی کا انکار کر دیتا ہے، اس کے نزدیک بس جو کچھ وجود ہے وہ ذہن یا نفس کا۔ مگر یقین کی گردن دلائل سے کب جھکتی ہے، ممکن ہے کہ چند لمحات کے لیے حکیم یا فلسفی عالم رنگ و بو یا مادہ کے وجود فی الخارج کے خلاف یقین پر قائم رہ سکتا ہو لیکن بالآخر اس کو جبلّت کی حکومت قاہرہ اسی نقطہ پر واپس لاتی ہے، جہان سے غور و فکر نے اُس کو منحرف کیا تھا، اور شب و روز کی زندگی مین وہ عالم رنگ و بو کے وجود خارجی پر اسی طرح اذعان رکھتا ہے جس طرح ایک عامی آدمی۔

غرض **یقین** اپنی ماہیت کی رو سے تمامتر صرف ایک نفسی میلان ہے، جو نہ علم کا پابند ہے، نہ جہل کا۔ جس کا انحصار نہ عقل پر ہے، نہ بے عقلی پر، جو نہ سچ پر موقوف ہے، نہ جھوٹ پر، وہ فلسفہ، حکمت، علم و عقل سب چیزون سے پیدا ہو سکتا ہے، اور کسی سے بھی نہین پیدا ہو سکتا، اور جب پیدا ہونا چاہتا ہے تو کلیفرڈ کے اس مشورہ کا منہ نہین دیکھتا کہ

"جھوٹ پر یقین کرنے سے بہتر ہے کہ ہمیشہ یقین کے بغیر رہو"

کیا عجیب بات ہے کہ یقین کی اس ماہیت پر بھی کہ وہ دلائل کا کوئی منطقی نتیجہ نہین، بلکہ محض ایک ذہنی میلان ہے خود اسی شخص کی نکتہ رس نظر پڑی تھی، جو یقین معجزات کا سب سے بڑا مخالف ہے، چنانچہ "ارسٹاٹیلین سوسائٹی"[1] کے ایک ممبر براڈ نامی نے، ۳، ۴ سال ہوئے ہیوم کے نظریۂ معجزات پر ایک مضمون کے ضمن مین خود ہیوم کے اصول کی بنا پر لکھا ہے۔ کہ

> "ہیوم کو یقین معجزہ سے اس لیے انکار ہے کہ معجزہ گذشتہ مستمر تجربہ کے منافی ہوتا ہے، مثلاً گذشتہ تجربہ یہ ہے کہ الف کے بعد ہمیشہ ب ظاہر ہوتا رہا ہے، جس سے ہمارے اندر ایک قوی یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ آیندہ بھی "ب" ہمیشہ الف کے تابع ہوگا۔ ایک مذہبی آدمی معجزہ پر اس لیے یقین کرتا ہے کہ اس کے اندر عجائب پرستی، اور ایسی چیزون کے یقین کا ایک فطری میلان موجود ہے

[1] دیکھو ارسٹاٹیلین سوسائٹی (جمعیۃ ارسطاطالیسیہ) لندن کی روداد بابت ۱۹۱۶-۱۷ء صفحہ ۹۲۔

جن سے مذہب کی تائید ہوتی ہو، دونون صورتون مین یقین کا نفسیاتی سبب ظاہر ہے۔ ہیوم کا عدم یقین اس کے اس فطری میلان پر مبنی ہے کہ جو کچھ پہلے ہوا ہے وہی آیندہ بھی ہوگا۔ اور مذہبی آدمی کا یقین اس کی عجائب پرستی اور ایسی چیزون کے قبول کرنے کے فطری میلان پر مبنی ہے جن سے مذہب کی تائید ہوتی ہو لیکن خود ہیوم کو تسلیم ہے کہ گذشتہ مستمر تجربے سے آیندہ پر حکم لگانے کا ہمکو کوئی منطقی حق حاصل نہین ہے۔ لہذا مذہبی آدمی کا یقین معجزات پر، اور ہیوم کا یقین قوانین فطرت (جس کا نتیجہ معجزات کا عدم یقین ہے) منطق کی نگاہ مین دونون بالکل یکسان حیثیت رکھتے ہین۔ دونون صورتون مین یقین نفسیاتی علت پر مبنی ہے، اور کسی صورت مین بھی کوئی منطقی علت ہیوم نہین پیش کرسکتا۔"

جب یہ معلوم ہوچکا کہ یقین کی ماہیت صرف ایک طرح کا غیر منطقی میلان نفسی ہے، تو اس کے اسباب کی جستجو منطق وفلسفہ کے دلائل مین بے سود ہے۔ منطقی یا فلسفیانہ دلائل زیادہ سے زیادہ میلان یقین کی تقویت وتضعیف کا کام دیسکتے ہین لیکن خود اس میلان کی تخلیق اُن کے بس سے باہر ہے۔ یہ میلان بذات خود ایک **نفسی** حقیقت ہے۔ لہذا اس کے اسباب تخلیق کا سراغ **نفسیات** (علم النفس) ہی کے اوراق مین ملسکتا ہے۔ کم وبیش تمام علماے نفسیات نے یقین کی ماہیت واسباب پر بحث کی ہے، لیکن ہمارے لیے یہان علم النفس کے عام تفصیل طلب طرز بحث سے ہٹ کر کسی قدر مختلف اور مختصر راہ زیادہ مناسب ہوگی۔

نفسیات یقین

البتہ بنیاد بحث کے لیے استناداً کسی معتبر شہادت کا سامنے رکھنا ضروری ہے جس کے لیے عہد حاضر مین **امریکہ** کے سب سے بڑے استاد نفسیات پروفیسر **ولیم جیمس** کا نام مستند ترین ضمانت ہوسکتا ہے اسلیے پہلے ہم پروفیسر موصوف کی کتاب "اصول نفسیات" کے باب **احساس حقیقت** (جلد دوم) سے اسباب یقین کے متعلق چند اصولی باتین بلفظہ نقل کرتے ہین۔

(۱) معالجات (تدابیر شفا طلبی) کے بارے مین انسان کی زود اعتقادی اسی قسم کے نفسی اسباب (یعنی جذباتی احوال) پر مبنی ہے مثلاً کہ جب کوئی محبوب وعزیز شخص خطرناک بیماری یا تکلیف مین مبتلا ہو، تو نگوارسے ناگوار شے

بھی زود اعتقادی کی راہ مین نہین حائل ہوسکتی خصوصًا عورتون کے یے ، جس شے مین کچھ بھی امید شفا ہو اس کے کرنے سے تسلی حاصل ہوتی ہے ۔ لہذا جو علاج بھی ایسی حالت مین تجویز کیا جائے وہ آتشگیر مادہ کے لیے چنگاری کا کام دیتا ہے ۔ طبیعت فورًا اس پر عمل کے یے آمادہ ہو جاتی ہے ، آدمی اس علاج کا سامان کرتا ہے ، اور کم از کم ایک دن کے یے اس کو یقین ہو جاتا ہے کہ خطرہ جاتا رہا ۔ لہذا معلوم ہوا کہ یقین آفرینی کے بڑے اسباب امید و بیم وغیرہ کے جذبات ہین جن کے احاطۂ اقتدار مین ضمنی مستقبل اور حال تینون داخل ہین ۔" (صفحہ ۳۱۰-۱۱)

اس کے بعد دوسرے ہی صفحہ پر ہے کہ

"(۲) سب سے زیادہ یقین آفرین وہ نظریہ ہوتا ہے جو ہمارے محسوسات کی تشفی بخش توجیہ کے علاوہ ایسی چیزین ہمارے سامنے پیش کرتا ہو ، جو سب سے زیادہ دلچسپ ہون اور جو ہمارے حاسۂ جمال پرستی اور جذباتی و عملی ضروریات کو سب سے زیادہ متاثر کرتی ہون ۔"

لیکن ہم کو یہان نفسیات یقین کے متعلق اصل مین جس مختصر متن کی شرح کرنی ہے ، وہ یہ ہے کہ

"(۳) ارادہ (خواہش) اور یقین (جس کے معنی نفس اور اشیا کے مابین ایک خاص تعلق کے ہین ۔) ایک ہی نفسیاتی واقعہ کے دو نام ہین ۔" (صفحہ ۳۲۱)

خواہش یقین ارادہ اور یقین کے ایک ہونے کے معنی یہ ہین کہ کسی چیز کے یقین کے لیے لازمی ہے کہ پہلے دل مین اس کے یقین کا ارادہ یا خواہش پیدا ہو ۔ یقین ایک قسم کی تشفی ہے ، جبتک اس کے یے طلب و تشنگی نہ موجود ہو یہ نہین حاصل ہوتا ، پانی پینے اور اس سے سیراب ہونیکے یے ضروری ہے کہ پہلے پیاس لگے لیکن اکثر پیاس لگنا ہی پانی پی لینے کے یے کافی نہین ہوتا بلکہ شرط یہ ہے کہ اسکے پینے سے کوئی روکنے والا خیال موجود نہ ہو ، مثلًا پانی کا دشمن کے ہاتھ سے ملنا ، اسکی ناپاکی کا شبہہ ، یا کسی بیماری کے یے اسکے مضر ہونے کا اندیشہ ۔ اسی طرح نفس پیاس کے علاوہ کبھی کبھی ترغیبات کی موجودگی بھی پانی پینے پر آمادہ کر دیتی ہے ۔ مثلًا گرمی کے موسم کسی دوست کے ہان صفائی و نفاست کے ساتھ کوری صراحیون مین ٹھنڈا پانی رکھا ہو ، اور ان کے آس پاس

لکھنؤ کے نازک کاغذی آبخورے چنے ہون، توبے پیاس کی پیاس لگ آتی ہے۔

موانع ومؤیدات یقین

یقین کی صورت مین ہم ان دونون چیزون کو علی الترتیب خواہش یقین کے موانع اور مؤیدات سے تعبیر کرین گے۔ جب کوئی چیز یقین واذعان کے لیے پیش کیجاتی ہے، توخواہش اوراس کے موانع ومؤیدات مین باہم ایک نفسی معرکہ آرائی ہوتی ہے اوریقین یاعدم یقین کافیصلہ اسی معرکہ آرائی کے آخری نتیجہ پر منحصر ہوتا ہے۔ اگر خواہش یقین زیادہ قوی ہے، تووہ بلامؤیدات کی اعانت کے موانع پر غالب آجاتی ہے۔ اگرموانع زیادہ قوی ہین تووہ خواہش کو مغلوب کردیتے ہین، اگر موانع سرے سے نہین موجود ہین توتنہاخواہش کافی ہوسکتی ہے، یااگرموانع بہت ہی معمولی درجہ کے ہین توضعیف سے ضعیف خواہش بھی اپنے مؤیدات کی مدد سے ان کو زیر کرلیگی۔

عقلی یامنطقی دلائل کو زیادہ سے زیادہ انھی موانع ومؤیدات کی صف مین جگہ مسکتی ہے لیکن اصل یہ ہے کہ اس معرکہ کے تینون (خواہش، موانع اور مؤیدات) پہلوانون کا اصلی حربہ جذبات ہی ہوتے ہین۔

اب اوپر اقتباس اوّل مین جیمس نے جومثال دی ہے اس کو سامنے رکھکر دیکھو کہ یقین کے پیدا کرنے مین خواہش وارادہ کو کیادخل ہے، اور مؤیدات وموانع کا اس پر کیااثر پڑتا ہے۔

فرض کرو کہ زید کے گھر مین ایک شخص مہینون سے مریض پڑا ہے، طبی علاج کوئی کارگر نہین ہوتا، ایک دوست آکر کہتا ہو کہ شہر مین ایک متقی پرہیزگار بے طمع بزرگ ہین جنکی دعا سے بہتون کو فائدہ ہوا ہے تم بھی انھی کی طرف کیون نہ رجوع کرو۔ ظاہر ہے کہ زید کے دل مین اس مریض کے لیے شفاطلبی کی خواہش موجود ہے، اب اگراس کو بزرگون سے بدعقیدگی (مانع) نہین ہے توبے تکلف دوست کے مشورہ پر عمل کے لیے آمادہ ہوجائے گا اور طبیعت مین کم ازکم کچھ دیر کے لیے شفا کی ایک امید بندھ جائیگی۔ جس کا نام میلان یقین ہے، اب بزرگ موصوف کے پاس پہنچکر وہ دیکھتا ہے کہ اہل حاجت کا میلہ لگا ہوا ہے پھران کے اتقاء اور بے لوثی کی کچھ مثالین آنکھ کے سامنے آتی ہین۔ لازماً ان چیزون سے زید کے میلان یقین کی اور تائید وتقویت ہوتی ہے۔

لیکن اگراس کو بزرگون سے بدعقیدگی ہے، وہ نہایت سخت ملحد ومادہ پرست ہے، توایسی حالت مین وہ دوست

کے مشورہ پر عمل کرنے کی جگہ الٹے اُس سے طرح طرح کی بحثین کرنے پر آمادہ ہو جائے گا، دعا کے اثر کو قانونِ فطرت کے منافی بتائے گا، اسکی شہادت پر جرح کرے گا، جو لوگ ان بزرگ کے پاس حاجت لیکر جاتے ہین انکو اوہام پرست کہے گا، اور اپنے اندر کوئی میلانِ یقین نہ محسوس کرے گا۔

البتہ اگر یہی مادہ پرست و بدعقیدہ زید ایک دولت مند آدمی ہے، مریض خود اس کا اکلوتا، نوجوان، ہونہار لڑکا ہے جو اسکی دولت کا تنہا وارث اور خاندان کا ایک ہی چراغ ہے جس مرض مین اپنے بوڑھے باپ کی تمام امیدون اور آرزوؤن کا یہ مرکز مبتلا ہے، وہ نہایت خطرناک ہے، ڈاکٹر اور اطبا علاج کرتے کرتے تھک گئے اور جواب دے چکے ہین ان حالات مین زید کی خواہشِ شفاطلبی جسدرجہ قوی ہوگی معلوم ہے۔ انہی مواقع کے لیے کہا جاتا ہے کہ مصیبت مین خدا یاد آتا ہے۔ اب زید کی ساری بدعقیدگی دھری رہ جائے گی، دوست کا مشورہ اسکی مایوسیون مین اُمید کی ایک جھلک ثابت ہوگی، اسکی انتہائی طلب و تشنگی، الحاد و مادہ پرستی کے تمام دلائل و موانع پر غالب آئے گی اور وہ بلابحث و حجت دوست کے ساتھ ہو جائے گا۔ اور جتنی ہی زیادہ اسکی خواہش قوی ہوگی اتنے ہی زیادہ امید و یقین کے ساتھ یہ اُن بزرگ کی خدمت مین حاضر ہوگا۔

لیکن اگر زید کے الحاد و بدعقیدگی کا جذبہ اتنا زبردست ہے کہ وہ اسکی قوی سے قوی خواہش شفاطلبی کو بھی زیر کر سکتا ہے، تو بڑے سے بڑے بزرگ کی بزرگی بھی بیکار ثابت ہوگی اور دوست کیجانب سے دعا کی شفابخشی کے دلائل و شواہد کا اگر انبار بھی لگا دیا جائے، تو رائیگان جائے گا "خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ" مین غالباً اسی حقیقت کی جانب اشارہ ہے، ایمان و یقین کا حاسّہ **قلب** ہے، اگر وہ **مختوم** ہے تو پھر عقل انسانی کی کوئی منطق اس مختومیت کا ازالہ نہین کر سکتی۔

ساحرون کے دل مین ذوقِ ایمان کی کچھ نہ کچھ تشنگی موجود تھی حضرت موسیٰ کا معجزہ دیکھکر بے اختیار سربسجود ہو گئے اور پکار اُٹھے "اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ رَبِّ مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ" لیکن کیا فرعون کے معاند و مختوم قلب پر بھی کوئی معجزہ اثر کر سکا؟ انبیائے کرام خصوصاً **سیدالانبیا** کی حیاتِ طیبہ تمہارے سامنے ہے، "سیرۃ النبی" مین ابتدائی قبول اسلام

کے صفحات پڑھو، ہر سطر ذوق ایمان وطلب یقین کے مذکورۂ بالا نفسی حقائق سے معمور ملے گی۔

نفسیات یقین کی شہادت واقعات سیرت سے

حضرت ابوذر غفاریؓ کے قبول اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ وہ بت پرستی سے متنفر ہو چکے تھے، اور حق کی تلاش میں تھے، انھوں نے اپنے بھائی (انیس) سے کہا کہ تم مکہ جاؤ اور دیکھو کہ یہ شخص (آنحضرتؐ) جو نبوت کا دعوی کرتا ہے، اسکی تعلیم وتلقین کیا ہے، انیس مکہ آئے اور واپس جاکر بیان کیا کہ "وہ مکارم اخلاق کی تعلیم دیتا ہے اور جو کلام پیش کرتا ہے وہ شاعری سے الگ ہے" ان مؤیدات یقین کے بعد حضرت ابوذر خود مکہ گئے، اور گو اس وقت مکہ کی سرزمین پر اعلان اسلام کے لیے نہایت خطرناک موانع موجود تھے تاہم رسول اللہ کی خدمت مین حاضری کے بعد ذوق ایمان کی تشفی نے اتنا جوش پیدا کر دیا کہ عین حرم کے اندر **حضرت ابوذر** نے نہایت بلند آہنگی سے اعلان کر کے کہا کہ "اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ" اس اعلان کی بدولت جان بچنی مشکل ہو گئی۔[1]

"حضرت حمزہ کو آپ سے خاص محبت تھی، آپ سے صرف دو تین برس بڑے تھے، اور ساتھ کھیلے تھے، وہ گو ابھی تک ایمان نہین لائے تھے لیکن آپ کی ہر ادا کو محبت کی نظر سے دیکھتے تھے، دل مین نور حق موجود تھا، بالآخر ان بیرحمانہ ایذاؤن نے جو دشمنان اسلام آنحضرت کو پہنچاتے تھے۔ اظہار اسلام پر بیتاب کر دیا،" اظہار تو کر دیا لیکن گھر پر آئے تو متردد تھے کہ آبائی دین کو دفعتہً کیونکر چھوڑ دون، تمام دن سوچتے رہے، آخر غور وفکر کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ دین حق یہی ہے[2] موانع یقین موجود تھے لیکن "دین حق" کے قبول اور اس کے داعی کی حمایت کا جذبہ ان موانع سے قوی تر تھا۔

قیصر روم کے پاس جس وقت داعی اسلام کا نامۂ مبارک پہنچا اور قیصر و ابوسفیان مین باہم جو گفتگو ہوئی اس کے بعد گو قیصر کے ضمیر مین ایمان واذعان کی روشنی پیدا ہوئی اور اس نے کہا کہ "مجکو یہ ضرور خیال تھا کہ ایک پیغمبر آنیوالا ہے لیکن یہ خیال نہ تھا کہ وہ عرب مین پیدا ہوگا۔ مین اگر وہان جا سکتا تو خود اس کے پانون دھوتا" لیکن قیصر نے ابوسفیان سے جو گفتگو کی تھی اس سے بطارقہ اور اہل دربار سخت برہم ہو چکے تھے، نامۂ مبارک پڑھے جانے کے بعد اور بھی برہم ہوئے

[1] پورا واقعہ پڑھنے کے لایق ہے۔ دیکھو سیرۃ النبی جلد دوم طبع اول صفحہ ۱۱-۱۲۔ [2] سیرۃ النبی جلد اول طبع دوم صفحہ ۲۰۷-۲۰۸۔

یہ حالت دیکھکر قیصر نے اہل عرب کو دربار سے اُٹھادیا اور گو اس کے دل مین نور ایمان آچکا تھا لیکن تاج وتخت کی تاریکی مین وہ روشنی بجھ کر رہ گئی[1]۔ تخت وتاج کی حرص، دولت ایمان کی رغیب سے قوی تر ثابت ہوئی۔

خسرو پرویز کے تاریک دل مین قیصر روم کے برابر بھی ایمان کی روشنی تھی، اس پر طرہ یہ ہوا کہ عجم کا طریقہ یہ تھا کہ سلاطین کو جو خطوط لکھتے تھے، ان مین عنوان پر پہلے بادشاہ کا نام ہوتا تھا، بخلاف اس کے نامہ مبارک پر پہلے خدا کا نام اور پھر عرب کے دستور کے موافق رسول اللہ کا نام تھا، خسرو نے اس کو اپنی تحقیر سمجھا اور بولا کہ "میرا غلام ہوکر مجکو یون لکھتا ہے، پھر نامہ مبارک چاک کرڈالا لیکن چند روز بعد خود سلطنت عجم کے پرزے اُڑ گئے[2]"۔

اسی قسم کے واقعات کی بنا پر مصنف **سیرت** نے اوائل دعوۃ مین، اسلام لانے والون، اور اس کے مخالفین کے جو مشترک خصائص گنائے ہین، ان سے بھی تمام تر یقین کے اُنھی اصول واسباب کی تائید ہوتی ہے جو اوپر بیان ہوئے ہین تفصیل کے لیے خود **سیرت** (جلد اوّل۔طبع دوم صفحہ ۱۹۲- ۲۰۴) کی طرف رجوع کرنا چاہیے، یہان اختصار کے ساتھ صرف ضروری خلاصہ کا اعادہ کیا جاتا ہے۔

اسلام لانے والون کے خصائص مشترکہ:۔

(۱) "اکثر وہ لوگ اسلام لائے جو پہلے سے تلاشِ حق مین سرگردان، اور فطرۃً نیک طبع وپاکیزہ اخلاق تھے۔ حضرت ابوبکرؓ، صہیبؓ، اور حضرت ابوذرؓ وغیرہ کا شمار انھی طالبان حق مین ہے،، (خواہشِ یقین)

(۲) "بعض صحابہ ایسے تھے جو احناف کے تربیت یافتہ تھے، یعنی وہ لوگ جو زمانۂ اسلام سے پہلے بت پرستی ترک کرچکے تھے اور اپنے آپ کو حضرت ابراہیمؑ کا پیرو کہتے تھے،، (موانع یقین کی کمی)

(۳) "یہ امر سب مین مشترک تھا کہ یہ لوگ قریش کے مناصب اعظم مین سے کوئی منصب نہین رکھتے تھے، بلکہ اکثر ایسے تھے مثلاً عمارؓ، خبابؓ، ابوفکیہہؓ، صہیبؓ، وغیرہ جنکو دولت وجاہ کے دربار مین جگہ بھی نہین ملسکتی تھی،، (موانع کی کمی)

قریش سے بڑھکر اسلام کا کون دشمن ہوگا، لیکن ان کی دشمنی کے کیا اسباب تھے؟

---

[1] سیرۃ النبی جلد اول۔طبع دوم صفحہ ۲۲۶ - ۲۲۹ - پورا مکالمہ پڑھو۔ [2] سیرۃ النبی جلد اول۔طبع دوم صفحہ ۲۳۰۔

(۱) مکہ کی جو عزت تھی کعبہ کی وجہ سے تھی، قریش ہمسائیگان خدا بلکہ آل اللہ یعنی خاندانِ الٰہی کہلاتے تھے جس کی صرف یہ وجہ تھی کہ وہ کعبہ کے مجاور و کلید بردار تھے" عرب ایک مدت سے بت پرستی مین مبتلا تھا، خلیل بت شکن کی یادگار (کعبہ) تین سو ساٹھ معبودون سے مزین تھی"

"اسلام کا اصلی فرض اس طلسم کو برباد کر دینا تھا، لیکن اسکے ساتھ قریش کی عظمت و اقتدار اور عالمگیر اثر کا بھی خاتمہ تھا اس لیے قریش نے شدت سے مخالفت کی اور ان مین جن لوگون کو جس قدر زیادہ نقصان کا اندیشہ تھا اسی قدر وہ مخالفت مین سرگرم تھے"

(۲) "قریش کو عیسائیون سے بالطبع نفرت تھی، لیکن اسلام اور عیسائیت مین بہت سی باتین مشترک تھین سب سے بڑھکر یہ کہ اس زمانہ مین اسلام کا قبلہ بیت المقدس تھا" ان اسباب سے قریش کو خیال ہوا کہ آنحضرت صلعم عیسائیت قائم کرنا چاہتے ہین۔

(۳) "ایک بڑا سبب قبائل کی خاندانی رقابت تھی، قریش مین دو قبیلے نہایت ممتاز اور حریف یکدگر تھے، بنو ہاشم اور بنو امیہ، آنحضرت صلعم کی نبوت کو خاندان بنو امیہ اپنے رقیب (ہاشم) کی فتح خیال کرتا تھا اس لیے سب سے زیادہ اسی قبیلہ نے آنحضرت صلعم کی مخالفت کی"

(۴) "ایک اور بڑا سبب یہ تھا کہ قریش مین سخت بد اخلاقیان پھیلی ہوئی تھین۔ بڑے بڑے ارباب اقتدار نہایت ذلیل بد اخلاقیون کے مرتکب تھے، ابولہب نے حرم محترم کا غزال زرین چرا کر بیچ ڈالا تھا، اخنس بن شریق نمام و کذاب تھا، نضر بن حارث کو جھوٹ بولنے کی سخت عادت تھی۔ آنحضرت صلعم ایک طرف بت پرستی کی برائیان بیان فرماتے تھے دوسری طرف ان بد اخلاقیون پر سخت دار و گیر کرتے تھے، جس سے انکی عظمت و اقتدار کی شاہنشاہی متزلزل ہوتی جاتی تھی۔ قران مجید مین پیہم علانیہ ان بدکارون کی شان مین آیتین نازل ہوتی تھین"

غرض اولاً تو ان قریش مین ایمان و یقین کی خواہش کا کوئی نشان نہین ملتا۔ ثانیاً اگر نفس خواہش کچھ موجود بھی ہوتی تو مذکورہ بالا موانع اس قدر زبردست تھے کہ جب تک یہ نہ ہٹا دیے جاتے اس خواہش کا ظہور نا ممکن تھا

یقین کے متعلق اس ساری گفتگو کا حاصل یہ ٹھہرتا ہو کہ

(۱) بذات خود یقین، عام انسانی جذبات واحساسات ہی کی طرح کا ایک نفسی میلان، یا ذہنی کیفیت ہی، فلسفہ و حکمت، بلکہ ریاضی تک کے منطقی دلائل سے جو یقین پیدا ہوتا ہے۔ اسکی ماہیت بھی اس نفسی میلان سے زیادہ نہین ہی

(۲) یقین کی بنیاد عقلی ونقلی تمام چیزون مین یقین کی نفس خواہش اور پھر اس خواہش کے موانع و مؤیدات کا وزن ہے۔

(۳) ان بنیادی اسباب یقین کی تعمیر تمامتر ان جذبات ومعتقدات اور مزعومات ومفروضات (علوم عقلیہ) سے ہوتی ہے، جو کسی شے کے قبول ویقین کو پیش کرنے سے پہلے افراد یا جماعت کے نفس مین جاگزین ہوتے ہین۔

لہذا اب دیکھنا یہ ہے کہ معجزات کے یقین وقبول کے لیے کس قسم کے معتقدات کی نفس مین پہلے سے موجودگی لازمی ہے

غایت معجزات

معجزہ منطقی دلیل نہین

اوپر آغاز کلام مین معجزہ کا مفہوم بیان کیا جا چکا ہے، اُس سے معلوم ہوا ہو گا کہ معجزہ نبوت کی کوئی منطقی دلیل نہین ہے۔ البتہ جو شخص مذہب کا قائل ہے، غیب پر ایمان رکھتا ہے، اور اس سنت الٰہی کا معتقد ہے کہ بندون کی ہدایت ورہنمائی کے لیے خدا اُنہی کے اندر سے کسی نہ کسی برگزیدہ بندہ کو اپنے پیام کے ساتھ بھیجتا رہا ہے، اِس کے سامنے جب کسی مقدس انسانی وجود کی طرف سے اس پیام کے حامل یا نبی ہونے کا دعوےٰ کیا جاتا ہے، اور یہ داعی الی اللہ اپنے ظاہری وباطنی کمالات اخلاقیہ واوصاف حمیدہ کے لحاظ سے عام انسانون سے برتر نظر آتا ہے، تو اس شخص کے دل مین ایمان کی ایک لہر پیدا ہوتی ہے، اب اگر اس پیغمبر سے کوئی معجزنما واقعہ ظاہر ہوتا ہے، یا اسکی طرف کسی معجزہ کا انتساب کیا جاتا ہے، تو وہ اسکی صداقت کی ایک آیت یا نشانی کا کام دیتا ہے جس سے ذوق ایمان کی تقویت ہوتی ہے، اور اس طرح ایمان کے تشنہ کام نفوس کے لیے ایک معنی کر کے معجزہ خود نبوت کی نہین، البتہ مدعی نبوت کی سچائی کی ایک نفسی دلیل بنجاتا ہے۔

معجزہ کی اصلی غایت

اس دلیل یا آیت کی جو غرض و غایت ہو سکتی ہے اسکی نفسی حقیقت کو یون سمجھو کہ مذہب کی بنیاد و تمامتر اسرار و غیوب پر ہے۔ سب سے بڑا سر یا غیب بلکہ غیب الغیب خود **خدا** کا وجود اور اسکی ذات ہی، حشر و نشر، جن و ملک، وحی والہام تمام چیزین ایک عالم غیب ہین، **نبوّت** نام ہے اِسی عالم غیب کے ساتھ روابط و علائق کا، معجزہ مین بھی چونکہ ایک طرح کا غیب پایا جاتا ہے، یعنی وہ عالم ظاہری کے سلسلۂ علل و اسباب سے الگ معلوم ہوتا ہے، اِس لیے جو شخص غیب پر ایمان رکھتا ہے اسکا نفس قدرۃً اس یقین کی جانب مائل ہو جاتا ہے کہ جس برگزیدہ انسان سے معجزہ ظاہر ہوا ہے وہ عالم غیب سے تعلق رکھتا ہے۔

لیکن اگر کوئی شخص غیب پر ایمان نہین رکھتا یعنی سرے سے خدا اور مذہب ہی کا منکر ہے، تو ظاہر ہے کہ اُس کے لیے معجزہ تصدیق نبوت کی نہ کوئی دلیل بن سکتا ہے، اور نہ آیت۔ کسی نبی کے صادق یا کاذب ہونے کا تصفیہ تو اس بعد کی شے ہی کہ پہلے آدمی کا نفس اس امر کا قائل ہو کہ خدا کا کوئی وجود ہے اور وہ ہدایت خلق کے لیے انبیا کو بھیجتا ہے یا بھیج سکتا ہے، جو آدمی نقطہ، خط، یا سطح وغیرہ مبادی اقلیدس ہی کا قائل نہین اس کو تم اقلیدس کی کوئی شکل کیسے سمجھا سکتے ہو، جس طرح علوم کی فرعی تفصیلات کے ماننے کے لیے پہلے ان کے مبادی کا ماننا لازمی ہے، اِسی طرح تفصیلات مذہب پر یقین کرنے کے لیے پہلے نفس مذہب کا یقین ضروری ہے۔

مل نے **ہیوم** کے انکار معجزات کی تنقیح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"جو شخص کسی فوق الفطرت ہستی اور انسانی معاملات مین اسکی مداخلت کا پہلے ہی سے قائل نہین ہی اس کے سامنے اگر کسی انسان کی نسبت فوق الفطرت یا خارق عادت باتون کی روایت کیجائے، تو وہ ان کو معجزہ نہ مانے گا۔ معجزات سے خود خدا کا وجود نہین ثابت کیا جا سکتا۔ اس لیے اگر خدا کا اعتقاد پہلے ہی سے نہ موجود ہو تو کسی فوق الفطرت ہستی کی مداخلت کے علاوہ معجز نما واقعات کی اور بھی توجیہات ممکن ہین۔ ۔ ۔ یہان تک تو ہیوم کی دلیل بامعنی کہی جا سکتی ہے۔ لیکن اگر ایک ایسی ذات کا وجود قطعی یا غالب طور پر بھی مان لیا جائے جو موجودہ نظام فطرت کی خالق ہو، اور اس لیے اس

مین تغیر و ترمیم بھی کرسکتی ہے، تو ہیوم کی دلیل بے معنی ہوجاتی ہے جب تم نے خدا کو مان لیا، تو پھر جس شے کو اس کے ارادہ نے پیدا کیا تھا اس پر اس ارادہ کا براہِ راست عمل و اثر خواہ مخواہ کا فرض نہین رہتا بلکہ ایک سنجیدہ امکان بن جاتا ہے۔ کیونکہ اس صورت مین سوال کی نوعیت ہی بدل جاتی ہے، اور خدا کی مداخلت یا عدمِ مداخلت کا فیصلہ اس بحث پر ٹہرتا ہے کہ کائناتِ فطرت مین اسکی سنتِ عمل کیا رہی ہے، یا عقلاً کیا رہنا چاہیئے۔

غرض معجزہ کو معجزہ سمجھکر اس کے یقین وقبول کی اولین شرط یہ ہے کہ آدمی پہلے غیب (خدا و مذہب) پر ایمان رکھتا ہو، اس کے بعد اب دیکھو کہ معجزہ کی مذکورۂ بالا غایت اور اس پر یقین کی اولین شرط کو پیش نظر رکھکر وقوعِ معجزہ کی مختلف صورتین یا توجیہات کیا ہوسکتی ہین، جزئی شقوق یا فرعی احتمالات سے قطع نظر کرکے جن سے قدیم وجدید علم کلام کا دفتر پُر ہے، اصولی طور پر صرف وہی دو صورتین نکلتی ہین جنکی جانب مل نے اقتباس بالا مین اشارہ کیا ہے۔

ا۔ پہلی صورت یہ ہے کہ خدا نے کارخانۂ عالم کو چلانے کے لیے کچھ اصول و قوانین مقرر کردیے ہین جن کے مطابق اِس کُل کا ہر پرزہ اپنی اپنی جگہ پر کام کرتا رہتا ہے، اور ارادۂ الٰہی اپنی اس سنت جاریہ مین کبھی کسی حالت مین کوئی تغیر و تبدل نہین کرتا۔ بقول اسپنوزا کے کہ "خدا کی خدائی اور اسکی حقیقی عظمت وحکمت کا اظہار اسی سے ہوتا ہے کہ عالم ایک بندھے ہوئے غیر متغیر نظام کا پابند ہو، قدرت خداوندی کے معنی یہی ہین کہ کارخانۂ فطرت اپنے ازلی و اٹل قوانین کا تابع ہو۔" [2]

اس احتمال کی روسے معجزہ کا وقوع بھی انہی ازلی قوانین کی کسی نہ کسی ایسی مخفی کارفرمائی کے ماتحت ہونا چاہیے

---

[1] دیکھو Three Essays Religion (مذہب پر تین مضامین) مطبوعہ ریشا لنگ پریس صفحہ ۱۰، نیز "نظام منطق" کتاب سوم باب ۵ فصل ۲۔ اسی فصل مین مل نے ایک اور غلط فہمی کا بھی ازالہ کیا ہے۔ وہ یہ کہ خدا کو مان لینے کے بعد معجزہ کو قانون فطرت کا سرے سے خارق ہی نہین کہا جاسکتا۔ پتھر کو اوپر پھینکو اور کوئی شے بیچ مین مانع یا عایق نہ ہو تو اس صورت مین اس کا زمین پر واپس نہ گرنا یا ہوا مین معلق رہنا بے شک خلافِ فطرت ہوگا۔ لیکن اگر اس کو بیچ مین کوئی روک لے، تو زمین پر نہ گرنا بالکل خارق عادت نہ ہوگا کیونکہ مانع موجود ہے۔ معجزہ کی صورت مین جو ارادۂ خداوندی معمولی سلسلۂ علل و اسباب کا خالق ہے وہی اس کے عمل سے مانع ہوجاتا ہے لہذا معجزہ نہ خلافِ فطرت ہے اور نہ بلا علت۔ کیونکہ عمل علت کی شرط تو یہ ہے کہ کوئی مانع نہ موجود ہو، اور یہان موجود ہے۔

[2] اسپنوزا جدید فلسفہ کا ایک نامور امام ہے۔ دیکھو اس کا مجموعۂ تصنیفات، Spinoza's works جلد اول باب ۶ بحث معجزات۔

جس کا کم از کم ظہور معجزہ کے وقت عام لوگون کو علم نہین ہوتا اور اسلیئے معجزہ جو دراصل محض ایک فطری واقعہ ہوتا ہے بظاہر محدود العلم لوگونکو معجزہ نظر آتا ہے۔ مثلاً جسوقت تک عمل تنویم کے نفسی قوانین فطرت کا انکشاف نہین ہوا تھا، عصاے موسوی کا اژدہا بنجانا معجزہ تھا، لیکن آج اس نفسی قانون کے جاننے والون کے لیے کرسی کا شیر بنجانا فطری واقعہ ہے، اور عصائے موسوی کے اژدھا نظر آنے کی بھی اس سے توجیہ کیجا سکتی ہے۔

لیکن اس توجیہ سے یہ کسی طرح نہین نکلتا کہ حضرت موسیٰ کے عہد مین یہ واقعہ معجزہ نہ تھا، اس لیے کہ اُس زمانہ تک معجزہ کی وہ غایت جس کا ابھی اوپر ذکر آچکا ہے، اس واقعہ سے پوری طرح حاصل تھی، یعنی اس مین "ایک طرح کا غیب پایا جاتا تھا، اور اس کا وقوع عالم ظاہری کے سلسلۂ علل و اسباب سے الگ معلوم ہوتا تھا" لہذا اس سے نبی کی تصدیق کا (جو عالم غیب سے تعلق رکھتا ہے) نفس مین میلان پیدا ہو سکتا تھا۔ جیسا کہ ساحرون کے نفس مین پیدا ہوا، اور انھون نے حضرت موسیٰ کے نبی ہونے کی تصدیق کی۔

البتہ آج جب یہ واقعہ البرٹ مول یا ولیم جیمس کے سامنے بیان کیا جائے، تو وہ اس کو بجائے معجزہ کے صرف ایک فطری واقعہ سمجھنے کا حق رکھتے ہین، اس لیے اب اگر کوئی نبی یا ولی اپنی نبوت یا ولایت کی تصدیق کا میلان کسی معجزہ یا کرامت کے ذریعہ سے مول اور جیمس وغیرہ کے دل مین پیدا کرنا چاہے تو کوئی ایسی نشانی ظاہر کرنا ہوگی جسکی توجیہ سے ان کا موجودہ علم اسی طرح عاجز ہو جس طرح کہ انبیاء سابقین کے زمانہ مین ان کے معجزات کی توجیہ سے اُس وقت کا علم عاجز تھا، یا بعض کی توجیہ سے اب بھی عاجز ہے۔ مثلاً شق قمر، لیکن اصل یہ ہے کہ عمل تنویم کے تجربات مین اگر تھوڑی سی قیاسی وسعت اور پیدا کرلی جائے تو شق قمر وغیرہ تقریباً ہر قسم کے خوارق کی توجیہ ہو سکتی ہے۔

کیونکہ اس عمل کا دارومدار تمامتر عامل کی قوت اثر آفرینی اور معمول کی اثر پذیری پر ہے۔ یہ نفسی تاثیر و تاثر کم و بیش ہر انسان مین موجود ہے جسکی ادنیٰ مثالین ہمکو روزانہ کی معمولی زندگی مین ملتی رہتی ہین۔ ہماری زبان کی ایک عامیانہ مثل ہو کہ "خربوزہ کو دیکھکر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے" جس کے یہی معنی ہین کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کے اوضاع و اطوار سے اثر پذیر ہوتا ہے۔ نیک صحبت کے فواید اور بری صحبت کے مضار کا بھید یہی نامحسوس

تاثر ہے جس قدر کسی شخص کی قوت ارادی یا قوت تاثیر زبردست ہوتی ہے اسی قدر زیادہ وہ دوسرون پر اثر ڈال سکتا ہے، دنیا کے اکابر رجال کی کامیابی کا ایک بڑا راز یہی قوت رہی ہے۔ ان کے صرف کہنے کا لوگون پر جو اثر پڑتا ہے وہ دوسرون کے دلائل و براہین کا نہین پڑتا۔ اس کی بہترین زندہ مثال گاندھی جی ہین۔ انھون نے جس درجہ کے امرا و اعیانِ ملک سے چرخہ کتوا لیا ہے، اور اپنی سیدھی سادی گفتگو اور تحریرون سے جس طرح اسکی خوبیون کا یقین ہزارون لاکھون انسانون کے دل مین پیدا کر دیا ہے، وہ بڑی حد تک اسی قوت کا کرشمہ ہے، ورنہ ملک مین ان سے زبردست خطیب، انشاپرداز اور منطقی سیکڑون ملین گے۔ لیکن اثر آفرینی کا یہ سحر و جادو کسی کی تقریر، کسی کی تحریر اور کسی کے دلائل مین نہین ملتا۔ غرض اثر آفرینی[1] کی یہی قوت ہے جس کو عامل تنویم مشق سے بڑھا کر کرسی کو شیر اور جھاڑو کو حسین عورت بنا دے سکتا ہے۔

ان واقعات کی بنا پر ہم کو یقیناً اپنے قیاس مین اتنی توسیع کا حق حاصل ہے کہ ماہرین تنویم یا عام اکابر رجال و مصلحین کی قوت اثر آفرینی کے مقابلہ مین انبیاء کرام کی وہبی قوت تاثیر و نفوذ کا مرتبہ کہین زیادہ اعلیٰ و ارفع ہوتا ہے اور اسلیے وہ ان سے بھی بدرجہا زیادہ عجیب تر و محیر العقول امور کا یقین لوگون کے دل مین پیدا کر دے سکتے ہین۔ عامل تنویم اثر آفرینی کے لیے کچھ نہ کچھ ظاہری حرکات و سکنات یا الفاظ و خطاب کا محتاج ہوتا ہے۔ اور اس کا اثر زیادہ تر افراد تک محدود رہتا ہے، لیکن نبی کی اعلیٰ قوت تاثیر کے لیے صرف باطنی ارادہ کافی ہو سکتا ہے اور اس کا اثر افراد سے بڑھکر جماعت تک کو محیط ہو سکتا ہے۔

البتہ یہان ایک وسوسہ تمہارے دل مین پیدا ہوا ہوگا جس کا دور کر لینا ضروری ہے۔ وہ یہ کہ معجزہ کی اس توجیہ کو قبول کرنے کے معنی یہ ہون گے کہ اس کی حقیقت ایک طرح کے سحر، نظربندی، یا فریب حواس سے زیادہ نہین ہے یعنی جس شخص کو کوئی معجزہ نظر آتا ہے اس کا وجود خود اس شخص کی نظر کا، یا زیادہ صحیح یہ ہے کہ

[1] انگریزی مین اس اثر آفرینی کے لیے Suggestion کی اصطلاح ہے جس کی پوری حقیقت کو تجربات اور مثالون سے سمجھنے کے لیے انگریزی دان حضرات ڈاکٹر سیڈس کی دلچسپ کتاب "نفسیات اثر آفرینی" (The Psychology of Suggestion) کی طرف رجوع کر سکتے ہین۔

ذہن سے باہر کسی خارجی وحقیقی شے کی صورت مین نہین ہوتا۔

بعض وسوسون کا جواب اوپر معجزہ کی جو غایت معلوم ہو چکی ہے، اس کے لحاظ سے اس وسوسہ کا صاف جواب تو یہ ہو گا کہ وہ غایت بہر نوع حاصل ہے، معجزہ فی نفسہ چاہے کوئی خارجی شے ہو یا محض ذہنی، اصلی غرض صرف اتنی ہے کہ جس فرد یا جماعت کے سامنے کوئی معجزہ پیش کیا جائے، اس کے علم کے لحاظ سے وہ اپنے اندر کچھ نہ کچھ غیب رکھتا ہو، ہان بظاہر اس سے بھی ایک اور قوی تر اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس صورت مین پھر نبی اور عامل تنویم یا ساحر مین کیا فرق رہ جاتا ہے؟ اس اشکال کا حل بھی ضمناً اوپر ہی گذر چکا ہے، کہ معجزہ بجائے خود نبوت کی کوئی منطقی دلیل نہین ہی، بلکہ جس شخص مین ظاہری وباطنی کمالات یعنی اصلی خصائص نبوت واوصاف حمیدہ عام انسانون کے مقابلہ مین فوق العادت حد تک مجتمع ہوتے ہین۔ اس کے حق مین معجزہ محض ایک طرح کی تائید مزید کا کام دیسکتا ہے اور جس شخص پر نبوت کے یہ اصلی خصائص وکمالات روحانی موثر نہون وہ بلا شبہہ نبی کو بھی زیادہ سے زیادہ ایک بڑا ساحر قرار دے گا۔ جیسا کہ منکرین نے ہمیشہ کہا ہے کہ "ھذا ساحر کذاب"، "ان ھذا الساحر علیم"، "قالو ھذا سحر مبین"، "ویقولوا سحر مستمر"[1]۔

لیکن اس وسوسہ کا دکہ توجیہ بالا کی بناپر معجزہ کی حقیقت کسی خارجی وواقعی وجود کی جگہ محض ایک ذہنی یا خیالی وہم کی رہ جاتی ہے۔) تحقیقی جواب دراصل مابعد الطبیعیات سے متعلق ہے جو تمام عقلی موشگافیون کی آخری عدالت مرافعہ ہے، مگر اس عدالت کا آخری فیصلہ یہ ہرگز نہین ہے کہ **حقیقی یا واقعی** وجود صرف خارجی چیزون کا ہے۔ بلکہ اس کے نزدیک تو یہی امر سرے سے مشتبہ ہے کہ خود خارج کا کوئی وجود ہے، اور اساطین فلسفہ کی ایک بڑی جماعت (تصوریہ) کا مسلک

---

[1] متکلمین اسلام کے ہان سحر ومعجزہ کی بحث ایک مستقل مسئلہ ہے لیکن ان مین بھی اہل تحقیق کا مسلک یہی ہے کہ دونون مین کوئی نوعی فرق نہین ہی، بعضون کے نزدیک تو محض ستعمال کا فرق ہے، یعنی انبیا واولیا اپنے نفس کی قوت معجز نمائی کو مقاصد خیر کے لیے استعمال کرتے ہین اور ساحر مقاصد شر کے لیے (سفینۃ الراغب ص۱۳) مولانا حمید الدین فراہی جن سے بڑھکر موجودہ دنیاے اسلام مین شاید ہی کسی کو فہم قرآن کی سعادت حاصل ہو، وہ بھی "ولا یفلح الساحرون" سے یہی نتیجہ اخذ فرماتے ہین کہ معجزہ اور سحر مین صرف یہ فرق ہی کہ ساحر فلاح یاب نہین ہوتا۔ یعنی وہ اپنی قوت سحر کو خود اپنے یا دوسرون کے لیے فلاح وخیر کے اغراض مین استعمال نہین کرتا۔ بلکہ علی العموم جادوگرون کی اخلاقی حالت نہایت پست ہوتی ہے۔

یہ ہے کہ "عالم تمام حلقۂ دام خیال ہے" حقیقی وجود صرف روح، ذہن یا نفس کا ہے۔ باقی دریا، پہاڑ، چاند، سورج، زمین و آسمان، جو کچھ دیکھتے ہو یہ سب تمہارے ذہن ہی کے اندر ہین، مادہ اور عالم مادی محض ایک "وہم وگمان"[1] ہے، اس جماعت نے عالم خارجی کی ایک توجیہ یہ کی ہے کہ جن چیزون کو ہم موجودات خارجی سمجھتے ہین وہ صرف ذہن کے تصورات ہین جو خدا ہمارے اندر پیدا کر دیتا ہے، اسی راز کی طرف **اکبر** مرحوم نے باتون باتون مین اس طرح اشارہ کیا ہے کہ "جو کچھ ہے، سب خدا کا، وہم وگمان ہمارا"، لہذا جس **ذات** یا قوت نے ہمارے ذہن مین عصائے موسوی اور ثابت و سالم قمر کا تصور پیدا کیا تھا، اسی نے اگر تھوڑی دیر کے لیے عصا کی جگہ اژدہا اور قمر سالم کی جگہ شق قمر کا تصور پیدا کر دیا تو دونون کی وجود کی حقیقت و نوعیت مین ذرہ برابر فرق نہین پڑتا۔

سائنس جس کا جذبہ مادہ پرستی دلائل سے لاجوابی کے باوجود مادہ و مادیات کے وجود خارجی سے یکقلم دست برداری پر راضی نہین، اور اس تار عنکبوت مین الجھا رہنا پسند کرتا ہے کہ مادہ "کسی نامعلوم شے" کا نام ہے۔ وہ بھی کم از کم محسوسات کی نسبت تو یہ ماننے پر مجبور ہی ہے کہ رنگ و بو، آواز و مزہ، سردی و گرمی وغیرہ کا وجود صرف ایک ذہنی احساس یا تصور ہے، جسکو کوئی "نامعلوم شے" ہمارے ذہن مین خلق کر دیتی ہے، اور جس کا ذہن سے باہر کوئی وجود نہین۔ جب رنگ اور آواز جسکو ہم اپنی آنکھون سے دیکھتے اور کانون سے سنتے ہین، اس کے حقیقی و واقعی وجود کے صرف اتنی ہی معنی ہین کہ ہم اس کا احساس و تصور رکھتے ہین تو پھر کیا ضرورت ہے کہ معجزات کے وجود کو ہم اس سے زیادہ حقیقی و واقعی ثابت کرنے کی کوشش کرین،

ایک اور اعتراض یہ تو وہ شبہات تھے جو معجزہ اور سحر و تنویم کی یکسانی یا معجزات کے محض ذہنی وجود کی بنا پر پیدا ہوتے تھے، لیکن ایک اور اعتراض معجزہ کی تمام اُن توجیہات پر وارد ہوتا ہے جنکی رو سے یہ فطرت کے معمولی غیر متغیر قوانین اور علل و اسباب (چاہے وہ نفسی ہون یا طبعی و مادی) ہی کے کسی نہ کسی ایسے مخفی عمل کا معلول خیال کیا جاتا ہے جسکا ظہور معجزہ کے وقت تک عام لوگون کو علم نہین ہوتا، یہ اعتراض معجزہ کے اضافی ہونے کا ہے۔ فرض کرو کہ شق قمر کی علت

[1] مابعد الطبیعیات کے اس نازک مسئلہ کی توضیح و تشریح کی گنجایش، یہان نہین نکالی جا سکتی۔ البتہ دور جدید مین تصوریت کے بانی اول برکلے کا فلسفہ اُردو مین منتقل ہو چکا ہے، جو لوگ فلسفہ کا ذوق رکھتے ہین وہ تو اُس کی اصل کتاب "مکالمات" و "مبادی" کا مطالعہ کر سکتے ہین۔ عام لوگ شاید "فلسفہ برکلے" سے زیادہ فائدہ اٹھا سکین۔

خواہ تنویم کی طرح کوئی نفسی قانون ہو، یا کیمیاوی جذب واتصال کی طرح جو چاند کے مختلف اجزا کو باہم ملحق کیے ہوئے ہے، کوئی ایسا مادی قانون دفع وافتراق ہو جس نے چاند کو دو ٹکڑے کر دیے، ان دونون صورتون مین شق قمر صرف اُسی وقت تک معجزہ ہے جب تک کہ اس کے نفسی یا مادی قوانین وعلل کا انکشاف نہین ہوتا، لاسلکی پیام رسانی کے انکشاف سے پہلے اگر کوئی شخص ہندوستان مین بیٹھکر ایک سکنڈ مین امریکہ کا کوئی واقعہ معلوم کرلیتا تو یہ کسی معجزے سے کم نہ ہوتا۔ لیکن اب معمولی بات ہے۔

بے شبہہ اس معنی کر کے معجزہ یقیناً اضافی شے ہے، اور ہمیشہ رہے گا۔ کوئی معجزہ ایسا نہین پیش کیا جا سکتا، جو اس احتمال اضافیت سے خالی ہو، کیونکہ انسان کا علم ہی تمام تر اضافی ہے، اگر اس علم کا قطعی ومختتم طور پر تمام قوانینِ فطرت کا احاطہ کر سکتا، تو البتہ کسی حد تک معجزہ کی نسبت یہ مطالبہ بجا ہو سکتا تھا کہ ابد الآباد تک کسی قانون فطرت سے اسکی توجیہ نہ ہونی چاہیے، لیکن جب ہمارا علم ہی اضافی ہے، تو کوئی معجزہ احتمالِ اضافیت سے کیسے خالی ہو سکتا ہے؟ ایک مدعی نبوت یہ اعجاز دکھلا سکتا ہے کہ ایک ہفتہ تک آفتاب غروب نہ ہو، لیکن اسکا قطعی یقین کیسے دلایا جا سکتا ہے کہ آگے چلکر علم ہیئت کے اکتشافات سے اس اعجاز کی توجیہ نہ ہو سکے گی؟ لہذا جو شے آج معجزہ ہے، بالفرض کل وہ طبعی واقعہ ثابت ہو جائے، تو بھی اس سے آج اُسکے معجزہ ہونے پر کوئی اثر نہین پڑ سکتا۔ اور معجزہ کی غرض وغایت کو پورا کرنے کے لیے اسی قدر کافی ہے۔ (دیکھو اوپر صفحہ ۱۲۵)

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ عام طور پر تو کارخانۂ کائنات ایک مقررہ سنّت یا بندھے ہوئے قوانین ہی کے ماتحت چلتا رہتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی خدا اپنے مرسلین ومقربین کی تائید غیبی کے لیے اس "سنت جاریہ" مین مداخلت اور تغیر وتبدل کو بھی جائز رکھتا ہے، خواہ یہ تغیر وتبدل فطرت مین کسی نئے حذف واضافہ کی وساطت سے ہو، یا اس کا منشا براہ راست ارادۂ الٰہی ہو، اور جس طرح اسپنوزا کے نزدیک خدا کی خدائی اس مین نظر آتی ہے کہ عالم ایک بندھے ہوئے غیر متغیر نظام کا پابند ہو، اسی طرح بعض فلاسفہ اپنی عقل کو اس پر مجبور پاتے ہین کہ ہر معلول کی براہ راست علت فطرت کی کوئی قوت نہین بلکہ ایک ہستی برتر کا ارادہ ہے، ان فلاسفہ کے نزدیک وقوع معجزہ

کے یے بھی ارادۂ الٰہی کی براہ راست مداخلت ہی والا احتمال زیادہ قابل قبول ہوگا۔

اس صورت کے مختلف احتمالات | صورتِ مداخلت کے اُن احتمالات ثلثہ مین اگرچہ کوئی قطعی تفریق ہر جگہ نہین کیجاسکتی، تاہم جو موٹا سا فرق کیا جاسکتا ہے اس کو مثالون سے سمجھ لینا چاہیے۔

(۱) عام قانون فطرت یہ ہے کہ انسان کا بچہ بلا اتصال جنسی نہین پیدا ہوتا لیکن اس اتصال جنسی سے جو مادۂ تولید رحمِ مادر مین داخل ہوتا ہے اس کو اگر خدا خود رحم کے اندر ہی پیدا کردے، جس طرح کہ اور بہت سی رطوبات جسم مین پیدا ہوتی رہتی ہین۔ تو بلا اتصال جنسی لڑکا پیدا ہوسکتا ہے۔ اور مداخلتِ خداوندی کی یہ صورت فطرت مین ایک نئے عارضی اضافہ کی وساطت پر مبنی ہوگی۔ ممکن ہے کہ "ولادت مسیح" مین خدا نے اپنی مداخلت کی اسی صورت سے کام لیا ہو۔

(۲) اسی طرح اضافہ کے بجاے، حذف کی مثال یہ ہوسکتی ہے، کہ چاند کے مختلف اجزا جس کیمیاوی جذب و اتصال کی قوت سے آپس مین پیوستہ ہین۔ اس مین سے صرف اس حصۂ قوت کو جو چاند کے نصفین مین موجب اتصال ہے تھوڑی دیر کے لیے خدا حذف یا سلب کرلے جس سے شق قمر کا معجزہ ظاہر ہوسکتا ہے۔

(۳) تیسرا احتمال یہ ہے کہ کسی مادی واسطہ کا حذف و اضافہ کیے بغیر براہ راست خدا نے صرف ارادہ "کن فیکون" سے قمر کو شق اور مسیح کو پیدا کردیا ہو۔

یقین معجزہ کے شرائط | غرض یقین معجزہ کی اولین شرط خدا اور غیب کا یقین ہے، اس کے بعد اپنے اپنے علم و مذاق کے مطابق توجیہ معجزات کی جس طرح یہ "پہلی صورت" ممکن ہے کہ وہ عام قوانینِ فطرت (خواہ نفسی یا مادی) ہی کے کسی مخفی عمل کا نتیجہ ہون، اسی طرح مداخلت کی (خواہ براہ راست ہو یا بواسطہ حذف و اضافہ) "دوسری صورت" بھی قابل قبول ہے۔

انگلستان کے مشہور منطقی ولیم اسٹانلی جیونس نے ایک نہایت ضخیم کتاب "اصول سائنس"[1] کے نام سے لکھی ہے جس مین آخری نتیجہ یہ نکالا ہے کہ

"اوپر علم سائنس کی حقیقت و نوعیت کے متعلق جو بحثین گذری ہین، ان سے ایک نتیجہ جو نہایت صاف

[1] The Principles of Science (حاشیہ) طبع آخر ۱۹۱۳ء ص ۶۶۔

طور پر نکلتا ہی، وہ یہ ہوگا کہ ہم کارخانۂ فطرت مین مداخلت خداوندی کے امکان کو کسی طرح باطل نہین ٹھہرا سکتے،

.........جس قوت نے کائنات مادی کو خلق کیا ہے، وہ میرے نزدیک اس مین حذف واضافہ

بھی کر سکتی ہے۔ اس قسم کے واقعات ایک معنی کر کے ہمارے لیے ناقابل تصور کہے جا سکتے ہین، پھر بھی یہ

اس سے زیادہ ناقابل تصور نہین ہین جتنا کہ خود عالم کا وجود ہے۔"

مگر جو شخص اس خالق کائنات **قوت** ہی کا قطعاً منکر ہو، جو سرے سے غیب ہی پر ایمان نہ رکھتا ہو، اور جو ارنسٹ **ہیگل** (جرمنی کا مشہور ملحد و مادہ پرست) کی طرح خود خدا، روح، حشر و نشر وغیرہ کو معجزات (یعنی اوہام و خرافات) قرار دیتا ہو، اور جس کے نزدیک "معجزات کا یقین جہالت و بربریت کی آخری نشانی ہو جس کا فنا کر دینا ہی علم و تمدن کی فتح ہوگی[1]"، تو ایسے آدمی کو تم کسی معجزہ کا اس معنی مین کیونکر یقین دلا سکتے ہو کہ وہ کسی غیبی **قوت** کا آفریدہ ہے یا جس شخص سے وہ ظاہر ہوا ہے، اُس کے عالم غیب کے ساتھ رابطہ و تعلق (نبوت) کی آیت یا نشانی ہی؟

یقین کی اوپر جو حقیقت بیان کیگئی ہے، اُس کے لحاظ سے معجزہ پر بحیثیت "**آیت نبوت**" کے یقین کرنے کے لیے ضروری ہے کہ غیب پر ایمان ہو، جس کے بغیر یقین معجزہ کی خواہش کا پیدا ہونا ناممکن ہے، پھر جس شخص کی نسبت کوئی معجزہ بیان کیا جاتا ہو، یا جس سے یہ ظاہر ہوا ہو، اسکی زندگی "اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ" کی تفسیر اور ظاہری و باطنی کمالات کا بجائے خود ایک معجزہ ہو (یہ چیزین خواہش یقین کے لیے مؤیدات کا کام دینگی) اور سب سے آخری لیکن سب سے مقدم شرط یہ ہو کہ **فرعون** **ابوجہل** کی طرح دل مین خصومت و عناد، خودی و خودبینی، ذاتی اغراض یا ہوا و ہوس کے **موانعِ یقین** نہ موجود ہون۔

جس طرح ان شرایط کی عدم موجودگی مین کوئی دلیل یقین معجزات پر آمادہ نہین کر سکتی، بالکل اسی طرح ان کی موجودگی مین کوئی دلیل یقین معجزات سے باز نہین رکھ سکتی۔

میرے ایک دوست جن کا شمار کم از کم مسلمانون مین تعلیم جدید کے مستثنیٰ افراد مین ہے، آج سے چند برس

---

[1] دیکھو ہیگل کی کتاب "Wonders of life" (عجائب حیات) باب ۳ - معجزات۔

پہلے مغربی عقل وحکمت کے شدید پرستار تھے، اور وجود خدا کا اُن سے اقرار کرانا، اس لیے ناممکن تھا کہ وہ مِل کی منطق اور ہکسلے ہیگل کی تحقیقات سے نہین ثابت ہوا تھا، قرآن مین اُن کے نزدیک علم النفس کے بیسون دقایق مرعی تھے، اور اس کا پیش کرنے والا (پیمبرِ اسلام) سکندر، سیزر، سقراط و نپولین۔ وغیرہ قائدین عظام و مصلحین عالم کی صفِ اوّل مین اپنی جگہ رکھتا تھا، تاہم اگر آیات قرآنی کو بہ حیثیت کلام الٰہی انکے سامنے تلاوت کیا جاتا، یا پیغمبر اسلام کی مکارم اخلاق سے معمور زندگی کو آپ کی پیمبری کے ثبوت مین بیان کیا جاتا تو وہ "جواب جاہلان" کی باتمکین "خاموشی" یا زیادہ سے زیادہ "ایک خندۂ تحقیر"، کی سزاوار تھی، ظاہر ہے کہ بدعقیدگی کے اس عالم مین روایات معجزہ کی حقیقت اس سے زیادہ کیا ٹھر سکتی ہے، کہ وہ محض اپنے رواۃ کی خوش اعتقادیون یا جاہلانہ عجائب پرستیون کا مجموعہ ہین۔

لیکن اِدھر انکی اس درجہ حیرت انگیز کایا پلٹ ہوئی ہے کہ عقلیات مغرب کا سارا طومار ان کے نزدیک "صدکتاب وصد ورق در نار کن" سے زیادہ کا مستحق نہین ہے۔ قرآن کریم "دقائق نفسیہ" کی جگہ "حقائق الہیہ" کا منبع بنگیا ہے۔ "سیرت نبویہ" کا ایک ایک حرف نبوّت پر شاہد عدل ہے، جو زبان جمیس اور ونٹ کی نفسیاتی تحقیقات سے رطب اللسان رہتی تھی اُس کو انتہائی لذت اب صرف بزرگانِ دین کے مناقب وکشف کرامات اور مسائل تصوف کے ذکر مین ملتی ہے!! حتّٰی کہ دوراوّل کے "ناصح احباب" کو اب خود ان پر "خوش اعتقادی" کا گمان ہونے لگا ہے۔

اِس قلب ماہیت کا نتیجہ یہ ہے کہ انبیائے عظام کا تو ذکر ہی کیا، ملک کی موجودہ تحریک ترک موالات کے بانی کی غیر معمولی طور پر پاکیزہ اور اخلاق حسنہ سے آراستہ زندگی بھی انکو روحانی کمالات ہی کا پرتو نظر آتی ہے، انتہا یہ کہ اُنکی طرف جو طرح طرح کی کرامتین منسوب کیجاتی ہین ان مین ایک مشہور واقعہ بعض درختون سے روئی جیسی ایک چیز کا نکلنا تھا۔ میرے یہ دوست بھی اس کو تائید غیبی کی ایک نشانی سمجھنے مین شریک تھے، مین نے کہا کہ "کچھ لوگ اس روئی کو کسی کیڑے کی رطوبت تبلاتے ہین" کہا "اس سے کیا ہوتا ہے۔ خدا نے اسی وساطت سے تائید کی ہوگی"!

شرائط یقین وغایت معجزات کے مقدمات بالا کو سامنے رکھکر اب ذرا ریگستان عرب کے اُس اُمّی انسان کی زندگی دعوت اور تعلیمات پر ایک سرسری نظر کرو جس نے ساڑھے تیرہ صدی اُدھر کوہ صفا پر کھڑے ہوکر اپنی نبوت

کا اعلان کیا تھا۔

اِس قدسی صفات انسان کی امانت و دیانت نے ہموطنون کی طرف سے اس کے لیے **امین** کا لقب حاصل کیا تھا۔ اس کی راست گوئی دوست و دشمن سب کو یکسان تسلیم تھی، حضرت خدیجہ جنکو پچیس برس تک آپ کی زوجیت کا شرف حاصل رہا، وہ ایک موقع پر آپ کو تسلی دیتی ہین کہ "ہرگز نہین۔ خدا کی قسم! خدا آپ کو کبھی غمگین نہ کرے گا۔ آپ صلۂ رحم کرتے ہین، مقروضون کا بار اٹھاتے ہین، غریبون کی اعانت کرتے ہین، مہمانون کی ضیافت کرتے ہین، حق کی حمایت کرتے ہین مصیبتون مین لوگون کے کام آتے ہین"

اس "اپنے پرائے کے غم خوار" کی دعوت صرف یہ تھی کہ لوگو لا الہ الا اللہ کہو تو نجات پاؤگے۔ اس دعوت سے باز رکھنے مین "روسائے قریش جب ہر قسم کی تدبیرون سے تھک گئے تو انہون نے آپ کے سامنے حکومت کا تخت زر و جواہر کا خزانہ، اور حسن کی دولت پیش کی اور بالآخر وہ وقت آیا جب آخری ہمدم و دمساز یعنی ابوطالب نے بھی ساتھ چھوڑنا چاہا، "جسکا جواب اولو العزم من الرسل کی زبان سے فقط یہ ملاکہ" چچاجان اگر قریش میرے داہنے ہاتھ مین سورج اور بائین ہاتھ مین چاند رکھدین تب بھی اپنے اعلان حق سے باز نہ آؤن گا" نتیجہ وہی ہوا جو ہونا چاہیے تھا، یعنی حق کامیاب ہوا لیکن کیا اس کامیابی سے داعی حق نے خود کوئی فائدہ حاصل کیا؟

مسجد نبوی کے صحن مین آپ کے سامنے مال غنیمت کے انبار لگ جاتے تھے۔ مگر خود اس انبار کو تقسیم کرنے والے شاہ کونین کی زندگی یہ تھی کہ "آپ کھال کی چٹائی یا خالی زمین پر آرام فرماتے تھے" "کاشانۂ نبوت گو انوار الٰہی کا مظہر تھا۔ تاہم اس مین رات کو چراغ نہین جلتا تھا" "کئی کئی دن تک فاقہ سے شکم مبارک پر دو دو تین تین پتھر بندھے ہوتے" "گھر کا کام کاج خود کرتے۔ کپڑون مین پیوند لگاتے، گھر مین خود جھاڑو دیتے۔ دودھ دوہ لیتے۔ بازار سے سودا لاتے، جوتی پھٹ جاتی تو خود گانٹھ لیتے، اونٹ کو اپنے ہاتھ سے باندھتے، اس کو چارہ دیتے۔ غلام کے ساتھ ملکر آٹا گوندھتے" "حضرت فاطمہؓ آپ کی محبوب ترین اولاد تھین جنکی عام خانگی زندگی یہ تھی کہ چکی پیسنے سے ہاتھون مین چھالے پڑ گئے تھے، بار بار مشک مین پانی بھرنے سے سینہ پر گھٹے پڑ گئے تھے، گھر مین جھاڑو دیتے دیتے کپڑے

پچکٹ ہو جاتے تھے، لیکن بااین ہمہ جب اُنھون نے آنحضرت سے ایک بار گھر کے کاروبار کے لیے ایک لونڈی مانگی اور ہاتھ کے چھالے دکھائے تو آپ نے صاف انکار کر دیا کہ یہ فقرا و یتامی کا حق ہے"

اتنا ہی نہین کہ آپ دنیاوی عیش و آرام سے دست بردار تھے، بلکہ دشمنان دین طرح طرح کی ایذائین پہنچاتے تھے۔ گالیان دیتے تھے (گو "رحمۃ للعالمین" کا ہاتھ اُن کے حق مین بھی ہمیشہ صرف دعا ہی کے لیے اٹھتا تھا، اور اُنکے ساتھ نیکی ہی کا حکم فرماتے تھے) راہ مین کانٹے بچھا دیتے تھے، نماز پڑھنے مین جسم مبارک پر نجاست ڈالتے تھے۔ ایک دفعہ آپ حرم مین نماز پڑھ رہے تھے، عقبہ بن معیط نے آپ کے گلے مین چادر لپیٹ کر اس زور سے کھینچی کہ آپ گھٹنون کے بل گر پڑے"

یہ سب کچھ تھا لیکن دعوت حق، نوع انسان کی ہدایت اور فلاح و بہبود کی تعلیمات کا کام بلا شائبہ تزلزل جاری تھا۔ کیون؟ اس لیے کہ آپ کو اپنے فرستادہ خدا ہونے کا اذعان، ہر وقت اس کی نصرت و معیت پر اعتماد اور بالآخر باطل کے زہوق اور حق کے غلبہ کا اُسی طرح یقین تھا جسطرح ہمکو رات کی تاریکی کے بعد طلوع صبح کا یقین ہوتا ہی، کفار کی دشمنی اور ایذا رسانی سے تنگ آ کر ابو طالب سمجھاتے ہین کہ "جانِ پدر! اس کام سے ہاتھ اُٹھالو" آپ فرماتے ہین کہ "عم محترم! میری تنہائی کا خیال نہ کیجیے، حق زیادہ دیر تک تنہا نہین رہے گا۔ عجم و عرب ایک دن اس کے ہاتھ ہوگا" کفار قریش بدنیتی (قتل) کے ساتھ آپ کے تعاقب مین نکلے ہین۔ غار ثور جس مین آپ مخفی ہین، اس کے قریب پہنچ گئے ہین کہ "رفیقہ فی الغار" (حضرت ابو بکر) نے گھبرا کر عرض کی کہ یا رسول اللہ دشمن اس قدر قریب ہین کہ اگر ذرا نیچے جھک کر اپنے پانون کی طرف دیکھین تو ہم پر نظر پڑ جائے گی" آپ نے فرمایا کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا غم نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے" ایک موقع پر آپ کسی درخت کے نیچے تنہا استراحت فرما رہے تھے، کہ ایک بدو جو شاید اسی موقع کی تاک مین تھا، چپکے سے آیا اور آپ کی تلوار درخت سے اتار کر نیام سے باہر کھینچ لی اور آپ کے سامنے آیا کہ دفعۃً آپ ہشیار ہوگئے، دیکھا کہ ایک بدو تیغ بکف کھڑا ہے جس نے پوچھا کہ "اے محمد اب تمکو کون بچا سکتا ہے؟" ایک پُر اطمینان صدا آئی کہ "اللہ"۔

کیا تشنگان ایمان کے لیے خود یہ صدا معجزہ نہین ہے؟ اور کیا جن لبون سے یہ صدا نکلتی تھی ان کو کوئی دیکھنے والا

کاذب تصور کر سکتا تھا، اسی کا اثر تھا کہ حضرت عبد اللہ بن سلام پکار اُٹھے کہ لیس ھذا بوجہ کذاب (یہ جھوٹے کا منھ نہین ہی)

یہ سمندر کے صرف چند قطرے تھے، اور اگرچہ انسان کا ناقص قلم پیمبرانہ سیرت کے تمام خط وخال کو کامل طور پر نمایان نہین کر سکتا۔ تاہم "سیرت النبی" کے گذشتہ دو حصون مین (جہان سے یہ چند منتشر قطرات ماخوذ مین) انسانی ہاتھ سے جو نا تمام مرقع کھچ سکا ہے اسی سے تم بڑی حد تک اندازہ کر سکتے ہو کہ کسی پیکر بشری کے اندر "اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیم" کی اس "جامعیت کبریٰ" کا ظہور بجائے خود اتنا بڑا اعجاز ہے جس سے بڑھ کر کوئی معجزہ نہ طلب کیا جا سکتا ہے، اور نہ پیش کیا جا سکتا ہے۔

"ایسی اعجاز مجسم جامع ہستی کے متعلق" جو صاحب شمشیر و نگین بھی ہو، اور گوشہ نشین بھی، بادشاہ کشور کشا بھی ہو، اور گدائے بینوا بھی، فرمانروائے جہان بھی ہو، اور سبحہ گردان بھی، مفلس قانع بھی ہو، اور غنی دریا دل بھی، جسکی زبان ہمہ وقت ذکر الٰہی اور تسبیح و تہلیل مین مصروف ہو جس کے پاؤن رات رات بھر نماز مین کھڑے رہنے سے آماس کر آتے ہون" اگر کوئی ایسا واقعہ بیان کیا جائے جو خدا کی طرف سے تائید غیبی کی نشانی یا آیت معلوم ہو، تو اُس شخص کو اس کے یقین و قبول مین کیا تامل ہو سکتا ہے، جو خدا اور غیب پر ایمان رکھتا ہی۔

لیکن جو شخص ہیگل کی طرح خدا اور غیب ہی کا منکر ہو، یا فرعون کی طرح خود اپنے کو خدا کہتا ہو (اَنَا رَبُّکُمُ الاَعلیٰ) یا جس کے قلب کو ابو جہل و ابو لہب کی طرح کفر وعناد کی تاریکی نے سیاہ کر رکھا ہو اس کے سامنے بڑے سے بڑا معجزہ پیش کرنے پر بھی زیادہ سے زیادہ یہ جواب مل سکتا ہی کہ "سِحرٌ مُستَمِرٌّ"

یہی راز تھا، کہ سیرت نبویہ کے سارے دفتر مین بمشکل ایک آدھ ایسا واقعہ ملتا ہے کہ معجزات کی بنا پر لوگون نے رسالت کی تصدیق کی ہو، بلکہ عہد رسالت کے ہزارون ایمان لانے والے وہی ہین جن کے دل مین ایمان کا مزہ تھا، اور جن کے لیے "روئے و آواز پیمبر" ہی اصل معجزہ تھا۔ گو آج ظاہری چہرہ اور آواز ہم سے مستور ہے لیکن معنوی آواز قرآن اور حقیقی "روئے پیمبر" سیرت طیبہ ابد الآباد تک ذوق ایمان رکھنے والون کے لیے معجزہ نمائی کرتی رہے گی۔

لب لباب

گذشتہ مباحث کا لب لباب یہ ہو کہ

(۱) معجزہ نام ہے پیمبرانہ اوصاف و مکارم اخلاق کے جامع انسان کے تعلق سے کسی ایسے واقعہ کے ظہور کا جسکی کم از کم بوقت ظہور عام علل و اسباب سے توجیہ نہ ہو سکے۔

(۲) ایسے واقعات بذات خود عقلاً ناممکن نہین، انکی حیثیت زیادہ سے زیادہ "انتہائی حیرت انگیز" یا مستبعد واقعات کی ہوتی ہے، اس لیے بظاہر ان کے قبول کرنے کے لیے بھی نہایت غیر معمولی شہادت کی ضرورت نظر آتی ہے

(۳) لیکن دراصل یہ استبعاد ایسا نہین ہوتا جسکی کافی مثالین عام زندگی مین بھی نہ ملتی ہون، اور جن کے قبول کے لیے کسی غیر معمولی شہادت کا مطالبہ نہین کیا جاتا۔

لہذا یقین معجزات کے لیے بھی معمولی درجہ کی قابل اعتماد شہادت کافی ہو سکتی ہے۔

(۴) مگر یقین چونکہ صرف شہادت وغیرہ خارجی چیزون سے نہین پیدا ہوتا، بلکہ اس کا دارومدار زیادہ تر یقین کی خواہش اور اس کے موانع و مؤیدات پر ہے جسکا تعلق بڑی حد تک خود یقین کرنے والے کے گذشتہ معتقدات و معلومات سے ہوتا ہے۔

(۵) یقین معجزات کی خواہش کا پیدا ہونا موقوف ہی "ایمان بالغیب" پر۔

(۶) اگر غیب پر ایمان ہے اور فرعون و ابوجہل کی طرح عناد و تعصب کے موانع موجود نہین ہین، ساتھ ہی مدعی نبوت کی زندگی اپنے احوال و اخلاق کے لحاظ سے بجائے خود اسکی نبوت کی مؤید ہے، تو معجزہ (یعنی خارق عادت) کا کیا ذکر ہے، خود پیمبر کی آواز و صورت ہی معجزہ ہے۔

در دل ہر کس کہ دانش را مزہ است
روئے و آواز پیمبر معجزہ است

آیات ودلائل

اور

قرآن مجید

انبیا، اور آیات ودلائل | گذشتہ صفحات مین جو کچھ پھیلایا گیا ہے وہ انسانی افکار وخیالات کی جہان تک دسترس ہے اس کی تشریح ہے، لیکن مسلمانون کے نزدیک ہدایت وارشاد کا اصلی سرچشمہ قرآن مجید ہے، اس لیے آیات ودلائل کی نسبت اخیر فیصلہ اسی کی عدالت مین ہونا چاہیے، قرآن مجید مین اکثر انبیاء کے سوانح وحالات کے ضمن مین اُن آیات اور معجزات کا بھی بیان ہے، جو اُن کو خدا کی بارگاہ سے عطا ہوئے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیات ودلائل انبیاءؑ کے سوانح کا ضروری جزو ہین، خصوصاً حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے معجزات سب سے زیادہ تفصیل اور تکرار کے ساتھ قرآن مین بیان ہوئے ہین، کہ نزول قرآن کے وقت انہی دونون انبیاء کی امتین عرب مین موجود تھین، اور انھین کے سامنے اسلام اپنے دعوون کو پیش کر رہا تھا۔

قرآن مجید مین جن انبیاءؑ کا تذکرہ ہے اُن مین سے کم وبیش حسب ذیل انبیا کے آیات ودلائل بیان ہوئے ہین، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت لوطؑ، حضرت صالحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت شعیبؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت یونسؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد رسول اللہ صلوات اللہ علیہم اجمعین، بعض ایسے انبیا بھی ہین جن کے آیات ودلائل کے ذکر سے قرآن خاموش ہے، مثلاً حضرت اسحاقؑ، حضرت اسمٰعیلؑ، ذوالکفلؑ، الیسعؑ وغیرہ، لیکن اس خاموشی سے یہ نہین ثابت ہوتا کہ اُن کو کسی قسم کی نشانی اور دلیل نہین عطا ہوئی تھی، صحیح بخاری (باب الاعتصام) اور صحیح مسلم مین ہے کہ آپ نے فرمایا،

ما من نبي الا اعطى ما آمن عليه البشر، | ہر نبی کو کچھ ایسی باتین دی گئین جسکو دیکھکر لوگ اُس پر ایمان لائے

البتہ انبیائے کرام کے حالات پر نظر ڈالنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ غیر معمولی آیات ودلائل انھین انبیا کو مرحمت ہوئے

جن کو سخت و شدید معاندین اور منکرین کا سامنا کرنا پڑا، اور ضرورت بھی انھین کو تھی، کہ اُن کے عناد و انکار کا وہ اُن کے ذریعہ سے جواب دے سکتے، باقی وہ انبیا جو اپنی جماعتون مین صرف تجدید و اصلاح کے لیے مبعوث ہوئے ان کو اس قسم کے دلائل کی حاجت نہ تھی کہ اُن کی جماعتون نے اُن کی دعوت عناد و انکار کا اظہار نہین کیا تھا۔

قران مجید اور اصطلاح آیات و دلائل

قرآن مجید نے انبیا کے ان معجزات کو عموماً **آیت** یعنی نشانی کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔

فَلَمَّا جَاءَهُم مُّوسَىٰ بِآيَاتِنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى (قصص)

جب موسیٰ اُن کے پاس ہماری آیات کو لیکر آئے تو انھون نے کہا کہ یہ تو صرف مصنوعی جادو ہے۔

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ آيَاتٍ مُّفَصَّلَاتٍ، (اعراف)

تو ہمنے فرعون کی قوم پر طوفان، ٹڈی، جون، مینڈک، اور خون کی کھلی ہوئی آیتین بھیجین۔

فرعون حضرت موسیٰ سے کہتا ہے۔

إِن كُنتَ جِئْتَ بِآيَةٍ فَأْتِ بِهَا إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ فَأَلْقَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ، (اعراف)

اگر تم کوئی آیت لیکر آئے ہو تو اب لاؤ، اگر تم سچے ہو، موسیٰ نے اپنی لاٹھی ڈال دی تو وہ دفعۃً صاف سانپ بن گئی۔

کفار معجزہ طلب کرتے ہین تو اُس کے جواب مین ارشاد ہوتا ہے۔

إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ (انعام)

آیتین تو خدا ہی کے پاس ہین۔

إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ رَبِّي، (عنکبوت)

آیتین تو خدا ہی کے پاس ہین۔

کفار کہتے ہین،

فَلْيَأْتِنَا بِآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوَّلُونَ (انبیاء)

چاہیے کہ وہ ہمارے پاس کوئی آیت لائین، جیسے پہلے پیغمبر بھیجے گئے۔

حضرت ہود اپنے معجزہ کی نسبت کہتے ہین،

وَيَا قَوْمِ هَٰذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً، (هود)

اے لوگو! یہ خدا کی اونٹنی آیت ہے۔

لفظ "آیت" اور معجزہ کی حقیقت

آیت کے معنی "نشانی" اور "علامت" کے ہین، اللہ تعالیٰ نے انسانون کو علم و

احساس کے جو ذرائع عطا کیے ہین، وہ حقیقت مین صرف آیات و علامات کی شناخت اور یاد ہے، دنیا مین جس قدر چیزین ہین، تم اُن کو کس طرح جانتے اور پہچانتے ہو؟ صرف آیات و علامات سے، کلیات سے لیکر جزئیات تک جو کچھ ہمکو خارج سے علم حاصل ہوا ہے، وہ محض نشانیون کو دیکھکر ہم جانتے ہین کہ یہ گھوڑا ہے، یہ انسان ہے، یہ درخت ہی یہ سیب ہی، یہ انگور ہے، لیکن ہم کیون کر جانتے ہین؟ اسطرح کہ ان چیزون کی جو مخصوص نشانیان ہین، وہ الگ الگ ہمارے ذہن مین محفوظ ہو گئی ہین، اور اب انھین کی مدد سے ہم کہتے ہین کہ یہ فلان چیز ہے، ہم پہچانتے ہین کہ یہ زید ہے یہ عمرو ہے، یہ میرا عزیز ہے، یہ میرا گھر ہی، یہ میرا گھوڑا ہی، مگر یہ تمام شناختین آیات و علامات ہی کی مدد سے ہین، اگر دنیا مین ہر شے کی مخصوص آیات و علامات مٹا دی جائین تو ہم یقیناً کسی چیز کو شناخت کر سکتے ہین، نہ جان سکتے ہین، نہ پہچان سکتے ہین۔

یہی آیات و علامات کی جان پہچان اور شناخت ہی جو حیوان و انسان اور عقلمند و بیوقوف مین فرق پیدا کرتی ہی جس مین ان آیات و علامات کی شناخت، تمیز اور یاد کی قوت جس قدر زیادہ ہوگی اسی قدر اس کی عقل و دانائی کا کمال زیادہ ہوگا، ہماری **منطق** کا تمامتر استدلال بجز آیات و علامات کے اور کیا ہے۔ ہم اپنے جس دعوی پر جو دلیل قائم کرنا چاہتے ہین، وہ انھین آیات و علامات کی مدد سے کرتے ہین، بلکہ ہمارے تمام تجربے اور مشاہدے، بلکہ طبعیات کیمیائیات، نباتات، حیوانات، ارضیات، ہندسیات، ریاضیات وغیرہ جو کچھ اور جس قدر علوم بھی ہین وہ صرف علامات شناسی کا مجموعہ ہین جن سے ہم براہ راست جزئیات کا علم حاصل کرتے ہین، اور پھر ہم اُن سے کلیات تیار کر لیتے ہین

غرض ہمارا تمام ترفنِ استدلال در اصل انھین آیات و علامات پر موقوف ہے، اگر اشیا کی علامات و آیات محو کر دی جائین تو نہ ہم کسی چیز کو پہچان سکین اور نہ کسی دعوی پر کوئی دلیل قائم کر سکین، ہم علت سے معلول پر، اور معلول سے علت پر استدلال کرتے ہین، مگر انھین آثار و علامات کے ذریعہ سے ہم کو تجربہ سے معلوم ہو گیا ہے کہ یہ شے جب پیدا ہوتی ہے تو اس کے ساتھ یہ آثار و آیات ظاہر ہوتے ہین۔ اب کبھی ہم اُس طرح استدلال کرتے ہین کہ "یہ شے پیدا ہو گئی ہے اس لیے اس کا فلان نشان اور اثر بھی ضرور پیدا ہوا" یہ علت سے معلول پر استدلال ہے، اور کبھی ہم اس طرح استدلال کرتے ہین کہ "فلان نشان اور علامت ظاہر ہے اس لیے وہ شے بھی ہے" یہ معلول سے علت پر استدلال ہی

کبھی ہم آگ کے وجود سے حرارت کے وجود پر، اور کبھی حرارت کے وجود سے آگ کے وجود پر استدلال کرتے ہین ۔ ہم کسی غیر آباد میدان مین پہنچ جاتے ہین، وہان ہم کو ایک شاندار عمارت نظر آتی ہے، اگرچہ ہم نے اس عمارت کے بنانے والون کو نہین دیکھا ہے، مگر اس عمارت کو دیکھکر ہم کو یقین ہوجاتا ہے کہ یہ کسی معمار کی صنعت ہے ۔ ایک جنگل مین ایک جھونپڑے کے اندر ایک تنہا زخمی پڑا ہے، مگر ہم دیکھتے ہین کہ اس کے زخم صاف ہین، مراہم پٹی ٹھیک ہے، اس کے آرام و آسایش کے تمام سامان قرینہ سے رکھے ہوئے ہین، ہم نے گو اُس کے تیماردار کو نہین دیکھا، مگر اس پاس کے علامات و آثار بتاتے ہین کہ اس بیمار کا کوئی تیماردار ہے اور وہ نہایت رحم و مہربانی سے اسکی دیکھ بھال کر رہا ہے ۔ ایک شخص آکر کہتا ہے مین طبیب ہون، اس کے پاس جو مریض آتے ہین وہ اس کے نسخہ سے شفا بھی پاتے ہین، اب گو ہم نے اس کو طب کی تحصیل کرتے ہوئے نہین دیکھا، مگر اُس کے آثار و علامات کو دیکھکر اُس کے دعوی کی تصدیق کرسکتے ہین، یہی ہمارا فنِ استدلال ہے، اور اسی پر ہمارے تمام حصولی علوم کی بنیاد ہے ۔

آیات اللہ | قرآن مجید مین **آیت** کا لفظ اس معنی مین اس کثرت سے آیا ہے کہ ہم یہان انکا استقصا بھی نہین کرسکتے صرف متفرق سورتون سے چند آیات یہان نقل کرتے ہین جن سے مفہوم کی تشریح ہوجائے گی ،

اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَ فِیْ خَلْقِکُمْ وَمَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّۃٍ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ۔ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا وَتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۔ تِلْکَ اٰیٰتُ اللّٰہِ نَتْلُوْھَا عَلَیْکَ بِالْحَقِّ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَ اللّٰہِ وَاٰیٰتِہٖ یُؤْمِنُوْنَ (جاثیہ)	آسمانون مین اور زمین مین ایمان والون کے لیے نشانیان ہین اور تمہاری پیدایش مین، اور زمین مین جو چوپائے چلتے ہین اُن مین اُن کے لیے جو یقین کرتے ہین نشانیان ہین، اور رات دن کے الٹ پھیر، اور آسمان سے خدا جو روزی برساتا ہے اور جس سے زمین کو مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے، اور ہواؤن کے پھرنے مین عقل والون کے لیے نشانیان ہین، یہ آیتین ہین جنکو ہم سچائی کے ساتھ پڑھکر تمکو سناتے ہین تو پھر خدا اور انکی نشانیون کے بعد وہ کس چیز پر ایمان لائین گے ۔
اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ	بیشک آسمانون کی اور زمین کی پیدایش، اور رات دن کے

وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ
النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَاءٍ
فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا
مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ
الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ
يَعْقِلُونَ، (بقرہ)

الٹ پھیر اور اُن کشتیون مین جو دریا کے اندر انسانون کو فائدہ پہنچانے
والے سامان لیکر چلتی ہین، اور خدا آسمان سے جو پانی برساتا ہے جس سے
وہ زمین کو مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے، اور زمین مین جو چوپائے اُسنے
پھیلا رکھے ہین۔ اور ہواؤن کو مختلف سمتون مین چلانے مین
اور اُن بادلون مین جو آسمان و زمین کے بیچ مین مسخر ہین
عقل والون کے لیے نشانیان ہین۔

وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ
نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُخْرِجُ
مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ
دَانِيَةٌ وَجَنَّاتٍ مِنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ
مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ انْظُرُوا إِلَى ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَ
يَنْعِهِ إِنَّ فِي ذٰلِكُمْ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (انعام)

وہی خدا ہے جسنے آسمان سے پانی برسایا پھر ہمنے اُس سے ہر چیز کی نشو و نما
کو ظاہر کیا، پھر اس سے سبزے پیدا کیے جس سے ہم تہ بہ تہ دانے نکالتے ہین، اور کھجور
جسکے خوشے نیچے لٹکتے ہوتے ہین، اور انگورون کے باغون کو اور زیتون
اور انار کو اُس نے پیدا کیا جو باہم ملے جُلے ہوتے ہین، اور اَن میل
بھی ہوتے ہین۔ اُن کے پھلنے اور پکنے کو دیکھو، ان چیزون
مین ایمان والون کے لیے نشانیان ہین۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ
مُبْصِرًا إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ۔
(یونس)

اُسی نے تمھارے لیے رات بنائی کہ تم اس مین آرام لو
اور دن کو اُس نے روشن بنایا۔ اس مین اُن کے لیے جو
سُنتے ہین نشانیان ہین۔

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا
لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ
فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ٥ وَمِنْ آيَاتِهِ
خَلْقُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ

خدا کی نشانیون مین سے یہ ہے کہ اُس نے خود تمھاری ہی
جنس سے تمھارے جوڑے بنائے کہ تم کو اُن کے پاس سکون اور
قرار حاصل ہو، اور تم دونون کے لیے لطف و محبت پیدا کر دیا، اس مین
سوچنے والون کے لیے نشانیان ہین اور اسکی نشانیون مین سے آسمانون

وَالْوَانِكُمْ وَاِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ○ وَمِنْ
اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاؤُكُمْ مِّنْ
فَضْلِهٖ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ○ وَمِنْ
اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ
مَآءً فَيُحْيِيْ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ○ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ
وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ، (روم)

کی اور زمین کی پیدایش، اور تمھاری زبانون کا اور رنگون کا ایک دوسرے سے الگ ہونا ہے اس مین جاننے والون کے لیے نشانیان ہین، اور اُسکی نشانیون مین رات اور دن کو تمہاری نیند ہے اور تمہارا اسکی مہربانی (روزی) کی تلاش کرنا، اس مین انکے لیے جو سنتے ہین نشانیان ہین، اور اوسکی نشانیون مین سے یہ ہے کہ وہ تمکو بجلی دکھاتا ہے جسمین عذاب کا خوف اور رحمت کی امید دونون ہین اور آسمان سے پانی برساتا ہے پھر اُسکے ذریعے سے زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کردیتا ہے، اسمین عقل والون کے لیے نشانیان ہین اور اسکی نشانیون مین سے یہ ہے کہ آسمان اور زمین اسکے حکم سے قائم ہین۔

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ط
(فصلت)

اور اس کی نشانیون مین سے رات، دن، سورج اور چاند ہین۔

یہ آیات اللہ یعنی خدا کی نشانیان، خدا کے وجود اور اُس کے صفات کمالیہ کے علامات ہین، جس طرح ویرانہ کی عمارت معمار کے وجود کو اور ایک زخمی کی مرہم پٹی اور اُس کے آرام و آسایش کا اہتمام، تیماردار کے رحم وکرم کے صفات کو ظاہر کرتا ہے، اسی طرح اس عالم کی یہ عظیم الشان عمارت جس کی چھت، آسمان، اور صحن، زمین ہے، ایک خالق وصانع کے وجود کو بتاتی ہے، اور زمین کے اندر اور باہر، ابر، بارش، دن، رات، چاند، سورج، درخت، میوے، پھل، غلہ کے اقسام وغیرہ، زمین کے جانداروں کی زندگی کے سامانِ آرام وآسایش اُس خالق وصانع کے رحم وکرم، عطا و بخشش اور دیگر اوصاف کمال کو نمایان کرتے ہین، اور بتاتے ہین کہ خالق کو اپنے تمام مخلوقات کے ساتھ ایک خاص تعلق اور اعتنا ہے، کفر اُنھیں کے دلون مین پرورش پاتا ہے جو ان آیات الٰہی مین غور و فکر نہین کرتے اور انکی جلوہ گری سے حقیقی جلوہ آرا کی ہستی کو سمجھنے کی کوشش نہین کرتے۔

وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ (ھود)

یہ عاد کا قبیلہ ہے جسنے اپنے پروردگار کی نشانیون کا انکار کیا۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ (کھف)

یہ وہ لوگ ہین جنھون نے اپنے پروردگار کی نشانیون کا انکار کیا۔

وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِآيَاتِ اللهِ (یونس) اُن لوگون مین نہو جنھون نے خدا کی نشانیون کو جھٹلایا۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِآيَاتِ اللهِ (انعام) اس سے بڑھکر ظالم اور کون ہوگا جسنے خدا کی نشانیون کو جھٹلایا۔

جسطرح یہ آیات الٰہی عام بندہ اور خدا، اور خالق و مخلوق کے تعلق اور رابطہ کو نمایان کرتی ہین، اسی طرح اللہ تعالیٰ کسی خاص بندہ سے اپنے تعلق اور رابطہ کو اپنی مخصوص علامات وآیات کے ذریعہ سے نمایان کرتا رہتا ہے،

(۱) انبیا قومون کے تاریک ترین زمانون مین نورالٰہی کی مشعل ہاتھ مین لیکر تنہا مجمعون کے اندر آتے ہین، لوگ اس نور کو بجھانا چاہتے ہین، اور تیغ و خنجر سے مشعل کے تھامنے والے دست و بازو کو زخمی کرنا چاہتے ہین، مگر وہ شمع الٰہی بجھنے کے بجائے رفتہ رفتہ اپنے دائرۂ نورانی کو وسیع کرتی جاتی ہے، اور بالآخر سطح ارض کے کنارون تک پہونچ جاتی ہے۔

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ ه هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (صف)

وہ چاہتے ہین کہ اپنے منھ سے خدا کے نور کو بجھا دین، اور خدا اپنے نور کو پورا روشن کرنے والا ہے، گو کافر اس سے خوش نہون۔ اُسی نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچائی کا مذہب دیکر بھیجا ہے تاکہ وہ اُس کو ہر مذہب پر غالب کرے، گو مشرک اس سے ناراض ہون۔

۲- باوجود تمام معاندانہ کوششون اور مخالفانہ جد وجہد کے اس نورالٰہی کا پھیلتا جانا خود اس بات کی شہادت ہے کہ وہ خدا کی طرف سے ہے، اور اس مشعل گیر دست و بازو مین خدا کی غیر مرئی قوت کام کر رہی ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللهَ رَمٰى (انفال) تنے وہ مٹھی بھر کنکریان نہین پھینکین بلکہ خدا نے پھینکین۔

قدم قدم پر تائیدات الٰہی اُس کا ساتھ دیتی ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ (حجر) ہمنے اس نصیحت کو اتارا ہے اور بیشک ہم ہین اسکی حفاظت کرنیوالے۔

۳- پیغمبر کے صحیفۂ زندگی کا صفحہ صفحہ ہر قسم کے اخلاقی داغ سے پاک ہوتا ہے، اُسکی سچائی اور راستبازی عالم آشکارا، اور دوست و دشمن سب کے نزدیک بے عیب ہوتی ہے، حضرت صالحؑ کی نسبت کافرون نے

گواہی دی،

يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ (هود) — اے صالح! تم سے پہلے بڑی بڑی امیدین تھین۔

حضرت شعیب کی مخالفت کے باوجود اون کو اقرار کرنا پڑا کہ وہ بڑے عبادت گذار ہین۔

يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ (هود) — اے شعیبؑ! کیا یہ تمھاری عبادت گذاری تمکو کہتی ہی کہ ہم اُس کو چھوڑ دین جس کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے۔

آنحضرت صلعم اپنی شہادت مین خود اپنی زندگی کو پیش کرتے ہین۔

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (يونس) — مینے تمہارے درمیان مدت تک عمر گذاری ہی، کیا تم سمجھتے نہین۔

۴۔ سب سے آخر یہ کہ تبلیغ و دعوت مین دین الٰہی کی نصرت اور اشاعت مین، مخالفین کی شکست اور ہزیمت مین، صلحا کو مزید ایمان اور تسکین کے حصول مین عجیب و غریب ما فوق فہم **نشانات** ظہور پذیر ہوتے ہین، جنکو عرف عام مین معجزات کہتے ہین۔

غرض یہی وہ امور ہین جو **خالقِ فطرت** اور **داعیِ حق** کے درمیان کے رابطۂ خاص اور مخصوص کو نمایان کرتے ہین، اور جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ فرستادۂ الٰہی ہے۔

آیات و دلائل کی دو قسمین ظاہری اور باطنی

تفصیل بالا سے یہ واضح ہوتا ہی کہ آیات اور نشانات دو قسم کے ہوتے ہین، ایک **ظاہری** اور مادی، اور دوسری باطنی اور روحانی، ظاہری اور مادّی آیات و دلائل تو وہ خوارق ہین، جنکو لوگ عام طور پر معجزات کہتے ہین، مثلاً مُردہ کا زندہ کرنا، عصا کا سانپ بنجانا، انگلیون سے پانی کا چشمہ اُبلنا، بیمار کو اچھا کرنا وغیرہ باطنی اور روحانی آیات و دلائل، مدعیِ نبوت کی صداقت، معصومیت، تزکیہ، تاثیر تعلیم، ہدایت، ارشاد، فلاح اور تائید ہے، اہلِ نظر اور حقیقت شناسون کے لیے یہی باطنی آثار و آیات نبوت کی حقیقی نشانیان ہین، باقی ظاہری نشانیان صرف سطحی اور ظاہر بین نگاہون کے لیے ہین جو ہر چیز کو ان ظاہری ہی آنکھون سے دیکھکر پہچانتے ہین۔

نبوت کی باطنی نشانیان واقعات کی روشنی مین

ہمنے نبوت کی ظاہری اور باطنی دو نشانیان قرار دی ہین، اور باطنی نشانیون کو ظاہری علامات

ترجیح دی ہی، اور یہ بتایا ہو کہ حقیقت شناس صرف باطنی نشانیون کے طلبگار ہوتے ہین، آگے چلکر ہم دکھائین گے کہ قرآن مجید بھی انھین کو نبوت کی اصلی علامات قرار دیتا ہے، یہان واقعات کی روشنی مین یہ واضح کرنا ہو کہ عہد نبوی مین بھی جو لوگ اہل نظر تھے، وہ انھین علامات کی تلاش کرتے تھے، چنانچہ اُن لوگون کو بھی چھوڑ دو جھون نے بالآخر نبوت کی تصدیق کی، اس عہد کے اُن یہودیون اور عیسائیون کو دیکھو جھون نے گو کسی سبب سے علی الاعلان اسکی تصدیق کی جرأت نہین کی، مگر وہ اندرونی طور سے متاثر ہو چکے تھے۔

بنی اسرائیل سے بڑھکر عرب مین علامات الٰہی کا رازدان کوئی اور نہ تھا، سینکڑون یہودی شکاکانہ آنحضرت صلعم کی خدمت مین آئے، امتحانات لیے، تجربات کیے، مگر انکا امتحان و تجربہ کیا تھا؟ یہ تھا کہ وہ آپ کے اخلاق کی آزمایش کرتے تھے صحف انبیائے اسرائیل کے سوالات دریافت کرتے تھے، آپ کی تعلیمات کا گہرا مطالعہ کرتے تھے، ان مین سے کسی نے آکر آپ سے خارق عادت معجزہ کا مطالبہ نہین کیا، کیونکہ انھین معلوم تھا کہ یہ تماشے بظاہر اور لوگ بھی دکھا سکتے ہین، اور یہ خوارق نبوت کی باطنی اور اندرونی علامات نہین ہین، آنے والے نبی کی بشارتین اور صفتین توراۃ اور انجیل دونون مین مذکور تھین، لیکن ان مین سے کسی مین بھی صاحب خوارق ہونا اور ظاہری معجزات دکھانا، اُسکی صفت نہین بتائی گئی تھی بلکہ توراۃ مین اس کے اوصاف یہ بتائے گئے تھے کہ "وہ فاران سے طلوع ہوگا، دس ہزار قدوسیون کے ساتھ آئے گا، اس کے ہاتھ مین آتشین شریعت ہوگی، وہ غریبون اور مسکینون کا مددگار ہوگا، اور بدکارون کو جنگی مرد کے مانند ہلاک کریگا، وہ عبادت گذار اور خدا کے احکام کا مطیع ہوگا، مختون قوم (عرب) مین پیدا ہوگا" انجیل نے بتایا تھا کہ "وہ تسلّی کی روح ہوگا، وہ مسیح کی نامکمل تعلیم کی تکمیل کرے گا، خدا کی زبان اُس کے منہ مین ہوگی"

سینکڑون یہود و نصاریٰ آپ کی خدمت مین آئے، اور انھون نے آپ کی نبوت کا امتحان لیا۔ مگر امتحان کے پرچہ مین مادی معجزات کا سوال شامل نہ تھا، بلکہ عام علمی اور مذہبی باتون کی نسبت استفسار تھا، قرآن مجید نے اُن کے دو سوالون کو دہرایا ہے يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ (کہف) اور يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ پہلے سوال مین ذی القرنین کا قصہ پوچھا گیا ہے، اور دوسرے سوال مین روح کی حقیقت دریافت کی گئی ہے، ان کے علاوہ قرآن مجید مین اہل کتاب

کے متعدد اعتراضات اور سوالات مذکور ہین، مگر ان مین ایک بھی یہ نہین کہ ہمکو اپنی نبوت کی صداقت کے ثبوت مین کوئی خارق عادت تماشا دکھاؤ، بلکہ وہ وہی سوالات کرتے تھے جسکو پیغمبر کے علم و عمل، یا تعلیم و تزکیہ سے تعلق تھا، آگے چلکر ایک خاص باب مین ہمنے یہودیون کے امتحانی سوالات جمع کر دیئے ہین، اُنکو پڑھ کر تم بہتر فیصلہ کر سکتے ہو، قرآن مجید مین اُنکا ایک سوال بے شبہ ایسا مذکور ہی جس سے خیال ہوتا ہی کہ وہ بھی آنحضرت صلعم سے کسی مادی معجزہ کی خواہش رکھتے تھے، اور وہ یہ ہے۔

یَسْئَلُکَ اَھْلُ الْکِتَابِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَیْھِمْ کِتَاباً مِّنَ السَّمَآءِ	اہل کتاب تجھ سے فرمایش کرتے ہین کہ تو اُن پر آسمان سے کتاب اتارے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ یہودیون کی معجزہ طلبی نہ تھی، بلکہ چونکہ توراۃ کے متعلق اُنکا یہ خیال تھا کہ اُسکی چند لوحین خود اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے لکھکر حضرت موسیٰؑ کو دی تھین اس لیے وہ اسی تخیل کے مطابق قرآن کے منجانب اللہ ہونے کے لیے اُس کے نزول کو بھی اسی طرح چاہتے تھے،

اب اس عہد کے عیسائیون کو لو، قیصر روم کے دربار مین جب قاصد نبوی پہنچا تو ابوسفیان کو (جو اُسوقت تک آنحضرت صلعم کے دشمن تھے) بلوا کر قیصر نے آنحضرت صلعم کے متعلق جو سوالات کیے وہ حسب ذیل ہین۔

قیصر مدعی نبوت کا خاندان کیسا ہے؟ — **ابوسفیان** شریف ہی

قیصر اس خاندان مین کسی اور نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا ہی؟ — **ابوسفیان** نہین

قیصر اس خاندان مین کوئی بادشاہ گذرا ہے؟ — **ابوسفیان** نہین

قیصر جن لوگون نے اس مذہب کو قبول کیا ہو وہ کمزور مین یا ... — **ابوسفیان** کمزور لوگ ہین۔

قیصر اُس کے پیرو بڑھ رہے ہین یا گھٹتے جاتے ہین۔؟ — **ابوسفیان** بڑھتے جاتے ہین۔

قیصر کبھی تم لوگونکو اُسکی نسبت جھوٹ کا بھی تجربہ ہی؟ — **ابوسفیان** نہین۔

قیصر وہ کبھی عہد و اقرار کی خلاف ورزی بھی کرتا ہے؟ — **ابوسفیان** ابتک تو نہین لیکن اب جو معاہدہ ہوا ہی دیکھین اس مین وہ قائم رہتا ہے یا نہین

قیصر - تم لوگون نے اس سے جنگ کی ہے؛ **ابوسفیان** - ہان،

قیصر - نتیجہ جنگ کیا رہا؟ **ابوسفیان** - کبھی ہم غالب رہے کبھی وہ

قیصر - وہ کیا سکھاتا ہے؟ **ابوسفیان** - کہتا ہے کہ ایک خدا کی عبادت کرو، کسی اور کو خدا کا شریک نہ بناؤ، نماز پڑھو، پاکدامنی اختیار کرو، سچ بولو، صلۂ رحم کرو،

اس گفتگو کے بعد قیصر نے کہا کہ "تم نے اس کو شریف النسب بتایا، پیغمبر ہمیشہ اچھے خاندانون سے پیدا ہوتے ہین تم نے کہا کہ اس کے خاندان مین کسی اور نے نبوت کا دعویٰ نہین کیا، اگر ایسا ہوتا تو مین سمجھتا کہ یہ خاندانی خیال کا اثر ہے تم تسلیم کرتے ہو کہ اس خاندان مین کوئی بادشاہ نہ تھا، اگر ایسا ہوتا تو مین سمجھتا کہ اس کو بادشاہت کی ہوس ہے، تم مانتے ہو کہ اُس نے کبھی جھوٹ نہین کہا، جو شخص آدمیون سے جھوٹ نہین بولتا وہ خدا پر کیونکر جھوٹ باندھ سکتا ہے؛ تم کہتے ہو کہ کمزورون نے اُسکی پیروی کی ہے، پیغمبرون کے ابتدائی پیرو ہمیشہ غریب ہی لوگ ہوتے ہین۔ تم نے تسلیم کیا کہ اس کا مذہب ترقی کرتا جاتا ہے، سچے مذہب کا یہی حال ہے کہ بڑھتا جاتا ہے، تم تسلیم کرتے ہو کہ اُس نے کبھی فریب نہین دیا پیغمبر کبھی فریب نہین دیتے، تم کہتے ہو کہ وہ نماز و تقویٰ اور عفاف کی ہدایت کرتا ہے، اور اگر یہ سچ ہے تو وہ یقیناً پیغمبر ہے"

باوجود طول کلام کے ہمنے یہ تمام سوالات و جوابات یہان نقل کردیے ہین، غور کرو یہ تمام سوالات صرف پیغمبر کے حقیقی آثار و علامات سے متعلق ہین، ان مین ایک سوال بھی ایسا نہین ہے جسمین یہ مذکور ہو کہ یہ مکہ کا مدعی نبوت کوئی معجزہ بھی پیش کرتا ہے؛ حالانکہ اگر نبوت کی حقیقی علامت خوارق عادت ہوتے تو سب سے پہلے عیسائی قیصر کو یہی سوال پوچھنا چاہیے تھا،

حضرت جعفرؓ نجاشی کے دربار مین اسلام پر تقریر کرتے ہین، تو فرماتے ہین ایھا الملک! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے، بُت پوجتے تھے، مُردار کھاتے تھے، بدکاریان کرتے تھے، ہمسایون کو ستاتے تھے، بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا، قوی لوگ کمزورون کو کھاجاتے تھے، اِس اثنا مین ہم مین ایک شخص پیدا ہوا جسکی شرافت اور صدق و دیانت سے ہم لوگ پہلے سے واقف تھے، اُس نے ہمکو اسلام کی دعوت دی، اور یہ سکھایا کہ ہم پتھرون کو پوجنا چھوڑدین، سچ بولین، خونریزی سے

بازآئین یتیمون کا مال نہ کھائین، ہمسایون کو تکلیف نہ دین، عفیف عورتون پر بدنامی کا داغ نہ لگائین، نماز پڑھین، روزے رکھین، زکوٰۃ دین، ہم اس پر ایمان لائے، شرک اور بت پرستی چھوڑدی اور تمام اعمال بد سے بازآئے[۱]

نجران کے عیسائی علماء جب آنحضرت صلعم کیخدمت مین آئے، تو اُنھون نے قرآن کی آیتین سنین، مسلمانون کی روحانی کیفیتون کا مشاہدہ کیا، حضرت عیسےٰ کی نسبت اسلام کا فیصلہ دریافت کیا، اس کے بعد آنحضرت صلعم نے قرآن مجید کے حکم کے مطابق ان سے مباہلہ کرنا چاہا، مگر انھون نے منظور نہین کیا، اور آپس مین کہا کہ اگر یہ واقعی پیغمبر ہے تو ہم تباہ ہوجائین گے، بالآخر سالانہ خراج پر صلح کرلی، دیکھو کہ انھون نے اسلام کی تعلیمات کا ہرطرح امتحان کیا، لیکن دعویٰ کے ثبوت مین اُنھون نے ظاہری نشان نہین مانگا،

اب خاص عرب کے حقیقت شناس افراد کا مطالعہ کرو، آنحضرت صلعم کی نبوّت کی ابتدا مین سے ہزارون اشخاص نے تصدیق کی جنکے فضل وکمال عقل وہوش اور فہم وذکا پر اُن کے حالات وواقعات گواہ ہین، مگران مین ایک بھی ایسا نہ تھا جو باطنی علامات کے دیکھ لینے کے بعد ظاہری نشانیون کا طلبگار رہا ہو، مسلمانون مین سب سے پہلے حضرت خدیجہ اسلام لائین، چنانچہ آغاز وحی ہی مین آنحضرت صلعم نے جب حضرت خدیجہ سے اپنے مشاہدات روحانی کا تذکرہ فرمایا تو وہ ایمان لے آئین، مگرکس اثر سے؟ اسکی توضیح اس سے ہوتی ہے کہ جب آپ نے بمقتضاے بشریت اُن سے اپنے خوف جان کا تذکرہ کیا تو انھون نے جواب دیا۔

واللہ ما یخزیک اللہ ابداً انک لتصل الرحم و تحمل الکل وتکسب المعدوم، وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق، (بخاری بدءالوحی)	خدا کی قسم خدا آپ کو کبھی رسوا نہ کرے گا، آپ صلۂ رحم کرتے ہین قرض دارون کا بوجھ اُٹھاتے ہین، غریبون کی مدد کرتے ہین مہمانون کو کھانا کھلاتے ہین حق کی مصیبتون پر لوگونکی اعانت کرتے ہین

حضرت ابوذر کو جب آنحضرت صلعم کی بعثت کا حال معلوم ہوا تو انھون نے اپنے بھائی سے کہا کہ ذرا اس شخص کے پاس جاکر دیکھو جو دعویٰ کرتا ہے کہ اُس کے پاس آسمان سے خبر آتی ہے، وہ مکہ آئے اور تحقیق حال کرکے واپس گئے، اور

[۱] مسند ابن حنبل جلد ا صفحہ ۲۰۲ -

حضرت ابوذر سے جاکر کہا،

رأيته يأمر بمكارم الاخلاق كلاما ما هو بالشعر، (مسلم مناقب ابی ذر)

مین نے اُسکو دیکھا وہ مکارم اخلاق کا حکم دیتا ہے، اور ایک کلام پیش کرتا ہے، جو شعر نہین ہے۔

اس قسم کے بیسیون واقعات ہین، جن سے حقیقت حال کی تشریح ہوتی ہے، اور جنکی تفصیل سے سیرۃ نبوی کی گذشتہ جلدین بھری پڑی ہین۔

قرآن مجید اور نبوت کی باطنی علامات

یہ تمام بیانات درحقیقت قرآن مجید کی اُن آیتون کی تشریح ہین، جن مین نبوّت کی حقیقت اور اُس کے اصلی آثار و علامات بتائے گئے ہین۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ ۚ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ۝ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (مائدہ)

اے یہود و نصاری! تمہارے پاس ہمارا رسول آچکا جو تمہاری کتاب کی بہت سی باتین جنکو تم چھپاتے ہو صاف صاف بیان کرتا ہے، اور بہت سی باتون سے درگذر کرتا ہے، اللہ کی طرف سے تمہارے پاس روشنی اور قرآن آچکا، خدا اُسکے ذریعہ سے اُسکو جو اُسکی خوشنودی کا پیرو ہو، سلامتی کے راستے دکھاتا ہے، اور اُن کو اپنے حکم سے وہ اندھیرے سے نکالکر روشنی مین لاتا ہے، اور ان کو سیدھا راستہ بتاتا ہے۔

رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ، (جمعہ)

خود امیون مین سے ایک رسول مبعوث کیا، جو اُنکو خدا کی آیتین سناتا ہے، انکو پاک و صاف کرتا ہے اور کتاب و حکمت کی انکو تعلیم دیتا ہے،

رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ، (آل عمران)

خود امیون مین سے ایک رسول مبعوث کیا جو انکو خدا کی آیتین سناتا ہے، انکو پاک و صاف کرتا ہے، اور کتاب و حکمت کی انکو تعلیم دیتا ہے۔

الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ

جو اس اُمّی فرستادہ الٰہی اور پیغامبر کی پیروی کرتے ہین جسکو وہ توراۃ و انجیل مین لکھا پاتے ہین اور جو اچھے کام کا حکم دیتا ہے، وہ برے کام

وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ، (اعراف)

روکتا ہے، اور پاک چیزون کو اُن کے لیے حلال اور ناپاک چیزونکو اُنپر حرام کرتا ہے، اور (رسم ورواج) کے جو بوجھ اور بیڑیان اُن پر پڑی ہوئی تھین وہ اُن سے دور کرتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا، (احزاب)

اے پیغمبر! ہمنے تجھکو (اپنا) گواہ، اور نیکو کارون کو خوشخبری سنانے والا، اور بدکارون کو ڈرانے والا، خدا کی طرف اُس کے حکم سے پکارنے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

الغرض نبوت کے اصلی آثار وعلامات یہ ہین کہ وہ آیاتِ الٰہی تلاوت کرتا ہے، زنگ آلود نفوس اور سیہ کار قلوب کو جلا دیتا ہے، لوگون کو کتاب وحکمت اور اخلاق کی تعلیم دیتا ہے، اچھی باتون کو پھیلاتا ہے، اور برائیون سے روکتا ہے وہ طیبات کو حلال اور خبائث کو حرام کرتا ہے، وہ قومون کے بوجھ کو اتارتا ہے، اور اُن کے پاؤن کی بیڑیون کو کاٹ ڈالتا ہے، وہ خدا کا گواہ بنکر اس دنیا مین آتا ہے، لوگون کو خدا کی طرف دعوت دیتا ہے نیکو کارون کو بشارت سناتا ہے بدکارون کو عذابِ الٰہی سے ڈراتا ہے، اور اس ظلمت کدۂ عالم مین وہ ہدایت کا چراغ بنکر چمکتا ہے۔

قریش آنحضرت صلعم سے معجزہ کے طالب ہوتے ہین، اُس کے جواب مین ارشاد ہوتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ۭ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ۭ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔـلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ، (بقرہ)

جنکو علم نہین وہ کہتے ہین کہ خدا خود ہمسے باتین کیون نہین کرتا، یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیون نہین آتی، اُن سے پہلے لوگون نے بھی اسیطرح کہا تھا دونو نکے دل ایک ہی قسم کے ہوگئے، ہمنے تو نشانیان اُن لوگون کے لیے جو یقین کرتے ہین کھول کر رکھدین (اے محمد!) ہمنے تجھکو سچائی دیکر، نیکو کارون کو خوشخبری سنانیوالا، اور بدکارون کو ڈرانیوالا بنا کر بھیجا (جنکو اب بھی یہ [illegible]

کفار پیغمبر کی صداقت کی نشانی چاہتے ہین، اُس کے جواب مین ارشاد ہوتا ہے کہ اسکی صداقت کی روشنی تو اسکا سراپا وجود ہے، اور اہل یقین کے لیے اسکی سچائی کی تمام نشانیان ظاہر کردی گئی ہین، اُسکی حقانیت، نیکو کارون کو

خوشخبری سنانا اور بدکارون کو ڈرانا اور متنبہ کرنا، اور اس سے انقلاب انسانی اور نتائج روحانی کا ظہور، یہ خود اسکی صداقت کی کھلی نشانیان ہین۔

وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِّن رَّبِّهِ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ، أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ، (عنکبوت)

وہ کہتے ہین کہ اس (پیغمبر) پر اسکے پروردگار کی طرف سے نشانیان کیون نہین اترین، کہدے کہ نشانیان تو خدا کے پاس ہین، اور مین تو کھلا ڈرانیوالا ہون، ان کافرونکو یہ نشانی کافی نہین کہ تجھپر ہمنے کتاب اتاری جو ان کو پڑھکر سنائی جاتی ہے

یعنی خود یہ دعوتِ الٰہی اور یہ پیغامِ ربّانی، آیت و نشانی ہے، اور اہل بصیرت کے لیے یہی معجزہ ہے۔

أَوَلَمْ يَكُن لَّهُمْ آيَةً أَن يَعْلَمَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ، (شعراء)

کیا ان کافرون کو یہ نشانی بس نہین کرتی کہ بنی اسرائیل کے عالم لوگ اس کو جانتے ہین۔

یعنی پیغمبر اسلام کا معجزہ یہ ہے کہ ایک اُمّی ہوکر وہ ایک ایسی کتاب اور ایسی تعلیم پیش کرتا ہے جسکی صداقت کو علمائے بنی اسرائیل جانتے اور سمجھتے ہین، کیا یہ معجز جہلائے قریش کی تسلّی کے لیے کافی نہین ہے، کہ بڑے بڑے علماء اس کی سچائی کے دل سے معترف ہین

وَقَالُوا لَوْلَا يَأْتِينَا بِآيَةٍ مِّن رَّبِّهِ ۚ أَوَلَمْ تَأْتِهِم بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ۔ وَلَوْ أَنَّا أَهْلَكْنَاهُم بِعَذَابٍ مِّن قَبْلِهِ لَقَالُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ ۔ (طٰہٰ)

وہ کہتے ہین کہ یہ پیغمبر اپنے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی ہمارے پاس کیون نہین لاتا۔ کیا انکو اگلی کتابون کی گواہی نہین پہنچی اور اگر ہم انکو اس سے پہلے ہلاک کردیتے تو یہ کہتے کہ اے ہمارے پروردگار کیون تو نے ہمارے پاس کوئی پیغمبر نہین بھیجا کہ ہم تیری نشانیون کی پیروی کرتے۔

یعنی گذشتہ انبیاء کی کتابون مین آنے والے پیغمبر کے جو صفات اور نشانیان مذکور تھین، پیغمبرِ اسلام کا ان کا مصداق کامل ہونا ہی سب سے بڑی نشانی ہے، یا اس آیت کا دوسرا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ یہ کُفّار بار بار یہی کہتے ہین کہ معجزہ دکھاؤ، معجزے تو انھین دکھائے جاچکے، کیا یہ نہین معلوم کہ گذشتہ قومین معجزات دیکھکر بھی جب ایمان نہ لائین تو اُن کا کیا حشر ہوا۔

کفار کا سوال تھا۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ کہ اس پیغمبر پر اسکے خدا کی طرف سے کوئی نشانی کیون نہین اتری۔

اُس کے جواب مین خدا نے ارشاد فرمایا،

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (رعد) اے محمد! تو صرف ڈرانے والا ہی اور ہر قوم مین ایک ہادی گذرا ہی۔

مقصود یہ ہے کہ نبوت کی حقیقت **معجزہ**، نہین، **بلکہ انذار اور ہدایت ہی**،

ظاہری آیات اور نشانات | لیکن اس کے معنی یہ نہین ہین کہ انبیا ظاہری آیات اور مادی نشانات سے خالی ہوتے ہین تمام انبیاء کرام کی سیرتین بیک زبان اسکی تصدیق کرتی ہین کہ باطنی آیتون کے ساتھ اُن کو ظاہری حصہ بھی ملتا ہے قرآن مجید نے اکثر انبیائ کے سوانح و واقعات کے ضمن مین اُن کے اِن ظاہری آثار و دلائل کو بھی بتفصیل بیان کیا ہے بلکہ کہنا یہ ہے کہ یہ مادی اور ظاہری نشانات نبوت کی اصل حقیقت سے خارج ہین، یہی سبب ہے کہ متعدد مقامات پر قرآن مجید نے کفار کے مادی نشانیون کی طلب مین آپ کی طرف سے یہ الفاظ کہے۔

هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ( ) مین تو صرف ایک انسان پیغمبر ہون۔

ظاہری نشانات صرف معاندین طلب کرتے ہین | لیکن نبوت کے ظاہری اور عامیانہ آثار و علامات یعنی خارق عادت معجزات صرف وہ فرقہ طلب کرتا ہے، جس کے دل کی آنکھین اندھی ہوتی ہین، اور جو تعصب و عناد اور جہل کے باعث حق کے ماننے کے لیے تیار نہین ہوتا، چنانچہ انبیاے کرام پر ایمان لانے والون کے حالات پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ معجزات کی طلب نیکو کارون نے نہین کی، حضرت موسیٰ کو معجزہ، بنی اسرائیل کے مقابلہ مین نہین، بلکہ فرعون کے مقابلہ مین دیا گیا، حضرت عیسیٰ سے اُن کے حواریون نے نہین، بلکہ یہودیون نے معجزہ طلب کیا، آنحضرت صلعم سے ابوبکر و عمر نے نہین، بلکہ ابوجہل و ابولہب نے معجزہ مانگا، یہی حال دوسرے انبیا کا بھی ہے، قرآن مجید نے اس حقیقت کی پوری تصریح کی ہے، اور طلب معجزہ کے سوال کو ہمیشہ کفار کی طرف منسوب کیا ہے،

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ جنکو کتاب الٰہی کا علم نہین یعنی کفار قریش کہتے ہین کہ کیون خدا ہم سے

آیۃٌ ، (بقرہ)
خود باتین نہین کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیون نہین آتی۔

وَقَالُوا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَیْہِ آیَۃٌ ، (انعام)
یہ کفار کہتے ہین کہ اس پیغمبر پر کوئی نشانی کیون نہین اتاری گئی۔

وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَیْہِ آیَۃٌ (رعد)
یہ کفار کہتے ہین کہ اس پیغمبر پر کوئی نشانی کیون نہین اترتی۔

وَقَالُوْا لَوْلَا یَاْتِیْنَا بِآیَۃٍ مِّنْ رَّبِّہٖ ، (طہٰ)
کفار کہتے ہین کہ یہ پیغمبر اپنے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی ہمارے پاس کیون نہین لاتا۔

دیکھو کہ ہر آیت مین کفار ہی کا معجزہ طلب کرنا ظاہر کیا گیا ہے۔

کفار کا یہ معجزہ طلب کرنا نفیِ معجزہ کی دلیل نہین

کفار کے اِس بار بار کے اصرار سے کہ پیغمبر ہمکو معجزہ کیون نہین دکھاتے، بعض نادان یہ سمجھتے ہین کہ پیغمبرِ اسلام نے ان کو کوئی معجزہ نہین دکھایا، کہ اگر وہ کوئی معجزہ دیکھ چکے ہوتے تو بار بار معجزہ کے لیے اصرار کیون کرتے؟ لیکن یہ استدلال سرتاپا غلط ہے، انکو نفسِ معجزہ مانگنے پر نہین، بلکہ مادّی اور ظاہری معجزات طلب کرنے پر تنبیہ کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ نشانیون کے ظاہر ہونے کے بعد بھی یہ عناد سے طلبِ معجزہ پر مُصر ہین، چنانچہ ان تمام مقامات مین جہان کفار کی اس طلبِ معجزہ کا ذکر ہے، یہ تصریح موجود ہے، اور انھین یہ ہدایت کی گئی ہے کہ ان خوارق سے انھین تسلّی نہ ہوگی، اُنکو چاہیے کہ نبوت کے اصلی آثار وعلامات کی طرف توجہ کرین، کہ سعادت مند دلون کی تسلّی انھین سے ممکن ہے۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ لَوْلَا یُکَلِّمُنَا اللّٰہُ اَوْ تَاْتِیْنَآ آیَۃٌ ، کَذٰلِکَ قَالَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ مِّثْلَ قَوْلِھِمْ ، تَشَابَھَتْ قُلُوْبُھُمْ قَدْ بَیَّنَّا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ، اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ ، (بقرہ)

جو نہین جانتے وہ کہتے ہین کہ کیون خدا ہم سے خود باتین نہین کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی نہین آتی، ان سے پہلے لوگون نے بھی اسی طرح کہا تھا، دونون کے دل ایک سے ہوگئے ہین ہمنے نشانیان اُن لوگون کے لیے جو یقین کرتے ہین کھولکر لکھدی ہین اے پیغمبر ہمنے تجکو سچائی دیکر نیکوکارونکو خوشخبری سنانیوالا اور بدکارونکو ڈرانیوالا بناکر بھیجا ہے اور (جنکو یہ نشانیان باور نہ آئین) اُن دوزخیون کا حال نہ پوچھ۔

اس آیت کریمہ مین صاف موجود ہے کہ ہم نشانیان کھولکر بتا چکے ہین، لیکن ان نشانیون سے وہی فائدہ اُٹھا سکتے ہین جو اہلِ یقین ہین، اور جو ہر امر مین شک کرتے ہین، اُن کا علاج صرف دوزخ ہے۔ دوسری آیت مین ہے

وَقَالُوا لَوْلَا يَأْتِينَا بِآيَةٍ مِّن رَّبِّهِ ۚ أَوَلَمْ تَأْتِهِم بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ۝ وَلَوْ أَنَّا أَهْلَكْنَاهُم بِعَذَابٍ مِّن قَبْلِهِ لَقَالُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ ۔ (طٰہٰ)

اور کہتے ہین کہ یہ پیغمبر اپنے پروردگار کی طرف کوئی نشانی ہمارے پاس کیون نہین لاتا، کیا اُنکے پاس گذشتہ کتابون کی گواہی نہین پہنچی، اگر ہم اس سے پہلے کسی عذاب سے انکو ہلاک کردیتے تو وہ کہتے کہ اے میرے پروردگار کیون ہمارے پاس کوئی رسول تونے نہین بھیجا کہ ہم تیری نشانیون کی پیروی کرتے،

اِس آیت مین بھی معجزات ظاہر ہونے کے بعد پھر مزید معجزات کی طلب پر گذشتہ قومون کے واقعات کی طرف جو اگلی کتابون مین مذکور ہین، متوجہ کیا گیا ہے کہ دیکھ لو، دنیا مین اُنکا حشر کیا ہوا؟ جنھون نے معجزون کو دیکھکر بھی ایمان نہین قبول کیا۔

معجزات تو بہر حال کسی نہ کسی آنی زمانہ اور مخصوص وقت مین ظاہر ہوتے ہین، اور پھر دنیا کے دوسرے حوادث کی طرح فنا ہوجاتے ہین، اِس بنا پر اگر ہر معاند کے سوال پر پیغمبر معجزہ ہی دکھاتا رہے، تو یہ تسلسل تو شاید کبھی ختم نہو، اور پیغمبر کی زندگی صرف ایک تماشہ گر کی حیثیت اختیار کرلے، اس لیے ظاہری معجزہ طلب کرنے والون کو دائمی اور مسلسل معجزہ کی طرف ملتفت ہونے کی تاکید ہوتی ہے۔

وَقَالُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِّن رَّبِّهِ ۖ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ (عنکبوت)

اور وہ کہتے ہین کہ اس پیغمبر پر اُسکے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی کیون نہین اُترتی، کہدے کہ نشانیان تو خدا ہی کے پاس ہین، مین تو صرف کھلا ہوا ڈرانیوالا ہون، کیا یہ ان کو بس نہین کرتا کہ ہمنے تجھپر کتاب اُتاری جو ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔

معاندین کو معجزہ سے بھی تسلی نہین ہوتی

نفسیات انسانی کا خاصہ ہے کہ جب کسی کی طرف سے اُس کے جذبات مخالفانہ ہوتے ہین تو وہ اُسکی کسی بات کو حسن ظن پر محمول نہین کرتا، اور اُس کو اُسکی ہر شے کے اندر، شر، خبث، اور بدی نظر آتی ہے، جلی سے جلی اور واضح سے واضح برہان بھی اس کے دل کے ریب اور قلب کے شک کو دور نہین کرسکتے، معاندین جو انبیا کے مکارم اخلاق، حسن تعلیم، اور دیگر علمی وعملی تلقینات کو باور نہین کرتے، اور اُن کے کھلے اور بدیہی دعوون کو بھی تسلیم کرنے

کے لیے آمادہ نہین ہوتے، اور ہر قسم کی دلیلون کے سُن لینے کے بعد بھی وہ اپنے لاعلاج مرض شک سے نجات نہین پاتے تو آخر الحیل کے طور پر وہ پیغمبرون سے خارقِ عادت معجزون کا مطالبہ کرتے ہین، اور چونکہ انھین بدگمانی سے یہ یقین ہوتا ہے کہ ہماری ہی طرح کا ایک مدعی انسان کبھی ایسی عجیب وغریب چیز پر قدرت نہین رکھتا، اس لیے وہ کبھی کوئی خارق عادت امر پیش نہ کریگا، اور اس طرح اس کی رسوائی عالم آشکارا ہو جائے گی، اور خود اُسی کے ہاتھون سے اس کے دعوون کے تار و پود بکھر جائین گے، لیکن قدرت الٰہی آخری حجت کے طور پر اُن کے سامنے معجزات اور خوارق عادت بھی پیش کر دیتی ہے، تاہم اُن کو دیکھکر بھی معاندانہ روح، اونکے دلون مین پیغمبرون کی سچائی کا اعتبار نہین پیدا ہونے دیتی، اور بدگمانی انھین یہ بتاتی ہے کہ گو اس خارق عادت کے ظہور مین تو شک نہین، مگر یہ خدائی قوت کا کرشمہ نہین، بلکہ یہ شیطانی عمل اور سحر و جادو کی قوت سے پیدا ہوا ہے، اور چونکہ بظاہر معجزہ اور سحر و شعبدہ مین کوئی فرق محسوس نہین ہوتا، اس لیے اُن کے بدگمان قلب کو اس سے بھی تسلی نہین ہوتی۔

حضرت موسیٰ نے فرعون کو متعدد معجزے دکھائے، مگر ہر ایک کے جواب مین انھین یہی سننا پڑا کہ تم جادوگر ہو،

هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ، یہ تو کھلا جادو ہے۔

اِنْ هٰذَانِ لَسَاحِرَانِ، یہ موسیٰ اور ہارون یقیناً جادوگر ہین۔

حضرت موسیٰ کے معجزۂ عصا کو دیکھکر، مصر کے جادوگر سجدے مین گر گئے، اور حضرت موسیٰ کی پیغمبری پر ایمان لے آئے مگر فرعون یہی کہتا رہا۔

اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ، یہ موسیٰ تم سب کا بڑا جادوگر ہے جسنے تم کو جادو سکھایا ہے۔

توراۃ مین یہ واقعہ پوری تفصیل کے ساتھ موجود ہے کہ حضرت موسیٰ فرعون کو جب کوئی معجزہ دکھاتے تھے، تو ہر معجزہ کے بعد فرعون کے دل کی سختی علےٰ حالہ باقی رہ جاتی تھی، چنانچہ توراۃ مین تقریباً ہر معجزہ کے بعد یہ مذکور ہے "لیکن فرعون کا دل سخت رہا، اور اُس نے اُنکی نہ سُنی"[1] انجیل کے بیان کے مطابق حضرت عیسیٰ نے سب سے زیادہ معجزات دکھائے لیکن

[1] توراۃ کتاب الخروج۔

خود انجیل میں مذکور ہے کہ تقریباً ہر معجزہ کے بعد حاضرین کی دو جماعتیں ہو جاتی تھیں، ایک تو انکی معتقد ہو جاتی تھی، اور یقین کرتی تھی کہ یہ خدا کی طرف سے ہے، اور دوسری کہتی تھی کہ یسوعؑ کے ساتھ شیطان رہتا ہے "تب یہودیوں کے بیچ ان باتوں کے سبب اختلاف ہوا، اور بہتوں نے ان میں سے کہا، اس کے ساتھ ایک دیوتا رہتا ہے اور وہ مجنون ہے" "تم اسکی کیوں سنتے ہو" اوروں نے کہا یہ باتیں اسکی ہیں جسمیں دیو ہے، کیا دیو اندھے کی آنکھیں کھول سکتا[1]

ایک دفعہ حضرت عیسیٰؑ نے ایک گونگے کو اچھا کیا، لوگ حیرت زدہ رہ گئے، لیکن فریسی یہودیوں نے کہا کہ "یہ دیوؤں کے سردار کی مدد سے دیوؤں کو نکالتا ہے[2]" حضرت عیسیٰؑ نے اپنے معاندین کے جواب میں کہا "تم کہتے ہو کہ میں دیوؤں کو بعل زبول (ایک دیوتا کا نام) کی مدد سے نکالتا ہوں[3]" حضرت عیسیٰؑ نے متعدد دفعہ لوگوں سے کہا کہ "تم معجزات دیکھتے ہو مگر ایمان نہیں لاتے"۔

"یسوع (عیسےٰ) نے یہ باتیں کہیں اور اپنے تئیں اُن سے (فریسی یہودیوں سے) چھپایا، اور اگرچہ اُسنے اُن کے روبرو اتنے معجزے دکھائے پر وہ اُسپر ایمان نہ لائے[4]" "تب ان شہروں کو جس میں اس کے بہت سے معجزے ظاہر ہوئے ملامت کرنے لگا کیونکہ اُنھوں نے توبہ نہ کی تھی[5]"

کفارِ قریش آنحضرت صلعم سے معجزوں کے طالب ہوتے تھے، مگر جب معجزے دیکھتے تھے تو کاہن اور جادوگر کہنے لگتے تھے[6] عرب میں پیشینگوئی کاہن کیا کرتے تھے، آنحضرت صلعم کی پیشینگوئیوں کو دیکھ کر معاندین نے آپ کو کاہن کا خطاب دیا تھا، اس لیے قرآن مجید نے کہا،

فَمَا اَنْتَ بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ بِکَاھِنٍ (طور)	اے پیغمبر تو اپنے پروردگار کے فضل سے کاہن نہیں ہے۔
وَلَا بِقَوْلِ کَاھِنٍ، (حاقہ)	یہ کسی کاہن کی بات نہیں ہو۔

آنحضرت صلعم کے معجزات اور خوارق کو وہ دیکھتے تھے، تو ان کو جادو کا اثر سمجھتے تھے۔

---

[1] یوحنا کی انجیل باب ۱۰-۱۹ [2] متی کی انجیل باب ۹-۳۴ [3] لوقا کی انجیل ۱۱-۱۸ [4] یوحنا کی انجیل ۱۲-۳۷۔
[5] متی کی انجیل ۱۱-۲۰ [6] صحیح مسلم مناقب ابی ذر،

ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۝ (مدثر)

پھر پیٹھ پھیر کر چلا، اور غرور کیا، اور کہا کہ یہ تو جادو ہے، جو اگلے وقتون سے چلا آتا ہے

کفار ایک دوسرے کو منع کرتے تھے کہ محمد (صلعم) کے پاس نہ جایا کرو، کیونکہ وہ جادو کیا کرتے ہین،

هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ج اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ، (انبیاء)

یہ محمد تو تمھاری ہی طرح آدمی ہین، کیا تم جادو کے پاس آتے ہو، اور تم دیکھ رہے ہو،

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (احقاف)

حق کے منکرین کے پاس جب حق آیا تو اُنھون نے کہا یہ تو کھلا جادو ہے۔

آنحضرت صلعم نے جب معجزۂ شق القمر دکھایا تو کفار نے اس کو بھی جادو کہا،

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ، (قمر)

قیامت نزدیک آگئی اور چاند پھٹ گیا، اور اگر وہ کوئی بھی نشانی دیکھین تو وہ مُنھ پھیر لین اور کہین کہ یہ تو جادو ہے جو ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہی

دوسرے معجزات کو دیکھکر بھی وہ یہی کہتے رہے کہ محمد (صلعم) تو جادوگر ہے،

اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ، قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا السِّحْرُ مُّبِيْنٌ ، (یونس)

کیا لوگون کو اس پر تعجب ہے کہ ہمنے اُن مین سے ایک پر وحی اُتاری کہ لوگون کو ڈرا، اور ان کو جو ایمان لائے بشارت دے کہ اُن کے پروردگار کی بارگاہ مین اُن کی بڑی پایگاہ ہے، کافر کہتے ہین کہ یہ تو کھُلا جادوگر ہے۔....

معاندین کو معجزہ سے بھی ایمان کی دولت نہین ملتی

چونکہ معاندین کو حق و باطل کی تمیز کی قوت نہین ہوتی، اور یقین کی سعادت سے وہ محروم ہوتے ہین، اس لیے بڑی سے بڑی نشانی بھی شک وشبہہ کے گرداب سے ان کو باہر نہین نکال سکتی، وہ کبھی اُس کو بخت واتفاق کا نتیجہ سمجھتے ہین، کبھی اس کو سحر وجادو سمجھکر اس کی تکذیب کرتے ہین، کبھی فریب اور قوت شیطانی کا اُنکو دھوکا ہوتا ہے، اس لیے معجزات سے بھی انکو ہدایت نصیب نہین ہوتی، حجت کے لیے ایک دفعہ معجزہ اُن کو دکھایا گیا تو اُنکا

شبہہ رفع نہین ہوا، پھر معجزہ طلب کرتے ہین، تو قرآن کہتا ہے کہ اب بھی ان کو تسلی نہ ہوگی، چنانچہ سورہ انعام کی ابتدا مین
اللہ تعالیٰ نے ان تمام مراتب کو بیان کردیا ہے،

وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيَاتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ، (انعام)

اور خدا کی نشانیون سے کوئی نشانی اُن کے پاس نہین آتی لیکن یہ کہ وہ اُس سے روگردانی کرتے ہین۔

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ،

اے پیغمبر اگر ہم تجھ پر ایسی کتاب بھی آسمان سے اُتارین جو اوراق مین لکھی ہو کہ وہ اُسکو اپنے ہاتھون سے چھوئین تو وہ جو کافر ہین یہی کہینگے کہ فقط

وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا حَتّٰى اِذَا جَاۗءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ هٰذَا اِلَّا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ، (انعام)

اگر وہ تمام نشانیان بھی دیکھ لینگے تو وہ ایمان نہ لائینگے، یہانتک کہ وہ جب تیرے پاس آتے ہین تو تجھ سے جھگڑا کرتے ہین، اور کافر کہتے ہین کہ یہ تو صرف اگلون کی کہانیان ہین۔

وَقَالُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ (انعام)

اور وہ کہتے ہین کہ اس پیغمبر کے ساتھ کوئی فرشتہ کیون نہین اُتارا گیا، کہدے کہ اگر فرشتہ اُتارا جاتا تو انکو پھر مہلت دیجاسکتی اور بات پوری ہوجاتی، اگر ہم رسول کا ساتھی کسی فرشتہ کو بناتے تو اسکو بھی انسان ہی کی صورت مین بناتے۔

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَاۤ اِلَيْهِمُ الْمَلٰۤئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ يَّشَاۤءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ، (انعام)

اگر ہم اُنکے پاس آسمان سے فرشتے بھی اُتار کر بھیجین، اور مُردے بھی اُن سے باتین کرین، اور ہر چیز اُنکے سامنے لاکھڑی کردین تو وہ ایمان نہ لائینگے لیکن یہ کہ خدا کی مشیئت ہو، لیکن اکثر لوگ جانتے نہین۔

آنحضرت صلعم کو فرطِ شفقت سے یہ خیال بار بار آتا تھا کہ یہ رؤسائے قریش ایمان کی دولت سے محروم نہ رہنے پائین خدا نے فرمایا کہ ان کو حقیقت مین براہ راست نبوّت سے انکار نہین، بلکہ ان کو نبوت سے اس لیے انکار ہے کہ اُن کو اوّلاً نفس خدا پر یقین نہین، یہ بظاہر نبوّت کی نشانیون کو طلب کرتے ہین، مگر واقعہ یہ ہے کہ انکو خدا کی نشانیان بھی تسلیم نہین، ایسے لوگون کی قسمت مین ایمان کی سعادت نہین، اُنکے لیے معجزے بیکار ہین، یہ سعادت اُنھین کو ملتی ہی جو حق کے

طالب ہین، اور حق باتون کو سنتے ہین۔

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ
لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ٥
وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى
مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰى اَتٰهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مُبَدِّلَ
لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ٥
وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ
اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ
فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى
فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ٥ اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ
يَسْمَعُوْنَ ٥ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ
يُرْجَعُوْنَ ٥ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ
رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّ
لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ، (انعام)

ہم جانتے ہین کہ اِن کافرون کی باتین تجھکو غمگین کرتی ہین، لیکن
تجھکو غمگین ہونا نچاہیئے کیونکہ وہ تجھکو نہین جھٹلاتے ہین بلکہ دراصل ان ظالمونکو
خدا کی نشانیون سے انکار ہی، تجھسے پہلے انبیا بھی جھٹلائے گئے تو انھون
نے اپنی تکذیب پر صبر کیا، اور انکو بھی ایذا پہنچائی گئی، یہانتک کہ انکے پاس
خدا کی نصرت آئی، خدا کی باتونکو کوئی بدلنے والا نہین گذشتہ پیغمبرون کے
واقعات تجھکو معلوم ہوچکے ہین، اور اگر اِن کافرونکی روگردانی تجھپر گران
تو اگر تجھمین طاقت ہو تو زمین مین کوئی سرنگ یا آسمان مین کوئی سیڑھی
ڈھونڈھ، کہ انکو کوئی نشانی لاکردے، (ان نشانیون سے اُنپر کوئی اثر نہوگا)
اگر خدا چاہتا تو انکو راہ ہدایت پر متفق کردیتا، تو ناغمگین ہو کہ جاہلون مین سے
نہ بن، دعوتِ الٰہی کو وہی قبول کرتے ہین جو آواز پر کان دھرتے ہین
(اور یہ کافر جو دل کے) مردے ہین انکو خدا ہی اُٹھائے گا۔ پھر اسی
کی طرف لائے جائینگے، یہ کہتے ہین کہ اس پیغمبر پر اُسکے پروردگار
کی جانب سے کوئی نشانی کیون نہین اتاری گئی، کہدے کہ خدا نشانی ...

[illegible]

لیکن معجزہ دیکھنے پر بھی اُن کے قلب کو اطمینان حاصل نہ ہوگا، کیونکہ اس شک و شبہہ کا منشا محض عناد ہی، حق طلبی نہین اگر حق طلبی مقصود ہوتی تو پہلی ہی دفعہ دیکھکر وہ ایمان لے آتے۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ
اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ
وَمَا يُشْعِرُكُمْ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَ

یہ کافر خدا کی بڑی بڑی قسمین کھاتے ہین کہ اگر کوئی نشانی اُن کے پاس
آجائے گی تو وہ اُس پر ایمان لے آئینگے، کہدے کہ نشانیان تو خدا
ہی کے پاس ہین، اور تمھین کسنے بتایا کہ یہ نشانیان دیکھکر ایمان

نُقَلِّبُ اَفۡـِٕدَتَهُمۡ وَاَبۡصَارَهُمۡ كَمَا لَمۡ يُؤۡمِنُوۡا بِهٖۤ
اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمۡ فِىۡ طُغۡيَانِهِمۡ يَعۡمَهُوۡنَ ٥
وَلَوۡ اَنَّنَا نَزَّلۡنَاۤ اِلَيۡهِمُ الۡمَلٰۤـئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الۡمَوۡتٰى
وَحَشَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ كُلَّ شَىۡءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوۡا لِيُؤۡمِنُوۡۤا
اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ يَجۡهَلُوۡنَ وَ
كَذٰلِكَ جَعَلۡنَا لِكُلِّ نَبِىٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيۡنَ الۡاِنۡسِ
وَالۡجِنِّ يُوۡحِىۡ بَعۡضُهُمۡ اِلٰى بَعۡضٍ زُخۡرُفَ الۡقَوۡلِ
غُرُوۡرًا ، (انعام)

لائین گے، یہ ایمان نہین لائین گے (نشانی کے بعد) ہم اُن کے
دلون کو (حصول یقین سے) اور انکی آنکھون کو (اپنے دیکھنے پر اعتبار کرنے
سے) پھیر دیتے ہین (جسطرح کہ یہ پہلے اسپر ایمان نہین لائے، اور ہم انکو انکی
اسی سرکشی کی حالت مین چھوڑ دینگے کہ بھٹکتے رہین، اگر ہم اُنکے پاس
فرشتے بھی اُتار کر بھیجین اور مُردے بھی اُٹھکر اُن سے باتین کرین اور ہر
چیز ہم اُنکے سامنے بھی کردین، تو وہ ایمان لانے والے نہین، مگر جو
چاہے اللہ لیکن ان مین اکثر نادان ہین، اور ہم نے اسی طرح ہر
نبی کا معاند انسانون اور جنون سے بنایا ہی، جو ایک دوسرے کو
کو دھوکے کی نمایشی باتین سکھایا کرتے ہین (اسی عناد کے باعث وہ نشانیون کو نہین مانتے)

اگر رفع حجت کے لیے اُن کو معجزہ دکھایا بھی جاتا ہے، تو حیلہ جوئی کر کے کہتے ہین کہ گذشتہ انبیار کو جیسے معجزے دیے گئے، جب تک وہی معجزے ہم کو نہ دیے جائین، ہم ایمان نہ لائین گے۔

فَلۡيَاۡتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَاۤ اُرۡسِلَ الۡاَوَّلُوۡنَ ، (انبیاء)

چاہیے کہ ہمارے پاس کوئی نشانی لائے، جیسے پہلے لوگ پیغمبر بنا کر بھیجے گئے۔

لیکن فرض کرو کہ وہی معجزات دکھائے بھی جائین تو اون کی حیلہ جو طبیعت اُن سے کب تسلی پائے گی، وہ فوراً یہ کہدین گے، جیسا کہ اونھون نے بارہا کہا ہی، کہ یہ محض ساحرانہ کرشمہ ہی، اور ہماری آنکھون کو مسحور کر دیا گیا ہے۔

وَقَالُوۡا يٰۤاَيُّهَا الَّذِىۡ نُزِّلَ عَلَيۡهِ الذِّكۡرُ اِنَّكَ
لَمَجۡنُوۡنٌ ٥ لَوۡ مَا تَاۡتِيۡنَا بِالۡمَلٰۤـئِكَةِ اِنۡ كُنۡتَ
مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ٥ مَا نُنَزِّلُ الۡمَلٰۤـئِكَةَ اِلَّا بِالۡحَـقِّ
وَمَا كَانُوۡۤا اِذًا مُّنۡظَرِيۡنَ ، اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ
وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ
فِىۡ شِيَعِ الۡاَوَّلِيۡنَ وَمَا يَاۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا

اور کافر کہتے ہین کہ اے وہ جسپر نصیحت اُتری ہی، تجھ کو کوئی جن سوار ہے
کیون تو فرشتون کو ہمارے پاس نہین لے آتا اگر تو سچا ہی (خدا کہتا ہے)
ہم فرشتون کو دنیا مین حق کے ساتھ اُتارتے ہین۔ اگر فرشتے اُتار دیے جائین
تو پھر ان کافرون کو مہلت نہ دیجائیگی، اس نصیحت کو ہمنے اُتارا ہی، اور ہم ہی
اسکے نگہبان ہین، ہمنے تجھ سے پہلی قومون مین بھی پیغمبر بھیجے، اور اُن مین
کسی کے پاس کوئی پیغمبر نہ گیا، لیکن اُنھون نے اُس سے تمسخر کیا

كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ٥ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ٥ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ٥ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ٥ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ، (حجر)

اسی طرح ہم گنہگارون کے دلون مین بٹھادیتے ہین، وہ اسپر ایمان نہ لائین گے، یہ اگلون سے رسم ہوتی آئی ہے، اور اگر ہم اپنر آسمان کا کوئی دروازہ بھی کھول دین اور وہ اس مین چڑھ بھی جائین تو بھی کہتے رہین گے کہ ہماری آنکھون کو متوالا بنادیا گیا ہے، بلکہ ہم پر جادو کردیا گیا ہے۔

حاصل یہ کہ ان معاندین کے شکوک وشبہات کا تو بر تو بادل معجزات اور آیات کی روشنی سے بھی نہین چھٹتا، آنحضرت صلعم نے جب پہلے پہل اسلام کی دعوت اُن کے سامنے پیش کی تو آپ کو اُنھون نے "مجنون" کا خطاب دیا، قرآن مجید نے اُن کی تردید کی،

وَمَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ (ن)

تو اپنے پروردگار کی عنایت سے مجنون نہین،

اس کے بعد آپ نے اُن کے سامنے معجزات اور آیات پیش کیے کہ کہین مجنون سے بھی یہ افعال صادر ہو سکتے ہین؟ تو اُنھون نے آپ کو مجنون کے ساتھ "کاہن" اور "جادوگر" کہا،

فَمَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ (طور)

تو اپنے پروردگار کی عنایت سے نہ تو کاہن ہے، اور نہ مجنون،

قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ (یونس)

کافرون نے کہا یہ تو کھلا ہوا جادوگر ہے۔

آپ نے اُن کے اس الزام کے جواب مین اپنی تعلیمات وتلقینات کو پیش فرمایا کہ کاہن وجادوگر علم وحکمت کا یہ خزانہ نہین رکھتے، لیکن پر عناد قلوب کو اس سے بھی تسلی نہ ہوئی اور کہا کہ علم وحکمت کے اسرار اُنھین کوئی اور سکھاتا ہے۔

وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ (دخان)

اور ان معاندون نے کہا کہ یہ سکھایا ہوا مجنون ہے۔

الغرض انسانون کے افہام وتفہیم اور ہدایت ورہنمائی کے جو اسلوب اور طریق ہو سکتے تھے، وہ سب اُن کے سامنے پیش کیے گئے، مگر انھین شک وشبہہ کی کشمکش سے نجات نہ ملی،

باین ہمہ انبیاء معاندین کو معجزات دکھاتے ہین اور وہ اعراض کرتے ہین

معاندین کی اس پیہم طلب اور اصرار سے خیال ہوسکتا ہے کہ اگر ان کو کوئی معجزہ دکھایا جائے تو وہ شاید ایمان لے آئین، لیکن تمام انبیاء کی سیر مین شہادت دیتی ہین کہ ایسا نہین ہوا، اُنھون نے معجزات دیکھے، پھر بھی اپنے انکار اور اعراض پر نہایت استقلال کے ساتھ قائم رہے، حضرت موسیٰؑ نے فرعون کو بار بار معجزہ دکھایا لیکن اُس کا انکار ایمان سے متبدل نہوا، جیسا کہ توراۃ اور قرآن دونون مین بتکرار بیان ہوا ہے، قرآن مجید مین ہے،

فَلَمَّا جَآءَهُم بِآيَاتِنَا إِذَا هُم مِّنْهَا يَضْحَكُونَ وَمَا نُرِيهِم مِّنْ آيَةٍ إِلَّا هِيَ أَكْبَرُ مِنْ أُخْتِهَا وَأَخَذْنَاهُم بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ وَقَالُوا يَا أَيُّهَ السَّاحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِندَكَ إِنَّنَا لَمُهْتَدُونَ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِذَا هُمْ يَنكُثُونَ ہ (زخرف)	جب موسیٰ ہماری نشانیان لیکر فرعون کے پاس آیا تو وہ ہنستے ہین، اور ہم اُنھین کوئی نشانی نہین دکھاتے ہین لیکن یہ کہ وہ پہلی نشانی سے زیادہ بڑی ہوتی ہے، اور ہم نے اُنکو بڑے عذاب مین گرفتار کیا، کہ شاید وہ رجوع کرین، اور اُنھون نے موسیٰ سے کہا کہ اے جادوگر اپنے خدا سے ہمارے لیے دعا کر جیسا کہ اُسنے تجھسے تیری دعاؤن کے قبول کرنیکا وعدہ کیا ہے کہ وہ ہمسے یہ عذاب دور کردے ہم راہ راست کو قبول کیے لیتے ہین، پس جب ہم نے ان سے عذاب ہٹا دیا تو وہ عہد توڑ دیتے ہین

اِس موقع پر ایک نکتہ خاص خیال کے لائق ہے، یہ حکایت حضرت موسیٰؑ کے قصہ کا ایک ٹکڑا ہے جو زمانۂ ماضی کا ایک واقعہ تھا، جسکو تمامتر صیغۂ ماضی سے ادا ہونا چاہیے تھا، لیکن اس مین تین جگہ اللہ تعالیٰ نے صیغۂ مضارع کا استعمال کیا ہے جو واقعۂ حال و استقبال کے بیان کے لیے مقرر ہے،

۱۔ "جب موسیٰؑ ہماری نشانیان لیکر فرعون کے پاس آئے تو وہ ہنستے ہین۔"

۲۔ "اور ہم اُنھین کوئی نشانی نہین دکھاتے ہین لیکن وہ پہلی نشانی سے بڑی ہوتی ہے۔"

۳۔ "پہلے اُنھون نے وعدہ کیا کہ اگر موسیٰ کی دعا قبول ہوگئی تو ہم ایمان لے آئین گے، لیکن جب دعا قبول ہوکر اس کا اثر ہوا تو وہ اپنا وعدہ توڑ ڈالتے ہین۔"

اس موقع پر صیغۂ مضارع کے استعمال سے یہ نکتہ پیدا ہوتا ہے کہ گویہ واقعہ خاص فرعون کے ساتھ پیش آیا، مگر یہ مخصوص حضرت موسیٰؑ ہی کے فرعون کے ساتھ نہین، بلکہ ہر عہد کے فرعون، اور ہر پیغمبر کے معاندین کی نفسی کیفیت

یہی ہوتی ہے کہ جب اُن کے پیغمبر خدا کے احکام اور نشانیان لیکر اُن کے پاس جاتے ہین تو وہ صداے خندۂ تحقیر بلند کرتے ہین، لیکن خدا اُن نشانیون پر نشانیان دکھاتا جاتا ہے، تاہم اُن سے انکی تسکین نہین ہوتی، اور دوسری کوئی نشانی مانگتے ہین، اور کہتے ہین کہ اگر یہ نشانی ہمکو دکھادی گئی تو ہم یقیناً ایمان لے آئین گے، لیکن جب وہ نشانی بھی اُنکو دکھادی جاتی ہے تو اُن کو اس سے بھی تسکین نہین ہوتی، اور وہ آخر تک ایمان کی سعادت سے محروم رہتے ہین

حضرت صالح کی اُمت نے حضرت صالح سے ایک نشانی طلب کی، انھون نے کہا یہ اونٹنی تمہاری نشانی ہے، جو ایک دن مین انکے چشمہ یا کنوئین کا تمام پانی پی جاتی تھی، اور دوسرے دن اون کے جانورون کو پانی ملتا تھا، لیکن اس نشانی کو دیکھکر کہ اونٹنی تمام چشمہ یا کنوئین کا پانی پی جاتی ہے، اُنھین تسکین نہ ہوئی اور اُس اونٹنی کو مار ڈالا، نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے پاداش مین وہ ہلاک کردیے گئے، سورۂ شعراء مین ہے۔

وَمَا اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (شعراء)	اے صالح! تم ہماری ہی طرح آدمی ہو، اگر تم اپنے دعوے مین سچے ہو تو کوئی نشانی لاؤ، صالح نے کہا یہ اونٹنی اسکے لیے پانی پینا ہے اور تمہارے لیے ایک مقرر دن کا پانی پینا ہے، اور اسکے ساتھ کوئی بُرائی نہ کرو، ورنہ ایک بڑے دن کا عذاب تم کو آلیگا، تو انھون نے اُسکی کونچ کاٹ ڈالی پھر نادم ہوے تو عذاب نے اُنھین آگھیرا، اس واقعہ مین بڑی نشانی ہے صالح کی قوم کے اکثر لوگ مومن نہ تھے۔

عہد محمدی کے فرعونون اور معاندون کی نفسی کیفیت بھی یہی تھی، کہ اُن کو نشانیان دکھائی جاتی تھین، مگر اُنھین عناد کی کور باطنی کے باعث اُن سے تسکین نہین ہوتی تھی، چنانچہ کفارِ قریش کے حال مین قرآن مجید کا بیان ہے۔

وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ	اُن کے پاس خدا کی نشانیون مین سے کوئی نشانی نہین آتی لیکن وہ اُس سے اعراض کرتے ہین، حق اُنکے پاس آیا تو انھون نے

فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ اَنْبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (انعام)، اُس کو جھٹلایا تو عنقریب جس چیز کو وہ جھٹلاتے ہین اسکا مذاق اُڑاتے ہین اُسکی حقیقت انکو معلوم ہوگی۔

ایک موقع پر قرآن مجید نے اسی واقعہ کو بیان کیا ہے کہ جب محمد رسول اللہ صلعم کے صدق نبوت کی کوئی نشانی ظاہر ہوتی ہے تو معاندین قریش کہتے ہین کہ ان نشانیون سے ہمکو تسکین نہ ہوگی، جب تک گذشتہ پیغمبرون کی طرح خود ہم کو بھی وہی نشانیان نہ دی جائین، یعنی نبوت کے تمام آثار وکیفیات خود ہم پر طاری نہ ہون، تاکہ ہم کو دھوکا اور فریب کا شبہہ نہ رہے، خدا نے کہا کہ یہ نبوت ہر ایک کا حصہ نہین،

وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (انعام) اور جب ان (کفار قریش) کے پاس کوئی نشانی آتی ہے تو کہتے ہین ہم اسوقت تک نہ مانین گے جبتک ہمکو بھی وہ کچھ نہ دیا جائے جو خدا کے پیغمبرونکو دیا گیا ہے خدا بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی پیغامبری کا منصب کسکو عطا کرے

اس لیے بالآخر معاندین کی طلب معجزہ سے تغافل برتا جاتا ہے

ان تمام منازل کے طے ہونے کے بعد بالآخر معاندین پر حجت تمام ہو جاتی ہے، اور پھر طلب معجزہ کے لیے اُن کے پیہم اصرار والحاح، اور طلب کی کوئی پروا نہین کی جاتی، اور صرف عذاب الٰہی کی آخری نشانی اُن کے لیے باقی رہ جاتی ہے، انجیل کے مطابق، حضرت عیسیٰ نے تمام انبیاء سے زیادہ معجزات اور نشانیان دکھائین تاہم فریسی یہودیون کو معجزہ کی تشنگی باقی رہ گئی، اور ہر ملاقات مین انھون نے معجزہ کی نئی فرمایش کی۔

"تب فریسی نکلے اور اُس سے (حضرت عیسیٰ) حجت کر کے اُس کے امتحان کے لیے کوئی آسمان سے نشان چاہا" (مرقس ۸-۱۱)

حضرت عیسیٰؑ نے آہ سرد بھر کر فرمایا،

"اس زمانہ کے لوگ کیون نشان چاہتے ہین، مین تم سے سچ کہتا ہون کہ زمانہ کے لوگون کو کوئی نہ دیا جائے گا" (مرقس ۸-۱۲)

ایک دفعہ حضرت عیسیٰ نے ایک گونگے کو اچھا کیا، بعضون نے کہا کہ یہ بعل زبول دیوتا کی مدد سے ایسے عجیب

کام کرتا ہے، اور اوروں نے آزمایش کے لیے اُس سے ایک آسمانی نشان مانگا (لوقا۔ ۱۱-۱۶)

حضرت عیسیٰ نے اُن کے جواب مین فرمایا،

" اس زمانہ کے لوگ بُرے ہین، وہ نشان ڈھونڈھتے ہین پر کوئی نشان اُن کو نہ دیا جائیگا۔

مگر یونس نبی کا نشان" (لوقا ۱۱- ۲۹)

" اللہ تعالیٰ نے معاندین قریش کے جواب مین قرآن مجید مین بھی اسی نکتہ کا اظہار فرمایا،

وَمَا مَنَعَنَا اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ، (بنی اسرائیل)

اور ہمکو نشانیون کے بھیجنے سے صرف اس امر نے باز رکھا کہ پہلون نے ان کو جھٹلایا۔

قرآن مجید مین چار پانچ مقام پر مذکور ہے کہ عہد محمدی کے معاندین نے کہا،

لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ،

محمد پر اسکے خدا کی طرف سے کوئی نشانی کیون نہین اُتاری جاتی۔

اس کے جواب مین اُن کو نبوت کی اصل حقیقت، انذار، تبشیر اور ہدایت کی طرف متوجہ کیا گیا، اور خرق عادت کی کسی مزید نشانی کے دکھانے سے تغافل اور احتراز برتا گیا، عیسائی معترضین قرآن مجید کی ان آیتون کو پیش کرکے کہتے ہین کہ "محمد (صلعم) نے معجزہ دکھانے سے اِس لیے انکار کیا کہ ان کو خدا کی طرف سے کوئی معجزہ نہین ملا تھا" اگر ان آیتون سے یہ استنباط صحیح ہے تو انجیل کی جو آیتین ہم نے اوپر نقل کی ہین ان کا کیا مطلب ہوگا، کیا حضرت عیسیٰ کا فریسیون کو معجزہ دکھانے سے انکار کرنا بھی یہی نتیجہ ظاہر کرتا ہے کہ نعوذ باللہ انکو کوئی معجزہ خدا کی طرف سے نہین ملا تھا۔؟

معجزہ کے انکار یا تاخیر کے اسباب

اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کائنات روحانی کو بھی ایک نظام اور اصول کے ماتحت رکھا ہے، اس بنا پر ہم کو ضرورت ہے کہ اُن مصالح اور اسباب کا پتہ لگائین جنکی بنا پر باوجود قدرت اور شدتِ ضرورت کے معجزات سے کلیۃً انکار کیا گیا ہے، یا ان کے ظہور مین تاخیر واقع ہوئی ہے، قرآن مجید کے امعانِ مطالعہ سے اِن اسبابِ ذیل کی صورتون مین محدود کیا جا سکتا ہے۔

(۱) معجزات کے ذریعہ سے جو لوگ ایمان لاتے ہین انکا ایمان محض جبری تقلیدی اور بالواسطہ ہوتا ہے،

وہ لوگ اپنے دل مین انبیا کے محاسن تعلیم کا کوئی خاص ذوق نہین پاتے، صرف معجزات کی قوت، اور اعجوبگی اُن کو متحیر اور مبہوت کر دیتی ہے، حالانکہ انبیا کی تعلیم کا سب سے بڑا مقصد یہ ہوتا ہی کہ انکی جماعت مین ایسے افراد شامل ہون جو شریعت کے رمز شناس اور اُس کے اسرار و حکم سے ذوق آشنا ہون۔

یہی حالت ہے جس کو قرآن مجید نے "شرح صدر" اور انشراح قلب سے تعبیر کیا ہے۔

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ (انعام) جسکو خدا ہدایت دینا چاہتا ہے اُسکے سینہ کو قبول اسلام کے لیے کھول دیتا ہے،

اِس قسم کے لوگون کے لیے معجزات کی ضرورت نہین ہوتی، اُن کے لیے آفتاب و ماہتاب آسمان و زمین، دن اور رات، غرض دنیا کا ایک ایک ذرہ معجزہ ہوتا ہے، اور خدا کے وجود، خدا کی وحدانیت، اور پیغمبر کی نبوت پر بلا واسطہ دلالت کرتا ہے، اُن کے لیے صرف تفکر اور بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے؛ یہی گروہ ہے جس پر سب سے زیادہ انبیا کی نگاہ انتخاب پڑتی ہے، اور وہ اُن کو صرف تفکر و اعتبار کی ترغیب دیتے ہین۔

اس گروہ کے بالمقابل ایک کور باطن فرقہ اور بھی ہوتا ہے جس پر نظام فطرت کے دوسرے شواہد و آیات کی طرح معجزات کا بھی کوئی خاص اثر نہین پڑ سکتا، انبیا کو ابتدائے بعثت مین انہی دونون گروہون سے سابقہ پڑتا ہے، اور چونکہ فطرۃً ایک معجزات سے بے نیاز ہوتا ہے اور دوسرے پر معجزات کا کوئی اثر نہین پڑ سکتا، اس لیے اِن دونون گروہون کے لیے معجزات بیکار ہوتے ہین، اور اِس بنا پر انبیا ان کے پیش کرنے سے انکار کرتے ہین۔ اسی نکتہ کو خداوند تعالی نے اِن آیتون مین بیان کیا ہے۔

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ (سورۂ یونس ع ۱۰)

کہہ کہ دیکھو آسمان و زمین مین کس قدر نشانیان ہین، اور نشانیان اور ڈراوے، تو اس قوم کے لیے کچھ بھی مفید نہین جو ایمان نہین لانا چاہتی۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ

کفار کہتے ہین کہ اُس پر خدا کی طرف سے کوئی معجزہ کیون نہین اترتا کہ خدا جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے، اور جو اسکی طرف

اِلَیْہِ مَنْ اَنَابَ (رعد ۳) رجوع کرتا ہے، اسکو ہدایت دیتا ہے۔

(۲) معجزات کی تاریخ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ظہور ہر قوم کے تمدن، معاشرت، علوم و فنون اور مخصوص دماغی حالت کے مطابق ہوتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد مین سحر کا عام چرچا تھا، اس لیے اُن کو اُسی قسم کے معجزات بھی دیے گئے جو سحر سے مشابہ تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد مین طب کا نہایت زور تھا، اس بنا پر اُن کو وہ معجزات عطا کئے گئے جنکا تعلق طب سے تھا، عرب کو اپنی زبان آوری اور فصاحت پر ناز تھا، قرآن مجید کے اعجاز بیان نے اُن کے اِس غرور کو توڑ دیا، اِس اصول کی بنا پر جب انبیا کسی قوم کی حالت کے مطابق معجزہ دکھاتے ہین، اور اس کو اُس معجزہ سے تسکین نہین ہوتی، اور وہ دوسرے انبیاء کے مشابہ معجزات طلب کرتی ہے، تو چونکہ اس قسم کے معجزات اُس قوم کے لیے مناسب و موزون نہین ہوتے اِس لیے انبیاء کو اُن کا ابدی انکار کرنا پڑتا ہے۔

وَاِذَا جَاءَتْهُمْ اٰیَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰی نُؤْتٰی	اور جب اُن کے پاس کوئی نشانی آتی ہے تو کہتے ہین کہ ہم اسوقت
مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ	تک ایمان نہ لائین گے جب تک ہمکو وہی باتین نہ دی جائین جو خدا کے
رِسٰلَتَهٗ ؕ	پیغمبرون کو دی جاچکی ہین۔ لیکن خدا اپنی رسالت کے مواقع
(انعام ۱۴)	کو خوب جانتا ہے۔

(۳) بعض دفعہ معاندین ایسی نشانیون کے طلبگار ہوتے ہین جنکے بار کے متحمل، قوت انسانی کے دوش و بازو نہین ہو سکتے، خدا کا خود انسانون کے سامنے آنا، خدا کا خود ہر انسان سے باتین کرنا، فرشتون کا نظر آنا آسمان سے کوئی مجسم کتاب اتارنا، بازیگر کی طرح پیغمبر کا آسمان پر چڑھ جانا، کفار کی طرف سے جب اس قسم کے معجزات طلب کیے جاتے ہین تو انبیا کو ہمیشہ انکار کرنا پڑتا ہے، اور اس انکار کا منشا خود منکرین کی فطرت

یَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَیْهِمْ كِتٰبًا	تجسے یہود کہتے ہین کہ اُنکے اوپر آسمان سے ایک کتاب اتار دو، لیکن
مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤی اَكْبَرَ مِنْ	ان لوگون نے تو موسے سے اس سے بھی بڑا سوال کیا تھا، یعنی اُن

ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ (نساء ۱۲)

لوگون نے کہا تھا کہ ہمین خدا کو کھلم کھلا دکھا دو، اس ظلم کا جو انہون نے اپنے اوپر کیا یہ نتیجہ ہوا کہ ایک چمک نے ان کو دبا دیا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ (بقرہ ۱۴)

جن لوگون کو علم نہین وہ کہتے ہین، کیون خدا ہمسے باتین نہین کرتا یا کوئی نشانی ہمارے پاس نہین لاتا، اسی طرح ان سے پہلے لوگون نے بھی کیا، دونون کے دل ایکسے ہین۔

لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ (حجر ۱)

کیون نہین فرشتون کو ہمارے پاس لے آتے اگر تم سچے ہو (خدا کہتا ہے) ہم فرشتون کو نہین اُتارتے، لیکن حق کے ساتھ اگر وہ ان کافرونکے سامنے اترین تو پھر ان کو مہلت نہ دی جاسکے گی۔

(۴) مادیت کی ترقی کے زمانہ مین تمام فضائل و محاسن کا مرکز، صرف دولت، جائداد، مال واسباب ہوتے ہین، یہی وجہ ہے کہ عام لوگ، اخلاق وعادات، تمدن ومعاشرت، رسم ورواج، غرض تمام چیزون مین امرا کی تقلید کرتے ہین لیکن انبیا ہمیشہ اپنی معاشرت، اپنی وضع، اپنے لباس، غرض اپنی ایک ایک ادا سے یہ ثابت کرتے ہین کہ فضائل کا منبع صرف روح ہے، اور زخارف دنیوی سے انکو کوئی تعلق نہین۔

اسی بنا پر جب منکرین، انبیا سے اس قسم کے معجزات طلب کرتے ہین، جو امرا کے ساتھ مخصوص ہین، تو انبیا کو عموماً اُن کا انکار کرنا پڑتا ہے۔

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا (فرقان ۱)

اور اُن لوگون نے کہا کہ یہ پیغمبر کیون کھاتا ہے، اور کیون بازارون مین چلتا پھرتا ہے، کیون اُس پر ایک فرشتہ نہین اُترتا، جو اس کے ساتھ لوگون کو ڈرائے، یا اس پر کوئی خزانہ کیون نہین اُتارا جاتا، یا اُس کے پاس کوئی باغ کیون نہین ہے جس سے وہ کھائے، اور ظالمون نے کہا کہ تم صرف ایک ایسے شخص کا اتباع کرتے ہو جس پر کسی نے جادو کردیا ہے۔

(۵) آیت بالا سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس انکار کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کفّار کا عام خیال یہ تھا کہ خدا کی طرف سے جو قاصد بنکر آئے اس کو مرتبۂ بشریت سے بالاتر ہونا چاہیے، اور اُس کو بے انتہا خدائی قدرتین حاصل ہونی چاہئین، اِس بنا پر جب اِس قسم کے معجزے طلب کیے جاتے ہین جن سے اِس ظن فاسد کی تائید ہوتی ہے تو انبیاء اُن سے انکار کرتے ہین۔

قُل لَّا اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰہِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَکُمْ اِنِّیْ مَلَکٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ، (انعام - ۵)

کہہ کہ مین یہ نہین کہتا کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہین، اور نہ مین غیب کی باتین جانتا ہون، اور نہ مین نے یہ کہا کہ مین فرشتہ ہون، مین تو صرف وحی کا اتباع کرتا ہون۔

(۶) تحدی بہ معجزات، یعنی وہ معجزات جو کفار کے مطالبہ پر صادر ہوتے ہین، اُن کی تاخیر کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ ایسے معجزات پر ایمان نہ لانے کے بعد پیغمبر کو ہجرت کا حکم ہوتا ہے، اور منکرین کا گروہ ہلاک کر دیا جاتا ہے، چنانچہ اسکی مثالین قوم نوح، نمرود، اور فرعون سے لیکر قریش تک کی تمام تاریخین پیش کرتی ہین۔ اور قرآن مجید نے اس کو بتصریح بیان کر دیا ہے، حضرت صالح کی اُمّت نے اُن سے نشانی طلب کی، خدا نے کہا نشانی تمھین دکھائی جائے گی، لیکن اس کے بعد بھی ایمان نہ لائے تو تمھاری ہلاکت یقینی ہے۔

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّآ اَنْ کَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ، وَاٰتَیْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا، وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا، (بنی اسرائیل ۶)

ہمنے نشانیان بھیجنا اس لیے موقوف کیا کہ اگلون نے اُن کو جھٹلایا، اور ہمنے ثمود کو اونٹنی کی نشانی دی سجھانے کو، اور پھر اُس کا حق نہ مانا، اور نشانیان جو ہم بھیجتے ہین تو ڈرانے کو۔

لیکن جس طرح افراد کی موت و حیات کا ایک زمانہ مقرر ہے، اِسی طرح قومون کی ہلاکت و بربادی کی بھی ایک خاص مُدّت معین ہے۔

لِکُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ (اعراف و یونس)

ہر قوم کا ایک زمانہ مقرر ہے۔

اس لیے اِس قسم کے معجزات کے ظہور مین اس مدت معینہ تک کے لیے تاخیر کی جاتی ہے، اور پیغمبر اور معاندین دونون اس کے منتظر رہتے ہین۔

وَیَقُولُونَ لَو لَآ اُنزِلَ عَلَیهِ اٰیَۃٌ مِّن رَّبِّہٖ فَقُل اِنَّمَا الغَیبُ لِلّٰہِ فَانتَظِرُوا اِنِّی مَعَکُم مِّنَ المُنتَظِرِینَ (یونس ۲)

اور وہ لوگ کہتے ہین کہ کیون اُس پر خدا کی طرف سے کوئی نشان نہین اترتا؟ کہہ کہ غیب صرف خدا کے ساتھ مخصوص ہے تم لوگ اُسکے ظہور کا انتظار کرو، مین بھی تمہارے ساتھ منتظر ہون۔

یہی سبب ہے کہ جن انبیا مین رحم وکرم کا عنصر زیادہ تھا، وہ عموماً تحدی اور مطالبہ پر معجزات نہین دکھاتے تھے حضرت عیسیٰ کے متعلق انجیل کی آیتین گذر چکی ہین کہ یون تو اُن سے سیکڑون معجزے سرزد ہوتے تھے، مگر تحدی اور مطالبہ کے معجزہ سے اُنھون نے بالعموم انکار کیا، کہ وہ بنی اسرائیل کو تباہ وبرباد دیکھنا نہین چاہتے تھے، یہانتک کہ حوارین نے جب زیادت اطمینان اور ترقی ایمان کے لیے معجزہ کی فرمایش کی تو خدا نے جواب دیا۔

اِنِّی مُنَزِّلُہَا عَلَیکُم فَمَن یَّکفُر بَعدُ مِنکُم فَاِنِّی اُعَذِّبُہٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُہٗٓ اَحَدًا مِّنَ العٰلَمِینَ (مائدہ ۱۵)

مین یہ آسمانی خوان تم پر اتار سکتا ہون۔ لیکن اسکے بعد اگر تم مین سے کسی نے انکار کیا تو مین اسکو ایسا سخت عذاب دون گا کہ دنیا مین کسی کو نہ دیا ہوگا۔

غرض کائنات روحانی کا یہی اصول پیش نظر تھا جسکی وجہ سے آنحضرت صلعم کفار کے مطالبہ کی پروا نہین کرتے تھے کیونکہ آپ جانتے تھے کہ انکے مطالبہ اور تحدی کے مطابق معجزہ آنیکے بعد اُن کو پھر فرصت نہ دی جا سکے گی، اور وہ برباد ہو جائینگے. چنانچہ معاندین قریش آنحضرت صلعم سے یہ معجزہ طلب کرتے تھے، کہ فرشتون کو ہماری آنکھون کے سامنے لے آؤ، خدا نے کہا اگر وہ سامنے آئین بھی تو انسانون کی صورت مین آئین گے، اور تم کو پھر وہی شبہہ رہ جائے گا، علاوہ ازین قانون الٰہی مین یہ آخری حجت ہے، اگر فرشتے اُتر آئے اور اس سے بھی تمہاری تسلی نہ ہوئی تو پھر تم کو اس مطالبہ کے معجزہ کے بعد مہلت نہ مل سکے گی، اور تم ہلاک وبرباد کر دیے جاؤ گے۔

لَو مَا تَاْتِینَا بِالمَلٰٓئِکَۃِ اِن کُنتَ مِنَ الصّٰدِقِینَ، مَا نُنَزِّلُ

کیون تم فرشتونکو ہمارے پاس نہین لے آتے اگر تم سچے ہو، خدا کہتا ہے

اَلْمَلٰٓئِکَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا کَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِیْنَ (حجر) فرشتوں کو حق کے ساتھ اتارتے ہیں اگر وہ اتریں تو پھر تمکو اسوقت مہلت دیجا سکے گی

(۷) معاندین عموماً پیغمبروں کو جھوٹا جان کر یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ جس آخری معجزۂ عذاب کی تم دھمکی دیتے ہو، وہ آخر کب آئے گا، اور وہ جلد کیوں نہیں آتا؟ چونکہ اپنی نافہمی سے اُن کو یقین ہوتا ہے کہ یہ معجزانہ عذاب ظاہر نہ ہوگا، اس لیے وہ اُس کا مطالبہ بار بار کرتے ہیں، تاکہ لوگوں میں پیغمبر کی سبکی ہو، اور ہماری طرح اور لوگ بھی اس کو کاذب تسلیم کریں، چنانچہ قرآن مجید میں بار بار ہر قرن کے کافروں کے اس مقولہ کو دہرایا گیا ہے، اور اس کا جواب دیا گیا ہے، حضرت شعیب کی اُمت نے کہا۔

وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ، فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَاۗءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (شعراء ۱۰) اور ہمارے خیال میں تم جھوٹے ہو، اگر سچے ہو تو ہم پر آسمان کا ایک ٹکڑا گرا دو۔

لیکن اس کے لیے خدا کے ہاں ایک قانون مقرر ہے۔

لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ اِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ، قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ، اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ۭ اٰۗلْـٰٔنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ، (یونس ۵) ہر قوم کا ایک وقت مقرر ہے تو جب اُس کا مقرر وقت آجاتا ہے تو پھر نہ ایک گھڑی وہ دیر کر سکتے ہیں اور نہ جلدی، کہدے اے پیغمبر بھلا دیکھو تو اگر خدا کا عذاب راتوں رات یا دن کو آپہنچے تو یہ گنہگار جلدی کرکے کیا کرلیں گے، کیا جب آنے والا واقعہ آجائیگا تب تم ایمان لاؤ گے اب ایمان لاتے ہو، حالانکہ تم تو اسی کی جلدی کر رہے تھے۔

عقیدۂ معجزات کی اصلاح

قرآن مجید کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح اور نمایاں ہو جاتی ہے، کہ اُس کی نظر میں ان ظاہری معجزات کی چنداں وقعت نہیں، وہ لوگوں کو ہمیشہ اصل روح نبوت کی طرف متوجہ کرتا ہے، اور اس کے خاص اسباب ہیں، اسلام دنیا میں دین الٰہی کی تکمیل اور گذشتہ مذہبی اغلاط کی تصحیح کے لیے آیا تھا، ان ظاہری معجزات نے گذشتہ قوموں میں بہت سے فاسد عقیدے پیدا کر دیئے تھے، جن انبیا اور بزرگوں سے بکثرت معجزات صادر ہوئے اُن میں الوہیت اور خدائی کا عنصر تسلیم کیا گیا، اور اس طرح توحید اور نبوت کی اصلی حقیقت جس پر

دین الٰہی کی بنیاد ہے، متزلزل ہو گئی، اس لیے قرآن مجید نے نہایت وضاحت، نہایت صفائی، اور نہایت تصریح کے ساتھ ان غلطیون کا پردہ چاک کیا، اور دنیا مین توحید اور نبوت کی اصل حقیقت اس استواری، اور مضبوطی کے ساتھ قائم کر دی کہ آیندہ فساد اور سوء عقیدہ کے سیل وطوفان سے اس کو گزند پہنچنے کا خطرہ باقی نہ رہا۔

(۱) سب سے پہلے اُس نے یہ حقیقت واضح کی کہ نبوت اور ظاہری معجزات مین کوئی تلازم نہین، اور یہ آثار و دلائل، اصل نبوت سے خارج امور ہین، نبوت کے اصل لوازم وحی، مخاطبۂ الٰہی، تزکیہ، انذار، تبشیر، تعلیم، اور ہدایت ہین، جیسا کہ ان کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے اس بنا پر جب معاندین نے معجزہ کا مطالبہ کیا ہے تو قرآن مجید نے اکثر اسکے جواب مین نبوت کی اصلی حقیقت کی طرف اُن کو متوجہ کیا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ، كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ (بقرہ ۱۴)

جنکو علم نہین وہ کہتے ہین، خدا خود ہم سے کیون باتین نہین کرتا، یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیون نہین آتی، ان سے پہلے لوگون نے بھی اسی طرح کہا تھا، دونون کے دل ایک ہی قسم کے ہوگئے، ہمنے تو نشانیان اُن لوگون کے لیے کھولدی ہین جو یقین کرتے ہین، اے محمد ہمنے تجھکو سچائی دیکر نیکوکارون کو خوشخبری سنانے والا اور بدکارون کو ڈرانیوالا بنا کر

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ، اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ، (عنکبوت)

اور وہ کہتے ہین کہ اس پر اوس کے پروردگار کی طرف سے نشانیان کیون نہین اترتی ہین، کہدے کہ نشانیان تو خدا کے پاس ہین، اور مین تو کھلا ڈرانیوالا ہون، کیا ان کافرونکو یہ نشانی کافی نہین کہ ہمنے تجھپر کتاب اتاری جو ان کو پڑھکر سنائی جاتی ہے۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ، (رعد ۱)

اور کافر کہتے ہین کہ اسپر کوئی نشان اُس کے پروردگار کی طرف کیون نہین اتارا جاتا، اے محمد تو تو ڈرانے والا ہے، اور ہر قوم کا ایک ہدایت کرنے والا ہوتا ہے۔

(۳) قرآن مجید نے نہایت وضاحت اور تکرار کے ساتھ اس حقیقت کا اعادہ کیا ہے کہ ہمارا پیغمبر بشر اور خالص بشر ہے، اس مین الوہیت کا کوئی شائبہ نہین ہے، اور اس لیے وہ اپنی طرف سے خدا کے حکم کے بغیر کچھ نہین کر سکتا

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ (کھف وحم السجدہ)

مین بھی تمہاری طرح ایک آدمی ہون (البتہ) مجھپر وحی کی جاتی ہے ....

کفار قریش کا خیال تھا کہ پیغمبر کے ساتھ فرشتون کا پرا ہونا چاہیے، کبھی کبھی خود خدا اس کے سامنے آکر نمایان ہو، اس کے لیے سونے چاندی کا محل ہو، عجیب وغریب اقسام کے باغ اس کے قبضہ مین ہون، ہمارے سامنے وہ آسمان پر چڑھے اور وہان سے ہمارے لیے کتاب اُتار لائے۔

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ
يَنْبُوْعًا اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ
الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا
زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا
اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ
وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ
(بنی اسرائیل ۱۰)

اور کافرون نے کہا ہم تمپر اُسوقت تک ایمان نہ لائین گے، جبتک ہمارے لیے زمین سے ایک چشمہ نہ بہا دو، یا تمہارے قبضہ مین کھجور اور انگور کا ایک باغ نہ ہو، اور پھر تم اسکے بیچ مین نہرین نہ بہا دو، یا جیسا کہا کرتے ہو آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے ہمپر نہ گرا دو، یا خدا اور فرشتون کو ضامن بنا کر نہ لے آؤ، یا تمہارے لیے سونے کا ایک گھر نہ ہو جائے، یا تم آسمان پر نہ چڑھ جاؤ، اور وہان تمہارے آسمان پر چڑھنے کا یقین اسوقت تک ہمکو نہ آئیگا جب تک وہان سے کوئی ایسی کتاب نہ اُتار لاؤ جسکو ہم پڑھ سکین

ان سب کے جواب مین قرآن مجید آپ کو سکھاتا ہے،

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (بنی اسرائیل)

کہدے اے پیغمبر! سبحان اللہ! مین کون ہون، ایک آدمی پیغمبر!

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ
وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى
اِلَيَّ (انعام)

اے پیغمبر! ان لوگون سے کہدے کہ مین یہ تم سے نہین کہتا کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہین، اور نہ مین غیب کی باتین جانتا ہون، اور نہ تم سے یہ کہتا ہون کہ مین فرشتہ ہون، مین تو اُس حکم کی پیروی کرتا ہون جو میری

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (اعراف ۲۳)

اے پیغمبر! ان لوگون سے کہدے کہ خود میرا نفع اور نقصان بھی میرے قبضۂ اختیار مین نہین لیکن جو چاہے خدا! اور اگر مین غیب کی باتین جانتا تو اپنا بہت سا فائدہ کر لیتا، اور مجھکو کوئی گزند نہ پہنچتا، مین تو صرف ڈرانیوالا، اور خوشخبری سنانیوالا ہون، اُن لوگون کو جو ایمان رکھتے ہین

غور کرو کہ زمین سے باغ کا اُگا دینا، یا سونے کا محل کھڑا کر دینا، یا چشمہ بہا دینا، یا آسمان سے لکھی لکھائی کتاب اتار دینا، نہ خدا کی قدرت سے باہر تھا، اور نہ اس رسول کے اِن معجزات سے مافوق مطالبہ تھا، جس کے ہاتھ سے چشمے بہ چکے تھے، جس کے اشارے سے درخت چل چکے تھے، یا جو معراج مین ساتون آسمانون کی منزلین طے کر چکا تھا، لیکن چونکہ اگر اُن کے مطالبہ پر یہ امور واقع ہو جاتے تو اگر وہ بدعقیدگی کو راہ دیتے تو وہ آپ کو جادوگر کہدیتے، اور اگر خوش عقیدگی کا اظہار کرتے تو آپ کو نعوذ باللہ مافوق بشر تسلیم کر لیتے، اور یہ دونون باتین اصول اسلام کے منافی ہوتین، اس لیے سرے سے اُن کے اِس جاہلانہ مطالبہ کو رد کر دیا گیا، کہ چند لوگون کے ایمان و عدمِ ایمان کی خاطر نفس پیغام و دعوت کے اصول کی بیخکنی نہین کی جاسکتی۔

(۳) عام لوگون مین انبیا کی نسبت یہ غلط عقیدہ پیدا ہو گیا تھا، کہ وہ براہ راست عالم کائنات کے تصرف پر قادر ہین، چنانچہ موجودہ انجیل کے مصنفون نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو جس طریقہ سے پیش کیا ہے اُس نے عیسائیون کے دلون مین یہ یقین پیدا کر دیا ہے کہ یہ تمام کائنات حضرت عیسےٰ کے قبضۂ قدرت مین تھی، اور وہ اُس مین جس طرح چاہتے تھے تصرف کرتے تھے، یہی بنیادی پتھر ہے، جس پر انجیل کے مصنفون نے دین حق کی دیوار کج کھڑی کی، اور اسی کا نتیجہ ہے کہ توحید کی عمارت اِس پر قائم نہ رہ سکی، قرآن مجید نے نہایت شدت، اور نہایت اصرار سے یہ حقیقت واضح کی ہے کہ معجزات اور نشانات پیغمبر کی قوت اور ارادہ سے نہین، بلکہ خدا کی قدرت اور مشیت سے ظاہر ہوتے ہین۔

قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ (انعام)

کہدے اے پیغمبر! کہ نشانیان تو خدا ہی کے پاس ہین۔

قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰہِ (عنکبوت) — کہدے اے پیغمبر! کہ نشانیان تو میرے پروردگار ہی کے قبضہ مین ہین

قُلْ اِنَّ اللّٰہَ قَادِرٌ عَلٰی اَنْ یُّنَزِّلَ اٰیَةً (انعام) — کہدے اے پیغمبر! کہ خدا کو قدرت ہے کہ وہ نشان اُتارے۔

سب سے زیادہ صاف اور صریح آیت یہ ہے۔

وَمَا کَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ یَّاْتِیَ بِاٰیَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ (رعد) — کسی رسول مین یہ قدرت نہین کہ وہ خدا کی اجازت کے بغیر کوئی نشانی لائے۔

انجیل مین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات جس عبارت اور لب ولہجہ مین بیان ہوئے ہین، ان کا صاف منشاء یہ ہے کہ گویا حضرت عیسیٰ کو تمام کائنات کی بادشاہی سپرد کردی گئی تھی، اس لیے وہ خاص اپنی قدرت اور اختیار سے جو چاہتے تھے کردیتے تھے، لیکن قرآن مجید اس عقیدہ کو تسلیم نہین کرتا، اُس نے حضرت عیسیٰ کے تمام معجزات کو بیان کردیا ہے، مگر اسی کے ساتھ اس عقیدۂ باطل کو بھی رد کرتا گیا ہے، اور نہایت تصریح کے ساتھ یہ ظاہر کردیا ہے کہ یہ جو کچھ تھا خدا کی قدرت سے تھا، حضرت عیسیٰ کے اختیار سے نہین، چنانچہ خود حضرت عیسیٰ کی زبان سے قرآن کہتا ہے۔

اَنِّیْ قَدْ جِئْتُکُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ اَنِّیْ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَهَیْئَةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰہِ وَاُبْرِیُٔ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ (آل عمران ۵) — مین تمھارے رب کی طرف سے ایک نشانی لیکر آیا ہون کہ مین مٹی سے پرندہ کی صورت کا جانور بناتا ہون اور اس مین پھونک مارتا ہون تو وہ خدا کے حکم سے پرندہ ہوجاتا ہے اور مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا اور مردہ کو زندہ کرتا ہون خدا کے حکم سے۔

دوسرے موقع پر حضرت عیسیٰ پر اپنے احسانات جتاتے ہوئے خدا نے فرمایا۔

وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ کَهَیْئَةِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ فِیْهَا فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِیْ وَتُبْرِیُٔ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی بِاِذْنِیْ (مائدہ) — یاد کر، جب تو مٹی سے پرندہ کی طرح صورت میرے حکم سے بناتا تھا، پھر اس مین پھونک مارتا تھا تو وہ خدا کے حکم سے پرندہ ہوجاتا تھا، اور تو اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے اچھا کرتا تھا، جب مُردوں کو میرے حکم سے زندہ کرتا تھا

یہ قرآن مجید کے اِسی اظہارِ حقیقت اور خالص تعلیم کا اثر تھا کہ اسلام مین توحید اور نبوت کی حقیقتین مشتبہ نہ ہوئین، اور پیغمبر اسلام مین الوہیت کا ادنیٰ سا شائبہ بھی مسلمانون نے کبھی تسلیم نہین کیا، اور تمام دنیا کے مذاہب مین **توحیدِ کامل** کی علمبرداری صرف اسلام کے دست و بازو کو سپرد ہوئی۔

مسئلۂ اسباب وعلل مین افراط و تفریط

عقیدۂ معجزات کے اصلاحات ہی کے تحت مین، مسئلہ اسباب وعلل سے بھی تعرض کرنا ہے جس نے دوسرے مذاہب کی طرح اسلام مین بھی دو فرقے پیدا کردیئے ہین۔ ایک فرقہ وہ ہے جو دنیا مین صرف اسباب وعلل کے اختیارات کو تسلیم کرتا ہے، اور اِن اختیارات کو ناقابل نسخ و تغیر مانتا ہے۔ اُس کے نزدیک اس عالم مین جو کچھ ہوتا ہے وہ انھین، ادی علل واسباب کے ماتحت ہوتا ہے، اور ان مین کسی قسم کا ردو بدل، اور نسخ و تغیر نہین ہوتا، اور اس لیے وہ خرق عادت کو ممتنع اور محال یقین کرتا ہے، کیونکہ یہ اسباب وعلل اور عالم کا یہ نظام کارِ **سنۃ الٰہی** ہے، اور سنن الٰہی مین تغیر و تبدل نہین ہوسکتا۔ جیسا کہ قرآن مجید کی حسب ذیل آیتون سے ثابت ہوتا ہے۔

وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِيلاً (احزاب)	تم خدا کی سنّت (طریقہ) مین ہرگز تبدیل نہ پاؤگے۔
وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَحْوِيلاً (ملائکہ)	تم خدا کی سنّت (طریقہ) مین ہرگز تغیر نہ پاؤگے۔
وَلَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللهِ (روم)	اللہ کے بنائے کو بدلنا نہین۔

دوسرا فریق، اللہ تعالیٰ کو نظام خاص، قوانین فطرت اور اسباب وعلل کا پابند ٹھہرانا اس کی شان قدرت کے منافی سمجھتا ہے، اور وہ اِن بیچ کے وسائط کے بغیر اس کو فرمانروائے مطلق یقین کرتا ہے، یہ فریق اپنے دعویٰ پر حسب ذیل دلیلین پیش کرتا ہے۔

فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ (بروج)	وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے،
كَذَٰلِكَ اللهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ (آل عمران)	اسی طرح خدا جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔
وَيَفْعَلُ اللهُ مَا يَشَاءُ (ابراهیم)	اور خدا جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ (حج) — بیشک خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ (بقرہ) — لیکن خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ (مائدہ) — بیشک جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ۔ (حج) — بیشک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

اِن آیات کے علاوہ حسب ذیل آیت قرآن مجید مین کم و بیش تغیر کے ساتھ آٹھ مقامات پر مذکور ہے۔

وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ — اور خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

اِن آیتون سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر شے کی علت صرف خدا کی قدرت، مشیئت اور ارادہ ہے، اور اِس لیے ہر قسم کے خرقِ عادت ممکن ہین۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ دونون فریق افراط و تفریط کے دو کنارون پر ہین، اور انھون نے قرآن مجید کی تمام آیتون پر غور و تدبر کی نظر نہین ڈالی ہے، یہی سبب ہے کہ انھون نے اشیاء کے خواص و طبائع اور عقلی مصالح و حِکَم کا انکار کیا ہے

قرآن مجید اسباب و مصالح کا قائل ہے

حالانکہ اِن آیات بالا کی بنا پر یہ دعویٰ کرنا کہ قرآن اسباب و علل اور مصالح و حِکَم کا منکر ہے کتاب الٰہی سے اپنی جہالت کا ثبوت پیش کرنا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے صفات کمالیہ اور اُس کے حکیم ہونے کی نفی کرنا ہے، قرآن مجید نے جابجا مخلوقاتِ الٰہی مین تدبر اور تفکر کی دعوت دی ہے، اگر یہ صحیفۂ قدرت اسباب و مصالح سے خالی ہوتا تو یہ دعوت بے سود تھی، قرآن اِن عجائبِ قدرت کو آیات اللہ کے نام سے تعبیر کرتا ہے، اور اُنکے اسرار و حِکَم پر غور و فکر کرنے کا حکم دیتا ہے، اور اِسی دلیل سے وہ خدا کی قادر و حکیم ہستی کے وجود پر استدلال کرتا ہے، اگر یہ چیزین اسباب و مصالح سے خالی ہوتین تو ان مین غور و فکر کرنا بیکار ہوتا، قرآن نے آسمان و زمین، چاند سورج، ہوا، بادل، پھول پھل، جسم و جان، ان مین سے ہر شے کو اللہ کی وسیع قدرت اور دقیق مصلحت کا اعلان عام قرار دیا ہے، اور انسان کو بار بار ادھر متوجہ کیا ہے۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ — آسمان اور زمین کے بنانے اور رات اور دن کے بدلنے مین عقل والون کے

اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِينَ
يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلٰى جُنُوبِهِمْ
وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ج
رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا، (آل عمران)

یے نشانیان ہین، وہ جو اللہ کو اُٹھتے، بیٹھتے، اور لیٹے یاد کرتے
ہین. اور آسمان اور زمین کی پیدایش مین غور
کرتے ہین (اور کہتے ہین) اے ہمارے پروردگار؛
تونے یہ بے فائدہ نہین بنایا۔

خدانے ان لوگون کو جو اشیا کی پیدایش کو خالی از مصلحت جانتے ہین، زجر فرمایا ہے۔

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ
وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَاعِبِينَ (دخان)
وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ
نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُخْرِجُ
مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا ۝ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا
قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَجَنَّاتٍ مِنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ
وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ انْظُرُوا
إِلٰى ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ، (انعام)

کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ ہمنے تمکو بے فائدہ پیدا کیا ہے، اور تم ہمارے
پاس لوٹائے نہین جاؤگے، اور ہمنے آسمانون اور زمین کو محض کھیل
کے لیے نہین بنایا، اور اسی خدانے آسمان سے پانی اُتارا
پھر ہمنے اُس سے ہر شے کی رُوئیدگی پیدا کی، پھر ہمنے اُس سے ہری
کھیتی نکالی اور اُس سے توبر تو دانے پیدا کیے، اور چھوہارون کے
درخت سے اسکے پھولون سے لٹکے ہوئے خوشے، اور انگور اور زیتون اور
سیب کے باغ جنکے میوے ایک ہی قسم کے اور مختلف اقسام کے بھی پیدا کیے
جب وہ پھلتا ہے تو اس کے پھل اور اسکے پکنے کو دیکھو۔

اگر ان چیزون مین اللہ تعالیٰ مصالح و احکام کے آثار پوشیدہ نہ رکھتا، تو ان مین نظر و فکر کی دعوت کیون دیتا، متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے مخلوقِ الٰہی کے "**منافع**" کی خاص تصریح فرمائی ہے۔

وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا
تَأْكُلُونَ، وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ
وَحِينَ تَسْرَحُونَ وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلٰى بَلَدٍ لَمْ
تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنْفُسِ ۝ إِنَّ رَبَّكُمْ

اور خدانے جانورون کو پیدا کیا، اُنکے اُون مین خوشگوار گرمی
اور بہت سے فائدے ہین، ان مین سے بعض جانور تمہاری خوراک
ہین اور تم کو اُن سے رونق ہے، جب شام کو ان کو پھیر لاتے ہو
اور جب چراتے ہو، اور وہ تمہارے مال و اسباب کو اس شہر تک

لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ٭ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا
وَزِينَةً وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ٭ وَعَلَى اللّٰهِ
قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ
أَجْمَعِينَ ٭ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لَكُمْ
مِنْهُ شَرَابٌ وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيهِ تُسِيمُونَ ٭ يُنْبِتُ لَكُمْ
بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَالْأَعْنَابَ
وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ
يَتَفَكَّرُونَ ٭ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ
وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ ٭ إِنَّ فِي ذٰلِكَ
لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ٭ وَمَا ذَرَأَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ
مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ٭ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ
يَذَّكَّرُونَ ٭ وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا
مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا
وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ
وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (نحل)

اُٹھائے چلتے ہین جہان تم بغیر سخت تکلیف کے نہین لیجا سکتے تھے بیشک
تمہارا رب شفقت والا مہربان ہی، اور گھوڑے، خچر، اور گدھے بنائے
کہ تم اُن پر سوار ہو، اور رونق ہو، اور وہ پیدا کرتا ہی جو تم نہین جانتے
خدا ہی پر سیدھی راہ اور اس سے ہٹنے والے بھی ہین اُسی نے آسمان سے
تمہارے لیے پانی اُتارا کچھ اس مین سے پینے کے کام آتا ہی، اور کچھ سے
درخت اُگتے ہین جس مین تم اپنے جانور چراتے ہو، اس پانی سے خدا
تمہارے لیے کھیتی اُگاتا ہی، اور زیتون، چھوہارے، انگور اور ہر قسم کے
پھل پیدا کرتا ہے، اس مین غور فکر کرنے والون کے لیے بڑی نشانی ہے
اور اسی خدا نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو تمہارے کام مین
لگائے، اور تارے اس کے حکم سے کام مین لگے ہین، اس مین عقل
والون کے لیے نشانیان ہین، اور جو بکھیرا ہو تمہارے لیے زمین مین کئی رنگ
کے غلے اور دانے، اس مین انکے لیے جو سوچتے ہین نشانی ہی، اور وہی خدا ہے
جسنے دریا کو کام مین لگایا ہو کہ تم اُس سے تازہ گوشت کھاؤ، اور اس سے وہ (موتی
اور مونگے) نکالو جسکو زینت کا سامان بنا کر پہنتے ہو، اور تم دیکھو کہ کشتیان [illegible]
اس دریا کو پھاڑتی ہوئی چلتی ہین اور اس واسطے کہ تلاش کرو اسکی روزی تم

غور کرو، اگر ان چیزون مین مصالح و حکم نہوتے تو اللہ تعالیٰ ہم انسانون کو ان چیزونکی پیدائش پر شکر کا حکم کیون دیتا۔
بعض اشیاء کے مصالح اور اسباب کو خود قرآن مجید نے وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے، پہاڑون کی
مصلحت یہ ظاہر کی ہے۔

وَأَلْقَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ (نحل)

اُسنے زمین مین بڑے بڑے پہاڑون کے لنگر ڈالدئے ہین کہ زمین تمکو لیکر جھک پڑے

ستارون کی پیدائش کی غرض بتائی۔

وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ ، (نحل ۲)

اور تارون سے لوگ راہ پاتے ہین۔

رات کی پیدائش کی مصلحت یہ بتائی،

جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ (یونس)

اور اسی نے رات بنائی کہ تم سکون حاصل کرو۔

چاند کے گھٹنے بڑھنے کی غایت یہ ظاہر کی۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ ، (البقرہ)

لوگ تجھ سے چاند کی نسبت دریافت کرتے ہین، کہدے کہ وہ لوگون کے لیے وقت اور زمانہ کا معیار ہین۔

سایہ، آفتاب، رات، دن، ہوا، اور پانی کے مصالح یہ تعلیم کئے۔

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا ۝ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيرًا ۝ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ۝ وَهُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ الرِّيْحَ بُشْرٰى بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُوْرًا لِّنُحْيِيَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَا اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ، (فرقان ۵)

تونے نہ دیکھا کہ تیرے رب نے سایہ کو کس طرح پھیلا رکھا ہے، اور اگر چاہتا تو ایک ہی جگہ ٹھہرا رہتا، پھر سورج کو سایہ کا رہنما بنایا، پھر اس سایہ کو ہم اپنی طرف آہستہ آہستہ سمیٹ لیتے ہین، اُسی خدانے رات کو تمہارا اوڑھنا، اور نیند کو آرام، اور دن تمہارے جد وجہد کے لیے بنایا، اسی خدانے اپنے ابر رحمت کے آگے آگے ہواؤن کو خوشخبری سنانے والا بنایا۔ اور ہم نے آسمان سے ستھرا اور نکھرا پانی اُتارا کہ اس سے مردہ زمین کو زندہ کرین اور چوپایون اور بہت سے انسانون کو اس سے سیراب کرین۔ . . . .

قرآن مجید نے اشیاء کے سببیت وعلیت کا اسباب وعلل ہونے کا بھی صاف اقرار کیا ہے، مثلاً جابجا بارش کو کھیتی، اور پھل پھول کے پیدا ہونے کا سبب بتایا ہے۔

وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ (بقرہ ع۳)

اور آسمان سے پانی برسایا، اور اس پانی سے تمہاری روزی کے لیے پھل نکالے۔

تمام ذی روح چیزین پانی سے زندہ ہین۔

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ (نور ع۶)

اور خدا نے ہر چلنے والے کو پانی سے پیدا کیا۔

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (انبیا ع۳)

اور ہمنے ہر زندہ شے کو پانی سے بنایا۔

ہر قسم کے نباتات پانی سے اُگتے ہین۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ (انعام ع۲)

اُسی نے آسمان سے پانی برسایا، پھر ہمنے اُس سے ہر چیز کی روئیدگی ظاہر کی۔

بادِ صرصر اور آندھی، ہلاکت اور بربادی کا ذریعہ ہے۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ (حٰم السجدہ ع۲)

ہمنے عاد کی قوم پر بادِ صرصر بھیجا، منحوس دنون مین، تاکہ ہم اُنکو رسوائی کا عذاب چکھائین۔

رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِاَمْرِ رَبِّهَا (احقاف ع۳)

ایسی آندھی جس مین دردناک عذاب تھا جو خدا کے حکم سے ہر شے کو برباد کردیتی ہے۔

اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ (الذاریات ع۲)

یاد کرو جب ہم نے فائدہ نہ پہنچانے والی آندھی ان پر بھیجی، جو جس شے پر گذرتی تھی اُسکو بوسیدہ ہڈی کیطرح کردیتی تھی۔

آگ جلاتی ہے۔

تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ (مومنین)

آگ اُن کے چہرون کو جھلسا دیتی ہے۔

آگ لکڑی سے پیدا ہوتی ہے۔

اَلَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا (یٰسٓ ع۵)

جس نے ہرے درختون سے آگ کو پیدا کیا۔

قرآن مجید اشیا کے طبعی خواص کا بھی منکر نہین، شراب مین خواص ہین،

قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَا — کہدے کہ شراب اور جوے مین بڑا گناہ ہی اور ان مین لوگون کے

اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا، (بقرہ ۲۷) — بے فائدے بھی ہین لیکن انکا گناہ اُن کے فائدے سے زیادہ ہے۔

اُون مین گرمی کی خاصیت ہے

فِيْهَا دِفْءٌ (نحل) — جانورون کے اُون مین خوشگوار گرمی ہے۔

پانی مین پیاس بجھانے اور درخت اُگانے کی خاصیت ہے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً لَّكُمْ مِّنْهُ — وہی خدا آسمان سے پانی برساتا ہی، اُس سے پیتا ہے اور اس

شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ (نحل ۲) — سے درخت ہین۔

شہد مین صحت بخشنے، اور بیماری دور کرنے کی خاصیت ہی،

يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ — شہد کی مکھیون کے پیٹ مین سے پینے کی چیز نکلتی ہے جسکے کئی رنگ

شِفَاۗءٌ لِّلنَّاسِ (نحل ۸) — ہوتے ہین، اُس مین لوگون کے لیے شفا ہے۔

لیکن علت حقیقی قدرت و مشیت ہے

غرض ان آیات کریمہ سے یہ بخوبی واضح ہوتا ہے کہ قرآن مجید، اسباب و علل، مصالح و حکم، اور طبائع وخواص کے وجود کو تسلیم کرتا ہے، اور اُس جماعت کا ساتھ نہین دیتا جو ان چیزون کا انکار کرتی ہے، اور یہ جانتی ہے کہ ان چیزون کے تسلیم کرنے سے قدرت و مشیت الٰہی کے عقیدہ کا ابطال لازم آتا ہے، حالانکہ یہ تو اُس وقت لازم آتا ہے جب ان اسباب و علل اور طبائع وخواص کو خدا سے مستقل اور مستغنی تسلیم کیا جائے، اور قرآن اسکی تعلیم نہین دیتا، قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ اشیا اسباب و علل سے پیدا ہوتے ہین، اور ان مین طبائع وخواص ہین، لیکن یہ اسباب و علل اور طبائع وخواص، خود خلّاقِ عالم کے پیدا کردہ اور مقرر کردہ ہین، اور وہ انھین پر عموماً کاربند رہتا ہے۔ لیکن وہ اس درجہ اُن کا مجبور اور پابند نہین کہ وہ ان مین تغیر نہ کرسکتا ہو، اور کبھی اپنے خاص حکم و ارادہ سے بھی وہ اُن کو شکست نہ کرسکتا ہو، کیونکہ اس عقیدہ سے کفر پرورش پاتا ہے، اور خدا کی قدرت اور عظمت مین فرق آتا ہے، اسی لیے ہر موقع پر

قرآن مجید نے اپنی تعلیم مین اس نکتہ کو ملحوظ رکھا ہے کہ اسباب وعلل کے ساتھ ساتھ خدا کی مشیت اور ارادہ کو وہ پیش نظر رکھتا ہے، تاکہ انسانون مین خدا کی، معذوری، مجبوری، اور عدم قدرت کا تصور نہ پیدا ہو، اور نہ اُسکی مشیت وارادہ پر خود اُسکی مشیت وارادہ کے سوا خارجی پابندیان عائد ہون، چنانچہ وہ تمام آیتین جو اللہ تعالیٰ کی مشیت وارادہ کے متعلق اوپر دوسرے فریق کی طرف سے پیش کی گئی ہین، وہ اسی موقع کی ہین، اور جن سے یہی تعلیم مقصود ہے،

ہمنے اوپر اسباب وعلل اور طبائع وخواص کے ثبوت مین جس قدر آیتین لکھی ہین، غور کرو، ان سب مین فعل کی نسبت اللہ تعالیٰ نے خود اپنی طرف کی ہے، جسکا یہ مطلب ہے کہ ان کو مسببات کے اسباب وعلل اور اشیاء کے طبائع وخواص خود اُسنے اپنی مشیت وارادہ، اور اپنے حکم وامر سے بنائے ہین، اور ہر جگہ اسکی توضیح کردی ہے تاکہ ظاہر بین انسان ان ظاہری علل واسباب اور طبائع وخواص کو دیکھکر اشیاء کی **علتِ حقیقی** کا انکار کرکے مبتلائے الحاد، یا اسباب وخواص کو مستقلاً شریک تاثیر مانکر گرفتار شرک نہو جائے، یہ انبیا کی تعلیم کا خاص طریقہ ہے، اور قرآن نے اس نکتہ کو کہین فراموش نہین کیا ہے، یہان تک کہ انبیائے کرام اور بزرگان خاص کو بھی عادت جاریہ اور ظاہری علل واسباب کے خلاف باور کرنے مین جب استعجاب اور استبعاد ہوا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے انکو متنبہ کیا ہے، اور اُنکے اس استعجاب اور استبعاد کو اپنی قدرت اور مشیت کو یاد دلاکر رفع کیا ہے حضرت سارہؑ کو پیرانہ سالی مین جب حضرت اسحاقؑ کی پیدائش کی بشارت دی گئی تو توراۃ اور قرآن دونون مین ہے کہ اُن کو اس پر سخت تعجب ہوا، انھون نے کہا،

يَا وَيْلَتَىٰ ءَأَلِدُ وَأَنَا عَجُوزٌ وَهَٰذَا بَعْلِي شَيْخًا ۖ إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ ۝ (هود)	اے خرابی! کیا مین جنون گی، اور مین بڑھیا ہون اور میرا یہ خاوند بوڑھا ہے، یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے۔

فرشتون نے جواب مین کہا،

أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ (هود)	(اے سارہ) کیا تم خدا کے کام سے تعجب کرتی ہو؟

اس قدر تنبیہ اُن کے ایمان کی تازگی کے لیے کافی تھی؛

حضرت زکریا بوڑھے ہو گئے تھے، اور ان کی بیوی بانجھ تھین، حضرت زکریا کو اپنی اور اپنی بیوی کی حالت کا قطعی علم تھا، لیکن وہ اپنی اور اپنی بیوی کی ظاہری عدم استعداد، اور اسباب وعلل کے نہ موجود ہونے کی صورت مین بھی خدا کی قدرت اور مشیئت کے موثر حقیقی ہونے پر یقین کامل رکھتے تھے، چنانچہ اسی حالت مین انھون نے ایک وارث کی دعا مانگی، مگر جب اون کو اجابتِ دعا کی بشارت دی گئی، تو تقاضائے بشریت سے کہ انسان ظاہری اسباب وعلل کے دیکھنے کا عادی ہے اس کمال ایمان کے باوجود ان کو یہ واقعہ مستبعد معلوم ہوا، اور انھون نے عرض کی۔

رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّکَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْکِبَرِ عِتِیًّا ۝ (مریم ۱)

اے میرے رب! کہان سے میرے لڑکا ہوگا، میری بیوی بانجھ ہے، اور مین بوڑھا ہو گیا ہون، یہان تک کہ بوڑھاپے سے اکڑ گیا ہون۔

خدا نے اُس کے جواب مین صرف اسی قدر فرمایا۔

قَالَ کَذٰلِکَ ج قَالَ رَبُّکَ ھُوَ عَلَیَّ ھَیِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُکَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَکُ شَیْئًا (مریم ۱)

کہا یون ہی ہی، تیرے رب نے کہا یہ مجھ پر آسان ہی (زکریا) تجھکو یاد نہین کہ مین نے تجھکو پیدا کیا، اور تو کچھ نہ تھا۔

حضرت مریم کو جب حضرت عیسیٰ کی خوشخبری دی گئی، تو انھون نے بھی ظاہری علل واسباب کے خلاف ہونے پر حیرت ظاہر کی،

قَالَتْ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَکُ بَغِیًّا ۝ (مریم ۲)

مریم نے کہا، میرے لڑکا کہان سے ہوگا، مجھکو کسی آدمی نے چھوا بھی نہین، اور نہ مین کبھی بدکار تھی۔

فرشتہ نے جواب مین کہا،

قَالَ کَذٰلِکِ ج قَالَ رَبُّکِ ھُوَ عَلَیَّ ھَیِّنٌ وَلِنَجْعَلَهٗ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا (مریم ۲)

بولا یون ہی ہی، تیرے رب نے کہا، وہ مجھ پر آسان ہی اور ہم اسکو لوگون کے لیے نشانی بنانا چاہتے ہین، اور اپنی طرف سے رحمت،

قرآن مین سُنّۃ اللہ کا مفہوم وہ فریق جو خرقِ عادت اور خلافِ اسباب وعلل کے محال ہونے پر، قرآن مجید کی اُن آیتون سے استدلال کرتا ہے، جن مین "سُنّتِ الٰہی" کے عدم تبدیل کا ذکر ہے، وہ درحقیقت دانستہ یا نادانستہ

مفہومِ قرآن کی تحریف کا مجرم ہے، قرآن مجید مین "سنّتِ الٰہی" کا ایک خاص مفہوم ہے، اور اسی اصطلاح خاص مین یہ لفظ کئی جگہ قرآن مجید مین استعمال ہوا ہے، خیر و شر حق و باطل، نور و ظلمت، اور ظلم و انصاف، جب باہم ٹکراتے ہین تو بالآخر اللہ تعالیٰ خیر کو شر پر، حق کو باطل پر، نور کو ظلمت پر، اور انصاف کو ظلم پر فتح اور کامیابی عطا کرتا ہے، گنہگار اور مجرم قومین جب حق کی دعوت قبول نہین کرتین، اور پند و موعظت انکے لیے موثر نہین ہوتی، تو اللہ تعالےٰ اُن قومون پر اپنا عذاب نازل کرتا ہے، اور وہ بالآخر بجلی کی کڑک آسمان کی گرج، زلزلہ کی تھرتھراہٹ، آندھی کی گھڑگھڑاہٹ، دریا کے طوفان، پہاڑ کی آتش فشانی، یا دشمن کی تلوار سے ہلاک اور برباد ہو جاتی ہین، یہ سُنّتِ الٰہی ہے، جو ہمیشہ سے قائم ہے، اور ہمیشہ قائم رہے گی، اور اُس مین کبھی کوئی فرق پیدا نہ ہوگا، قرآن مجید مین جہان جہان یہ لفظ آیا ہے اسی مفہوم مین آیا ہے، چنانچہ وہ تمام آیتین ذیل مین لکھی جاتی ہین تاکہ ناظرین کو شک و شبہہ باقی نہ رہے۔

قریش، داعیِ حق کو شہر مکہ سے نکالنے کی تیاری کرتے ہین اور اس دعوت کو قبول کرنے سے علانیہ انکار کردیتے ہین، تو خدا فرماتا ہے۔

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلَافَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا۔ (بنی اسرائیل)

اور وہ (کفار قریش) تو تجھکو اس شہر سے لگے تھے، گھبرانے، تاکہ وہ تجھکو یہان سے نکال دین، لیکن اگر ایسا ہوتو وہ تیرے بعد کم ٹھہرین گے، یہ دستور پڑا ہوا ہے ان رسولون کا جنکو ہمنے تجھسے پہلے بھیجا، اور تو اللہ کے دستور کو ٹلتے نہ پائے گا۔

مدینہ کے منافقین اپنی شرارت سے باز نہین آتے، خدا فرماتا ہے۔

اَيْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۝ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (احزاب)

وہ جہان پائے گئے، پکڑے گئے اور مارے گئے، دستور پڑا ہوا ہے، اللہ کا ان لوگون مین جو پہلے ہو چکے، اور تو اللہ کے دستور کو بدلتے نہ پائے گا۔

اس مفہوم کو واضح کرنے کے لیے سورۂ فاطر کی حسب ذیل آیت سے بڑھکر اور کون آیت ہو سکتی ہے؟

وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ۔ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ج فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ۔ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ، (فاطر)

اور بری کا داؤ پیچ خود داؤ پیچ کرنے والون پر اُلٹ جاتا ہے تو کیا اب یہ کافر پہلی قومون کے دستور ہی کی راہ دیکھتے ہین، تو تم اللہ کے دستور کو ہرگز نہ بدلتے پاؤگے، اور نہ کبھی اللہ کے دستور کو ٹلتے پاؤگے، کیا وہ زمین مین پھرے نہین ہین، کہ دیکھتے کہ اُن سے پہلی قومون کا کیا انجام ہوا۔

حدیبیہ کے موقع پر کفار قریش کو تنبیہ، اور مسلمانون کو تسکین دیجاتی ہے۔

وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ۔ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ج وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ، (فتح ۳)

اور اگر یہ کافر تم سے لڑتے، تو پیٹھ پھیر دیتے، پھر وہ کوئی حامی نہ پاتے، اور نہ مددگار، اللہ کا دستور یہ پہلے سے چلا آتا ہے، اور تم اللہ کے دستور کو بدلتے نہ پاؤگے۔

اب ان آیتون کے پڑھ لینے کے بعد بھی سُنَّةُ اللّٰهِ کے مفہوم کے سمجھنے مین کسکو غلطی ہو سکتی ہے؟

قرآن مین فطرۃ اللہ کا مفہوم

قرآن مجید کی ایک اور آیت ہی جسکو یہ فریق اپنے ثبوت مین پیش کرتا رہتا ہے۔

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ (روم)

خدا کی فطرت، جس پر اُسنے لوگون کو بنایا، خدا کے بنائے مین بدلنا نہین۔

اس موقع پر اس آیت کو پیش کرنا، قرآن مجید کی معنوی تحریف ہے، قرآن مجید کی اصطلاح مین "**فطرۃ اللہ**" سے مقصود **توحید** ہے جس کو وہ **دینِ فطری** سے تعبیر کرتا ہے، چنانچہ اوپر کی پوری آیت اگر پیش نظر ہو تو یہ مفہوم خود بخود آئینہ ہو جاتا ہے، خدا فرماتا ہے،

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۔ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۔ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۔ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (روم)

سو تو باطل سے ہٹ کر اپنے آپ کو دین پر سیدھا قائم رکھ، وہی اللہ کی فطرت جس پر اُس نے لوگون کو بنایا ہے، خدا کے بنائے مین بدلنا نہین، یہی سیدھا دین ہے، لیکن بہت لوگ نہین جانتے۔

قرآن مجید کی اس اصطلاح کی تفسیر ایک صحیح حدیث سے پوری طرح ہو جاتی ہے، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا،

مامن مولود یولد الا علی الفطرة فابواه یھودانه او ینصرانه او یمجسانه کما تنتج البھیمة بھیمة جمعاء ھل تحسون فیھا من جدعاء ثم یقول فِطْرَتَ اللهِ الَّتِی فَطَرَ النَّاسَ الخ (بخاری تفسیر سورۂ روم)	کوئی بچہ ایسا نہیں جو فطرت پر پیدا نہیں ہوتا. لیکن ماں باپ اسکو یہودی نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں جس طرح ہر جانور صحیح وسالم بچہ پیدا کرتا ہے، کیا تم نے دیکھا کہ کوئی کان کٹا بچہ بھی وہ جنتا ہے اُس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی "خدا کی فطرت جس پر اُسنے لوگوں کو پیدا کیا" (آخر آیت تک)

معجزہ کا سبب صرف ارادۂ الٰہی ہو

الغرض اس تمام تفصیل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قرآن مجید نہ تو اسباب عادیہ کا منکر ہے، اور عالم کے نظامِ کار کو علل ومصالح سے خالی تسلیم کرتا ہے. لیکن وہ ان تمام اسباب وعلل سے مافوق ایک اور قادر اور ذی ارادہ ہستی کا فرمان روائے کل یقین کرتا ہے جسکی مشیئت اور ارادہ کی قوت سے کائنات کی یہ مشین چل رہی ہے، معجزہ کا سبب اور علّت براہ راست اُسکی مشیئت اور ارادہ ہے. کبھی یہ مشیت اور ارادہ، عادات جاریہ اور ظاہری علل واسباب کے پردہ مین ظاہر ہوتا ہے، مثلاً قوم نوحؑ کے لیے طوفان آنا، قوم ہودؑ کے لیے کوہِ آتش فشان کا پھوٹنا یا زلزلہ آنا، حضرت ایوبؑ کا چشمہ کے پانی سے صحیح وتندرست ہو جانا، قوم صالحؑ کے لیے آندھی آنا، مکہ مین قحط عظیم کا رونما ہونا، غزوۂ خندق مین آندھی چلنا، یہ تمام نشانیان ظاہری اسباب اور عاداتِ جاریہ کے خلاف نہین لیکن ان اسباب کے ظاہر ہونے کا سبب جس مین حق کی فتح اور باطل کی شکست، نیکوکارون کی نجات اور گنہگارون کی ہلاکت ہوئی محض بخت واتفاق نہین، بلکہ ارادۂ ومشیئت الٰہی نے خاص ان موقعون کے لیے بطور نشان کے ان کو پیدا کیا۔ اور کبھی یہ مشیئت الٰہی عادت جاریہ اور اسباب ظاہری کا نقاب اوڑھکر نہین، بلکہ بے پردہ نشان بنکر سامنے آتی ہے، مثلاً عصا کا سانپ بنجانا، انگلیون سے چشمہ کا جاری ہونا، مردہ کا جی اُٹھنا، چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا پتھر سے چشمہ کا اُبلنا، درختون کا اپنی جگہ سے حرکت کرنا، بیجان چیزون مین آواز پیدا ہونا، کہ ان چیزون کی تشریح موجود

علم اسباب وعلل کی بناپر نہین کی جاسکتی اور نہ اُن کو عادات جاریہ کے مطابق کہا جاسکتا ہے۔ اس لیے اُن کی علت خدا کی مشیئت اور ارادہ کے سوا کوئی اور چیز نہین ہوسکتی، اسی لیے انبیاء نے یہ تصریح کی ہے کہ جو کچھ اُن سے ظاہر ہوتا ہے وہ صرف خدا کی قدرت، مشیئت اور اذن سے ہوتا ہے، کیونکہ اگر وہ ظاہری علل واسباب کے مطابق ہون تو وہ پیغمبر اور خدا کے باہمی ربط وعلاقہ کی دلیل کیونکر بن سکتے ہین، کفار ان کو دیکھ کر فوراً کہہ سکتے ہین کہ یہ تو فلان سبب سے ہوا ہے اس لیے خدائی نشان ہونے کا ثبوت کیونکر بہم پہنچ سکتا ہے،

معجزہ کی باعتبار خرق عادت کے چار قسمین

اس بناپر یہ ضروری ہے کہ معجزات اور نشانیان کسی نہ کسی حیثیت سے خارق عادت ہون، چنانچہ

(۱) کبھی نفس واقعہ خارق عادت ہوتا ہے، مثلاً عصا کا سانپ بن جانا، چاند کا دو ٹکڑے ہوجانا، انگلیون سے چشمہ کا اُبلنا، مردہ کا زندہ کرنا، وغیرہ

(۲) کبھی یہ ہوتا ہے کہ نفس واقعہ خلاف عادت نہین ہوتا، مگر اس کا اس وقتِ خاص پر رونما ہونا خرق عادت بنجاتا ہے، مثلاً طوفان آنا، آندھی آنا، زلزلہ آنا، کفار کا باوجود کثرتِ تعداد کے، بے یار ومددگار اہل حق سے خوف کھاجانا وغیرہ، تمام تائیدات الٰہی اسی قسم مین داخل ہین۔

(۳) ایک صورت یہ ہے کہ نفس واقعہ اور اُس کے ظہور کا وقتِ خاص تو عادت جاریہ کے خلاف نہین ہوتا مگر اس کا طریقۂ ظہور خلاف عادت ہوتا ہے، مثلاً انبیا کی دعاؤن سے پانی کا برسنا، بیمار کا اچھا ہونا، آفتون کا ٹل جانا کہ نہ تو پانی کا برسنا، یا بیمار کا اچھا ہوجانا، یا کسی آئی ہوئی آفت کا ٹل جانا خلاف عادت ہے، اور نہ اُس کے ظہور کا کوئی خاص وقت ہے لیکن جس طریقہ سے اور جن اسباب وعلل سے یہ معجزات ظاہر ہوئے، وہ خارق عادت ہین، استجابت دعا کی قسم مین داخل ہے۔

(۴) کبھی نہ تو واقعہ خارق عادت ہوتا ہے اور نہ اس کا طریقۂ ظہور خارق عادت ہوتا ہے، بلکہ اس کا قبل از وقت علم خارق عادت ہوتا ہے، مثلاً انبیا کی پیشین گوئیان ایک دفعہ زور سے آندھی چلی، آنحضرت صلعم مدینہ سے باہر تھے، آپ نے

فرمایا "کہ یہ آندھی ایک منافق کی موت کے لیے چلی ہے" چنانچہ جب لوگ مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ مدینہ مین ایک منافق اس آندھی سے مرگیا، اس معجزہ مین نہ تو آندھی کا چلنا خرقِ عادت ہے نہ آدمی کا آندھی کے صدمہ سے مرجانا، خلاف اسباب ہے، بلکہ صرف واقعہ کا قبل از وقت علم خرقِ عادت ہے۔

اہل ایمان پر اثر کے لحاظ سے معجزات کی دو قسمین

انبیا کی زندگی علم و عمل دونون کا مجموعہ ہوتی ہے، اور ان کے تمام ارشادات و تعلیمات سے صرف انھین دونون چیزون کی ترقی اور تکمیل مقصود ہوتی ہے، اس لحاظ سے انبیا کے بعض معجزات کا اثر صرف علم و یقین پر پڑتا ہے، اُن سے کوئی عملی نتیجہ مرتب نہین ہوتا، ہاتھ کا چمک اُٹھنا، عصا کا سانپ بن جانا، چاند کا شق ہوجانا، اگرچہ نہایت عظیم الشان معجزے ہین، لیکن انکا نتیجہ صرف اس قدر ہے کہ ایک گروہ ایمان لایا، اور دوسرے نے انکار کیا، لیکن انبیاء کے بہت سے معجزات ایسے ہوتے ہین جن سے نہایت عظیم الشان عملی نتائج ظاہر ہوتے ہین، مثلاً عصا کے سانپ بنجانے سے بنو اسرائیل کو کوئی عملی فائدہ نہ پہنچ سکا، لیکن اُسکے ذریعہ سے پانی کا جو چشمہ اُبلا وہ اُن کے لیے حیات بخش ثابت ہوا، پہلے قسم کے معجزات کو قرآن مین حجّت، برہان اور سلطان کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے کہ اُن سے علم و یقین کو ترقی ہوتی ہے، اور دوسرے قسم کے معجزات کو اُسنے تائید اور نصر الٰہی کہا ہے، پہلے قسم کے معجزات طلب اور سوال کے محتاج ہوتے ہین، لیکن تائید و نصر الٰہی اسکی پابند نہین ہوتی۔

آغاز نبوت مین چونکہ انبیا صرف عقائد کی تعلیم دیتے ہین اور کفار کی طرف سے اُنھی عقائد کا انکار کیا جاتا ہے اور اونھی کے اثبات پر دلیل طلب کی جاتی ہے، اس لیے اوّل اوّل انبیاء سے اُسی قسم کے معجزات کا ظہور ہوتا ہے جنکا اثر صرف علم و یقین پر پڑ سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اِسی قسم کے دو معجزے دیکر فرعون کے پاس بھیجا، اور اِسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار قریش کو معجزہ شق القمر دکھایا، لیکن اس کے بعد انبیا کی تعلیم و ہدایت سے مومنین مخلصین کا ایک گروہ پیدا ہوجاتا ہے جو عموماً مفلوک الحال، خانہ بدوش، بے سروسامان اور بے یار و مددگار رہتا ہے، یہ گروہ اگرچہ صفائے باطن، خلوص نیت اور شدت ایمان کی بنا پر کسی معجزہ کا خواستگار نہین ہوتا، تاہم تائید الٰہی خود اسکی طلب گار ہوتی ہے، اور ہر موقع پر اسکی حفاظت و حمایت کرتی ہے، یہی وجہ ہے کہ

تائیدات الٰہیہ کا ظہور اکثر بغیر طلب و سوال کے ہوتا ہے، مسلمانون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی معجزہ کا سوال نہین کیا، لیکن آپ سے اکثر معجزات کا ظہور اُنھین کے درمیان ہوا، بالخصوص غزوات مین اکثر تائید الٰہی نے مسلمانون کی مدد کی ہے. غزوۂ بدر و حنین مین فرشتون کا آسمان سے نازل ہونا، تھوڑے سے زاد راہ کا تمام فوج کے لیے کافی ہونا، آپ کی انگلیون سے پانی کا نکلنا، یہ اور اس قسم کے بہت سے معجزات غزوات ہی کے زمانے مین آپ سے ظہور پذیر ہوئے، اور ان سے تمام مسلمانون نے ایسی حالت مین فائدہ اُٹھایا جب کہ تمام دنیوی اسباب و وسائل منقطع ہو چکے تھے۔

اسی کا نام قران مجید کی زبان مین نصر (مدد) اور تائید ہے، اور یہ ہر نبی کو آخر وقت مین عطا کی جاتی ہے، اور عین اُسوقت جب بظاہر اسباب مایوسیون کے تمام مناظر پیش ہوتے ہین، اور تائید حق کا بظاہر کوئی سامان نظر نہین آتا، دفعۃً نصرت الٰہی توقع کے خلاف، گرد و پیش کے واقعات کے خلاف، بجلی کی طرح ناامیدیون کے بادل سے چمک اُٹھتی ہے،

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاۗءُ وَالضَّرَّاۗءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ (بقرہ)

کیا تم کو خیال ہے کہ تم جنت مین چلے جاؤ گے اور ابھی تم پر وہ حالت گذری نہین جو تم سے پہلون پر گذری، اُن پر مصیبت اور تکلیف آئی اور اس قدر جھڑ جھڑائے گئے کہ پیغمبر اور اس کے ساتھ مسلمان (گھبرا کر) کہہ اُٹھے کہ خدا کی نصرت کہان ہے، ہان خدا کی نصرت نزدیک ہی ہے

حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْــَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَاۗءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَاۗءُ ۭ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ (یوسف ۱۲)

یہان تک کہ جب ناامید ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ ان سے نصرت کا وعدہ پورا نہین کیا گیا کہ ہماری نصرت آگئی پھر ہم نے جنکو چاہا وہ بچا دیے گئے اور پھیری نہین جاتی ہماری آفت گنہگار قوم سے،

خدا کا یہ قطعی وعدہ ہے کہ وہ حق پرستون کو ہمیشہ آخر کار نصرت عطا کرے گا۔

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ (روم)

اور ایمان دارون کی مدد ہمپر فرض ہے۔

یہ نصرت مسلمانون کو ہر قدم پر تسلی کا پیام سناتی تھی، بدر، ہو کہ اُحد، خندق ہو کہ حنین، ہر جگہ وہی اُن کی دستگیر تھی،

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ، (توبہ)

خدا نے بہت سے موقعون پر تمہاری نصرت کی۔

لیکن سب سے بڑی نصرت بدر کی تھی، جب تین سو بے برگ و ساز، نہتون نے قریش کی ایک ہزار مسلح فوج کو کامل شکست دیدی،

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ، (آل عمران)

خدا نے یقیناً بدر مین تمہاری مدد کی، جب تمہارے پاس کوئی قوت نہ تھی۔

لیکن عام معجزات اور اس نصرتِ الٰہی مین یہ فرق ہے کہ جو معجزات بطور حجت اور برہان کے پیش کیے جاتے ہین، وہ صرف انبیا، کی تنہا روحانی طاقت کا فیض ہوتے ہین، لیکن نصرت الٰہی مین پیغمبر کی روحانی طاقت کے ساتھ مومنین کے کمال ایمان، شدت یقین، تزکیۂ نفس، اور استعداد قلب کی بھی شرکت ہوتی ہے، چنانچہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی اُمت نے جب سخت فاقہ کی حالت مین نزول مائدہ (خوانِ آسمانی) کی درخواست کی تو اُنھون نے اُن کو تقویٰ اختیار کرنے کی تعلیم دی،

اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (مائدہ)

یاد کرو، جب حواریون نے کہا اے مریم کے بیٹے عیسےٰ کیا آپ کا پروردگار ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار سکتا ہے، عیسےٰ نے کہا خدا سے تقویٰ کرو، اگر تم کو یقین ہے۔

میدانِ جنگ مین آنحضرت صلعم صحابہ کو نزولِ ملائکہ کی بشارت سناتے ہین تو ساتھ ہی ساتھ صبر اور تقویٰ کی بھی تعلیم دیتے ہین۔

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ

یاد کر اے پیغمبر! جب تو مسلمانون سے کہہ رہا تھا کہ کیا تم کو یہ کافی نہین کہ تمہارا پروردگار تین ہزار فرشتے اتار کر تمکو مدد دے (خدا کہتا ہے) ہان اگر

بلیٰ اِن تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَیَاْتُوْکُمْ مِنْ فَوْرِھِمْ ھٰذَا یُمْدِدْکُمْ رَبُّکُمْ بِخَمْسَةِ اٰلَافٍ مِّنَ الْمَلٰئِکَةِ مُسَوِّمِیْنَ (آل عمران)	تم مستقل رہو، اور تقوے کرو، اور وہ فوراً آجاوین تو خدا پانچ ھزار سوار فرشتون کے ذریعہ سے تمہاری مدد کرے گا،

یہی وہ معجزات تھے جن کی نسبت صحابہ کرام بیان کرتے ہین کہ ہم ان کو برکت سمجھا کرتے تھے۔

کفار کے لیے نتائج کے لحاظ سے معجزات کی دو قسمین

جس طرح مومنین پر اثر کے لحاظ سے معجزات کی دو قسمین ہین، اسی طرح کفار پر نتائج کی حیثیت سے بھی اُن کی دو قسمین ہین، آیتِ ہدایت، اور آیتِ ہلاک، انبیا کفار کو پہلے ہدایت کی نشانیان دکھاتے ہین، اور ان کو حق کی دعوت دیتے ہین، کفار کی کثیر تعداد مین جس قدر صالح اجزا ہوتے ہین، وہ اس دعوت کو قبول کرتے جاتے ہین، یہان تک کہ بالآخر وہ وقت آتا ہے، جب مادۂ فاسد کے سوا کفار کی جماعت مین کوئی صلاحیت پذیر عنصر باقی نہین رہجاتا، یعنی اس کثیف مادہ سے چھنکر تمام اجزائے لطیفہ الگ ہوجاتے ہین، اور ڈھیر مین پھونس کے سوا کچھ نہین رہجاتا، تو اسوقت آیتِ ہلاک، آسمان کی بجلی، فضا کی آندھی، زمین کا سیلاب، لوہے کی تلوار بنکر رونما ہوتی ہے، اور سطح خاک کو ان کے وجود کی نجاست سے پاک کردیتی ہے،

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو متعدد معجزے عنایت ہوئے تھے، مگر وہ اِس لیے تھے کہ ان کو دکھاکر فرعون کو حق کی طرف دعوت دی جائے، جب ایک مدت کے بعد اہل مصر مین سے جس قدر لوگ ایمان لاسکتے تھے، لے آئے تو حضرت موسیٰؑ کو شقِ بحر کی آیتِ ہلاک عنایت ہوئی، اور رودِ احمر کی لہرین فرعون کو اُس کے سارے ساز و سامان اور امراے دربار کے ساتھ ہمیشہ کے لیے نگل گئین، حضرت نوحؑ کو آیتِ طوفان، حضرت صالحؑ کو آیتِ ناقہ، حضرت لوطؑ کو بربادی سدوم کی نشانی، حضرت شعیبؑ کو آیتِ صاعقۂ ابر، حضرت عیسیٰؑ کو آیت رفع، اور آنحضرت صلعم کو معجزۂ بَطْشَةَ الْکُبْریٰ (بدر) جو دیا گیا تھا وہ اسی دوسری قسم مین داخل تھا، ان مین سے ہر معجزہ اور نشانی کے ظہور کے بعد، یا خود اسی معجزہ اور نشانی کے ذریعہ سے معاندین کی ہلاکت، استیصال اور بربادی ہوئی، اور اسی کو قرآن مجید نے سُنَّةَ اللہ (خدا کا دستور) اور سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ (پہلون کا دستور) کہا ہے کہ ہر پیغمبر کی قوم مین

یہ اسی طرح ہوتا چلا آیا ہے۔

وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ط فَهَلْ
يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ، (فاطر)

اور بری کا داؤپیچ خود داؤپیچ کرنے والون پر الٹ جاتا ہے تو کیا اب یہ کافر
اگلی قومون کے دستور ہی کی راہ دیکھتے ہین۔

اَيْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ه سُنَّةَ
اللّٰهِ فِى الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ (احزاب ۸)

یہ جہان پائے گئے پکڑے گئے اور مارے گئے یہ اللہ کا دستور پڑا
ہوا ہے اگلی قومون مین۔

اس معجزۂ عذاب کے ظاہر ہونے مین عموماً ایک وقت تعین تک تاخیر کی جاتی ہے جس کے حسب ذیل اسباب ہین:

(۱) یہ معجزۂ عذاب اس وقت تک ظاہر نہین ہوتا جب تک آیات ہدایت سے قوم کے تمام صالح اجزا اس کے فاسد عنصر سے الگ نہین ہو جاتے، اور مومنین اور کافرین ایک دوسرے سے چھٹکر جدا نہین ہو جاتے، اور رسول کو بقیہ عناصر کے ایمان سے قطعی مایوسی نہین ہو جاتی، حضرت نوح نے ایک طویل زمانہ تک اپنی قوم کو دعوت دی، اور اس کے بعد ناامید ہوکر انھون نے آخری معجزہ کی دعا مانگی،

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ه
اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْا
اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ه (نوح ۲)

اے میرے پروردگار زمین پر کافرون مین سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ
اگر تو ان کو چھوڑے گا تو وہ تیرے بندون کو گمراہ کرین گے اور
وہ نہ جنینگے لیکن فاجر اور کافر کو۔

اس کے بعد طوفان آیا اور قوم نوح کو بہا لے گیا۔

اسی طرح حضرت موسیٰ کو جب پوری مایوسی ہوگئی تو انھون نے دعا کی

رَبَّنَا اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً
وَّاَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ
سَبِيْلِكَ ج رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ
عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ

اے ہمارے رب! تو نے فرعون کو اور اُس کے سردارون کو دنیا کی زندگی
مین شان و شوکت اور دولت عطا کی ہے اے ہمارے رب (وہ اس سے
یہ کام لیتے ہین کہ وہ) لوگون کو تیرے راستہ سے گمراہ کرتے ہین خداوندا
انکی دولت کو میٹ دے اور انکے دلون کو سخت کر دے جب تک وہ تیرے

اَلِيمٌ (یونس) دردناک عذاب کو نہ دیکھین گے، ایمان نہ لائین گے۔

اِس موقع پر اسی قسم کی دعائین دیگر انبیاء نے بھی کی ہین۔

(۲) اس منزل پر پہنچکر، پیغمبر کو اپنے مومنین کی جماعت کو ساتھ لیکر ہجرت کا حکم ہوتا ہے، حضرت نوحؑ کو مع رفقاء کے کشتی پر چڑھاکر کفار سے الگ کیا جاتا ہے، حضرت ابراہیمؑ نمرود کے ملک سے اپنی ہجرت کا اعلان کرتے ہین، اِنِّیْ مُھَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ (عنکبوت) کہ مین خدا کی طرف ہجرت کرتا ہون" حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لیکر مصر سے نکل جاتے ہین، حضرت لوط، حضرت ہود، حضرت شعیب، حضرت صالح سب نے اپنی اپنی جماعتون کو لیکر اپنی نافرمان قومون سے علیحدگی اختیار کی، اور جب تک یہ ہجرت نہین ہولیتی، اور مومن و کافر الگ نہین ہوجاتے، معجزۂ عذاب نہین بھیجاجاتا، حضرت نوح جب تک کشتی پر سوار ہوکر علیحدہ نہ ہولیے طوفان نہ آیا، حضرت ابراہیم جب تک کلدانیون کے ملک (عراق) سے نکل کر شام اور مصر نہ چلے گئے، ان پر عذاب نہ آیا۔ اسی طرح حضرت لوط، حضرت ہود، حضرت صالح، اور حضرت شعیب اپنی اپنی جماعتون کو لیکر جب تک الگ نہ ہوگئے، ہلاکت کا عذاب نہین آیا، اور جب انھون نے ہجرت کرلی تو یہ معجزۂ عذاب مختلف صورتون مین ان قومون پر نازل ہوا، اور مومنین کو نجات اور کافرون کو ہلاکت نصیب ہوئی۔

قرآن مجید کی مختلف سورتون مین ان واقعات کو بکثرت بیان کیا گیا ہے، اور نیز اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا وہ **دستور** اور **قانون** فرمایا ہے جس مین تغیر اور تبدل ناممکن ہے جیساکہ اس سے پہلے "قرآن مجید مین سنۃ اللہ کے مفہوم" کے ضمن مین آیات قرآنی کے حوالے سے اسکی پوری تفصیل گذرچکی ہے، سورۂ یونس مین اللہ تعالیٰ اس اصول کو اس طرح بیان کرتا ہے،

فَهَلْ يَنْتَظِرُونَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا	کیا یہ کافر گذشتہ قومون کی طرح واقعۂ ہلاکت کا انتظار کرتے
مِنْ قَبْلِهِمْ قُلْ فَانْتَظِرُوا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِنَ	ہین، کہدے کہ انتظار کرو مین بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہون پھر ہم اپنے
الْمُنْتَظِرِيْنَ ثُمَّ نُنَجِّیْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	رسولون کو نجات دیتے ہین، اور ایسے ہی ایمان لانیوالون کو

كَذٰلِكَ، حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ (یونس ۱۰) ہمپر فرض ہے، ہم نجات دین گے، ایمان والون کو،

آنحضرت صلعم اور معجزۂ ہدایت

ہدایت کی غرض سے آنحضرت صلعم سے جو معجزات اور نشانیان صادر ہوتی رہتی تھین، ان کا بڑا حصہ غیر معمولی قوت تاثیر، استجابت دعا، تائید و نصرت، اور پیشینگوئی کا تھا، اسی غیر معمولی قوت تاثیر کا نتیجہ تھا کہ قریش لوگون کو آپ کے پاس جانے سے روکتے تھے، سیرت کی کتابون مین اس قسم کے متعدد واقعات مذکور ہین، قرآن مجید کی یہ آیت کفار کے اس باطنی اعتراف کا آئینہ ہے۔

لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ (حٰم السجدہ) اس قرآن کو نہ سنو، اور اس مین شور و غل کرو، شاید تم غالب آؤ،

قرآن کے اثر کا ان پر یہ رعب چھایا ہوا تھا کہ وہ لوگون کو اس سے باز رکھنے کی اس کے سوا کوئی تدبیر نہ دیکھتے تھے کہ وہ شور و غل اور ہنگامہ کر کے لوگون کو سننے نہ دین، آنحضرت صلعم کی **استجابت دعا** کا بھی کفار کو بدرجۂ اتم یقین تھا، ایک دفعہ صحنِ حرم مین جب ابو جہل وغیرہ رؤسائے قریش آنحضرت صلعم کی نماز مین خلل انداز ہوئے اور اور آپ نے ان پر بد دعا کی، تو بخاری و مسلم مین یہ تصریح ہے کہ وہ اس کو سنکر کانپ اٹھے[1]، ایک دفعہ جب مکہ مین قحط عظیم پڑا تو ابو سفیان نے آپ کے پاس آکر کہا کہ "محمد تمھاری قوم ہلاک ہوگئی، خدا سے دعا کرو کہ وہ اس بلا کو ان سے دور کر دے[2]"، چنانچہ آپ نے دعا کی اور وہ بلا دور ہوئی، اسی طرح آپ کی **پیشینگوئی** کی صداقت کا بھی انکو دل سے اعتراف تھا، یاد ہوگا کہ غزوۂ بدر سے پہلے جب اُمیّہ کو حضرت سعد انصاری کی زبانی یہ معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم نے اُس کے مارے جانے کی پیشینگوئی کی ہے، تو وہ گھبرا اُٹھا، اور اس کی بیوی پر یہ اثر ہوا کہ اُس نے غزوۂ بدر کے موقع پر اپنے شوہر کا دامن تھام لیا کہ "محمد کی پیشینگوئی تھین یاد نہین[3]" **فتح روم** کی مشہور پیشینگوئی جس دن پوری ہوئی، بہت سے لوگ اس نشانِ صداقت سے ہدایت پاکر مسلمان ہوگئے[4]۔

آنحضرت صلعم کی تائید و نصرت کے عجائبات بھی قریش کی نظرون سے گذر چکے تھے، وہ بار بار آپ پر حملے

---

[1] صحیح بخاری و مسلم باب مالقی النبی صلعم من اذی المشرکین، [2] صحیح بخاری تفسیر سورۂ دخان، [3] صحیح بخاری اوّل کتاب المغازی، [4] ترمذی تفسیر سورۂ روم

کی تیاریاں کرتے تھے، اور ناکام رہتے تھے، ایک دفعہ ابوجہل نے یہ ناپاک ارادہ کیا، اور اس نیت سے آگے بڑھا تو فوراً ڈر کر پیچھے ہٹ گیا، ساتھیوں نے واقعہ پوچھا تو بتایا کہ مجھے یہ نظر آیا کہ میرے، اور محمدؐ کے درمیان آگ کی خندق ہے، اور چند پردار ہستیاں کھڑی ہیں۔[1]

الغرض ہدایت کے متعدد نشانات تھے، جو مکہ میں کفار کو اس غرض سے دکھائے گئے تھے کہ انکو دیکھکر انکے قلوب میں قبولِ حق کی صلاحیت پیدا ہو

شقِ قمر آخری نشانِ ہدایت تھا

ہدایت کی ان نشانیوں میں کفارِ مکہ کے لیے سب سے آخری اور فیصلہ کن نشان **شقِ قمر** تھا، جس کے بعد آیاتِ ہلاکت کا آغاز ہونے والا تھا، احادیث میں ہے کہ کفارِ مکہ آپ سے معجزہ کے طالب تھے، تو آپ نے اُن کو شقِ قمر کا معجزہ دکھایا، چاند دو ٹکڑے ہو کر نظر آیا، لیکن معاندین کو اس عظیم الشان اور واضح تر معجزہ سے بھی ہدایت نہ ملی، بعضوں نے کہا محمدؐ نے جادو کیا ہے، کسی نے کہا ایسی عجیب عجیب باتیں ہمیشہ ہوتی ہی رہتی ہیں، چنانچہ قرآن مجید نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ (قمر ۱)	قیامت کا وقت قریب آگیا، اور چاند شق ہوگیا، اور اگر یہ کافر کوئی نشانی بھی دیکھیں تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ جادو تو ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے

اب خداوند ذوالجلال کے رحم و کرم نے دوسری شان اختیار کی، یعنی اس کے قہر و غضب نے ان غیر صلاحیت پذیر ہستیوں سے سطح ارضی کو پاک کر دینے کا تہیہ کر لیا، اور وہ سنت الٰہی جو تمام گذشتہ امتوں کے ساتھ جاری رہی تھی یعنی یہ کہ معجزوں کے دیکھنے کے بعد ایمان نہ لانے پر کفار کی ہلاکت اور بربادی لازم ہو جاتی ہے، وہ قریش کے حق میں بھی جاری ہوئی۔

گذشتہ دستورِ الٰہی کی تفصیل کے مطابق اس ہلاکت کے عذاب کے نازل ہونے کے لیے پہلے دو چیزوں کی ضرورت تھی

---

[1] صحیح مسلم باب قولہ تعالیٰ وما کان اللہ لیعذبھم، [2] ہم نے قرآن مجید کے بتائے ہوئے اصول الٰہی کے مطابق اولاً ایسا سمجھا تھا کہ شق قمر کا معجزہ ہجرت سے پہلے ظاہر ہوا ہوگا، لیکن سیر و مغازی اور کتب حدیث کا مطبوعہ ذخیرہ اس دعویٰ کے ثبوت اور انکار دونوں سے خاموش تھا، اسی اثنا میں حاکم کی مستدرک کی دوسری جلد حیدرآباد سے چھپکر پہنچی، اس میں سورۂ قمر کی تفسیر میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے جو واقعہ کے عینی شاہد ہیں یہ تصریح ملی کہ یہ نشان قبل مخرج النبی صلعم یعنی ہجرت سے پہلے ظاہر ہوا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ہجرت سے کچھ ہی پہلے کا ہے، حاکم کی یہ روایت بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق ہے اور حافظ ذہبی نے تلخیص مستدرک میں اسکی تصدیق کی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہ روایت عبد الرزاق میں بھی موجود ہے (مستدرک ج ۲ صفحہ ۴۷۱ حیدرآباد)

(۱) مومنین کی جماعت کے ساتھ آنحضرت صلعم کی شہر مکہ سے ہجرت،

(۲) ہجرت سے پہلے، ہدایت کی کسی آخری کھلی نشانی کا ظاہر ہونا،

چنانچہ ہجرت سے پہلے شقِ قمر کا نشان ظاہر ہوا، اور اس کو دیکھکر بھی جب قریش کے رؤسا اسلام نہ لائے تو آنحضرت صلعم کو مکہ سے ہجرت کا حکم ہوا، اور ہلاکت کے عذاب کے نازل ہونے کا وقت قریب آگیا، صحابہ مین اسرار نبوت کے جو محرم تھے وہ پہلے ہی سمجھ چکے تھے کہ یہ ہجرت قریش کی بربادی کا پیش خیمہ ہے؛ مستدرک حاکم (جلد ۳ صفحہ ۷) اور مسند ابن حنبل (جلد ۱ صفحہ ۲۱۶) مین ہے کہ "جب آنحضرت صلعم مکہ سے نکلے تو حضرت ابوبکر نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ مکہ والون نے اپنے پیغمبر کو نکال دیا، اب یہ ضرور ہلاک ہوجائین گے، چنانچہ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ والی قتال کی آیت نازل ہوئی"۔

آنحضرت صلعم اور معجزۂ ہلاکت آنحضرت صلعم نے مکہ مین قریش کو تقریباً ۱۳ برس تک دعوت دی، اور ان تیرہ سالون کے اندر اس راہ مین ہر قسم کی مصیبت اور تکلیف برداشت کی، اور آیات ہدایت کے مختلف نمونے ان کو دکھائے، بالآخر شق القمر کا معجزہ بھی انکی نگاہون کے سامنے سے گذرا، اور آخر وہ وقت آیا جو اپنے اپنے پیغمبرون کے سامنے دوسری قومون پر آچکا تھا، یعنی قبیلۂ قریش مین سے وہ افراد صالحہ جو بے خوف وخطر حق کو قبول کرسکتے تھے، انھون نے حق کو قبول کرلیا، اور صرف وہ رؤسائے قریش رہ گئے جو قبول حق کی مطلق صلاحیت نہین رکھتے تھے، یا وہ ضعفا رہ گئے جو ان رؤسا کی موجودگی مین حق کا ساتھ دینے کی قوت نہین رکھتے تھے، اور اس لیے ضرورت ہوئی کہ ان رؤسا کے وجود سے ارضِ حرم کو پاک کیا جائے۔

آنحضرت صلعم مکہ سے مایوس ہوکر طائف تشریف لے گئے، لیکن وہان بھی کوئی حق کا سننے والا نہ تھا، بازار اور راستہ مین شریرون نے آپ کو پتھر مارے، یہان تک کہ قدم مبارک خون آلودہ ہوگئے، آپ مکہ واپس آرہے تھے کہ فرشتۂ جبال نے آپ کو ندا دی، کہ اگر اجازت ہو تو پہاڑون سے انکو چکنا چور کردیا جائے، رحمتِ عالم اب بھی مایوس نہ ہوئے، اور بارگاہِ الٰہی مین عرض کی کہ ابھی وہ معجزۂ ہلاک ظاہر نہ ہو، شاید کہ ان کی نسل سے کوئی

توحید کا پرستار پیدا ہو، صحیح بخاری و مسلم مین ہے کہ حضرت عائشہ نے آپ سے دریافت کیا کہ "یا رسول اللہ! احد کے علاوہ آپ پر سب سے زیادہ سخت دن کون تھا"، آپ نے فرمایا وہ دن جب مین نے (طائف کے سردار) عبد یالیل کے سامنے اپنے کو پیش کیا، اور اس نے انکار کیا، مین مغموم واپس آرہا تھا کہ فرشتۂ جبال نظر آیا، اور اس کے بعد آپ نے کفار کی ہلاکت کے لیے فرشتۂ جبال کی اجازت طلبی اور اپنا جواب بیان کیا، آنحضرت صلعم اُس دن کو اپنے ایام مصائب کی تاریخ مین سب سے زیادہ سخت فرماتے ہین، بظاہر ایسا سمجھا جاتا ہے کہ آپ نے طائف کی تکلیف کو سخت ترین دن فرمایا، لیکن واقعہ یہ نہین ہے، اس سے بھی زیادہ تکالیف اور مصیبت کی گھڑیاں آپ پر آئی ہین، بلکہ اس لحاظ سے آپ اس کو سخت ترین دن قرار دیتے ہین کہ یہ قریش کی فرصت اور مہلت کی اخیر گھڑی تھی، اور اب معجزۂ ہلاک اُن کے سر پر تھا، اور رحمت عالم کو اس کا صدمہ تھا، تاہم قریش کو اب آخری عذاب کی اطلاع دیدی گئی تھی، اور وہ نادان استہزاء کرتے تھے، جیسا کہ دوسری قومین بھی اپنے اپنے پیغمبرون کے ساتھ یہی کرتی آئی ہین، کفار قریش آنحضرت صلعم کی خدمت مین جاکر کہتے تھے، جس عذاب کی دھمکی دی جاتی ہے وہ کیون نہین آتا؟ اگر تم مین قدرت ہے تو وہ عذاب لاؤ۔ اور اپنی صداقت کی یہ آخری نشانی بھی دکھا دو۔

وَيَقُولُونَ لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ، (یونس ۲)

اور وہ لوگ کہتے ہین کہ اس پر خدا کی طرف سے کوئی نشان کیون نہین اُترتا، اے پیغمبر! کہدے کہ غیب کی بات خدا کے پاس ہے، تم اسکے ظہور کا انتظار کرو، ہم بھی تمہارے ساتھ منتظر ہین۔

کبھی آکر کہتے،

أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا أَوْ تَأْتِيَ بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا (بنی اسرائیل ۱۰)

یا جیسا تم کہا کرتے ہو آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے ہم پر گرادو یا خدا اور فرشتون کو ہمارے سامنے لے آؤ۔

لَوْ مَا تَأْتِينَا بِالْمَلَائِكَةِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ (حجر)

اگر تم سچے ہو تو کیون نہین ہمارے پاس فرشتون کو لے آتے ہو۔

خدا نے جواب مین کہا، (وَمَا کَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِیْنَ ﴿حجر﴾) جب فرشتے آجائین گے تو پھر اُنھین مہلت نہ دی جائے گی۔

کفارِ قریش کو معجزۂ عذاب کے دیکھنے کی جلدی تھی، کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ پیشینگوئی سراسر جھوٹ ہی، خدا نے کہا جب تک پیغمبر کی آمد کی برکات ختم نہ ہوجائینگی یعنی تمام افرادِ صالحہ الگ نہ ہوجائین گے، عذاب نہین آئے گا،

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ
مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ
لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ
(رعد ۱)

اور کفار جلدی چاہتے ہین تجھ سے بھلائی سے پہلے بُرائی، حالانکہ اُن سے پہلے گذشتہ قومون مین اس قسم کے واقعات گذر چکے ہین اور تیرا رب لوگون کی گنہگاری کے باوجود ان کو معاف کرتا ہی، اور تیرا رب بڑے عذاب والا بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے معجزہ کو ذکر کر کے کہتا ہے۔

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۙ فَيَاْتِيَهُمْ
بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۙ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ
مُنْظَرُوْنَ ۭ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتَ
اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ۙ ثُمَّ جَاۗءَهُمْ مَّا كَانُوْا
يُوْعَدُوْنَ ۙ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ۭ
وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ۝
(شعرا ۱۱۶)

وہ نہ مانینگے اسکو جب تک دُکھ کا عذاب نہ دیکھ لین گے پھر یہ عذاب اچانک اُن پر اس طرح آجائے گا کہ اُنکو خبر نہین ہونے پائے گی تو اسوقت کہین گے کہ ہمکو مہلت بھی کچھ مل سکتی ہے؟ کیا یہ کفار ہمارا عذاب جلد مانگتے ہین، بھلا دیکھو تو اگر ہمنے ان کو چند سال فائدہ اُٹھانیکا موقع دے بھی دیا، پھر اُن پر وہ عذاب آگیا جسکا وعدہ تھا، تو کیا اُنکی یہ دولت اُنکے کچھ کام آئے گی، ہمنے کسی آبادی کو ہلاک نہین کیا لیکن اس کو ڈر سنانے والے پہلے موجود تھے۔

یعنی اس اصول کی بنا پر کہ قومون کی ہلاکت سے پہلے اُن کے اندر ایک ڈر سنانے والا مامور ہوا کرتا ہے، قریش مین بھی ایک ڈر سنانے والا آیا، اگر وہ اس کی نہ سنین گے تو پچھلی قومون کی طرح وہ بھی نیست و نابود ہوجائین گے، سورۂ حج مین اللہ تعالیٰ قریش کو مختلف قومون کے حالات سنا کر کہتا ہے۔

فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى

تو کتنی بستیاں ہمنے برباد کردین، اور وہ گنہگار تھین اور اب

عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ۝ اَفَلَمْ
يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ
يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا فَاِنَّهَا
لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ
فِي الصُّدُوْرِ ۝ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ
وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ۝ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ
رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝ وَكَاَيِّنْ
مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ
اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۝ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ
اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ (حج)

وہ اپنی چھتوں پر ڈھی پڑی ہین، اور کتنے کنوین بیکار پڑے ہین
اور کتنے اونچے اونچے محل خراب اور ویران ہین۔ کیا یہ کافر زمین مین
چلے پھرے نہین ہین کہ ان کے پاس دل ہوتے جن سے سمجھتے، یا
کان ہوتے جن سے سنتے، کیونکہ آنکھیں کچھ اندھی نہین ہوتی ہین
(کہ انکو یہ عبرتناک مناظر سوجھائی دیتے ہون) مگر وہ دل اندھے ہوتے ہین
جو سینون مین ہین، اور یہ کافر تجھسے جلدی مانگتے ہین عذاب، اور اللہ
ہرگز اپنا وعدہ نہ ٹالے گا، اور تیرے رب کے نزدیک ایک دن تمہارے
ہزار برس کے برابر ہے، اور کتنی بستیان ہین کہ مین نے انکو ڈھیل دی،
اور وہ گنہگار تھین، پھر انکو پکڑا، اور میری طرف پھر آنا ہے، کہدے
اے لوگو! مین تو صاف صاف تمکو ڈر سنانے والا ہون۔

قرآن نے روسائے قریش کی طرف اشارہ کرکے پوچھا۔

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ (فاطر)

کیا وہ پہلی قومون کے دستور کا انتظار کر رہے ہین۔

چنانچہ گذشتہ قومون کے قانون کے پورے ہونے کے دن آگئے، یعنی رسول اور مومنین کو گنہگار قوم کی آبادی کے اندر سے نکل جانیکی اجازت ملی، کیونکہ جیسا پہلے گذر چکا ہے، جب تک رسول اپنی قوم سے ہجرت نہین کرتا، عذاب ہلاکت کا نشان ظاہر نہین ہوتا، چنانچہ کفار قریش کو جو اس نشان کے دیکھنے کے لیے بیتاب تھے پہلے ہی یہ جتا دیا گیا تھا۔

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ
مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ سُنَّةَ
مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ
لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل)

اور اگر وہ اس زمین سے تجھکو گھبرانے لگے ہین تاکہ یہان سے تجھکو
نکال دین، تو یہ یاد رہے کہ تیرے چلے جانے کے بعد وہ بہت کم
پھر ٹھہر سکین گے، تجھ سے پہلے جو رسول گذرے ہین ان کی یہ سنت ہے
اور خدا کی سنت کو تم ہٹا نہ پاؤ گے۔

ایک دفعہ آنحضرت صلعم صحنِ حرم مین نماز پڑھ رہے تھے، روساے قریش اِدھر اُدھر بیٹھے ہنسی دل لگی کی باتین کر رہے تھے، ابوجہل نے کہا کہ کون مذبح مین جاکر وہان سے اونٹ کی اوجھڑی اُٹھا لائے گا چنانچہ ایک شریر نے یہ خدمت انجام دی، اور جب آنحضرت صلعم سجدہ مین گئے، تو وہ نجاست آپ کی پشت مبارک پر ڈال دی۔ آنحضرت صلعم اس بوجھ سے سر نہین اُٹھا سکتے تھے، اور کفار اس منظر کو دیکھکر ہنسی سے بیخود ہوئے جاتے تھے حضرت عبداللہ بن مسعود جو اس موقع پر موجود تھے کہتے ہین کہ مین یہ دیکھ رہا تھا لیکن مجھ مین اتنی طاقت نہ تھی کہ مین ان کے سامنے کچھ کر سکتا، اسی اثنا مین ایک شخص نے جاکر حضرت فاطمہؓ کو اطلاع دی، جو اس زمانہ مین بچی تھین، وہ آئین اور اس نجاست کو ہٹایا تو آپ نے سر اُٹھایا، یہ پہلا موقع ہے کہ سرورِ عالم رُوساے قریش کے ایمان سے قطعاً مایوس ہوتے ہین۔ اور یہ اس لیے نہین کہ آپ کے جسم مبارک کو تکلیف پہنچی، بلکہ اس لیے کہ وہ نماز (یعنی مشاہدۂ جمال الٰہی) مین جو اس دنیا مین آپ کی محبوب ترین چیز تھی، خلل انداز ہوے۔

قرآن نے کہا:۔

اَرَأَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی ۵ عَبْدًا اِذَا صَلّٰی (علق) تو نے دیکھا اُس کو جو ایک بندۂ الٰہی کو نماز سے روکتا ہے۔

یہ روساے قریش کی مہلت کا آخر لمحہ تھا، آنحضرت صلعم نے بلند آواز مین بد دعا کی، اور اس آخری معجزۂ ہلاک کی درخواست کی، مگر پھر بھی رحمتِ عالم کی شفقت دیکھو کہ حضرت نوح اور حضرت موسیٰ کی طرح پوری قوم کی تباہی و بربادی کی دعا نہین مانگی، بلکہ صرف قریش کے رئیسون کے حق مین بد دعا کی اور ان مین سے بھی صرف سات رئیسون کے نام لیے، اور فرمایا "خداوندا! قریش کے سردارون کو لے۔ خداوندا! ابوجہل، عتبہ، شیبہ، عقبہ بن معیط، امیہ بن خلف، ولید بن عقبہ اور اُبی بن خلف کو پکڑ" یہ بد دعا سنکر سب کے ہوش اُڑ گئے[1]۔

اب سنت الٰہی کے مطابق معراج کے ساتھ ہجرت کی دعا آپ کو بتائی گئی[2]۔

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ خداوندا! مجھ کو خوبی سے کہین پہنچا، اور خوبی سے نکال، اور اپنے

---

[1] بخاری اور مسلم باب التقی النبی صلعم من اذی المشرکین [2] صحیح بخاری تفسیر آیت مذکور بنی اسرائیل، اور مستدرک حاکم (باب الہجرۃ) مین تصریح ہے کہ یہ دعا کے ہجرت ہی

صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا (بنی اسرائیل)

پاس سے مجھے ایک مدد کرنے والی طاقت عطا کر،

یہ دعا مقبول ہوئی اور بشارت آئی،

جَآءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا،

حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔ اور باطل مٹنے ہی کو ہے۔

(بنی اسرائیل)

انبیا کی سنت کے مطابق آنحضرت صلعم نے اپنے متبعین کے ساتھ ہجرت فرمائی، اور جس دن کا انتظار تھا وہ آگیا۔ قرآن نے کہا کہ، روسائے قریش پر آیتِ عذاب کے نازل ہونے کے لیے ہجرت کا انتظار تھا وہ ہو چکی، اور اب کوئی مزید انتظار نہیں۔

وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ ۚ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ ۝ وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ ھٰذَآ اِنْ ھٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۝ وَاِذْ قَالُوا اللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِکَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ، وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ وَمَا کَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَھُمْ وَھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ وَمَا لَھُمْ اَلَّا یُعَذِّبَھُمُ اللّٰہُ وَھُمْ یَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا کَانُوْٓا اَوْلِیَآءَہٗ اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ،

(انفال)

اور جب (اے پیغمبر) منکرین داؤ کر رہے تھے، تیری جان لینے کا، کہ وہ تجھکو قید کریں، یا مار ڈالیں، یا جلاوطن کر دیں۔ وہ داؤ کرتے ہیں اور خدا بھی داؤ کرتا ہے، اور خدا داؤ کرنیوالوں میں سب سے بہتر ہے۔ اور جب اُن کو ہماری آیتیں پڑھکر سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں، ہاں ہم نے سنا، اگر چاہیں تو ہم بھی ایسا کہہ سکتے ہیں، یہ تو فقط اگلوں کی کہانیاں ہیں، اور جب وہ کہتے ہیں کہ اے خدا اگر یہ قرآن حق ہے، تو ہم پر پتھروں کی بارش کر، یا کوئی اور بڑا عذاب ہم پر لا، اور خدا اُن پر (ہجرت سے پہلے) کیونکر عذاب کرتا جب کہ تو اُن میں تھا، اور خدا اُن پر عذاب کرنیوالا نہیں ہے، درانحالیکہ وہ مغفرت چاہتے ہوں، اور خدا اُن پر عذاب کیوں نازل نہ کریگا، جب وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں، حالانکہ وہ اسکی تولیت کے مستحق نہیں ہیں،

غزوۂ بدر معجزۂ ہلاک تھا

جس طرح دوسری قوموں کے لیے مختلف معجزاتِ عذاب آئے، اِسی طرح جس قوم میں آنحضرت صلعم

مبعوث ہوئے تھے، اُس کے لیے غزوۂ بدر، معجزۂ عذاب تھا، ہجرت سے قبل آنحضرت صلعم کی بد دعا سے پہلے قریش پر قحط کا عذاب آیا، جو اس قدر سخت تھا کہ بھوک سے آنکھون کے سامنے اندھیرا چھا جاتا تھا، آسمان کی طرف دیکھتے تھے تو دھوان سا نظر آتا تھا، بعض روسائے قریش نے خدمت نبوی مین آکر کہا کہ "محمدؐ! تم رحم و شفقت اور صلۂ رحم کی دعوت دیتے ہو، تم دیکھتے ہو کہ اس قحط سے قریش کا کیا حال ہے؟" آنحضرت صلعم نے دعا کی اور یہ بلا دور ہوئی، مگر پھر قریش کی سرگرانی کا وہی عالم ہو گیا، تو اُن کے لیے معجزۂ عذاب کے سوا کوئی اور طریقۂ علاج باقی نہ رہا، چنانچہ ہجرت کے بعد بدر کا بطشۂ کبری (بڑی پکڑ) اون کے لیے ہلاکت کی نشانی قرار پائی، قرآن مجید نے ہجرت سے پہلے ہی مکہ مین اپنا یہ اعلان عام سنا دیا تھا جس مین پہلے اس قحط کی، پھر اُن کے گڑگڑانے کی اور اس کے بعد غزوۂ بدر کی پیشینگوئی تھی۔

فَارْتَقِبْ یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ یَّغْشَی النَّاسَ ۰ ھٰذَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۰ رَبَّنَا اکْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ۰ اَنّٰی لَھُمُ الذِّکْرٰی وَقَدْ جَآءَھُمْ رَسُوْلٌ مُّبِیْنٌ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْہُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ۰ اِنَّا کَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِیْلًا اِنَّکُمْ عَآئِدُوْنَ ۰ یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَۃَ الْکُبْرٰی اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ۰ وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَھُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ، (دخان)

اس دن کی راہ دیکھ جب آسمان صاف دھوان کر لاوے، جو لوگون کو گھیرے، اس وقت کہا جائیگا یہ ہے دُکھ کی مار تب گڑگڑائین گے کہ خداوندا ہمسے یہ عذاب دور کر دے ہم ایمان لاتے ہین، کہان ہو انکے لیے سمجھنا، حالانکہ اُن کے پاس کھول کر سنانے والا رسول آچکا تو اس سے پیٹھ پھیری، اور کہا کہ یہ سکھایا ہوا دیوانہ ہے، اچھا ہم تھوڑے دنون کیلیے عذاب دور کر دیتے ہین تم پھر وہی کرنے والے ہو انتظار کرو اس دن کا جب ہم بڑی پکڑ پکڑین گے، ہم بدلہ لینے والے ہین، اور ان سے پہلے فرعون کی قوم کو ہم آزما چکے ہین۔

اِن آیات کریمہ مین پورے واقعہ کی تصویر کھینچ دی گئی ہے، اور آخر مین یہ بھی ظاہر کر دیا گیا ہے کہ بطش اکبر ان روسائے قریش کے لیے وہی حیثیت رکھتا ہے، جو قوم فرعون کے لیے غرقِ بحر کی حیثیت تھی، حضرت عبداللہ بن مسعود نے بیان کیا ہے کہ یہ آیتین قریش کی شان مین نازل ہوئی ہین، قریش نے جب نافرمانی کی تو آنحضرت صلعم نے خدا سے دعا کی کہ "اے خدا! ان پر حضرت یوسف کے سات برس والے قحط کی طرح قحط نازل کر،" چنانچہ مکہ مین سخت قحط پڑا، یہان تک کہ بھوک سے آسمان اور قریش کی آنکھون کے درمیان دھوان سا اڑتا نظر آتا تھا۔ انھون نے آنحضرت صلعم

کے سامنے آکر دعا کی درخواست کی، چنانچہ آپ نے دعا کی، اور بارش ہوئی، خدانے کہا کہ وہ پھر اپنی پہلی حالت پر آجائین گے، یعنی ایمان قبول نہ کرین گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، تب اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے بطشۃ الکبری (بڑی پکڑ) کا دن مقرر فرمایا، یعنی بدر[1]"

یاد ہوگا کہ صحن حرم مین روسائے قریش جو نماز مین خلل انداز ہوئے تھے، آپ نے ان کا نام لے لیکر ہر ایک کے حق مین بد دعا کی تھی، اس سے پہلے کہ غزوۂ بدر کا واقعہ پیش آئے، ہجرت کے بعد ہی آپ نے انکی ہلاکت و بربادی کا اعلان کر دیا تھا، بدر سے پہلے حضرت سعد انصاری عمرہ کو گئے تھے، ابوجہل نے انکو روکا، امیہ نے بیچ مین دخل دینا چاہا، حضرت سعد نے کہا "امیہ! تم دخل نہ دو، آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ تم اُن کے ہاتھون سے مارے جاؤگے" یہ سنکر امیہ ڈر گیا، چنانچہ جب بدر کا موقع پیش آیا تو اس نے جانے مین پس و پیش کیا، لوگون کے طعن سے اُس نے جانا چاہا تو اسکی بیوی نے دامن تھام لیا اور کہا "کیا تم کو اپنے یثربی دوست کی بات یاد نہین[2]؟"

جب غزوۂ بدر کے لیے آپ سلمانون کو ساتھ لیکر نکلے، تو اُس وقت جیسا کہ پہلی جلد مین تفصیل گذر چکی ہے، مسلمانون کے سامنے قریش کی دو جمعیتین تھین، ایک قریش کا شامی قافلہ، جو مدینہ کی راہ سے گذر کر مکہ کو جا رہا تھا، دوسرا روسائے قریش کا جنگی لشکر جو مسلمانون سے لڑنے کے لیے نکلا تھا، خدانے مسلمانون سے وعدہ کیا تھا کہ ان دو جمعیتون مین ایک اُن کے ہاتھ لگے گی، عام مسلمان یہی سمجھتے تھے کہ تجارتی قافلہ اُن کے ہاتھ آئے گا، لیکن حضور انور صلعم کو اچھی طرح معلوم تھا کہ آج معمولی فتح و شکست کا نہین، بلکہ اس بطشۃ الکبریٰ کا دن ہے جسکا بارگاہ الٰہی مین مدت سے وعدہ تھا، رات کو جب مسلمان بدر کے پڑاؤ پر پہنچے مین تو انھین یہ فکر ہوئی کہ قریش کے تجارتی قافلہ کا پتہ لگایا جائے، چنانچہ مسلمان مخبر اِدھر اُدھر گئے، اور ایک چرواہے کو پکڑ کر لائے، اور اس سے قریش کے قافلہ کا حال پوچھنے لگے، اُسنے جواب دیا کہ "قریش کے قافلہ کا تو مجھے علم نہین البتہ ان کا لشکر اودھر پڑا ہوا ہے" یہ سنکر مسلمانون نے اس کو مارا کہ یہ ہمسے صحیح حال چھپاتا ہے، مار کھانے پر اُس نے کہا "اچھا ٹھہرو قافلہ کا حال بتاتا ہون" جب لوگ اس کو چھوڑ دیتے تو

[1] صحیح بخاری تفسیر سورۂ دخان [2] صحیح بخاری کتاب المغازی۔

وہ پھر یہی کہتا کہ "مجکو قافلہ کی خبر نہین، البتہ یہ جانتا ہون کہ اُدھر قریش کا لشکر سامنے پڑا ہے" آنحضرت صلعم نماز مین مصروف تھے، اس سے فراغت ہوئی تو فرمایا "جب وہ جھوٹ کہتا ہے تو تم چھوڑ دیتے ہو، اور جب وہ سچ کہتا ہے تو تم مارتے ہو" اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ "یہ قریش کی تباہی کا دن ہے، یہ ابو جہل کا مقتل ہے، یہ عتبہ کا ہے، یہ ابی کا ہے، وغیرہ" راوی کہتا ہے کہ آپ نے جسکا مقتل جہان متعین فرمایا تھا، ایک سرِمو وہان سے اُس نے تجاوز نہین کیا، اور معرکۂ جنگ مین وہ وہین مرا پڑا ملا، حضرت عبداللہ بن مسعود جو صحنِ حرم کی بددعا کے دن موجود تھے، وہ کہتے ہین کہ عرب کے وہ ساتون رئیس جنکے حق مین آپ نے بددعا کی تھی، کُل کے کُل بدر کے میدان مین ڈھیر ہوگئے[1]، اور بطشۃ الکبریٰ کے انتقام کی پیشینگوئی پوری ہوئی۔

سورۂ انفال جس مین بدر کے تمام واقعات کا ذکر ہے، اس مین اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر کر دیا ہے کہ یہی وہ فیصلہ کا دن تھا جس کا مدت سے انتظار تھا۔

وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ (انفال ۱)	اور خدا چاہتا ہے کہ حق کو اپنی باتون سے مستحکم کردے اور کافرون کا پچھا کاٹ دے، تاکہ حق کو حق اور باطل کو باطل کردے اگرچہ گنہگار اس کو پسند نہ کرین۔

وسط سورہ مین فرمایا،

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ (انفال ۷)	یہ ویسا ہی ہوا جیسا فرعون والون کا اور اُن سے پہلون کا کہ انھون نے اپنے پروردگار کی نشانیون کو جھٹلایا تو ہمنے انکے گناہون کے سبب انکو ہلاک کر دیا۔

یہ فیصلہ کا دن تھا۔

وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ (انفال ۵)	اور جو ہم نے اپنے بندہ پر فیصلہ کے دن اتارا، جس دن دونون لشکر آمنے سامنے بھڑے۔

[1] یہ دونون واقعے صحیح بخاری و مسلم مین موجود ہین۔

اور یہ سب اس لیے ہوا کہ

لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا، (انفال) تاکہ خدا اس کام کو پورا کردے جو پہلے مقرر کیا جا چکا تھا۔

نکتہ، بدر کے میدان مین جب تین سو بے سروسامان مسلمان، ایک ہزار لوہے مین غرق فوج سے مقابل تھے آنحضرت صلعم نے بھی اُسی قسم کی دعا مانگی، جیسے حضرت نوح نے طوفان سے، اور حضرت موسیٰ نے غرق سے پہلے اپنی اپنی قوم کے لیے مانگی تھی، حضرت نوح نے کہا "خداوندا اب زمین پر کوئی کافر بسنے والا نہ چھوڑ کہ جب تک وہ زندہ رہین گے تیرے نام کی تقدیس نہ ہوگی اور نہ ان کی نسل سے کوئی تیرا نام لینے والا پیدا ہوگا" حضرت موسیٰ نے کہا "خداوندا اُنکے دل سخت کردے کہ جب تک عذاب نہ دیکھ لین گے، ایمان نہ لائین گے" لیکن اس موقع پر آنحضرت صلعم کی زبانِ مبارک سے جو فقرہ نکلا وہ یہ تھا کہ "خداوندا اپنا وعدہ پورا کر، اگر یہ مٹھی بھر مسلمان تباہ ہوگئے تو پھر کوئی تیرا نام لینے والا نہ رہے گا"

حضرت نوح اور حضرت موسیٰ نے براہ راست اپنی اپنی قوم کی تباہی کی دعا مانگی، لیکن رحمتِ عالم نے اب بھی دعا مانگی تو صرف اہلِ توحید کی فتح و نصرت کی، دشمنون کی تباہی و بربادی کی نہین۔

حاکم نے مستدرک (جلد ۳ صفحہ ۲۱) مین بروایت صحیح نقل کیا ہے، کہ بدر کے قیدی جب گرفتار ہو کر آئے، اور آپ نے اُنکے متعلق صحابہ سے مشورہ طلب کیا، اور مختلف صاحبون نے مختلف رائین پیش کین، تو آپ نے فرمایا "یہ کفار قریش اپنے اُنھین بھائیون کی طرح ہین، جو ان سے پہلے تھے (یعنی گذشتہ انبیا کی امتون مین) نوح نے دعا کی کہ "خداوندا! زمین پر ان کافرون مین سے کوئی آباد گھر والا باقی نہ رکھ" موسیٰ نے کہا "ہمارے پروردگار! ان کی دولت کو میٹ دے، اور ان کے دلون کو سخت کردے" ابراہیم نے فرمایا "جس نے میری پیروی کی وہ مجھسے ہے۔ اور جس نے میری نافرمانی کی، تو خدا غفور و رحیم ہے" عیسیٰ نے کہا "(الٰہی!) اگر تو ان (نافرمانون) پر عذاب بھیجے تو وہ تیرے بندے ہین۔ اور اگر تو انکو معاف کرے تو تو غالب اور دانا ہے" اس کے بعد آنحضرت صلعم نے قریش کو خطاب کر کے فرمایا کہ "تم لوگ وہ قوم ہو جس مین فریب اور دغا سے قتل کردینے کا رواج ہے، تو تم مین سے کوئی زرِ فدیہ یا اپنا سر دیئے بغیر لوٹ کر نہ جا سکے گا"

اس روایت سے ہمارے اصول مذکورہ کی حرف حرف تائید ہوتی ہے، یعنی یہ کہ:-

۱- بدر قریش کے لیے ویسا ہی عذابِ ہلاکت کا دن تھا، جیسا گذشتہ قومون پر ہلاکت کے دن آیا کیے ہین-

۲- آنحضرت صلعم نے اِس موقع پر دو قسم کے انبیا کے نام اور انکی دعاؤن کا ذکر فرمایا، ایک وہ جنھون نے سخت گیری کا پہلو اختیار کیا، مثلاً حضرت نوحؑ اور حضرت موسیٰؑ نے، دوسرے وہ جنھون نے نرمی کا اظہار کیا، مثلاً حضرت ابراہیمؑ، اور حضرت عیسےٰؑ نے، آنحضرت صلعم نے ان دونون مین سے بیچ کی راہ اختیار کی-

سحر اور معجزہ کا فرق اور ساحر اور پیغمبر مین امتیاز

گذشتہ صفحات مین انبیاء کے جو خصائص و امتیازات اور علامات و آثار بتائے گئے ہین، اُن سے خود سحر و معجزہ کا فرق، اور ساحر و پیغمبر کا امتیاز ظاہر ہوتا ہے، سحر و شعبدہ صرف دل لگی کے آنی تماشے ہوتے ہین، لیکن معجزات و آیات قومون اور جماعتون کے صلاح و فساد، تعمیر اور تخریب، ترقی اور تنزل کے اسباب و سامان ہوتے ہین، ساحر کا مقصد کسی غیر معمولی واقعہ کا صرف حیرت انگیز طریقہ سے اظہار ہوتا ہے، تاکہ وہ دیکھنے والون کو تھوڑی دیر کے لیے متحیر کر دے، لیکن پیغمبر کا مقصد اپنے ان حیرت انگیز اعمال سے دنیا کی اصلاح، قومون کی دعوت، جماعتون کی تہذیب، اور دین الٰہی کی تقویت کے سوا کچھ اور نہین ہوتا، پیغمبر، بشیر، نذیر، مُزکّی، ہادی، سراجِ منیر اور شاہدِ عالم ہوتا ہے، ساحر ان تمام اوصاف سے خالی ہوتا ہے اور حیرت انگیز تماشاگری کے سوا کوئی اور ممتاز بات اس کے اندر نہین ہوتی-

قرآن مجید مین سحر کے متعلق جقدر بیانات ہین، اُن سے واضح ہوتا ہے کہ وہ سحر کی حقیقت کو تسلیم نہین کرتا، اور تخئیل اور نظر بندی سے زیادہ اس کو وقعت نہین دیتا، ہاروت و ماروت کے قصہ مین سحر کے زور و قوت کا منتہا یہ بیان کیا ہے:

مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ؕ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ؕ (بقرہ)

سحر کا وہ فن سیکھتے ہین جس سے خاوند اور اسکی بیوی مین تفریق کر دیتے ہین اور یہ کسی کو حکم الٰہی کے بغیر نقصان نہین پہنچا سکتے اور یہ وہ چیز سیکھتے ہین جو ان کو نقصان پہنچاتی ہے، اور نفع نہین پہنچاتی-

غرض سحر جادو کوئی مؤثر حقیقی شے نہین، سورۂ طٰہٰ مین نہایت تصریح کے ساتھ یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ خیال سے زیادہ اسکی حقیقت نہین،

فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ	پھر ناگاہ مصر کے جادوگرون کی رسیان اور لاٹھیان ان کے جادو
أَنَّهَا تَسْعَىٰ (طہ-۳)	کے اثر سے موسیٰ کے خیال مین معلوم ہونے لگین کہ وہ دوڑ رہی ہین،

حکم ہوا کہ موسیٰ تم بھی اپنا عصائے اعجاز ڈالدو نتیجہ یہ ہوا کہ حق نے باطل پر فتح پائی۔

قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَىٰ ۝ وَأَلْقِ مَا فِي	ہم نے کہا موسیٰ ڈرو نہین تم ہی سربلند ہوگے تمھارے داہنے ہاتھ مین جو ہے
يَمِينِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوا ۝ إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدُ سٰحِرٍ	تم اس کو ڈالدو وہ انکی صنعت کاری کو نگل جائیگا، بیشک جادوگرون
وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ ، (طہ-۳)	نے جو صنعت کی تھی وہ جادوگر کا فریب تھا اور جادوگر جدھر سے بھی آئے فلاح نہین پاسکتا

ساحر اور نبی مین اللہ تعالیٰ نے جو فرق و امتیاز بتایا وہ یہی ہے کہ نبی **فلاح** پاتا ہے، اور جادوگر **فلاح** نہین پاتا، نبی کے تمام اعمال، مساعی، جد و جہد اور معجزات کا مرکز و محور فلاح اور خیر ہوتا ہے، اور جادوگر کا مقصد صرف فریب، دھوکا اور شر ہوتا ہے، دوسری جگہ ایک اور آیت مین اسی مفہوم کو دُہرایا گیا ہے، حضرت موسےٰ مصر کے جادوگرون سے کہتے ہین،

مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ إِنَّ اللَّهَ سَيُبْطِلُهُ إِنَّ اللَّهَ لَا	جو تم لائے ہو وہ جادو ہے، اللہ اس کو باطل کردیگا، بیشک اللہ شریرون
يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ ۝ (یونس ۸)	کے کام کو نہین سنوارتا،

یعنی سحر و جادو ایک آنی تماشا ہوتا ہے اور اعجاز کا اثر دائمی ہوتا ہے، اور اس کے نتائج دنیا مین نہایت عظیم الشان ہوتے ہین، فرعون نے حضرت موسیٰ کے اعجاز کو دیکھکر کہا کہ یہ سب جادو کے کرشمے ہین، حضرت موسیٰ نے جواب دیا۔

أَسِحْرٌ هٰذَا ۝ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُونَ ، (یونس ۸)	کیا یہ جادو ہے، اور جادو کرنے والے تو فلاح نہین پاتے،

غرض "فلاح" اور "عدم فلاح" سحر اور اعجاز کے درمیان سب سے بڑا فرق ہے۔

کفار آنحضرت صلعم کی نسبت کہتے تھے کہ یہ شیطان کی قوت سے یہ کلام پیش کرتے ہین، اور ان کے کلام کا سرچشمہ شیطان کی تعلیم ہے، خدا نے اس کے جواب مین کہا کہ اس حقیقت کا امتیاز کہ اس کا منبع اور سرچشمہ خیر ہے یا شر، اور یہ شیطان کی

قوت کا نتیجہ ہے یا ملکوتی طاقت اس کا مظہر ہے نہایت آسان ہو اور خود مدعی کی زندگی اور اس کے اخلاق و اعمال اس کے شاہدِ عدل ہیں، حضرت عیسیٰ کے قول کے مطابق کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے، ان دونوں قوتوں کے درمیان تفریق کچھ زیادہ مشکل نہیں، خدانے کہا "ہم بتائیں شیطان کس پر اترتے ہیں"۔

عَلٰی کُلِّ اَفَّاکٍ اَثِیْمٍ یُلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَکْثَرُھُمْ کٰذِبُوْنَ، (شعراء) — شیطان اترتے ہیں ہر جھوٹے گنہگار پر لا ڈالتے ہیں وہ سنی بات اور بہت ان میں جھوٹے ہیں۔

یعنی نبی اور متنبی کا فرق خود اس کی اخلاقی زندگی ہے، علاوہ ازیں افترا پرداز اور شریر کے کام کو مستقل اور دائمی زندگی عطا نہیں ہوتی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ہ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ وَّلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ، (نحل) — جو لوگ کہ خدا پر جھوٹ باندھتے ہیں، وہ فلاح نہیں پاتے، چند روزہ کامیابی اور ہمیشہ کا دردناک عذاب۔

معجزات اور نشانات سے کن لوگوں کو ہدایت ملتی ہے

معجزات، دلائل، آیات اور آثار سے ہدایت کن لوگوں کو عطا ہوتی ہے؟ قرآن مجید نے اُن کے اوصاف و شرائط بیان کیے ہیں۔

(۱) سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ اس کو خدا پر ایمان ہو، اگر اس کو سرے سے خدا پر ایمان نہیں، تو اس کو معجزہ سے ہدایت نہیں مل سکتی، اس کے لیے اس کی ضرورت ہے کہ پہلے کائنات کے اسرار و عجائب کو دیکھکر ایک قادر مطلق ہستی کے وجود پر یقین کرے، اس کے بعد معجزات اور نشانیوں کے ذریعہ سے اس کو نبوت کے باب میں ہدایت نصیب ہوگی۔

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا تُغْنِی الْاٰیٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ (یونس) — کہہ اے پیغمبر کہ غور سے دیکھو کیا کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں، اور کچھ کام نہیں آتیں نشانیاں اور ڈراوے ان لوگوں کے جو ایمان نہیں رکھتے۔

(۲) دوسری چیز جو آیات اور نشانیوں سے عبرت پذیر نہیں ہونے دیتی وہ خودی اور تکبر ہے، معاندین چونکہ عموماً دولتمند رؤسا اور مدعیانِ عقل و خرد ہوتے ہیں اس لیے ان کا جذبۂ انانیت اور ترفع ان کو داعیانِ حق کے علم کے

نیچے کھڑے ہونے سے باز رکھتا ہے، اس بناپر آیات اور نشانیون سے ہدایت پانے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس جذبہ سے پاک ہون، معاندین نے ہمیشہ انبیا کو کہا " بَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهُ " یہ پیغمبر تو ہماری طرح ایک آدمی ہے، کیا ہم اسکی پیروی قبول کرلین " مصر کے بادشاہ اور سردارون نے اسی جذبہ کی بناپر حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کی دعوت کے قبول کرنے سے انکار کیا، اوران کو گوناگون معجزات دیکھنے کے بعد بھی ہدایت نہین ملی۔

ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَائِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ فَقَالُوْا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ، (مومنون ۳)

پھر ہم نے موسیٰ اور اوس کے بھائی ہارون کو نشانیان اور کھلی قوت دیکر فرعون اوراس کے سردارون کے پاس بھیجا تو انھون نے غرور کیا اور وہ مغرور لوگ تھے، توانھون نے کہا کیا ہم اپنی ہی طرح کے آدمیون پر ایمان لائین درانحالیکہ انکی قوم ہماری رعایا ہے،

اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید مین ایسے منکرون اور خودپسندون کی نسبت اپنا یہ فیصلہ سنادیا۔

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا، (اعراف ۱۷)

ہم ان لوگون کو اپنی نشانیون کے سمجھنے سے پھیر دینگے، جو زمین مین ناحق تکبر کرتے ہین، اور اگر وہ تمام نشانیون کو دیکھ بھی چکین تب بھی ایمان نہ لائینگے،

قریش کے معاندین جو اپنی قوم کے روساء، اکابر اور اہل دولت تھے، وہ بھی ان نشانیون سے اسی لیے ہدایت نہ پاسکے کہ ان کو ایک غریب ومفلس اور بے یار ومددگار انسان کی پیروی گوارا نہ تھی، وہ کہتے تھے کہ اگر نبوت ہوتی بھی تو مکہ یا طائف کے کسی بڑے آدمی کو ملتی۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝ (زخرف ۳)

اور انھون نے کہا کہ یہ قرآن طائف اور مکہ کے کسی بڑے آدمی پر کیون نہین اترا۔

سب سے آخری چیز جو آیات اور نشانیون سے ہدایت پانے کی صلاحیت اور استعداد پیدا کرتی ہے، وہ دل کا قبول حق کی طرف میلان ہے، بڑے سے بڑے خوارق اور عجیب سے عجیب معجزات ان لوگون کے نزدیک

سحر وجادو سے زیادہ وقعت نہین رکھتے، جنکے دل انابت اور رجوع الی الحق کی استعداد سے خالی ہین۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ (رعد ۴)

اور کافر کہتے ہین کہ اس پر اس کے خدا کی طرف سے کوئی نشانی کیون نہین اتری، کہدے کہ خدا جسکو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور اسی کو اپنی طرف راہ دکھاتا ہے جو خدا کی طرف اپنے کو رجوع کرتا ہے۔

اگر قبولیت اور اصلاح کی یہ استعداد نہو تو بڑا سا بڑا معجزہ بھی باطل پرستی سے زیادہ نہین، اور یہی وہ لوگ ہین جن کے دلون پر گمرہی اور شقاوت کی مُہر لگی ہوئی ہے، مشرک جو کسی مذہبِ حق کو نہین مانتے اور علم سے بے بہرہ ہین ان کا یہی حال ہے۔

وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ۝ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (روم ۶)

اور (اے پیغمبر) اگر تو ان کے پاس کوئی نشانی لائے تو وہ جو منکر ہین کہین گے کہ تم فریبی ہو، اسی طرح اللہ ان لوگون کے دلون پر مہر کردیتا ہے جو علم نہین رکھتے۔

اہل کتاب یعنی یہود اور نصاریٰ پیغمبر اسلام کی صداقت کے طلب ثبوت مین یہ کہتے ہین کہ اُسوقت تک ہم اُن کو پیغمبر برحق تسلیم نہ کرین گے جب تک اسی قسم کے معجزے وہ نہ دکھائین جیسے اُن پیغمبرون نے لوگون کو دکھائے تھے، قرآن کہتا ہے کہ فرض کرو کہ صرف اُنھین جیسے معجزون سے پیغمبری کی سچائی تسلیم کیجا سکتی ہے تو اُن پیغمبرون نے تو وہی معجزے دکھائے تھے، پھر ان کو دیکھکر اُن کے زمانہ کے کل منکرین کیون ایمان نہ لائے۔ اور آخر تک وہ اُن کو جادوگر ہی کیون سمجھتے رہے۔

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ج قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ (قصص ۵)

تو جب ہماری طرف سے سچائی اُن کے پاس آئی تو انھون نے کہا کیون نہین (محمد کو) ویسی ہی چیز دیگئی جیسی موسیٰ کو دیگئی تھی، کیا موسیٰ کو جو چیز دیگئی تھی اسکا انکار منکرین پہلے نہین کرچکے، انھون نے کہا کہ یہ جادوگر ہین جو باہم ایک دوسرے کے مددگار ہین، اور انھون نے کہا ہم سب کا انکار کرتے ہین۔

صداقت کی نشانی صرف ہدایت ہے

قرآن مجید نے اس کے بعد ہی کہا کہ صداقت کی نشانی صرف ہدایت اور رہنمائی ہے، کہ مدعی جو پیغام اور جو احکام پیش کرتا ہے، وہ انسانوں کو فلاح، نجات اور رُشد کی طرف لے جاتے ہیں، اور جو ان سے انکار کرتے ہیں وہ ظالم اور خودسر ہیں اُن کو ہدایت کی سعادت نہیں ملتی۔

قُلْ فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِّنْ عِندِ اللَّهِ هُوَ أَهْدَىٰ مِنْهُمَا أَتَّبِعْهُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ ۚ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ (قصص)

کہدے (اے پیغمبر!) کہ اگر توراۃ اور قرآن دونوں کتابیں جھوٹی ہیں اور تم سچے ہو تو ہدایت میں ان سے بڑھکر کوئی کتاب الٰہی لاؤ، تو میں اسکی پیروی کروں، تو اگر وہ تمہارے اعلان کے مطابق نہ کر دکھائیں تو جان لو کہ یہ صرف اپنی خواہش نفسانی کی پیروی کرتے ہیں۔ اور اس سے بڑھکر گمراہ کون ہے جو ہدایت الٰہی کو چھوڑ کر اپنی خواہش نفسانی کی پیروی کرتا ہو۔ اللہ خودسر لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔

آیات و دلائل نبوی
کی
تفصیل

"معجزہ" کے ہر پہلو پر کلی حیثیت سے بحث کرنے کے بعد اب موقع آیا ہے کہ آنحضرت صلعم کے تمام مافوق فہم بشری سوانح و واقعات کی تفصیل کی جائے، یہ سوانح و واقعات دو قسم کے ہین، ایک وہ جو حقیقت مین لوازم نبوت ہین، اور کم و بیش ہر پیغمبر کو وہ ایک ہی طرح پیش آئے ہین ہمنے اُن کا نام **خصائص النبوۃ** رکھا ہے، دوسری قسم مین وہ جزئی واقعات داخل ہین، جو ہر پیغمبر سے اُس کے حالاتِ زمانہ کے مطابق مختلف صورتون مین صادر ہوئے ہین اور جن کو اصطلاح عام مین **معجزات** کہتے ہین۔

ہم نے ان معجزات کو اُن کے استناد اور ماخذ کی حیثیت سے تین مختلف ابواب مین منقسم کردیا ہے، پہلے مین وہ معجزانہ واقعات ہین جو بنصِ صریح یا اشارۂ قرآن مجید مین مذکور ہین، دوسرا باب اُن معجزات کا قرار دیا ہے جو صحیح اور مستند روایات سے ثابت ہین، اور تیسرے باب مین اُن معجزات پر بحث کی ہے جنکو گو بعض محدثین اور اربابِ سیر نے اپنی کتابون مین جگہ دی ہے، مگر محدثانہ اصول کی بنا پر وہ تمام ترکمزور اور غیر مستند ہین، اس کے بعد کتب سابقہ کی وہ پیشینگوئیان درج ہین جو آنحضرت صلعم کی آمد کے متعلق اُن کتابون مین پائی جاتی ہین، اور سب سے آخر مین خصائص محمدی کا باب ہے، اس تفصیل کے مطابق آیندہ اوراق کی ترتیب حسب ذیل صورت ہوگی۔

۱۔ خصائص النبوۃ۔

۲۔ وہ آیات و دلائل جنکا ذکر قرآن مجید مین ہے۔

۳۔ صحیح اور مستند روایتون سے جو آیات و دلائل ثابت ہین۔

۴۔ غیر مستند روایتین اور اُن پر تنقید،

۵۔ کتب سابقہ کی بشارتین۔

۶۔ خصائص محمدی۔

خصائص النبوۃ

دنیا مین ہر جنس، اور ہر نوع کی کچھ نہ کچھ خصوصیات ہوتی ہین جنکے سبب سے وہ اپنے غیر سے ممتاز ہوتی ہے، وہ خصوصیات ایسی ہوتی ہین جن سے اُس جنس اور نوع کی کوئی فرد خالی نہین ہوتی، اسی طرح **نبوت** کی بھی کچھ نہ کچھ خصوصیتین ہین، جو اُس کے لیے بمنزلہ لوازم حقیقت کے ہین، چنانچہ دنیا مین جس قدر پیغمبر کسی نہ کسی قوم، اور کسی نہ کسی زمانہ مین آئے ہین، وہ اُن خصوصیات سے ہمیشہ ممتاز ہوئے ہین، مثلاً یہ کہ خدا نے کسی نہ کسی طرح اُنکو اپنے کلام و ارشاد سے مفتخر، اور اپنے احکام سے مطلع فرمایا ہے، اُن کے ادراک و احساس کی قوتون کو اس قدر بلند کیا کہ عام انسانون کو جو چیزین نظر نہین آتین اُس کو نظر آئی ہین، عامۂ بشر جن آوازون کو نہین سُن سکتے وہ اُنکو سنائی دی ہین، ملائکۂ الٰہی خدا کے قاصد بنکر اُن کے پاس آئے ہین، صداقت کے لحاظ سے اُن کے خواب اور بیداری کا ایک ہی عالم رہا ہے، کیونکہ گو اُنکی آنکھین سوتی ہین، لیکن اُن کے دل نہین سوتے[۱]، اور اُنکو اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیون مین سے کوئی نہ کوئی نشانی بھی عطا فرمائی ہے[۲]۔

آنحضرت صلعم چونکہ افضل الرسل اور خاتم النبیین تھے، اس لیے ان خصوصیات مین سے ہر خصوصیت کا وافر حصہ آپ کو عنایت ہوا تھا، اسی لیے مکالمۂ الٰہی، نزولِ ملئکہ، مشاہدۂ خواب و بیداری، وغیرہ خصائص نبوت کے واقعات آپ کی سیرت مین دوسرے انبیا علیہم السّلام کی سیرتون سے بیشتر اور کامل تر نظر آتے ہین، چنانچہ قرآن مجید مین اُنکے اشارات اور احادیث صحیحہ مین اُنکی تفصیلات مذکور ہین، مختلف انبیاء مین ان خصائص کا کم و بیش ہونا بھی خود قرآن مجید کا فیصلہ ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ	ان پیغمبرون مین سے بعض کو بعض پر ہمنے فضیلت بخشی ہے، ان مین سے
وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ	بعض سے خدا نے باتین کین، بعضون کے رتبے بلند کیے۔ اور مریم کے بیٹے عیسیٰ کو
وَاَيَّدْنَاهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ (بقرہ ۳۴)	ہمنے کھلی نشانیان دین اور روح القدس کے ذریعہ سے اسکی تائید کی۔

[۱] صحیح بخاری کتاب الانبیا، باب الاسراء۔ [۲] صحیح بخاری باب الاعتصام۔

دیکھو کہ مکالمۂ الٰہی، رفع درجات، عطائے نشان، تائید بروح القدس، یہ چارون باتین ایسی ہین جن سے خدا کا کوئی فرستادہ محروم نہ تھا، تاہم چونکہ ان مین سے ہر چیز تمام پیغمبرون مین یکسان نہ تھی، بلکہ بعض کو ان مین سے کسی چیز کا حصّہ وافر دیا گیا تھا، اور بعض کو کوئی دوسری چیز زیادہ ملی تھی، اس لیے ہر پیغمبر کی طرف اُس خاص چیز کی نسبت مخصوص طور سے کی گئی ہے، جسکا اُن کی قسمت مین بڑا حصّہ آیا تھا، اس سے یہ مقصود نہین کہ نبوت کے ان خصائص سے کوئی پیغمبر محروم بھی تھا۔

ان خصائص مین سے اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ زور **وحی** اور **نزولِ ملائکہ** پر دیا ہے، ہر جگہ رسول اور نبی کی گویا تعریف ہی یہی کی ہے کہ ایک ایسا انسان جسکو خدا نے اپنی پیغمبری کے لیے منتخب کیا ہو، اور اُس پر اپنی وحی نازل کی ہو، چنانچہ سورۂ نحل اور نیز سورۂ انبیاء مین تمام پیغمبرون کا مشترک وصف یہ بتایا ہے،

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ (یوسف ۱۲) — اور ہم نے اپنا قاصد بنا کر تم سے پہلے کسی پیغمبر کو نہین بھیجا، لیکن وہ وہ انسان تھے جنکی طرف ہم نے اپنی وحی بھیجی،

نزولِ ملائکہ کی نسبت بھی خدا نے یہ فرمایا کہ وہ اپنے بندون مین سے جس پر چاہتا ہے فرشتون کو اس لیے اُتارتا ہے تاکہ وہ اُسکی بات کو اُن تک پہنچا دین۔

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (نحل ۱) — خدا اپنی بات کی روح دیکر اپنے بندون مین سے جس پر چاہتا ہے فرشتون کو نازل کرتا ہے۔

انکے علاوہ رویت و مشاہدۂ غیب اور سیرِ ملکوت کے احوال و مشاہد کا بھی اکثر انبیاء علیہم السلام کے سوانح زندگی مین اُن کے درجون اور رتبون کے مطابق پیش آنا اسفار و کتب الٰہی سے ثابت ہوتا ہے جیسا کہ آیندہ اوراق کے مطالعہ سے ناظرین پر روشن ہوگا۔

مکالمۂ الٰہی

مَاکَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ اِلَّا وَحْیًا اَوْمِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ (شوریٰ)

پیغمبرون کی خصوصیات مین سے سب سے بڑی خصوصیت مکالمۂ الٰہی ہے، قرآن مجید مین بار بار پیغمبرون کے ساتھ مخاطبۂ ربانی اور مکالمۂ الٰہی کی تصریح ہے، اور مجموعۂ توراۃ مین ہر پیغمبر کے متعلق اسکی شہادتین موجود ہین۔ خدا انبیاء سے کیونکر کلام کرتا ہے؛ قرآن مجید کی ایک آیت مین اسکی حسب ذیل تصریح ہے۔

وَمَاکَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ اِلَّا وَحْیًا اَوْمِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ، اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِہٖ مَا یَشَآءُ اِنَّہٗ عَلِیٌّ حَکِیْمٌ، (شوریٰ ۵)

کسی بشر کی یہ تاب نہین کہ خدا اس سے دو بدو کلام کرے۔ لیکن وحی کے ذریعہ سے یا پردہ کی آڑ سے یا یہ کہ وہ کسی قاصد کو بھیجے، جو اسکے حکم سے جو کچھ وہ چاہتا ہے آدمی کو پہنچا دیتا ہے۔

اِس آیت مین مکالمۂ الٰہی کی تین صورتین بیان ہوئی ہین، کلام بالوحی، کلام پسِ پردہ، اور کلام بذریعۂ قاصد و فرشتہ، اِن ہرسہ اقسام مین سے ہر پیغمبر کو کسی نہ کسی طریقۂ کلام سے مشرف کیا گیا ہے، بعض پیغمبرون کو خصوصیت کے ساتھ کلام پسِ پردہ کے شرف سے ممتاز کیا گیا ہے، اِسی لیے اُن کے فضائل مین تکلّمِ الٰہی کی فضیلت کو مستقل حیثیت دیگئی ہے، مثلاً حضرت موسیٰ کہ انکی شان مین

وَکَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا، (نساء)

اور خدا نے موسیٰ سے باتین کین۔

کی تصریح ہے، انکو وادیِ سینا کے ایک درخت سے خدا کی آواز سنائی دی، سورۂ بقرہ مین اس خاص طریقۂ کلام کے دائرہ کو اور بھی وسعت دیگئی ہے، چنانچہ پیغمبرون کے وصف مین خدا نے فرمایا، مِنْھُمْ مَّنْ کَلَّمَ اللّٰہُ، (بقرہ) ان پیغمبرون مین سے بعض سے خدا نے باتین کین۔ اس آیت کریمہ مین یہ تصریح نہین کہ کن پیغمبرون کو خدا تعالیٰ نے اس مخصوص طریقۂ کلام سے مشرف کیا، اسلیے اِس شرف خاص مین حضرت موسیٰ کے ساتھ دوسرے انبیا بھی شریک ہوسکتے ہین، آنحضرت صلعم کو مکالمۂ الٰہی کے تینون مذکورۂ بالا طریقون سے خدا کی ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا ہے، بلکہ واقعۂ معراج مین وہ مرتبہ بھی پیش آیا ہے، جہان حبیب و محبوب کے درمیان قاصد و پیامبر سرے سے بیگانہ تھے، جہان زمان و مکان اور جلوہ و نگاہ کی شرکت بھی مخلِ تنہائی تھی جہان نہ کوہِ سینا تھا، نہ برقِ طور، دشتِ ایمن تھا، نہ نخلِ وادی، صوت سرمدی سامعہ نواز تھی، اور حقیقتِ محمدی گوش سامع، فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی (نجم) پھر اسنے اپنے بندہ سے چپ چاپ باتین کین، جو باتین کین۔

وحی

مَا یَنطِقُ عَنِ الھَوٰی، اِن ھُوَ اِلَّا وَحیٌ یُوحیٰ (نجم)

گو مکالمۂ الٰہی کی متعدد صورتین ہین جن مین سے ایک وحی بھی ہے لیکن اسلام کے محاورہ مین وحی کا مفہوم اس قدر وسیع کر دیا گیا ہے کہ مکالمۂ الٰہی کی تمام صورتین اس کے تحت مین داخل ہو گئی ہین، وحی کے معنی لغت مین حسب ذیل ہین۔

الوحی، الاشارۃ والکتابۃ والرسالۃ والالھام والکلام الخفی وکل ما القیتہ الی غیرک (لسان العرب)	وحی کے معنی اشارہ کرنا، لکھنا، پیغام دینا، دل مین ڈالنا چھپا کر بولنا، اور جو کچھ تم دوسرے کے خیال مین ڈالو،

لکھنا، عجاج کا شعر ہے۔

حتی نحاھم جدنا والناحی — لقدر کان وحاہ الواحی

خط اور کتاب، لبید کہتے ہین،

فمدافع الریان عری رسمہ — خلقا کما ضمن الوحی سلامھا

حکم دینا، عجاج کہتا ہے،

وحی لھا القرار فاستقرت — وشدھا بالراسیات الثبت

چھپا کر بات کرنا، ابو ذویب کا شعر ہے،

فقال لھا وقد اوحت الیہ — الا للہ امک ما تعیف

اشارہ کرنا، یُوحی الیہ بانقاض ونقنقۃ

آواز، ابو زبید، مرتجزا لجوف بوحی اعجم

لیکن اہل لغت کہتے ہین کہ اس لفظ کے صلی معنی "دوسرون سے چھپا کر کسی سے چپکے چپکے بات کرنے کے ہین"

کسائی عرب کا محاورہ بتاتا ہو کہ وحیت الیہ بالکلام واوحیتہ الیہ ھو ان تکلمہ بکلام تخفیہ من غیرہ یعنی "کسی سے اسطرح باتین کرو کہ اس کو دوسرون سے چھپاؤ" ابو اسحاق لغوی کہتا ہو واصل الوحی فی اللغۃ کلہا اعلام فی خفاء وحی کا اصل مفہوم اس کے تمام معنون مین "چھپاکر اطلاع دینے کے ہین"

قرآن مجید مین یہ لفظ اپنے اصل مفہوم کے اندر تین معنون مین آیا ہے،

۱- فطری حکم

وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ (نحل) تیرے پروردگار نے شہد کی مکھیون کو "وحی کیا"

بِاَنَّ رَبَّکَ اَوْحٰی لَھَا (زلزال) تیرے پروردگار نے "زمین کو" وحی کیا"

عجاج کے اس شعر مین بھی یہی معنی ہین،

وحی لھا القرار فاستقرت وشدھا بالراسیات الثبت

خدانے زمین کو ساکن رہنے کی "وحی" کی تو وہ ساکن ہو اور اسکو مضبوط پہاڑون سے باندھ دیا ہو

۲- دل مین بات ڈالدینا،

وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ آمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ (مائدہ) مین نے حواریون کو "وحی کیا" کہ مجھپر اور میرے پیغمبر پر ایمان لاؤ،

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْهِ (قصص) اور ہمنے موسیٰ کی ماں کو "وحی کیا" کہ اس بچہ کو دودھ پلاؤ،

۳- چپکے بات کرنا،

یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ (انعام) یہ ایک دوسرے کو چکنی چپڑی بات "وحی کرتے ہین"

وَاِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِهِمْ (انعام) اور یہ شیطان لوگ اپنے دوستون کو "وحی کرتے ہین"

وحی کے ان متفرق معنون مین ایک مفہوم مشترک ہو، اور وہ یہ ہو کہ "منھ سے لفظ نکالے بغیر ایک شخص کا دوسرے شخص کو اپنا مفہوم سمجھا دینا" یا "اگر الفاظ ہون تو وہ اس قدر پوشیدہ ادا ہون کہ دوسرے اس کو نہ سن سکین" اس لیے اشارہ کرنا، لکھنا، دل مین ڈالدینا، حکم فطری، (خط اور کتابت)، اور جانورون کا اپنے حرکات سے اپنا مطلب ظاہر کرنا

اس کے معنون مین داخل ہین، بہر حال اس تفصیل سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ وحی کا لفظ جس مذہبی معنی مین مستعمل ہی، وہ درحقیقت لغوی معنی کے بہت قریب ہے، چنانچہ خود شعرائے جاہلیت نے اس کو اسی معنی مین استعمال کیا ہی،

آنحضرت صلعم کے مکالمۂ الٰہی اور وحی کا آغاز رویا اور خواب سے ہوا، صحیح بخاری[1] مین حضرت عائشہ سے مروی ہی،

اول ما بدئ به رسول الله صلعم من الوحی	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وحی کا آغاز اچھے خواب سے
الرؤیا الصالحة فی النوم فکان لا یری رؤیا	ہوا۔ آپ جو خواب دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح ظاہر
الا جاءت مثل فلق الصبح،	ہوتا تھا،

صحیح بخاری کے پہلے ہی باب مین حدیث ہے کہ ایک صحابی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ پر وحی کیونکر آتی ہے؟ آپ نے فرمایا،

احیانا یاتینی مثل صلصلة الجرس وهو	کبھی گھنٹی کی آواز کیطرح میرے پاس آتی ہی اور یہ مجھ پر زیادہ سخت ہوتی ہی،
اشد علی فیفصم عنی وقد وعیت عنه	اور پھر یہ حالت دور ہوجاتی ہی اور جو کچھ وہ کہتا ہی مین اسکو محفوظ کرلیتا ہون،
ما قال، واحیانا یتمثل لی الملك رجلا	اور کبھی وہ فرشتہ (جبریل) میرے لیے انسان کی شکل مین نمودار ہوتا ہی اور وہ
فیکلمنی فاعی ما یقول،	مجھے باتین کرتا ہی اور جو وہ کہتا ہی اسکو مین محفوظ کرلیتا ہون

صلصلة الجرس، یعنی "گھنٹہ کی آواز کی طرح آواز کا آنا" اسکی تشریح متکلمین اور ارباب باطن نے اپنے اپنے مذاق کے مطابق کی ہے لیکن ہم اس کا صاف اور صریح مطلب وہ سمجھتے ہین جو عوام ہاتف غیب یا منادی غیب کے لفظ سے سمجھتے ہین یعنی یہ کہ آواز سنائی دے لیکن کوئی صورت نظر نہ آئے، بانگ جرس کے ساتھ اسکی تشبیہ محض اس بات مین ہے کہ جس طرح دور سے جرس کی آواز سنائی دیتی ہے، اور اس کے متعینہ اشارون سے انسان کچھ سمجھ جاتا ہے، حالانکہ جرس یا اس کے بجانے والے کی شکل آنکھون سے اوجھل یا بہت دور ہوتی ہی، اسی طرح پیغمبر کبھی دور سے منادی غیب کی آواز سنتا ہی لیکن کوئی مجسم شکل اُس کے سامنے نہین ہوتی، اسی کے بالمقابل آپ نے وحی کی دوسری

---

[1] باب بدء الوحی، کتاب التعبیر۔

صورت یہ بیان فرمائی کہ بولنے والا فرشتہ مجسم ہوکر سامنے آتا ہے اور وہ باتین کرتا ہی،

حدیثون مین طریقۂ وحی کی اور صورت بھی آئی ہے، آپ نے ارشاد فرمایا،

ان روح القدس نفث فی روعی ۔۔۔ روح القدس نے میرے دل مین پھونکا۔

اور کہین یہ صیغۂ مجہول کے ساتھ آیا ہے،

نفث فی روعی، ۔۔۔ میرے دل مین یہ پھونکا گیا۔

حافظ ابن قیم نے انھین حدیثون کو پیش نظر رکھکر وحی کی حسب ذیل قسمین قرار دی ہین،

۱۔ رویائے صادقہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سچ خواب دیکھنا،

۲۔ نفث فی الروع یا القاء فی القلب۔ دل مین پھونکنا، یا دل مین ڈالنا،

۳۔ صلصلۃ الجرس ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ گھنٹہ کی طرح آواز آنا،

۴۔ تمثل ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فرشتہ کا کسی شکل مین متشکل ہوکر نظر آنا۔

۵۔ فرشتہ کا اپنی اصلی صورت مین نمودار ہونا۔

۶۔ وہ طریق مکالمہ جو معراج مین پیش آیا۔

۷۔ بلا واسطہ مکالمہ۔

صحیح بخاری، بدء الوحی مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تیسری صورت مجھپر بہت سخت ہوتی ہی، اور پھر وہ شدت جاتی رہتی ہے، آپ پر وحی آتی تھی تو آپ پر ایک خاص کیفیت طاری ہوتی تھی، حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ "وحی اُترنے کی حالت مین مین نے آپکو دیکھا کہ جب یہ کیفیت ختم ہوجاتی تھی تو سخت سردی کے دنون مین بھی جبین مبارک عرق آلود ہوجاتی تھی"[1] ایک اور موقع پر حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہین کہ "وحی کی حالت مین آپ پر شدت کی جو کیفیت طاری ہوتی تھی وہ ہوئی، اور وحی کے بوجھ سے جاڑون مین آپ کی پیشانی سے موتیون کی طرح پسینے کے قطرے

---

[1] بخاری بدء الوحی۔

ڈھلکنے لگے" صحابہ کا بیان ہو کہ اس حالت مین جسم مبارک بہت بھاری ہو جاتا تھا، سواری کے اونٹ بیٹھ بیٹھ جاتے تھے[۱]۔

حضرت زید بن ثابت کہتے ہین کہ ایک دفعہ آپ پر وحی آئی اور میرا پاؤن زانوے مبارک کے نیچے دبا تھا، مجھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ میرا پاؤن بوجھ سے ٹوٹ جائے گا"[۲] یعلی بن امیہ ایک صحابی تھے، انکو بڑا شوق تھا کہ ایک دفعہ نزول وحی کے عالم مین وہ آپ کی زیارت کرتے، اتفاق سے حج کے سفر مین انکو یہ سعادت نصیب ہو گئی، وہ کہتے ہین کہ مین نے دیکھا کہ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا ہے اور آپ خرّاٹے لے رہے ہین، تھوڑی دیر مین یہ حالت دفع ہو گئی[۳]۔

عبادہ بن صامت کہتے ہین کہ جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو آپ کو بے چینی ہوتی، چہرہ کا رنگ بدل جاتا آپ سر جھکا لیتے، صحابہ جو آپ کے ساتھ بیٹھے ہوتے وہ بھی سر نیچے کر لیتے، وحی کے بعد آپ سر اٹھاتے[۴]،

فرشتہ کی زبانی سب سے پہلی وحی غار حرا مین آئی، اُس وقت عمر شریف چالیس برس کی تھی، اور اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ہ کی ابتدائی آیتین اِس کتب کا اولین درس تھا، اِس کے بعد کچھ دنون تک وحی کا سلسلہ رکا رہا، آپکو سخت صدمہ ہوا، ابن اسحاق کی روایت ہو کہ اس موقع پر یہ آیتین نازل ہوئین۔

وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی، (والضحیٰ)

قسم ہو دن کی جبکہ وہ پوری روشنی پر ہو، اور قسم ہو رات کی جبکہ وہ سنسان ہو جائے کہ تیرے پروردگار نے تجھکو چھوڑا ہو اور نہ تجھسے اُسنے اپنی محبت اُٹھالی

لیکن صحیح بخاری تفسیر سورۂ والضحیٰ اور باب کیف نزول الوحی مین ہو کہ اس سورہ کا شان نزول یہ ہو کہ ایک دفعہ آپ بیمار تھے، چند روز راتون کو اُٹھکر عبادتِ الٰہی مین مصروف نہ ہو سکے تو ایک ہمسایہ عورت نے طعن سے کہا کہ "ایسا معلوم ہوتا ہو کہ (نعوذ باللہ) تیرے شیطان نے تجھکو چھوڑ دیا، کیونکہ دو تین روز سے تیرے پاس نہین آیا ہو"[۵] اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی، اسی موقع پر دوسری روایت ہو کہ اس عورت نے کہا مین دیکھتی ہون کہ تمھارے رفیق نے تم سے ملنے مین تاخیر کی ہو" اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ سورہ اس کے بعد کسی اور زمانہ مین نازل ہوا ہے۔

---

۱ بخاری واقعۂ افک، ۲ مسند ابن حنبل بسند عائشہ و مستدرک حاکم تفسیر سورۂ مزمل۔

۳ صحیح بخاری و جامع ترمذی تفسیر سورۂ نساء۔ ۴ صحیح بخاری کتاب الحج (باب کیف نزل الوحی)

۵ صحیح مسلم باب عرق النبی صلعم

تمام محدثینؒ کا اس پر اتفاق ہے کہ فترۃ الوحی یعنی سلسلۂ وحی کے رُک جانے (فترہ) کے بعد سب سے پہلے سورۂ مدثر کی آیتین نازل ہوئین، آپ حرا سے واپس آ رہے تھے کہ راہ مین ایک آواز سنائی دی، آپ نے اِدھر دیکھا اودھر دیکھا کچھ نظر نہ آیا، اوپر دیکھا تو وہی فرشتہ نظر آیا، آپ حضرت خدیجہ کے پاس آئے تو کہا، مجھے کمل اوڑھاؤ، اور مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالو، اسی حالت مین یہ آیتین نازل ہوئین۔

يَاۤ اَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ — اے گلیم پوش! اُٹھ اور لوگون کو خدا سے ڈرا، اپنے رب کی کبریائی بیان کر۔ (سورۂ مدثر)

اِس کے بعد مسلسل وحی نازل ہونا شروع ہو گئی اور اس کا تار اسوقت تک نہ ٹوٹا جب تک حیات طیبہ کا ظاہری سلسلہ منقطع نہ ہو گیا، یعنی چالیس برس کے سِن سے لیکر تریسٹھ سال کے سِن تک کل ۲۳ برس نزول وحی کے ہین حضرت انس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم کے آخر عمر مین وحی کی کثرت ہو گئی تھی، محدثین نے اسکی وجہ یہ بتائی ہے کہ چونکہ مسلمانون کی کثرت ہو گئی تھی، اطراف ملک سے وفود کا سلسلہ جاری ہو گیا تھا، احکام اور لوگون کے استفسارات بڑھ گئے تھے اس لیے مخاطبۂ الٰہی کی ترقی بھی اس کے ساتھ ضروری تھی،

صحابۂ کرام وفات نبوی کے بعد جب اُن ایّام سعادت کو یاد کرتے تھے، جب مدینہ کی گلیان روح الامین کا گذرگاہ اور مدینہ کے در و دیوار وحی کے مطلع انوار تھے تو انکی آنکھین اشک آلود ہو جاتی تھین، آنحضرت صلعم کا معمول تھا کہ جمعہ کی نماز کے بعد ایک بوڑھی صحابیہؓ تھین انکی ملاقات کو تشریف لے جاتے تھے، آپکی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ ان کے گھر تشریف لے گئے دیکھا کہ انکی آنکھون سے آنسو جاری ہین، سبب دریافت کیا تو کہا آہ! کہ آنحضرت صلعم وفات پا گئے، اور وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا، یہ سنکر ان صاحبون کی آنکھون سے بھی آنسو جاری ہو گئے،

لے اس کے برخلاف صرف حضرت جابرؓ کی حدیث ہے (بخاری باب بدء الوحی و باب کیف نزل الوحی) کہ انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ سب سے پہلی وحی مین سورۂ مدثر کی یہ آیتین نازل ہوئین۔ مگر اجماع عام یہ ہے کہ یہ حضرت جابرؓ کا وہم ہے۔ وہ آیتین فترۂ وحی کے بعد سب سے پہلے اتری ہین۔ لے صحیح بخاری باب بدء الوحی و تفسیر سورۂ مدثر۔ لے صحیح بخاری باب کیف نزل الوحی لے صحیح مسلم فضائل حضرت ام ایمنؓ،

قرآن مجید نے وحی کی حقیقت کو اس قدر بلند کیا ہے کہ وہ نبوت کا مرادف ہو گئی ہی، دنیا کے دوسرے مذاہب مین نبوت کی حقیقت یا تو سراسر مفقود ہے اور یا یہ کہ اس کو انسانیت وبشریت کے پرتو سے اس قدر منزہ سمجھا ہے کہ اس کو الوہیت کا ہمرتبہ قرار دیدیا ہے، لیکن قرآن مجید نے آنحضرت صلعم کو کئی دفعہ اس اعلان کی تاکید کی ہی کہ

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ط (کہف و فصلت) — کہدو کہ مین تمہاری ہی طرح ایک آدمی ہون، فرق یہ ہی کہ میرے پاس وحی بھیجی جاتی ہے کہ تمہارا خدا ایک ہی،

آنحضرت صلعم جو کچھ خدا کی طرف سے لوگون کو سناتے تھے، وہ چیز آپ کے نفس و ارادہ سے نہین اٹھتی تھی، بلکہ خدا کی طرف سے اُن کے اندر آتی تھی،

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (نجم) — وہ خواہش نفس سے نہین بولتا، بلکہ وہ تو وحی ہی جو اسکو بھیجی جاتی ہی،

البتہ اس کا مورد اور مہبط آپ کا پاک و منزہ قلب تھا،

فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (بقرہ) — اُسی نے اسکو تمہارے قلب پر خدا کے حکم سے اتارا ہے۔

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ (شعراء) — روح الامین نے اسکو تیرے قلب پر اُتارا ہے،

اور یہی مجموعۂ وحی آپکی نبوت کا بڑا معجزہ ہی، ارشاد ہوا کہ "دنیا مین کوئی پیغمبر نہین آیا لیکن اسکو ایسی چیز دی گئی جسکو دیکھکر لوگ اوس پر ایمان لائے، لیکن مجھے جو چیز دی گئی وہ وحی ہے جو مجھپر اُتاری گئی"[1]

سرمایۂ وحی کی جو دولت اسلام کو ہاتھ آئی وہ قرآن کی صورت مین مسلمانون کے سینون اور سفینون مین اب تک محفوظ ہی، اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ گنج گرانمایہ احادیث صحیحہ کے اوراق مین مخزون ہے، حدیث مین ہی کہ آپ نے فرمایا کہ "مجھے قرآن عطا کیا گیا، اور اتنا ہی اور"[2] یعنی وہ احکام و مواعظ جنکو جان نثارون نے حرز جان بنا کر رکھا اور دوسرون کو سپرد کیا، یعلی بن اُمیہ صحابی حجۃ الوداع کے زمانہ کا واقعہ بیان کرتے ہین کہ جعرانہ مین آپ تھے کہ ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ یا رسول اللہ آپ اُس شخص کے بارے مین کیا حکم دیتے ہین جسنے کپڑے مین خوشبو مل لینے کے بعد احرام

---

[1] صحیح بخاری باب کیف نزل الوحی، و صحیح مسلم کتاب الایمان۔ [2] صحیح بخاری باب کیف نزل الوحی،۔

کی نیت کی، آنحضرت صلعم نے کسی قدر انتظار کیا، آپ پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی، جب وہ کیفیت زائل ہوئی تو آپنے دریافت کیا کہ وہ آدمی کہان گیا، لوگ اُس کو سامنے لائے، آپ نے فرمایا "جو خوشبو تم مل چکے ہو اُس کو تین دفعہ دھو ڈالو، اور اس کپڑے کو اتار ڈالو، پھر حسب معمول عمرہ ادا کرو"[۱]

ایک حدیث مین ہو کہ آپ نے ارشاد فرمایا "روح القدس نے میرے دل مین یہ ڈالا ہو کہ کوئی انسان اُسوقت تک نہین مر سکتا جب تک وہ اپنی روزی پوری نہ کرے، تو لوگو خدا سے ڈرو، اور روزی کی تلاش مین صحیح طریقہ کو کام مین لاؤ، رزق مین تاخیر تمھین اسپر آمادہ نہ کرے کہ گناہ کے ذریعون سے روزی کو تلاش کرو، کیونکہ جو خدا کے پاس ہو وہ اسکی بندگی ہی سے ملسکتا ہی"[۲] ابوذر سے روایت ہو کہ آپنے فرمایا "مجھ سے جبریل نے کہا کہ آپکی اُمت مین سے جو شخص اس حال مین مرا کہ اُس نے کسی کو خدا کا شریک نہین کیا تو وہ جنت مین داخل ہوگا"[۳]

اور بہت سی حدیثین ہین جنمین یہ تصریح ہے کہ "خدا نے مجھے یہ حکم دیا ہو" یا "خدا نے مجھ سے یہ کہا" لیکن وہ قرآن مجید کے اجزا نہین ہین، اسی لیے فقہا نے وحی کی دو قسمین کردی ہین، **وحیِ مَتلُو** یعنی وہ وحی جو تلاوت کیجاتی ہے، یعنی قرآن۔ اور **وحیِ غیر مَتلُو** جو تلاوت نہین کیجاتی، مثلاً وہ احکام و نصائح جو بروایت صحیح احادیث مین مذکور ہین، پہلی وحی کی خصوصیت یہ ہو کہ اس کا ایک ایک حرف تواتر روایت سے ثابت ہو، اور وہ اپنے لفظ و معنی دونون کے لحاظ سے خدا کا کلام ہے،

دوسری قسم تواتر سے بہت کم مروی ہے، اور وہ اپنے الفاظ کے لحاظ سے خدا کا کلام نہین، بلکہ اپنے معنی کے لحاظ سے خدا کا ارشاد ہے،

---

[۱] صحیح بخاری بدر الخلق [۲] مستدرک حاکم جلد ۲ صفحہ ۴ حیدر آباد [۳] صحیح بخاری کتاب الجنائز،

نزولِ ملائکہ

اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا (الحج)

لفظ "ملائکہ" کا واحد "ملاک" ہے، جو عربی کے قاعدہ سے "ملک" ہوگیا ہے، یہ "الوکۃ" سے مشتق ہے جس کے معنی "پیغام" کے ہین، اِس لیے ملائکہ کے معنی پیغام رسان اور قاصد کے ہین۔

ملائکۃُ الٰہی، خالق اور مخلوق کے درمیان قاصد ہین، قرآن مجید نے متعدد مقام پر ان کو رُسُل اور رُسُل اللہ یعنی قاصدانِ الٰہی کہا ہے،

اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا (الحج) خدا فرشتون مین سے اپنے پیغامبر منتخب کرتا ہے۔

علاوہ ازین یہ خدا کے حکم سے عالم کی مشین کے پُرزون کو ہلاتے اور چلاتے ہین، اور اسی لیے خدا نے انکو مُدَبِّراتِ امر کے نام سے بھی یاد کیا ہے (سورۂ والنازعات) ان کی مخصوص صفت یہ ہے کہ خدا کے سراپا مطیع ہین اور اس کے کسی امر یا اشارہ سے کبھی روگردانی نہین کرتے۔

عَلَیْھَا مَلٰٓئِکَۃٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ، (تحریم) اس پر سخت اور مضبوط فرشتے ہین۔ اللہ ان کو جو حکم دیتا ہے، وہ اس سے روگردانی نہین کرسکتے اور وہ وہی کرتے ہین جو انکو حکم دیا جاتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی تمام سیرتین فرشتون کی آمد، انکی بشارت اور نصرت سے معمور ہین، تورات اور انجیل و قرآن ہر کتاب الٰہی انکے کارنامون کی شاہد ہے، حضرت آدم کی بارگاہ مین انھون نے سجدہ کیا، حضرت ابراہیم کے مہمان خانہ مین یہ بھیجے گئے، حضرت لوط کی حفاظت اور انکی قوم کی بربادی پر یہ مامور ہوئے، حضرت ہاجرہ کو بیابان مین یہ نظر آئے، حضرت یعقوب کے خیمہ مین ان کا دنگل ہوا، حضرت ایوب کے مناظرۂ جبر و اختیار مین حکم یہ قرار پائے، حضرت زکریا اور مریم کو بشارت انھون نے دی۔ آنحضرت صلعم کی خدمت اقدس مین بھی یہ مختلف فرائض پر مامور ہوئے، یہ آپکی خدمت مین احکام الٰہی کے قاصد تھے، دشمنون سے وجود اقدس کی محافظت ان کے سپرد تھی، کمزور

اور ناتوان مسلمانون کی دستگیری ان کا فرض تھا۔

ملائکہ کے سرخیل **جبرئیل** ہین، اور وہی خدا اور پیغمبرون کے درمیان سفارت پر مامور ہین، اور یہی آنحضرت صلعم کی خدمت مین بھی اکثر سفارت کا فرض انجام دیتے تھے، اور خدا کا پیغام پہنچاتے تھے۔

نزول جبریل "جبرئیل" عبرانی لفظ ہی جسکے لغوی معنی "مرد خدا" کے ہین، لیکن یہ اصطلاح شریعت مین اُس فرشتہ کا نام ہی جو خدا اور خاصانِ خدا کے درمیان پیامبری کی خدمت انجام دیتا ہی، توراۃ اور انجیل مین بھی یہ نام اسی حیثیت سے مستعمل ہوا ہے، چنانچہ دانیال (۸-۱۶-۱۹-۲۱) مین اسکی پیغامبری کا بیان ہی، اسی طرح انجیل (لوقا ۱-۱۹-۲۶) مین مذکور ہی کہ وہ حضرت زکریا کے پاس حضرت یحیی کی بشارت، اور حضرت مریم کے پاس حضرت عیسی کی بشارت لیکر آیا تھا، قرآن مجید نے بتایا ہی کہ وہ پیامبر جو آنحضرت صلعم اور خدا کے درمیانی وحی کا ایلچی تھا وہ یہی **جبرئیل** تھا،

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ (بقرہ ۱۲)

جو جبرئیل کا دشمن ہو وہ ہو، وہی تو (اے پیغمبر) اس کو تیرے دل پر نازل کرتا ہے،

اور کہین اسی کو الروح الامین (امانت دار روح) سے تعبیر کیا ہی،

نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ، (شعراء ۱۱)

امانت دار روح اس کو لیکر تیرے دل پر اتری، تاکہ تو لوگون کو خدا کے خوف سے ڈرانے والون مین ہو،

سورہ نحل مین اس کو روح القدس (پاکی کی روح) کہا گیا ہی،

قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ (نحل ۱۴)

کہدے کہ اس کو روح القدس نے تیرے پروردگار کیطرف سے سچائی کے ساتھ اتارا ہی،

رسول (فرستادہ) کا لفظ بھی اسکی شان مین استعمال کیا گیا ہی،

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ (الحاقہ)

یہ تو ایک بزرگ فرستادہ کی بات ہی،

سورہ تکویر مین اس "رسول" کے متعدد صفات کا بھی ذکر ہے،

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ ذِي قُوَّةٍ عِندَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ۝ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ (تکویر)

یہ تو ایک بزرگ فرستادہ کی بات ہے جو قوت والا ہے اور تخت والے خدا کے حضور مین اسکا اعتبار ہے اسکی سب اطاعت کرتے ہین وہ امانت والا ہے

سورۂ نجم مین اوس کے کچھ اور صفات بھی مذکور ہین۔

عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَىٰ،

اس پیغمبر کو بڑے قوتون والے اور بڑی طاقت والے نے تعلیم دی ہے

آغاز وحی کے واقعہ مین آنحضرت صلعم نے جبرئیل کے لیے الملک کا لفظ فرمایا ہے، اور ورقہ نے اسکو "ناموس" کے لفظ سے ادا کیا ہے، ملک کی اصل جیسا کہ ابتدا مین بتایا جا چکا ہے مَلْئَکٌ ہے جو الوکہ سے نکلا ہے اور جسکے معنی پیغام کے ہین، اس لیے ملک کے معنی پیغامبر کے ہوئے، اور لفظ ناموس کے معنی محرم اسرار اور راز دان کے ہین، بہرحال یہ تمام مختلف الفاظ اور عنوانات ایک ہی مفہوم ومعنی کو ادا کرتے ہین۔

قرآن مجید مین جبرئیل کا نام تین مقام پر آیا ہے، دو دفعہ سورۂ بقر مین، اور ایک دفعہ سورۂ تحریم مین، لیکن اس خصوصیت کے ساتھ کہ وہ وحی محمدی کے پیامبر اور قرآن کے حامل ہین، صرف ایک ہی موقع پر قرآن مجید نے اس نام سے اُن کو یاد کیا ہے، اور وہ اس آیت مین۔

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ، (بقرہ ۱۲)

جو جبریل کا دشمن ہو وہ ہو کیونکہ وہی تو تیرے قلب پر خدا کے حکم سے اس کو اُتارتا ہے۔

دوسری آیتون مین قرآن مجید نے حامل قرآن فرشتہ کی ذات کی تعبیر (جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین) روح الامین روح القدس، اور رسول کریم کے الفاظ سے کی ہے، لیکن احادیث اور روایات مین ان الفاظ کے بجائے **جبریل** ہی کا لفظ عام طور سے مستعمل ہوا ہے،

ایک پیامبر کی حیثیت سے آنحضرت صلعم کی خدمت مین جبریل کی سب سے پہلی آمد اُسوقت ہوئی ہے جب آپ غار حرا مین معتکف تھے، صحیح بخاری مین حضرت عائشہ کی زبانی یہ واقعہ ان الفاظ مین ادا ہوا ہے۔

"آنحضرت صلعم کی وحی کا آغاز خواب مین رویائے صالحہ سے ہوا، آپ جو رویا دیکھتے تھے وہ سپیدۂ صبح کی طرح (سچا ہوکر

نمودار ہوتا تھا، پھر (طبیعت مبارک مین) تخلیہ پسندیدہ کیا گیا، غارِ حرا مین جاکر آپ تنہا کچھ دن بسر کرتے تھے، اور عبادت مین مصروف رہتے تھے، کھانے پینے کی چیزین ساتھ لے جاتے تھے، جب وہ سامان ختم ہو جاتا تو گھر واپس آتے اور پھر نیا سامان لیکر غار مین چلے جاتے یہان تک کہ حق آپ کے سامنے آگیا، اور "وہ فرشتہ" آپکے پاس آیا، اور اُسنے کہا "پڑھ" آپ نے فرمایا "مین پڑھا نہین ہون" آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اس نے مجھکو پکڑکر اتنا دبایا کہ وہ تھک گیا، پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ "پڑھ" مین نے پھر وہی جواب دیا، اس نے مجھے اتنا دبایا کہ وہ تھک گیا، اور چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھ مین نے پھر کہا کہ "مین پڑھا نہین ہون" اس نے تیسری دفعہ دبایا اور چھوڑ دیا، اور کہا

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ	اپنے پروردگار کے نام سے پڑھ جسنے انسان کو جمے ہوئے خون سے
عَلَقٍ، اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ	پیدا کیا، پڑھ، اور تیرا پروردگار بڑا بزرگ ہے جسنے قلم کے ذریعہ سے
عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ،	سکھایا اور انسان کو وہ کچھ تعلیم کی جو نہین جانتا تھا،

آنحضرت صلعم ان آیتون کے ساتھ گھر واپس آئے قلب مبارک پر لرزہ تھا، حضرت خدیجہؓ کے پاس آئے اور فرمایا "مجھے کمل اُڑھاؤ، مجھے کمل اُڑھاؤ" لوگون نے آپ کو کمل اڑھایا، جب آپ کو سکون ہوا تو حضرت خدیجہؓ سے تمام ماجرا بیان کرکے فرمایا کہ "مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے" حضرت خدیجہ نے کہا کہ "ہرگز آپکی جان کو خطرہ نہین خدا آپ کو کبھی رسوا نہ کرے گا، آپ قرابت دارون کا حق ادا کرتے ہین، لوگون کے بوجھ کو آپ خود اُٹھاتے ہین، فقیرون اور مسکینون کی مدد کرتے ہین، مسافرون کی مہمان نوازی کرتے ہین، انصاف کی خاطر آپ لوگون کی مصیبتون مین کام آتے ہین" پھر آپ کو لیکر وہ ورقہ بن نوفل کے پاس گئین جو زمانۂ جاہلیت مین عیسائی ہوگئے تھے اور عبرانی یا عربی لکھنا جانتے تھے، (شاید توراۃ سے مراد ہو) اور انجیل کو عبرانی یا عربی[1] مین لکھتے تھے، اور بہت بڈھے تھے، اور آنکھون کی روشنی بھی جاتی رہی تھی، حضرت خدیجہ نے کہا کہ "اے ابن عم! اپنے بھتیجے کا ماجرا سنئے" ورقہ نے کہا "اے میرے بھتیجے ہان بتاؤ تم کیا دیکھتے ہو" آنحضرت صلعم نے جو کچھ دیکھا تھا بیان فرمایا، ورقہ نے کہا یہ وہی ناموس (محرم اسرار) ہے جو موسیٰ پر اُتارا گیا تھا، اے کاشکہ مین اسوقت جوان ہوتا، اے

[1] دونون روایتین ہین ایک مین ہے کہ عبرانی مین لکھتے تھے اور دوسری مین ہے کہ عربی مین لکھتے تھے۔

کاش کہ مین اسوقت زندہ ہوتا جب کہ تمھاری قوم تمکو نکال دیگی" آپ نے پوچھا کیا میری قوم مجھے نکال دیگی؟" اُس نے جواب دیا "ہان جو کچھ تم لیکر آئے ہو اس کو لیکر کوئی آدمی نہین آیا جس سے لوگون نے دشمنی نہ کی ہو اور اگر اس زمانہ تک مین زندہ رہا تو تمھاری ہر طرح مدد کرون گا" اس کے تھوڑے ہی دنون کے بعد ورقہ نے وفات پائی[1]

اسکے بعد جبرئیل کی آمد رکی رہی اور آپ بدستور غار حرا مین جاتے رہے، اسی اثنا مین ایک دن آپ غار حرا سے نکلکر اور پہاڑی سے نیچے اتر کر جب میدان مین پہونچے تو غیب سے ایک آواز آئی آپ نے فرمایا مین نے آگے پیچھے داہنے بائین دیکھا پھر نگاہ اُٹھاکر آسمان کی طرف کی تو دیکھا کہ وہی فرشتہ جو پہلے غار حرا مین نظر آیا تھا آسمان اور زمین کے بیچ مین تخت پر بیٹھا ہے مین مرعوب ہوکر گھر واپس آیا۔

اس کے بعد حضرت جبرئیل کی پے درپے آمد شروع ہوئی۔

جبرئیل جب وحی لیکر آنحضرت صلعم کی خدمت مین آتے تو آپ جلد جلد اپنی زبان سے ان کے الفاظ کو ادا کرنے لگتے، اس پر حکم ہوا[2]

لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْاٰنَهُ (قیامہ)

وحی کے الفاظ کے ساتھ اپنی زبان کو عجلت طلبی کے لیے جنبش نہ دو، اسکی حفاظت اور قرأت کا فرض ہمپر ہے۔

اس کے بعد جب جبرئیل نازل ہوتے تو آپ خاموشی سے سُنتے، اور اُن کے چلے جانے کے بعد آپ اُس کو پڑھتے۔

بارگاہ نبوی مین جبرئیل کے آنے کا کوئی وقت متعین نہ تھا، صبح و شام، روز و شب، صلح و جنگ ہر وقت فیضان الٰہی کا چشمہ ابلتا رہتا تھا۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ نصف شب کو سوتے سے اُٹھکر بقیع کے قبرستان مین تشریف لے گئے، صبح کو آپ نے فرمایا رات جبرئیل نے آکر مجھے پیغام دیا کہ مین اس وقت بقیع جاکر

[1] صحیح بخاری بدء الوحی و کتاب التعبیر و تفسیر سورۂ مدثر مین یہ پورا واقعہ مفصل مذکور ہے۔ مین نے ان تینون روایتون کو تسلسل کے لیے یکجا کر دیا ہے، چونکہ استاذ مرحوم نے جلد اول مین ان تفصیلات کو قلم انداز کر دیا تھا۔ اس لیے یہان اُن کے لکھنے کی ضرورت ہوئی [2] صحیح بخاری باب بدء الوحی۔

لوگون کی مغفرت کی دعا مانگون[1]" غزوۂ بدر مین آپ نے فرمایا کہ دیکھو یہ جبریل اپنے گھوڑے کی لگام تھامے کھڑے ہین"[2] غزوۂ خندق سے جب مسلمانون کی فوج لیکر آنحضرت صلعم واپس آئے اور ہتھیار کھول کر غسل فرمایا تو جبریل نے سامنے آکر کہا کہ "آپنے ہتھیار کھول دئیے[3] حالانکہ ہم اب تک مسلح ہین، اور بنو قریظہ کو ابھی انکی غداری کا صلہ دینا ہے" باایں ہمہ سب سے زیادہ جبریل کی آمد آپ کے پاس ماہ رمضان مین ہوتی تھی جس مین وہ ہر روز آکر آپ سے قران مجید سنتے تھے، اور خود آپ کو سناتے تھے[4]

جبریل اس وقت بھی آتے تھے جب آپ لوگون کے مجمع مین بیٹھے ہوتے تھے، لیکن جو کچھ آپ دیکھتے اور سنتے تھے، وہ عموماً اورونکو دکھائی اور سنائی نہین دیتا تھا، ایک دفعہ آپ حضرت عائشہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، آپنے فرمایا اے عائشہ جبریل تمپر سلام بھیجتے ہین، انھون نے کہا یا رسول اللہ آپ وہ دیکھتے ہین جو مین نہین دیکھتی،[5] توراۃ مین انبیائے بنی اسرائیل کے قصون مین اس فرشتۂ غیب کے تجسم اور تشکل کے بکثرت واقعات مذکور ہین، انجیل مین ہے کہ روح القدس کبوتر کی شکل مین حضرت عیسیٰ پر اُتری، حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہین کہ ایک دن آنحضرت صلعم لوگون کے ساتھ باہر بیٹھے تھے کہ اتنے مین ایک شخص آکر آپکے پاس بیٹھا اور سوال کیا کہ "ایمان کیا ہے"؟ آپنے فرمایا "ایمان یہ ہے کہ خدا پر اُسکے فرشتون پر، خدا سے ملنے پر، اور اس کے پیغمبرون پر، اور قبر سے پھر جی اٹھنے پر تم یقین رکھو" اُسنے پھر پوچھا کہ "اسلام کیا ہے"؟ جواب دیا "یہ کہ تم خدا کی اطاعت کرو، اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ، اور نماز پڑھو، زکوٰۃ مفروضہ دو، روزے رکھو" اُسنے کہا "اور احسان کیا ہے"؟ ارشاد ہوا "احسان یہ ہے کہ تم خدا کو اسطرح پوجو کہ گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو، کیونکہ اگر تم اس کو نہین دیکھتے تو وہ تو تمھین دیکھ رہا ہے" اُس نے پھر سوال کیا کہ "قیامت کب آئے گی" آپ نے فرمایا "مجیب اس باب مین سائل سے زیادہ واقف نہین، البتہ مین تمھین اسکی علامتین بتاتا ہون، جب لونڈی اپنے آقا کو جنے، اور جب اونٹون کے چرانے والے بڑی بڑی عمارتین بنانے لگین، قیامت کا علم ان پانچ باتون مین سے ہے جنکو خدا کے سوا اور کوئی نہین جانتا" پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی،

[1] نسائی باب الاستغفار للمومنین [2] صحیح بخاری غزوۂ بدر [3] صحیح بخاری غزوۂ خندق [4] صحیح بخاری بدء الوحی [5] صحیح بخاری بدء الخلق۔

إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ — قیامت کا خدا ہی کو علم ہے،

وہ شخص اس کے بعد اٹھکر چلا تو آپ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ ذرا اُسکو واپس بلالو، لوگون نے اِدھر اُدھر دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا، آپنے فرمایا "یہ جبرئیل تھے جو تمھین تمہارا دین سکھانے آئے تھے[1]"

صحابہ مین دحیہ نام ایک صحابی بہت حسین تھے جبرئیل اکثر انہی کی صورت مین مجسم ہو کر آیا کرتے اور اس حالت مین کبھی کبھی لوگون کو نظر بھی آجاتے تھے، حضرت ام سلمہ کہتی ہین کہ ایک دفعہ مین نے دیکھا کہ دحیہ آپ کے سامنے بیٹھے آپ سے باتین کر رہے ہین مجھے کچھ بھی شک نہ ہوا کہ یہ دحیہ نہین ہین، اتنے مین مسجد نبوی مین مین نے آپ کے خطبہ کی آواز سنی کہ آپ فرما رہے تھے کہ ابھی میرے پاس جبرئیل آئے، ام سلمہ کہتی ہین کہ تب مین سمجھی کہ وہ اصل مین دحیہ نہین بلکہ جبرئیل امین[2] تھے،

حضرت عائشہ بیان کرتی ہین کہ جبرئیل کو آنحضرت صلعم نے انکی اصلی شکل مین دو دفعہ ملاحظہ فرمایا[3] ایک دفعہ تو معراج مین سدرۃ المنتہیٰ کے پاس، اور دوسری دفعہ ایک اور مقام پر وہ آسمان کے کنارون مین نظر آئے، سورۂ نجم کی یہ آیتین اسی کے متعلق ہین۔

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ذُوْمِرَّةٍ ۭ فَاسْتَوٰى ۝	بڑی قوتون والے، طاقتور نے اُسکو سکھایا، پھر وہ برابر ہوا، پھر وہ بہت
وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ	اوپر آسمان کے کنارہ تھا، پھر قریب ہوا، پھر لٹک آیا، تو دو کمانون کے
قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ	بقدر تھا یا اس سے بھی قریب تر، تو خدا نے اپنے بندہ پر وحی کی جو وحی
اَوْحٰى ۝ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ	کی، دل نے جھوٹ نہین کہا جو دیکھا، کیا تم لوگ اُس سے اُس کے
عَلٰى مَا يَرٰى ۝ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝	اس مشاہدہ پر جھگڑتے ہو حالانکہ اونے اُسکو دوسری دفعہ اترتے دیکھا
عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ج (نجم)	سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔

سورۂ تکویر کی حسب ذیل آیتون سے ظاہر ہوتا ہے کہ کفار آپ کو مجنون اسی لیے کہتے تھے کہ آپ اس غیر شاہد ہستی کے مشاہدہ کا دعوی کرتے تھے

[1] صحیح بخاری باب الایمان۔ [2] صحیح بخاری کیف نزل الوحی، [3] صحیح بخاری تفسیر سورۂ والنجم و صحیح مسلم معراج۔

اِنَّہٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ کَرِیۡمٍ ۙ ذِیۡ قُوَّۃٍ عِنۡدَ ذِی الۡعَرۡشِ مَکِیۡنٍ ۙ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیۡنٍ ؕ وَ مَا صَاحِبُکُمۡ بِمَجۡنُوۡنٍ ۚ وَ لَقَدۡ رَاٰہُ بِالۡاُفُقِ الۡمُبِیۡنِ ۚ (تکویر)

یہ ایک بزرگ پیغام رسان کی بات ہی قوت والا، جو عرش والے خدا کے پاس معتبر ہے، اوسکی اطاعت کی جاتی ہی، پھر وہ امانت دار ہی، تمہارا ساتھی (یعنی پیغمبر) مجنون نہین ہی، یقیناً اُسکو آسمان کے کھلے کنارہ مین دیکھا۔

وہ شوق ذوق جو حضور کو اس قاصد الٰہی کی آمد کے ساتھ تھا، وہ اس آرزو کی شکل مین ظاہر ہوا کہ آپنے جبریل سے فرمایا کہ تم اس سے بھی زیادہ میرے پاس کیون نہین آیا کرتے، جواب ملا

وَ مَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمۡرِ رَبِّکَ ۚ لَہٗ مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡنَا وَ مَا خَلۡفَنَا وَ مَا بَیۡنَ ذٰلِکَ ۚ وَ مَا کَانَ رَبُّکَ نَسِیًّا (مریم) (صحیح بخاری تفسیر آیت مذکورہ)

ہم تو تیرے پروردگار کے حکم اور اجازت سے اترتے ہین، ہمارے آگے اور پیچھے اور درمیان سب کا علم اسی کو ہے، اور تیرا رب بھول چوک سے پاک ہی،

حضرت ابوذر کہتے ہین کہ ایک دفعہ شب کو مین نکلا تو دیکھا کہ آنحضرت صلعم تنہا چاندنی مین ٹہل رہے ہین، مین سمجھا کہ شاید آپ اس وقت تنہائی چاہتے ہین، اور کسی اور کا یہان ہونا پسند نہ فرمائین گے، چنانچہ اسی خیال سے مین سایہ مین ہوگیا، لیکن آپ کی نگاہ پڑگئی، پوچھا کون ہی؟ عرض کیا آپ پر قربان، مین ہون ابوذر" آپنے ساتھ لے لیا، اور تھوڑی دیر تک ٹہلتے رہے، پھر فرمایا جو آج دولتمند ہین وہی کل قیامت مین غریب ہون گے، لیکن وہ شخص کہ جسکو خدانے جو دولت دی ہو وہ اس کو داہنے بائین، آگے پیچھے پھینک دے، اور اس مین نیکی کے کام کرے"، ابوذر کہتے ہین کہ مین پھر تھوڑی دیر تک ساتھ ٹہلتا رہا، اس کے بعد ایک خاص جگہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ تم یہان ٹھہرے رہو، اور یہ کہکر آپ پہاڑ کی طرف گئے اور میری نگاہون سے اوجھل ہوگئے، مین نے دور سے آواز سنی، تو مین ڈرا، لیکن چونکہ آپنے حکم دیا تھا کہ مین اپنی جگہ سے نہ ٹلون، اس لیے ٹھہرا رہا، تھوڑی دیر کے بعد آپ سامنے سے آتے نظر آئے، اور زبانِ مبارک سے یہ فرما رہے تھے "گو اگر چوری کرے اور زنا کرے" مین نے کہا یا رسول اللہ آپ پر قربان ہون، آپ پہاڑی کے اوٹ مین کس سے باتین کر رہے تھے، فرمایا کیا تم نے آواز سنی، عرض کی ہان فرمایا جبریل تھے پہاڑی کے بیچ مین مجھے نظر آئے اور کہا کہ اپنی امت کو خوشخبری سنا دیجیے کہ جو اس حال مین مرا کہ اس نے کسی کو خدا کا

شریک نہ بنایا ہو، وہ جنت مین داخل ہوگا۔ آنحضرت صلعم فرماتے ہین کہ مین نے کہا، جبرئیل کیا اس نے زنا یا چوری ہی کیون نہ کی ہو؟ جواب دیا "ہان"، مین نے پھر کہا، اگرچہ زنا یا چوری ہی کیون نہ کی ہو، وہی جواب دیا، کہ ہان، مین نے پھر کہا کہ اس نے زنا یا چوری ہی کیون نہ کی ہو، تیسری دفعہ بھی جواب وہی تھا۔

فرشتہ میکائیل کا نزول

جبرئیل کے علاوہ دوسرے ملائکہ کا بھی آنحضرت صلعم کی خدمت مین آنا ثابت ہے، قرآن مجید مین جبرئیل کے علاوہ ایک دو اور فرشتون کے بھی نام آئے ہین، جن مین سے ایک میکائیل ہین، یہودیون نے قرآن کے ماننے سے اس لیے اپنا انکار ظاہر کیا تھا کہ یہ جبرئیل کی وساطت سے نازل ہوتا ہے، خدا نے اس کے جواب مین کہا۔

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ، (بقرہ ۱۲)

جو خدا کا، اور اوسکے فرشتون کا اور اوس کے پیغمبرون کا اور جبرئیل اور میکائیل کا دشمن ہو، تو خدا اوس کا دشمن ہے،

یہودیون کے اعتقاد مین یہ عرش الٰہی کے چار مخصوص فرشتون مین سے ایک کا نام تھا یہ خاص طور پر اسرائیل اور اس کے خاندان کا محافظ سمجھا جاتا تھا۔ اور لڑائیون مین اسکی مدد کیا کرتا تھا۔ (دانیال ۱۰-۱۳ و ۲۱) عیسائیون کے عقیدہ کے مطابق یہی فرشتہ تھا جو کوہِ طور پر حضرت موسیٰ سے ہمکلام ہوا تھا۔ (اعمال ۷-۳۸)

میکائیل بھی آنحضرت صلعم کی خدمت مین کئی بار حاضر ہوئے ہین، معراج کے موقع پر جو دو فرشتے آئے تھے، وہ جبرئیل اور میکائیل تھے، اسی طرح غزوۂ احد مین جو دو فرشتے دشمنون سے آپکی حفاظت کر رہے تھے، وہ بھی جیسا کہ صحیح مسلم مین ہے، جبرئیل اور میکائیل تھے بعض روایتون مین ہے کہ نبوت کے ابتدائی تین سالون مین میکائیل ہی آپ کے ساتھ تھے۔

عام ملائکہ کا نزول

جبرئیل اور میکائیل کے نامون کی تخصیص کے علاوہ دوسرے عام فرشتون کا بلاتعین نام، آپکی خدمت مین آنا بھی صحیح روایتون سے ثابت ہے، اور انھین کی روحانی تائیدات کا اثر تھا کہ آپ کا دل ہر وقت سکینت الٰہی سے معمور رہتا تھا، آنحضرت صلعم کے دوشِ مبارک پر جب نبوت کا بار گران رکھا گیا تو یقیناً آپ کو نظر آتا ہوگا کہ ایک طرف بظاہر ایک بے دست و پا انسان ہے جس کے قبضہ مین نہ سونے چاندی کے خزانے ہین، اور نہ اس کے علم کے نیچے خود اس کی ذات کے سوا کوئی دوسرا سپاہی ہے۔ اور دوسری طرف ایک دنیا ہے جسکے ہاتھون مین

دنیا کی دولت کے خزانے ابل رہے ہین،" اور جس کے پرچم کے زیر سایہ ہزارون اور لاکھون کا ٹڈی دل ہر وقت حق کے مٹانے کو آمادۂ پیکار ہی، یہ وہ وقت تھا جب فرشتون کو حکم پہنچا کہ میرے پیغمبر کو اپنی بشارتون اور خوشخبریون سے مطمئن کرو،

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا، (احزاب)

بیشک خدا اور اُس کے فرشتے اس پیغمبر پر رحمت بھیجتے ہین، اے مسلمانون تم بھی ان پر درود وسلام بھیجو۔

رئیسِ قریش اپنی قوت وطاقت پر نازان ہوکر اعلان کرتا ہی کہ رؤسائے قریش ہمارے ساتھ ہین، پیغمبر کی طرف سے خدا منادی کرتا ہی،

فَلْیَدْعُ نَادِیَہٗ سَنَدْعُ الزَّبَانِیَۃَ، (علق)

وہ اپنی مجلس کے لوگون کو بلائے، ہم بھی اپنے فرشتون کو آواز دین گے،

اُس وقت جب منافقین آپ کی بزم خاص مین نفاق ڈالنا، اور گھر مین خانہ جنگی کے سامان بہم پہنچانا چاہتے ہین، بعض ازواج سے آپ آزردہ ہین تو ارشاد ہوتا ہی،

فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰىہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَھِیْرٌ، (تحریم)

تو خدا پیغمبر کا والی وناصر ہی اور جبریل اور نیک مسلمان اور اُس کے بعد فرشتے اس کے مددگار ہین۔

ایک بار ابوجہل نے کفار سے پوچھا کہ "کیا محمد کبھی تمھارے سامنے سربسجود ہوتے ہین" سبھون نے کہا "ہان" اُسنے کہا لات وعزیٰ کی قسم! اگر مین انکو سجدہ کرتے دیکھون گا تو انکی گردن توڑ ڈالون گا، اور انکی پیشانی کو زمین مین رگڑ دون گا" چنانچہ ایک دفعہ جب آپ مصروف نماز تھے، وہ اِسی نیت سے آپ کی طرف بڑھا لیکن فوراً سمٹکر پیچھے ہٹ گیا، کفار نے سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ میرے اور محمدؐ کے درمیان آگ کی ایک خندق اور بہت سے پردینی فرشتون کے حائل ہوگئے،" آپ نے فرمایا اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اُسکی تکا بوٹی کردیتے،[1] قرآن مجید کی اس آیت مین

اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی، (علق)

تم نے اس شخص کو دیکھا جو ایک بندہ کو نماز سے مانع آتا ہے

اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے،

[1] صحیح مسلم باب قولہ تعالیٰ ان الانسان لیطغیٰ

سفرِ طائف سے جب آپ ناکام واپس آرہے تھے تو حسب اقتضائے بشری آپ دل شکستہ تھے، جب آپ قرن الثعالب مین پہنچے اور سر اُٹھایا تو دیکھا کہ ابر کا ایک ٹکڑا سایہ فگن ہے، اس مین آپ کو ایک فرشتہ نظر آیا جس نے پکار کر کہا "یا محمد! مین پہاڑون پر موکل (ملک الجبال) ہون، آپ کے پروردگار نے آپکی اور آپکی قوم کی گفتگو سنی، مجھے بھیجا ہے کہ اگر آپ حکم دین تو مین پہاڑون کے نیچے ان کو کچل ڈالون"، فرمایا کہ شاید انکی نسل سے کوئی خدا کا پرستار پیدا ہو۔[1]

اسلام کی تاریخ مین ابتلا، و امتحان کا سب سے زیادہ سخت اور سب سے پہلا موقع غزوۂ بدر مین پیش آیا، سلمانون کی تعداد مین ۳۱۳ سو تیس آدمیون سے زیادہ نہ تھی، لیکن اس شرذمۂ قلیلہ کے مقابلہ کے لیے کفار کا ٹڈی دل امنڈا ہوا چلا آتا تھا آنحضرت صلعم نے جب اس منظر کو دیکھا تو قبلہ رو ہوکر درگاہ الٰہی مین دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے، دفعۃً ایکہزار فرشتونکی روحانی فوج سلمانون کی صف جنگ مین آکھڑی ہوگئی، قرآن مجید مین ہے،

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ	جب تم خدا سے فریاد کر رہے تھے تو خدا نے تمہاری فریاد کو سنا اور
بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ۔ (انفال ۱)	کہا کہ مین ایکہزار ہمرکاب سوارون سے تمہاری مدد کرتا ہون۔

اس فوج نے جسطرح سلمانون کی مدد کی اسکی کیفیت حضرت عبداللہ بن عباس نے اس طرح بیان کی ہے "کہ ایک سلمان ایک کافر کا تعاقب کر رہا تھا کہ اُسنے کافر کے اوپر سے کوڑے کی آواز سنی، اور سوار کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ "آگے بڑھ اے حیزوم" یہ کہنا تھا کہ کافر چت زمین پر گر پڑا، سلمانون نے آگے بڑھکر دیکھا تو اسکی ناک مین سوراخ ہوگیا تھا جسمین نکیل لگی ہوئی تھی، اور تمام چہرہ پھٹ گیا تھا، اور اس مین نیلی بدھیان پڑگئی تھین، اس صحابی نے آنحضرت صلعم کیخدمت مین اس واقعہ کو بیان کیا، آپ نے فرمایا "سچ کہتے ہو، یہ تیسرے آسمان کی مدد ہے"[2]

غزوۂ احد مین بھی سلمانون کی تعداد کفار کے مقابلہ مین بہت کم تھی، سلمانون کو یہ دیکھکر اضطراب ہوا لیکن آنحضرت صلعم نے تسلی دی کہ "اپنی قلت تعداد اور بے سروسامانی پر بجائے خدا اپنے ہزارون فرشتون سے تمہاری مدد کریگا"، خدا نے کہا کہ "ہان بیشک اگر سلمان جرأت و ہمت اور صبر سے کام لین گے تو مین پانچہزار فرشتون کی فوج انکی مدد کو

[1] صحیح بخاری غزوۂ احد و باب ذکر الملائکہ و صحیح مسلم غزوۂ احد [2] صحیح مسلم جلد ۲، کتاب الجہاد باب الامداد بالملائکہ۔

اتارونگا"، سورۂ آل عمران مین اللہ تعالی نے اس واقعہ کو بتفصیل بیان کیا ہے،

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اَلَنْ یَّکْفِیَکُمْ اَنْ یُّمِدَّکُمْ رَبُّکُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُنْزَلِیْنَ ، بَلٰٓی اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَیَاْتُوْکُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْکُمْ رَبُّکُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُسَوِّمِیْنَ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰی لَکُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُکُمْ بِهٖ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ، (آل عمران ۱۳)

اے پیغمبر جب تم مسلمانون سے کہتے تھے کہ کیا تمکو یہ بس نہین کرتا کہ خدا تین ہزار فرشتون سے تمہاری مدد کریگا، ہان بیشک اگر تم صبر کرو اور تقوی کرو، اور تمہارے دشمن بڑے زورون سے بڑھکر آئین تو وہ پانچ ہزار بہادر فرشتون سے تمہاری مدد کرے گا، خدا نے اس وعدہ کو تمہارے لیے ایک خوشخبری بنایا اور تاکہ تمہارے دلون مین طمانیت پیدا ہو، مدد تو خدا ہی کے پاس سے آتی ہے،

لیکن جب جنگ شروع ہوئی تو مسلمانون کے ہاتھون سے سررشتۂ صبر چھوٹ گیا اس لیے خدا کے وعدۂ نصرت سے وہ محروم رہ گئے، مگر آنحضرت صلعم کے وجود اقدس کی حفاظت کے لیے دو فرشتے ساتھ تھے، حضرت سعد ابن وقاص فرماتے ہین کہ "مین نے غزوۂ احد مین دو سفید پوش آدمیون کو دیکھا جو آپ کی طرف سے سخت جانبازی کے ساتھ لڑ رہے تھے، اور مین نے انکو نہ اس سے پہلے دیکھا تھا، نہ اس کے بعد دیکھا[1]" صحیح مسلم کی روایت مین تصریح ہے کہ یہ دونون فرشتے جبرئیل ومیکائیل[2] تھے،

غزوۂ احد کے بعد غزوۂ **خندق** پیش آیا، اس غزوہ مین بھی مسلمانون کی بیچارگی اور بے سروسامانی کا وہی عالم تھا اسلامی فوج کی رسد کی یہ کیفیت تھی کہ خود مقدس سپہ سالار اپنے سپاہیون کے ساتھ کئی وقت کا بھوکا تھا، لیکن اللہ تعالی نے اپنی وہ روحانی فوج نازل کی جو بھوک اور پیاس سے بے نیاز ہے، سورۂ احزاب مین اللہ تعالی مسلمانون پر اپنا احسان جتاتا ہے،

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَآءَتْکُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَکَانَ اللّٰهُ

اے ایمان والو! خدا کے اس احسان کو یاد کرو کہ جب کفار نے تمکو آکر گھیر لیا تو ہم نے ان پر ہوا بھیجی، اور اس فوج کو بھیجا

لہ صحیح بخاری جلد [illegible] باب غزوۂ احد [illegible] صحیح مسلم جلد [illegible] کتاب الفضائل باب قتال جبریل ومیکائیل عنہ صلعم۔

بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ، (احزاب ۳) جسکو تم نے نہین دیکھا ،

یہ غیر مرئی فوج روحانی سپاہیون کے دستے تھے ،

حضرت **ابوذر** جو قدیم الاسلام صحابی تھے، اُن سے روایت ہو کہ ایک دفعہ اُنھون نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ آپ کو پہلے پہل کیونکر معلوم ہوا کہ آپ پیغمبر ہین، فرمایا "مین ایک دفعہ جا رہا تھا کہ آسمان سے دو فرشتے اُترے، ایک آسمان کی طرف گیا اور ایک زمین پر آیا، ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ کیا یہ وہی ہے؟ دوسرے نے کہا "ہان یہ وہی ہی" پھر اس نے کہا ان کو ایک آدمی سے تولو، تو میرا پلہ بھاری رہا۔ پھر دس سے، پھر سو سے، پھر ہزار آدمیون کے مقابلہ مین تولا گیا تب بھی میرا ہی پلہ بھاری رہا، دوسرے فرشتے نے کہا کہ اگر انکی تمام امت کو بھی ایک پلہ مین رکھو اور انکو دوسرے مین تب بھی انہی کا پلہ جھکتا رہے گا[1]،

یہ حقیقت مین آنحضرت صلعم کی فضیلت بشری کی تمثیل تھی،

حضرت عبد اللہ بن مسعود مکہ کا واقعہ بیان کرتے ہین کہ آپ ایک شب عشا کی نماز پڑھ کر لوٹے تو میرا ہاتھ پکڑ کر مکہ کے باہر میدان مین لے گئے، اور ایک جگہ خط کھینچکر فرمایا کہ "یہان ٹھرو، اور اگر تمکو کچھ لوگ نظر آئین تو ان سے تم بولنا نہین، وہ بھی تم سے نہین بولین گے" یہ کہکر آپ ایک طرف تشریف لے گئے، اس اثنا مین مجھے کچھ لوگ نظر آئے جو زطی قوم کی طرح معلوم ہوتے تھے، نہ وہ برہنہ تھے، اور نہ اُنکے کپڑے نظر آتے تھے، وہ میری طرف آکر پھر رسول اللہ صلعم کی طرف چلے جاتے تھے، اور خط سے آگے نہین بڑھتے تھے، آدھی رات کے بعد آپ واپس تشریف لائے اور فرمایا کہ تم دیکھتے ہو کہ آج شب مین سویا نہین، یہ کہکر میرے زانو پر سر رکھکر سو گئے، اتنے مین کچھ لوگ اُجلے اُجلے کپڑے پہنے، جن کے حسن و جمال کا حال خدا ہی جانے کہ کیا تھا، پاس آکر بیٹھ گئے، کچھ آپ کے سرہانے بیٹھے اور کچھ آپ کے پاؤن کے پاس آکر بیٹھ گئے، دونون نے ملکر آنحضرت صلعم کی نبوت و رسالت کی ایک تمثیل بیان کی

[1] یہ حدیث مسند دارمی باب کیف کان اول شان النبی صلعم مین ہو اس کا سلسلہ سند یہ ہو؛ اخبرنا عبد اللہ بن عمران احدثنا ابوداؤد حدثنا جعفر بن عثمان القرشی عن عثمان بن عروۃ بن الزبیر عن ابیہ عن الجا ذر الغفاری، تیسرے راوی جعفر بن عثمان القرشی کا پتہ متداول کتب اسمائے رجال مین مجھے نہین ملا (س)

اور کہا کہ یہ وہ پیغمبر ہے جسکی آنکھیں گو سوتی ہین مگر دل ہشیار رہتا ہے، اس کے بعد وہ چلے گئے، آپ بیدار ہوئے تو فرمایا ان لوگون نے جو باتین کین وہ مین نے سنین، تم جانتے ہو یہ کون تھے؟ عرض کی خدا اور خدا کا رسول زیادہ جانتے ہین، فرمایا یہ فرشتے تھے، انکی تمثیل کی تفسیر یہ ہی[1]،

حضرت حذیفہ کہتے ہین کہ ایک دفعہ نماز عشا پڑھکر آپ چلے تو مین آپ کے پیچھے ہولیا، فرمایا "کون! حذیفہ؟" عرض کی "جی ہان" فرمایا آج وہ فرشتہ مجھپر اُترا جو آج تک زمین پر نہین اُترا تھا، اس نے خدا سے اِذن مانگا کہ وہ میرے پاس آکر مجھے یہ بشارت سنائے کہ "فاطمہ جنتی بی بیون کی اور حسن اور حسین جنتی جوانون کے سردار ہین[2]"۔

[1] ترمذی ابواب الامثال، امام ترمذی نے اِس حدیث کو حسن غریب صحیح کہا ہو۔

[2] ترمذی مناقب حسنین۔ حدیث حسن غریب۔

عالمِ رُویا

لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق (رخ)

رؤیا اور خواب درحقیقت نفس یا روح کے عجائبات کا ایک حیرت انگیز طلسم ہے، علمائے نفس کہتے ہین کہ اسکی حقیقت یہ ہے کہ انسان کے قوائے نفسی و دماغی ہر وقت اور ہر آن اپنے ذہنی اعمال مین مصروف رہتے ہین، جب وہ سوجاتا ہے اور اُس کے ظاہری حواس بیکار ہوجاتے ہین، اس وقت بھی انکے فکر و نظر کا عمل جاری رہتا ہے، مگر چونکہ عموماً انسان عمیق اور پرسکون نیند سوتا ہے اِسلیے جاگنے کے بعد اس کو اپنی حالت خواب کا احساس نہین ہوتا، لیکن کبھی کبھی جب اسکی نیند مستغرق اور گہری نہین ہوتی تو اُس کو اپنی گذشتہ سیر دماغی کے مکمل یا نامکمل مناظر یاد رہ جاتے ہین اسی کا نام خواب ہے،

یہ تو فلسفۂ قدیمہ کا "فرسودہ خیال" تھا، اب جدید عہد ترقی مین سائیکالوجی اور نفسیات کے علما کا مشہور و مقبول نظریہ یہ ہے کہ ہم عالم بیداری مین اپنے جن خیالات، جذبات اور ارادون اور تمناؤن کو جا نکر یا بے جانے کسی سبب سے دبا دیتے ہین، عالم خواب مین جب ہمارے تعقل اور احساس کی جابرانہ حکومت ان سے اُٹھ جاتی ہے تو ان کو اُبھرنے کا موقع ملتا ہے، اور وہ ہمکو خواب بنکر نظر آتے ہین، بہر حال یہ شاید اُس رویا کی توجیہ ہوگی جنکو "خواب پریشان" یا "اوہام دماغی" کہنا زیادہ موزون ہے،

عُرفائے رُوح اس خواب پریشان یا اوہام دماغی کے منکر نہین ہین لیکن رویا کی حقیقت اُن کے نزدیک کچھ اور ہے، وہ کہتے ہین کہ انسان جسم و روح سے عبارت ہے، روح جب تک جسم کے اندر ہے اسکی جلوہ نمائی کے دو رُخ ہیں، جسمانی و روحانی، اپنے جسمانی دروازہ سے وہ جھانکتی ہے تو اس کو جسم کے مادہ کی سطح پر رنگا رنگ کے نقش و نگار اور گلکاریان نظر آتی ہین، یہ اُس کے وہ تعلقات اور دلچسپیان ہین جو اسکی اِس جسمانی و مادی عالم کے ساتھ قائم ہین لیکن اس کے پیچھے ایک دوسرا دروازہ ہے جہان سے وہ روحانیت کے عالم کی سیر کرسکتی ہے جس قدر اس کا تعلق، اُنس، دل بستگی، شیفتگی اور مشغولیت، عالم جسم سے زیادہ ہوگی اُسی قدر دوسرے عالم کی طرف سے فراموشی،

غفلت اور بے تعلقی زیادہ ہوگی، حالت خواب مین روح کی ظاہری جسمانی مصروفیتین چونکہ کم ہو جاتی ہین اس لیے اسکو دوسری کھڑکی کی طرف جھانکنے کی فرصت مل جاتی ہے، اور پھر روح کو جسقدر تعلقات خارجی سے بیگانگی زیادہ ہوتی ہے شہرستان ملکوت مین اسکی سیر بہت آگے تک اور بہت دور تک، اور وہان کے تمثیلی مناظر ومشاہدات سے اسکی اطلاع اور واقفیت زیادہ صحیح اور سچی ہوتی ہے، جو روحین کہ اس عالم جسمانی کی بندشون مین رہ کر بھی ان مین گرفتار و مقید نہین، اُن کے لیے عالم بیداری بھی اقلیم روح کی گلگشت سے مانع نہین، اسی کا نام مشاہدہ اور مکاشفہ ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے مقدس قالبون مین جو ارواح طیبات ہین، وہ عالم ظاہری کی گرفتاریون کے بعد بھی جس حدتک آزاد اور بے تعلق رہتی ہین، وہ عام حدِ انسانی سے بہت آگے اور بہت بلند ہے، اسی لیے عالم مشاہدہ اور عالم رویا دونون مین حقائق واسرار کی بستیان انکی نگاہون کے سامنے ہوتی ہین، بیداری تو بیداری، وہ سوتے بھی ہین تو بیدار رہتے ہین، ان کے جسم سوتے ہین لیکن انکی روحین ہمیشہ جاگتی رہتی ہین۔

تنام اعینھم ولا تنام قلوبھم (بخاری باب الانبیاء) — پیغمبرون کی آنکھین سوتی ہین لیکن اُن کے دل ہمیشہ بیدار رہتے ہین۔

غافل انسان اِدھر التفات نہین کرتا ورنہ درحقیقت نیند اور خواب کا معاملہ ایک سِرِّ ملکوتی اور ایک رازِ الٰہی ہے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاؤُكُمْ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ (روم ۳)

خدا کی نشانیون مین سے (اے انسانو!) رات مین اور دن مین تمہاری نیند ہے، اور پھر بیدار ہو کر اپنے کاروبار مین تمہارا مصروف ہونا اور اسکی دولت کو تلاش کرنا ہے، اس مین اُن لوگون کے لیے جو سنتے ہین بڑی بصیرتین ہین۔

موت اور نیند دونون کم وبیش ایک ہی جنس کی چیزین ہین، فرق اس قدر ہے کہ موت کی حالت مین جسم سے روح کو دائمی مفارقت ہو جاتی ہے، اور نیند مین عارضی، موت مین تمام تعلقات ظاہری کے بند ٹوٹ جاتے ہین، اور نیند مین کچھ نہ کچھ گرہین بند باقی رہ جاتی ہین، قرآن مجید نے اسی روزانہ پیش آنے والے حیرت افزا واقعۂ قدرت کی طرف ہمکو اس آیت مین متوجہ کیا ہے۔

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي — وہ اللہ ہی ہے جو روحون کو موت کے وقت اور جنکی موت کا وقت ابھی نہین آیا،

لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ (زمر)

انکو نیند مین انکی مصروفیت دنیاوی کا وقت پورا کردیتا ہی۔ پھر جن پر موت کا فرمان جاری ہوچکتا ہی انکو اپنے پاس روک لیتا ہی اور دوسرونکو ایک وقت مقرر تک کے لیے چھوڑ دیتا ہی۔ اسمین سوچنے والون کے لیے نشانیان ہین

حضرت امام ربانی اِس آیت کی تفسیر مین فرماتے ہین۔

"توفی نوم ازان قبیل است کہ شخصے از وطنِ مالوف خود بشوق و رغبت از براے سیر و تماشا بیرون آید تا فرح و سرور حاصل کند و خرم و شادان بوطن خود باز رجوع نماید، و سیرگاہِ او **عالمِ مثال** است کہ متضمن عجائب ملک و ملکوت است" (مکتوب سی ودیم، جلد سوم)

عربی زبان مین خواب کے لیے دو لفظ ہین، ایک حُلم جسکی جمع اَحلام آتی ہی، اس کے معنی "خواب و خیال" کے ہین، یعنی محض وہم و تخیل، دوسرا رویا، یہ اُس خواب کو کہتے ہین جس مین حقیقت بینی اور رمز شناسی ہو، اِن دونون لفظون مین ایک اور فرق یہ ہی کہ پہلے مین وسوسۂ شیطانی کا دخل ہوتا ہے اور دوسرا اس سے پاک ہی، یہ فرق سورۂ یوسف کی اِن آیتون مین صاف نظر آئیگا، عزیزِ مصر نے خواب دیکھا ہے، اپنے درباریون سے اسکی تعبیر پوچھتا ہے اہل دربار کہتے ہین کہ یہ محض خواب و خیال اور وہم ہے،

يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي رُؤْيَايَ إِنْ كُنْتُمْ لِلرُّؤْيَا تَعْبُرُونَ ۝ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ ۖ وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بِعَالِمِينَ ۝ (سورۂ یوسف)

اے دربار یو میرے اس خواب کے بارہ مین مجھے رائے دو، اگر خواب کی تم تعبیر بیان کرسکتے ہو، انھون نے کہا یہ تو محض اوہام و خیالات کا مجموعہ ہی ہم ان اوہام اور خیالات کی تعبیر سے واقف نہین،

گو عالم رویا کا نظارہ ہر اُس ہستی کو کبھی کبھی پیش آتا ہے جو روح سے وابستہ ہی اور جسمین کالے گورے، مومن و کافر، شقی وسعید اور نیک و بد کی کوئی تمیز نہین لیکن جسطرح ایک نہایت نازک اور باریک یا کسی دور سے آنیوالی چیز کو بہت سی آنکھین دیکھ سکتی اور دیکھتی ہین، لیکن ان مین حقیقت اور صحت کے قریب اُسی کی رویت ہوتی ہی جسکی بینائی تیز، آلات باصرہ صحیح اور فہم و استنباط کی قوت لطیف ہوتی ہے، اِسی طرح عالم رویا کے مشاہدات کی حقیقی اور صحیح رویت بھی انھین کے لیے ہی

جنکی روح و دل کی بینائی تیز اور بصیرت کی آنکھیں روشن اور ادراک و عرفان کے حواس لطیف ہون اور جن کے نفس کے آئینہ مین صلاح و تقویٰ کا صیقل زیادہ ہو،

وَمَن كَانَ فِي هٰذِهٖ أَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ أَعْمٰى (اسرائیل) اور جو یہان اندھے ہین، وہ وہان بھی اندھے ہونگے،

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (بقرہ) خدا سے تقویٰ کرو، اور وہ تمکو علم بخشتا ہے، اور خدا کو ہر چیز کا علم ہو،

اِسی لیے دنیا کے تمام مذاہب نے رویا کو خاص اہمیت دی ہے، اسلام اور شارع اسلام نے جسطرح **دین** کے اور شعبون کی تکمیل کی ہے، اس حقیقت کو بھی نہایت واضح اور روشن کر دیا ہے، قرآن مجید کی آیت ہو۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ه لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ، لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (یونس) جو ایمان لائے اور وہ متقی ہین، اُن کے لیے اس دنیا مین بشارت ہو اور آخرت مین بھی خدا کی باتون مین تبدیلی نہین یہی بڑی کامیابی ہے

جب یہ آیت اتری تو صحابۂ کرام نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! اس دنیا مین بشارت کیا ہو؟ فرمایا کہ "وہ رویائے صالحہ ہو جو ایک مرد مسلم دیکھتا ہو[1]" آپ نے فرمایا کہ "نبوت اور رسالت ختم ہو گئی، لیکن صرف ایک چیز باقی رہ گئی ہو، اور وہ مُبشرات (خوشخبریان) ہین" لوگون نے عرض کی یا رسول اللہ! مبشرات کیا ہین؟ فرمایا "مسلم کا رویائے صالحہ، یہ **نبوت** کے اجزا مین سے ایک جز ہے[2]" بخاری مسلم اور ترمذی کی متعدد روایتون مین مختلف صحابیون سے مروی ہو کہ آپ نے فرمایا کہ "مومن کی رویائے صالحہ **نبوت** کے چھیالیس حصون مین سے ایک حصہ ہو"[3] اس سے زیادہ **رویا کی اہمیت** اور کیا ہو سکتی ہو کہ وہ نبوت کا ایک حصہ ہو، لیکن یہ بھی سمجھ لو کہ وہ کونسا رویا ہے، ابھی ہم اوپر لکھ آئے ہین کہ عربی مین خواب کے لیے دو لفظ ہین، حُلُم (خواب پریشان یا خیالات نفسانی) اور رُؤیا، حدیث صحیح مین ہے کہ آپ نے فرمایا

الرؤیا من اللّٰه والحلم من الشیطان (صحیح بخاری و مسلم و ترمذی) رویا خدا کی طرف سے اور حُلم شیطان کی طرف سے ہے،

آغاز مضمون مین علمائے نفس اور عرفائے روح کی تشریحات کی تفصیل ہو چکی ہے، ذیل کی حدیث سے یہ حقیقت بہت اچھی طرح ظاہر ہو جاتی ہے، صحیح مسلم اور جامع ترمذی مین ہو کہ آپ نے فرمایا "اصدقکم رؤیا اصدقکم حدیثا" "تم مین سے سب سے سچا خواب دیکھنے والا وہ ہے جو سب سے زیادہ سچ بولتا ہے" حقیقت مین انسان کا ظاہر اُسکے باطن کا آئینہ ہے،

[1] صحیح ترمذی کتاب الرؤیا
[2] حوالۂ مذکور،
[3] ان کتابون مین کتاب التعبیر یا کتاب الرؤیا دیکھو،

جسکی زبان سچ بولے گی، اسکی روح بھی یقیناً سچ دیکھے گی، علمائے نفسیات، حدیث کے اس ایک فقرہ کی گرہ کشائی پورے ایک باب مین کر سکتے ہین۔

اس کے بعد آنحضرت صلعم نے فرمایا "خواب تین قسم کے ہوتے ہین، ایک رویائے صالحہ یہ خدا کی طرف سے خوشخبری ہوتی ہے، دوسرا غم پیدا کرنے والا خواب، یہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہی، تیسرا وہ خواب ہوتا ہی جو انسان کی اپنے دل کی باتین اور خیالات ہوتے ہین" اس تقسیم سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ علمائے نفس اور عرفائے روح جس خواب اور رویا کی تشریح کرتے ہین، وہ اپنی اپنی حقیقت کی رو سے بالکل الگ ہین، اس عالم رویا کے تحت مین جس قسم سے بحث ہی، وہ صرف پہلی قسم ہی۔

عام انسانون اور انبیا علیہم السلام کی رویا مین وہی نسبت ہی جو ان دونون کی ذات مین ہے، جب عام انسانون کی آنکھین سوتی ہین تو کم و بیش انکے دل بھی سوتے رہتے ہین لیکن انبیائے کرام کی آنکھین جب سوتی ہین تو بھی اُن کے دل بیدار رہتے ہین، حضرت عائشہ کہتی ہین کہ ایک دفعہ آپ نے بڑی دیر تک تہجد کی نماز پڑھی لیکن ابھی وتر نہین پڑھی تھی کہ لیٹ گئے، حضرت عائشہ نے کہا یا رسول اللہ آپ بے وتر پڑھے سوتے ہین، فرمایا "اے عائشہ! میری آنکھین سوتی ہین لیکن میرا دل نہین سوتا" معراج کے ذکر مین ہی کہ "آپ اس حالت مین تھے کہ آپکی آنکھین سوتی تھین لیکن دل بیدار تھا، اور انبیا کا یہی حال ہوتا ہے کہ انکی آنکھین تو سوتی ہین لیکن اُن کے دل بیدار رہتے ہین"

انہی حدیثون کو پیش نظر رکھکر جمہور علمائے اسلام کا یہ فیصلہ ہی کہ انبیائے کرام کا رویا بھی اوسیقدر قطعی اور یقینی ہے جس قدر آپ کے عام احکام وحی اور مخاطبات الٰہی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو خواب اپنے پہلوٹے بیٹے کی قربانی کے متعلق دیکھا اُس کے حکم الٰہی ہونے مین انھین کسی قسم کا شک و شبہہ نہین ہوا، اور اُنھون نے اسکی تعمیل ویسی ہی ضروری سمجھی جیسے اس حکم کی جو عالم بیداری مین انھین خدا کی طرف سے ملتا، دوسرے پیغمبرون کے حالات مین بھی یہی نظر آتا ہے کہ انکو اپنے رویا کی صحت و صداقت اور واجب العمل ہونے مین کسی قسم کا شک و شبہہ نہ تھا، خود آنحضرت صلعم کے سوانح مبارک مین یہ احوال بکثرت پیش آئے ہین، اور اس عالم مین جو احکام اور علوم آپ کو دیے گئے ہین وہ بھی اسی طرح قطعی ہین جس طرح وہ احکام اور علوم جو وحی کے دوسرے طریقون سے آپ کو مرحمت ہوئے، چنانچہ ترمذی

مین حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ رُؤیا الانبیاء وحیٌ (انبیا کا خواب بھی وحی ہوتا ہے)

اوپر اشارہ گذر چکا ہی کہ بعض علمائے اسلام اور اصحاب کشف و عرفان عالم غیب اور عالم ملکوت اور اس عالم شہادت اور عالم جسمانیات کے درمیان ایک تیسرے عالم کے قائل ہین جسکا نام انہون نے عالم برزخ (درمیانی مقام) اور عالم مثال رکھا ہی، چنانچہ علما مین امام خطابی، امام غزالی، علامۂ سیوطی، شاہ ولی اللہ صاحب اور صوفیہ مین حضرت امام ربانیؒ، اور تمام حضرات مجددیہ اس عالم کے قائل ہین، شاہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ مین اس کا ایک خاص باب باندھا ہے، جسمین متعدد احادیث سے اور علامۂ سیوطی اور امام غزالی کی تحریرون سے اس عالم کا ثبوت بہم پہنچایا ہے، عالم مثال اُن کے نزدیک گویا ایک صاف پانی کی غیر محدود نہر یا شیشہ ہی جس مین عالم شہادت کی وہ چیزین جو جاندار یا مجسم نہین ہین مثلاً صفات، اعراض، نیکی و بدی، ایمان، علم وغیرہ، وہان اپنی مناسب اور موزون شکلون مین جاندار اور مجسم ہوکر نظر آتی ہین، نیکی ایک حسین و جمیل کی شکل مین، بدی ایک کریہ المنظر صورت مین، ایمان آفتاب بنکر، علم دریا کے رنگ مین جلوہ گر ہوتا ہی، اسی طرح عالم غیب کی چیزین جنّت، دوزخ، ملائکہ وغیرہ اسی نہر و آئینہ مین منعکس ہوکر اس عالم شہادت کے لوگون کو نظر آتی ہین، اور جس طرح تصویر کی شبیہ اور نہر و آئینہ کے عکس مین اور اصل جسمانی شکلون مین کامل مشابہت اور مماثلت ہوتی ہے، اسی طرح عالم غیب کی اشیا اور عالم مثال کی شبیہون اور تصویرونمین پوری مماثلت اور مشابہت پائی جاتی ہی

بہرحال اس عالم کا مستقل وجود ہو یا نہو، مگر اس مین شک نہین کہ قرآن پاک اور احادیث صحیحہ مین ایسے واقعات حالات، مشاہدات اور کیفیات مذکور ہین جنکی تشریح اس عالم مین بخوبی کی جاسکتی ہے۔ انجیل اور قرآن مجید دونون مین ہے کہ جبریل حضرت عیسیٰ کی پیدائش کی بشارت لیکر

فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (مریم) — مریم کے سامنے ایک پورے انسان کی مثال بنکر آئے۔

احادیث مین ہی کہ ایک دفعہ نماز کی حالت مین آپکے سامنے جنّت اور دوزخ کی صورتین جلوہ گر کی گئین، اس موقع پر مختلف صحابیون نے اس مفہوم کو حسب ذیل مختلف الفاظ مین ادا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا،

اِنہ صُوِّرت لی الجنۃ والنار حتّی رأیتھما دون — میرے لیے جنت اور دوزخ مصوّر کی گئی یا میرے سامنے جنت اور دوزخ

له ترمذی مناقب فاروق

الحائط (بخاری باب التعوذ من الفتن)	کی صورت پیش کی گئی یہانتک کہ مین نے انکو اس دیوار کے پاس دیکھا۔
لقد رأیت الآن منذ صلیت بکم الصلوۃ الجنۃ والنار ممثلتین فی قبلۃ ھذا الجدار (بخاری باب رفع البصر فی الصلوٰۃ)	مین نے ابھی جب تمکو نماز پڑھا رہا تھا جنّت اور دوزخ کو اس دیوار کے رُخ مین متمثّل دیکھا، یا میرے سامنے جنّت اور دوزخ کی تمثال پیش کی گئی۔
انی رأیت الجنۃ واریت النار (بخاری باب الکسوف)	مین نے جنّت کو دیکھا اور دوزخ مجھے دکھائی گئی۔
فعرضت علی الجنۃ وعرضت علی النار (مسلم باب الکسوف)	مجھپر جنّت اور دوزخ پیش کی گئی۔
لقد جیئ بالنار ثم جیئ بالجنۃ (مسلم باب الکسوف)	میرے پاس جنّت اور دوزخ لائی گئی،
اطّلعت فی الجنۃ واطّلعت فی النار (بخاری باب صفۃ الجنۃ)	مین جنّت اور دوزخ مین جا نکلا۔

ایک ہی مفہوم کو مختلف راویون نے اِن مختلف الفاظ مین ادا کیا ہی لیکن ہم سب کو معلوم ہے کہ الفاظ کی احتیاط بھی جس قدر امام بخاری کے ہان ہی کسی اور کے ہان نہین۔ اِسلیے امام بخاری کے الفاظ **تصویر اور تمثیل** یا **صورت اور مثال** یا امام مسلم کے الفاظ **لایا جانا اور پیش کیا جانا** پر ذرا تامل درکار ہے، حقیقت یہ ہی کہ انسان کی زبان اِس درجہ ادائے مطلب مین قاصر ہے کہ وہ اپنے الفاظ سے عالم محسوس کی کیفیتون کی بھی پردہ دری نہین کرسکتی، پھر اُس سے یہ توقع کس قدر بیجا ہے کہ غیر محسوس عالم کی کیفیتون کو وہ کبھی الفاظ کا جامہ پہنا سکتی ہے، ہم کرسکتے ہین، وہ یہ ہی کہ صحیح، مستند اور محفوظ ذریعہ سے جو کچھ ہم تک پہنچا ہے، وہ ہم دوسرون تک پہنچا دین۔

وحی نبوی کا آغاز رویائے صالحہ سے ہوا، آپ کو چیزین رویا مین دکھائی جاتی تھین، اور وہ سپیدہ صبح کی طرح ٹھیک ٹھیک پوری اترتی تھین[1]۔

معمول تھا کہ صبح کی نماز کے بعد صحابہ کی طرف منہ کرکے آپ جائے نماز پر بیٹھے رہتے اور ان سے دریافت فرماتے کہ تم مین سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہو، لوگ بیان کرتے، اگر وہ رویائے صالحہ ہوتا تو آپ اسکی تعبیر کرتے، اگر وہ خواب وخیال ہوتا تو

---

[1] صحیح بخاری بدء الوحی، کتاب التعبیر وغیرہ وصحیح مسلم بدء الوحی۔

کہدیے کہ یہ محض خواب و خیال ہے، اِسی اثنا مین اِس شب مین اگر خود آنحضرت صلعم کو کوئی رویا دکھایا گیا ہوتا تو آپ اُس کو سناتے،[1]

آنحضرت صلعم کے جس قدر رویا احادیث مین مذکور ہین اُنکی دو قسمین ہین، ایک وہ ہین، جو تمثیلی رنگ مین دکھائے گئے ہین اور آنحضرت صلعم نے اُنکی تعبیر و تشریح خود اپنی زبانِ مبارک سے کردی ہے۔ دوسرے وہ رویا ہین جو بعینہ واقعہ اور حقیقت ہین اور اِسی لیے آنحضرت صلعم نے اُن کو بیان کرتے وقت اُنکی تاویل و تشریح نہین کی، اِنکی بھی دو قسمین ہین ایک وہ جس مین بعض اوقات دنیا کے متعلق پیشینگوئی اور اخبار غیب ہے، دوسری وہ جسمین احوال آخرت اور اسرار غیب کا اظہار ہے، ذیل مین ہم ہر قسم کے واقعات کو الگ الگ عنوانون کے تحت مین بیان کرتے ہین۔

رویاے تمثیلی ابھی آپ مکہ معظمہ مین تھے، اسلام پر سختی اور مصیبت کے دن تھے، صداے حق پر لبیک کہنے والون کی تعداد کم تھی، کہ آپ کو عالمِ رویا مین دکھایا گیا کہ آپ اپنی جماعت کے ساتھ عقبہ بن نافع کے گھر مین ہین، اور ابن طاب کی تر و تازہ کھجورین لاکر آپ کو اور آپ کے رفقاء کو دی گئی ہین، آپ نے اسکی تعبیر یہ کی کہ دنیا مین سلمانون کو ترقی اور آخرت مین عاقبت بخیر ہوگا، اور ان کا مذہب پھلے اور پھولے گا[2]۔

ابھی آپ نے ہجرت نہین کی تھی لیکن ہجرت کا زمانہ قریب تھا کہ آپ کو ہجرت اور ہجرت کے بعد کے تمام اہم واقعات رویا مین دکھاے گئے، آپ نے فرمایا کہ مین نے دیکھا کہ "میری ہجرت کی سرزمین چھوہارون کا باغستان ہے" میرا خیال تھا کہ یہ یمامہ یا ہجر کا شہر ہوگا لیکن وہ شہر یثرب نکلا، اِسی خواب مین نظر آیا کہ "میرے ہاتھ مین تلوار ہے مین نے اسکو ہلایا تو وہ ٹوٹ گئی" یہ اُحد کی شکست کی طرف اشارہ تھا "پھر مین نے اس کو ہلایا تو وہ ایک نہایت عمدہ تلوار ہوگئی" یہ اِس واقعہ کی تمثیل تھی کہ اُحد کے بعد اللہ تعالیٰ فتح و کامیابی اور سلمانون کا اجتماع نصیب کریگا" مین نے اِسی خواب مین گائے کو ذبح ہوتے دیکھا" یہ وہ سلمان ہین جو اُحد مین شہید ہوئے، اس کے بعد بھلائی دیکھی، یہ وہ بھلائی ہے جو اسلام کو نصیب ہوئی،[3]

سلمانون نے جب مدینہ کو ہجرت کی ہے تو یہان کی آب و ہوا انکے موافق نہ تھی، وبا بھی پھیلی تھی، مہاجرین مین

[1] صحیح بخاری و مسلم و ترمذی کتاب الرویا و کتاب التعبیر [2] صحیح مسلم کتاب الرویا [3] صحیح بخاری کتاب التعبیر و بخاری کتاب التعبیر و رؤیا۔

اضطراب ساتھا، آپ نے خواب مین دیکھا کہ ایک کالی سیاہ عورت جسکے سر کے بال الجھے اور پریشان ہین، وہ مدینہ سے نکلکر جحفہ کی طرف جارہی ہے، اسکی تعبیر یہ ارشاد فرمائی کہ مدینہ کی وبا جحفہ مین منتقل کردی گئی[1]۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور مدینہ منورہ اس سے پاک ہوگیا۔

ایک دفعہ رویا مین آپ کو دکھایا گیا کہ آپ کے دونون ہاتھون مین سونے کا ایک ایک کنگن ہے اس سے آپکو تکلیف ہوئی، حکم ہوا کہ ان کو پھونک دو، آپ نے پھونکا تو دونون کنگن ہاتھون سے علیحدہ ہوکر اڑ گئے، آپ نے فرمایا کہ مین نے اسکی تعبیر یہ کی کہ یہ نبوت کے دو جھوٹے مدعی ہین، (مسیلمہ اور اسود عنسی) جو میرے بعد پیدا ہونگے[1]۔

آپ نے دیکھا کہ آپ کے سامنے دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا آپنے اُس کو اس قدر سیر ہوکر پیا کہ انگلیون سے دودھ بہنے لگا، پیالہ کا بچا ہوا دودھ آپ نے حضرت عمرؓ کو عطا فرمایا[2]، آپ نے لوگون نے جب یہ خواب بیان کیا تو اُنھون نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ اسکی تعبیر آپ نے کیا کی، فرمایا **"علم"** اسی طرح آپنے ایک دفعہ فرمایا "آج شب کو جب مین سویا تھا میرے سامنے کچھ لوگ پیش کئے گئے، ان مین سے کسی کے بدن پر کرتا سینہ تک تھا کسی کے اس سے نیچے تک، عمرؓ جب سامنے آئے تو اُن کے جسم پر کرتا اتنا بڑا تھا کہ اس کے دامن زمین پر لوٹ رہے تھے، سننے والون نے پوچھا یا رسول اللہ! آپنے اسکی کیا تعبیر کی، فرمایا[3] **"دین"**

ایک شب مین آپ کو ذات محمدی پر ختم نبوت اور تکمیل دین کی تمثیل دکھائی گئی، آنکھین خواب آلودہ تھین لیکن قلب اقدس بیدار تھا کچھ فرشتے اتر کر آپ کے پاس آکر بیٹھے، اور آپس مین ایک دوسرے سے بولے کہ اس پیغمبر کی کوئی تمثیل بیان کرو، اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی آقا ہو اُس نے ایک محل تیار کیا، اور اُس مین دسترخوان بچھایا، اور لوگون کو کھانے کی دعوت دی اب جس نے اسکی بات کو قبول کیا وہ آیا اور کھاپی کر سیر ہوا، اور جو نہین آیا اس کو اُس نے سزا دی، بیدار ہوکر آپنے عبد اللہ بن مسعود سے فرمایا کہ وہ آقا تو خدا ہے جنت اُس کا محل ہے، جسنے اسکی دعوت کو قبول کیا وہ جنت مین داخل ہوا، اور جس نے

---

[1] صحیح بخاری و ترمذی کتاب الرویا [2] صحیح بخاری و مسلم و ترمذی کتاب الرویا و التعبیر

[3] صحیح بخاری کتاب التعبیر و مناقب عمرؓ و جامع ترمذی ابواب الرویا [4] بحوالۂ سابقہ۔

انکار کیا اس کو اُسنے عذاب[1] دیا۔

ایک دفعہ آپ کو یہ دکھایا گیا کہ آپ ایک کنوئین کے اندارے پر کھڑے ہین، بعض روایتون مین ہی کہ آپ نے دیکھا کہ مین حوضِ کوثر پر کھڑا ہون، اور گرد لوگون کا مجاؤ ہے آپ ڈول سے پانی کھینچ کھینچ کران کو پلا رہے ہین آپ نے فرمایا کہ "اس کے بعد مین نے دیکھا کہ ابوبکر آئے اور انھون نے میرے ہاتھ سے ڈول لیکر مجھے سبکدوش کردیا، اور پھر وہ پانی کھینچ کھینچ کر پلانے لگے، مگر خدا اُن پر رحم کرے ذرا کھینچنے مین کمزوری معلوم ہوتی تھی، اِس کے بعد عمرؓ آئے تو ڈول بڑھکر بڑا ہوگیا، اور عمرؓ نے اس قوت اور تیزی سے پانی کھینچا کہ حوض کنارون کنارون تک پُر ہوگیا، اور لوگ پیکر سیر ہوہو گئے[2]" یہ خواب اتنا واضح تھا کہ آنحضرت صلعم نے اِسکی تعبیر کی ضرورت نہین سمجھی، کون نہین سمجھا کہ ڈول اور پانی کھینچنے سے مراد خلافت اور خدمتِ خلق کی بجا آوری ہے،

حضرت عمرؓ اُن چند سعید لوگون مین ہین جن کو اسی دنیا مین جنت کی بشارت دی جاچکی تھی، آنحضرت صلعم نے فرمایا "رات مین نے دیکھا کہ مین جنت مین ہون، سامنے ایک محل ہے، اور ایک عورت اس مین بیٹھی وضو کررہی ہی مین نے پوچھا یہ کس کا محل ہی، جواب دینے والے نے جواب دیا کہ یہ عمرؓ کا مسکن ہی، مین نے چاہا کہ اندر جاؤن مگر عمرؓ کی غیرت یاد آئی تو الٹا پھر گیا" حضرت عمرؓ سنکر رو پڑے اور کہا "یا رسول اللہ مین آپ سے غیرت کرتا[3]" ایک دفعہ آپ نے حضرت بلال سے پوچھا کہ "اے بلال، تم کون سا ایسا نیک عمل کرتے ہو کہ مین جب جنت مین گیا تو تمھارے جوتون کی چاپ کی آواز سنی" عرض کیا "یا رسول اللہ! ہمیشہ باوضو رہتا ہون، اور جب نیا وضو کرتا ہون دو رکعت نماز پڑھ لیتا ہون[4]"

ورقہ بن نوفل کا نام آغاز وحی کے ضمن مین ابھی گذر چکا ہی، یہ حضرت خدیجہ کے رشتہ دار تھے، اور اسلام سے پہلے سچے عیسائی ہوگئے تھے، جب آنحضرت صلعم کی بعثت ہوئی اور آپ سے نزول جبریل کا حال سنا تو انھون نے آپکی نبوت کی تصدیق کی، اور کہا کہ اگر زندہ رہا تو اس وقت جب آپ کی قوم آپ کو شہر بدر کرے گی مین آپ کی پوری مدد کرونگا" حضرت خدیجہ نے پوچھا کہ "یا رسول اللہ! ورقہ جنت مین گئے یا دوزخ مین۔ اُنھون نے تو آپ کی تصدیق کی تھی لیکن

[1] جامع ترمذی ابواب الامثال [2] صحیح بخاری ومسلم و ترمذی کتاب التعبیر و کتاب الرویا، مناقب عمرؓ [3] بحوالۂ سابق [4] بخاری ومسلم و ترمذی مناقب بلال۔

آپ کے ظہور سے پہلے مرگئے۔" فرمایا "مجھے وہ خواب مین دکھائے گئے کہ وہ سپید کپڑے پہنے ہین، اگر وہ دوزخ مین ہوتے تو اُن کے جسم پر یہ لباس نہ ہوتا۔"[1]

ایک شب کو جب آپ مصروفِ نماز تھے جمالِ الٰہی بے نقاب ہو کر سامنے آگیا، صحیحین کے علاوہ دیگر کتب حدیث مین ہے کہ ایک دفعہ صبح کی نماز کے لیے آپ دیر کو برآمد ہوئے نماز کے بعد لوگون کو اشارہ کیا کہ اپنی اپنی جگہ پر ٹھہرے رہین پھر فرمایا کہ آج شب کو جب مین نے اتنی رکعتین پڑھین جتنی میرے لیے مقدر تھین تو نماز ہی کے اندر مین اونگھ گیا، مین نے دیکھا کہ جمالِ الٰہی بے پردہ میرے سامنے ہے، خطاب ہوا "یا محمد! تم جانتے ہو کہ فرشتگانِ خاص کس امر مین گفتگو کر رہے ہین، عرض کی نہین، اے میرے رب مین نہین جانتا" اُس نے اپنا ہاتھ دونون مونڈھون کے بیچ مین میری پیٹھ پر رکھا جسکی ٹھنڈک میرے سینہ تک پہنچگئی اور آسمان و زمین کی تمام چیزین نگاہون کے سامنے جلوہ گر ہوگئین، سوال ہوا "یا محمد! تم جانتے ہو کہ فرشتگانِ خاص کس امر مین گفتگو کر رہے ہین" عرض کی "ہان اے میرے رب ان اعمال کی نسبت گفتگو کر رہے ہین جو گناہون کو مٹادیتے ہین" پوچھا "وہ کیا ہین" عرض کی "نماز باجماعت کی شرکت کے لیے قدم اٹھانا، نماز کے بعد مسجد مین ٹھہر جانا، اور ناگواری کے باوجود اچھی طرح وضو کرنا، جو ایسا کریگا اُسکی زندگی اور موت دونون بخیر ہونگی، وہ گناہون سے ایسا ہی پاک ہو جائے گا جیسا اُس دن تھا جب اس کی مان نے اُس کو جنا تھا" پھر سوال ہوا کہ "یا محمد! درجات کیا ہین! گذارش کی "کھانا کھلانا۔ نرمی سے باتین کرنا جب دنیا سوتی ہو تو اٹھکر نماز پڑھنا" پھر حکم ہوا کہ "اے محمد! مجھسے مانگو" مین نے عرض کی "خداوندا مین نیک کامون کے کرنے، اور برے کامون سے بچنے اور غریبون سے محبت کرنے کی توفیق چاہتا ہون، میری مغفرت کر مجھپر رحم فرما، جب کسی قوم کو تو آزمانا چاہے تو مجھے بے آزمائے اٹھالینا مین تیری محبت کا، اور جو تجھسے محبت رکھے اُسکی محبت کا، اور جو عمل مجکو تیری محبت کے قریب کردے اُسکی محبت کا خواستگار ہون" اِسکے بعد آپنے لوگون سے کہا کہ "یہ جو کچھ تھا حق تھا، اور اس دعا کو پڑھا کرو۔"[2]

آثارِ قیامت کے بعض واقعات بھی اِسی عالم مین آپ پر پیش کیے گئے، آپنے صحابہ کے مجمع مین ایکدن فرمایا

۱؎ مشکوۃ کتاب الرویا، بحوالۂ ترمذی و مسند احمد۔ ۲؎ یہ روایت جامع ترمذی تفسیر سورۂ ص و مسند ابن حنبل بسند معاذ جلد ۵ صفحہ ۲۴۳، ترمذی نے اِس حدیث کو حسن و صحیح کہا ہے۔

کہ رات مجھے ایک رویا دکھایا گیا، مین نے دیکھا کہ مین خانۂ کعبہ کا طواف کر رہا ہون، اِسی اثنا مین مین نے ایک شخص کو دیکھا جس کا رنگ گندم گون تھا، بہتر سے بہتر گندم گون آدمی جو تمنے دیکھا ہو، اس کے گیسو پڑے ہوئے تھے، بہتر سے بہتر گیسو جو تم نے دیکھے ہون، کنگھی سے بال درست کیے ہوئے تھے، اور اُن سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، دو آدمیون کے کندھون پر ہاتھ رکھکر وہ طواف کر رہا تھا، مین نے پوچھا یہ کون ہے؟ جواب ملا کہ مسیح بن مریم! مین ادھر دیکھنے کو مڑا تو اُن کے پیچھے ایک اور آدمی نظر آیا، سُرخ رنگ، موٹا، بھدا، بالون مین بہت گھونگھر پڑے ہوئے، ایک آنکھ سے کانا، آنکھ ایسی معلوم ہوتی تھی گویا کہ اُبھرا ہوا انگور ہے، مین نے پوچھا یہ کون ہے؟ معلوم ہوا دجّال[1]۔

ام المومنین زینب بنت جحش بیان کرتی ہین کہ ایک دفعہ آپ سونے سے جاگ اُٹھے، چہرۂ مبارک سُرخ تھا اور زبان پر یہ کلمات تھے "لا الٰہ الا اللہ افسوس ہے عرب پر، بُرائی نزدیک آگئی، یاجوج ماجوج کی دیوار مین آج اتنا سوراخ ہو گیا"[2]۔

حضرت جبریل اور دوسرے فرشتے جس طرح آپ کے عالم شاہدہ مین آتے تھے، اِسی طرح اس عالم رویا مین حاضر ہوتے تھے، حضرت سمرہ بن جندب کہتے ہین کہ ایک دن آپ نے فرمایا کہ آج شبکو مین نے خواب مین دو شخص دیکھے جو مجھ سے کہہ رہے ہین کہ "دوزخ کی آگ کو جو جلاتا ہے وہ مالک داروغۂ دوزخ ہے، مین جبریل ہون اور یہ میکائیل ہین"[3]۔

نظارۂ جمال الٰہی کے بعد اس عالم کا سب سے بڑا مشاہدہ وہ تھا جس مین آپ کو دوزخ کے مہیب و ہولناک مناظر اور بہشت کی بعض دلکش اور مسرّت افزا جلوہ آرائیان دکھائی گئین، حضرت سمرہ کہتے ہین کہ معمول تھا کہ صبح کی نماز کے بعد آپ ہم لوگون کی طرف منہ کر کے بیٹھ جاتے، اور پھر دریافت فرماتے کہ تم مین سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ بہرحال حسب معمول آج بھی آپ نے یہ دریافت فرمایا، ہمنے عرض کی نہین یا رسول اللہ! ارشاد ہوا کہ آج شب کو مجھے رویا مین یہ نظر آیا کہ دو آنے والے میرے پاس آئے، اُنھون نے مجھے اُٹھایا اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ایک مقدس سرزمین مین لے گئے، مین نے دیکھا کہ ایک آدمی پڑا ہے، دوسرا شخص ایک بڑا پتھر ہاتھ مین لیے اس کے پاس کھڑا ہے، وہ زور سے پتھر اُس کے سر پر مارتا ہے جس سے اس کا سر چور چور ہو جاتا ہے، اور پتھر لڑھکنے لگتا ہے، وہ دوڑ کر پتھر اُٹھا لاتا ہے

[1] صحیح بخاری کتاب التعبیر و صحیح مسلم باب الاسراء، [2] صحیح بخاری کتاب الفتن، صحیح مسلم باب اشراط الساعۃ جامع ترمذی ابواب الرویا [3] بخاری بدء الخلق

تو اس کا سر پھر درست ہو جاتا ہی، وہ پھر آکر اسی طرح مارتا ہی اور سر کے پرخچے اڑ جاتے ہین، مین نے پوچھا سُبحان اللہ یہ کیا ہے
میرے ساتھیون نے کہا آگے چلو آگے چلو، مین آگے چلا تو دیکھا کہ ایک آدمی بیٹھا ہے، دوسرے شخص کے ہاتھ مین ایک
لوہے کا انکڑا ہے، وہ ایک طرف اُس کے منہ مین انکڑا ڈال کر کھینچتا ہی تو باچھین پھٹکر گُدی سے ملجاتی ہین، پھر
آنکھ مین، پھر نتھنے مین انکڑا ڈالکر کھینچتا ہے اور چیرڈالتا ہے، اِدھر سے فرصت کرکے دوسری جانب جاتا ہی، اور
اُدھر کے بھی جبڑے، اور آنکھ اور نتھنے کو اسی انکڑے سے پیچھے تک چیرڈالتا ہے، اِسی اثنا مین پہلی طرف کے سب زخم بھر
آتے ہین اور پھر آکر وہ اُن کو چیرتا ہے، تو دوسری طرف کے بھر جاتے ہین، مین نے کہا سُبحان اللہ یہ کیا ہی؟ جواب
ملا آگے چلو آگے چلو، مین اور آگے بڑھا، دیکھا کہ ایک تنور ہے اس مین آگ روشن ہی، کچھ مرد وعورت اُس مین ننگے
ڈالے گئے ہین، جب نیچے سے آگ کا شعلہ اٹھتا ہی تو چیختے ہین، چلّاتے ہین، تھوڑی دیر مین وہ آگ دب جاتی ہی
اور پھر بلند ہوتی ہے، اور پھر وہ چیختے ہین اور چلّاتے ہین، مین نے کہا سُبحانَ اللہ یہ کیا ہے، اُنھون نے پھر آگے
بڑھنے کو کہا، اب آگے بڑھے تو دیکھا کہ ایک خون کی سُرخ ندی ہے اس مین ایک آدمی تیر رہا ہی، اور کنارہ پر ایک
شخص پتھر لیے کھڑا ہے، وہ آدمی چاہتا ہے کہ تیر کر کنارے لگ جائے، مگر جب وہ قریب آتا ہی وہ شخص پتھر اِس
زور سے تاک کر مارتا ہی کہ وہ اُس کے منہ مین جاکر لگتا ہے اور حلق سے نیچے اُتر جاتا ہے، وہ آدمی ہٹکر پھر جہان تھا
وہین پہنچ جاتا ہی، اور پھر وہ کنارہ پر آنے کا قصد کرتا ہے کہ پھر اسی طرح پتھر آکر اُس پر پڑتا ہے، مین نے دریافت کیا یہ کیا ہی؟
اُنھون نے کہا آگے چلو آگے چلو، مین اور آگے چلا تو ایک شخص نظر آیا کریہ منظر سے کریہ منظر آدمی جو تم نے دیکھا ہو، وہ اس سے
بھی زیادہ کریہ منظر تھا، آگ اس کے سامنے دہک رہی تھی اور اس کو وہ اور دہکا رہا تھا، اور اُس کے چارون طرف
پھر رہا تھا، مین نے اپنے ساتھیون سے پھر پوچھا کہ یہ کون ہے؟ اُنھون نے آگے بڑھنے کو کہا، مین آگے بڑھا تو ایک
ہرا بھرا گنجان باغ نظر آیا جسمین نوبہار کے رنگ برنگ پھول کھلے ہوئے تھے، باغ کے بیچ مین ایک نہایت ہی
خوبصورت عمارت دکھائی دی کہ مین نے ویسی کبھی نہین دیکھی تھی، اس مین بچے، بوڑھے، جوان، عورت، مرد، ہر طرف
نظر آئے، آگے بڑھا تو ایک اور عمارت جو پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت تھی نظر آئی، اس مین بھی کچھ لوگ مختلف سن وسال

کے دکھائی دیئے، ایک باغ مین ایک درخت کے پاس ایک دراز قد انسان دیکھا جس کا سر اتنا اونچا تھا کہ آسمان تک پہنچ گیا تھا اور مجھے نظر نہین آتا تھا، اِس انسان کے چارون طرف اتنے بچے نظر آئے کہ مین نے اتنے نہین دیکھے تھے، مین نے اپنے ہمراہیون سے پھر سوال کیا مگر اُنھون نے اور آگے بڑھایا تو ایک بہت بڑے باغ کے قریب جس سے زیادہ بڑا اور زیادہ خوبصورت باغ مین نے کبھی نہین دیکھا تھا پہنچا، اندر گیا تو ایک شہر نظر آیا جسکی چاردیواری ایک ایک سونے اور ایک ایک چاندی کی اینٹون سے تعمیر ہوئی تھی، دروازہ کے پاس پہنچکر دروازہ کھلوایا، دروازہ کھلا اور ہم اسکے اندر داخل ہوئے، تو وہان ہمکو ایسے لوگ نظر آئے جنکا آدھا دھڑ تو نہایت خوبصورت تھا اور آدھا دھڑ نہایت بدصورت، میرے ہمراہیون نے اُن سے کہا کہ جاؤ اس نہر مین غوطے لگاؤ، ناگاہ ایک نہایت صاف وشفاف نہر نظر پڑی، وہ گئے اور جاکر اسمین غوطے لگائے، غوطے لگاکر باہر آئے تو انکی بدصورتی جاتی رہی، اور وہ نہایت خوبصورت ہو گئے، ساتھیون نے کہا یہ شہر جنّت عدن ہے اور آپکی منزل وہ ہی، میری نگاہ اوپر اُٹھی تو ایک محل سپید بادل کی طرح دکھائی دیا، مین نے کہا خدا تمھارا بھلا کرے مجھے وہان جانے دو، انھون نے جواب دیا کہ ابھی نہین، مگر آپ وہان یقیناً جائینگے، پھر مین نے کہا آج رات کو مین نے عجیب عجیب چیزین دیکھین، بتاؤ، یہ کیا تھین، انھون نے کہا اب ہم آپ کو سب بتادینگے، پہلا آدمی جسکا سر پتھر سے توڑا جارہا تھا وہ تھا جو قرآن پڑھکر پھر اسکو چھوڑ دیتا ہی اور فرض نماز سے غافل ہوکر سو جاتا ہی۔ وہ شخص جسکی آنکھ، ناک اور منھ چیرا جارہا تھا وہ تھا جو جھوٹ بولتا ہی، تنور مین جو عورت مرد ننگے بدن نظر آئے، وہ زناکار ہین۔ خون کے دریا مین جو غوطے لگارہا تھا اور پتھر نگل رہا تھا وہ سود خوار ہین (کہ وہ لوگونکا خون چوسکر حرام کھاتے تھے) کریہ منظر شخص جو آگ دہکا رہا تھا دوزخ کا داروغہ مالک تھا، باغ مین جو دراز قد انسان اور اُسکے چارونطرف بچّے نظر آئے تھے وہ ابراہیم تھے، اور یہ بچے وہ کمسن تھے جو دینِ فطرت پر مرے، یہانپر حاضرین مجلس مین سے ایک مسلمان نے آنحضرت صلعم کو ٹوک کر کہا "یارسول اللہ! اور مشرکین کے بچے؟" فرمایا "اور وہ بھی" (کیونکہ وہ ہوش مین آنیسے پہلے دینِ فطرت ہی پر مرے) پھر سلسلہ گفتگو آگے بڑھایا، اور فرمایا کہ فرشتون نے بتایا کہ پہلی عمارت جسمین ہر عمر کے لوگ تھے عام اہلِ ایمان کا مسکن ہی، دوسری عمارت جو اس سے بہتر تھی اور جسمین ہر سن وسال کے کچھ آدمی ملے وہ شہیدون کا مقام ہی، اور یہ لوگ جنکا آدھا دھڑ خوبصورت اور آدھا بدصورت تھا وہ تھے جنھون نے نیک اعمال کے ساتھ برے اعمال بھی کیے ہین، خدا نے اُن سے درگذر کیا[۱]۔"

[۱] صحیح بخاری کتاب التعبیر و کتاب الجنائز باب ما قیل فی اولاد المشرکین۔

مشاہدات و مسموعات

عالمِ بیداری

اَفَتُمٰرُوْنَہٗ عَلٰی مَا یَرٰی (نجم)

پیغمبر جو کچھ دیکھتا ہے کیا اُسپر تم اس سے جھگڑتے ہو

انبیا علیہم السلام کے حواس یا عام اصناف انسانی کے حواس سے زیادہ لطیف ہوتے ہین، یا ہمارے حواس کے ماسوا ان کے کچھ اور بھی حواس ہوتے ہین، جن سے عام انسان اسی طرح بیگانہ ہین جسطرح مادرزاد نابینا ایک تیزنگاہ نوجوان کی قوت بینائی اور لطف نظر سے ناآشنا ہی۔

مشاہدات نبوی، عام مادی واقعات نہین جنکی روایت صحابۂ کرام خود اپنے علم یا رویت یا سماعت سے کرسکتے، بلکہ وہ ان واقعات سے اسی قدر جان سکتے تھے جنکو آنحضرت صلعم نے اپنی زبان مبارک سے کبھی کبھی ظاہر فرمایا، اِس لیے روایات حدیث مین مشاہدات نبوی کا احاطہ نہین ہوسکا ہی، اور نہ عام امت کے عمل دین کے لیے ان کیفیاتِ مافوق کا علم ضروری ہے، بہرحال لفظ وعبارت کے حدود مین جہان تک ممکن ہی ہم انکے احاطہ کی کوشش کرتے ہین۔

مشاہدات نبوی کی فہرست مین سب سے پہلی چیز روح القدس یا روح الامین یا جبریل نام فرشتہ کی رویت ہی، جو سب سے پہلے غارحرا مین نظر آیا، اور اسکے بعد کچھ زمانہ تک وہ آپکی نگاہ سے اوجھل رہا،[۱] اور آنحضرت صلعم کو اسکی وجہ سے تکلیف رہی صحیح مسلم مین حضرت ابن عباس سے روایت ہی کہ مکہ مین آپکے چند سال ایسے گذرے کہ آپکو صرف غیب کی آوازین سنائی، اور روشنی دکھائی دیتی تھی اور کوئی چیز آپ کو نظر نہین آتی تھی،[۲] یہ غالباً یہی فترۃ الوحی کا زمانہ ہی، یہ زمانہ ختم ہوگیا تو آپنے ایک دن آواز سنی، نظر اُٹھا کر دیکھا، تو آسمان وزمین کے بیچ مین ایک کرسی پر وہی فرشتہ بیٹھا ہوا نظر آیا، مگر عموماً وہ کسی نہ کسی شکل مین نظر آتا صحیح روایتون مین ہے کہ جبریل صرف دو دفعہ اپنی اصلی صورت مین آپکو نظر آئے، آپنے اسوقت دیکھا کہ اُن کے جسم مین چھ سو

---

[۱] صحیح بخاری و مسلم باب بدء الوحی، [۲] صحیح مسلم باب کم اقام النبی صلعم بمکۃ،

پر ہین اوران کے دونون بازوؤن نے افق کو گھیر لیا ہے، جبریل کے علاوہ دوسرے فرشتگانِ الٰہی بھی بارگاہِ نبوت مین آیا کرتے تھے، جسکی تفصیل نزول ملائکہ کے عنوان مین گذر چکی۔

فرشتون کے مقابل دوسری ہستی **شیطان** کی ہی، یہ وہ قوتِ شر ہے جس سے کوئی انسان محفوظ نہین رہ سکتا، سب سے پہلے اس سے حضرت آدمؑ کی آزمایش ہوئی اور خدا نے یہ نتیجہ ظاہر کیا کہ لَمْ نَجِدْ لَہٗ عَزْمًا (طٰہٰ) ہمنے آدمؑ مین عزم و استقلال نہین پایا، سفرِ ایوبؑ اور قرآن مین ہی کہ اس سے حضرت ایوبؑ کی بھی آزمایش ہوئی، اور وہ اس امتحان مین پورے اُترے، انجیل مین ہی کہ حضرت مسیحؑ بھی شیطان سے آزمائے گئے، اور انھون نے کامیابی سے اس میدان کو سر کیا، حدیث صحیح مین ہی کہ آپ نے فرمایا کہ ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان ہے، پوچھنے والے نے پوچھا "یارسول اللہ کیا آپ کے ساتھ بھی ہی"؟ فرمایا "ہان لٰکنہ اسلم لیکن وہ مسلمان ہوگیا ہی، یا مطیع ہوگیا ہی" ایک دفعہ کا واقعہ ارشاد فرمایا کہ مین نماز پڑھ رہا تھا کہ شیطان مجھے چھیڑنے لگا اور میری نماز توڑنے لگا تو خدا نے مجھے اُس پر غلبہ عطا کیا۔[۲]

جنت و دوزخ گو اور عالم کی چیزین ہین لیکن نگاہون سے پردہ اُٹھ جائے تو سامنے آجائین، آنحضرت صلعم کے زمانہ مین ایک دفعہ سورج گرہن ہوا، آپ صحابہ کے ساتھ نماز کو کھڑے ہوئے، اور بہت دیر دیر تک قرأت، رکوع اور سجود مین مصروف رہے، اسی اثنا مین صحابہ نے دیکھا کہ آپ نے ایک بار ہاتھ آگے کو بڑھایا، پھر دیکھا کہ آپ کسیقدر پیچھے ہٹے، نماز کے بعد لوگون نے دریافت کیا تو فرمایا کہ اسوقت میرے سامنے وہ تمام چیزین پیش کی گئین جنکا تم سے وعدہ کیا گیا ہی، جنت اور دوزخ کی تمثیل اسی دیوار کے پاس دکھائی گئی، مین نے بہشت کو دیکھا کہ انگور کے خوشے لٹک رہے ہین، چاہا کہ توڑ لون، اگر مین توڑ سکتا تو تاقیامت تم اس کو کھاسکتے، پھر مین نے دوزخ کو دیکھا جس سے زیادہ کوئی بھیانک چیز مین نے آجتک نہین دیکھی لیکن مین نے اس مین زیادہ تر عورتون کو پایا، لوگون نے سوال کیا کہ "یارسول اللہ! یہ کیون"؟ فرمایا کہ "اپنے خاوندون کی ناشکری کے سبب، اگر ایک عورت پر تم عمر بھر احسان کرو اور صرف ایک دفعہ وہ تمھارے کسی فعل سے آزردہ ہوجائے تو وہ کہیگی کہ مین نے کبھی تمھارا اچھا برتاؤ نہین دیکھا" مین نے اس دوزخ مین اُس چور کو دیکھا جو حاجیون کا اسباب چورایا کرتا تھا

[۱] صحیح بخاری بدء الخلق وتفسیر والنجم و صحیح مسلم باب الاسراء [۲] صحیح بخاری بدء الخلق باب صفۃ ابلیس۔

مین نے اس مین ایک یہودی عورت کو دیکھا جسپر اسلیے عذاب ہو رہا تھا کہ اس نے ایک بلی کو باندھ دیا تھا، اس کو نہ کچھ کھانے کو دیتی تھی اور نہ چھوڑتی تھی کہ وہ زمین پر گری پڑی چیزین کھائے آخر اسی بھوک سے اُسنے جان دیدی[۱]،

ایک اور حدیث مین ہے کہ آپ نے فرمایا "مین جنت مین جانکلا تو دیکھا یہان کے باشندون مین بڑی تعداد انکی ہے جو دنیا مین غریب تھے" اور دوزخ مین جاکر دیکھا تو ان مین بڑی تعداد عورتون کی پائی[۲]"

عمر کے اخیر سال مین آپ شہدائے اُحد کے مقبرے مین تشریف لے گئے، اور وہان سے واپس آکر آپ نے ایک خطبہ دیا، اسی درمیان مین آپ نے فرمایا "مین اپنے حوض (کوثر) کو یہین سے دیکھ رہا ہون، اور مجکو زمین کے خزانہ کی کنجیان حوالہ کیگئین، اے لوگو! مجھے یہ خوف نہین ہے کہ میرے بعد تم شرک کرنے لگوگے لیکن ڈرتا اس سے ہون کہ اس دنیا کی دولت مین پڑکر آپس مین رشک و حسد نہ کرنے لگو[۳]"

منبر مبارک مسجد نبوی مین تھا اور اسی سے متصل ازواج مطہرات کے حجرے بھی تھے، جن مین سے ایک مین جسد اقدس سپرد خاک ہے، آپ نے فرمایا "میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کی کیاریون مین سے ایک کیاری ہے، اور میرا منبر میرے حوض پر رکھا ہے[۴]"

محدثین نے اس حقیقت کو مختلف تاویلون سے ظاہر کرنا چاہا ہے، لیکن ہمارے نزدیک اسکی صحیح تشریح یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کو ایسا مشاہدہ کرایا گیا،

معمول تھا کہ تہجد کی نماز کے لیے جب آپ بیدار ہوتے تو امہات المومنین کو بھی جگا دیتے، ام المومنین ام سلمہ کہتی ہین کہ آپ ایک شب خواب سے بیدار ہوئے تو فرمایا "سبحان اللہ! آج شب کو کیا کیا دولت کے خزانے اور کیا کیا فتنے نازل ہوئے ہین، ان حجرون مین رہنے والیون (ازواج مطہرات) کو کون جگائے، اے افسوس دنیا مین کتنی عورتین سامان آرایش سے آراستہ ہین، مگر آخرت مین وہ ننگی ہونگی[۵]" (کہ دنیا مین وہ جامۂ عمل سے برہنہ تھین۔)

---

[۱] صحیح بخاری و صحیح مسلم باب صلوۃ الکسوف و صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب رفع البصر و باب التعوذ من الفتن۔ [۲] صحیح بخاری باب صفۃ الجنۃ۔
[۳] صحیح بخاری کتاب الجنائز و باب من یحذر من زہرۃ الدنیا [۴] صحیح بخاری کتاب الحوض و باب فضل ما بین القبر والمنبر
[۵] صحیح بخاری باب التہجد

اسامہ بن زید سے روایت ہو کہ ایک دن آپ مدینہ سے باہر تشریف لے گئے، ایک ٹیلے پر چڑھے، پھر فرمایا، "اے لوگو! جو کچھ مین دیکھ رہا ہون وہ تم دیکھ رہے ہو؟" لوگون نے عرض کی "نہین یارسول اللہ! فرمایا" مین تمھارے گھرون کے درمیان فتنون کو بارش کی طرح برستے دیکھ رہا ہون"[1] (یہ غالباً حضرت عثمانؓ کے قتل کے بعد کے واقعات کا مشاہدہ تھا،)

آنحضرت صلعم کو ہر حال مین اپنی امت کی فکر دامنگیر رہتی تھی، ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے زمین کے تمام کنارون کو میری نگاہون کے سامنے کر دیا، مین نے ان کے مغرب و مشرق کو دیکھا، میری امت کی سلطنت ان تمام کنارون تک پہنچ جائے گی جو مجھے دکھائے گئے ہین، مجھے سُرخ و سپید (سونا چاندی) کے دونون خزانے دیے گئے، مین نے خدا کے حضور مین دعا کی کہ "بار الٰہا! میری امت کو کسی عالمگیر قحط سے برباد نہ کرنا اور نہ ان پر ان کے سوا کسی غیر دشمن کو مسلط کرنا" حکم ہوا کہ "میرے دربار مین فیصلہ کی تبدیلی نہین ہوتی، مین نے تمھاری یہ دعا قبول کی" تو اب میری امت کو کوئی دوسرا تباہ نہ کریگا، بلکہ وہ خود ایک دوسرے کو تباہ کرین گے"[2]، مسلمانون کی پوری تاریخ اس مشاہدۂ اقدس کی تفسیر ہے،

گذشتہ انبیائے کرام کی تمثیلین اکثر آپ کو دکھائی گئی ہین، اور معراج اور عالم رویا کے علاوہ بیداری کے عالم مین بھی یہ مشاہدے ہوئے ہین، صحیح مسلم مین حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ ایک دفعہ آپ سفر مین (غالباً سفر حج) جاتے ہوئے وادی ارزق سے گذرے، آپ نے دریافت فرمایا "یہ کون وادی ہو" لوگون نے کہا یہ وادی ارزق ہو، فرمایا "گویا مین دیکھ رہا ہون کہ موسیٰؑ گھاٹی سے اُتر رہے ہین اور انکی زبان پر تلبیہ (صدائے حج) جاری ہو" اسکے بعد ہرشا کی گھاٹی آئی فرمایا "یہ کون سی گھاٹی ہے" لوگون نے بتایا کہ یہ ہرشا کی گھاٹی ہے، فرمایا "گویا مین دیکھ رہا ہون کہ متی کے بیٹے یونسؑ سُرخ اونٹنی پر سوار مین کمبل کا جبہ پہنے ہین، اونٹنی کی نکیل کھجور کی چھال کی ہو اور وہ لبیک اللھم لبیک کہتے جارہے ہین"[3]

معراج کے واقعہ مین یاد ہو گا کہ جب کفار نے بیت المقدس کا نقشہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ مجھے اچھی طرح یاد نہ تھا کہ دفعۃً اللہ تعالیٰ نے اس کو میری نگاہون کے سامنے کر دیا، وہ ایک ایک چیز کو پوچھتے جاتے تھے اور مین

---

[1] صحیح بخاری و صحیح مسلم باب الفتن [2] صحیح مسلم باب الفتن [3] صحیح مسلم باب الاسراء،

جواب دیا جاتا تھا[1]

ابن عباس کہتے ہین کہ ایک دن آپ قبرستان سے گذر رہے تھے، فرمایا کہ ان دو قبرون پر عذاب ہو رہا ہے، یہ عذاب کسی گناہ کبیرہ کی پاداش مین نہین ہے، ایک کو اس بات پر سزا دی جا رہی ہے کہ وہ طہارت کے وقت پردہ نہین کرتا تھا، دوسرے کے عذاب کا سبب یہ ہو کہ وہ لوگونکی چغلی کھایا کرتا تھا، اس کے بعد آپ نے ایک درخت کی سبز ٹہنی کو دو ٹکڑے کرکے دونون پر کھڑا کر دیا اور فرمایا کہ "شاید انکی تسبیح وتہلیل سے انکی سزاؤن مین تخفیف ہو"[2]

حضرت ابوایوب انصاری راوی ہین کہ ایک دفعہ آپ دوپہر کو گھر سے نکلے تو آپ کے کانون مین ایک آواز آئی فرمایا کہ "یہ یہود پر ان کی قبرون مین عذاب ہو رہا ہو" یہ بخاری کی روایت ہو[3]، طبرانی مین ہو کہ آپ نے فرمایا "یہود کو ان کی قبرون مین جو عذاب دیے جا رہے ہین انکی آوازین میرے کانون مین آرہی ہین[4]" ایک جہاد مین مسلمانون کی طرف ایک آدمی مارا گیا تھا، لوگون نے کہا وہ شہید ہوا، آپ نے فرمایا "ہرگز نہین مین نے اسکو دوزخ مین دیکھا ہو کیونکہ اُسنے مال غنیمت مین سے ایک عبا چرائی تھی" اس کے بعد آپ نے حضرت عمر کو حکم دیا کہ وہ اعلان کردین کہ جنت مین صرف اہل ایمان جائینگے[5]۔

عمرو بن عامر خزاعی عرب مین پہلا شخص ہے جسنے جانورون کو دیوتاؤن کے نام نذر کرنے کی بدعت پیدا کی، بخاری مین حضرت ابوہریرہ اور حضرت عائشہ سے روایت ہو کہ آپ نے فرمایا کہ "مین نے جہنم کو دیکھا کہ اُسکے شعلے ایک دوسرے کو توڑ رہے ہین، اور اُس مین عمرو بن عامر کو دیکھا کہ وہ اپنی آنتین گھسیٹ رہا ہے"،

صحیح مسلم مین ہے کہ آپ ایک دفعہ بنی نجار کے نخلستان مین جا نکلے، آپ ایک خچر پر سوار تھے، اور جان نثار ساتھ ساتھ تھے، کہ دفعۃً خچر اس زور سے بھڑکا کہ قریب تھا کہ آپ گر پڑین، پاس پانچ چھ قبرین تھین، دریافت فرمایا کہ ان قبرون کو کوئی جانتا ہے، ایک نے کہا، ہان یا رسول اللہ، مین جانتا ہون، فرمایا "یہ لوگ کب مرے ہین" عرض کیا کہ یہ لوگ

---

[1] صحیح بخاری وصحیح مسلم باب الاسراء [2] صحیح بخاری کتاب الجنائز۔ [3] کتاب الجنائز [4] قسطلانی شرح حدیث مذکور۔
[5] جامع ترمذی باب ماجاء فی الغلول۔

شرک کی حالت مین مرے ہین، فرمایا "ان لوگون کی اون کی قبرون مین آزمائشین ہو رہی ہین، اگر یہ خیال نہوتا کہ تم مُردون سے ڈر کر ایک دوسرے کو دفن کرنے مین ڈرنے لگو گے، تو مین خدا سے دعا کرتا کہ تم کو بھی عذاب قبر کی وہ آواز سنائے جو مین سُن رہا ہون"۔

ایک دفعہ آپ صحابہ کے ساتھ کسی طرف کو تشریف لیے جا رہے تھے، اتنے مین ایک سخت بدبو اُٹھی، فرمایا "جانتے ہو یہ کیسی بدبو ہے؟ یہ اُن لوگون کی بدبو ہے جو مسلمانون کی غیبت کرتے ہین"[1]۔ حاکم مین ہے کہ ایک دفعہ حضرت بلال آنحضرت صلعم کے ساتھ کسی طرف کو جا رہے تھے، آپ نے فرمایا "اے بلال! جو مین سن رہا ہون، تم سن رہے ہو؟" عرض کی نہین یا رسول اللہ صلعم، فرمایا کہ تم نہین سنتے کہ مردون پر عذاب کیا جا رہا ہے، مستدرک حاکم، کتاب الزہد امام احمد، بزار اور بیہقی کی شعب الایمان مین ہے کہ حضرت زید بن ارقم بیان کرتے ہین کہ ایک دفعہ ہم لوگ حضرت ابوبکر کے ساتھ تھے، حضرت ابوبکر نے پینے کی کوئی چیز مانگی تو لوگ شہد اور پانی لے آئے، حضرت ابوبکر یہ دیکھکر رونے لگے، لوگون نے گریہ کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ "ایک دن مین خدمت نبوی مین حاضر تھا، تو دیکھا کہ آپ ہاتھ سے کوئی چیز ہٹا رہے ہین، اور مجھے کوئی چیز ہٹانے کی نظر نہین آتی تھی، تو مین نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کس چیز کو ہٹا رہے ہین؟ فرمایا یہ دنیا ہے جو میرے سامنے متمثل ہو کر آئی ہے، مین نے اُس سے کہا کہ "میرے پاس سے چلی جا" تو اُس نے کہا "اگر آپ مجھے بچ گئے تو آپ کے بعد کے لوگ مجھ سے نہین بچ سکتے"۔

---

[1] مسند ابن حنبل بسند جابر بن عبد اللہ۔

اسراء یا معراج

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ

اِسراء کے معنی "رات کو چلانے یا لیجانے کے ہین" چونکہ آنحضرت صلعم کا یہ حیرت انگیز معجزانہ سفر رات کو ہوا تھا اسلیے اس کو اسراء کہتے ہین اور قرآن مجید نے اسی لفظ سے اس کو تعبیر کیا ہی سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا "پاک ہو وہ خدا جو رات کے وقت اپنے بندہ کو لے گیا"

معراج "عروج" سے نکلا ہی جس کے معنی "اوپر چڑھنے کے ہین" چونکہ احادیث مین آپ سے لفظ عُرِجَ بِیۡ "مجکو اوپر چڑھایا گیا" مروی ہے اس لیے اس کا نام معراج پڑا۔

انبیاء اور سیر ملکوت

انبیاء علیہم السّلام کے روحانی حالات اور واقعات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہو کہ اولوالعزم پیغمبرون کو آغاز نبوت کے کسی خاص وقت اور مخصوص ساعت مین یہ منصب رفیع حاصل ہوتا ہو اور اسوقت شرائط رویت کے تمام مادی پردے انکی آنکھون کے سامنے سے ہٹا دیے جاتے ہین، اسباب سماعت کے دنیاوی آئین ان کے لیے منسوخ کردیے جاتے ہین، قیود زمانی و مکانی کی تمام فرضی بیڑیان اُن کے پانون سے کاٹ ڈالی جاتی ہین، آسمان وزمین کے مخفی مناظر بے حجابانہ اُن کے سامنے آتے ہین، اور وہ اس کے بعد نور کا حُلّۂ بہشتی پہنکر فرشتون کے روحانی جلوس کے ساتھ، بارگاہ الٰہی مین پیش ہوتے ہین، اور اپنے اپنے رتبہ اور درجہ کے مناسب مقام پر کھڑے ہوکر فیض ربّانی سے معمور اور غرق دریاے نور ہوجاتے ہین، یہانتک کہ بعض مقربانِ خاص کو یہ درجہ عطا ہوتا ہے کہ وہ حریم خلوتگاہِ قدس مین بار پاکر قَابَ قَوۡسَیۡنِ (دو کمانون کے فاصلہ) سے بھی نزدیک تر ہوجاتے ہین، اور پھر وہان سے اپنے منصب کا فرمانِ خاص لیکر اسی کاشانۂ آب و خاک مین واپس آجاتے ہین۔

حضرت ابراہیم کو جب نبوت عطا ہوتی ہے تو ارشاد ہوتا ہی وَکَذٰلِکَ نُرِیۡۤ اِبۡرٰہِیۡمَ مَلَکُوۡتَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ "اور اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمان اور زمین کی بادشاہی دکھاتے ہین" یہ سیر ملکوت یعنی آسمان و زمین کی بادشاہی

کا مشاہدہ کیا ہی یہی اسرا اور معراج ہے،

حضرت یعقوبؑ کے متعلق تورات مین مذکور ہے:

یعقوب بیر سبع سے نکلا اور حاران کی طرف روانہ ہوا، اور وہان ایک مقام پر جا کر لیٹا کیونکہ سورج ڈوب گیا تھا، اور اسی مقام سے کچھ پتھر اپنے سر کے نیچے رکھ لیے، اور وہین سو رہا، وہان خواب دیکھا کہ زمین سے آسمان تک ایک زینہ لگا ہوا ہے جس پر سے خدا کے فرشتے چڑھ اور اُتر رہے ہین، اور خدا اس پر کھڑا ہے، اور اس نے کہا مین ہون خداوند تیرے باپ ابراہیم اور اسحاق کا خدا جس زمین پر تو سویا ہے، وہ تجھکو اور تیری نسل کو دون گا........" (تکوین ۲۸)

حضرت موسیٰ کو طور پر جلوۂ حق کا جو پرتو نظر آیا وہی انکی معراج ہی، دیگر انبیاے بنی اسرائیل کے مشاہداتِ ربّانی اور سیاحت روحانی کی تفصیل سے تورات کے صفحات معمور ہین، عیسائیون کے مجموعۂ انجیل مین یوحنّا رسول کا مکاشفہ بہ تفصیل مذکور ہے جسمین انکو خواب کے اندر بہت سے روحانی مناظر دکھائے گئے ہین اور قیامت کے واقعات تمثیلی رنگ مین انکے سامنے پیش کیے گئے ہین، یہ پورا مکاشفہ جسکو ہم سفرنامۂ ملکوت کہہ سکتے ہین ۲۲ بابون مین ختم ہوا ہی اور ان مین آثارِ قیامت، جزا و سزا، اور جنت و دوزخ وغیرہ کے متعلق اکثر ایسی باتین بیان کی گئی ہین جو قرآن مجید کے بالکل مطابق ہین اور ان کو تمام مسلمان تسلیم کرتے ہین، مجوس اپنے پیغمبر زردشت کے متعلق بھی معراج کا ایک طویل افسانہ سناتے ہین جس مین زیادہ تر آنحضرت صلعم کے واقعاتِ معراج کے نقل کرنے کی کوشش کی گئی ہے، پیروانِ بودھ بھی نخلِ حکمت کے سایہ مین بودھ کے مشاہدۂ ربانی کا ایک قصہ بیان کرتے ہین۔

بہرحال اس تفصیل سے مقصود یہ ہی کہ ہمیشہ سے یہ سیرِ ملکوت، انبیا، اور مقربانِ الٰہی کے سوانح کا جزو رہی ہے، اور ہر ایک نے اپنے منصب اور رتبہ کے مطابق اس عالم کے مشاہدہ کا فیض حاصل کیا ہے، اسلام نے اس خزانہ کو یہان تک عام کیا ہے کہ اہل ایمان کے لیے دن مین پانچ دفعہ اس دربار کے کسی نہ کسی گوشہ تک رسائی ممکن کر دی ہے کہ الصلوٰۃ معراج المومنین،

معراج نبوی

لیکن حضور صلعم چونکہ سرور انبیاء اور سید اولاد آدم تھے، اس لیے اُس حظیرۂ قدس اور بارگاہِ لامکان میں آپکو وہان تک رسائی حاصل ہوئی جہان تک کسی فرزندِ آدم کا قدم اس سے پہلے نہین پہنچا تھا، اور وہ کچھ مشاہدہ کیا جو اب تک دوسرے مقربان بارگاہ کی حدِ نظر سے باہر رہا تھا،

معراج نبوی کا وقت و تاریخ اور تعداد وقوع

اس امر مین اختلاف ہے کہ معراج کب اور کس تاریخ کو واقع ہوئی اور ایک دفعہ ہوئی یا مختلف اوقات مین، صحیح و مستند روایات کے مطابق اور جمہور علماء کی رائے کے موافق معراج صرف ایک دفعہ واقع ہوئی، جو لوگ تعدد کے قائل ہین اُنکی اصل وجہ یہ ہے کہ چونکہ روایتون مین جزئیات معراج کے بیان مین اختلاف ہے، اسلیے انہون نے رفعِ اختلاف کے لیے متعدد دفعہ معراج کا وقوع تسلیم کیا ہے،[۱] تاکہ ہر مختلف فیہ واقعہ ایک ایک جداگانہ معراج پر منطبق کیا جائے، لیکن درحقیقت یہ ایک فرض محض ہے جسکو واقعیت سے کوئی تعلق نہین، مستند اور صحیح روایات ہمارے سامنے ہین اور ان مین تعدّد معراج کا اشارہ تک نہین ہے، ایک ایسے اہم، مافوق مشاہدۂ بشری اور طویل واقعہ کے متعلق جو اوس وقت واقع ہوا جب مسلمانون کی تعداد بہت تھوڑی تھی، اور جس قدر تھی وہ بھی پراگندہ حال اور منتشر الخیال تھی، اور ایک ایسے واقعہ کے متعلق جسکے رواۃ اکثر وہ لوگ ہین جو اس وقت پیدا نہین ہوئے تھے، یا بہت چھوٹے تھے، یا مدنی لوگ ہین جنکو قبل ہجرت کے واقعات کی ذاتی اور بلاواسطہ واقفیت نہ تھی، اگر جزئیات مین معمولی اختلاف یا بعض واقعات کی ترتیب مین تقدم و تاخر واقع ہوا ہے تو انکی تطبیق کے درپے ہونے کی ضرورت نہین، خود ہمارے سامنے جو روزانہ واقعات پیش آتے رہتے ہین اُن کے جزئیات کی تفصیل اگر مختلف راویون سے سنین یا مختلف اوقات مین ہم خود بیان کرین تو ترتیب واقعات اور دیگر جزئی امور مین بیسیون اختلافات پیدا ہوجائینگے باایں ہمہ اصل معاملہ اور اوس کے اہم اجزاء کے وقوع مین شک وشبہہ نہ ہوگا۔

بعض ارباب سیر نے دو دفعہ معراج کا ہونا ظاہر کیا ہے، جن مین وہ ایک کو اسراء اور دوسرے کو معراج کہتے ہین کہ قرآن مین اسراء اور احادیث مین معراج کا نام آیا ہے، انھون نے اسکی ضرورت اسلیے سمجھی ہے کہ قرآن مجید کے

[۱] امام سہیلی نے روض الانف شرح سیرۃ ابن ہشام مین اسی استدلال کی بناء پر تعدد کا میلان ظاہر کیا ہے۔ جلد اول صفحہ ۲۴۴ مصر۔

پندرھوین پارہ مین اسراء کا جو بیان ہے اس مین صرف مکہ سے بیت المقدس تک کا سفر مذکور ہے اور قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جسم کے ساتھ حالتِ بیداری مین ہوا۔ حالانکہ معراج مین تو آسمان تک کا سفر ہوا ہے اور عجیب وغریب واقعات پیش آئے ہین، اور اکثر روایتون مین یہ تصریح ہے کہ یہ خواب تھا، بہرحال یہ بھی استنباط اور قیاس سے آگے نہین بڑھتا، قرآن مجید کے الفاظ خواب وبیداری دونون کے متحمل ہین، اِس بنا پر اس مین کوئی شک نہین کہ معراج ایک ہی دفعہ واقع ہوئی ہے، علامۂ زرقانی نے تصریح کی ہو کہ "یہی جمہور محدثین متکلمین اور فقہا کی راے ہے اور روایاتِ صحیحہ کا تواتر بھی بظاہر اسی پر دلالت کرتا ہے اور اس سے عدول نہین کرنا چاہیے"[۱] حافظ ابن کثیر نے تفسیر مین تعددِ معراج کے قول کو بالکل لغو اور بے سند اور خلاف سیاق احادیث ٹھہرایا ہے۔

معراج کے وقت اور زمانہ کی تعیین مین یہ دشواری پیش آتی ہے کہ یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہو جب کہ تاریخ اور سنہ کی تدوین نہین ہوئی تھی، اور عرب مین عموماً اسلام سے پہلے کسی خاص سنہ کا رواج نہ تھا، تاہم وقت کے متعلق اتنا تو یقینی طور پر معلوم ہو کہ رات کا وقت تھا، خود قرآن مجید مین ہے اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا، اور تمام روایات بھی اسپر متفق اللفظ ہین[۲]، لیکن صحیح دن اور تاریخ کا پتہ لگانا نہایت مشکل ہے، محدثین کے ہان کسی سے بھی بروایت صحیحہ اسکی تصریح موجود نہین ہی، ارباب سیر نے بعض صحابہ، تابعین، اور تبع تابعین سے کچھ روایتین کی ہین، لیکن انکی تصریحات مختلف ہین تاہم اتنی بات پر بلا اختلاف سب کا اتفاق ہو کہ یہ بعثت اور آغاز وحی[۳] کے بعد اور ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے جو مکۂ معظمہ مین پیش آیا۔

مہینہ کی تعیین کے متعلق ارباب سیر کے پانچ اقوال ہین، کوئی ربیع الاول کہتا ہے، کسی نے ربیع الآخر کی روایت کی ہے، بعض رجب[۴] کی تعیین کرتے ہین بعض رمضان یا شوال کہتے ہین، یہ آخری روایت سدی کی ہو جس کو

[۱] شرح مواہب جلد اول صفحہ ۳۰۵ [۲] ابن سعد جلد اول باب معراج مین واقدی کی ایک روایت ہو کہ معراج دن کو ظہر کے وقت ہوئی، یہ بالکل باطل اور موضوع ہے اور اس روایت مین اور بھی جو باتین ہین وہ بھی غلط ہین۔

[۳] صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث مین معراج کے بیان مین شریک نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ "یہ قبل آغاز وحی کے ہوا" اس سے مطلب محض فرشتون کا آنا ہے نفس معراج نہین تفصیل آگے آئے گی۔

ابن جریر طبری اور بیہقی نے نقل کیا ہے، انکی روایت ہو کہ معراج ہجرت سے ۱۶ مہینے پیشتر واقع ہوئی" ہجرت اوائل ربیع الاول مین ہوئی ہے اس بنا پر ۱۶ مہینے پیشتر آخر رمضان ہوگا یا آغاز شوال لیکن کون نہین جانتا کہ سُدی پایۂ اعتبار سے ساقط ہے، **واقدی** سے ابن سعد نے دو روایتین کی ہین[1] ایک یہ کہ "سنیچر کی شب تھی، ۱۷ تاریخ تھی رمضان کا مہینہ تھا، ہجرت (ربیع الاول سلہ) سے ۱۸ مہینے پیشتر کا یہ واقعہ ہو" دوسری یہ ہے "ہجرت سے ایک سال پہلے، ۱۷ ربیع الاول کا یہ واقعہ ہے" واقدی نے ان روایات مین کسی قدر تصریح کے ساتھ دن، تاریخ اور وقت بتادیا ہے لیکن بدقسمتی سے ہمارے علمائے رجال کی عدالت مین ان کی شہادت کوئی بڑی قدر وقیمت نہین رکھتی، چنانچہ ان روایتون مین بھی جس روایت مین وقت و روز و تاریخ کی جسقدر تفصیل زیادہ ہے اُسی قدر وہ زیادہ نامعتبر ہے کیونکہ اُسکی سند ناتمام ہے، دوسرے مہینون کی روایتین بھی اسی قسم کی ہین، **ابن قتیبہ** دینوری (المتوفی ۲۷۶ھ) اور علامہ **ابن عبد البر** (المتوفی ۴۶۳ھ) نے رجب کی تعیین کی ہو، اور متاخرین مین امام رافعی اور امام **نووی** نے (روضہ مین) اسی کو تیقن کے ساتھ ظاہر کیا ہو، اور محدث **عبد الغنی** مقدسی نے بھی اسی مہینہ کو اختیار کیا ہو بلکہ ۲۷ تاریخ کی بھی تصریح کردی ہے اور علامۂ **زرقانی** نے لکھا ہو کہ "لوگون کا اسی پر عمل ہے، اور بعضون کی راے ہے کہ یہی قوی ترین روایت ہو کیونکہ اصول یہ ہو کہ جب کسی بات مین سلف کا اختلاف ہو اور کسی راے کی ترجیح پر کوئی دلیل قایم نہو تو بظنِ غالب وہ قول صحیح ہوگا جس پر عمل درآمد ہو، اور جو لوگون مین مقبول ہو[2]"

اس مسئلہ کے حل کی ایک صورت یہ ہو کہ متاخرین کے نقول قیاسات، استنباطات اور مجادلات سے جو دس سے زیادہ مختلف اقوال پر مشتمل ہین قطع نظر کرلیا جائے، اور دیکھا جائے کہ قدیم راویون کی اصل تصریحات کیا کیا ہین اور کثرتِ روایت اور گمانِ صحت کا راجح پہلو کس کی جانب ہو؛

نام راوی	روایت	کیفیت سند
ابن سعد بواسطۂ واقدی، از حضرت	۱۷ ربیع الاول ہجرت سے ایکسال قبل۔	ابن سعد نے یہ روایت متعدد مسلسل

[1] ابن سعد جلد اول صفحہ ۱۴۳ [2] یہ تمام تفصیل زرقانی جلد ۱ صفحہ ۳۰۵ - ۳۰۸ مین مذکور ہو۔

نام راوی	روایت	کیفیت سند
عبداللہ بن عمرو بن العاص وام سلمہ وعائشہ وابن عباس وام ہانی رضی اللہ عنہم،		طریقون سے صحابہ سے نقل کی ہے،
		" " " " "
۲- موسیٰ بن عقبہ، بواسطۂ زہری،	ہجرت سے ایکسال قبل	موسی بن عقبہ کی سیرۃ معتبر ترین کتب سیر ہی
۳- زہری، بواسطۂ سعید بن مسیب،	"	.
۴- عروہ بن زبیر، از حضرت عائشہ،	"	.
۵- قتادہ،	"	یہ تابعی ہین-
۶- مقاتل،	"	.
۷- ابن جریج،	"	.
۸- ابراہیم بن اسحاق الحربی،	۲۷ ربیع الآخر ہجرت سے ایکسال پہلے	.
۹- مسلم بن قتیبہ،	ہجرت سے ۱۸ ماہ پیشتر	یہ مؤرخ ہین-
۱۰- عمرو بن شعیب از حضرت عمرو بن العاص	۱۷ ربیع الاول ہجرت سے ایکسال پہلے	.
۱۱- سدی،	ہجرت سے ۱یا ۱۶ مہینے پیشتر	سدی پایۂ اعتبار سے ساقط ہے،

متاخرین نے امام زہری کے انتساب سے دو اور مختلف اقوال نقل کیے ہین، ایک ہجرت سے پانچ سال قبل، اور دوسرا بعثت سے پانچ سال بعد، پہلے قول کے ناقل علامۂ ابن حجر (فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۱۵۵ مصر) ہین، اوران کا بیان ہے کہ قاضی عیاض، امام قرطبی، اور امام نووی شارحین صحیح مسلم اسی کے مؤید ہین، لیکن امام نووی کی شرح صحیح مسلم مطبوعۂ ہندوستان (صفحہ ۹۱) اور قسطلانی کی سیرۃ مواہب لدنیہ (مطبوعۂ مصر مع زرقانی)

لہ یہ تمام روایات مختلف ماخذون سے جمع کی گئی ہین، اول ابن سعد مین ہے، دوم، چہارم، یازدہم تفسیر ابن کثیر (سورۂ اسرا صفحہ ۲۰) مین ہے، ششم تفسیر ابن جریر (۱۵-۲) مین ہے، پنجم و ہشتم تفسیر ابن حبان (اسرا صفحہ ۵) مین ہے، بقیہ اقوال و روایات کے لیے فتح الباری، زرقانی، شرح شفاے عیاض، استیعاب ابن عبدالبر، اسد الغابہ ابن اثیر اور روض الانف (ذکر معراج) دیکھو۔

مین دوسرا قول منقول ہی، زرقانی نے (جلد اول فصل معراج مین) اس اختلاف پر حیرت ظاہر کی ہی، افسوس ہے کہ قلمی نسخے موجود نہین، ہمارا خیال ہو کہ یہ اختلاف کتابت کی غلطی اور مسامحت سے پیدا ہوا ہے، اسی طرح اسد الغابۂ ابن اثیر مطبوعۂ مصر (صفحہ ۲۰) مین سدی کی نسبت لکھا ہے کہ "وہ کہتا ہو کہ معراج ہجرت سے ۶ مہینے (ستۃ اشھر) پہلے ہوئی"، یہ ۶ درحقیقت ۱۶ ہے۔ "ستۃ اشھر" کے بجائے "ستۃ عشر شھرا" چاہیے، جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے اس سے (تفسیر اسراء) نقل کیا ہے، اور جو اسکی ۱۰ مہینے والی روایت کے قریب قریب ہو جو طبری و بیہقی مین ہی چھٹی صدی مین علامۂ **ابن اثیر** نے کسی قیاس یا استنباطِ تاریخی کی بنا پر ہجرت سے تین سال پہلے معراج کا وقوع تسلیم کیا ہی، مگر جہان تک ہم کو معلوم ہے کسی اور نے انکا ساتھ نہین دیا ہی اور نہ کہین سیرت کی اُمّہاتِ کتب مین یہ تاریخ مذکور ہی بجز اس قیاس کے کہ ابن اسحاق نے اپنی سیرت مین واقعۂ معراج کو ابوطالب اور حضرت خدیجہ کی وفات سے پہلے نقل کیا ہے، اور یہ دونون حادثے ہجرت سے تین سال پہلے پیش آئے تھے، اس سے اشارۃً یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ ابن اسحاق کا خیال تھا کہ معراج ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی،

ہم نے مقدمہ کی پوری روداد ناظرین کے سامنے رکھدی ہے جس سے معلوم ہوا ہو گا کہ قدیم راویون کا بڑا حصہ ایک سال قبل ہجرت کا زمانہ متعین کرتا ہے، ایک دو بزرگ ۲ یا ۸ مہینے کی مدت اور بڑھا دیتے ہین، متاخرین مین سے بعض اصحاب نے جو قیاسِ تاریخی سے تین سال یا پانچ سال قبل ہجرت کا زمانہ متعین کرنا چاہا ہے، اسکا مبنیٰ یہ ہے کہ بخاری مین حضرت عائشہ سے روایت ہو کہ حضرت خدیجہؓ نماز پنجگانہ کی فرضیت سے پہلے وفات پا چکی تھین، نماز پنجگانہ بالاتفاق معراج مین فرض ہوئی، پھر بخاری ہی مین حضرت عائشہ کی روایت ہو کہ حضرت خدیجہؓ نے ہجرت سے تین سال پہلے وفات پائی، اور دوسرے راویون نے بیان کیا ہو کہ ہجرت سے پانچ سال پہلے انتقال کیا، ان مقدمات کو یکجا کر کے انہون نے یہ نتیجہ نکالنا چاہا ہو کہ معراج کا واقعہ ہجرت سے تین سال پہلے (بقول ابن اثیر) یا پانچ سال پہلے (بقول قاضی عیاض وغیرہ) پیش آیا ہے لیکن ظاہر ہو کہ یہ استدلال اُسوقت درست ہو سکتا تھا جب یہ ثابت ہوتا کہ نماز پنجگانہ کی فرضیت اور حضرت خدیجہ کی وفات دونون ایک ساتھ ہوئین، یا کم از کم یہ کہ پہلا واقعہ

دوسرے واقعہ کے چند روز بعد پیش آیا، حضرت عائشہ رضہ کی روایت سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہی کہ حضرت خدیجہ نے معراج (فرضیت نماز پنجگانہ) سے پہلے وفات پائی، اب یہ نہین معلوم کہ ایک مہینہ پہلے یا سال بھر پہلے یا چند سال پہلے، اس لیے ان قیاسات سے معراج کی تاریخ متعین نہین ہوسکتی۔

بہرحال ابتدائی راویون کی کثیر جماعت جن مین بعض نہایت معتبر اور ثقہ ہین اسی جانب ہی کہ یہ ہجرت یعنی ربیع الاول سنہ ۱ھ سے ایک سال سے ڈیڑھ سال تک پہلے کا واقعہ ہی امام بخاری نے جامع صحیح مین گو کوئی تاریخ نہین بیان کی ہے لیکن ترتیب مین وقائع قبل ہجرت کے سب سے آخر مین، اور بیعت عقبہ اور ہجرت سے متصلاً پہلے واقعہ معراج کو جگہ دی ہی اور ابن سعد نے بھی سیرت مین واقعہ معراج کا یہی موقع ترتیب مین رکھا ہی اس سے حدیث اور سیرة کے ان دو امامون کا یہی منشا ظاہر ہوتا ہی کہ وہ ہجرت سے کچھ ہی زمانہ پہلے خواہ وہ ایکسال ہو یا اور کچھ کم و بیش معراج کا زمانہ متعین کرتے ہین، آگے چلکر ہم یہ بتائین گے کہ ہمارے نزدیک قرآن مجید سے بھی یہی مستنبط ہوتا ہی کہ معراج اور ہجرت کے بیچ مین کوئی بڑا زمانہ حائل نہ تھا، بلکہ معراج درحقیقت ہجرت ہی کا اعلان تھا،

مہینہ کی تعیین مشکل ہے، جو لوگ ہجرت یعنی ربیع الاول سنہ ۱ھ سے ایک سال پہلے کہتے ہین ان کے حساب سے اگر یہ ربیع الاول ادھر شامل کر لیا جائے تو ادھر معراج کا مہینہ ربیع الآخر پڑیگا، اور اگر شامل نہ کیا جائے تو ربیع الاول رہے گا، اور اگر عام و مشہور و معمول بہ رجب کی تاریخ اختیار کی جائے تو ہجرت سے ایک سال ، مہینے پیشتر کا واقعہ تسلیم کرنا ہوگا،

معراج کی صحیح روایتین

واقعہ معراج چونکہ نہایت اہم، ہماری مادی کائنات سے ماورا، اور قیاس، استنباط اور عقل انسانی کی سرحد سے بالاتر ہے اس لیے ضرورت ہے کہ اس باب مین صحیح و خالص روایتون کی پیروی کیجائے احادیث و سیر کی کتابون مین اس واقعہ کو کثیر التعداد صحابیون نے بیان کیا ہے علامہ زرقانی نے ۴۵ صحابیون کو نام بنام گنایا ہی اور حدیث و سیر کی تفسیر جن جن کتابون مین ان کی روایتین مذکور ہین ان کی تصریح کی ہے علامہ ابن کثیر نے تفسیر (بنی اسرائیل) مین ان مین سے اکثر روایتون کو یکجا کر دیا ہے، ان مین صحیح، مرفوع، قوی،

ضعیف، موقوف، مرسل، منکر سبھی قسم کی روایتین ہین، صحاح ستہ مین معراج کا واقعہ مستقلاً صحیح بخاری اور صحیح مسلم مین مذکور ہے، ترمذی اور نسائی وغیرہ مین ضمناً اور مختصراً یہ واقعات مختلف ابواب مین کہین کہین آگئے ہین، امام بخاری اور مسلم نے اس واقعہ کو حضرت ابوذرؓ، حضرت مالکؓ بن صعصعہ، حضرت انسؓ بن مالک، حضرت عبداللہؓ بن عباس، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت جابرؓ بن عبداللہ اور حضرت عبداللہؓ بن مسعود، سات اکابرِ صحابہ سے روایت کیا ہے، ان مین سے چار پچھلے صحابیون نے صرف چند متفرق جزئیات بیان کیے ہین۔

صحیحین مین واقعہ معراج کا مسلسل اور مفصل بیان حضرت ابوذر، حضرت مالک بن صعصعہ اور حضرت انس بن مالک سے مروی ہے، حضرت انس نے تین طرق سے روایت کی ہے، ایک طریقہ مین (صحیح مسلم باب الاسراء، اور صحیح بخاری کتاب التوحید) اخیر راوی وہی ہین، لیکن اس مین یہ تصریح نہین ہے کہ انھون نے خود آنحضرت صلعم سے سنا یا کسی صحابی نے ان سے بیان کیا، دوسرے طریقہ مین (صحیح بخاری باب ذکر الملائکہ و باب المعراج اور صحیح مسلم باب الاسراء) یہ تصریح ہے کہ انھون نے حضرت مالک بن صعصعہ سے سنا، اور تیسرے طریقہ (صحیح بخاری کتاب الصلوۃ و کتاب الانبیاء) مین یہ صراحت ہے کہ انھون نے حضرت ابوذر سے بھی سنا ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت انس نے متعدد اکابرِ صحابہ سے معراج کا واقعہ سنا تھا، اور اسی لیے ان کا بیان سب سے زیادہ جامع اور مفصل ہے، تابعین مین سے متعدد بزرگون نے حضرت انس سے اس روایت کو صحیحین مین نقل کیا ہے، مثلاً ثابت البنانی، ابن شہاب زہری، قتادہ اور شریک بن عبداللہ بن ابی نمر، ان مین محفوظ تر بیان ثابت کا ہے، شریک کی روایت متعدد امور مین روایتِ ثقات کے مخالف ہے، اور اسی لیے امام مسلم نے صحیح مسلم باب الاسراء مین اسکی طرف اشارہ کر کے چھوڑ دیا ہے، اور لکھدیا ہے کہ "ان کی روایت مین تقدم و تاخر، اور زیادت و نقص ہے"

حضرت مالک بن صعصعہ اور حضرت ابوذر نے تصریح کی ہے کہ انھون نے معراج کے واقعہ کو لفظاً بلفظاً اور حرفاً بحرف آنحضرت صلعم کی زبانِ مبارک سے سنا ہے، گو یہ دونون بزرگوار جلیل القدر صحابی ہین لیکن حضرت ابوذر مین ایک مزید خصوصیت یہ ہے کہ وہ سابقینِ اسلام مین ہین، اور وقوعِ معراج سے پہلے ہی مکہ مین آکر اسلام لاچکے تھے،

حضرت مالک بن صعصعہ انصاری ہین، اس بناپر معراج کی تمام روایتون مین حضرت ابوذر کی روایت کو ہم سب سے مقدم سمجھتے ہین،

معراج کا واقعہ

الغرض جب اسلام کی سخت اور پرخطر زندگی کا باب ختم ہونے کو تھا، اور ہجرت کے بعد سے اطمینان وسکون کے ایک نئے دور کا آغاز ہونے والا تھا، تو وہ شبِ مبارک آئی، اور اُس شبِ مبارک مین وہ ساعتِ ہمایون آئی، جو دیوانِ قضا مین سرورِ عالم صلعم کی سیرِ ملکوت کے لیے مقرر تھی، اور جسمین پیشگاہِ ربانی سے احکامِ خاص کا اجراء اور نفاذِ عمل مین آنے والا تھا، رضوانِ جنت کو حکم ہوا کہ آج مہمان سرائے غیب کو نئے سازوبرگ سے آراستہ کیا جائے، کہ شاہدِ عالم آج یہان مہمان بنکر آئے گا، روح الامین کو فرمان پہنچا کہ وہ سواری جو بجلی سے زیادہ تیزگام اور روشنی سے زیادہ سبک خرام ہے اور جو خطۂ لاہوت کے مسافرون کے لیے مخصوص ہے، حرمِ ابراہیم (کعبہ) مین لیکر حاضر ہو، کارکنانِ عناصر کو حکم ہوا کہ مملکتِ آب وخاک کے تمام مادّی احکام دقوانین تھوڑی دیر کے لیے معطل کردیے جائین، اور زمان ومکان، سفر واقامت، رویت وسماعت تخاطب وکلام کی تمام طبعی پابندیان اُٹھادی جائین۔

صحیحین مین حضرت ابوذر سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم مکہ مین تھے کہ آپ کے گھر کی چھت کھلی اور جبریل علیہ السلام نازل ہوئے، انھون نے پہلے آپ کا سینہ چاک کیا، پھر اُس کو آبِ زمزم سے دھویا، اُس کے بعد سونے کا ایک طشت ایمان اور حکمت سے بھرکر لائے اور اس کو سینۂ مبارک مین ڈال کر بند کردیا، پھر آپ کا ہاتھ پکڑکر آسمان پر لے گئے، جب آپ آسمان پر پہنچے تو جبریل علیہ السلام نے آسمان کے داروغہ سے کہا کہ "کھولو" اُس نے کہا کہ "کون؟" انھون نے جواب دیا "جبریل" اس نے پوچھا "کیا تمھارے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟" انھون نے کہا "ہان میرے ساتھ محمد ہین" اُس نے سوال کیا "کیا وہ بلائے گئے ہین؟" انھون نے اثبات مین جواب دیا، بہرحال آپ جب پہلے آسمان پر چڑھے تو آپ کو ایک شخص بیٹھا ہوا نظر آیا جس کے داہنے بائین بہت سی پرچھائیان تھین، جب وہ داہنی جانب دیکھتا تھا تو ہنستا تھا۔ اور جب بائین جانب نگاہ جاتی تھی تو روتا تھا، آنحضرت صلعم کو دیکھکر اُسنے کہا "مرحبا اے نبیِ صالح اور اے فرزندِ صالح" آنحضرت صلعم نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا "یہ کون ہین؟" انھون نے

کہا "یہ آدم ہین" اوران کے داہمین بائین کی پرچھائیان انکی اولاد کی روحین ہین، داہمین جانب والے جنتی اور بائین جانب
والے دوزخی ہین اس لیئے جب وہ داہمین جانب دیکھتے ہین تو ہنستے ہین اور جب بائین جانب نگاہ کرتے ہین تو روتے
ہین" اس کے بعد آپ دوسرے آسمان پر پہونچے تو اسی قسم کا سوال وجواب ہوا اور ہر آسمان پر کسی نہ کسی پیغمبر سے ملاقات
ہوئی، پہلے آسمان پر حضرت آدمؑ اور چھٹے پر حضرت ابراہیمؑ سے، (حضرت انسؓ کہتے ہین کہ حضرت ابوذر نے مجھ سے
پیغمبرون کے منازل کی تعیین نہین بیان کی،) بہرحال حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کو ادریس علیہ السلام کے پاس سے
لیکر گذرے، انھون نے آپ کو دیکھکر کہا "مرحبا اے نبی صالح اور برادر صالح" آپنے نام پوچھا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے
نام بتایا، پھر یہی واقعہ حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا، حضرت موسیٰ اور عیسیٰ
نے نبی صالح اور برادر صالح کہکر، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نبی صالح اور فرزند صالح کہکر آپ کا خیر مقدم کیا، اس کے
بعد حضرت جبرئیل آپ کو اور اوپر لے گئے اور آپ اُس مقام پر پہونچے جہان قلم (قدرت) کے چلنے کی آواز آتی تھی،
اس موقع پر خداوند تعالیٰ نے آپ کی اُمت پر پچاس وقت کی نماز فرض کی، آنحضرت صلعم اس عطیۂ روحانی کو لیکر حضرت
موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے، تو انھون نے پوچھا کہ "خدا نے آپ کی اُمت پر کیا فرض کیا" آپنے فرمایا "پچاس وقت
کی نماز" انھون نے کہا "خدا کے پاس دوبارہ جایئے کہ آپ کی امت اسکی متحمل نہین ہوسکتی" آنحضرت صلعم گئے، اور
خدا نے ایک حصہ کم کردیا، آپ واپس آئے، تو حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ "دوبارہ خدا کے پاس جایئے آپ کی اُمت
اسکی بھی طاقت نہین رکھتی" آپ گئے تو خدا نے ایک حصہ کی پھر تخفیف کردی، حضرت موسیٰ نے پھر کہا کہ "آپکی امت
مین اسکی بھی قوت نہین" آپ پھر گئے تو خدا نے اس تعداد کو گھٹا کر پانچ وقت کردیا، اور ارشاد ہوا کہ "گو نمازین پانچ وقت
کی ہونگی لیکن ثواب انہین پچاس وقتون کا ملیگا، کیونکہ میرے حکم مین تغیر وتبدل نہین ہوتا" حضرت موسیٰ علیہ السلام نے
تخفیف مزید کی غرض سے آنحضرت صلعم کو پھر خدا کے پاس مراجعت کا مشورہ دیا لیکن آپنے فرمایا کہ "اب تو مجھے شرم
آتی ہے" اس کے بعد آپ کو سدرۃ المنتہیٰ کی سیر کرائی گئی جو ایسے مختلف رنگون سے ڈھکا ہوا تھا جنکو آپ جان نہ سکے" پھر
آپ کو حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت مین لے گئے" وہان آپ کو موتی کی عمارتین نظر آئین، اور آپ نے دیکھا کہ اسکی مٹی

مشک کی سی ہے۔

کتب حدیث مین واقعۂ معراج کے متعلق یہ مقدم ترین اور معتبر ترین روایت ہی، اس کے بعد حضرت مالک بن صعصعہ کی روایت کا درجہ ہے، اس روایت مین بہت سی باتین پہلی روایت سے زائد ہین، حضرت ابو ذر غفاری کی روایت مین اسکی تصریح نہین کہ آپ بیدار تھے یا خواب مین تھے، اس مین یہ ہی کہ آپ خواب و بیداری کی درمیانی حالت مین تھے، پہلی روایت مین ہی کہ "آپ نے دیکھا کہ آپ کے گھر کی چھت کھلی اور حضرت جبرئیل نازل ہوئے" اور اس مین ہے کہ "آپ حطیم یا حجر[2] مین لیٹے ہوئے تھے کہ حضرت جبرئیل آئے" حضرت ابوذر غفاری کی روایت مین براق کا ذکر نہین، اور اس روایت مین ہی کہ "آپ براق پر سوار ہو کر گئے" حضرت ابوذر غفاری کی روایت مین منازلِ انبیاء نہین بیان کیے گئے ہین لیکن اس روایت مین نام بنام تصریح ہی، حضرت ابوذر غفاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ اوقات نماز کی تعداد تین مرتبہ مین گھٹائی گئی، لیکن اس روایت سے ظاہر ہوتا ہی کہ آپ اس غرض سے خدا کے پاس[1] پانچ بار گئے، ان دونون روایتون مین درحقیقت اجمال و تفصیل کا فرق ہی حضرت ابوذر کی روایت مجمل ہی اور حضرت مالک بن صعصعہ کی روایت مین واقعات کی کسی قدر تفصیل ہی تاہم یہ دوسری روایت بھی معراج کے تمام واقعات و سوانح کو محیط نہین ہی، اب ذیل مین ہم صحیحین کی تمام روایتون کو ملا کر معراج کے سوانح و مشاہدات کا ایک جامع بیان لکھتے ہین۔

حضرت ابراہیم نے اصل کعبہ کی جو عمارت بنوائی تھی وہ سیلاب سے کئی دفعہ گر چکی تھی اور پھر بنی تھی، اسی طرح قریش کے زمانہ مین جب آنحضرت صلعم ہنوز پیغمبر نہین ہوئے تھے، سیلاب سے گر گئی، قریش نے اس کو دوبارہ تعمیر کرنا چاہا تو سرمایہ کی کمی کے باعث ایک طرف اندر کی تھوڑی سی زمین چھوڑ کر دیوار کے طول کو کم کر دیا، اس طرح کعبہ کی تھوڑی سی زمین چار دیواری سے باہر رہ گئی، اور اب تک اسی طرح ہی اس زمین کا نام حجر اور حطیم ہی، قریش کے نوجوان اور روسا اکثر یہان رات کو سویا کرتے تھے، آنحضرت صلعم بھی یہان کبھی کبھی آرام فرمایا کرتے تھے، نبوت سے پہلے بھی آپ کو حالت رؤیا مین

[1] بخاری جلد اول باب کیف فرضت الصلوٰۃ فی الاسراء، [2] حطیم اور حجر ایک ہی مقام کے دو نام ہین۔ یہ وہ مختصر سی جگہ ہی جو حضرت ابراہیم کے اصل تعمیر کردہ کعبہ مین سے قریش کے بنائے ہوے کعبہ کی چار دیواری سے باہر رہ گئی ہی اور اندر داخل نہ ہو سکی ہو[3] بخاری باب الانبیاء و باب المعراج

فرشتے نظر آتے تھے[1]، جس شب معراج ہوئی آپ اُسی مقام[2] مین استراحت فرمارہے تھے، بیداری اور خواب کی ایک درمیانی حالت تھی، کہ آپ نے دیکھا کہ آپکے گھر کی چھت کھلی اور حضرت جبرئیل نازل ہوئے، ان کے ساتھ چند اور فرشتے بھی تھے، پہلے وہ آپ کو چاہ زمزم کے پاس لے گئے اور وہان آپ کے سینۂ مبارک کو چاک کیا اور قلب اطہر کو نکالکر آب زمزم سے دھویا، اس کے بعد سونے کا ایک طشت ایمان وحکمت سے معمولا یا گیا، جبرئیل نے اس طشت سے ایمان وحکمت کے خزانہ کو لیکر آپ کے سینہ مین رکھکر اس کو برابر کردیا،

اس کے بعد گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا، سپید رنگ کا ایک لنبا جانور **براق** نامی لایا گیا[3] جسکی تیز رفتاری کا یہ حال تھا کہ اسکا ہر قدم وہان پڑتا تھا جہان نگاہ کی آخری حد ہوتی تھی، آپ اس پر سوار ہوکر بیت المقدس آئے، اور براق کو اُس قلابہ مین باندھکر جس مین انبیا اپنی سواریان باندھا کرتے تھے، آپ نے مسجد اقصیٰ کے اندر قدم رکھا اور وہان

---

[1] بخاری کتاب الانبیا، وباب المعراج، [2] اس شب کو جس مقام مین آپ استراحت فرما تھے اور جہان معراج کا واقعہ پیش آیا اسکی تعیین مین اختلاف بیان کیا جاتا ہے صحیحین مین حضرت مالک اور حضرت انس کی جو روایتین ہین ان مین بتصریح تمام یہ مذکور ہو کہ آپ مسجد حرام (کعبہ) مین تھے اور اسی کے ایک بیرونی گوشہ مین جسکا نام حجر اور حطیم ہو آپ سو رہے تھے، یہ تو صحیحین کا بیان ہو، بعض نیچے درجہ کی روایتون مین ہو کہ ام ہانی کا بیان ہو کہ آنحضرت صلعم کو میرے ہی گھر مین معراج ہوئی، ام ہانی کا گھر شعب ابی طالب مین تھا، یہ روایت مشہور دروغگو کلبی کی ہو، اس مین حد درجہ لغو (غریب ومنکر) باتین مذکور ہین، مسند ابویعلی مین ام ہانی سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم عشا کی نماز پڑھکر ہم لوگون کے ساتھ میرے ہی مکان مین سوئے، شب کو میری آنکھ کھلی تو آپ کو نہ پایا، رؤسائے قریش کی دشمنی کے باعث دل مین عجیب عجیب بدگمانیان پیدا ہونے لگین نیند نہ آئی، صبح اٹھکر آنحضرت صلعم نے معراج کا واقعہ بیان کیا اور فرمایا کہ مین یہ رؤسائے قریش سے کہنے جاتا ہون۔ مین نے آپکا دامن پکڑ لیا کہ خدا کے لیے ان سے یہ نہ کہیئے، وہ تکذیب کرین گے اور آپکی جان پر حملہ کرین گے لیکن آپنے نہ مانا اور دامن جھٹک کر چلے گئے" ان روایتون مین علاوہ اور لغویات کے عشا اور صبح کی نماز وجماعت کی تصریح کسقدر غلط ہو کہ یہ نماز پنجگانہ تو عین شب معراج مین فرض ہوئی ہے ظاہر ہے کہ اس قسم کی روایتون کا صحیحین کے مقابلہ مین کیا رتبہ اور اعتبار ہو سکتا ہو اس لیے اس مین کوئی شک نہین کہ معراج کی شب آپ خانۂ کعبہ مین تھے، البتہ بخاری ومسلم مین حضرت ابوذر کی روایت مین ہو کہ "مین مکہ مین تھا کہ میرے گھر کی چھت کھلی اور جبرئیل آئے" ہمارے نزدیک اسکی صحیح تعبیر یہ ہے کہ آپ آرام تو خانۂ کعبہ ہی مین فرمارہے تھے لیکن مشاہدہ آپ کو یہ کرایا گیا کہ آپ اپنے گھر مین ہین، اور اسکی چھت کھلی اور حضرت جبرئیل نازل ہوئے،

[3] مسند احمد مین بروایت انس اور ترمذی اور ابن جریر طبری مین ہے کہ "جب آپ نے براق پر سوار ہونے کا قصد کیا تو اُس نے شوخی کی، جبرئیل نے کہا کیون شوخی کرتا ہے، تیری پشت پر آج تک محمد سے زیادہ خدا کے نزدیک برگزیدہ کوئی دوسرا سوار نہین ہوا، یہ سنکر براق پسینہ پسینہ ہوگیا" ابن جریر کی روایت کی نسبت حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس کے بعض الفاظ مین نکارت وغرابت ہو، ترمذی نے اس روایت کے متعلق لکھا ہے کہ یہ غریب ہو، "غریب لا نعرفہ الا من حدیثہ"

دو رکعت نماز ادا کی، یہان سے نکلے تو جبرئیل نے شراب اور دودھ کے دو پیالے آپکے سامنے پیش کیے، آپ نے دودھ کا پیالہ اُٹھا لیا، جبرئیل نے کہا آپنے فطرت کو پسند فرمایا، اگر آپ شراب کا پیالہ اُٹھاتے تو آپکی امت گمراہ ہو جاتی" بعدازین جبرئیل آنحضرت صلعم کو لیکر آسمان پر چڑھے، پہلا آسمان آیا تو جبرئیل نے دربان کو آواز دی، اس نے کہا "کون ہے"؟ جبرئیل نے اپنا نام بتایا، پوچھا "تمہارے ساتھ اور کون ہی"؟ جواب دیا "محمد صلعم ہین"، پھر دریافت کیا "کیا وہ بلائے گئے ہین" کہا ہان، یہ سنکر فرشتہ نے دروازہ کھول دیا اور مرحبا خوش آمدید کہا، اور کہا کہ "اس خبر کو سنکر آسمان والے خوش ہونگے، خدا اہل زمین کے ساتھ جو کچھ کرنا چاہتا ہی جب تک وہ آسمان والون کو اس کا علم نہ بخشے وہ جان نہین سکتے"، اب آپ پہلے آسمان مین داخل ہوئے تو ایک شخص نظر آیا جس کی داہنی اور بائین طرف بہت سی پرچھائیان تھین جب وہ داہنی طرف دیکھتا تو ہنستا اور جب بائین طرف دیکھتا تو رو دیتا تھا، وہ آپ کو دیکھکر بولا "مرحبا اے نبی صالح ولے فرزند صالح"! آپ نے جبرئیل سے دریافت کیا کہ "یہ کون ہین"، جبرئیل نے بتایا کہ یہ آپکے باپ آدم ہین، اونکی داہنی اور بائین طرف جو پرچھائیان ہین یہ انکی اولادون کی روحین ہین، داہنی طرف والے اہل جنت ہین، اور بائین طرف والے دوزخی ہین، اس لیے جب اِدھر دیکھتے ہین تو خوش ہوتے ہین، اور اُدھر دیکھکر آزردہ ہوتے ہین، اِسی آسمان مین آپ کو آمنے سامنے دو نہرین نظر آئین، پوچھنے پر جبرئیل نے بتایا کہ یہ نیل اور فرات کی سوتین ہین، چلتے پھرتے آپ کو ایک اور نہر نظر آئی جسپر لولو و زبرجد کا ایک محل تعمیر تھا اور اسکی زمین مشکِ اذفر کی تھی، جبرئیل نے کہا "یہ نہر کوثر ہے جسکو پروردگار نے مخصوص آپکے لیے رکھا ہی"

اسی طرح ہر آسمان پر گذرتے گئے، اور ہر آسمان کے دربان اور جبرئیل سے اِسی قسم کی گفتگو ہوتی گئی، اور ہر ایک مین کسی نہ کسی پیغمبر سے ملاقات ہوئی، دوسرے مین حضرت یحیٰی اور عیسیٰ سے جو دونون خالہ زاد بھائی تھے، ملاقات ہوئی، تیسرے مین حضرت یوسف ملے، جنکو حسن کا ایک حصّہ عطا ہوا تھا، چوتھے مین حضرت ادریس سے ملاقات ہوئی، جنکی نسبت خدا نے قرآن مین فرمایا ہی وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا، "ہم نے اس کو ایک بلند مقام تک اُٹھایا ہی"، اور پانچوین مین حضرت ہارون سے ملے، اور ہر ایک نے "اے پیغمبر صالح اور اے برادر صالح" کہکر خیر مقدم کیا، چھٹے مین حضرت موسیٰ سے ملاقات

ہوئی اُنھون نے کہا "مرحبا اے پیغمبر صالح اور اے برادر صالح!" جب آپ آگے بڑھے تو حضرت موسیٰ رو پڑے، آواز آئی کہ اے موسیٰ اُس گریہ کا سبب کیا ہو" موسیٰ نے عرض کیا "خداوندا میرے بعد تونے اس نوجوان کو مبعوث کیا ہو اُسکی امت کے لوگ میری امت سے زیادہ بہشت مین جائینگے"، ساتوین آسمان مین داخل ہوئے تو حضرت ابراہیم نے "مرحبا اے پیغمبر صالح اور اے فرزند صالح" کہکر خیر مقدم کیا، جبرئیل نے بتایا کہ "یہ تمہارے باپ ابراہیم ہین" حضرت ابراہیم بیتِ معمور (آباد گھر) سے پیٹھ لگائے بیٹھے تھے، جسمین ہر روز ستّر ہزار نئے فرشتے داخل ہوتے ہین، آپ کو جنت کی سیر کرائی گئی، جسکے گنبد موتی کے تھے، اور زمین مشک کی تھی[1]، اس مقام تک پہنچے جہان قلمِ قدرت کے چلنے کی آواز سنائی دیتی تھی، آگے بڑھکر آپ سدرۃ المنتہیٰ (انتہا کی بیری کا درخت) تک پہنچے، اس درخت پر شانِ ربانی (امر اللہ) کا پرتو تھا، جس نے آکر جب اس کو چھالیا تو اسکی ہیئت بدلگئی، اور اس مین حسن کی وہ کیفیت پیدا ہوئی جسکو کوئی زبان بیان نہین کرسکتی اور اس مین رنگ برنگ کے وہ نور نظر آئے جنکو الفاظ ادا نہین کرسکتے، یہی وہ مقام ہو جہان سے چیزین نیچے زمین پر اترتی ہین اور زمین سے چڑھکر اوپر وہان جاتی ہین، یہان پہنچکر حضرت جبرئیل اپنی اصلی کمالی صورت مین آپکے سامنے نمودار ہوئے پھر شاہد مستور ازل نے چہرہ سے پردہ اُٹھایا اور خلوتگاہ راز مین ناز و نیاز کے وہ پیغام ادا ہوئے جنکی لطافت و نزاکت بارِ الفاظ کی متحمل نہین ہوسکتی، فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی،

اس وقت آپ کو بارگاہِ الٰہی سے تین عطیے مرحمت ہوئے، سورۂ بقر کی آخری آیتین جن مین اسلام کے عقائد و ایمان کی تکمیل اور اس کے دورِ مصائب کے خاتمہ کی بشارت ہے، رحمتِ خاص نے مژدہ سنایا کہ امت محمدی مین سے ہر ایک جو شرک کا مرتکب نہوا ہوگا مغفرت سے سرفراز ہوگا، اور ندا آئی امت پر پچاس وقت کی نماز فرض کیگئی،

---

[1] کتب روایت کی غیر محتاط کتابون مین مثلاً ابن ابی حاتم (تفسیر) ابن جریر طبری (تفسیر بنی اسرائیل) بیہقی (دلائل النبوۃ) مین جنت و دوزخ کے بہت سے عجیب و غریب مناظر و مشاہدات اور پیغمبرون اور فرشتون کی تعجب انگیز ملاقاتون اور گفتگوؤن کی تفصیل ہو، ان روایتون کے ناقل ابوہارون العبدی، ابوجعفر رازی اور خالد بن یزید ہین، ابوہارون عبدی اور خالد بن یزید تو مشہور دروغگو ہین، ابوجعفر رازی کو گو بعضون نے ثقہ کہا ہو لیکن اکثرون کے نزدیک وہ ضعیف اور راوی منکرات ہین، اور انکی تنہا روایت قبول نہین کیجاتی، نیز ان روایتون مین بہت سی لغو و منکر باتین مذکور ہین جنکو محدثین تسلیم نہین کرتے، علاوہ ازین یہ مناظر و مشاہدات جیسا کہ صحیح بخاری (باب الرؤیا) مین ہو کہ معراج کے سوا ایک اور موقع پر آنحضرت صلعم کو دکھائے گئے تھے سرے سے یہ معراج کے مشاہدات ہی نہین۔

آپ ان عطیون کو لیکر واپس پھرے اور حضرت موسیٰ کے پاس پہنچے، تو انہون نے دریافت کیا کہ بارگاہِ خاص سے کیا احکام عطا ہوئے؟ فرمایا "امت پر پچاس وقت کی نماز،" موسیٰ نے کہا "مین نے بنی اسرائیل کا خوب تجربہ کیا ہے آپکی امت سے یہ بار نہ اُٹھ سکے گا، آپ واپس جایئے اور عرض کیجیے" آپنے رجعت کی اور عرض پرداز ہوئے کہ "بارالٰہا! میری امت نہایت کمزور اور اس کے قویٰ نہایت ضعیف ہین"، حکم ہوا کہ "دس وقت کی نمازین معاف ہوئین"، لوٹے تو حضرت موسیٰ نے پھر ٹوکا اور دوبارہ عرض کرنے کا مشورہ دیا، اس پر دس اور معاف ہوئین، اسی طرح آپ چند بار حضرت موسیٰ کے مشورہ سے بارگاہِ الٰہی مین عرض پرداز ہوتے رہے، یہان تک کہ شب و روز مین صرف پانچ وقت کی نمازین رہ گئین، حضرت موسیٰ نے پھر بھی مشورہ دیا، کہ اب بھی مزید تخفیف کی درخواست کیجیے، فرمایا "اب مجھے اپنے پروردگار سے شرم آتی ہے"، ندا آئی کہ "اے محمد! میرے حکم مین تبدیلی نہین، نمازین پانچ ہونگی لیکن ہر نیکی کا بدلہ دہ گونہ بخشونگا، یہ پانچ بھی پچاس ہونگی، مین نے اپنے بندون پر تخفیف کردی اور اپنا فیصلہ نافذ کر دیا،"

اب آسمان سے اتر کر آنحضرت صلعم زمین پر تشریف لائے[1] اور بیت المقدس مین داخل ہوئے، دیکھا کہ یہان انبیاء علیہم السلام کا مجمع ہے، حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم نماز مین مصروف ہین، آپنے ان مین سے چند پیغمبرون کی شکل و صورت بھی بیان کی، حضرت موسیٰ کی نسبت فرمایا کہ "ان کا لمبا قد اور گندمی رنگ تھا، اور الجھے ہوئے گھونگھروالے بال تھے، ازدِ شنوہ کے قبیلہ کے آدمی معلوم ہوتے تھے" حضرت عیسیٰ کا میانہ قد اور سرخ و سپید رنگ تھا، سر کے بال سیدھے اور لمبے تھے، اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا ابھی حمام سے نہا کر نکلے ہین، عروہ بن مسعود ثقفی (صحابی) سے انکی صورت ملتی تھی، حضرت ابراہیم کی صورت تمھارے پیغمبر (خود آنحضرت صلعم) کی سی تھی" بہر حال اسی اثنا مین نماز (غالباً صبح کی نماز) کا وقت آگیا، سرور انبیا علیہ السلام منصب امامت سے سرفراز ہوئے، نماز سے فراغت ہوئی تو ندا آئی

[1] مسند احمد اور سیرت ابن اسحاق کی بعض روایتون مین ہے کہ آسمان پر جانے سے پہلے ہی بیت المقدس مین انبیاء نے آپ کی اقتدا مین یہ نماز پڑھی تھی، صحیح بخاری مین اسکا ذکر نہین، صحیح مسلم مین وقت کی تصریح نہین مگر قرینہ سے مفہوم ہوتا ہے کہ یہ واپسی کا واقعہ ہے، حافظ ابن کثیر نے اسی کو صحیح لکھا ہے (تفسیر سورۂ اسراء) اور ہم نے اسی کی تقلید کی ہے، ترمذی (تفسیر سورۂ اسراء) اور مسند ابن حنبل مین حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ وہ اس بات کے قائل تھے کہ آنحضرت صلعم نے مسجد اقصیٰ مین آتے جاتے سرے سے نماز ہی نہین پڑھی۔ مگر صحیح مسلم کے مقابلہ مین اس کو کون تسلیم کرے گا۔

کہ "اے محمدؐ دوزخ کا داروغہ حاضر ہے سلام کرو" آپ نے مڑ کر دیکھا تو داروغۂ دوزخ نے سلام کیا،

بخاری مین ابن عباس سے روایت ہے کہ شبِ معراج مین دجّال بھی آپکو دکھایا گیا، (باب بدء الخلق)

ان تمام منازل کے طے ہونے کے بعد آپ مسجد حرام (کعبہ) مین صبح کو بیدار ہوئے[1]۔

کفار کی تکذیب

خانۂ کعبہ کے آس پاس رؤسائے قریش کی نشست رہتی تھی آپ بھی وہین مقام حجر مین تشریف فرما تھے، صبح کو آپ نے اُن سے اِس واقعہ کو بیان کیا تو ان کو سخت اچنبھا ہوا، جو زیادہ کور باطن تھے اُنھون نے آپکو (نعوذ باللہ) جھٹلایا، بعضون نے مختلف سوالات کیے، ان مین اکثر شام کے تاجر تھے اور انھون نے بیت المقدس کو بارہا دیکھا تھا، اور انھین معلوم تھا کہ آنحضرت صلعم بیت المقدس نہین گئے ہین، اس لیے آخر مین خاتمۂ دلائل کے طور پر سب نے کہا کہ "اے محمدؐ تم کہتے ہو کہ صرف ایک شب مین تم خانۂ کعبہ سے بیت المقدس گئے اور واپس آئے، اگر یہ سچ ہے تو بتاؤ بیت المقدس کی کیا ہیئت ہے؟" آنحضرت صلعم فرماتے ہین، کہ "میرے ذہن مین عمارت کا صحیح نقشہ نہ تھا، بہت بیقراری ہوئی کہ ناگاہ نظر کے سامنے پوری عمارت جلوہ نما کر دی گئی، وہ سوال کرتے جاتے تھے اور مین انکو دیکھکر جواب دیتا جاتا تھا"

اتنا واقعہ تو صحیحین مین مذکور ہے لیکن واقدی، ابن سحاق، ابن جریر طبری، ابن ابی حاتم، بیہقی اور حاکم مین جنکا مرتبہ کتب روایات مین بلند نہین ہے، اس واقعہ پر لوگون نے عجیب وغریب حاشیے لگائے ہین، حضرت ام ہانی سے روایت کیگئی ہے کہ "صبح اُٹھکر آنحضرت صلعم نے گھر والون سے شب کا واقعہ بیان کر کے باہر جانا چاہا کہ اور لوگون سے بیان کرین، تو مین نے دامن تھام لیا کہ اس کا قصد نہ کیجیے کفار صریح جھٹلا ئین گے" ایک روایت مین ہے کہ "رات کو جب آپکے اعزہ نے آپکو بستر پر نہ پایا تو ان کو قریش کا خوف ہوا کہ انھون نے تو آپ کو گزند نہین پہنچایا، اور پہاڑون اور غارون مین آپکو ڈھونڈنے لگے" ایک اور روایت مین ہے کہ "معراج کی واپسی مین قریش کے ایک تجارتی قافلہ سے آپکی ملاقات ہوئی اور ان کے ساتھ کچھ واقعات پیش آئے، جب لوگون نے جھٹلایا تو آپ نے فرمایا کہ "اچھا تمھارا قافلہ کل پرسون تک

---

[1] معراج کے یہ تمام واقعات صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ، کتاب التوحید، کتاب الانبیاء، باب المعراج، باب صفۃ النبی صلعم اور باب بدء الخلق مین اور صحیح مسلم باب المعراج اور اس کے بعد کے متفرق ابواب متعلقہ معراج مین مذکور ہین ہمنے ان واقعات کے لکھنے مین صرف ترتیب و ترجمہ کا فرض ادا کیا ہے۔

آجائیگا اُس سے پوچھ لینا، چنانچہ وہ آیا اور اُس نے تصدیق کی" انہین روایتون کا ایک ٹکڑہ یہ ہے کہ کچھ کفار دوڑے ہوئے حضرت ابوبکر کے پاس گئے، کہ آج محمدؐ کعبہ مین بیٹھے ہوئے لوگون سے یہ کہ رہے ہین کہ رات کو وہ بیت المقدس گئے اور آئے" حضرت ابوبکر نے کہا کہ "کیا آپ واقعی یہ فرمار ہے ہین" لوگون نے کہا "ہان" حضرت ابوبکر نے کہا "تو مین آپکو سچا جانتا ہون اور اس پر ایمان لاتا ہون" کفار نے کہا "تم کھلم کھلا ایسی خلاف عقل بات کو کیونکر صحیح سمجھتے ہو" جواب دیا "مین تو اس سے بھی زیادہ خلاف عقل بات پر یقین رکھتا ہون، مین یہ تو تسلیم کرتا ہون کہ ہر روز آپکی خدمت مین آسمان سے فرشتے آتے ہین" اسی دن سے حضرت ابوبکر کا لقب صدیق ہوگیا۔

لیکن یہ تمام قصے سراپا لغو اور باطل ہین، ابن اسحاق اور ابن سعد نے تو سرے سے ان واقعات کے اسناد ہی نہین لکھے ہین۔ ابن جریر طبری، بیہقی، ابن ابی حاتم، ابویعلی، ابن عساکر اور حاکم نے انکی سندین ذکر کی ہین، انکے رواۃ ابوجعفر رازی ابوہارون عبدی اور خالد بن یزید بن ابی مالک ہین، جن مین پہلے صاحب گو بجاے خود ثقہ ہین مگر بے سروپا حدیثون کے بیان کرنے مین بیباک ہین، بقیہ دو مشہور و معلوم کاذب اور قصہ خوان ہین۔

انہی لغو قصون کا اختتامی جزو یہ ہی کہ جب آنحضرت صلعم نے لوگون سے معراج کا واقعہ بیان کیا تو بہت سے مسلمانون کے ایمان بھی متزلزل ہوگئے" اور مرتد ہوگئے، فارتد کثیر من اسلم، یہ قصہ غالباً قرآن مجید کی اس آیت کی غلط توضیح مین گھڑا گیا ہے،

وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ، (اسراء) ہمنے یہ خواب جو تمکو دکھایا ہی اسکو لوگون کی آزمایش ہی کے لیے کیا ہے۔

ابن سعد اور واقدی نے اِس قصہ کو یون ہی بے سند بیان کیا ہی، طبری، ابن ابی حاتم، اور بیہقی وغیرہ کے معتمد ارکان وہی اصحاب ثلثہ ہین، جنکے اوصاف گرامی ابھی اوپر گذر چکے ہین، ابن جریر نے اس آیت کے تحت مین جو روایتین درج کی ہین، ان مین سے حسن، قتادہ اور ابن زید سے یہ واقعہ ارتداد مذکور ہی لیکن ان کا سلسلہ ان سے آگے نہین بڑھتا، اِس واقعہ کے انکار کی سب سے بڑی زور دلیل ہمارے پاس یہ ہی کہ اسوقت تک مکہ مین جو اصحاب اسلام لائے تھے، وہ گنے چنے لوگ تھے جو ہمکو نام بنام معلوم ہین، ان مین سے کسی کی پیشانی پر ارتداد کا داغ نہین، واقعہ کی صورت یہ ہو سکتی ہی کہ کافرون مین بعض لوگ ایسے ہونگے جو اس سے پہلے آپ کے سخت مخالف ہون اور گو آپ کو پیغمبر نہ جانتے ہون مگر آپکو مفتری

اور کاذب بھی نہ کہتے ہون لیکن اس واقعۂ معراج کے بعد سے انھون نے بھی آپ کے ساتھ اس نیکی اور حسن ظن کے خیال کو اُٹھا دیا ہو، قرآن مجید نے اس کو فتنۃ للنّاس، لوگون کے لیے آزمائش کہا ہے، فتنۃ للمومنین یعنی مومنون اور مسلمانون کے لیے آزمائش نہین کہا ہے اور اگر انکے لیے بھی آزمائش ہو تو اس آیت سے یہ کہان ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس آزمائش مین پورے نہین اُترے!

کیا آپ نے معراج مین خدا کو دیکھا؟

معراج کے مشاہدات مین شئون وصفات کی جلوہ انگیزی اور آیات اللہ کی نیرنگی تو آپ نے دیکھی لیکن کیا ذات الٰہی بھی حجلۂ حجاب سے باہر آکر منصۂ حقیقت پر رونما ہوئی؟ یعنی دیدارِ الٰہی سے بھی آپ مشرف ہوئے؟ بعض روایتون مین اس کا جواب اثبات مین ملتا ہے، **صحیح بخاری** مین حضرت انس سے شریک بن عبد اللہ نے جو معراج کی روایت کی ہے اس کے آخر مین ہے،

حتی جاء سدرۃ المنتھی ودنا الجبار رب العزۃ فتدلّٰی حتی کان منہ قاب قوسین او ادنٰی، (بخاری کتاب التوحید)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے تو عزت والا جبّار (خدا) یہان تک قریب ہوا اور جھک آیا کہ اس کے اور آپ کے درمیان دو کمانون یا اس سے بھی کم کا فاصلہ رہ گیا،

محدثین نے شریک کی اس روایت کے اِس حصہ پر سخت اعتراضات کیے ہین، اور سب سے پہلے امام **مسلم** نے اس کی نسبت بے احتیاطی کا الزام قایم کیا ہے، صحیح مسلم باب المعراج مین شریک کی اس سند کو اور کسی قدر متن کو لکھکر ناتمام چھوڑ دیا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے فقدم فیہ واخر وزاد ونقص، "شریک نے اس روایت مین واقعات کو آگے پیچھے کر دیا ہے اور گھٹا بڑھا دیا ہے" امام **خطابی** نے لکھا ہے کہ صحیح بخاری مین کوئی حدیث ایسی نہین جو بظاہر اس قدر قابلِ اعتراض ہو جس قدر یہ حدیث" اِس کے بعد اس حدیث کی تاویل بیان کر کے لکھا ہے،

فانہ کثیر التفرد بمناکیر الالفاظ التی لایتابعہ علیھا سائر الرواۃ،

شریک ایسے منکر الفاظ خود تنہا بکثرت روایت کرتے ہین جنکی تائید انکے دیگر ہمدرس راوی نہین کرتے،

اور حضرت انس سے واقعۂ معراج کو اور بہت سے لوگون نے نقل کیا ہے مگر شریک کے سوا کسی اور نے ان الفاظ کی روایت

نہین کی ہے، امام بیہقی نے بھی یہی کہا ہے، اور یہی حافظ ابن کثیر کی بھی تحقیق ہے[1]، علامہ ابن حزم نے بھی اس کے قریب قریب یہی راے ظاہر کی ہے[2]، بعض علماے رجال نے بھی شریک کی نسبت اچھی رائین نہین ظاہر کی ہین، نسائی اور ابن جارود کا قول ہے کہ "وہ قوی نہین" یحیےٰ بن سعید القطان کہتے ہین کہ "اُس سے حدیث نہ بیان کیجائے" البتہ ابن سعد اور ابو داؤد نے ان کی ثقاہت کی شہادت دی ہے اسی لیے محدثین کا فیصلہ انکے حق مین یہ ہے کہ "جب وہ تنہا کسی بات کو بیان کرین تو ان کی وہ بات شاذ اور منکر قرار دیجائیگی"، چنانچہ اس روایت مین یہ فقرہ بھی اسی قسم کا ہے۔

اصل یہ ہے کہ شریک کی یہ روایت سورۂ والنجم کی ان آیتون کی تعبیر پر مبنی ہے۔

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ذُوْمِرَّةٍ فَاسْتَوٰى وَهُوَ
بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ
اَوْاَدْنٰى فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى۔ مَاكَذَبَ
الْفُؤَادُ مَارَاٰى اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَايَرٰى وَلَقَدْ
رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَا
جَنَّةُ الْمَاْوٰى اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى
مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَاطَغٰى لَقَدْ رَاٰى مِنْ
اٰيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى، (والنجم)

محمد کو پرزور اور طاقتور نے تعلیم دی، وہ اسمان کے بلند تر افق پر تھا، پھر قریب ہوا اور جھک آیا، یہان تک کہ دو تیر یا کمان کے برابر یا اس سے بھی قریب تر ہوگیا، پھر اس کے بندے کی طرف جو کچھ وحی کرنا تھی، کی، دل نے جو کچھ دیکھا غلط نہین دیکھا، وہ جو کچھ دیکھتا ہے کیا تم لوگ اس کے متعلق آپس مین شک ظاہر کرتے ہو، حالانکہ سدرۃ المنتہٰی کے نزدیک جسکے پاس جنت الماوٰی ہے، اسنے دوسری مرتبہ بھی یقیناً اوس کو اترتے ہوے دیکھا جبکہ سدرہ کو چھالیا تھا۔ جسنے چھالیا تھا، نگاہ نہ جھپکی نہ بہکی، اور اس نے اپنے پروردگار کی عظیم الشان نشانیان دیکھین۔

یہی آیتین ہین جنکی بنا پر صحابہ مین اختلاف پیدا ہوگیا ہے، بعضون کا خیال ہے کہ آپ کو خود خدا نظر آیا، اور اکثر صحابہ یہ کہتے ہین کہ وہ فرشتہ تھا، ترمذی (تفسیر سورۂ نجم) مین حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے سدرۃ المنتہٰی کے پاس خود خدا کو دیکھا تھا، ترمذی ہی مین ہے کہ ایک مقام پر کعب احبار (نو مسلم یہودی عالم) سے اور حضرت ابن عباس

---

[1] بیہقی اور ابن کثیر کا قول تفسیر ابن کثیر سورۂ اسرا مین ہے [2] امام خطابی اور ابن حزم کے اقوال ابن حجر نے فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۴۰۳ و ۴۰۴ (مصر) مین نقل کیے ہین۔

کی ملاقات ہوئی، کعب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام اور اپنے دیدار کی موسیٰ اور محمد علیہما السلام مین تقسیم کردی، چنانچہ حضرت موسیٰ کو دو دفعہ شرف کلام حاصل ہوا، اور آپ دو دفعہ خدا کے دیدار سے مشرف ہوئے، مسروق حضرت عائشہ کے ایک شاگرد نے یہ گفتگو اُن سے جاکر نقل کی، وہ نہایت برہم ہوئین، اور قرآن مجید کی آیتون سے انہون نے اس خیال کی تردید کی کہ خدا خود فرماتا ہی کہ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ "آنکھین اسکا ادراک نہین کرسکتین"، حضرت ابن عباس کے شاگرد عکرمہ نے حضرت ابن عباس کے سامنے اِس آیت کو پیش کیا تو انہون نے فرمایا کہ "ہان سچ ہی مگر اُسوقت جب خدا اپنے اصلی نور مین نمایان ہو، آنحضرت صلعم نے خدا کو دو دفعہ دیکھا تھا"[۱]،

صحیح مسلم و ترمذی مین حضرت ابوذر غفاری سے روایت ہی کہ انہون نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا کہ "یا رسول اللہ صلعم آپ نے خدا کو بھی دیکھا ہی؟ فرمایا کہ "وہ تو نور ہے مین اس کو کہان دیکھ سکتا ہون" دوسری روایت مین ہی کہ آپنے فرمایا کہ "مین نے صرف ایک نور دیکھا"[۲]

اکابر صحابہ مین حضرت ابوہریرہ حضرت عبداللہ ابن مسعود، اور حضرت عائشہ کا مذہب یہ ہی کہ آنحضرت صلعم نے خدا کو نہین بلکہ جبرئیل کو دیکھا تھا اور انھین نے آپکی طرف وحی کی تھی، چنانچہ صحیح بخاری و مسلم و ترمذی مین حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت جبرئیل کو اس حالت مین دیکھا کہ اُن کے ۶ سو پر تھے، صحیح مسلم مین حضرت ابوہریرہ سے بھی اسی قسم کی روایت ہی، تمام صحابہ مین حضرت عائشہ کو اس مسئلہ پر سخت اصرار تھا، صحیح بخاری کتاب التفسیر مین ہی کہ حضرت مسروق نے حضرت عائشہ سے ایک بار پوچھا کہ "مادر من! کیا آنحضرت صلعم نے اپنے خدا کو دیکھا تھا؟" بولین "یہ سنکر تو میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے، تین باتین ایسی ہین جنکے متعلق اگر کوئی شخص روایت کرے تو سمجھنا چاہیے کہ وہ جھوٹ کہتا ہی جس شخص نے یہ روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے خدا کو دیکھا تھا، اس نے جھوٹ کہا خدا خود کہتا ہے،

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ — خدا کو نگاہین نہین پاسکتین، اور وہ نگاہون کو پالیتا ہی اور وہ لطیف و خبیر ہے

[۱] یہ تمام روایتین ترمذی تفسیر سورۂ والنجم مین ہین اور ترمذی نے انکو حسن کہا ہی [۲] مسلم جلد ۱ صفحہ ۹۳ باب الاسراء۔

پھر فرماتا ہی:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَاۤئِ حِجَابٍ، (شوری)

کسی آدمی مین یہ قوت نہین کہ خدا اس سے کلام کرے لیکن یہ کہ بذریعہ وحی کے، یا پردے کے آڑسے،

ان آیتونکو پڑھکر حضرت عائشہ نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے خدا کو نہین دیکھا، البتہ حضرت جبریل کو انکی اصلی صورت مین دوبار دیکھا" امام نووی شارح صحیح مسلم نے لکھا ہی کہ "حضرت عائشہ کا یہ قول حجت نہین ہوسکتا کیونکہ انہون نے قرآن مجید کی آیات سے صرف عقلی استدلال کیا ہی، آنحضرت صلعم سے کوئی مرفوع روایت نہین بیان کی کہ آپ نے خدا کو نہین دیکھا تھا"[1] لیکن خود صحیح مسلم مین جسکی شرح مین امام نووی نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہی اُسی مقام پر حضرت مسروق سے روایت ہی کہ مین حضرت عائشہ کے پاس تکیہ لگائے ہوئے بیٹھا تھا، انہون نے کہا "اے ابو عائشہ! تین باتین ایسی ہین جنمین سے اگر کسی نے ایک کو بھی کہا تو اسنے خدا پر بڑا بہتان باندھا" مین نے پوچھا "وہ کیا باتین ہین"؟ فرمایا "جس شخص نے یہ کہا کہ محمد صلعم نے خدا کو دیکھا تھا اس نے خدا پر بڑی تہمت لگائی" مین ٹیک لگائے بیٹھا تھا، یہ سنکر سیدھا اُٹھ بیٹھا اور کہا کہ اے ام المومنین! جلدی نہ کیجیے کیا خدا خود نہین فرماتا،

وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ، اُس نے اسکو افق المبین پر دیکھا۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى، اس نے اس کو دوسری مرتبہ اترتے ہوئے دیکھا۔

بولین سب سے پہلے خود مین نے اس کے متعلق آنحضرت صلعم سے سوال کیا تھا، آپنے فرمایا "یہ جبریل تھے، مین نے ان دو مرتبون کے سوا ان کو اصلی صورت مین کبھی نہین دیکھا"[2] اس سے زیادہ مستند مرفوع روایت کیا ہوسکتی ہی، برخلاف اس کے حضرت ابن عباس نے (جن سے روایتین ہین کہ آنحضرت صلعم نے خدا کو دیکھا) کبھی اپنی روایت مین یہ تصریح نہین کی ہی کہ انہون نے خود آنحضرت صلعم سے اسکو سنا ہی، حافظ ابن کثیر نے لکھا ہی کہ صحابہ مین سے کوئی حضرت عائشہ اور عبداللہ بن مسعود کی تفسیر کا مخالف نہین ہے، (تفسیر سورہ اسراء) بلکہ اصل یہ ہے کہ بقول ابن حجر حضرت ابن عباس کے

[1] شرح صحیح مسلم نووی نولکشور صفحہ ۹۷، [2] صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۹۸، مصر، باب ذکر سدرة المنتہی،

خیال کی تشریح مین بعض راویون سے غلط فہمی ہوئی ہے حضرت عباس کا یہ منشا نہین کہ آنحضرت صلعم نے ان ظاہری آنکھون سے خدا کو دیکھا، بلکہ ان کا مطلب یہ ہو کہ آنحضرت صلعم نے دل کی آنکھون سے جلوۂ ربانی کا مشاہدہ کیا، صحیح مسلم (متعلقات اسراء) اور جامع ترمذی (تفسیر والنجم) مین انکے یہ الفاظ ہین رأى بقلبه، رأى بفؤاده، دل کی آنکھون سے دیکھا چشم قلب سے مشاہدہ کیا، مردویہ نے اس سے بھی زیادہ انکے تصریحی الفاظ نقل کیے ہین،

لم يره رسول الله صلعم بعينه انما رأه بقلبه — آنحضرت صلعم نے اپنی آنکھ سے نہین دیکھا، بلکہ اپنے قلب سے دیکھا۔

(فتح الباری، صفحہ ۴۷۴)

اس تشریح کے بعد اس باب مین کوئی نزاع باقی نہین رہجاتی، رہی یہ بات کہ دل کا دیکھنا اور قلب کا مشاہدہ کیا ہے؟ تو اس رمز کو وہی سمجھے جس کے دل مین نور بصیرت اور جس کے قلب مین مشاہدہ کی طاقت ہو،

معراج جسمانی تھی یا روحانی خواب تھا، یا بیداری

ہمارے متکلمین اور شراحِ حدیث نے اس باب مین بیہودہ مباحث کا ایک انبار لگا دیا ہے، سلفِ صالحین صرف اس بات کا اعتقاد رکھتے تھے کہ آنحضرت صلعم کو معراج ہوئی اور یہ واقعہ تھا، وہ جسمانی ہو یا روحانی، خواب ہو یا بیداری، کوئی بھی حالت اور کوئی بھی صورت ہو، وہ واقعیت تھی، حقیقت طلبی اور بحث کے فیصلہ کی صحیح صورت یہ ہو کہ متکلمانہ اعتراضات، فلسفیانہ خدشات اور عقلی محالات اور نیز عامیانہ ظواہر پرستی اور جمہور کے خیالات کی بیجا حمایت کے وسوسون سے خالی الذہن ہو کر صحیح روایتون کے اصل الفاظ پر غور کیا جائے اس سلسلہ مین پہلی بات یہ ہو کہ سورۂ اسریٰ (معراج) کی اس آیت کی نسبت،

وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ، (بنی اسرائیل ۶) — ہم نے جو رویا (دکھاوا) تجھکو دکھایا اس کو ہمنے لوگون کے لیے صرف آزمایش بنایا ہے۔

بخاری مین حضرت ابن عباس کی روایت ہو کہ یہ معراج کے متعلق ہے، رویا، عربی زبان مین "دکھاوا" کو کہتے ہین یعنی "جو دیکھنے مین آئے"، اور عام طور سے اس کے معنی "خواب" کے ہین، اس لیے جو فریق معراج کو خواب بتاتا ہو وہ اس آیت کو اپنے دعوے کے ثبوت مین پیش کرتا ہے لیکن حضرت ابن عباس کی اس روایت مین یہ بھی

تصریح ہو کہ یہ "رویا آنکھ کا دیکھنا تھا، جو معراج مین آنحضرت صلعم کو دکھایا گیا" اس سے معلوم ہوا کہ وہ محض خواب نہ تھا۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، مسند ابن حنبل اور حدیث کی دیگر معتبر کتابون مین جن مین معراج کے مسلسل اور تفصیلی واقعات درج ہین، ان سب کو ایک ساتھ پیش نظر رکھنے سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ جاتی ہو کہ ان روایتون کے الفاظ مین یا تو خواب و بیداری دونون پہلوؤن سے خاموشی ہے، یعنی ان مین مطلقاً اسکی کوئی تصریح نہین ہو کہ یہ خواب تھا یا بیداری، اور یا یہ کہ ان مین خواب، منام اور رویا کی تصریح ہے، بخاری، مسلم اور مسند احمد ابن حنبل مین حضرت ابوذر کی جو روایت ہو، اور حضرت انس کی وہ روایت جو ثابت البنانی کے ذریعہ سے مروی ہو، اس تصریح سے قطعاً خاموش ہین، ان مین نہ خواب کا ذکر ہو نہ بیداری کا، ان مین صرف نفس واقعہ کا تذکرہ ہو، لیکن حضرت انس کی اُس روایت مین جو شریک کے واسطہ سے ہو، بتصریح تمام مذکور ہو کہ یہ واقعہ آنکھون کے خواب اور دل کی بیداری کی حالت مین پیش آیا، بخاری مین یہ حدیث کتاب التوحید اور باب صفۃ النبیؐ دو مقامات مین ہو، اس کے الفاظ یہ ہین

سمعت انس بن مالکؓ یقول لیلۃ اُسری برسول اللہ صلعم من مسجد الکعبۃ انہ جاءہ ثلثۃ نفر قبل ان یوحیٰ الیہ وھو نائم فی المسجد الحرام فقال اولھم ایھم ھو فقال اوسطھم ھو خیرھم فقال آخرھم خذوا خیرھم، فکانت تلک اللیلۃ فلم یرھم حتی اتوہ لیلۃ اخریٰ، فیما یری قلبہ وتنام عینہ ولا ینام قلبہ، وکذلک الانبیاء تنام اعینھم ولا تنام قلوبھم، (کتاب التوحید)

انس بن مالکؓ کو مین نے اُس شب کا واقعہ جب آپکو کعبہ کی مسجد سے لے جایا گیا (معراج) بیان کرتے ہوئے سنا کہ اس سے پہلے کہ آپ کی طرف وحی بھیجی جائے آپکے پاس تین شخص آئے اور آپ اس وقت مسجد حرام مین سوئے ہوئے تھے، پہلے نے کہا وہ کون ہو؟ بیچ والے نے کہا ان (سونے والون) مین جو سب سے بہتر ہو، پچھلے نے کہا ان مین جو سب سے بہتر ہے اسکو لو، یہ رات ہوگئی، پھر آپنے انکو نہین دیکھا یہانتک کہ ایک اور رات[۱] کو وہ آئے اس حالت مین کہ آپکا دل دیکھتا تھا اور آپکی آنکھ سوتی تھی، لیکن آپکا دل نہین سوتا تھا، اور اسیطرح پیغمبرونکی آنکھین سوتی ہین، لیکن ان کے دل نہین سوتے۔

۱ ان دونون راتون مین کم از کم بارہ برس کا فصل ہوگا، کیونکہ پہلی رات آغاز وحی سے پہلے تھی، اور دوسری رات جو شب معراج تھی نبوت کے بارہوین سال تھی،

سمعت انس بن مالک یحدثنا عن لیلۃ اسری بالنبی	انس بن مالک کو ہم لوگون نے آپکی شب معراج کا قصہ بیان کرتے
صلعم من مسجد الکعبۃ جاءہ ثلثۃ نفر قبل ان یوحیٰ	سنا کہ اس سے پہلے کہ آپ پر وحی آئے آپ مسجد حرام مین سو رہے تھے
الیہ وھو نائم فی المسجد الحرام فقال اولھم	آپکے پاس تین آدمی آئے، پہلے نے کہا وہ کون ہی؟ بیچ والے نے کہا وہ
ایھم ھو فقال اوسطھم ھو خیرھم وقال آخرھم	ان مین سب سے بہتر ہے، پچھلے نے کہا جو ان مین سب سے بہتر ہو اس کو
خذوا خیرھم، فکانت تلک فلم یرھم حتی جاؤا	لے لو، یہ تو ہو گیا" پھر آپ نے انکو نہین دیکھا، یہانتک کہ وہ ایک
لیلۃ اخری فیما یری قلبہ، والنبی صلعم نائمۃ	اور رات کو آئے، اس حالت مین کہ آپ کا دل دیکھتا تھا، اور
عیناہ، ولا ینام قلبہ وکذالک الانبیاء تنام	آپکی آنکھین سوتی تھین لیکن آپ کا دل نہین سوتا تھا، انبیار کا
اعینھم ولا تنام قلوبھم فتولاہ جبریل ثم عرج بہ	یہی حال ہوتا ہو کہ انکی آنکھین سوتی ہین، اور انکے دل نہین سوتے پھر جبریل
الی السماء، (باب صفۃ النبی صلعم)	نے آپکو اپنے اہتمام مین لیا، پھر وہ آپ کو لیکر آسمان پر چڑھے،

بخاری نے اس باب مین اس حدیث کو یہین تک لکھا ہی لیکن کتاب التوحید مین اس کے بعد معراج کے تمام واقعات بیان کرکے آخر مین حضرت انس کا یہ فقرہ روایت کیا ہی،

فاستیقظ وھو فی المسجد الحرام،	پھر آپ بیدار ہوئے تو مسجد حرام مین تھے،

صحیح مسلم مین یہ روایت نہایت مختصر ہی، سند کے بعد صرف اس قدر لکھکر کہ "آپ مسجد حرام مین سوتے تھے" اسکو ختم کردیا ہی اور اس کے بعد یہ لکھا ہی کہ "شریک نے اس روایت مین واقعات کو گھٹا بڑھا دیا ہی اور آگے پیچھے کردیا ہی" اسی لیے جیسا کہ اوپر گذر چکا ہی، شریک کی یہ تنہا زیادت مقبول نہ ہوتی، مگر وہ اس باب مین تنہا اور منفرد نہین ہین، صحیحین مین ہے کہ حضرت مالک بن صعصعہ انصاری خود آنحضرت صلعم کی زبانی بیان کرتے ہین کہ آپ نے معراج کا واقعہ دُھراتے ہوئے فرمایا،

بینا انا عند البیت بین النائم والیقظان[1]	مین کعبہ کے پاس خواب و بیداری کی درمیانی حالت مین تھا۔

---

[1] صحیح بخاری ذکر الملائکہ، و صحیح مسلم باب الاسراء،

صحیح بخاری باب المعراج اور مسند ابن حنبل مین مالک بن صعصعہ کہتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا،

بینما انا فی الحطیم مضطجعا،	اس اثنار مین کہ مین (خانۂ کعبہ کے مقام) حطیم مین لیٹا ہوا تھا،

اس کے بعد ان روایتون مین معراج کے تمام واقعات مذکور ہین بیچ اور آخر مین کہین بیداری کا کچھ ذکر نہین ہے، دلائل بیہقی مین ایک روایت ہے جس مین حضرت ابوسعید خدری کے واسطہ سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مین عشار کے وقت خانۂ کعبہ مین سورہا تھا، ایک آنے والا (جبریل) آیا اور اس نے آکر مجھے اُٹھایا اور مین اُٹھا" اس کے بعد واقعۂ معراج کی تفصیل ہے، لیکن اسکا دوسرا ہی راوی جھوٹا اور ناقابل اعتبار ہے[1] اور اس مین جو منکرات اور غرائب امور بیان کیے گئے ہین وہ سرتاپا لغو ہین، ابن اسحاق نے سیرت مین اور ابن جریر طبری نے تفسیر مین (سورۂ اسرا) حضرت حسن بصری سے بھی اسی قسم کی روایت کی ہے کہ "مین سورہا تھا کہ جبریل نے پاؤن سے ٹھوکر مار کر مجھے اٹھایا، لیکن اسکا سلسلہ حضرت حسن بصری سے آگے نہین بڑھتا، بہرحال جیساکہ ہمنے پہلے لکھا ہے کہ صحیح روایتون مین یا تو مطلق خواب وبیداری کی تفصیل نہین، اور یا خواب، یا خواب وبیداری کی درمیانی حالت کی تصریح ہے،

سیرت ابن ہشام اور تفسیر ابن جریر طبری مین محمد بن اسحاق کے واسطہ سے حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ سے دو روایتین ہین جن مین یہ تصریح ہے کہ یہ بزرگوار معراج کو روحانی اور رویائے صادقہ کہتے تھے، یہ روایتین مع سند کے حسب ذیل ہین،

عن محمد بن اسحاق قال حدثنی یعقوب بن عتبہ بن المغیرۃ ان معاویۃ بن ابی سفیان کان اذا سئل عن مسری رسول اللہ صلعم قال کانت رویا من اللہ صادقۃ (ابن جریر تفسیر اسرا، سیرت ... (ابن ہشام ذکر المعراج))	محمد بن اسحاق سے روایت ہے انہون نے کہا کہ یعقوب بن عقبہ بن مغیرہ نے بیان کیا کہ معاویہ بن سفیان سے جب معراج کا واقعہ پوچھا جاتا تو وہ کہتے کہ یہ خدا کی طرف سے ایک سچا خواب تھا۔

[1] حافظ ابن کثیر نے تفسیر سورۂ اسرا صفحہ ۹ مین اس روایت کو نقل کیا ہے اس کے سلسلۂ سند مین دوسرا راوی وہی ابوہارون العبدی ہے جسکو ائمۂ رجال نے بالاتفاق ساقط الاعتبار قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ ھی اکذب من فرعون وہ فرعون سے بھی زیادہ جھوٹا ہے،

لیکن یہ روایت منقطع ہی، یعقوب نے حضرت معاویہ سے خود نہین سنا ہی کیونکہ انھون نے ان کا زمانہ نہین پایا ہی۔ دوسری روایت ہے،

حدثنا ابن حمید قال حدثنا سلمۃ عن محمد قال حدثنی	ابن حمید نے ہمسے بیان کیا، ان سے سلمہ نے سلمہ سے محمد بن اسحاق
بعض آل ابی بکر ان عائشۃ کانت تقول	نے انھون نے کہا کہ حضرت ابو بکر کے خاندان کے ایک شخص نے
ما فقد جسد رسول اللہ صلعم ولکن اسری بروحہ	مجھسے بیان کیا کہ حضرت عائشہ کہا کرتی تھین کہ آنحضرت صلعم کا جسم
(حوالۂ مذکور)	نہین کھویا گیا بلکہ آپکی روح شب کو لے جائی گئی،

اس روایت کے سلسلہ مین بھی محمد بن اسحاق اور حضرت عائشہ کے درمیان ایک راوی یعنی خاندان ابو بکر کے ایک شخص کا نام ونشان مذکور نہین ہے اس لیے یہ بھی پایۂ صحت سے فروتر ہے، تاہم ان روایتون سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ واقعۂ معراج کو رؤیا کہنا قرن اول مین متعارف تھا، ابن اسحاق مین ہی کہ حضرت حسن بصری کے سامنے یہ بیان کیا جاتا تھا کہ یہ رویا تھا تو وہ اسکی تردید نہین کرتے تھے،

جو لوگ اس کو بیداری کا واقعہ سمجھتے ہین وہ قرآن مجید کے کسی نص یا حدیث کے کسی صحیح متن سے اپنے دعوی کا ثبوت پیش نہین کرتے، بلکہ وہ زیادہ تر عقلی استدلال کا پہلو اختیار کرتے ہین چنانچہ ابن جریر طبری سے لے کر امام رازی تک سب نے یہی کیا ہی، اس فرقہ کے عقلی دلائل چار ہین۔

(۱) قرآن مجید مین ہی کہ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ "پاک ہی وہ خدا جو (شب معراج مین) لے گیا اپنے بندہ (عبد) کو" اس آیت سے ثابت ہوتا ہی کہ خدا اپنے "بندہ" کو لے گیا "بندہ" یا "عبد" کا اطلاق جسم پر یا جسم وروح دونون کے مجموعہ پر ہوتا ہی تنہا روح کو "عبد" یا "بندہ" نہین کہتے،

(۲) واقعات معراج مین بیان کیا گیا ہے کہ آپ براق پر سوار ہوئے آپ نے دودھ کا پیالہ نوش فرمایا، سوار ہونا، پینا یہ سب جسم کے خواص ہین اس لیے یہ معراج جسمانی تھی،

(۳) اگر واقعۂ معراج رویا اور خواب ہوتا تو کفار اسکی تکذیب کیون کرتے، انسان تو خواب مین خدا جانے کیا کیا دیکھتا ہے

محال سے محال چیز بھی اُس کو عالم خواب مین واقعہ بنکر نظر آتی ہی،

(۴) خدا نے قرآن مجید مین کہا ہے کہ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ، کہ اس مشاہدہ معراج کو ہم نے لوگون کیلئے معیار آزمایش بنایا ہی، اگر یہ عام خواب ہوتا تو یہ آزمایشِ ایمان کی کیا چیز تھی، اور اسپر ایمان لانا مشکل کیا تھا، معراج کے جسمانی اور واقعۂ بیداری ہونے پر یہ دلائل حد درجہ کمزور اور بے بنیاد ہین، یہ کون کہسکتا ہی کہ مجرد روح پر عبد اور بندہ کا اطلاق نہین ہوسکتا، جسم انسانی تو ہر لحظہ اور ہر آن بکھر رہا ہی اور فنا ہو رہا ہے۔ بندۂ ازل اور عبد مطلق تو یہی جانِ بے جسم اور روح بے جسد ہی قرآن مجید کی یہ آیت پاک تو تم کو یاد ہوگی،

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي،

اے طمانیت والی جان، اپنے پروردگار کیطرف اس کیفیت کے ساتھ واپس جا کہ تو خدا سے خوش اور خدا تجھسے خوش، جا میرے خاص بندون مین داخل ہوجا اور میری جنت مین داخل ہوجا،

اِس آیت مین دیکھو کہ نفس و جان و روح کو صاف بندہ اور عبد کہا گیا ہی،

یہ کہنا کہ سوار ہونا اور دودھ پینا جسم کے خواص ہین اسلیے معراج جسمانی تھی، سرتاپا مغالطہ ہی، یہ تو جب کہا جاسکتا ہی جب کوئی یہ کہے کہ براق اور دودھ بھی ہماری اسی دنیا کی مادی سواری اور ایک جوہر سیّال تھا، اگر یہی اعتراض کرنا ہو تو تم یہی کیون نہین کہتے نفس آنکھ کا کہنا، سننا بھی خواص جسمانی ہین، اس لیے یہ معراج جسمانی تھی، لیکن تمکو معلوم ہو کہ ہم جس عالم کی باتین کر رہے ہین، وہان نہ ہم ان پاؤن سے چلتے ہین، نہ ان آنکھون سے دیکھتے ہین، نہ ان کانون سے سنتے ہین، نہ اس جسم سے سوار ہوتے ہین، اور نہ اس منھ سے کھاتے اور پیتے ہین، مثالاً یون سمجھو کہ ہم عالم خواب یا عالم تصور مین اپنے انہی اجسام، ان ہی اعضا اور انہی قوائے احساس کے ساتھ کیا کیا کام انجام دیتے ہین، چلتے پھرتے بھی ہین، مگر اس زمین پر نہین، اترتے چڑھتے بھی ہین، مگر اس مادی سواری پر نہین، دیکھتے سنتے بھی ہین، مگر اس ظاہری عالم کی باتین نہین، کھاتے پیتے بھی ہین، مگر یہی بیداری کی دنیا کی چیزین نہین، اسی طرح جس طرح آپکا یہ سفر روحانی تھا، براق، دودھ، اور معراج کے دیگر مناظر و مشاہد بھی روحانی تھے،

تیسرا استدلال (کہ اگر یہ خواب ہوتا تو کفار تکذیب کیون کرتے) بھی صحیح نہین، اور اس کے متعدد وجوہ ہین۔

(۱) اگر آنحضرت صلعم، صحابہ اور مسلمان (نعوذ باللہ) اس رویا کو محض خواب وخیال کا رتبہ دیتے تو کفار کو تکذیب کی حاجت نہ تھی، مگر چونکہ ان کو یہ معلوم تھا کہ محمد (صلعم) جو کچھ اس عالم مین دیکھتے ہین وہ اس کو واقعہ اور حقیقت جانتے ہین اس لیے انکو اعتراض تھا، اور واقعات معراج مین سیر بیت المقدس کے سوا اور تمام باتین دوسرے عالم کی تھین جن کے صدق و کذب اور حق وبطلان کی کوئی صورت ان کے پاس نہ تھی اس بنا پر انھون نے معراج کے تمام واقعات اور مناظر مین سے بیت المقدس کا حال پوچھا کہ اگر آپ اس کو (معاذ اللہ) غلط بتاتے تو اور باتون کو بھی وہ لوگون مین اسی طرح غلط، باطل اور بے حقیقت ثابت کرتے پھرتے،

(۲) دوسرا سبب یہ تھا کہ قریش خدا کی عظمت وتقدس کو مانتے تھے، فرشتون پر یقین رکھتے تھے، حضرت ابراہیم وغیرہ پیغمبرون کی نیکی اور بڑائی بھی انھون نے سنی تھی، اور اپنے خیال مین وہ آنحضرت صلعم کو نعوذ باللہ جھوٹا، کاذب، دروغگو، لامذہب اور بددین جانتے تھے، اس لیے ان کے ذہن مین بھی یہ بات نہین آسکتی تھی کہ ایسا آدمی، ایسا مقدس، ایسا باعظمت، ایسا روحانی اور ایسا پاکیزہ خواب دیکھ سکتا ہے؛ اسکی مثال یہ ہے کہ اگر کسی خالص مسلمان کے سامنے کوئی ایسا آدمی جو اس کے نزدیک نہایت بداخلاق، آوارہ، بددین ہو، اپنا کوئی مقدس خواب بیان کرے کہ "دربار الٰہی مین مجھے بار ملا، رحمت کا تاج میرے سر پر رکھا گیا اور جنت کا دروازہ میرے لیے کھولا گیا" یا یہ بیان کرے کہ "حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مین رسائی ہوئی اور آپ کے دیدار سے مشرف ہوا" تو وہ کبھی اس کے بیان کو تسلیم نہین کرے گا، کیونکہ وہ اس کو اس رتبہ کا مستحق نہین جانتا۔ کفار کی تکذیب اور انکار بھی اسی بنا پر تھا۔

(۳) اور اصل بات یہ ہے کہ یہ مشاہدہ جس کو خواب کہکر تعبیر کر رہے ہو حقیقت کے رو سے یہ خواب نہ تھا، بلکہ جسم سے منقطع ہو کر روح کی سیر تھی، اور قریش کے لیے اسکا سمجھنا آسان نہ تھا۔

آخری استدلال تو تمامتر طرفداران رویا کے حق مین ہو کہ خود خداوند تعالیٰ اس کو رویا سے تعبیر کرتا ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ — ہمنے جو رویا تجکو دکھایا اس کو لوگون کے لیے آزمائش بنایا۔

کسی چیز کو ایمان واعتراف کی آزمایش کا معیار بنانے کے لیے یہ ضرور نہین ہے کہ بظاہر اس پر ایمان لانا مشکل اور

حیرت انگیز ہی ہو، مدینہ جاکر قبلہ بیت المقدس کے بجائے کعبہ ہو جاتا ہی یہ کوئی اعجوبہ اور عقل کے خلاف چیز نہین تاہم اس کو بھی اللہ تعالی ایمان کی آزمایش کا معیار قرار دیتا ہی چنانچہ دوسرے پارہ مین فرماتا ہی

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ	جس قبلہ پر تم تھے اسکو اسی لیے قبلہ بنا دیا تاکہ ہم انکو جو رسول اکی
مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى عَقِبَيْهِ (بقرہ)	کی پیروی کرتے ہین انسے الگ کرلین جو الٹے پاٶن پھر جاتے ہین

اصل یہ ہی کہ یہ تمام کج بحثیان اور لفظی نزاعین اس لیے پیدا ہوئی ہین کہ لوگون نے "رویا" کی حقیقت پر غور نہین کیا ہی، وہ انبیاء کے رویا کو بھی عام انسانی خواب سمجھتے ہین حالانکہ دراصل صرف لفظ کا اشتراک ہی ورنہ اسکی حقیقت بالکل جداگانہ ہی یہ وہ "رویا" ہی جسمین گو آنکھین بند ہوتی ہین مگر دل بیدار رہتا ہی کیا یہی عام رویا کی حقیقت ہے؟ یہ وہ حالت ہی جو بظاہر خواب ہی مگر دراصل ہشیاری بلکہ مافوق ہشیاری ہے، عام خواب اور اس رویا مین مشابہت صرف اس قدر ہی کہ اس عالم مادی اور کاروبار حواس ظاہری سے پہلے مین تغافل ہی تو دوسرے مین تعطل ہی لیکن عالم روح اور کائنات ملکوت مین پہلے کو دخل نہین تو دوسرے مین سراپا ہشیاری، بیداری حقیقت بینی، ہمسفری ناموس، سیر سماوات، لقائے ارواح، رویت حق سب کچھ ہے، اسی لیے صحابہ یا راویون مین سے جن لوگون نے اس کو "منام" یا "رویا" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، وہ درحقیقت مجاز و استعارہ ہی ورنہ اصل مقصود یہی کیفیت روحانی اور یہی حالت ملکوتی ہی اور یہی سبب ہی کہ ہمارے ظاہری حواس کے مادی قوانین طبعی کے روسے جو چیزین محال معلوم ہوتی ہین وہ اس عالم مین محال نہین ہین۔

اس آیت پاک کو "وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ" ہمنے جو رویا (معراج) تجکو دکھایا" لوگ رویا کے ثبوت مین پیش کرتے ہین جیسا کہ حضرت ابن عباس سے صحاح مین روایت ہی کہ یہ آیت معراج کے متعلق ہے لیکن حضرت ابن عباس یہ بھی اسی روایت مین کہتے ہین کہ یہ رویائے چشم تھا، اصل روایت کے الفاظ یہ ہین۔

عن ابن عباس فی قولہ تعالی وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا	ابن عباس اس آیت کی تفسیر مین کہ ہم نے جو رویا تجکو دکھایا
الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ، قال ھی رؤیا عین	اسکو نہین بنایا لیکن لوگون کے لیے آزمایش کہتے ہین کہ یہ آنکھ

اریھا رسول اللہ صلعم لما اسری بہ الی بیت المقدس، (بخاری باب الاسرا)

کا رویا تھا، جو رسول اللہ صلعم کو دکھایا گیا۔ جب آپ کو رات کے وقت بیت المقدس لے جایا گیا۔

اس پر یہ لغوی بحث چھڑ گئی کہ رؤیا لغت مین "آنکھ کے دیکھنے" کو نہین کہتے، فریق مخالف کہتا ہو کہ حضرت ابن عباس سے بڑھکر لغت عرب کا واقفکار اور کون ہوسکتا ہو، جب وہ رویائے عین کہتے ہین توکس کو انکار ہوسکتا ہو، علاوہ ازین راعی اور متنبی بعض عرب شعرا نے ظاہری آنکھ سے دیکھنے کو بھی "رویا" کے لفظ سے تعبیر کیا ہو۔

لیکن ہمارے خیال مین اول تو راعی اور متنبی لغت کے لیے سند نہین ہین اور اگر ہون بھی تو ان کے شعر سے یہ سمجھنا کہ "رویا" کا لفظ "رویت" کے معنی مین استعمال ہوا ہو صحیح نہین ہین، بلکہ وہ اسی خواب اور خیالی دیدار اور دکھاوے کے معنی مین مستعمل ہوا ہو وہ دونون شعر یہ ہین، راعی کہتا ہو،

فکبّر للرؤیا وھش فؤادہ وبشر نفساً کان قبل یلومھا

متنبی کا مصرع ہو ورویاک احلیٰ فی العیون من الغمض،

حضرت ابن عباس کی تفسیر کا مطلب جہان تک ہم سمجھ سکتے ہین ایک بلیغ اشارہ ہو اور وہ یہ ہو کہ قرآن مجید نے مشاہدات معراج کو "رؤیا" کے لفظ سے تعبیر کیا ہو، رویا کے معنی عام طور سے "خواب" کے ہین، جو محض تخیل بھی ہوسکتا ہے اس شبہہ کو دفع کرنے کے لیے اور رویائے معراج کی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے انہون نے "رؤیا" کو "رویائے عین" کہکر اسکی تفسیر کی یعنی یہ معراج صرف ظاہری حیثیت سے آنکھ کا خواب تھا ورنہ درحقیقت وہ قلب کا مشاہدہ تھا، اور اُسی حد تک واقعی اور قطعی تھا جس حد تک ان ظاہری آنکھون کا مشاہدہ ہوسکتا ہو،

ائمہ حدیث مین سے امام خطابی صاحب معالم السنن، شریک کی روایت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہین:

واما من اعتبر اول الحدیث باخرہ فانہ یزول عنہ الاشکال فانہ مصرح فیھما بانہ کان رؤیا لقولہ فی اولہ وھو نائم وفی آخرہ استیقظ

لیکن جو شخص اس حدیث کے ابتدائی الفاظ کو آخری الفاظ سے ملاکر دیکھے گا اس سے یہ اشکال ایسلیے دور ہو جائیگا کہ ان مین تصریح ہی کردیا تھا کیونکہ اس روایت کے شروع مین ہو کہ آپ سو رہے تھے اور آخر مین ہے

وبعض الرویا مثل یضرب۔ یتاول علی الوجه
الذی یجب ان یصرف الیه معنی التعبیر فی مثله
وبعض الرویا لا یحتاج الی ذالك بل یاتی کالفلق هذہ
(فتح الباری جلد ١٢ صفحہ ٣٠٢)

کہ آپ جاگ پڑے بعض رویا تمثیلی رنگ مین ہوتے ہین جنکی تاویل
ضروری ہو کہ اوسی طرح کیجائے جس طرح اس قسم کے خواب کی تعبیر
کی جاتی ہو اور بعض رویا اس کے محتاج نہین ہوتے، بلکہ وہ
مشاہدۂ عینی کی طرح پیش آتے ہین۔

جو لوگ واقعۂ معراج کو "رؤیا" کہتے ہین اس کے یہ معنی نہین کہ وہ ایک عام قسم کا خواب تھا، جو ہر انسان تقریباً ہر شب کو دیکھتا ہو، بلکہ اس کیفیت پر رؤیا کا اطلاق محض مجازی اور انسانی طریقۂ ادا کے قصور کے باعث ہو، انسان روح اور جسم سے مرکب ہو، یہ روح جو جسم سے وابستہ ہو اس کا تعلق محض عارضی ہو اور یہی عارضی تعلق عالم نور سے اُس کے حجاب کا باعث ہو، جس قدر اس تعلق کا رشتہ ڈھیلا ہوتا جائیگا اسی نسبت سے وہ حجاب اُٹھتا جائیگا، انسان جب بیداری مین ہوتا ہو تو حواس ظاہری کی مصروفیت روح کو مشاہدۂ باطن سے باز رکھتی ہے، نیند کی حالت مین کسی قدر اسکو ظاہری مشغولیت سے آزادی ملتی ہے تو اسکو رنگا رنگ کی چیزین نظر آتی ہین، یہ حالت انسان کی باطنی و روحانی قویٰ کی ترقی و تنزل پر موقوف ہے، ایک دن تو ہر انسان مرجاتا ہو یعنی اُسکی روح کا تعلق اس کے جسم سے منقطع ہوجاتا ہے لیکن انسانون کی ایک صنف ایسی بھی ہو جسکا طائر روح خدا کے فضل و موہبت کے بازؤن سے پُرزور ہو کر اپنے قفس عنصری کو تھوڑی دیر کے لیے چھوڑ کر عالم ملکوت کی سیر کرتا پھرتا ہو اور پھر اسی قفس عنصری کی طرف رجعت کرجاتا ہے، یہی حالت ہو جسکو ہم اپنی محدود زبان مین مجازاً **رویاے صادقہ** یا رویائے نبوت کہسکتے ہین، اور اسی عالم کو ہمنے عالم رؤیا کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، اور اسیکو قرآن مجید کی آیت "مَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ" مین "رویا" کہا گیا ہے یہی وہ دنیا ہے جس مین آنکھین سوتی ہین اور دل بیدار ہوتا ہے، اور اسی کی طرف وحی کی صحیح حدیثون مین اشارہ ہو، اور یہی حضرت ابن عباس کا "رؤیاے عین" ہے،

حافظ ابن قیم نے زاد المعاد[1] مین اسی حقیقت کو ان الفاظ مین ادا کیا ہو۔

---

[1] جلد اول صفحہ ٣٠٣ مصر۔

فصل، وقد نقل ابن اسحاق عن عائشة ومعاوية
انهما قالا انما كان الاسراء بروحه ولم يفقد
جسده ونقل عن الحسن البصري نحو ذلك، ولكن ينبغي
ان يعلم الفرق بين ان يقال كان الاسراء مناماً
وبين ان يقال كان بروحه دون جسده وبينهما فرق
عظيم وعائشة ومعاوية لم يقولا كان مناماً وانما
قالا أسري بروحه ولم يفقد جسده وفرق
بين الامرين، فان ما يراه النائم قد يكون
امثالاً مضروبة للمعلوم في الصور المحسوسة فيرى
كانه قد عرج به الى السماء او ذهب به الى مكة و
اقطار الارض وروحه لم تصعد ولم تذهب، وانما ملك
الرؤيا ضرب له المثال والذين قالوا عرج برسول الله صلعم
طائفتان، طائفة قالت عرج بروحه وبدنه وطائفة قالت
عرج بروحه ولم يفقد بدنه وهؤلاء لم يريدوا ان المعراج
كان مناماً، وانما ارادوا ان الروح ذاتها اسري بها وعرج بها
حقيقة وباشرت من جنس ما تباشر بعد المفارقة وكان
حالها في ذلك كحالها بعد المفارقة في صعودها الى
السموات سماءً سماءً حتى ينتهي بها الى السماء السابعة
فتقف بين يدي الله عزوجل فيامر فيها بما

فصل، ابن اسحاق نے حضرت عائشہ اور معاویہؓ سے نقل
کیا ہے کہ ان دونوں نے کہا کہ معراج میں آپکی روح لیجائی گئی، اور
آپکا جسم کھویا نہیں گیا (یعنی وہ اسی دنیا میں اپنی جگہ پر موجود تھا)
اور حسن بصری سے بھی اسی قسم کی روایت ہے لیکن یہ جاننا چاہیے
کہ یہ کہنا کہ معراج منام (خواب) تھا، اور یہ کہنا کہ بذریعہ روح کے تھی
جسم کے ساتھ نہ تھی، ان دونوں میں بڑا فرق ہے، حضرت عائشہ اور
معاویہ نے یہ نہیں کہا کہ وہ منام (خواب) تھا، انہوں نے یہی کہا ہے
کہ معراج میں آپکی روح کو لے جایا گیا اور آپکا جسم کھویا نہیں گیا، ان
دونوں میں فرق یہ ہے کہ سونے والا جو کچھ دیکھتا ہے کبھی محسوس صورتوں
میں جو کچھ معلوم ہے اسکی تمثیلیں اسکے سامنے کی جاتی ہیں پس وہ
دیکھتا ہے کہ گویا وہ آسمان پر چڑھایا گیا یا مکہ اس کو لے جایا گیا اور زمین کے
گوشوں میں اسکو پھرایا گیا، حالانکہ اسکی روح نہ چڑھی، نہ گئی، نہ پھری
صرف یہ ہوا کہ خواب کے فرشتہ نے اسکے لیے ایک تمثیل اسکے سامنے کردی
اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کو آسمان پر چڑھایا گیا، ان میں دو
فرقے ہیں، ایک فرقہ کہتا ہے کہ آپ کو معراج روح و بدن دونوں کے ساتھ
ہوئی، اور دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ صرف روح کے ساتھ ہوئی، اور بدن کھویا نہیں گیا،
(یعنی اس عالم سے) ان لوگوں کا یہ مقصد نہیں کہ وہ خواب تھا، بلکہ یہ مقصد ہے کہ خود
بذاتہ روح کو معراج ہوئی اور وہی درحقیقت اوپر چڑھائی گئی، اور اس نے
اسطرح کیا جسطرح جسم سے مفارقت کے بعد کرتی ہے، اور اس میں اس کی

يشاء ثم ترت نزل الى الارض، فالذى كان لرسول الله صلعم ليلة الاسراء اكمل مما يحصل للروح عند المفارقة ومعلوم ان هذا امر فوق ما يراه النائم، لكن لما كان رسول الله صلعم فى مقام خرق العوائد حتى شق بطنه وهو حى لا يتألم بذلك عرج بذات روحه المقدسة من غير اماتة، ومن سواه لا ينال بذات روحه الصعود الى السماء الا بعد الموت والمفارقة فالانبياء انما استقرت ارواحهم هناك بعد مفارقة الابدان وروح رسول الله صلعم صعدت الى هناك فى حال الحياة ثم عادت، وبعد وفاته استقرت فى الرفيق الاعلى مع ارواح الانبياء، ومع هذا فلها اشراف على البدن واشراق وتعلق به بحيث يرد السلام على من سلم عليه، وبهذا التعلق رأى موسى قائما يصلى فى قبره وراٰه فى السماء السادسة ومعلوم انه لم يعرج بموسى من قبره ثم رد اليه وانما ذلك مقام روحه واستقرارها وقبره مقام بدنه واستقراره الى يوم معاد الارواح الى اجسادها، فرآه يصلى فى قبره وراٰه فى السماء السادسة كما انه صلعم فى ارفع مكان فى الرفيق

حالت وہی تھی جو مفارقت جسم کے بعد آسمانون پر ایک ایک آسمان پر کرکے چڑھنے مین ہوتی ہے، یہانتک کہ ساتوین آسمان پر جاکر ٹھر جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جاکر کھڑی ہوجاتی ہے پھر وہ جو چاہتا ہے اسکی نسبت حکم دیتا ہے پھر زمین پر واپس آجاتی ہے پس آنحضرت صلعم کو شب معراج مین جو حاصل ہوا وہ اس سے بھی زیادہ کامل تھا جو روح کو مفارقت جسم کے بعد حاصل ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ درجہ اس سے بڑا ہے جو سونے والے کو خواب مین نظر آتا ہے لیکن چونکہ رسول اللہ صلعم خرق عادات کے مقام مین تھے یہانتک کہ آپکا سینہ چاک کیا گیا اور آپ زندہ تھے لیکن آپکو تکلیف نہین ہوئی (اسیطرح) خود روح مبارک بذاتہ اوپر چڑھائی گئی بغیر اسکے کہ آپ پر موت طاری کیجائے آپکے علاوہ اور کیسی روح کو موت اور مفارقت تن کے بغیر یہ عروج نصیب نہوا، انبیاء کی روحین جو یہان ٹھہری تھین وہ مفارقت جسم کے بعد تھین لیکن آنحضرت صلعم کی روح پاک زندگی کی حالت مین وہان گئی، اور واپس آئی، اور مفارقت کے بعد انبیاء کی روحون کے ساتھ "رفیق اعلے" مین جاکر ٹھہر گئی، لیکن باوجود اس کے روح پاک کو اپنے جسم کے ساتھ ایک نوع کا تعلق اور رشتہ ہے کہ اگر آپ پر کوئی سلام بھیجے تو آپ سلام کا جواب دیتے ہین، اسی تعلق سے آپنے شب معراج مین دیکھا کہ موسیٰ اپنی قبر مین نماز پڑھ رہے ہین۔ پھر آپ نے ان کو چھٹے آسمان مین دیکھا حالانکہ

الاعلیٰ مستقرا هناك وبدنه في ضريحه غير
مفقود واذا سلم عليه المسلم رد الله عليه
روحه حتى يرد عليه السلام ولم يفارق الملأ
الاعلیٰ ومن كثف ادراكه وغلظت طباعه
عن ادراك هذا فلينظر الى الشمس في علو محلها
وتعلقها وتاثيرها في الارض وحياة النبات
والحيوان بها، هذا، وشان الارواح فوق
هذا، فلها شان وللابدان شان وهذه
النار تكون في محلها وحرارتها تؤثر في الجسم
البعيد عنها مع ان الارتباط والتعلق الذي
بين الروح والبدن اقوى واكمل من ذالك
واتم فشان الروح اعلیٰ من ذالك والطف،

معلوم ہو کہ موسیٰ کو اپنی قبر سے اُٹھا کر نہیں لے جایا گیا تھا اور نہ پھر واپس کیا گیا
تھا اسکی گرہ یون کھلتی ہو کہ وہان آسمان پر جو موسیٰ کو آپنے دیکھا تو وہ انکی
روح کا مقام و مستقر تھا اور قبر انکے جسم کا، جہان وہ قیامت مین روحون کے
لوٹانے کے وقت تک رہیگا اسطرح آپنے انکو انکی قبر مین نماز پڑھتے بھی دیکھا
اور چھٹے آسمان پر بھی دیکھا جسطرح کہ بعد وفات آنحضرت صلعم اس بلند
مقام یعنی رفیق اعلیٰ مین بھی قرار گیر ہین اور جسم مبارک قبر شریف مین بھی موجود
ہو جب سلام کرنیوالا آپ پر سلام کرتا ہو تو اللہ آپکی روح کو واپس کرتا ہو تاکہ
آپ جواب دیتے ہین حالانکہ مقام رفیق اعلیٰ سے آپ علیحدہ نہیں ہوئے جو موٹی سمجھ اور
بھدی طبیعت کا آدمی اس معاملہ کو سمجھ نہ سکے اس کو چاہیے کہ آفتاب کی طرف دیکھے
کہ اس دوری اور بلندی کے باوجود اسکا تعلق اور رشتہ زمین سے قائم ہے
اور اسکے اندر وہ اثر ڈالتا ہو اور نباتات وحیوانات کی زندگی مین اسکو دخل ہے
پھر روح کا مرتبہ تو اس سے بدرجہا زیادہ ہو کیونکہ روح کا معاملہ اور ہو اور جسم م
م کا معاملہ اور ہو۔ دیکھو کہ آگ اپنی جگہ پر رہتی ہو اور اسکی گرمی دور کے جسم پر اثر انداز ہوتی ہو، روح اور بدن کا باہمی تعلق تو اس سے بھی زیادہ قوی اور کامل ہو اسلیے کہ روح آگ سے زیادہ اعلیٰ اور لطیف ہو۔

فقل للعيون الرمد اياك ان ترى   سنا الشمس فاستغشي ظلام اللياليا

گرد آلود آنکھون سے کہدو کہ وہ آفتاب کی روشنی   کو نہین دیکھ سکتین کہ راتون کی تاریکی نے چھالیا

صوفیہ- اور ارباب حال نے معراج کے واقعات کی تشریح اپنے مذاق اور رنگ مین کی ہے، علمائے اسلام
مین کم از کم ایک شخص تو ایسا ہی جو صوفی اور صاحب حال بھی ہے اور محدث اور متکلم بھی یعنی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی
شاہ صاحب کے متعلق معلوم ہو کہ وہ دیگر اہل باطن کی طرح عالم برزخ اور عالم مثال نام عالم جسد اور عالم روح کے
درمیان ایک تیسرے عالم کے قائل ہین جہان جسم پر روح کے خواص طاری ہوتے ہین اور روح اپنی خصوصیت اور
مناسبت کے مطابق جسمانی شکل وصورت مین نمایان ہوتی ہے، شاہ صاحب اس بات کے قائل ہین کہ معراج بیداری

ہین اور جسم کے ساتھ ہوئی لیکن یہ عالمِ برزخ کی سیر تھی، جہان آپکے جسم پر روحانی خواص طاری کیے گئے" اور معانی و واقعات مختلف اشکال و صُور مین مشاہدہ کرائے گئے، چونکہ ایک بیگانہ کے لیے اِس نادیدہ شہرستان کی ہو بہو تشریح اپنی زبان مین مشکل ہی اس لیے ہم اس ملک کے ایک سیاح کا بیان نقل کر دینا کافی سمجھتے ہین،

شاہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ مین معراج کی حقیقت ان الفاظ مین لکھتے ہین،

واسری به الی المسجد الاقصیٰ ثم الی سدرة المنتہیٰ والی ماشاء الله وکل ذلك لجسده صلعم فی الیقظة ولکن ذلك فی موطن هو برزخ بین المثال والشهادة جامع لاحکامهما فظهر علی الجسد احکام الروح وتمثل الروح والمعانی الروحیة اجساداً ولذلك بان لکل واقعة من تلك الوقائع تعبیر وقد ظهر لحزقیل وموسیٰ وغیرهما علیهم السلام نحو من تلك الوقائع وکذلك لاولیاء الامة لیکون علی درجاتهم عند الله کحالهم فی الرؤیا والله اعلم،

آپکو معراج مین مسجد اقصیٰ لے جایا گیا پھر سدرۃ المنتہیٰ اور جہان خدا نے چاہا، اور یہ تمام جسم مبارک کے لیے بیداری کی حالت مین ہوا لیکن اُس مقام مین جو عالم مثال اور عالم ظاہر کے بیچ مین ہی اور جو دونون عالمون کے احکام کا جامع ہی اسلیے جسم پر روح کے احکام ظاہر ہوئے اور روح پر معاملات روحانی جسم کی صورت مین نمایان ہوئے اور اسی لیے ان واقعات مین سے ہر واقعہ کی ایک تعبیر ظاہر ہوئی اور اسی طرح کے واقعات حضرت حزقیل اور موسیٰ وغیرہ علیہم السلام کے لیے ظاہر ہوئے تھے اور اولیاے اُمت کے سامنے ظاہر ہوتے ہین کہ خدا کے نزدیک انکے درجہ کی بلندی مثل اس حالت کے ہوتی ہی جو رُؤیا مین انکو معلوم ہوتی ہی واللہ اعلم،

اس کے بعد شاہ صاحب نے معراج کے مشاہدات مین سے ایک ایک کی تعبیر کی ہی، خود احادیث صحیحہ اور معتبر روایات مین جہان یہ واقعہ مذکور ہی کہ "آپ کے سامنے دودھ اور شراب کے دو پیالے پیش کیے گئے تو آپ نے دودھ کا پیالہ اُٹھالیا، اس پر فرشتہ نے کہا کہ تم نے **فطرت** کو اختیار کیا اگر شراب کا پیالہ اُٹھاتے تو تمھاری تمام امت گمراہ ہو جاتی" اِس عالمِ تمثیل مین گویا **فطرت** کو دودھ اور **ضلالت** کو شراب کے رنگ مین مشاہدہ کرایا گیا ہے،

شاہ صاحب معراج کو عالمِ برزخ کا واقعہ بتا کر اسی طرح معراج کے تمام واقعات کی تعبیر و تشریح کرتے ہین، فرماتے ہین۔

اما شق الصدر وملؤه ايمانا فحقيقته غلبة انوار الملكية وانطفاء لهيب الطبيعة وخضوعها لما يفيض عليها من حظيرة القدس، واما ركوبه على البراق فحقيقته استواء نفسه النطقية على نسمته التي هي الكمال الحيواني فاستوى راكبا على البراق كما غلبت احكام نفسه النطقية على البهيمية وتسلطت عليها، واما اسراؤه الى المسجد الاقصى فلانه محل ظهور شعائر الله ومتعلق همم الملاء الاعلى، ومطمح انظار الانبياء عليهم السلام فكانه كوة الى الملكوت، واما ملاقاته مع الانبياء صلوات الله عليهم ومفاخرته معهم فحقيقتها اجتماعهم من حيث ارتباطهم بحظيرة القدس وظهور ما اختص به من بينهم وجوه الكمال واما رقيه الى السموات سماء سماء فحقيقته الانسلاخ الى مستوى الرحمان منزلة بعد منزلة ومعرفة حال الملائكة الموكلة بها ومن لحق بهم من افاضل البشر والتدبير الذي اوحاه الله فيها والاختصام الذي يحصل في ملئها، واما بكاء موسى فليس بحسد ولكنه مثال لفقد

لیکن سینہ کا چیرنا اور اسکا ایمان سے بھرنا تو اسکی حقیقت ملکیت کے انوار کا غلبہ اور طبیعت (بشری) کے شعلہ کا بجھنا اور طبیعت کی فرمانبرداری اس فیضان کے قبول کرنے کے لیے جو حظیرۃ القدس سے خدا اس پر فائض کرتا ہو لیکن آپکا براق پر سوار ہونا تو اسکی حقیقت آپکے نفس ناطقہ (بشری) کا اپنے اس روح حیوانی پر استیلا حاصل کرنا ہو جو کمال حیوانی ہو تو آپ براق پر اسی طرح سوار ہو گئے جسطرح آپکی روح بشری کے احکام آپکی روحِ حیوانی پر غالب آگئے اور اس پر مسلط ہو گئے لیکن آپکا رات کو مسجد اقصیٰ لے جانا تو وہ اسلیے کہ یہ مقام شعائر الٰہی کے ظہور کا مکان ہو اور ملاء اعلیٰ کے ارادون کا تعلق گاہ ہو اور انبیا علیہم السلام کی نگاہون کا نظارہ گاہ ہو گویا وہ ملاء اعلیٰ کیطرف ایک روشندان ہو جہان سے روشنی چھن چھن کر اس روشندان کے ذریعہ اس کرۂ انسانی پر فائض ہوتی ہو لیکن آپکی انبیا علیہم السلام سے ملاقات اور مفاخرت (اور امامت) تو اسکی حقیقت تو انکا اجتماع ہو بحیثیت اس کے کہ وہ سب ایک ہی رشتہ مین حظیرۃ القدس سے مربوط ہین اور آپ کی اُن حیثیات کمال کا ظہور ہے جو ان تمام پیغمبرون مین آپکی ذات سے مخصوص تھین لیکن آپکا آسمانون پر ایک ایک آسمان کر کے چڑھنا اور فرشتون اور مختلف پیغمبرون سے ملاقات) تو اسکی حقیقت درجہ بدرجہ (تحت کی منزلون سے کھنچکر عرش الٰہی تک پہنچنا ہے، اور ہر آسمان پر جو فرشتے متعین

عموم الدعوة وبقاء كمال لم يحصله مما هو في
وجه وأما سدرة المنتهى فشجرة الكون وترتيب
بعضها على بعض واجتماعها في تدبير واحد
كاجتماع الشجرة في الغاذية والنامية ونحوهما
ولم تتمثل حيوانا لأن التدبير الجملي الاجمالي
الشبيه بسياسة الكلي الافراده وانما اشبه الاشياء
به الشجرة دون الحيوان فان الحيوان فيها قوى
تفصيلية والارادة فيه اصرح من سنن الطبيعة
واما الانهار في اصلها فرحمة فائضة في الملكوت
حذو الشهادة وحياة وانماء فلذلك تعين
هنالك بعض الامور النافعة في الشهادة كالنيل
والفرات واما الانوار التي غشيتها فتدليات الهية
وتدبيرات رحمانية تلعلعت في الشهادة حيثما
استعدت لها واما البيت المعمور فحقيقته التجلي
الالهي الذي يتوجه اليه سجدات البشر وتضرعاتها
تمثل بيتا على حذو ما عندهم من الكعبة و
بيت المقدس، ثم اتى باناء من لبن واناء من
الخمر فاختار اللبن، فقال جبرئيل هديت الفطرة
ولو اخذت الخمر لغوت امتك فكان هو صلعم جامع

ہین اور کامل انسانون مین سے جو جہان جس جس درجہ تک پہنچکر انکے ساتھ
مل گیا ہی انکے حالات سے اور اُس تدبیر سے جو ہر آسمان مین خدا نے وحی کی
اور اُس مباحثہ سے جو اُس آسمان کے فرشتون کی جماعت مین ہوتا ہی
آگاہی ہی لیکن حضرت موسیٰ کا رونا تو از راہ حسد نہ تھا بلکہ وہ اس بات
کی تمثیل تھی کہ انکو دعوت عامہ نہین ملی تھی اور اس کمال کی بقا
انکو عنایت نہین ہوئی تھی جو عموم دعوت سے حاصل ہوتی ہی لیکن
سدرۃ المنتہیٰ تو وہ وجود کا درخت ہی اس کا ایک دوسرے پر مترتب
ہونا اور پھر ایک ہی تدبیر مین مجتمع ہونا ہی جس طرح درخت اپنی شاخون
کے بیشمار افراد کے اختلاف کے باوجود اپنی قوت غاذیہ اور اپنی قوت
نامیہ کی تدبیر مین متحد و مجتمع ہوتا ہی سدرۃ المنتہیٰ حیوان کی شکل مین نمایان
نہین ہوا اسلیے کہ اجمالی اور مجموعی تدبیر اس طرح ہی جسطرح کلی اپنے افراد
کی سیاست (اجمالی) کرتی ہی اور اس تدبیر اجمالی کی بہترین شبیہ درخت ہی
نہ کہ حیوان کیونکہ حیوان مین تفصیلی قوتین ہوتی ہین اور خصوصاً اس مین
ارادہ تو قوانین طبعی سے زیادہ صریح صورت مین ہوتا ہی لیکن نہرون کی
جڑون اور سوتون کا وہان نظر آنا تو وہ رحمت و حیات و نشو و نما
کا منبع ہی جو عالم ملکوت مین اسی طرح جاری ہی جسطرح عالم ظاہر مین اسی لیے
وہان بھی بعض وہ پرفیض امور نظر آئے جو یہان اس عالم مین ہین جیسے
دریائے نیل اور نہر فرات لیکن وہ انوار جو اس درخت کو ڈھانکے تھے
تو وہ تنزلات الٰہیہ اور تدبیرات رحمانیہ ہین جو اس عالم ظاہر مین وہان

امته ومنشأ ظهورهم وكان اللبن اختيارهم الفطرة والخمر اختيارهم لذات الدنيا، وأمر بخمس صلوات بلسان التجوز لانها خمسون باعتبار الثواب ثم اوضح الله مراده تدريجا ليعلم ان الحرج مدفوع وان النعمة كاملة وتمثل هذا المعنى مستندًا الى موسىٰ عَلَيْهِ السَّلَام فانه اكثر الانبياء معالجة للامة ومعرفة بسياستها، (باب الاسراء)

جھلکتی ہیں جہاں جہاں اُنکے قبول کی استعداد ہوتی ہے لیکن بیت معمور تو اُسکی حقیقت وہ تجلی الٰہی ہے جسکی طرف انسانوں کے تمام سجدے اور بندگیاں متوجہ ہوتی ہیں، وہ گھر کی صورت میں اسلیے نمایاں ہوا کہ وہ ان قبلوں کی طرح ہو جو انسانوں کے درمیان کعبہ اور بیت المقدس کی صورت میں ہیں، پھر آپکے سامنے ایک دودھ کا پیالا اور ایک شراب کا پیالا لایا گیا، آپنے دودھ پسند فرمایا تو جبریلؑ نے کہا کہ فطرت کی طرف آپنے ہدایت پائی اگر شراب پسند فرماتے تو آپکی امت گمراہ ہو جاتی، (آپکے پسند و قبول کو امت کا پسند و قبول کہنا اسلیے تھا) کہ آپ اپنی امت کے جامع و مرکز اور اس کے ظہور کے منشا و مولد تھے، اور دودھ کا پیالہ پسند کرنا

ہم نے ارباب حال، اور محدثین کے یہ انکشافات و حقائق اور جسم و روح کے یہ گوناگون احوال و مناظر خود اُنہی کی زبانون سے بتائے اور دکھائے ہیں، ورنہ ہم خود اس باب میں سلف صالحین کا عقیدہ رکھتے ہیں جو ابن اسحاق کی عبارت میں حسب ذیل ہے

وكان في مسراه وما ذكر منه بلاء وتمحيص وامر من امر الله في قدرته وسلطانه فيه عبرة لاولي الالباب وهدى ورحمة وثبات لمن آمن بالله وصدق وكان من امر الله على يقين، فاسرى به كيف شاء وكما شاء ليريه من آيات ربه ما اراد حتى عاين ما عاين من امره وسلطانه العظيم، وقدرته التي يصنع بها ما يريد،

(سيرة ابن هشام باب الاسراء)

آپکے اس سفر شبانہ اور جو کچھ اسکے متعلق بیان کیا گیا ہے اس میں آزمائش اور کافر و مومن کی تمیز ہے، اور خدا کی قدرت اور سلطنت میں سے کوئی الٰہی شان ہے، اور اس میں اہل عقل کے لیے عبرت ہے، اور جو اللہ پر ایمان لایا اور تصدیق کی، اور خدا کے کاموں پر یقین رکھا اُسکے لیے اسمیں ہدایت، رحمت اور ثابت قدمی ہے، پس اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو رات کے وقت لے گیا جس طرح چاہا اور جیسے چاہا، تاکہ وہ اسکو اسکے پروردگار کی نشانیوں میں سے جو چاہے دکھائے یہاں تک کہ آپنے خدا کی شان اور اُسکی عظیم الشان قوت کے مناظر دیکھے جو کچھ دیکھے اور اس قدرت کو دیکھا جس سے وہ کچھ چاہتا ہے کرتا ہے،

قرآنِ مجید اور معراج

معراج کے اسرار، اعلانات، احکام، بشارتین اور انعامات

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ قرآن مجید مین معراج کا بیان سورۂ اسرار (جس کو سورۂ بنی اسرائیل بھی کہتے ہین) کی صرف ابتدائی تین چار آیتون مین ہے یعنی،

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ (بنی اسرائیل)

پاک ہو وہ خدا جو اپنے بندہ کو رات کے وقت مسجد حرام (کعبہ) سے اس مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک لے گیا جسکے گرداگرد ہمنے برکت نازل کی ہو تاکہ ہم اپنے بندہ کو اپنی نشانیان دکھائین، وہی سننے والا اور دیکھنے والا ہے،

لیکن ہم نے اس سورہ کو شروع سے اخیر تک بار بار پڑھا اور ہر بار اس یقین کے ساتھ ختم کیا کہ یہ پوری سورہ معراج کے اسرار و حقائق، نتائج و عبر اور احکام و اعلانات سے معمور ہے، سب سے پہلے ہم یہ بتانا چاہتے ہین کہ اس سورہ کے جلی عنوانات کیا ہین۔

۱- یہ اعلان کہ آنحضرت صلعم نبی القبلتین (یعنی کعبہ اور بیت المقدس دونون کے پیغمبر) ہین،

۲- یہود جو اب تک بیت المقدس کے اصلی وارث اور اُس کے نگہبان وکلید بردار بنائے گئے تھے انکی تولیت اور نگہبانی کی مدت حسب وعدہ الٰہی ختم کیجاتی ہے، اور آلِ اسمٰعیل کو ہمیشہ کے لیے اسکی خدمت گذاری سپرد کیجاتی ہے،

۳- کفار قریش کو اعلان کہ تمہارے پند و موعظت کا عہد گذر گیا، فیصلۂ حق کے ثبوت کے لیے جس عذاب کو تم مانگتے تھے، اب وہ آتا ہے کہ رسول اب ہجرت کرتے ہین۔

۴- رسولون کی سنّت کے مطابق اب آنحضرت صلعم کو ہجرت کا اذن دیا جائے گا جسکے بعد نافرمان قوم پر عذاب آئے گا،

۵۔ معراج کے احکام و شرائع،

۶۔ نماز پنجگانہ کی فرضیت،

۷۔ نبوت، قرآن، قیامت اور معجزات پر اعتراضات کے جوابات،

۸۔ حضرت موسیٰ کے حالات اور واقعات سے استشہاد،

آنحضرت صلعم کا نبی القبلتین ہونا

حضرت ابراہیمؑ کے گھرانے کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی سعادتون اور برکتون کا کلید بردار بنایا تھا، اور انکو ارضِ مقدس کی تولیت کا منصب عطا کیا تھا جس کے حدود خدا نے خواب مین حضرت ابراہیمؑ کو دکھائے تھے، لیکن اسی کے ساتھ توراۃ مین بار بار اعلان کر کے یہ بھی انکو سنا دیا گیا تھا کہ اگر انہون نے خدا کے احکام کی اطاعت اور پیغمبرونکی تصدیق نہ کی تو یہ منصب اُن سے چھین لیا جائے گا، حضرت ابراہیمؑ کو اسمٰعیلؑ و اسحاقؑ دو بیٹے عطا ہوئے تھے، اور ارض مقدس کو ان دونون بیٹون کے درمیان تقسیم کر دیا گیا تھا، یعنی شام کا ملک اسحاقؑ کو اور عرب کا ملک اسمٰعیلؑ کو، ملا تھا، شام مین **بیت المقدس** اور عرب مین **کعبہ** واقع تھا، حضرت اسحاق کے فرزندون کو جنکا مشہور نام بنی اسرائیل ہے (اسرائیل، حضرت اسحاق کے بیٹے یعقوب کا لقب تھا) بیت المقدس کی تولیت عطا ہوئی تھی، اور بنو اسمٰعیل کو کعبہ کا متولی بنایا گیا تھا، حضرت ابراہیمؑ کی اولاد مین جسقدر پیغمبر پیدا ہوئے، اُن مین سے بنو اسرائیل کا قبلہ بیت المقدس، اور اسمٰعیل کا کعبہ تھا، گویا آنحضرت صلعم سے پہلے جسقدر انبیاء عرب یا شام مین مبعوث ہوئے وہ ان دونون قبلون مین سے صرف ایک کے متولی تھے، آنحضرت صلعم کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح تمام دوسرے پیغمبرون کے متفرق اوصاف و خصوصیات کا جامع اور برزخ بنایا تھا اسیطرح حضرت اسحٰقؑ و اسمٰعیلؑ دونون کی برکتون اور سعادتونکا گنجینہ بھی ذاتِ محمدی ہی کو قرار دیا، یعنی حضرت ابراہیمؑ کی وراثت جو صدیون سے دو بیٹون مین بٹتی چلی آتی تھی، وہ آنحضرت صلعم کی بعثت سے پھر ایک جگہ جمع ہو گئی، اور گویا وہ "حقیقت ابراہیمیہ" جو خاندانون اور نسلون مین منقسم ہو گئی تھی، ذات محمدی مین پھر یکجا ہو گئی، اور آپکو دونون قبلون کی تولیت تفویض ہوئی، اور نبی القبلتین کا منصب عطا ہوا، یہی نکتہ تھا جس کے سبب سے آنحضرت صلعم کو کعبہ اور بیت المقدس دونون طرف رُخ کرنے کا حکم دیا گیا، اور اسی لیے معراج مین آپ کو مسجد حرام (کعبہ) سے

مسجد اقصیٰ تک (بیت المقدس) لے جایا گیا، اور مسجد اقصیٰ مین تمام انبیا کی صف مین آپکو امامت پر مامور کیا گیا تاکہ آج اس مقدس دربار مین اسکا اعلان عام ہوجائے کہ دونون قبلون کی تولیت سرکار محمدی کو عطا ہوتی ہے، اور وہ نبی قبلتین نامزد ہوتے ہین، اور قرآن مجید مین سورۂ اسرا کی ابتدا، اور واقعۂ معراج کا آغاز، اسی حقیقت کے اظہار سے ہوتا ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا	پاک ہو وہ خدا جو رات کے وقت اپنے بندہ کو مسجد حرام سے اس مسجد
مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا	اقصیٰ تک لے گیا، جسکے گرداگرد ہمنے برکتین نازل کی ہین، تاکہ ہم
الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ	اپنے اس بندہ کو اپنی چند نشانیان دکھائین۔ بیشک خدا سننے
ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (بنی اسرائیل)	والا اور دیکھنے والا ہے،

بنی اسرائیل کی مدت تولیت کا اختتام بنواسرائیل کو ارض مقدس کی تولیت کا شرف بہت سے شرائط اور معاہدون کے ساتھ عطا ہوا تھا، اور یہ کہہ دیا گیا تھا کہ جب وہ غیر معبودون کی طرف جھکین گے، اور احکام الٰہی کی عدم پیروی کے ملزم ہونگے تو یہ منصب اُن سے چھین لیا جائیگا، اور محکومی و غلامی کی زنجیر اُن کی گردنون مین ڈال دی جائے گی، حضرت داؤدؑ و سلیمانؑ کے عہد مین انکو جو نیابت اور وراثت عطا کی گئی تھی، عدم ایفاے عہد کی پاداش مین بابل کے بادشاہ بخت نصر (نبوخذ نذر) کے ہاتھون اُن سے چھین لی گئی، ارض مقدس سے وہ جلاوطن کردیے گئے، شہر اورشلیم کھنڈر کردیا گیا، بیت المقدس کی ایک ایک اینٹ چور چور کردی گئی، اور توراۃ کے پرزے پرزے اُڑا دیے گئے،

اس پُرغم سانحہ پر انبیاے بنی اسرائیل نے ماتم کیا، خدا کے سامنے دست تضرع دراز کیا، بنواسرائیل کو توبہ و انابت کی دعوت دی، تو پھر اُن کو معاف کیا گیا، اور ایرانیون کے عہد مین ارض مقدس کی دوبارہ تولیت سے وہ سرفراز ہوئے، لیکن اس کے بعد وہ پھر اپنے عہد پر قائم نہ رہے، بتون کو سجدے کئے، توراۃ کے احکام سے روگردانی کی، تو ان پر یونانیون اور رومیون کو مسلط کیا گیا، جنھون نے بیت المقدس کو جلا کر خاکستر کردیا، یہودیون کا قتل عام کیا، قربانگاہ کے مقدس ظروف توڑ پھوڑ دیے، اب اس کے بعد آنحضرت صلعم کی بعثت ہوتی ہے، اور بنواسرائیل

کو توبہ و انابت کا آخری موقع دیا جاتا ہے، اگر انہون نے حق پسندی کو راہ دیا، تو خدا اُن پر رحم فرمائے گا، ورنہ ہمیشہ کے لیے وہ اِس منصب سے محروم کردئے جائین گے۔

چنانچہ آیات بالا کے بعد ارشاد ہوتا ہی،

وَاٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًی
لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَکِیْلًا ۝ ذُرِّیَّةَ
مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ اِنَّهٗ کَانَ عَبْدًا شَکُوْرًا ۝ وَ
قَضَیْنَآ اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ فِی الْکِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ
فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا کَبِیْرًا ۝
فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَیْکُمْ عِبَادًا
لَّنَآ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّیَارِ ؕ
وَکَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝ ثُمَّ رَدَدْنَا لَکُمُ الْکَرَّةَ
عَلَیْهِمْ وَاَمْدَدْنٰکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ
وَجَعَلْنٰکُمْ اَکْثَرَ نَفِیْرًا ۝ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ
لِاَنْفُسِکُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ؕ فَاِذَا جَآءَ
وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِیَسُوْٓءٗا وُجُوْهَکُمْ وَلِیَدْخُلُوا
الْمَسْجِدَ کَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِیُتَبِّرُوْا
مَا عَلَوْا تَتْبِیْرًا ۝ عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یَّرْحَمَکُمْ ۚ وَاِنْ
عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْکٰفِرِیْنَ
حَصِیْرًا ۝ (بنی اسرائیل ۱)

ہمنے موسیٰ کو کتاب دی، اور انکو بنی اسرائیل کے لیے ہدایت نامہ
ٹھرایا کہ ہمارے سوا وہ کسی کو اپنا کارساز نہ بنائین اے ان لوگونکی
اولاد و! جنکو ہمنے نوحؑ کے ساتھ کشتی پر سوار کیا تھا، (دیکھو کہ انکا جنھون
نے اپنا کارساز دوسرون کو بنالیا تھا کیا حشر ہوا، تمکو اس احسان کا
شکر ادا کرنا چاہیے تھا کیونکہ تمہارا باپ) نوح شکر گذار بندہ تھا، اور ہمنے
کتاب مین بنی اسرائیل کے متعلق فیصلہ کر دیا تھا کہ تم دو دفعہ زمین مین فساد
کروگے اور بڑی زیادتیان کروگے، جب انمین سے پہلے فساد کا وقت آیا تو ہمنے
تمپر ایسے بندے ونکو کھڑا کر دیا جو بڑے سخت گیر تھے، وہ تمہارے شہرونکے اندر پھیل گئے اور خدا کا
وعدہ پورا ہوا، پھر ہمنے تمہارے دن پھیرے اور تمکو مال و اولاد سے مدد دی، اور تمہاری
تعداد بہت بڑھادی (اور کہدیا کہ) اگر تمنے اچھے کام کئے تو اپنے ہی لیے اور اگر
بُرے کام کیے تو اپنے لیے، پھر جب (تمہارے) دوسرے فساد کا وقت آیا (تو پھر ہمنے اپنے
دوسرے بندونکو کھڑا کر دیا) کہ وہ تمہارے چہرونکو خراب کردین، اور یہی بیت المقدس
مین اسیطرح گھس جائین جسطرح تمہارے پہلے دشمن گھسے تھے، اور جس چیز پر وہ قابو پائین
اسکو توڑ پھوڑ ڈالین (اب محمد رسول اللہ کی بعثت کے بعد) ممکن ہے کہ تمہارا پروردگار
تمپر رحم کرے، اور اگر تمنے پھر ویسا ہی کیا تو ہم بھی ویسا ہی کرینگے اور حق کے منکرونکے
لیے ہم نے جہنم کا احاطہ بنا رکھا ہی،

یہ سورہ مکہ مین نازل ہوئی تھی، وہان بنی اسرائیل سے تعلقات نہ تھے، اسی لیے مکی سورتون مین بنواسرائیل کو عموماً مخاطب نہین کیا گیا ہو، یہ پہلا موقع ہے کہ بنواسرائیل کو مخاطب کیا جا رہا ہو کیونکہ اب اسلام کے نئے دور کا آغاز ہونے والا ہے، اور آپ کو مدینہ کی طرف ہجرت کی اجازت ملنے والی ہے، جہان اُن سے تعلقات کا آغاز ہوگا اور ان کو از سر نو خدا کے سامنے اپنی شرمساری کے اظہار کا موقع ملیگا، اور خدا ان پر اپنی رحمت کا دروازہ کھولے گا، لیکن اگر انھون نے قبولِ حق سے انکار کیا تو ان کیلئے پھر وہی سزا ہے جو اُن کو اس سے پہلے دو دفعہ مل چکی ہے، لیکن افسوس کہ انھون نے عموماً اس موقع سے فائدہ نہین اُٹھایا اور حق کو قبول نہین کیا، حالانکہ خدا نے اُن سے کہا وَاَوْفُوا بِعَهْدِيْ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ (بقرہ) "تم ہمارا عہد پورا کرو تو ہم تمھارا عہد پورا کردین گے" اس لیے خدا نے ان پر رحمت کا دروازہ نہین کھولا، اور ان کو تیسری دفعہ بھی وہی سزا ملی، اور وہ مدینہ، اطرافِ مدینہ، خیبر، اذرعات وغیرہ سے بیدخل کردیے گئے، اور بیت المقدس کی تولیت سلمانون کے سپرد کی گئی،

کفارِ مکہ کے نام آخری اعلان آج کفارِ مکہ کے نام آخری اعلان ہو، انکا مطالبہ تھا کہ اگر اسلام سچا، اور ہمارا مذہب باطل ہو تو ہم پر عذاب کیون نہین آتا، وہ کہتے ہین کہ ہم پر عذاب آئے، انکو یہ سنتِ الٰہی بتائی گئی کہ قوم پر اُس وقت تک عذاب نہین آتا جب تک اُس مین مبلّغِ الٰہی مبعوث نہین ہولیتا اور اُس کو بالکل اُنکی طرف سے مایوسی نہین ہوجاتی، اُسوقت قوم کا دولت مند اور مغرور طبقہ اس حق کی بیخکنی کے لیے آگے بڑھتا ہے، بہت سے دوسرے لوگ جن کو ان کی قوت پر بھروسہ ہوتا ہے انکا ساتھ دیتے ہین۔ مومنون کا طبقہ جو بظاہر کمزور اور ضعیف ہوتا ہے اس حق کو قبول کرلیتا ہے، ایک دنیا کے نفعِ عاجل کا طالب ہے اور دوسرا آخرت کے نفعِ جاوید کو ترجیح دیتا ہے، دنیا مین بظاہر دونون کو برابر زندگی کی نعمتین ملتی ہین، مگر ایک دن آتا ہے جب رات اور دن کی روشنی الگ ہوجاتی ہے، دنیا مین کوئی ایک دوسرے کا ذمہ دار نہین، مصلح اور ہادی اپنا فرض ادا کردیتے ہین، ایمان وکفر کے وہ ذمہ دار نہین، اس دنیا مین ہر شخص اپنا آپ ضامن ہے، اسی انکار وکفر کی بدولت قریشِ مکہ بھی تولیتِ کعبہ کے شرف سے معزول کیے جاتے ہین، اور سلمانون کو فتحِ مکہ کی خوشخبری سنائی جاتی ہے،

إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ	یہ قرآن وہ راستہ بتاتا ہی جو سب سے زیادہ سیدھا ہی، اور ان مومنوں کو
الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ	جو نیک کام کرتے ہین یہ بشارت دیتا ہی کہ انکے لیے بڑی مزدوری ہی
أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ۝ وَأَنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ	اور یہ بتاتا ہی کہ وہ لوگ جنکو آخرت پر ایمان نہین ہمنے انکے لیے
بِالْآخِرَةِ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ وَيَدْعُ	دردناک عذاب تیار کیا ہی، انسان (کبھی) برائی (عذاب) کو بھی
الْإِنسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ ۖ وَكَانَ	اسیطرح چاہتا ہی جسطرح بھلائی کو، انسان بڑا ہی عجلت پسند واقع
الْإِنسَانُ عَجُولًا ۝ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ	ہوا ہی، ہمنے دن اور رات کو دو نشانیان بنایا ہی، نشانِ شب
فَمَحَوْنَا آيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً	کو ہم مٹا دیتے ہین اور نشانِ روز کو روشن کردیتے ہین کہ اس روشنی
لِّتَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ	مین اپنے خدا کی مہربانی کو ڈھونڈھو، اور ماہ و سال کا شمار اور
وَالْحِسَابَ ۚ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا ۝ وَكُلَّ إِنسَانٍ	حساب جانو، ہمنے ہر چیز کھولکر بیان کردی اور ہر انسان کے نیک و بد کو
أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ ۖ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ	اوسی کی گردن مین ڈالدیا ہی، قیامت کے دن ہم اسکے اعمالنامہ کو
كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنشُورًا ۝ اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ	نکالین گے، جسکو وہ کھلا ہوا پائیگا، اور اسوقت ہم اس سے کہین گے کہ لو اپنا
بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ۝ مَّنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا	اعمالنامہ پڑھ لو، آج تم ہی اپنا حساب آپ کو، تو جو ہدایت قبول کرتا ہی
يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۖ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا	وہ خود اپنے لیے کرتا ہی اور جو گمراہ ہوتا ہی وہ اپنے لیے، کوئی ایک دوسرے کے
وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۗ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ	بوجھ کو نہین اُٹھاتا، اور ہم اُسوقت تک عذاب نہین نازل کرتے جبتک
حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ۝ وَإِذَا أَرَدْنَا أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً	ایک پیغمبر بھیج لین، اور جب کسی آبادی کو ہلاک کرنا ہوتا ہی تو ہم وہانکے دولتمندون
أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ	کو حکم دیتے ہین تو وہ اسمین فسق و فجور کرتے ہین تو اسپر قانون الٰہی کے
فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا ۝ وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ	مطابق سزا واجب ہوجاتی ہی تو ہم اس آبادی کو تباہ و برباد کردیتے ہین،
الْقُرُونِ مِن بَعْدِ نُوحٍ ۗ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ بِذُنُوبِ	اور یاد کرو نوح کے بعد سے ہم کتنی قومونکو ہلاک کرچکے ہین، تیرا پروردگار
عِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ۝ مَّن كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ	اپنے بندون کے گناہونکی خبر رکھتا ہی اور دیکھتا ہی، جو اس دنیا کا نفع

عجلنا لہ فیہا ما نشاء لمن نرید ثم جعلنا
لہ جہنم یصلٰہا مذموما مدحورا ۝
ومن اراد الاخرۃ وسعٰی لہا سعیہا
وہو مؤمن فاولٰئک کان سعیہم مشکورا ۝
کلا نمد ہٰؤلاء وہٰؤلاء من عطاء ربک
وما کان عطاء ربک محظورا ۝ انظر کیف
فضلنا بعضہم علٰی بعض وللاخرۃ اکبر
درجٰت واکبر تفضیلا ۝ (بنی اسرائیل ٢)

عاجل چاہتے ہین تو ان مین سے جس کے لیے ہم چاہتے ہین اسی دنیا
کا نفع عاجل سکو دیتے ہین پھر ہم دوزخ کو اسکا ٹھکانا بناتے ہین جسمین وہ
ہر طرح برا ٹھہرکر اور راندۂ درگاہ بنکر داخل ہوگا اور جو آخرت کو چاہے گا اور
آخرت کے لیے کوشش کریگا اور وہ مومن ہوگا تو اسکی کوشش خدا کے یہان
مشکور ہوگی ہم نیک و بد ہر ایک کو تیرے پروردگار کے عطیہ سے دیتے
ہین، تیرے پروردگار کا عطیہ محدود نہین ہو، دیکھ اہنے کیونکر دنیا
مین ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے لیکن سب سے بڑا
درجہ اور مرتبہ آخرت کا درجہ اور مرتبہ ہے،

معراج کے احکام ووصایا یہود اور قریش دونون کی معزولی کے بعد بیت المقدس اور خانۂ کعبہ دونون کی تولیت کا منصب عطا کرنے کے لیے شہنشاہِ عالم اپنے بندۂ خاص کو اپنے حضور مین طلب کرتا ہے اور اس روحانی حکومت کے شرائط واحکام کا ایک نسخہ عطا کرتا ہی جیساکہ اسی موقع پر حضرت موسیٰ اور دوسرے پیغمبرون کو عطا ہوا تھا،

لا تجعل مع اللہ الٰہا اٰخر فتقعد مذموما
مخذولا ۝ وقضٰی ربک الا تعبدوا الا ایاہ
وبالوالدین احسانا ۝ اما یبلغن عندک
الکبر احدہما او کلٰہما فلا تقل لہما اف
ولا تنہرہما وقل لہما قولا کریما ۝ واخفض
لہما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمہما
کما ربّیٰنی صغیرا ۝ ربکم اعلم بما فی نفوسکم
ان تکونوا صٰلحین فانہ کان للاوابین

خدا کے ساتھ کسی اور کو خدا نہ بنانا، ورنہ تو برا ٹھہریگا، اور بے یار و مددگار
رہ جائیگا اور تیرے پروردگار نے حکم دیا ہو کہ اسکے سوا کسی اور کو نہ
پوجنا، اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا، اگر ان مین ایک یا دونون
تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائین تو انکی بات مین اف تک نہ کرنا،
اور انکو نہ جھڑکنا، ان سے ادب کے ساتھ بات کرنا، اور انکے سامنے نرم دلی
سے اطاعت کا بازو جھکا دینا، اور انکے حق مین دعا مانگنا کہ پروردگار!
میرے والدین پر اسی طرح رحم فرما جسطرح انھون نے جب مین چھوٹا تھا
مجھپر رحم کیا تھا، تمہارا پروردگار تمہارے دلون کے راز سے خوب واقف ہی

غَفُورًا ۝ وَآتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ
وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ إِنَّ
الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا إِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ وَ
كَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝ وَإِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ
ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ
قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ۝ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً
إِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ
مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۝ إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ
لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا
بَصِيْرًا ۝ وَلَا تَقْتُلُوْا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ ۚ
نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ ۚ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْأً
كَبِيْرًا ۝ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى إِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً
وَسَاءَ سَبِيْلًا ۝ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ
حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۗ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا
فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ۚ إِنَّهٗ كَانَ
مَنْصُوْرًا ۝ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ إِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ
حَتّٰى يَبْلُغَ أَشُدَّهٗ ۚ وَأَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ۝
وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ
الْمُسْتَقِيْمِ ۚ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّأَحْسَنُ تَأْوِيْلًا ۝ وَلَا تَقْفُ

اگر تم نیک ہو تو وہ توبہ کرنے والون پر بخشش کرتا ہی اور قرابت دار کو
اسکا حق ادا کر، اور غریب و مسافر کا حق بھی دے اور فضول خرچی نکیا
کر فضول خرچ شیطانون کے بھائی ہین۔ اور شیطان اپنے آقا کا بڑا ہی
ناشکرگذار ہی، اگر اپنے پروردگار کے فضل کے انتظار مین جسکی تجکو توقع
ہو ان محتاجین سے کسی تجکو منہ موڑنا پڑے تو انکو نرمی سے سمجھا دے اور
اپنا ہاتھ نہ اتنا سکیڑے کہ گویا گردن مین بندھا ہی، اور نہ اتنا پھیلا ہی
دے کہ ہر طرف سے تجکو لوگ ملامت کرین اور تو تہی دست ہو جائے، تیرا
پروردگار جسکی روزی چاہتا ہی بڑھا دیتا ہی جسکی چاہتا ہی کم کر دیتا ہی،
وہ اپنے بندون کے حال کا دانا اور بینا ہی، اور تم افلاس کے ڈر سے
اپنے بچون کو قتل نہ کرو، ہم ہین جو انکو اور تمکو دونون کو روزی پہنچاتے
ہین، انکا قتل کرنا درحقیقت بڑا گناہ ہی، اور زنا کے پاس بھی نجانا کہ وہ
بیحیائی ہی اور بری راہ ہی، اور جس جان کا مارنا اللہ نے حرام کیا ہی
انکو ناحق قتل نہ کرو، اور جو شخص ظلم سے مارا جائے تو اسکے والی وارث
کو قصاص کا حق ہمنے دیا ہی تو چاہیے کہ وہ اس خون مین زیادتی نہ
کرے، کیونکہ اسی مین اسکی جیت ہی، اور یتیم جب تک اپنی عقل و شعور اور
جوانی کو نہ پہنچ لے اسکے مال و جائداد کے قریب بھی نجانا لیکن اس
طریقہ سے جا سکتے ہو جو اُن کے حق مین بہتر ہو، عہد کو پورا کیا کرو کہ اسکی
بازپرس ہوگی۔ اور جب ناپ کرو تو پورا ناپ کرو، اور تولکر دو تو سیدھی
ترازو سے تولکر دو، یہ طریقہ اچھا ہی اور اس کا انجام بھی بہتر ہی اور جس بات کا

مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ	تجھکو علم نہ ہو اسکے پیچھے نہ ہوے کیونکہ کان، آنکھ، دل، سب سے مواخذہ
كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ۝ وَلَا تَمْشِ فِى الْاَرْضِ	ہوگا، اور زمین مین اکڑ کر نہ چل، کہ تو اس چال سے نہ زمین کو چیر ڈالیگا
مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ	اور نہ پہاڑون کے برابر اونچا ہو جائیگا۔ ان تمام باتون کی برائی تیرے
طُوْلًا ۝ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا	پروردگار کے نزدیک ناپسندیدہ ہی، یہ تمام احکام دانشمندی
ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ۭ وَلَا تَجْعَلْ	کی اُن باتون مین سے ہین جو خدا نے تجھپر وحی کی ہین۔ اور خدا
مَعَ اللّٰهِ اِلٰــهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِىْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا	کے ساتھ کوئی اور دوسرا خدا نہ بناے، ورنہ تو ملامتی اور راندہ ہو کر دوزخ مین ڈالدیا جائیگا

اِن احکام کی تفصیل کے بعد آخر مین خدا فرماتا ہی،

ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ	یہ تمام باتین دانشمندی کی اُن باتونمین سے ہین جو خدا نے تجپر وحی کی ہین

معراج کے روحانی احوال کی تشریح کے ضمن مین خدا نے جو یہ فرمایا ہے،

فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى	پھر خدا نے اپنے بندہ کی طرف وحی کی جو کچھ کہ وحی کی،

اس اجمال اور ابہام کے اندر جسقدر احکام و شرائع کا حصّہ تھا گیا وہ یہی ہین جنکی اس مقام پر تفصیل کیگئی ہے؟

اِن آیتون مین جو احکام مذکور ہوے ہین وہ تعداد مین بارہ ہین، اور یہی احکام دوازدہ گانہ درحقیقت دنیا کے تمام خیر و شر کی بنیاد و اساس ہین، تم اخلاق کی تفصیل پر دفتر کے دفتر سیاہ کر ڈالو تاہم اِن احکام دوازدہ گانہ کے حلقہ سے باہر نہ نکل سکوگے، مختصر اور سادہ عبارت مین یہ احکام حسب ذیل ہین:

(۱) شرک نہ کر،	(۶) اپنی اولاد کو قتل نہ کر،
(۲) ماں باپ کی عزت و اطاعت کر،	(۷) زِنا کے قریب نہ جا۔
(۳) مستحقین کا حق ادا کر،	(۸) ناحق کسی کی جان نہ مار۔
(۴) اسراف نہ کر،	(۹) یتیم سے بہتر سلوک کر۔
(۵) افراط و تفریط کے بیچ مین اعتدال و میانہ روی کی راہ چل،	(۱۰) ناپ تول مین پیمانہ اور ترازو کو بھرپور رکھ۔

(۱۱) نامعلوم بات کی پیروی نہ کر، (۱۲) زمین پر مغرور نہ بن۔

یہ انھین احکام عشرہ کا نقش ثانی اور تکملہ ہے جو حضرت موسیٰ کو کوہِ طور کی معراج مین عطا ہوئے تھے (توراۃ۔ سفر استثنا ۵-۶)

۱۔ میرے آگے تیرا کوئی دوسرا خدا نہ ہو۔

۲۔ تو خداوند اپنے خدا کا نام بے سبب نہ لے (یعنی جھوٹی قسم نہ کھا۔)

۳۔ سبت کے دن کی یاد کر۔

۴۔ اپنے باپ اور اپنی مان کو عزت دے

۵۔ تو خون مت کر،

۶۔ تو زنا نہ کر۔

۷۔ تو چوری نہ کر۔

۸۔ تو اپنے ہمسایہ پر جھوٹی گواہی نہ دے۔

۹۔ تو اپنے ہمسایہ کی جورو کو مت چاہ۔

۱۰۔ تو اپنے ہمسایہ کے کسی مال کا لالچ نہ کر۔

سورہ کے آخر مین حضرت موسیٰ کو جو یہ احکام عشرہ ملے تھے، انکی طرف اشارہ آئے گا

ہجرت اور عذاب جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس عالم مادی مین کچھ طبعی و فطری توانین مقرر کر دیے ہین، جن مین عموماً تخلف نہین ہوا کرتا، اسی طرح عالم روحانی مین بھی اُس نے کچھ اصول و نوامیس بنا دیے ہین جن کے خلاف نہین ہوا کرتا، منجملہ ان اصول و نوامیس کے ایک یہ ہو کہ جب کسی قوم مین کوئی پیغمبر مبعوث ہوتا ہو تو ہر طرح اسکو سمجھایا جاتا ہو، تبلیغ کا ہر فرض اس کے سامنے ادا کیا جاتا ہو، شریر قوم معجزات طلب کرتی ہو، بالآخر اس کے سامنے معجزے پیش کیے جاتے ہین اور جب اس پر بھی وہ ایمان نہین لاتی تو پیغمبر کو ہجرت کا حکم ہوتا ہو اور اس کے بعد اُس بدبخت قوم پر خدا کا عذاب نازل ہوتا ہے، چنانچہ انبیائے کرام کی سیر تین اس اصول کی بہترین تشریح ہین، آج اسی قاعدہ کی تعمیل کا آنحضرت صلعم کو حکم ہوتا ہو آپ کو **معراج** کی سب سے بڑی نشانی عطا کی گئی، مگر اس کو بھی وہ جھٹلاتے ہین،

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ	(دنیا مین نافرمانونکی) کوئی آبادی ایسی نہین ہو جسکو ہم قیامت سے پہلے ہلاک
الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا كَانَ	نہ کر دین یا اپر سخت عذاب نہ نازل کرین، یہ کتاب مین لکھا ہوا ہو، اور ہمکو (فرمایشی)
ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝ وَمَا مَنَعَنَآ	معجزات کے بھیجنے سے سوا اسکے کوئی امر مانع نہین ہو کہ اگلون نے بھی ان نشانیون کی
اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ	فرمائش کی اور جب ہمنے انکو بھیجا تو انھون نے جھٹلا دیا، ہمنے ثمود کو ناقہ کی سوجھانے

وَ اٰتَیْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا
بِهَا وَ مَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا ۝
وَ اِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ
وَ مَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْۤ اَرَیْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً
لِّلنَّاسِ وَ الشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِی الْقُرْاٰنِ
وَ نُخَوِّفُهُمْ فَمَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا طُغْیَانًا كَبِیْرًا
(بنی اسرائیل ۶)

والی نشانی دی تو انھون نے اُس پر ظلم کیا، اور ہم ان نشانیون
کو تو ڈرانے کے لیے بھیجتے ہین، یاد کرو اے پیغمبر (کہ یہ کفار تیری ایذا
بلکہ قتل کے درپے ہین لیکن) ہمنے تم سے کہدیا کہ تیرا رب لوگون سے
تیری حفاظت کیے ہوئے ہے اور ہمنے (معراج کا جو) رویا تجکو دکھایا تو وہ
لوگون کے لیے آزمایش ہے۔ اور اسی طرح اُس درخت کا ذکر جسپر قرآن
مین لعنت کیگئی وہ بھی لوگون کے لیے، اور ہم ان کو آیندہ عذاب سے ڈراتے ہین
لیکن اس سے انکی سرکشی مین اور ترقی ہوتی جاتی ہے،

اِس لیے حضرت آدم اور شیطان کے قصہ سے اِس واقعہ پر استدلال ہے، پھر ارشاد ہوتا ہے۔

وَ اِنْ كَادُوْا لَیَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ
اِلَیْكَ لِتَفْتَرِیَ عَلَیْنَا غَیْرَهٗ وَ اِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ
خَلِیْلًا ۝ وَ لَوْ لَاۤ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ
اِلَیْهِمْ شَیْـًٔا قَلِیْلًا ۝ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ
الْحَیٰوةِ وَ ضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَیْنَا
نَصِیْرًا ۝ وَ اِنْ كَادُوْا لَیَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ
لِیُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَ اِذًا لَّا یَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ
اِلَّا قَلِیْلًا ۝ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ
رُّسُلِنَا وَ لَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِیْلًا ۝ (بنی اسرائیل ۸)

ہمنے جو تمپر وحی کے ذریعہ سے نازل کیا ہے قریب تھا لوگ تمکو اس سے
آزمایش مین ڈالدین کہ اس وحی کے علاوہ تم کوئی اور وحی بناکر ہماری طرف
جھوٹ منسوب کردو، اور اسوقت وہ تمکو اپنا دوست بنالیتے، اور اگر ہم تمکو
ثابت قدم نہ رکھتے تو کچھ انکی طرف تم جھک چلے تھے، اگر تم ایسا کرتے تو
ہم تمکو زندگی اور موت کے دوگونہ عذاب کا مزہ چکھا دیتے اور پھر تمکو ہمارے
مقابلہ مین اپنے لیے کوئی مددگار بھی نہ ملتا۔ اور وہ تمکو اس سرزمین (مکہ) سے
قریب تھا کہ دل برداشتہ کردین تاکہ تمکو یہان سے نکالدین، اگر ایسا ہوا تو پھر وہ
تمہارے چلے جانے کے بعد اطمینان سے بہت کم رہ سکینگے، تم سے پہلے جتنے رسول ہمنے
بھیجے ہین سب کے ساتھ یہی دستور رہا ہے، اور تم ہمارے دستور مین ردوبدل نہ پاؤگے۔

اس بیان سے یہ بھی واضح ہوگا کہ معراج ہجرت سے کچھ ہی پہلے کا واقعہ ہے، اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ معراج آنحضرت صلعم کے ذریعہ سے خدا کی وہ نشانی تھی جس کے نہ تسلیم کرنے پر عذاب الٰہی کا نزول ہوتا ہے،

نماز پنجگانہ کی فرضیت | اوپر گذر چکا ہے کہ نماز پنجگانہ اسی معراج میں فرض ہوئی ہے، ارشاد ہوتا ہے

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ اللَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ، اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا ۝ وَمِنَ اللَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (بنی اسرائیل)

آفتاب کے ڈہلنے کے وقت (ظہر عصر مغرب) سے لیکر رات کے اندھیرے (عشا) تک نماز پڑھا کرو اور صبح کی نماز اور صبح کی نماز میں حضور قلب خوب ہوتا ہے اور رات کے ایک حصہ میں تہجد پڑھ لیا کرو، یہ تمہارے لیے نفل ہے عجب نہیں کہ تمہارا پروردگار تمکو مقام محمود میں پہنچا دے۔

لفظ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ (آفتاب کے ڈھلنے کے وقت) میں ظہر، عصر اور مغرب، نماز کے تین اوقات، اور ان اوقات کی تعیین کی طرف لطیف اشارہ ہے،[1] یہ معلوم ہے کہ دین محمدی ملت ابراہیمی کا نقش ثانی ہے، حضرت ابراہیم کے زمانہ میں آفتاب پرستی، اور ستارہ پرستی عام تھی، اور جس کی رسم کہن دنیا میں آج بھی قائم ہے، اس مذہب میں آفتاب کی پرستش کے وہ اوقات تھے جن میں اسکو روشنی کا ظہور یا کمال ہوتا ہے، اور اسی لیے طلوع سے لیکر نصف النہار تک اُسکی پرستش کی جاتی ہے۔ ملت ابراہیمی نے اِس کے برخلاف اپنے لیے وہ اوقات متعین کیے جو آفتاب کے زوال کے ہیں، یعنی سورج ڈھلنے سے لیکر آفتاب کے غروب تک، کہ یہ تمام اوقات اُس کے انحطاط نور اور زوال کے ہیں، آفتاب کے انحطاط اور زوال کی تین منزلیں ہیں، ایک وہ جب سمت راس (سر) سے وہ ڈھلتا ہے، یہ ظہر کا وقت ہے، اور دوسری منزل وہ ہے جب وہ برابر کی نگاہ سے نیچے اترتا ہے، یہ عصر کا وقت ہے، اور تیسری منزل وہ ہے جب وہ سمت افق سے نیچے گر جاتا ہے اور یہ مغرب کا وقت ہے، چوتھی نماز کا وقت رات کی تاریکی کا مقرر کیا ہے، جب آفتاب کے بقیہ وجود کی سرخ نشانی جس کو عرف عام میں شفق کہتے ہیں وہ بھی مٹ جاتی ہے، اور صبح کی نماز وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ یعنی ستاروں کی روشنی کے ماند ہونے کے بعد ہے، غرض آیت بالا میں پنجگانہ نماز کی فرضیت نہایت لطف اور خوبی[2] سے ادا کی گئی ہے،

ہجرت کی دعا | اسکے بعد ہجرت کے لیے دعا بتائی جاتی، اور اس کے بعد فتح مکہ کی فوراً بشارت بھی سنائی جاتی ہے کہ نماز

---

[1] یہ نکتہ مخدومی مولانا حمید الدین صاحب مفسر تفسیر نظام القرآن کا افادہ ہے۔

[2] صحیح بخاری و مستدرک حاکم و ترمذی تفسیر سورہ مذکور۔

کے ساتھ قبلہ کا فوراً خیال آتا ہی، جہاں اس وقت تین سو ساٹھ (۳۶۰) بت پوجے جارہے تھے،

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ۝ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝ (بنی اسرائیل ۹)

اور اے پیغمبر یہ دعا مانگو کہ خداوندا! مجھے اچھی جگہ پہنچائیو، اور اچھی طرح نکالیو، اور دشمنوں پر اپنی طرف سے فتح و نصرت دیجیو اور اے پیغمبر اعلان کردے کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا، باطل کو مٹ ہی جانا تھا۔

یہ آخری الفاظ اسلام کے ایک نئے دور کی بشارت اور فتح مکہ کی نوید ہیں، اس لیے فتح مکہ کے دن جب خلیل بت شکن کا گھر بتون سے پاک کیا جارہا تھا، آنحضرتؐ کی زبان مبارک پر یہی آیت جاری تھی[۱]۔

نبوت۔ قرآن۔ قیامت۔ معراج اور معجزات پر اعتراض

کفار مکہ کو ان مسائل پر جو معاندانہ اعتراضات تھے، اس موقع پر جب پیغمبر کی ہجرت اور ان کے لیے عذاب الٰہی کے نزول کا وقت قریب آرہا ہی، اُن کے جوابات دیے جارہے ہین کہ اب بھی ان کی تشفی ہوجائے تو یہ بلائے آسمانی جو پیغمبر کی ہجرت کرتے ہی اُن پر نازل ہونا شروع ہوجائیگی وہ رُک جائے،

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوْسًا ۝ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ۝ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ۝ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا

(یہ کفار قریش اپنے مال اور دولت پر بھولے ہوئے ہین) انسان کا حال یہ ہے کہ جب ہم اُسپر انعام کرتے ہین تو ہم سے منہ پھیر لیتا ہی اور پہلو تہی کرتا ہی اور جب اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو آس توڑ بیٹھتا ہی، اے پیغمبر ان سے کہدو کہ اپنے اپنے طور پر عمل کیے جاؤ، تمہارا پروردگار ان کو خوب جانتا ہی جو زیادہ سیدھے راستہ پر ہین، وہ تم سے روح امین کی (جو قاصد وحی ہی) حقیقت دریافت کرتے ہین، کہدے کہ وہ میرے پروردگار کی ایک بات ہی اور تمکو علم نہین دیا گیا ہی لیکن بہت تھوڑا اس وحی کے

۱؎ صحیح بخاری باب فتح مکہ

وَكِيلًا ۝ إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ
عَلَيْكَ كَبِيرًا ۝ قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ
وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ
لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ
ظَهِيرًا ۝ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ
مِن كُلِّ مَثَلٍ فَأَبَىٰ أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا ۝
وَقَالُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ
يَنبُوعًا ۝ أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ
وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا ۝ أَوْ
تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا
أَوْ تَأْتِيَ بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا ۝
أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِّن زُخْرُفٍ
أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ وَلَن نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ
حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَّقْرَؤُهُ ۝ قُلْ سُبْحَانَ
رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا ۝ وَمَا
مَنَعَ النَّاسَ أَن يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ
الْهُدَىٰ إِلَّا أَن قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا
رَّسُولًا ۝ قُل لَّوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ
يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ

معجزۂ صداقت کے لیے یہ بات کیا کم ہو کہ باوجود اُمّی ہونے کے وہ لفظ
بہ لفظ تمکو یاد ہو) اگر ہم چاہین تو جو کچھ ہمنے تمپر وحی کی وہ سب تمہارے سینہ سے
لیجائین، پھر تمکو اسکے لیے ہمارے مقابل مین کوئی حمایتی بھی نہ ملے لیکن
یہ تمھارے پروردگار کی رحمت ہو (کہ اس کا لفظ لفظ تمکو محفوظ ہی) بیشک اُسکی
تمپر بڑی مہربانی ہو (ان شک کرنیوالون سے) کہدو کہ اگر تمام انس وجن
بھی اکٹھے ہوکر چاہین کہ اس قرآن کی طرح کا کوئی اور کلام بنا لائین تو یہ ناممکن ہے،
اگرچہ وہ ایک دوسرے کی پشتی پر کیون نہ ہون، باوجودیکہ ہمنے اس قرآن مین
لوگون کے سمجھنے کے لیے سبھی قسم کی مثالین طرح طرح سے بدلکر بیان کین، مگر اکثر
لوگ انکار کیے بدون نہ رہے" اور یہ کفار مکہ کہتے ہین کہ ہمتو اسوقت تک تمپر ایمان
نہ لائینگے جبتک تم ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ نہ بہادو، یا کھجورون اور انگورون کا
ایک باغ تمہارے لیے ہو جائے اور تم اسمین نہرین بہادو، یا یہ کہ جیسا تم کہتے ہو
کہ ہم ایمان نہ لائینگے تو ہمپر آسمان ٹوٹ پڑیگا تو ہمپر آسمان کے ٹکڑے لا گراؤ
یا خدا اور فرشتونکو ہمارے سامنے لا کھڑا کردو، یا یہ کہ تمہارے رہنے کے لیے ایک
سونے کا گھر بنجائے، یا آسمان پر چڑھ جاؤ، اور ہان تمہارے آسمان پر چڑھنے
کو بھی ہم اُسوقت تک باور نہین کرینگے جبتک تم ان سے ہمپر کوئی ایسی کتاب اُتار نہ لاؤ
جسکو ہم پڑھین۔ کہدو اے پیغمبر سبحان اللہ مین تو خدا کا ایک قاصد بندہ ہون،
ہدایت آجانیکے بعد لوگونکو اسکے قبول سے بجز اسکے کوئی امر مانع نہین کہ وہ کہتے
ہین کہ خدا نے ایک بشر کو اپنا قاصد بنایا ہی، کہدو کہ اگر زمین پر فرشتے بستے ہوتے
تو البتہ ہم آسمان سے کسی فرشتہ ہی کو انکے پاس قاصد بناکر بھیجتے، کہدو کہ اب

مَلَكًا رَّسُوْلًا ۝ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ	دلیلون اور حجتون کا وقت گذر گیا، اب میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ
وَبَيْنَكُمْ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا ۝	کے لیے خدا بس ہی، وہ اپنے بندونکے حال کا دانا اور بینا ہی جسکو وہ راہ راست
وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُّضْلِلْ	دکھائے وہی راہ راست پر ہی اور جسکو وہ گمراہ کرے تو اسکے سوا انکا کوئی یار و
فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ وَنَحْشُرُهُمْ	مددگار نہین پھر ہم انھین قیامت کے دن اوندھے منھ اندھے اور بہرے کرکے
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا	اُٹھائین گے (کہ وہ اس دنیا مین حق کے دیکھنے اور سُننے سے اندھے اور بہرے
وَّصُمًّا مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ	تھے) اور انکا ٹھکانا دوزخ ہوگا جب وہ بجھنے کو ہوگی تو ہم پھر اسکو بھڑکا
سَعِيْرًا ۝ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا	دین گے، یہ ہماری نشانیون کے انکار کا بدلہ ہوگا، اور وہ کہتے ہین کہ کیا جب
بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا	ہم مر کر ہڈیان اور ریزہ ریزہ ہو جائین گے تو کیا ہم پھر از سرِ نو پیدا کرکے اٹھائے
لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ	جائین گے کیا یہ ممکن ہی، کیا وہ نہین سمجھتے کہ وہ خدا جسنے آسمان و زمین کو پیدا
اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ	کیا وہ بیشک اسپر قادر ہی کہ وہ ان جیسے آدمی پھر پیدا کردے اور اسنے انکے لیے
قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ	ایک میعاد مقرر کر رکھی ہے جسمین کوئی شک نہین لیکن یہ ظالم انکار کیے بدون
اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ۝	نہ رہے (اے پیغمبر یہ کفار کہ اس حسد سے تیرا ایمان نہین لاے کہ انکو اور تمہارے
قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ	خاندان کو یہ شرف کیون عطا ہوا) ان سے کہدو کہ اگر میرے پروردگار کی رحمت
رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ وَ	کا خزانہ تمہارے قبضہ مین ہوتا تو بیشک تم اس کے خرچ ہو جانے کے
كَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل ۱۲)	ڈر سے اس کو روکے رہتے۔ سچ یہ ہی کہ انسان بڑا ہی تنگ دل ہی،

ان آیتون مین یہ بھی بتایا گیا ہی کہ وہ آنحضرت صلعم کے آسمان پر تشریف لے جانے پر بھی یقین نہین رکھتے ہین یعنی واقعۂ معراج کو تسلیم نہین کرتے اور کہتے ہین کہ اس واقعہ کو ہم اسوقت تک تسلیم نہین کرین گے جب تک آپ ہمارے سامنے آسمان پر نہ چڑھ جائین اور وہان سے پورا قرآن مکمل لکھا ہوا لاکر ہمارے ہاتھ مین نہ دیدین۔

حضرت موسیٰ کے واقعات اور حالات سے استشہاد

حضرت موسیٰ اور آنحضرت صلعم کے واقعاتِ زندگی مین متعدد حیثیتون سے مماثلت ہی،

اور خود قرآن مجید نے اس مماثلت کو ظاہر کردیا ہی۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَیْکُمْ	(دلوگو) ہمنے جسطرح فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا اسیطرح
کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۝ (مزمل)	تمہاری طرف بھی ایک رسول بھیجا ہی جو تمپر گواہ ہے۔

اسی سبب سے قرآن مجید مین بار بار حضرت موسیٰ کے قصہ کو دُھرایا گیا ہی جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دشمنون کے اندر زندگی بسر کی، یہی حال آنحضرت صلعم کا تھا جسطرح حضرت موسیٰ نے فرعون اور اس کے اہل دربار کو ہر طرح سمجھایا مگر وہ ایمان نہ لائے، اور بالآخر حضرت موسیٰ کو بنی اسرائیل کو لیکر مصر سے ہجرت کرنا پڑی، اسی طرح صنادید قریش بھی آپ پر ایمان نہ لائے، اور بالآخر آنحضرت صلعم نے صحابہ کو لیکر مکہ سے ہجرت فرمائی جسطرح ہجرت سے کچھ پہلے موسیٰ علیہ السّلام کو کوہ طور پر خدا کی ہمکلامی نصیب ہوئی اور احکام عشرہ عطا ہوئے اسی طرح آنحضرت صلعم کو بھی ہجرت سے تقریبًا ایکسال پہلے معراج ہوئی اور احکام دوازدہ عطا ہوئے، جسطرح حضرت موسیٰ کی ہجرت کے بعد فرعونیون پر بحر احمر کی سطح پر عذاب نازل ہوا، اسی طرح آنحضرت صلعم کی ہجرت کے بعد صنادید قریش پر بدر کے میدان مین عذاب آیا، اور جس طرح اس کے بعد فرعون کی شامی مملکت پر بنی اسرائیل قابض ہو گئے، اسی طرح مکہ معظمہ کی حکومت بھی ہجرت کے بعد آپ کو عطا کی گئی۔

ان امور کو پیش نظر رکھ کر کفار قریش کو معلوم ہونا چاہیے کہ قانون الٰہی **معراج** کے بعد ہجرت کا حکم دیگا اور اسکے بعد ان پر عذاب الیم کا نزول ہوگا، چنانچہ سورۂ اسراء کے آخر مین ارشاد ہوتا ہی،

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ فَسْئَلْ	اور ہم نے (کوہ طور پر) موسیٰ کو نو کھلے احکام دیے (جسطرح محمد کو معراج
بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّیْ	مین عطا کیے) تو پوچھو بنی اسرائیل سے کہ جب موسیٰ بنی اسرائیل کے پاس
لَاَظُنُّکَ یٰمُوْسٰی مَسْحُوْرًا ۝ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ	آیا تو فرعون نے اس سے کہا کہ اے موسیٰ مین سمجھتا ہون کہ تپر کسی جادو کرکے
مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	(تمہاری عقل کھوئی ہی) موسیٰ نے کہا اے فرعون! تجکو اچھی طرح معلوم ہو کہ ان حکمو

لہ سبت کا حکم خاص یہود کے لیے تھا اس لیے شمار مین اسکو چھوڑ دیا گیا ہے۔ جیسا کہ آیندہ حدیث سے معلوم ہوگا۔

بَصَائِرَ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّکَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ٭
فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ
وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِیْعًا ٭ وَّقُلْنَا مِنْ بَعْدِهٖ لِبَنِیْٓ
اِسْرَآئِیْلَ اسْکُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ
وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِکُمْ لَفِیْفًا ٭ (بنی اسرائیل ۱۱)

آسمان اور زمین کے مالک کے سوا کسی اور نے انکو دانائی بنا کر نہیں اُتارا ہے، اور اے
فرعون میں سمجھتا ہون کہ تم اب ہلاک و برباد ہو جاؤ گے، فرعون نے چاہا کہ بنی اسرائیل
کو ملک سے اکھیڑ دے تو ہمنے اُسکو اور اُسکے ساتھیون کو سب کو غرق کر دیا، اور
اس کے بعد ہمنے بنی اسرائیل سے کہا کہ اب تم ملک مین رہو، جب قیامت
کا وعدہ پورا ہوگا تو سب کو سمیٹکر ہم اپنے حضور مین لائین گے ۔

ان آیتون کے آغاز مین جن نو نشانیون کے دیے جانے کا حکم ہے بعض مفسرین نے اُس سے حضرت موسیٰ کے نو معجزات مراد لیے ہین، مگر صحیح احادیث مین مذکور ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلعم تشریف فرما تھے سامنے سے دو یہودی گذرے، ایک نے دوسرے سے کہا کہ "چلو اس پیغمبر سے کچھ سوال کرین" دوسرے نے کہا کہ "پیغمبر نہ کہو، سُن لیگا تو اسکی چار آنکھین ہو جائین گی" (یعنی خوش ہوگا) اس کے بعد وہ آپکی خدمت مین آئے اور دریافت کیا کہ موسیٰ کو نو آیتین کون سی دی گئین، "آپنے فرمایا" وہ یہ ہین، کسی کو خدا کا شریک نہ بناؤ، زنا نہ کرو، کسی بیگناہ کو قتل نہ کرو، چوری نہ کرو، جادو نہ کرو، کسی حاکم کے پاس کسی بیجرم کی چغلی نہ کھاؤ، سُود نہ کھاؤ، کسی پاک دامن پر تہمت نہ لگاؤ، اور میدانِ جہاد سے نہ بھاگو، (اس نوین حکم مین راوی کو شک ہے) اور خاص تمہارے لیے اے یہود یہ دسوان حکم ہے کہ سبت کے دن زیادتی نہ کرو، یہ سنکر دونون یہودیون نے آپ کے دست و پا کو بوسہ دیا۔

یہ حدیث جامع ترمذی، مسند احمد، نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر مین ہے، امام ترمذی نے اس حدیث کو دو جگہ نقل کیا ہی، ایک تفسیر بنی اسرائیل مین، اور دوسرے باب ماجاء فی قبلۃ الید والرجل مین، اور دونون جگہ کہا ہی کہ حدیث حسن صحیح، اس حدیث مین جن دس احکام کی تفصیل ہے، اور موجودہ ترجمۂ توراۃ مین یہ احکام جن الفاظ مین مذکور ہین، اُن مین کسی قدر فرق ہے، خصوصًا حدیث کا نوان حکم جسکے متعلق شعبہ راوی خود اقرار کرتا ہی کہ اس کو یہ نوین بات اچھی طرح یاد نہین، یہ نوان حکم دراصل مان باپ کی اطاعت اور عزت ہے، باقی احکام وہی ہین جو تورات مین مذکور ہین، صرف طریقۂ ادا اور تعبیر کا فرق ہے، تورات کے موجودہ تراجم لفظی تو ہین نہین، علاوہ ازین اس حدیث کے ایک

راوی عبد اللہ بن سلمہ کا حافظہ اچھا نہ تھا، ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر مین اسکی تصریح کی ہی، بہرحال اس تشریح سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ کے اِن احکام عشرہ اور آنحضرت صلعم کے احکام دوازدہ گانہ مین ایک وجہ مماثلت ہے، اس لیے ان دونون کے منکرون کا ایک ہی کا حال ہوگا،

معراج کے انعامات اِن احکام، بشارت اور نماز پنجگانہ کے علاوہ آنحضرت صلعم کو دو اور خاص عطیے عنایت ہوئے ایک یہ بشارت کہ امتِ محمدیہ مین سے جو شخص شرک کا مرتکب نہ ہوگا، وہ مغفرت کے سایہ مین اس کو پناہ ملیگی، دوسرے سورۂ بقرہ کا اختتامی رکوع اسی بارگاہ مین فرمانِ خاص کی طور پر مرحمت ہوا[1]، اس رکوع مین سب سے پہلی مرتبہ ایمان کی تکمیل کے اصول اور عفو و مغفرت کے سبق انسانون کو سکھائے گئے ہین۔ اسی سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ پہلے عطیہ کی بشارت بھی درحقیقت انہین آیات مین مذکور ہی،

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ	پیغمبر اُسپر ایمان لایا جو اُسپر اترا، اور تمام مسلمان بھی اُسپر ایمان لائے یہ سب کے سب خدا پر
كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ قف	اسکے فرشتون پر اسکی کتابون پر اور اسکے پیغمبرون پر ایمان لائے، اور کہتے ہین کہ ہم خدا
لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ قف وَقَالُوْا	کے پیغمبرون مین یہ تفریق نہین کرتے کہ بعض کو مانین اور بعض کو نہ مانین اور کہتے
سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ	ہین کہ ہم نے خدا کے احکام کو سنا اور انکی اطاعت کی تو اے ہمارے پروردگار ہمکو بخشش فرما
لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ	اور تیری ہی طرف آخر لوٹ کر جانا ہی، خدا کسی شخص پر اسکی طاقت سے زیادہ بوجھ نہین ڈالتا
وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ط رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا	جنے اچھے کام کیے وہ اپنے ہی لیے کیے اور برے کام کیے تو اسکا نقصان بھی وہی اٹھائیگا
اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ	اے ہمارے پروردگار اگر ہم بھول جائین یا چوک جائین تو اسکی بازپرس ہمسے نکر، اے ہمارے
عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا	پروردگار اور ہمپر اُسطرح کا بوجھ نہ ڈال جسطرح ہمسے پہلون پر تونے ڈالا، اے ہمارے پروردگار
طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا	اور اتنا بوجھ جسکے اٹھانے کی ہم مین طاقت نہین ہمسے نہ اٹھوا، اور ہمارے قصورون

---

[1] صحیح مسلم باب الاسراء، اس روایت مین یہ ہے کہ سورہ بقرہ کے خاتمہ کی آیتین مرحمت ہوئین یہ تفصیل نہین ہو کہ وہ کس قدر آیتین ہین لیکن حدیث کی دوسری کتابون مین خواتم سورہ بقرہ کی جو فضیلت آئی ہو اس مین ہے،

اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ، (بقرہ) اے پروردگار ہمارے گناہوں کو معاف کر اور ہم پر رحم فرما تو ہی ہمارا مددگار ہے تو ان لوگوں کے مقابلہ میں جو تیرے منکر ہیں ہماری مدد کر

معراج کا پُراسرار منظر | سورۂ اسراء کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے معراج کے روحانی مناظر کا بیان صرف دو لفظوں میں ختم کر دیا ہے

لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا، (اسراء) ہمنے اپنے بندہ کو یہ سیر اسلیے کرائی کہ ہم اپنی کچھ نشانیاں اسکو دکھائیں۔

یہ "نشانیاں" کیا تھیں؟ کیا انکی تفصیل کے لیے عاجز و درماندہ انسان کی زبان میں کچھ الفاظ ہیں؟ ہاں ہیں، مگر ناتمام، ہماری فہم، ہمارا علم، ہمارا خیال، ہمارا قیاس، غرض جو کچھ ہمارے پاس ہے اُس کا دائرہ ہمارے محسوسات اور ہمارے تعقلات سے آگے نہیں بڑھ سکتا، اور ہمارے ذخیرۂ لغت میں صرف انہیں کے لیے کچھ الفاظ ہیں، اِس بنا پر وہ معانی جو نہ عام محسوسات انسانی کی حدود میں داخل ہیں، اور نہ تعقل و تصور کے احاطہ کے اندر ہیں، وہ الفاظ و کلمات میں کیونکر سما سکتے ہیں؟ اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے کمالِ قدرت سے ان کو حروف و کلمات کا جامہ پہنا بھی دے تو دماغ انسانی اُنکے فہم و تحمل کی قدرت کہاں سے لائے گا؟

وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا، اے انسانو! تم کو علم کا بہت تھوڑا سا حصّہ عطا کیا گیا ہے۔

اسی لیے سورۂ والنجم میں جہاں اِن اسرار کے چہرہ سے کچھ پردہ ہٹایا گیا ہے، ایسی تفصیل ہے جو تمام تر اجمال ہے اور ایسی توضیح ہے جو سرتاپا ابہام ہے، دو دو لفظ کے فقرے ہیں، ضمیریں محذوف ہیں، فاعل کا ذکر ہے تو مفعول کا نہیں، مفعول بیان ہوا ہے تو فاعل نہیں، متعلقات فعل کی تشریح نہیں، ضمائر کے مرجعوں کی تعیین نہیں، کیوں؟ اس لیے کہ اِس مقام کا مقتضا یہی ہے ؎ عبارت از سخندان ہم نگنجد،

وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی ۝ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ۝ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝ عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی ۝ ذُوْمِرَّۃٍ فَاسْتَوٰی ۝ وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۝ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ۝ فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ

قسم ہے ستارہ کی جب وہ گرے، کہ تمہارا رفیق (محمد) نہ تو بہکا ہے اور نہ بھٹکا ہے اور نہ وہ یہ باتیں اپنے دل سے بنا کر کہتا ہے بلکہ وہ تو وحی ہے جو اسکو بتایا جاتا ہے، اسکو تو بڑی طاقتوں والا اور بڑی عقل والا تعلیم دیتا ہے وہ آسمان کے اونچے کنارے میں سیدھا ہو کر نمودار ہوا، پھر قریب آیا اور جھکا تو دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا یا اس سے بھی کم، پھر اس کے بندہ سے

اَوْحٰی ۔ مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ۔ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ
عَلٰی مَا یَرٰی ۔ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی ۔ عِنْدَ
سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی ۔ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰی ۔ اِذْ یَغْشَی
السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی ۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ۔ لَقَدْ
رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی ۔

(سورۂ والنجم ۱)

جو باتین کین، کین، دل نے جو دیکھا اس کو جھوٹ نہین بیان کیا، اے
لوگو! کیا وہ جو دیکھتا ہے اس پر تم اس سے نزاع اور مناظرہ کرتے ہو،
اس نے یقیناً دوبارہ اس کو اترتے دیکھا، انتہا کے درخت کے پاس
جسکے قریب نیک بندون کے) رہنے کی بہشت ہی، جب بیری کے
درخت پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا، نظر بہکی نہ بڑھی، اسنے یقیناً اپنے پروردگار کی
بڑی بڑی نشانیان دیکھین۔

حضور صلعم نے جب معراج کے روحانی مشاہدات و مناظر، اور ملکوتی آیات و مظاہر، کا قریش سے تذکرہ کیا، تو انھون نے کہا کہ یہ راہ حق سے دیدہ و دانستہ (غوایت) یا نادانستہ (ضلالت) بھٹک گیا ہی یا اپنے دل سے بنا کر یہ جھوٹی باتین بیان کرتا ہی، یہ انھون نے کیون کہا؟ اس لیے کہا کہ روحانی جلوون کے دیکھنے کی انکے پاس آنکھین نہ تھین، صوت سرمدی کے سننے کی اُن کے کانون مین طاقت نہ تھی، اسرار ملکوتی کے سمجھنے کیلیے اُن کے سینون مین دل نہ تھے، خدا نے کہا یہ جو کچھ تھا اور جو کچھ معلوم ہوا یہ ایک بڑی طاقت و قدرت اور علم و عقل والی ہستی، کی جلوہ انگیزیان تھین، وہ کبھی اتنا دور تھا کہ آسمان کے کنارون مین نظر آیا اور کبھی اتنا قریب کہ دو کمانون کے فاصلہ سے بھی قریب تر تھا، کون جھکا؟ کون قریب آیا، کون دو کمانون کے فاصلہ تک آکر رہ گیا، کیا خدا؟ نہین! کیا جلوۂ خدا؟ شاید، کس نے باتین کین؟ معلوم نہین، کیا باتین کین؟ بتائین نہین، سدرۃ المنتہیٰ کیا ہی؟ انسانی فہم و ادراک کی اخیر سرحد پر ایک درخت[1]! کیا اسکو شئون و صفات الٰہی کی نیرنگی نے آکر ڈھانک لیا؟ کیا انسانی فہم و ادراک کی اخیر سرحد کا درخت صرف شئون و صفات کی نیرنگی کا مظہر ہی؟ کیا یہان پہنچکر کون و مکان اور وجوب و امکان کا عقدۂ مشکل حل ہوگیا؟ کیا دل بھی دیکھتا ہے؟ حضور نے دل کی آنکھون سے کیا دیکھا؟ دیدۂ چشم سے کیا نظر آیا؟ آپکو اس سفر مین آیات ربانی دکھائی گئین، مگر یہ مشاہدۂ قلب تھا یا معاینۂ چشم؟

"راز این پردہ، نہان است و نہان خواہد بود"

[1] اکابر تابعین سے یہی روایت طبری نے اس آیت کی تفسیر مین نقل کی ہو مگر بخاری شریف مین ہے فغشیها من امر الله ما غشی، یعنی جلوۂ الٰہی اسپر چھا گیا۔

شقِّ صدر یا شرحِ صدر

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ

"کیا اے پیغمبر! ہم نے تیرے سینہ کو کھول نہین دیا"

منجملہ نبوت کے اُن خصائص کے جو ایک پیغمبر کو عطا ہوتے ہین، شقِ صدر یا شرحِ صدر بھی ہے، چنانچہ یہ رتبۂ خاص بیشگاہِ الٰہی سے آنحضرت صلعم کو مرحمت ہوا، شقِ صدر سے مراد یہ ہے کہ سینۂ مبارک کو چاک کرکے اس کو بشری آلودگیون سے پاک اور ایمان و حکمت کے نور سے منور کیا گیا، بعض روایتین ایسی بھی ہین جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ معراج سے پہلے بھی یہ کیفیت آپ پر گذری تھی، ان روایتون مین بعض جزئیات کی تفصیل، اور وقت کی تعیین مین اختلافات مذکور ہین، تمام روایتون کو جمع کرنے سے پانچ مختلف اوقات مین آپ پر اس کیفیت کا گذرنا ظاہر ہوتا ہے۔ ایک جب آپ چار پانچ سال کے تھے، اور حضرت حلیمہ کے ہان پرورش پا رہے تھے، دوسرے جب عمر شریف دس برس کی تھی، تیسرے جب آپ بیس برس کی عمر کو پہنچے، چوتھے جب حضرت جبریلؑ سب سے پہلی دفعہ وحی لے کر آئے، پانچوین معراج کے موقع پر،

یہ مسئلہ کہ شقِ صدر واقع ہوا، تمام صحیح روایتون سے ثابت ہے، اور اس کے متعلق کسی شک و شبہہ کی گنجائش نہین البتہ وقت کی تعیین اور بعض جزئیات کی تفصیل مین روایتین مختلف ہین، تیسری دفعہ کی روایت جس مین بیس برس کی عمر مین اس کیفیت کا گذرنا بیان کیا گیا ہے، محدثین[1] بلکہ خود اربابِ سیر کے نزدیک قطعاً غیر ثابت[2] ہے، باقی چار موقعون کو حافظ ابن حجر وغیرہ نے جو ہر اختلافِ روایت کو ایک نیا واقعہ تسلیم کرکے مختلف روایتون مین توفیق اور تطبیق کی کوشش کرتے ہین، تسلیم کیا ہے، لیکن یہ بات ہر شخص کو کھٹک سکتی ہے کہ سینۂ مبارک کا آلودگیون سے پاک و صاف ہو کر منور ہوجانا ایک ہی دفعہ مین ہو سکتا ہے، اور وہ ایک دفعہ پاک و منور ہو کر پھر دوبارہ پاکی و طہارت کا محتاج نہین ہو سکتا۔ اس بنا پر بعض محدثین اس کو ایک ہی دفعہ کا واقعہ سمجھتے ہین، یعنی وہ صغر سنی مین، جب آپ حضرت حلیمہ کے ہان پرورش پا رہے تھے۔

[1] فتح الباری جلد ۱ ص ۴۰۹ [2] زرقانی بر مواہب جلد اول صفحہ ۱۸۰۔

اور معراج کے موقع پر شقِ صدر کے واقعہ کو راویون کا سہو[1] جانتے ہین، لیکن یہ پوشیدہ نہین کہ واقعہ شقِ صدر کی روایت جن طریقون کے ساتھ آئی ہے، اُن مین سب سے صحیح، سب سے مستند اور معتبر طریقہ وہی ہے جس مین اسکا شبِ معراج مین ہونا بیان ہوا ہے، اس لیے اس موقع کو راویون کا سہو قرار دینا اور بچپن مین اس کا ہونا تسلیم کرنا اصول روایت سے صحیح نہین،

شقِ صدر کی ضعیف روایتین

اصل یہ ہے کہ شقِ صدر کے وقت یا اوقات کی تعیین اور اس کا مکرر اور بار بار پیش آنا صرف مختلف روایات کے پیش کردینے سے نہین ہوسکتا، جیسا کہ حافظ ابن حجر نے کیا ہے، اور قسطلانی اور زرقانی نے اسکی تقلید کی ہے بلکہ ضرورت ہو کہ ان روایات کے سلسلۂ سند پر بھی بحث، اور راویون کی قوت وضعف کی بھی تنقید کی جائے، دس برس کے سن مین شقِ صدر والی روایت جس مین یہ تصریح ہے کہ سب سے پہلی دفعہ آپ پر نبوت کی یہ علامت طاری ہوئی حسب ذیل ہے:۔

"حضرت ابوہریرہ آپ سے نبوت کا ابتدائی نشان پوچھتے ہین، آپ فرماتے ہین مین دس برس کا تھا کہ میدان مین دو آدمی میرے سر پر آئے، ایک نے کہا یہ وہی ہین، دوسرے نے کہا ہان، پھر دونون نے پیٹھ کے بل مجھے پچھاڑا، اور میرے پیٹ کو پھاڑا، ایک سونے کے طشت مین پانی لاتا رہا، اور دوسرا پیٹ کو دھوتا رہا، پھر ایک نے کہا سینہ کو چاک کرو تو ناگاہ دیکھتا ہون کہ سینہ چاک ہو اور کچھ تکلیف نہین معلوم ہوتی، پھر ایک نے کہا کہ دل کو چاک کرو، تو اُس نے دل کو چاک کیا، پھر اس نے کہا اس مین سے کینہ اور حسد نکال لو، تو اس مین سے جمے ہوئے خون کیطرح کی کوئی چیز نکالی، پھر کہا اس مین مہربانی اور رحمت رکھدو، تو اس نے چاندی کی طرح کی چیز رکھدی، پھر اس نے چند گھنڈیان جو اُس کے پاس تھین نکالین اور وہ گھنڈیان میرے سینہ پر لگادین، پھر میرے انگوٹھے کو کھونٹ کر مجھ سے کہا جاؤ، جب مین لوٹا تو اپنے مین وہ لیکر لوٹا جو لیکر نہین آیا تھا، یعنی چھوٹون پر شفقت، اور بڑون کے ساتھ نرمی" یہ روایت زوائدِ مسند احمد، ابن حبان، حاکم، ابن عساکر اور ابونعیم مین ہے، لیکن ان تمام کتابون مین مرکزی سلسلۂ سند ایک ہی ہے، یعنی یہ کہ معاذ بن محمد اپنے باپ محمد بن معاذ

---

[1] فتح الباری باب الاسراء وکتاب التوحید، روض الانف سہیلی صفحہ ۱۱۰ مصر، زرقانی بر مواہب جلد ۱ صفحہ ۱۶۹۔

اور وہ اپنے باپ معاذ بن محمد سے، اور وہ اپنے دادا ابی بن کعب سے روایت کرتے ہین، محدث ابن المدینی نے اپنی کتاب العلل مین اس حدیث کے تحت مین لکھا ہے:

حدیث مدنی واسنادہ مجہول کلہ ولا نعرف محمدا ولا اباہ ولا جدہ (تہذیب التہذیب جلد ۱۰ صفحہ ۱۹۴)

یہ مدنی حدیث ہے، اسکی سند تمامتر مجہول ہے، ہم لوگ نہ محمد کو جانتے ہین اور نہ انکے باپ اور نہ اس کے دادا کو۔

حافظ ابو نعیم نے دلائل مین جہان یہ حدیث نقل کی ہے صاف لکھدیا ہے۔

وھذا الحدیث تفرد بہ معاذ بن محمد وتفرد بذکر السن الذی شق فیہ عن قلبہ (صفحہ ۱۰، حیدرآباد)

یہ حدیث صرف معاذ بن محمد نے نقل کی ہے، اور وہی اُس عمر کی تعیین کے بیان مین جس مین شقِ صدر ہوا منفرد ہین (یعنی اس روایت کی کسی اور نے تائید نہین کی ہے)

بیس برس کے سن کی روایت بھی بعینہٖ انھین لوگون سے تھوڑے تغیر کے ساتھ انھین الفاظ مین زوائد احمد، صحیح ابن حبان، حاکم، بیہقی اور مختارۂ ضیا مین ہے (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۹۶) لیکن اس سلسلۂ روایت کا حال تم سن چکے، وہ معتبر نہین۔

آغازِ وحی کے موقع پر شقِ صدر کی روایتین دلائل ابو نعیم، دلائل بیہقی، مسند طیالسی، اور مسند حارث مین ہین، یہ روایتین حضرت عائشہ کی طرف منسوب ہین، حضرت عائشہ کی آغاز وحی والی حدیث بخاری، مسلم اور ابن حنبل وغیرہ تمام مستند کتابون مین مذکور ہے، اور اس باب مین یہی روایت سب سے زیادہ مفصل، صحیح اور محفوظ ہے، لیکن ان کتابون مین اس موقع پر شقِ صدر کا مطلق ذکر نہین، اس سے اس واقعہ کی بے اعتباری ظاہر ہوتی ہے، علاوہ برین ابو نعیم، بیہقی، طیالسی اور حارث والی اس روایت کی مرکزی سند ابو عمران الجونی عن یزید بن بابنوس عن عائشہ" ہے، یزید بابنوس مجہول ہے، اور اس سے صرف ابو عمران ہی نے روایت کی ہے، کسی اور نے اس کو نہین لیا ہے، طیالسی مین (صفحہ ۲۱۵ حیدرآباد) اس روایت کی سند یہ ہے کہ حماد بن سلمہ، ابو عمران جونی سے، اور وہ ایک شخص سے، اور وہ شخص حضرت عائشہ سے راوی ہے" معلوم نہین یہ نامعلوم شخص کون ہے؟ اور ابو عمران نے اس کا نام کیون نہین لیا ہے، ابو نعیم مین (صفحہ ۶۹ حیدرآباد) اس روایت کا جو سلسلۂ سند ہے، اُس مین یہ خالی جگہ یزید بن بابنوس کے نام سے پُر کی گئی ہے، جس کا حال ابھی اوپر گذر چکا، علاوہ ازین ابو نعیم کی روایت مین اس کے نیچے داؤد بن المجر ایک شخص آتا ہے، جسکو اکثر محدثین ضعیف، بلکہ دروغگو تک کہتے ہین

اسی کے ساتھ اس روایت کے اندر بعض ایسی لغو باتیں بھی ہیں جو اس کو صحت کے پایہ سے ساقط کرتی ہیں۔

ایک اور روایت حضرت ابوذر سے ہے کہ "انھوں نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا کہ "یا رسول اللہ صلعم جب آپ کو نبی بنانا چاہا گیا تو آپ کو اپنی پیغمبری کا حال کیونکر معلوم ہوا، اور آپ نے کیونکر یقین کیا کہ آپ پیغمبر ہیں" فرمایا "اے ابوذر! میں مکہ کی ترائی میں تھا کہ دو فرشتے میرے پاس آئے، ایک زمین پر آیا اور دوسرا آسمان پر تھا، ایک نے دوسرے سے کہا یہی وہ ہیں، پھر کہا ان کو تو لو، پہلے ایک سے، پھر دس سے، پھر سو سے، پھر ہزار سے، مجھکو تولا لیکن میرا پلہ بھاری رہا، تو کہا کہ یہ تمام امت سے بھاری ہیں، بعد ازیں میرا شکم چاک کیا، (اس کے بعد شق صدر کے مختلف واقعات کا ذکر ہے اُسکے بعد ہے) کہ ان فرشتوں نے پھر میرے شانہ پر مہر کی" اس روایت میں گو وقت کی تعیین نہیں، مگر یہ ذکر ہے کہ یہ واقعہ مکہ کی ترائی میں پیش آیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حضرت حلیمہ کے پاس بنو ہوازن میں قیام کے زمانہ کے بہت بعد کا واقعہ ہے، پھر اس میں یہ ہے کہ "جب آپ کو نبی بنانا چاہا گیا" اور نبوت کی سب سے پہلی علامت کا سوال ہے اور امت کا ذکر ہے، اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ آغاز وحی کا واقعہ ہے، یہ روایت مسند دارمی (صفحہ ۹) اور دلائل ابونعیم (صفحہ ۱۷) میں ہے، اُن کے مشترک راوی، بہ ترتیب، ابوداؤد، جعفر بن عبد اللہ بن عثمان القریشی، عثمان بن عروہ بن زبیر ہیں، جعفر بن عبد اللہ کی نسبت محدث عقیلی نے تنقید کی ہے، کہ اس میں "وہم" تھا یعنی الفاظ کی صحیح یادداشت نہ تھی، اور "اضطراب" تھا یعنی ایک ہی واقعہ اور سند کو کبھی کسی طرح کبھی کسطرح بیان کرتا تھا، پھر اس روایت کو نقل کرکے لکھا ہے کہ "اسکی متابعت نہیں کیجاتی" یعنی اُس کے ہم شیخ اور ہم درس اسکی تائید نہیں کرتے"[1] پھر بعینہ یہی واقعات شداد بن اوس کی روایت سے ابونعیم، ابویعلی اور ابن عساکر نے عتبہ بن عبد سلمی کی روایت سے دارمی اور ابن اسحاق نے (مرسلاً) بچپن کے شق صدر میں بیان کیا ہے جس سے ان کا باہم تعارض واضح ہے۔

اب رہ گئی وہ روایت جس میں حلیمہ سعدیہ کے ہاں قیام کے زمانہ میں شق صدر کا ذکر ہے، یہ روایت سات مختلف سلسلوں سے اور مختلف صحابیوں سے لوگوں نے نقل کی ہے، مگر واقعہ یہ ہے کہ ان میں دو سلسلوں کے علاوہ بقیہ سلسلے

[1] دیکھو میزان الاعتدال ذہبی اور تہذیب التہذیب ابن حجر۔

صحت اور قوت سے تمام تر خالی ہین، اور ان مین بعض ایسی لغو باتین شامل ہین، جو اس کو درجۂ اعتبار سے گرا دیتی ہین۔

۱۔ اِس روایت کا سب سے پہلا طریقہ یہ ہے کہ جہم بن ابی جہم، عبد اللہ بن جعفر سے، اور عبد اللہ بن جعفر خود حلیمہ سعدیہ سے راوی ہین، اس طریقہ سے یہ روایت ابن اسحاق اور دلائل ابی نعیم مین ہے، جہم بن ابی جہم مجہول ہے، اور عبد اللہ بن جعفر کی حلیمہ سعدیہ سے ملاقات ثابت نہین، اور ابن اسحاق، جہم بن ابی جہم کا شک ظاہر کرتا ہے اُسنے کہا کہ "عبد اللہ بن جعفر نے خود مجھ سے کہا یا اُن سے سنکر کسی اور نے مجھسے کہا" ابو نعیم مین گو یہ شک مذکور نہین ہے، بلکہ وہ تصریحاً عبد اللہ بن جعفر کا نام لیتا ہے، مگر اُس مین اس کے نیچے کے راوی مجروح ہین۔

۲۔ دوسرا طریقہ واقدی کا ہے، ابن سعد نے اس روایت کو اسی سلسلہ سے ذکر کیا ہی (جلد ا صفحہ ۰) مگر علاوہ اس کے کہ واقدی کا اعتبار نہین اسکی تفصیلی سند تک اس مین مذکور نہین اوپر کے راویون کے نام مطلق نہین بتاتے

۳۔ ابو نعیم نے ایک اور سلسلہ سے اس کو بیان کیا ہے، جو یہ ہے "عبد الصمد بن محمد السعدی اپنے باپ سے، وہ اپنے باپ سے، اور وہ ایک شخص سے جو حضرت حلیمہ کی بکریان چرایا کرتا تھا۔ بیان کرتے ہین" یہ تمام تر مجہول لوگ ہین۔

۴۔ بیہقی اور ابن عساکر نے ایک اور سند سے حضرت ابن عباس سے یہ واقعہ نقل کیا ہے لیکن اس سند مین محمد بن زکریا الغلابی جھوٹا اور وضاع ہے، اسکا شمار قصہ گویون مین ہے۔

۵۔ ابن عساکر نے شداد بن اوس صحابی کے واسطہ سے ایک نہایت طویل داستان نقل کی ہی، جس مین مذکور ہے کہ قبیلۂ بنی عامر کے ایک پیرمرد نے خدمت نبوی مین آکر آپ سے آپ کے ابتدائی حالات دریافت کئے، آپ نے پورا پورا حال بیان کیا منجملہ اُس کے ایک واقعہ اپنے بچپن کے شق صدر کا بیان کیا، لیکن خود ابن عساکر اس روایت کو "غریب" (یعنی ثقات کے بیان سے مختلف) کہتے ہین۔ اس کے سوا اس کے سلسلۂ سند کے بیچ مین ایک بے نام ونشان راوی ہے، اس سے اوپر ایک اور قابل اعتراض راوی اس مین ابو العجفا ہے، جو شداد بن اوس صحابی سے اس قصہ کا سننا بیان کرتا ہے، امام بخاری نے تاریخ صغیر (ص ۱۳، الہ آباد) مین اُس کی نسبت لکھا ہے، فی حدیثہ

نظر اُنکی حدیث بحث طلب ہی، ابو حاتم کہتے ہین، لیس حدیثہ بالقائم، یعنی اوکی حدیث ٹھیک نہین (تہذیب التہذیب و میزان)

حضرت شداد بن اوس سے، مکحول شامی کے واسطہ سے، ابو یعلیٰ اور ابن عساکر نے بعینہٖ اسی واقعہ کو ایک اور سلسلہ سے نقل کیا ہے، جس مین گو کوئی مجہول راوی بیچ مین نہین آیا ہے، مگر اس مین یہ کمی ہے کہ مکحول اور شداد صحابی کے بیچ مین ایک راوی چھوٹ گیا ہے، یا چھوڑ دیا گیا ہے، یعنی روایت منقطع ہے، کیونکہ مکحول نے حضرت شداد کا زمانہ نہین پایا ہے، مکحول تدلیس مین بدنام تھے، یعنی انکی عادت یہ تھی کہ بیچ مین اگر کوئی کمزور راوی آجاتا تو وہ اس کا نام چھپا دیتے تھے، یا بیچ سے اس کو حذف کر کے اگلے سے سلسلہ جوڑ دیتے تھے، میرا خیال ہی کہ مکحول اور حضرت شداد کے بیچ مین دراصل وہی ابو العجفاء تھا، مکحول نے یہ دیکھکر کہ وہ مجروح ہے، اس کو بیچ سے نکال دیا ہے، اس لیے یہ سلسلہ بھی نامعتبر ہے۔

۶۔ عتبہ بن عبد السلمی ایک کمسن صحابی ہین، اُن سے ایک ہی سلسلۂ سند کے ذریعہ سے حاکم، دارمی، ابو یعلیٰ ابن عساکر اور ابن حنبل نے اس واقعہ کی یون روایت کی ہے کہ "آپ نے فرمایا، ایک دن مین اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ بکریان چرانے گیا، کھانا ساتھ نہ تھا، مین نے اسکو مان (دایہ) کے پاس کھانا لانے کے لیے بھیجا، وہ گیا، تو دیکھا کہ گدھ کی طرح کے دو پرندے آئے، ایک نے دوسرے سے کہا یہی ہے، دوسرے نے کہا "ہان" پھر دونون نے جھپٹکر مجھے پکڑا، اور زمین پر پچھاڑ کر میرا پیٹ چاک کیا، اور اس مین سے دو سیاہ جمے ہوئے خون کے قطرے نکالے، اور برف اور ٹھنڈے پانی سے دھویا" یہ حاکم کے الفاظ ہین، دارمی وغیرہ مین اسکے بعد اتنا زیادہ ہے کہ "دھونے کے بعد ایک نے کہا کہ سکینت یعنی تسکین قلبی لاؤ، اس کو لاکر میرے سینہ مین چھڑک دیا، پھر دونون چھوڑ کر مجھے چلے گئے، مین ڈرا اور اپنی مان کے پاس گیا اور حال کہا، وہ ڈری، کہ بچہ کی عقل ٹھیک نہین رہی، اس نے کہا مین تم کو خدا کی پناہ مین دیتی ہون، اور پھر وہ مجھے اونٹ پر بٹھا کر میری والدہ کے پاس لائی، والدہ نے کہا تم نے امانت پوری طرح ادا کی، دایہ نے میرا حال اور اپنا خوف بیان کیا، لیکن والدہ کو یہ واقعہ سنکر کوئی خوف یا تعجب نہین ہوا، فرمایا "جب یہ بچہ پیدا ہوا تو مین نے دیکھا تھا کہ ایک نور میرے بدن سے نکلا جس سے شام کے محل روشن ہو گئے" حاکم نے اس حدیث کو مسلم

کی شرط کے مطابق کہا ہے، مگر واقعہ یہ ہے کہ اس سلسلۂ روایت کا پہلا مشترک راوی بقیہ بن ولید ہے جس کو گو بذات خود بعضون نے ثقہ کہا ہے، تاہم اس پر سب کا اتفاق ہے کہ وہ سخت بے احتیاط تھا، ابن مبارک کہتے ہین، وہ خود راست گو ہے، مگر وہ آگے پیچھے کے ہر شخص سے روایت لے لیا کرتا تھا، ابن عیینہ کہتے ہین "بقیہ سے احکام کی روایتین نہ لیا کرو، ثواب (فضائل) کی روایتین خیر لے لیا کرو" امام ابن حنبل اور امام یحیٰی کا قول ہے کہ "اگر وہ مشہور لوگون سے روایت کرے تو خیر، ورنہ مت لو" ابو حاتم کہتے ہین کہ "اسکی حدیث لکھی جائے، مگر وہ دلیل مین نہ پیش کی جائے" امام نسائی فرماتے ہین "جب وہ اخبرنا اور حدثنا، اور جب عن عن کرکے بیان کرے تو نہ لو" (یہ یاد رہے کہ یہ روایت مذکورہ بطریق عن عن ہی ہے) ابن عدی کا قول ہے کہ اسکی بعض روایتین ثقہ اور معتبر راویون کے خلاف ہین، امام احمد بن حنبل ایک شخص سے فرماتے ہین کہ "مین سمجھتا تھا کہ بقیہ مجہول الحال لوگون سے سنکر حدیثین نقل کرتا ہے، لیکن دیکھا تو وہ مشہور لوگون سے بھی اس قسم کی حدیثین بیان کرتا ہے، تم نے جانا وہ کہان سے یہ روایتین لاتا ہے" مخاطب نے جواب دیا "ہان تدلیس کے ذریعہ سے" (یعنی بیچ کے کمزور راوی کو حذف کرکے، آگے کے معتبر راوی سے سلسلہ جوڑ دیا کرتا تھا) ابوعبد اللہ حاکم کہتے ہین کہ "اوزاعی وغیرہ مشہور لوگون سے وہ ایسی روایتین کرتا ہے جو موضوعات کے مشابہ ہین، اور اسکی صورت یہ کرتا ہے کہ بیچ کے ضعیف راوی کو حذف کر دیتا ہے" خطیب کہتے ہین کہ "اوسکی اکثر روایتین منکر ہین، گو وہ بذات خود راستگو تھا" ابن القطان کا قول ہے کہ "وہ ضعیف راویون سے تدلیس کرکے بیان کرتا ہے، اور اس کو وہ جائز سمجھتا ہے" یہ الزام اگر اوس پر سچ ہے تو اس کے معتبر ہونے مین خلل انداز ہے"

حماد بن سلمہ کی روایت مین اسکا وہم

بچپن مین شق صدر کا سب سے صحیح اور محفوظ سلسلۂ سند وہ ہے جو حماد بن سلمہ، ثابت بنانی سے اور ثابت، انس بن مالک سے روایت کرتے ہین، چنانچہ یہ روایت صحیح مسلم، مسند احمد، ابن سعد، اور دلائل ابو نعیم مین ایک ہی سلسلۂ سند سے مذکور ہے، یعنی حضرت انس سے ثابت البنانی، اور اُن سے حماد بن سلمہ روایت کرتے ہین کہ "آنحضرت صلعم لڑکون کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ حضرت جبرئیل آئے، اور آپ کو پکڑ کر پچھاڑا، اور قلب مبارک کو چاک کیا، اور اس کو نکال کر اس مین سے ذرا سا جما ہوا خون نکالا، اور کہا کہ یہ اتنا شیطان کا حصہ تم مین تھا، پھر اُسکو

سونے کے طشت مین آبِ زمزم سے دھویا، پھر شگاف کو جوڑ دیا، پھر اس کو اپنی جگہ پر رکھدیا، لڑکے دوڑے ہوئے آپ کی ماں (دایہ حلیمہ) کے پاس گئے، اور جاکر کہا کہ محمد مار ڈالے گئے، لوگ آپ کے پاس پہنچے، دیکھا تو چہرہ کا رنگ متغیر ہے" انس کہتے ہین کہ سینۂ مبارک مین زخم کے سینے کے نشان یعنی ٹانکے، مجھکو نظر آتے تھے" مسند ابن حنبل مین یہی حدیث اسی سلسلۂ سند سے حضرت انس سے مروی ہے، اور اس مین آخر مین واحد متکلم کے بجائے جمع متکلم ہے یعنی یہ کہ "مجھکو نظر آتے تھے" کی جگہ پر یہ ہے کہ "ہم کو زخم کے ٹانکے نظر آتے تھے"

اس سلسلۂ سند کے صحیح اور محفوظ ہونے مین کوئی شک نہین لیکن واقعہ یہ ہے کہ صحاح مین معراج اور شقِ صدر کی جسقدر روایتین حضرت انس سے مروی ہین اونکے دوسرے راوی تابعین مین حضرت انس کے شاگردون مین سے قتادہ، زہری، شریک اور ثابت بنانی چار شخص ہین، ثابت بنانی سے دو آدمی ان واقعات کو نقل کرتے ہین، سلیمان بن مغیرہ اور حماد بن سلمہ، حماد کے علاوہ اور جو طرق اوپر مذکور ہوئے، ان سب مین معراج کے واقعات کے آغاز مین شقِ صدر کا ذکر ہے، لیکن حماد نے اپنی روایت مین یون کیا ہے کہ معراج کے سلسلہ مین وہ شقِ صدر کے ذکر کو ترک کر دیتے ہین، اور شقِ صدر کے واقعہ کو الگ اور مستقل، بچپن کے زمانہ کی تخصیص کے ساتھ بیان کرتے ہین، حالانکہ نہ صرف حضرت انس کے شاگردون مین سے کوئی، بلکہ حماد کے دوسرے ہم درس طلبہ مین سے بھی کوئی انکی تائید نہین کرتا، غالباً یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے معراج کی حدیث حماد کے واسطہ سے نقل نہین کی ہے، حماد کی نسبت اسماء الرجال کی کتابون مین لکھا ہے کہ "آخر عمر مین انکا حافظہ خراب ہو گیا تھا، اسی سبب سے امام بخاری نے انکی روایتین نہین لی ہین، امام مسلم اپنی سمجھ کے مطابق کوشش کرکے خرابی حافظہ سے پہلے کی جو اونکی روایتین ہین انھین کو چنکر اپنی کتاب مین لائے ہین" میرا میلانِ تحقیق یہ ہے کہ حماد کی یہ روایت اوسی خرابی حافظہ کے زمانہ کی ہے کہ انھون نے تمام معتبر راویون کے خلاف شقِ صدر اور معراج کے مشترک واقعہ کو دو کر دیا۔

مین سمجھتا ہون کہ امام مسلم بھی اپنی ترتیبِ بیان کے اشارات سے ایسا ہی کچھ بتانا چاہتے ہین کہ معراج اور شقِ صدر کو دو الگ الگ زمانون کے واقعات قرار دینے مین حماد سے غلطی ہوئی ہے، چنانچہ واقعاتِ معراج کے ذکر مین امام مسلم یہ کرتے ہین کہ پہلے حضرت انس سے ثابت کے شاگرد حماد کی یہ حدیث نقل کرتے ہین جس مین معراج کے ساتھ شقِ صدر کا ذکر نہین

پھر حماد کے ساتھی، اور ثابت کے شاگرد سلیمان بن مغیرہ کی روایت ہی جسمین شقِ صدر کے ساتھ معراج کا ذکر ہے، اس کے بعد حماد کی وہ روایت ہی جسمین تنہا بچپن کے شقِ صدر کا تذکرہ ہے، بعد ازین حضرت انس کے دوسرے شاگردون کی روایتین ہین جس مین شقِ صدر اور معراج کا ایک ساتھ واقع ہونا مذکور ہے۔

حماد کی اِس روایت مین بعض ایسے معنوی وجوہ بھی ہین جنکی تائید کسی دوسرے ذریعہ سے نہین ہوتی، مثلاً یہ کہ شقِ صدر کی یہ کیفیت کسی عمر مین بھی گذری ہو، مگر بہرحال اس کا تعلق روحانی عالم سے تھا، گذشتہ تمام مستند اور مجروح روایتون مین حسد، بغض، حصۂ شیطانی، سکینت، تسلّی، رحمت، شفقت، ایمان اور حکمت وغیرہ جن امور کا سینۂ مبارک سے نکالنا یا اُس مین رکھنا بیان ہوا ہے، اُن مین سے کسی چیز کا تعلق جسمانیات سے نہین، بااین ہمہ حماد حضرت انس سے روایت کرکے کہتے ہین کہ آپ کے سینہ پر زخم کے ٹانکے کے نشان مجھکو (جیسا کہ مسلم مین ہے) یا، ہم کو (جیسا کہ مسند احمد مین ہی) نظر آتے تھے" اگر یہ جسمانی واقعہ بھی تھا تو حضرت انس کی دیگر مروی روایات مین سے جو حماد کے علاوہ دوسرے راویون نے نقل کی ہین، یہ مذکور نہین، علاوہ ازین آنحضرت صلعم کی شکل وشمائل کا ایک ایک حرف جسم اطہر کے ایک ایک خط وخال کی کیفیت صحابہ نے بیان کی ہے مگر کسی نے سینۂ مبارک کے ان نمایان ٹانکون کا نام تک نہین لیا، ایسی حالت مین واقعہ کی یہ صورت کیونکر تسلیم ہوسکتی ہے،

دو دفعہ شق صدر ہو تو اسکی تاویل اس تشریح اور تفصیل کے بعد بھی اگر کسی کو حماد کی اس روایت کے قبول کرنے پر اصرار ہو تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس روایت کے مطابق بچپن مین جب عقل وہوش کا آغاز ہوا تو سینۂ مبارک سے حصۂ شیطانی، جو ہر انسان کے اندر ہے، اس کو نکالا گیا کہ صحیح مسلم کی اس روایت مین اسی قدر ہے، ابھی علم وحکمت کی کوئی چیز رکھی نہین گئی، مگر معراج کی رات جب اس عقل وہوش کی تکمیل ہوئی تو وہ دھوکر علم وحکمت سے معمور کیا گیا، جیسا کہ تمام روایتون مین ہے۔

شقِ صدر کی صحیح کیفیت شقِ صدر کی صحیح کیفیت حالتِ معراج کے سلسلہ مین، صحیح بخاری، صحیح مسلم اور نسائی وغیرہ مین متعدد روایتون اور طریقون سے مذکور ہے کہ ایک شب آنحضرت صلعم خانۂ کعبہ مین آرام فرما رہے تھے، آنکھین سوتی تھین، مگر دل بیدار تھا کہ ناگاہ حضرت جبریل چند فرشتون کے ساتھ نظر آئے، آپ کو اُٹھا کر وہ چاہِ زمزم کے پاس لے گئے، یا آبِ زمزم لیکر کوئی

آپ کے پاس آیا، سینۂ مبارک کو چاک کیا، پھر آبِ زمزم سے دھویا، اس کے بعد سونے کا ایک طشت ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا لایا گیا، پھر اس طشت کے سرمایہ کو سینۂ مبارک مین بھر کر شگاف کو برابر کر دیا گیا، اس کے بعد فرشتے آپ کو آسمان کی طرف لے چلے[۱]۔

شقِ صدر کی حقیقت علمائے ظاہر بین اس واقعہ کے ظاہر الفاظ کے جو عام اور سیدھے سادھے معنی سمجھتے ہین کہ واقعی سینۂ مبارک چاک کیا گیا اور قلبِ اقدس کو اسی آبِ زمزم سے دھو کر ایمان اور حکمت سے بھر دیا گیا، اس کو ہر مسلمان سمجھ سکتا ہے لیکن صوفیائے حقیقت بین اور عرفائے رمز شناس ان الفاظ کے کچھ اور ہی معنی سمجھتے ہین اور ان تمام غیر متحمل الالفاظ معنی کو تمثیل کے رنگ مین دیکھتے ہین، وہ کہتے ہین کہ یہ عالمِ برزخ کے حقائق ہین جہان روحانی کیفیات جسمانی اشکال مین اسی طرح نظر آتے ہین جس طرح حالتِ خواب مین تمثیلی واقعات جسمانی رنگ مین نمایان ہوتے ہین اور جہان معنی اجسام کی صورت مین متمثل ہوتے ہین۔

چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ مین لکھتے ہین۔

اما شق الصدر وملؤه ایمانا فحقیقته غلبة انوار الملکیة والطفاء لهیب الطبیعة وخضوعها لما یفیض علیها من حظیرة القدس[۲]،	لیکن سینہ کا چاک کرنا اور اس کو ایمان سے بھرنا اسکی حقیقت انوارِ ملکیہ کا روح پر غالب ہو جانا اور طبیعت (بشری) کے شعلہ کا بجھ جانا اور عالمِ بالا سے جو فیضان ہوتا ہے اُس کے قبول کے لیے طبیعت کا آمادہ ہو جانا ہے۔

اُن کے نزدیک معراج بھی اسی عالم کی چیز تھی اس لیے شقِ صدر بھی اسی دنیا کا واقعہ ہوگا۔

ہمارے نزدیک صحیح اصطلاح **شرحِ صدر** ہے، جیسا کہ صحیح مسلم باب الاسرا مین حضرت مالک بن صعصعہ کی روایت مین مذکور ہے، فشُرِحَ صَدرِی الی کذا وکذا، (میرا سینہ یہان سے یہان تک کھولا گیا) اور قرآن مجید کی اس سورہ مین

---

[۱] صحیح بخاری و مسلم و نسائی ابواب معراج یا فرض الصلوۃ و مسند احمد روایات انس وغیرہ۔

[۲] حجۃ اللہ البالغہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۸۔

جیسا کہ ترمذی مین ہو اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہی،

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِيْ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ (انشراح)

کیا ہمنے تیرے لیے تیرے سینے کو کھول نہین دیا اور تجھ سے تیرے اِس بوجھ کو ہٹا نہین دیا جس نے تیری پیٹھ کو توڑ دیا تھا۔

"شرح" کے لغوی معنی عربی مین "چیرنے پھاڑنے" کے ہین، اسی سے طب کی اصطلاح "علم تشریح" اور "تشریح اجسام" نکلی ہے، چونکہ چیرنے اور پھاڑنے سے اندر کی چیز کھل کر نمایان ہو جاتی ہو اس لیے اس سے "تشریح امر" اور "تشریح کلام" "شرح بیان" اور "شرح کتاب" وغیرہ مجازی معنی پیدا ہوئے ہین، اِسی سے ایک اور محاورہ "شرح صدر" کا پیدا ہوا ہے، جسکے معنی "سینہ کھول دینے" کے ہین اور کلام عرب مین اِس سے مقصود "بات کا سمجھا دینا اور اسکی حقیقت کا واضح کر دینا" ہوتا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث مین یہ محاورہ بکثرت استعمال ہوا ہی، حضرت موسیٰ کو جب فرعون کے پاس جانے کی ہدایت ہوئی تو آپ نے دعا مانگی رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ، "پروردگار! میرے لیے میرے سینہ کو کھول دے، اور میرے کام کو آسان کر دے، اور میری زبان کی گرہ کھول دے کہ لوگ میری بات سمجھین"

انبیا علیہم السلام کا علم اور فہم انسانی تعلیم و تعلم اور مادی حکمت و دانائی سے پاک و مبرا ہوتا ہی اور وہ اپنے اخذِ نتائج اور اثباتِ دعوی کے لیے گذشتہ تجربات اور منطق کے استقرا و تمثیل اور ترتیبِ مقدمات کے ممنون نہین ہوتے بلکہ وہ جو کچھ جانتے ہین اور جو کچھ سمجھتے ہین اس کا ماخذ تعلیم الٰہی، القاے ربّانی اور فہم ملکوتی ہوتا ہی، اسی کا نام علم لدُنّی ہے، "لدن" کے معنی عربی زبان مین "پاس اور نزدیک" کے ہین، چونکہ یہ علم انکو کسب و تحصیل کے بغیر خدا کے پاس سے اور اُس کے نزدیک سے عطا ہوتا ہی اس لیے عرفِ عام مین علمِ لدُنی کہلاتا ہے۔ اللہ تعالی نے قرآن مجید مین حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا ہی،

وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (کہف)

ہمنے اپنے پاس سے اسکو علم سکھایا۔

آنحضرت صلعم کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا (طٰہٰ ۵)

اسی طرح ہم تجھ سے گذشتہ زمانہ کی باتین بیان کرتے ہین اور ہم نے اپنی طرف سے تجکو علم (ذکر) بخشا ہی۔

حضرت **یوسف** کے قصہ کے آغاز مین آپ کو خطاب ہوتا ہی،

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ، (یوسف ۱)

ہم تجکو قرآن کی وحی بھیجکر ایک بہترین قصہ سناتے ہین جس سے تو قطعًا اس سے پہلے بے خبر تھا۔

سورۂ شوریٰ مین ہی،

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا، (شوریٰ ۵)

اور اسی طرح ہمنے (اے محمد) تیری طرف اپنے حکم سے ایک روح کو وحی کیا۔ تو تو پہلے یہ بھی نہین جانتا تھا کہ کتاب کیا ہو اور نہ ایمان سے واقف تھا لیکن ہمنے اسکو روشنی بنایا ہے جسکے ذریعہ سے اپنے بندون مین سے جسکو چاہتے ہین ہم راستہ دکھاتے ہین

دوسرے پیغمبرون کی نسبت بھی یہی ارشاد ہی حضرت **ابراہیم** اپنے باپ سے کہتے ہین،

يٰاَبَتِ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ (مریم)

اے میرے باپ! میرے پاس علم کا وہ حصہ آیا ہی جو آپکے پاس نہین آیا۔

حضرت **داؤد و سلیمانؑ** کے متعلق ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا، (نمل)

اور ہمنے داؤد و سلیمان کو علم بخشا،

حضرت **یوسف** کی نسبت ارشاد ہی،

اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا، (یوسف)

ہمنے یوسف کو حکم اور علم عطا کیا،

حضرت **یوسف** کہتے ہین۔

ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ (یوسف)

یہ ان باتون مین سے ہی جو میرے پروردگار نے مجھے سکھائی ہین۔

حضرت لوط کے متعلق ہے۔

وَلُوطًا اٰتَیْنٰہُ حُکْمًا وَّعِلْمًا ۔ (انبیاء ۵) اور لوط کو ہمنے حکم اور علم عطا کیا،

حضرت سلیمان اور چند دیگر انبیا علیہم السلام کے ذکر کے بعد ہے،

فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ وَكُلًّا اٰتَیْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا (انبیاء ۶) ہم نے یہ بات سلیمان کو سمجھادی اور ہم نے اُن سب کو حکم اور علم عطا کیا۔

الغرض انبیاء علیہم السلام کا یہ علم محض تعلیم الٰہی اور القائے ربانی کا نتیجہ ہوتا ہے اور غور و فکر، تجربہ و امتحان تحصیل و اکتساب اور جمع معلومات اور ترتیب مقدمات کے بغیر اُن کے علم کی باتین اُن کے سامنے آئینہ ہو کر آجاتی ہین۔ صرف فہم و تمثیل کے لیے یہ سمجھنا چاہیے کہ کبھی کبھی شعرا، مصنفین، موجدین اور دیگر عقلائے کے ذہن مین بے غور و تامّل ایک بات اس طرح خطور کر جاتی ہے کہ گویا یہ معلوم ہوتا ہو کہ سینہ یا دماغ کا دروازہ یکبیک کھل گیا اور ایک چیز اندر داخل ہو گئی لیکن یہ شرح صدر کی نہایت معمولی مثال ہے، اِس منصب خاص کے سیکڑون مدارج ہین جو انبیا کو، اولیا کو اور دیگر مومنین کو اپنے اپنے رتبہ کے مطابق عطا ہوتے ہین۔

فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ (انعام ۱۵) جسکی رہنمائی خدا چاہتا ہے اس کے سینہ کو اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔

یعنی بلا حجت و برہان اسلام کی صداقت اُس کے سامنے آئینہ ہو جاتی ہے۔ بخاری شریف مین ہو کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر کو انکی خلافت کے زمانہ مین مشورہ دیا اور باصرار کہا کہ قرآن مجید کو اوراق و مصاحف مین لکھوا دیجیے لیکن حضرت ابوبکر نے مخالفت کی کہ جو کام آنحضرت صلعم نے خود اپنی زندگی مین نہین کیا وہ ہم لوگ کیونکر کر سکتے ہین، حضرت عمر کو اسپر اصرار اور حضرت ابوبکر کو انکار رہا، مگر چند ہی روز مین یکبیک ان کی سمجھ مین بات آگئی، اس موقع پر انہون نے فرمایا،

حتّٰی شرح اللّٰہ صدری لذٰلک، (بخاری تالیف القرآن) یہان تک کہ خدا نے اس کام کے لیے میرے سینہ کو کھولدیا۔

مفسر ابن جریر طبری نے متعدد وصا جون سے روایت کی ہے کہ صحابہ نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا کہ "یا رسول اللہ! شرحِ صدر کیونکر ہوتا ہے؟" فرمایا "قلب مین ایک نور داخل ہوتا ہے جس سے سینہ کھل جاتا ہے" پھر سوال کیا کہ "یا رسول اللہ! اسکی نشانی کیا ہے؟" ارشاد ہوا "حیات جاوید کے گھر کا اشتیاق، اور اس فریب کدۂ عالم سے دل برداشتگی اور موت سے پہلے موت کی تیاری[1]"۔

شرحِ صدر کے لیے مناسب موقع اور مصلحت

اور جن آیتون مین دیگر انبیا علیہم السلام کو عطیہ علم کے دیے جانے کا ذکر ہے اُن مین اکثر "علم" کے ساتھ "حکم" کا لفظ بھی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ علاوہ خالص اور شرعی کے، نظم حکومت اور فیصلۂ احکام کے لیے بے غور و فکر کے بدیہی صحیح اور حاضر علم کی ضرورت ہے، چونکہ معراج ہجرت کا اعلان اور اسلام کے مستقبل کا عنوان تھا، جسکے بعد آنحضرت صلعم کو حکم کی طاقت عطا کی جانے والی تھی اس لیے شرحِ صدر کے عطیہ کے لیے یہی مناسب موقع تھا، علاوہ ازین معراج کے حقائق و مناظر جو نفوس نبویہ کے ادراکات کی آخری سرحد ہین، اُن کے احاطہ کے لیے بھی پہلے شرحِ صدر کی ضرورت تھی۔

---

[1] تفسیر ابن جریر طبری جلد ۸ صفحہ ۱۹ مطبوعہ مصر۔

آیات و دلائلِ نبوی

قرآن مجید مین

یہ حقیقت ہے کہ قرآن مجید مین انبیائے سابقین کے معجزے جس تفصیل اور تکرار کے ساتھ بیان ہوئے ہین، آنحضرت صلعم کے معجزے اُس تفصیل اور تکرار کے ساتھ اُس مین مذکور نہین، اس سے ایک طرف تو مخالفینِ اسلام نے یہ نتیجہ نکالنا چاہا ہے، کہ نعوذ باللہ پیغمبرِ اسلام علیہ السلام کی ذات پاک اس عطیۂ الٰہی سے محروم تھی، دوسری طرف اسلام کے عقل پرست فرقہ کو اس سے یہ دھوکا ہوا ہے کہ اسلام نے خوارقِ عادت کے ظہور سے انکار کیا ہے، کیونکہ جب اُس کے نزدیک خاتم الانبیا صلعم کی زندگی ان سے خالی تھی، تو گذشتہ انبیا کے سوانح مین جو اعجاز نظر آتا ہے وہ بھی سمجھنے والون کے فہم کا قصور ہے،

قرآن مجید مین آپ کے تمام معجزات کا تفصیلی ذکر کیون نہین ہو

لیکن واقعہ یہ ہے کہ دیگر انبیائے کرام اور آنحضرت صلعم کے معجزات اور آیات و دلائل مین جو یہ اختلافِ منظر نمایان ہے، اُس کے متعدد وجوہ اور اسباب ہین جنپر اُن کوتاہ بینون کی نظر نہین پڑی، اس لیے وہ مختلف قسم کے شکوک و شبہات مین گرفتار ہو گئے،

(۱) اس اختلافِ منظر کی پہلی وجہ یہ ہے کہ ہر شخص جس نے قرآن مجید کا پورے غور سے مطالعہ کیا ہے، یا گذشتہ صفحات مین قرآن مجید کے نقطۂ نظر سے معجزہ کی جو حقیقت واضح کی گئی ہے اُس کو سمجھا ہے، وہ تسلیم کریگا کہ اسلام نے نبوت کی تصدیق کے باب مین ظاہری اور مادّی معجزات کو وہ اہمیت نہین دی ہے، جو خصوصیت کے ساتھ عیسائی مذہب اور اُس کے مقدس صحیفہ مین نظر آتی ہے، بلکہ وہ انسانون کو زیادہ تر غور و فکر، فہم و تدبُّر، سوچ اور سمجھ کی دعوت دیتا ہے، اور نبوت کے اندرونی خصوصیات اور روحانی دلائل کو ایمان و تصدیق کی بنیاد قرار دیتا ہے، اس بنا پر اس کے لیے اپنے پیش کرنے والے کی سچائی کے ثبوت مین اُس کے خوارق اور معجزات کو تفصیل اور تکرار کے ساتھ ہر جگہ پھیلانا اور دُھرانا اُس کے اصول کے خلاف تھا، چنانچہ اسی کا نتیجہ ہے کہ اسلام اُن گمراہیون سے پاک رہا جنکی

تاریکیون کے پردہ مین عیسوی مذہب کا نور چھپکر رہ گیا۔

۲- دوسری وجہ یہ ہے کہ گذشتہ انبیاء علیہم السّلام کو جو نشانیان ملی تھین وہ چند محدود، گنی ہوئی اور متعین شکل مین تھین، اس لیے قرآن مجید کو جب کبھی اُن پیغمبرون کی نشانیون کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے، تو خواہ مخواہ اُن کے اونھین چند حیرت انگیز واقعات کو بار بار دُہرانا پڑتا ہے، اور اس تفصیل اور تکرار سے کوتاہ بینون کی نگاہون مین ان پیغمبرون کی یہ نشانیان اُجاگر ہوکر نظر آتی ہین، اس کے برخلاف آنحضرت صلعم کو جو نشانیان عطا ہوئین وہ اِس قدر متنوع، مختلف اور غیر محدود تھین کہ اُن کے تذکرہ کے وقت ایک ہی نشانی کو بار بار پھیلانے اور دُہرانے کی حاجت نہ تھی، اِس لیے یہ دلائل محمدی قرآن مجید کے سینکڑون صفحات کے مختلف گوشون مین اس طرح بکھرے ہوئے ہین، کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کے معجزون کی طرح وہ اُجاگر اور نمایان ہوکر کم سوادون کو نظر نہین آتے۔

۳- تیسری وجہ یہ ہے کہ گذشتہ مباحث مین یہ پوری تفصیل کے ساتھ گذر چکا ہے کہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ہر قسم کے معجزات، خوارق اور نشانیان پیغمبر کی قوت اور اختیار سے نہین، بلکہ خدا کی قدرت اور اُس کے ارادہ و مشیت سے ظہور پذیر ہوتی ہین، اِس بنا پر آنحضرت صلعم کے آیات و دلائل بھی ذات محمدی کی طرف منسوب ہوکر نہین، بلکہ قدرتِ الٰہی کی طرف منسوب ہوکر بیان ہوئے ہین، اس لیے عام لوگون کا خیال اُن کو **دلائلِ محمدی** سمجھنے کی طرف مائل نہین ہوتا۔

۴- چوتھی وجہ یہ ہے کہ دوسرے مذاہب کے پاس ایک ہی مستند چیز یعنی اُن کا صحیفہ ہے جس مین اُن کے رَبّانی احکام، اُن کے پیغمبرون کے اقوال، حالات، سوانح، معجزات سب کچھ ملے جُلے ہین، لیکن اسلام کے قبضہ مین دو چیزین ہین، ایک صحیفۂ الٰہی، جس مین صرف خدائی احکام و مطالب ہین، دوسرے حدیث و سنّت جسمین پیغمبر کے حالات، اقوال اور معجزات وغیرہ الگ اور مستقل حیثیت سے مذکور ہین، اور وہ بجائے خود روایتی استناد کے لحاظ سے دوسرے مذاہب کے صحیفون سے کہین بلند تر ہے، اس لیے خدا نے پیغمبر کے ان دلائل و معجزات کو عدم اہمیت کے باعث بہ تفصیل اپنے صحیفہ مین جگہ دینے کی ضرورت نہین سمجھی، بلکہ اس کے لیے احادیث کے مستند ذخیرۂ روایات

کی موجودگی کو کافی قرار دیا۔

قرآن مجید سے آپکے صاحب معجزہ ہونے کی دلیل

غرض یہ اسباب ہین جنکی بنا پر بعض کم سواد اس دعوی کی جرأت کرتے ہین کہ قرآن مجید کی آیتین آپکو معجزات اور نشانیون سے معرا ظاہر کرتی ہین۔ لیکن اس سلسلہ مین غور کے قابل سب سے پہلی بات یہ ہی کہ قرآن مجید نے آپ کے متعلق آپ کے زمانہ کے کافرون کے جو اقوال تردید کی غرض سے نقل کیے ہین ان مین متعدد موقعون پر آپ کو (نعوذ باللہ) "کاہن" اور "ساحر" کہا گیا ہے، اور قرآن مجید پر سحر کا الزام قائم کیا گیا ہے، عرب مین کاہنون کا کام پیشینگوئی کرنا اور غیب کا حال بتانا تھا، اور ساحر کی نسبت تو عام طور پر معلوم ہے کہ وہ عوام کے نزدیک عجائب وخوارق کا پیکر ہوتا ہے، اب اگر آپ امور غیب کی قبل از وقت اطلاع نہین دیتے تھے اور معجزات وخوارق کا صدور آپ سے نہین ہوا کرتا تھا، تو کفار آپ کو کاہن اور ساحر کے خطابات سے کیون یاد کرتے تھے؟ اس حقیقت کو پیش نظر رکھکر حسب ذیل آیتون پر غور کی ایک نگاہ ڈالو۔

فَمَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ، (طور ۲) — اے محمدؐ! تو اپنے پروردگار کے فضل سے کاہن نہین ہے۔

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ، (حاقہ) — یہ (قرآن) کسی کاہن کا کلام نہین۔

آنحضرت صلعم کو خطاب کرکے خدا کفار قریش کا حال بتاتا ہے۔

وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ وَقَالُوْا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ، (صافات ۱) — جب وہ کوئی نشانی دیکھتے ہین تو مذاق اڑاتے ہین، اور کہتے ہین کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔

وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ، وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ (زخرف ۳) — اور جب اُن کے پاس سچی بات آئی تو اُنھون نے کہا یہ تو جادو ہے، اور ہم اس کو نہین مانتے، اور انھون نے کہا کہ یہ قرآن مکہ اور طائف کے کسی بڑے آدمی پر کیون نہین اترا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (احقاف ۱) — اور حق کے منکرون نے جب اُن کے پاس حق آیا تو کہا یہ تو کھلا جادو ہے۔

هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ — یہ محمدؐ تو تمھاری ہی طرح ایک آدمی ہین، کیا تم جان بوجھکر

تُبْصِرُوْنَ، (انبیاء۱) جادو کے پاس آتے ہو۔

قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ، (یونس) کافرون نے کہا یہ (محمد) تو کھلا جادوگر ہے۔

حضرت عیسیٰ نے آپ کی آمد کی جو بشارت دی تھی اُس کے بعد ہے۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (صف) پس جب وہ آنے والا پیغمبر کھلی آیتین لیکر آیا تو کافرون نے کہا یہ تو کھلا جادو ہے۔

کفار کے اِن اقوال سے صاف ثابت ہو کہ آپ کی ذات بابرکات سے کچھ تو ما فوق العادۃ افعال ظاہر ہوتے تھے جن کی تعبیر کہانت اور جادوگری کے الفاظ سے کرکے وہ اپنے نادان دل کو تسلی دیتے تھے، اور اسی سے آپ کے صاحبِ معجزہ ہونے کا ناقابل تردید ثبوت قرآن مجید سے ملتا ہے۔

قرآن مجید مین آپ کے دلائل ومعجزات مذکور ہین

اِس اجمالی ثبوت کے بعد ہم کو ضرورت ہے کہ آنحضرت صلعم کے اُن آیات ودلائل کے بکھرے ہوئے موتیون کو جو قرآن مجید کے اوراق مین منتشر ہین، ایک خاص ترتیب کے رشتہ مین منسلک کردین کہ وہ نمایان ہو کر نگاہون کے سامنے آجائین، تنوع کے لحاظ سے یہ آیات ودلائل تین قسم کے ہین، ایک تو کفار کی ہدایت ودعوت، اور مسلمانون کی مزید ایمانی تسلی کے لیے معجزانہ نشانیان ہین، دوسری مصیبتون کی گھڑیون مین تائیدات غیبی کا ظہور ہے، اور تیسری وہ پشینگوئیان ہین جنکا لفظ لفظ صداقت کے معیار پر صحیح اُترا ہے، آیندہ اوراق مین اس اجمال کی تفصیل آئے گی۔

معجزۂ قرآن

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ (بنی اسرائیل)

آنحضرت صلعم کو بارگاہِ الٰہی سے جو معجزات عطا ہوئے، اُن میں سب سے بڑا معجزہ خود قرآن مجید ہی، چنانچہ جب کفار نے معجزہ طلب کیا تو خدا نے فرمایا۔

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ، اَوَلَمْ یَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْهِمْ، (عنکبوت ۵)

اور انھون نے کہا کہ پیغمبر پر اُس کے خدا کی طرف سے نشانیان کیون نہ اترین، کہہ کہ نشانیان خدا کی قدرت مین ہین، مین تو صاف صاف خدا کے عذاب سے صرف ڈرانیوالا ہون، کیا انکو یہ نشانی کافی نہین کہ ہم نے اُس پر کتاب اتاری جو انکو پڑھکر سنائی جاتی ہے

اور آنحضرت صلعم نے بھی دیگر انبیا علیہم السلام کے معجزات کے مقابلہ مین اپنی اسی وحی آسمانی کو سب سے بڑا معجزہ قرار دیا۔ چنانچہ گویا اسی آیتِ پاک کی تفسیر مین آپ نے ارشاد فرمایا۔

مامن الانبیاء نبیٌّ الا اعطی من الآیات ما مثلہ اٰمن علیہ البشر، وانما کان الذی اوتیت وحیًا اوحاہ اللّٰہ الیّ فارجو انی اکثرھم تابعًا یوم القیامۃ، (صحیح بخاری باب الاعتصام)

پیغمبرون مین سے ہر پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے اسقدر معجزات عنایت کیے جنکو دیکھکر لوگ ایمان لائے لیکن جو معجزہ مجھے مرحمت ہوا وہ وحی (قرآن) ہی جسکو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اتارا، اس لیے مین امید کرتا ہون کہ قیامت کے دن میرے پیرون کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔

اِس حدیث سے متعدد نکتے حل ہوتے ہین۔

۱- ہر پیغمبر کو کوئی نہ کوئی معجزہ عطا ہوا ہے۔

۲- دیگر انبیا علیہم السلام کے معجزات وقتی اور عارضی تھے، ہوئے اور ہوکر مٹ گئے، لیکن آنحضرت صلعم کا معجزۂ اعظم یعنی قرآن مجید قیامت تک دنیا مین قائم اور باقی رہے گا۔

۲- چونکہ وہ معجزے وقتی اور عارضی تھے، اِس لیے اُن سے جو اثر پیدا ہوا وہ بھی وقتی اور عارضی تھا، برخلاف اس کے قرآن مجید چونکہ ہمیشہ دنیا مین قائم رہنے والا ہے اس لیے اس کا اثر بھی دائمی اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے اور قیامت تک نئے نئے لوگون کو اپنی طرف کھینچتا رہے گا،

آنحضرت صلعم کو جو ربانی نشانیان خدا کی طرف سے عنایت ہوئین، ان مین صرف یہی ایک **معجزہ** ہے جسکی اللہ تعالیٰ نے تحدی کی ہے، اور اعلانِ عام کیا ہے کہ کوئی اس کی مثال پیش کرے اور پھر خود ہی اسکی پیشینگوئی بھی کر دی ہے کہ دنیا ہمیشہ اسکی مثال پیش کرنے سے عاجز اور درماندہ رہے گی۔

قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا، (بنی اسرائیل ۱۰)

کہدے اے پیغمبر اگر تمام جن وانس ملکر بھی چاہین کہ اس جیسا قرآن بنا لائین تو نہین لاسکتے، اگرچہ وہ ایک دوسرے کی مددگار کیون نہون،

سورہ ہود مین پورے قرآن کے بجائے صرف دس سورتون کا جواب مانگا گیا ہے۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ، (ھود ۲)

کیا وہ یہ کہتے ہین کہ پیغمبر نے اس کو اپنے جی سے بنا لیا ہے، تو کہدے کہ وہ ایسی بنائی ہوئی دس ہی سورتین لے آئین اور اپنی مدد کے لیے خدا کے سوا جس کو چاہین بلا لین اگر وہ سچے ہین۔

اس کے بعد کی آیتون مین دس سورتون سے گھٹا کر ایک ہی سورہ کا جواب لانیکی تحدی کی گئی ہے۔

وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ، (البقرہ ۳)

اور اگر تمکو اس مین بھی کچھ شک ہو جو ہمنے اپنے بندہ پر اتارا ہے تو اُس جیسی ایک ہی سورہ لاؤ، اور خدا کے سوا اپنے تمام گواہون کو بلاؤ، اگر تم سچے ہو۔

فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ، (بقرہ ۳)

تو اگر تم ایسی سورہ بنا کر نہ لاسکو اور یقیناً نہ لاسکوگے تو اُس آتش دوزخ سے بچو جس کے ایندھن آدمی اور پتھر (جنکو تم پوجتے ہو) سب ہونگے جو کافرون کیلیے تیار رکھی گئی ہے،

اسی کے ہم معنی دوسری آیت سورہ یونس مین ہے۔

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ	کیا یہ کفار یہ کہتے ہین کہ پیغمبر نے اس قرآن کو اپنی طرف سے بنالیا ہے
وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ	اُن سے کہدے کہ اس جیسی ایک سورہ تو تم لاؤ۔ خدا کے سوا اور جسکو
صٰدِقِیْنَ ، (یونس ۴)	چاہو مدد کے لیے بلالو، اگر تم سچے ہو،

پھر سورۂ طور مین ارشاد ہوتا ہے کہ اس جیسی ایک ہی بات پیش کرو۔

اَمْ یَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ، فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ	کیا وہ یہ کہتے ہین کہ پیغمبر نے اُس کو گھڑ لیا ہو، بات یہ ہو کہ انکو ایمان
مِّثْلِهٖۤ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ ، (طور ۲)	نہین، اگر وہ سچے ہین، تو اس جیسی ایک بات بھی وہ پیش کرین۔

اس امر پر تو تمام مسلمانون کا اتفاق ہو کہ قرآن معجزہ ہے، لیکن اختلاف اس مین ہے کہ وہ کس حیثیت سے معجزہ ہے؟ اور وجہ اعجاز کیا ہے؟

(۱) بعض معتزلہ کے نزدیک قرآن مجید کا **نظمِ کلام** (اسٹائل) معجزہ ہو، یعنی اہل عرب کا کلام جس طرز اور اسلوب پر ہوا کرتا تھا قرآن مجید نے انکو چھوڑ کر ایک اور بدیع طرز اور عجیب اسلوب اختیار کیا جو عرب مین موجود نہ تھا، اُن کے کلام کا تمامتر نمونہ شعر تھا، قرآن مجید نے نثر کا ایک اسلوب اختیار کیا۔ کاہنانِ عرب کا کلام بھی نثر ہوتا تھا، مگر اس مین تکلف اور آورد تھا، قرآن مجید نے نظم و نثر کے درمیان ایک ایسا پسندیدہ اسلوب اختیار کیا، جو بلغاے عرب کے تخیل مین بھی نہ تھا، قرآن کے مطالع، مقاطع اور فواصل یعنی جسطرح قرآن کسی بیان کا آغاز اور اس کا خاتمہ کرتا ہے، اور جس طرح ایک ایک آیت کو توڑتا جاتا ہے، وہ حدِ اعجاز مین داخل ہی،

۲۔ معتزلہ مین سے **جاحظ** اور تمام اشاعرہ قرآن مجید کو **فصاحت و بلاغت** کی حیثیت سے معجزہ قرار دیتے ہین،

۳۔ **نظام معتزلی** اور **ابن حزم ظاہری** یہ اعتقاد رکھتے ہین اور امام رازی بھی اس کو اقرب الی الصواب کہتے ہین کہ قرآن مجید کا اعجاز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے تمام بلغاے عرب و عجم کی زبانین اُسکے

۱ الفصل فی الملل والنحل ابن حزم جلد سوم باب اعجاز القرآن ۲ تفسیر کبیر جلد اول صفحہ ۲۳ تفسیر آیۂ وان کنتم فی ریب،

مقابلہ مین گنگ کر دین، اور اس لیے وہ اُس کا جواب نہین لا سکتے،

۴- بعض متکلمین کے نزدیک وجہِ اعجاز، قرآن مجید کا اظہارِ غیب اور پیشینگوئیان ہین، جو انسان کے حیطۂ امکان سے باہر ہین۔

۵- بعض علما کہتے ہین کہ قرآن مجید کا اعجاز یہ ہے کہ وہ لوگون کے دل کے چھپے ہوئے اسرار کو فاش کرتا تھا، جو انسانی دسترس سے باہر ہے،

۶- کسی نے وجہِ اعجاز یہ بتائی ہے کہ اور انسانون کے کلام بلند و پست، کامل و ناقص، صحیح و غلط، غرض مختلف المراتب ہوتے ہین۔ لیکن قرآن مجید شروع سے اخیر تک بلندی کمال اور صحت کے لحاظ سے ایک ہی نوعیت کا ہے،

۷- ایک دو آدمیون کی یہ راے ہے کہ معجزہ یہ ہو کہ ایک اُمّی کی زبان سے ایسا کلام بلاغت نظام نکلا[۱]،

۸- قرآن مجید کے اعجاز کی ایک وجہ اوسکی خارق عادت تاثیر اور قلوب انسانی کی تسخیر بھی قرار دیجا سکتی ہے،

۹- بعضون نے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید کا اصلی اعجاز اُس کے احکام، تعلیمات اور ارشادات ہین[۲]۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام اختلافات باہم متضاد نہین ہین، جو ایک جگہ مجتمع نہ ہو سکین، اور یہ ضروری ہو کہ وجہ اعجاز صرف ایک مین محدود ہو، قرآن مجید کے وجوہِ اعجاز اس قدر کثیر ہین کہ ان کا احاطہ نہین ہو سکتا، جس شخص کو اپنے مذاق کے مطابق جو بات نمایان نظر آئی ہے اُسی کو اس نے وجہ اعجاز قرار دے لیا ہے، کوئی حسین اور خوبصورت چیز جب نقادانِ فن کی نگاہون کے سامنے آتی ہے تو کوئی اوس کے رنگ و روغن کا مداح ہوتا ہے، کوئی اس کے اعتدالِ قامت کی تعریف کرتا ہے، کوئی اسکی وضع قطع کو سب سے زیادہ پسند کرتا ہے، کوئی اسکی زیبایش و آرایش کی مدح کرتا ہے، تو درحقیقت اسکی ذات ان تمام اوصاف کا مجموعہ ہوتی ہے اور ہر ناقد اپنی چشمِ اعتبار سے جو کچھ دیکھتا ہے اُسی کو اُس کے حسن کا معیار قرار دے لیتا ہے، حافظ و سعدی کے کلام کا معترف کون نہین؟ لیکن لوگون سے اس حسن و خوبی کی تفصیل پوچھو تو کوئی ایک بات نہین کہے گا۔ کسی کے نزدیک اُن کے کلام کا حسن یہ ہے

[۱] متکلمین کے یہ مذاہب شرح مواقف، دلائل الاعجاز باقلانی، الاتقان سیوطی، فصل فی الملل والنحل ابن حزم مین مذکور ہین۔

[۲] شاہ ولی اللہ صاحب نے فوز الکبیر مین اور مولانا شبلی نے اپنے مضمون اعجاز القرآن مین اسی مسلک کو اختیار کیا ہے۔

کہ وہ اپنی غزلون کے لیے بحرین نہایت مطربانہ اور موسیقیانہ اختیار کرتے ہین، کوئی طریقۂ ادا، اور اسلوبِ تعبیر کی تعریف کریگا، بعض ناقدینِ سخن الفاظ کی شیرینی اور ترکیب کی ندرت پیش کرین گے، کوئی تشبیہ و استعارہ کی جدت پر زور دیگا، دوسرے اصحاب انکی نازک خیالی کے معترف ہونگے، بعضون کے نزدیک انکی معنی آفرینی، عمیق فلسفۂ و حکمت اور دلپذیر موعظت اُن کے کلام کا منتہائے کمال ہے۔

عباراتنا شتّی وحسنک واحد — وکلٌّ الی ذاک الجمال یشیر

ہماری عبارتین گو مختلف ہین لیکن تیرا حسن ایک ہی ہے — ہر شخص اپنی عبارت مین اسی ایک حسن کیطرف اشارہ کرتا ہے

قرآن مجید کی اُن آیتون کا اگر استقصا کیا جائے جن مین اس کے وجوہِ اعجاز کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے، تو وہ ہمکو خود مختلف نظر آتی ہین، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اُس کے وجوہِ اعجاز اس قدر متعدد اور کثیر الاطراف ہین کہ اُن کو کسی ایک مین محدود نہین کیا جاسکتا، اُس نے کہین تو اپنی تعلیم و ارشاد کی مدح کی ہے، کہین اپنی تاثیر، اور قوتِ جذب کی طرف اشارہ کیا ہے، کہین اپنی یکسانی اور عدمِ اختلاف کو اپنے خدا کی طرف سے ہونے کی نشانی بتائی ہے، کہین اُس نے اپنی عربیت اور حُسنِ کلام کو ظاہر کیا ہے، کہین ایک اُمّی کی زبان کا پیغام ہونا اپنا معجزہ بتایا ہے، ایک موقع پر اپنی ہدایت و رہنمائی کو مخصوص ترین وصف قرار دیا ہے، کہین وہ خود کو، نور، ھدیٰ، حکیم، حکمت، بیّنہ، اور دیگر مختلف اوصافِ معنوی کا پیکر کہتا ہے، چنانچہ ذیل مین ہم ان آیتون کو بہ ترتیب لکھ دیتے ہین۔

فصاحت و بلاغت

لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْہِ اَعْجَمِیٌّ وَّھٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ (نحل)

جسکی طرف یہ کفار نسبت کرتے ہین، اُسکی زبان تو عجمی ہے، اور یہ ایسی زبان ہی جو عربی ہو اور اپنے مدعائے دلی کو خوبی سے ظاہر کرتی ہو

بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ (شعراء)

یہ قرآن ایک ایسی زبان مین ہے جو اپنے مدعائے دلی کو خوبی سے ظاہر کرتی ہے

قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ (زمر)

قرآن عربی زبان مین اور جسمین کوئی کجی نہین ہے۔

قُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ (یس وحجر)

اپنے مدعا کو خوبی سے ظاہر کرنے والا قرآن،

یکسانی اور عدم اختلاف

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا، (نساء ۱۱)

کیا یہ کافر قرآن میں غور نہیں کرتے کہ اگر خدا کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت سے اختلاف پاتے۔

قوتِ تاثیر

وَلَقَدْ جَآءَھُمْ مِّنَ الْاَنْبَآءِ مَا فِیْہِ مُزْدَجَرٌ، حِکْمَۃٌ بَالِغَۃٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ، (قمر ۱)

اُن کو (قرآن کے ذریعہ سے) اگلی اُمتوں کے اتنے حالات سنائے جا چکے ہیں جو انکی تنبیہ کو کافی تھے، یہ قرآن دل تک پہنچ جانے والی دانائی ہے لیکن انکو ڈرانا بھی فائدہ نہیں پہونچا سکتا۔

کفار قرآن مجید کو سحر اور جادو کہتے تھے۔ یہ کیوں؟ انکی اسی تاثیر اور قوتِ تسخیر کی بنا پر۔

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَھُمْ ھٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ (احقاف ۱)

جب ان کافروں پر ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو سچائی کے آنیکے بعد اس کا انکار کرتے ہیں کہتے ہیں یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔

کفار کہتے تھے کہ جب محمدؐ لوگوں کو قرآن پڑھکر سنانے لگیں، تو شور کرو، تاکہ لوگ سنکر متاثر نہوں۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِھٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِیْہِ لَعَلَّکُمْ تَغْلِبُوْنَ، (فصلت ۴)

کفار نے کہا کہ اس قرآن کو سنا نہ کرو اور اس کے پڑھتے وقت شور و غل کرو شاید تم جیت جاؤ۔

تعلیم وہدایت

ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ

یہی ہو وہ کتاب جسمین کوئی شک نہیں ہے، یہ پرہیزگاروں کے لیے سراپا ہدایت ہے

اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ یَھْدِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ (اسرا ۶)

یہ قرآن اُس تعلیم کی ہدایت کرتا ہے جو سب سے زیادہ صحیح اور سیدھی ہے۔

قُلْ فَاْتُوْا بِکِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ ھُوَ اَھْدٰی مِنْھُمَآ اَتَّبِعْہُ، (قصص ۵)

کہدے قرآن اور توراۃ سے بڑھکر کوئی ہدایت والی کتاب لاؤ تو میں اسکی پیروی کروں۔

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ (مائدہ ۳)

تمہارے پاس روشنی اور مدعا کو ظاہر کرنے والی کتاب آچکی۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ، (لوط)

ہمنے تیری طرف کھلی ہوئی آیتیں اُتاریں۔

وَھٰذَا کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰہُ مُبٰرَکٌ فَاتَّبِعُوْہُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْکِتٰبُ

یہ مبارک کتاب ہمنے اتاری تو اسکی پیروی کرو۔ اور پرہیزگاری اختیار کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے اور یہ نہ کہو کہ ہم سے پہلے یہود و نصاریٰ دو قوموں

عَلٰی طَآئِفَتَیْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَاِنْ کُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ	پر کتاب اتاری گئی اور ہم انکے پڑھنے سے بے خبر تھے، یا یہ کہو کہ اگر ہم پر کتاب
لَغٰفِلِیْنَ ○ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْکِتٰبُ لَکُنَّآ اَهْدٰی	اتاری جاتی تو ہم ان دونوں قوموں سے زیادہ راہ راست پر ہوتے
مِنْهُمْ فَقَدْ جَآءَکُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَهُدًی وَّرَحْمَةٌ (انعام)	تو لو یہ تمہارے رب کی طرف سے دلیل وہدایت ورحمت آئی ہے
وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ (بنی اسرائیل)	اور قرآن سے ہم وہ اتارتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے
وَاِنَّهٗ لَکِتٰبٌ عَزِیْزٌ لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ	یہ عزت والی کتاب ہے جسکے پاس بھی باطل نہیں آسکتا، یہ حکمت اور
وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ ○ مَا	تعریف والے خدا کی اتاری ہوئی ہے، اے پیغمبر تجھے وہی کہا جاتا ہے جو
یُقَالُ لَکَ اِلَّا مَا قَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِکَ ○	تجھ سے پہلے پیغمبروں سے کہا گیا، تیرا پروردگار بخشش والا بھی ہے اور عذاب
اِنَّ رَبَّکَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِیْمٍ	والا بھی ہے، اگر ہم اس قرآن کی زبان عجمی کرتے تو وہ لوگ یہ کہتے کہ اسکے
وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِیًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ	احکام کیوں نہیں کھول کے بیان کیے گئے۔ ہم عربی ہیں اور کتاب
اٰیٰتُهٗ ءَاَعْجَمِیٌّ وَّعَرَبِیٌّ ○ قُلْ هُوَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا	عجمی، کہدے کہ یہ کتاب مومنوں کے لئے ہدایت اور
هُدًی وَّشِفَآءٌ (فصلت ۵)	شفا ہے۔
یٰاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْکُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ	لوگو تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نصیحت آچکی، اور وہ دلون
وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ وَهُدًی وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ (یونس)	کے امراض کا علاج ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے
وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ○ (یس ۱)	حکمت والا قرآن۔
وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ (ص ۱)	نصیحت والا قرآن
قرآن کا جواب لانیکی قدرت نہین لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ (اسرا)	جن وانس اس کا جواب نہین لاسکتے۔
وَلَنْ تَفْعَلُوْا (بقر ۳)	یہ کفار ہرگز اس کا جواب نہین لاسکتے۔
ایک امی کی زبان سے ادا ہوا وَمَا کُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ	قرآن سے پہلے اے پیغمبر تو تو کچھ پڑھ کر سناتا تھا اور نہ اپنے ہاتھ
مِنْ کِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِیَمِیْنِکَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ○	سے لکھتا تھا، اگر ایسا ہوتا تو البتہ یہ باطل پرست شک کرسکتے۔

بَلْ هُوَ اٰیَاتٌ بَیِّنَاتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ	بلکہ یہ کھلی آیتین ہین، جو اُن لوگون کے سینون مین ہین جنکو علم بخشا
وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیَاتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ۝ وَقَالُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ	گیا ہے اور ہماری آیتون سے صرف گنہگار ہی انکار کرتے ہین اور
عَلَیْهِ اٰیَاتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰیَاتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَاۤ	کہتے ہین کہ کیون اس (پیغمبر) پر اُسکے خدا کی طرف سے نشانیان
اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ اَوَلَمْ یَكْفِهِمْ اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتَابَ یُتْلٰی	نہین اترین، کہدے کہ نشانیان خدا کے قبضہ مین ہین مین تو کھلا
عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰی لِقَوْمٍ	ڈرانیوالا ہون، کیا اُن کے لیے یہ نشانی کافی نہین ہو کہ ہمنے تجھپر کتاب
یُّؤْمِنُوْنَ ۝ (عنکبوت ۵)	اُتاری جو انکو پڑھکر سنائی جاتی ہو؟ اسمین ایمان والون کے لیے رحمت اور نصیحت ہے
حفظ و بقا کا وعدہ اِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ ،	یقیناً ہم ہی اسکی حفاظت کرنے والے ہین۔
اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ (قیامۃ ۱)	ہم پر ہے اس قرآن کا جمع کرنا۔
لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ (فصلت)	اس قرآن کے پاس آگے اور نہ پیچھے سے باطل آسکتا ہے۔
قوتِ دلائل فَقَدْ جَآءَكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ (انعام)	یقیناً تمہارے پاس تمہارے خدا کی دلیل آچکی۔
قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ (انعام)	کہدے کہ خدا ہی کے لیے وہ دلیل ہو جو دلون تک اُترجاتی ہو۔
هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًی وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ	یہ قرآن تمہارے رب کی طرف سے سمجھ بوجھ کی
یُّؤْمِنُوْنَ (اعراف ۲۴)	باتین ہین۔

قرآن مجید کی یہ آیتین صرف چند حیثیتون کو پیش نظر رکھکر لکھی گئی ہین، اگر کوئی استقصا کرے تو متعدد وجوہ اور بھی پیدا ہو سکتے ہین، الغرض مقصود یہ ہے کہ قرآن مجید صرف فصاحت و بلاغت ہی کے لحاظ سے نہین، بلکہ اپنی تمام حیثیات کے لحاظ سے **معجزۂ کامل** ہو، اس کے معجزۂ کامل ہونے پر مختصر ترین دلیل یہ ہو کہ ساڑھے تیرہ سو ۱۳۵۰ برس گزرے کہ کوہِ صفا کی چٹان پر کھڑے ہو کر ایک اُمّی نے دنیا سے یہ غیر متزلزل تحدی کی کہ وہ اس کا جواب پیش کرے، تو کیا یہ واقعہ نہین ہے کہ ان تیرہ صدیون کا ایک، ایک سال گذر گیا مگر ایک آواز بھی اس تحدی کو قبول کرنے کے لیے بلند نہ ہوئی، اگر صرف فصاحت و بلاغت ہی کو معیارِ اعجاز قرار دیا جائے، تو کیا یہ امر واقعہ نہین ہے

کہ عین اسوقت جب ایک اُمّی کی طرف سے، جو ایک شعر تک موزون نہین پڑھ سکتا تھا[1]، یہ مدعیانہ اعلان عرب مین شائع ہوا، اُس وقت عرب کے قبیلہ قبیلہ مین زبان آور شعرا، اور آتش بیان خطبا، موجود تھے، مگر اِس "صوت سرمدی" کے سامنے سب کی زبانین گنگ ہوگئین، کفارِ عرب نے اسلام اور پیغمبرِ اسلام کی تکذیب کی کیا کیا کوششین نہ کین، انہون نے اس راہ مین جان و مال قربان کیا، دین و کیش کو برباد کیا، اپنے عزیزون اور فرزندون کو نثار کیا، خود اپنی جانین ہتھیلیون پر رکھین، اُن کے سپاہیون نے میدانِ جنگ مین پرے جمائے، اون کے دولتمندون نے اپنے خزانے کھول دیئے، اُن کے شاعرون اور خطیبون نے اپنی آتش بیانیون سے تمام ریگستانِ عرب کو تنور بنا دیا، یہ سب کچھ کیا، مگر یہ نہ ہوسکا کہ قرآن مجید کی ایک سورہ کا جواب پیش کرین۔ جو اسلام کے دعوائے حق و صداقت کے کنگرہ کو چشم زدن مین پست کردیتا، کیا اس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ وہ اسکی مثال لانے سے عاجز تھے، اور جب وہ جو زبان کے اصل مالک اور محاورۂ عرب کے طبعی ماہر تھے، اس کے مقابلہ سے عاجز تھے تو اس زمانہ کے بعد کے لوگون کے لیے تو یہ عجز اور درماندگی اور زیادہ نمایان ہے، حسان ابن ثابت، عامر بن اکوع، طفیل بن عمرو، زید الخلیل، زبرقان، شماس، اسود بن سریع، کعب بن زہیر، عبداللہ بن رواحہ، وغیرہ عرب کے مشہور زبان آور اور شاعر تھے، مگر قرآن مجید کے سامنے ان سب نے سرِ نیاز خم کیا، لبید عرب کے مشہور شاعر اور سبعہ معلقہ کی بزمِ مشاعرہ کے ایک رکن تھے۔ اسلام کے بعد جب حضرت عمرؓ نے اُن سے چند اشعار کی فرمائش کی تو انہون نے جواب دیا، "جب خدا نے مجکو بقرہ اور آلِ عمران سکھائی تو مجھے شعر کہنا زیبا نہین[2]"،

انیس قبیلۂ غفار کے شاعر تھے، انھون نے جب آنحضرت صلعم کا چرچا سنا تو چھپکر مکہ آئے اور آنحضرت صلعم کی زبانِ مبارک سے کلام ربّانی کی کچھ آیتین سنکر واپس گئے، اُن کے بھائی نے پوچھا کہ تم نے کیسا پایا، انہون نے جواب دیا کہ "قریش کہتے ہین کہ وہ شاعر ہین، ساحر ہین، اور کاہن ہین، ہم نے کاہنون کا کلام سنا ہے۔ یہ اُن کی بولی نہین، ہم نے شعر کے ایک ایک وزن کو دیکھ لیا ہے، وہ شعر بھی نہین ہے۔ خدا کی قسم محمد سچے اور قریش جھوٹے ہین[3]"۔

---

[1] بخاری۔ [2] استیعاب ابن عبدالبر ترجمہ لبید۔ [3] صحیح مسلم اسلام ابی ذر۔

ضماد ازدی ایک صاحب تھے جو جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے، وہ یہ سنکر کہ محمدؐ (نعوذ باللہ) دیوانے ہوگئے ہین آپ کے علاج کے لیے آئے، آپ نے مختصر سی حمد اور کلمہ شہادت پڑھا، وہ سنکر متحیر رہ گئے، تین دفعہ پڑھوا کر سنا، پھر کہا کہ خدا کی قسم مین نے کاہنون کی بولی اور جادوگرون کے منتر اور شاعرون کے قصائد سنے ہین لیکن تمھارا کلام کچھ اور ہی ہے، یہ تو سمندر تک مین اثر کر جائیگا[1]، جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ابوجہل اور قریش کے دیگر اکابر جمع ہو کر مشورہ کرنے لگے کہ محمدؐ کی تحریک روز بروز زور پکڑتی جاتی ہے کسی ایسے آدمی کو تلاش کرنا چاہیے، جو جادو کہانت اور شعر کہنا جانتا ہو، تاکہ یہ معلوم ہو کہ یہ کیا ہے، قریش کے مشہور سردار عتبہ بن ربیعہ نے کہا مین یہ سب کچھ جانتا ہون کہو تو مین جاکر دیکھون، چنانچہ آستانۂ نبوی مین آکر اس نے صلح کے کچھ شرائط پیش کیے، آنحضرت صلعم نے اُس کے جواب مین سورۂ فُصِّلَت پڑھنی شروع کی، کچھ ہی آیتین پڑھی تھین کہ اس نے آپکے منھ پر ہاتھ رکھدیا، کہ قرابت کا واسطہ بس کرو، واپس پھرا تو چند روز تک گھر سے باہر نہین نکلا، ابوجہل نے جاکر کہا کیون عتبہ، محمد کے یہان کھانا کھا کر پھسل گئے، عتبہ نے کہا تم جانتے ہو کہ مین سب سے زیادہ دولتمند ہون، مجھکو دولت کی طمع دامنگیر نہین ہوسکتی۔ لیکن محمدؐ نے میرے جواب مین جو کلام پیش کیا، وہ نہ شعر تھا، نہ کہانت تھی، نہ جادو، مین نے ایسا کلام کبھی نہین سنا، اُنھون نے جو کلام پڑھا اس مین عذاب الٰہی کی دھمکی تھی، مین نے انکو قرابت کا واسطہ دیا کہ چپ ہوجائین، مین ڈرا کہ تمپر عذاب نہ آجائے لوگون نے کہا محمدؐ نے اپنی زبان سے عتبہ پر جادو کر دیا[2]۔

ولید بن مغیرہ قریش مین بڑا دولت مند اور صاحبِ اثر تھا، وہ ایک دفعہ آپکی خدمت مین آیا، اور فرمایش کی کہ کچھ پڑھکر سنایئے، آپ نے چند آیتین پڑھین، اُس نے مکرر پڑھوا کر سنین، آخر بیخود ہو کر بولا، "خدا کی قسم اس مین کچھ اور ہی شیرینی اور تازگی ہے، اس نخل کی شاخون مین پھل اور اس کا تنہ بھاری ہے، یہ کسی انسان کا کلام نہین[3]"

بنوذہل بن شیبان کے سردار مغروق کے سامنے آپ نے چند آیتین پڑھین تو گو وہ مسلمان نہ ہوا مگر کلام الٰہی سے

---

[1] صحیح مسلم باب تخفیف الصلوٰۃ والخطبہ،

[2] کتاب التفسیر ابن مردویہ، مسند ابویعلی وسیرۃ ابن اسحاق۔ اخیر فقرہ صرف سیرۃ ابن اسحاق مین ہی۔

[3] مصنف عبدالرزاق۔ مستدرک حاکم جلد صفحہ ۵۰۶ مین یہ اور اوپر کا واقعہ دونون مل جل گئے ہین۔

متاثر ہوا[1]، نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر نے جب سورۂ مریم کی تلاوت کی تو اس پر رقت طاری ہو گئی اور اُنکی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، پھر کہا خدا کی قسم یہ کلام اور انجیل" دونوں ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں[2]"

اس قسم کے اور بعض واقعات ابن اسحاق نے سیرت میں نقل کیے ہیں، پہلی جلدوں میں پڑھ چکے ہو کہ لوگ کیونکر قرآن مجید کی آیتیں سنکر متاثر ہو جاتے تھے، حضرت عمر کا دل ایک سورہ کی چند آیتیں پڑھکر اور سنکر[3] پتھر سے موم ہو گیا[4]، حضرت جبیر بن مطعم اسیران بدر کو چھڑانے آئے تھے، انہوں نے آنحضرت صلعم سے سورۂ طور کی ایک دو آیتیں سن لیں تو اُن کا دل دھڑکنے لگا[5]۔ حضرت عثمان بن مظعون نے چند آیتیں سن لیں تو فوراً حلقہ بگوش اسلام ہو گئے[6]۔ حضرت طفیل بن عمرو دوسی کے کانوں میں اتفاقیہ قرآن مجید کی چند آیتیں پہنچ گئیں تو مسلمان ہو گئے[7]۔ طائف کے سفر میں حضرت خالد العدوانی نے آپ کو وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ پڑھتے سنا تو گو وہ اُس وقت مسلمان نہ ہوئے مگر پوری سورہ اُنکے دل میں گھر کر گئی یعنی یاد ہو گئی[8]۔ حبش سے بیس آدمیوں کی ایک جماعت حاضر خدمت ہوئی، آپ نے اُنکو قرآن مجید پڑھکر سنایا، انکی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے[9]۔ حضرت ابو عبیدہ حضرت ابو سلمہ، حضرت ارقم بن ارقم، یہ تینوں اصحاب اسی کی کشش مقناطیسی سے کھنچکر حلقۂ اسلام میں آئے[10]، اور تو اور خود مہبطِ وحی اور حاملِ کلام ربانی کا کیا حال تھا؛ حضرت عبداللہ بن مسعود نے ایک دفعہ قرأت شروع کی تو بے اختیار چشم مبارک سے آنسو جاری ہو گئے[11]، ایک اور موقع پر قرآن مجید کی چند آیتیں زبانِ مبارک سے ادا ہوئیں، اور اس کے بعد آنسوؤں کا تار بندھ گیا[12]،

کلام کی یہ شیرینی، یہ نمکینی، یہ تاثیر، یہ تسخیر جو دوست و دشمن، موافق و مخالف، شاہ و گدا، عالم و جاہل، پیغمبر و امت سب کو یکساں فریفتہ کرتی ہے، اعجاز نہیں تو اور کیا ہے، ؟ حکماء، فلاسفہ، ادبا، اہل لغت، مفسرین، محدثین، فقہا، صوفیہ، شعرا، متکلمین، غرض نوع انسانی کی وہ کونسی صنف ہے جس نے ایک اُمّی کی زبان سے ادا

---

[1] روض الانف شرح سیرۃ ابن ہشام مطبوعہ مصر۔ [2] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۲۰۲ و مستدرک حاکم جلد ۲ صفحہ ۳۱۰۔ [3] ابن سعد جلد ۳ حصہ اول ص ۱۹۱ و ابویعلی و حاکم و بیہقی۔ [4] مسند ابن حنبل جلد ۱ ص ۱۷۔ [5] صحیح بخاری تفسیر سورۂ طور۔ [6] مسند ابن حنبل جلد ۱ ص ۳۱۸۔ [7] استیعاب تذکرہ طفیل بن عمرو دوسی۔ [8] مسند ابن حنبل جلد ۴ ص ۳۳۵۔ [9] سیرۃ ابن ہشام۔ [10] اسد الغابہ تذکرہ ابوسلمہ بن عبدالاسد۔ [11] صحیح بخاری تفسیر فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيدٍ۔ [12] صحیح مسلم باب بکاء صلعم لامتہ۔

ہونے والے پیغام کے عشق و محبت میں اپنا سرمایۂ حیات قربان نہیں کر دیا، اور جنکو اس کلام کی تشریح و تفصیل اور تحقیق و توضیح کے خدمات کی لذت میں دنیا کی تمام نعمتیں ہیچ نظر نہیں آئیں، کیا یہ اعجاز نہیں؟

غور کرو، کہ ایک اُمّیِ محض، جو اُمّیوں ہی کی گودون میں پلا، اور پلکر جوان ہوا، اُس نے ہوش سنبھالا تو گرد و پیش تاریکیوں اور ظلمتوں کے سوا اُس کو کچھ نظر نہیں آیا، علوم و فنون اور تمدن و تہذیب سے ایک عاری ملک، عاری شہر، اور عاری خاندان کے اندر نشو و نما پائی، جہان اہلِ فکر اور ارباب علم کا وجود نہ تھا، وہ خود، اس کا خاندان اور اس کا وطن نوشت و خواند کے نقوش و حروف سے آشنا نہ تھا، گذشتہ صحف انبیا، اور افکار عالیہ کا ایک حرف اس کے کان میں کبھی نہیں پڑا، علما، اور دانشوروں کی صحبت اُسنے نہیں اُٹھائی، اصول قانون، مبادی اخلاق، محاسنِ علم و عمل کی کوئی ظاہری تعلیم اس کو نہیں ملی، بلکہ مدرسۂ علم و حکمت کے سایۂ دیوار تک کبھی اس کا گذر نہیں ہوا، اور اسی طرح وہ اپنی زندگی کے چالیس دورے پورے کرتا ہے کہ دفعۃً غارِ حرا کے ایک دہانے سے اُجالا ہوتا ہے۔ علوم و فنون اور تہذیب و تمدن کا سرچشمہ ابلتا ہے، ظاہری نوشت و خواند کے نقوش و حروف کا طلسم ٹوٹ جاتا ہے، صحفِ انبیا، اور افکار عالیہ کے اوراق اسکی زبان پر جاری ہو جاتے ہیں، اُس کے پرتوِ صحبت سے اُمّی اور جاہل علمائے دہر اور دانشورانِ روزگار بنکر نکلنے لگتے ہیں، اصولِ قانون، مبادیِ اخلاق اور محاسنِ علم و عمل کی تعلیم کا غلغلہ اسکی بزم فیض کے گوشہ گوشہ سے بلند ہوتا ہے، کلام ربّانی کے پردہ میں علم و حکمت کے پوشیدہ اسرار فاش ہونے لگتے ہیں۔ اس سے زیادہ قرآن مجید کے معجز ہونے کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے!

توراۃ قانون و شریعت ہے، لیکن اخلاق اور موعظت نہیں، **انجیل** اخلاق و موعظت ہے لیکن قانون و شریعت نہیں، **زبور** مخاطبات قلبی اور دعاؤں کا مجموعہ ہے، لیکن دیگر صفات سے خالی، مسیح کے صحیفوں میں خطابت کی ہنگامہ آرائیاں ہیں مگر استدلال اور فکر و نظر کی دعوت نہیں، صحفِ بنی اسرائیل پیشینگوئیوں سے لبریز ہیں، مگر دقائقِ حکمت اور اسرارِ ایمان و عمل سے خالی ہیں، دنیا میں ایک ہی کتاب الٰہی ہے جو قانون و شریعت بھی ہے اور اخلاق و موعظت بھی، مخاطباتِ قلبی اور دعاؤں کا گنجینہ بھی ہے، اور دیگر کتب الٰہیہ کی مجموعی

صنفون کی حامل بھی، خطابت بھی ہے اور استدلال وفکر بھی، اظہارِ غیب اور پیشینگوئیون سے لبریز بھی ہی، اور دقائق حکمت اور اسرارِ ایمان وعمل سے معمور بھی، اور اُن سب کے ساتھ عین اس وقت جب اور کتبِ الٰہی تحریف و تغییر اور تراجم وتعبیر سے اپنی اصلی زبان اور اصلی الفاظ کھو چکی ہین، اُسکی بقا اور حفاظت کی یہ ذمہ داری کہ تیرہ سو برس کے بعد بھی اوس کے ایک لفظ ایک حرف ایک نقطہ مین تغیر وتبدل نے راہ نہین پائی، وہ اپنی زندگیِ جاوید کیلیے کاغذ کے نقوش وحروف کی محتاج نہین کہ لاکھون انسانون کے سینے اس خزانہ کے صندوق ہین، اور وہ اسی زبان اور انھین الفاظ اور انھین حروف کے قالب مین ابتک جلوہ گر ہے جس مین دستِ قدرت نے اُس کو ڈھالا تھا، اور جبرئیل امین نے اس کو اتارا تھا، اور محمد عربی نے اُس کو اُمت کے ہاتھون مین سونپا تھا، کیا یہ **اعجاز** نہین؟

یہین سے یہ نکتہ بھی حل ہوتا ہے کہ قرآن مجید اپنی تعلیمات اور معانی کے ساتھ اپنے الفاظ، کلمات اور عبارت مین بھی معجزہ ہے، اور اسکی فصاحت وبلاغت کے معجزانہ کمال کی دوسری آسمانی کتابین حریف نہین بن سکتین، کیونکہ دوسری آسمانی کتابین اپنے الفاظ کے لحاظ سے نہین، بلکہ اپنے معنی کے لحاظ سے وحی ہین، چنانچہ نہ تو خود ان کتابون کو اور نہ ان کے ماننے والون کو اس کا دعوے ہے، اور نہ کبھی انھون نے اپنی کتابون کو کلام وعبارت کے لحاظ سے معجز کہا ہے، چنانچہ اسی لیے وہ اصل الفاظ اور زبان جسکے قالب مین وحی موسوی (تورات) اور عیسوی (انجیل) نے ظہور کیا، مدت ہوئی کہ دنیا اُن سے محروم ہوگئی، تورات کی اصل عبرانی زبان جو حضرت موسیٰ کی زبان سے نکلی تھی، وہ بخت نصر کی آگ کی نذر ہوگئی اور اُس نے آرامی اور سریانی زبان کا قالب اختیار کرلیا، اور آخر صدہا سال کے بعد حضرت عزیرؑ نے پھر اُس کو عبرانی زبان مین منتقل کیا، انجیل کے متعلق ابھی تک یہی طے نہین ہوا کہ اسکی اصل زبان کیا تھی؟ اور انجیل پہلے پہل کس زبان مین لکھی گئی تھی؟ انجیل کی سب سے قدیم زبان یونانی زبان ہے، مگر ظاہر ہے کہ یہ وہ زبان نہین جو حضرت عیسیٰ فلسطین کے ملک مین بولتے تھے، ایسی حالت مین ان کتابون کی فصاحت وبلاغت کے اعجاز اور اس کے الفاظ کے منجانب اللہ ہونے کا دعویٰ کیونکر کیا جاسکتا ہے

برخلاف اس کے دنیا مین "وحیِ محمدیؐ" سب سے پہلی اور سب سے آخری کتاب ہے جس نے اِس حیثیت سے اپنے اعجاز کا دعوے کیا، چنانچہ قرآن مجید کا حرف حرف اور لفظ لفظ وحی ہے، اور وہی ہے جو محمد رسول اللہؐ کی زبان سے ادا ہوا، اور وہ ہر قسم کی تحریف و تغیر سے پاک ہے، اس لیے اس کے الفاظ، کلمات، اور عبارات تک معجزہ ہین، اور اِس وصف مین دنیا کی کوئی آسمانی کتاب اسکی ہمسری کا دعویٰ نہین کرسکتی[۱]۔

[۱] یہان مسئلۂ اعجاز القرآن کی گفتگو مقصود نہین یہ مباحث مفصل آیندہ کسی جلد مین آئینگے، یہان صرف سلسلۂ معجزات مین اسکا محض تذکرہ مقصود تھا۔

اُمیّت

یعنی

آنحضرت صلعم کا ظاہری تعلیم اور نوشت وخواند کے داغ سے پاک ہونا

اَلرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ (اعراف)

یہ واقعہ محتاج بیان نہین کہ آنحضرت صلعم ظاہری تعلیم اور نوشت وخواند کے داغ سے پاک تھے، قرآن مجید نے متعدد موقعون پر اس واقعہ کا اظہار کیا ہے، چنانچہ سورہ اعراف مین ہے،

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ، — یہ مسلمان وہ ہین جو اَن پڑھ پیغمبر اور فرستادۂ الٰہی کی پیروی کرتے ہین

اسی سورہ مین پھر اس کے بعد ہی ہے،

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ، — تو لوگو! خدا پر اور اس کے اَن پڑھ پیغمبر اور فرستادہ پر ایمان لاؤ۔

سورۂ جمعہ مین نہ صرف آپ کے اُمّی، بلکہ اغلب آبادی کی حالت کے لحاظ سے تمام قریش اور عرب کے اُمّی ہونے کا اظہار ہے۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (جمعہ ۱) — اسی خدا نے امیون کے درمیان انہین مین سے ایک پیغمبر بنا کر بھیجا۔

دوسری جگہ سورۂ عنکبوت مین ارشاد ہوتا ہی،

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ، (عنکبوت ۵) — قرآن کے نزول سے پہلے اے پیغمبر نہ تو تم کوئی کتاب پڑھ سکتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے اس کو لکھ سکتے تھے اگر ایسا ہوتا تو یہ باطل پرست شک کر سکتے تھے

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا انسانی تعلیم سے پاک ہونا بھی مصلحتِ الٰہی کا ایک خاص منشا تھا، اسی لیے اسکے بعد ہی ارشاد ہوتا ہے۔

وَقَالُوْا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّمَا — معترضین کہتے ہین کہ اس پیغمبر پر اس کے پروردگار کی طرف سے کوئی

الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ٥ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ	نشانی کیون نہین اُتری کہدے کہ نشانیان خدا کے قبضۂ قدرت مین ہین
اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ	اور مین تو صرف خدا سے ڈرانیوالا ہون، کیا ان معترضین کو یہ نشانی کافی
(عنکبوت ۵)	نہین ہو کہ ہمنے تجھپر (جو امی ہو) کتاب اتاری جو انکو پڑھکر سنائی جاتی ہو

قرآن مجید کی مختلف سورتون مین اس کا اظہار ہے کہ "اے محمد صلعم تمھاری زبان سے آج گذشتہ پیغمبرون، اگلی امتون اور عہد ماضی کے واقعات ادا ہوتے ہین" ان واقعات اور حالات سے واقفیت حاصل کرنے کے تین ہی ذریعے انسان کے ہاتھ مین ہین، ایک یہ کہ وہ اُس واقعہ کے وقت موجود ہو، دوسرا یہ کہ ان حالات کو کتابون مین پڑھے۔ تیسرا یہ کہ اورون سے سنے، آنحضرت صلعم اطلاع کے ان تینون ذرائع سے ناآشنا تھے، اوّل ذریعہ تو ظاہر ہے کہ مفقود تھا، قرآن مجید مین آدمؑ سے مولد محمدی تک کے تمام واقعات بیان کیے گئے ہین، یہ واقعات آپکی پیدایش سے پہلے وقوع پذیر ہوئے تھے، اور آپ کے پاس اُن کے علم کا کوئی ظاہری ذریعہ نہ تھا، اسی لیے قرآن مجید نے متعدد مواقع مثلاً حضرت مریمؑ اور زکریاؑ کے قصہ مین کہا ہے،

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ وَمَا	یہ گذشتہ زمانہ کی خبرون مین سے ہے، جسکو ہم تیری طرف وحی کر رہے ہین
كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ	تو ان کے پاس اسوقت موجود نہ تھا جب وہ اپنا اپنا پانسہ ڈال رہے تھے
مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ (آل عمران ۵)	کہ کون مریم کی کفالت کریگا، اور نہ تو ان کے پاس اسوقت تھا جب جھگڑ رہے تھے

حضرت موسیٰؑ کے قصہ مین ارشاد ہوتا ہے۔

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ	جب ہمنے موسیٰ کو اپنا فیصلہ دیا تو تو اس وقت مغربی گوشہ مین موجود نہ تھا
وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا	بلکہ ہمنے صدیان اسپر گذار دین، قومین پیدا کین جنکی بڑی بڑی عمرین ہوئین
فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْۤ اَهْلِ	اور نہ تو اہل مدین مین قیام پذیر ہوکر آیات الٰہی انکو پڑھکر سناتا تھا، بلکہ ہم
مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ	آیندہ تمکو بھیجنے والے تھے، اور نہ تو اسوقت گوشۂ طور مین تھا جب ہمنے
وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً	موسیٰ کو آواز دی ہی بلکہ اس قصہ کا علم تجھکو جو حاصل ہو رہا ہے محض تیرے

مِنْ رَّبِّكَ، (قصص ۵) تیرے پروردگار کی رحمت ہی۔

حضرت یوسف کے قصہ مین فرمایا،

ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ — یہ اس گذشتہ زمانہ کے قصہ کا علم ہم تمکو اپنی وحی سے عطا کرتے

لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ، (یوسف ۱۱) — ہین تو اسوقت انکے پاس موجود نہ تھا جب وہ باہم مشورہ سے بات کرتے تھے

علم کا دوسرا ذریعہ یہ تھا کہ کتابون کو پڑھکر اطلاع حاصل ہو، قرآن مجید نے اسکی بھی نفی کی۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ — نہ تو تو اس سے پہلے کوئی کتاب پڑھکر سناتا تھا اور نہ اپنے ہاتھ سے

بِيَمِيْنِكَ (عنکبوت ۵) — تو اس کو لکھ سکتا تھا۔

مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ، (شوریٰ) — تجھکو تو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کتاب کیا چیز ہے اور ایمان کسکو کہتے ہین

تیسری صورت یہ تھی کہ دوسرون سے سنکر یہ علم حاصل کیا جائے، سب کو معلوم ہے کہ نبوت سے پہلے آنحضرت صلعم کی زندگی تمامتر مکہ معظمہ مین گذری بجز اس کے کہ چند مہینے بصریٰ وغیرہ کے سفر تجارت مین گذرے ہون، اور خود مکہ معظمہ مین نہ ان واقعات کا کوئی واقف کار تھا اور نہ قریش کو ان سے آگاہی تھی، اس لیے یہ ذریعہ علم بھی ثابت نہین چنانچہ قرآن مجید نے علی الاعلان کہا،

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ مَا كُنْتَ — یہ گذشتہ زمانہ کی باتین ہین جنکی بذریعہ وحی ہم تجھکو تعلیم کرتے ہین، تو خود

تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا (ھود ۴) — اور تیری قوم اس سے پہلے اُن سے آگاہ نہ تھی۔

آنحضرت صلعم کی جوزندگی مکہ معظمہ مین گذری اور سفر تجارت مین قریش کے شامی قافلون کے ساتھ جو زمانہ بسر ہوا اس کا ایک ایک واقعہ قریش کے سامنے تھا، جب آپ مکہ مین تھے تب بھی آپ قریش کے مجمع مین تھے، اور جب کبھی مکہ سے باہر گئے تو بھی قریش ہی کے جھرمٹ مین رہے، اس لیے آپکی زندگی کا کوئی لمحہ ان سے مخفی نہ تھا، اگر آپ نے کوئی ظاہری تعلیم پائی ہوتی تو شاعر و مجنون و ساحر کی طرح وہ اس الزام کا اظہار بھی کرسکتے تھے مگر انہون نے نہین کیا اس سے معلوم ہوا کہ ان کو اس بات کا یقین تھا کہ محمد کا سینہ ظاہری تعلیم کے عیب سے

داغدار نہین، چنانچہ قرآن مجید نے باواز بلند کہا۔

قُل لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ	اگر خدا کو منظور ہوتا تو مین تمکو یہ قرآن پڑھکر سناتا اور نہ خدا تمکو اس قرآن
فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ،	سے آگاہ کرتا، اس سے پہلے مین مدتون تم مین رہ چکا ہون کیا
(یونس ۲)	تم یہ نہین سمجھتے۔

قرآن مجید نے ان کے تمام شکوک اور الزامات کو دہرایا ہی' ان کو یہ شک تھا کہ محمد صلعم کسی دوسرے سے سن کر یہ قرآن پیش کرتے ہین۔ چنانچہ قرآن مجید نے اُن کے اس اعتراض کو نقل کیا اور اس کا جواب دیا،

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ لِسَانُ	اور ہمکو بہ تحقیق معلوم ہی کہ یہ کفار کہتے ہین کہ محمد کو کوئی آدمی سکھاتا ہی
الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ	اُس شخص کی زبان جس کی طرف یہ منسوب کرتے ہین عجمی ہے
مُّبِيْنٌ ط (نحل ۱۴)	اور یہ فصیح عربی زبان ہی'

سورۂ فرقان مین چند آدمیون کی شرکت کا شبہہ مذکور ہی'

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ اِفْتَرٰىهُ	اور کافر کہتے ہین کہ یہ قرآن من گھڑت چیز ہے جس کو محمد نے گھڑ
وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ، فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا	لیا ہو اور اس افترا پردازی مین چند اور آدمی بھی شریک ہین
وَّزُوْرًا، (فرقان ۱)	وہ یقیناً غلط اور جھوٹ کہتے ہین۔

یہ سب شبہات کیے گئے مگر کفار نے کبھی یہ شبہہ نہین ظاہر کیا کہ محمد نے چپکے سے پڑھنا سیکھ لیا ہی' اور دوسری آسمانی کتابین پڑھکر یہ قرآن بنا لیتے ہین، اس سے ثابت ہوا کہ آپکی اُمیت پر ان کو یقین تھا، مدینہ آکر یہود دیون سے معاملہ پڑا، روایات مین بکثرت اس قسم کے واقعات مذکور ہین کہ یہود آپ کے پاس آتے تھے اور آپ سے وہ سوالات کرتے تھے جو انکی کتابون مین مذکور تھے، اور کہتے تھے کہ ان کے جواب پیغمبر ہی دے سکتا ہے، آنحضرت صلعم اُن کے صحیح جوابات دیتے تھے' اور وہ متحیر رہ جاتے تھے' اس واقعہ سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہی کہ یہود کو بھی یہ یقین تھا کہ محمد رسول اللہ صلعم اُمّیِ محض ہین اور ہماری کتابون کو نہ اُنھون نے پڑھا ہے اور نہ پڑھ سکتے ہین

ورنہ اس جرأت سے کے ساتھ وہ اپنی کتابون کے سوالات اُس شخص کے سامنے جسکی نسبت ان کو معلوم ہو تاکہ وہ ان کو پڑھ چکا ہے یا پڑھ سکتا ہے پیش کرتے اور نہ اس کو حق وباطل کا معیار قرار دیتے،

قریش کو جس شخص کی نسبت شبہہ تھا کہ وہ آنحضرت صلعم کو سکھاتا ہے اس کے متعلق امام **طبری** نے تفسیر مین مختلف روایتین نقل کی ہین جن سے اُسکی شخصیت اور نام کے متعلق کوئی صحیح فیصلہ نہین ہو سکتا، تاہم مجموعی حیثیت سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ مکہ معظمہ مین کوئی نصرانی غلام تھا جو اپنی زبان مین کتب مقدسہ کبھی کبھی پڑھا کرتا تھا، اور آپ راستہ چلتے اُس کے پاس کبھی کبھی کھڑے ہو جاتے تھے، اسی پر کفار نے کہا کہ محمدؐ کو یہی قرآن کی آیتین سکھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اس غلام کی، اور جو کتابین وہ پڑھا کرتا ہے اُنکی زبان عربی نہین، اور نہ وہ عربی جانتا ہے، اور آنحضرت صلعم عربی کے سوا کوئی اور زبان نہین جانتے اور خود قرآن کی زبان فصیح عربی ہے یہ کیونکر ممکن ہے کہ آنحضرت صلعم غیر زبان کو سمجھ لین اور وہ عجمی غلام قرآن جیسی فصیح زبان مین کلام کرے۔

آنحضرت صلعم کے بچپن کے واقعات مین سے ایک واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو آپ کے چچا ابو طالب اپنے ساتھ شام لیے جا رہے تھے، راستہ مین بحیرا نام ایک راہب نے آپ کو دیکھا اور آثار سے پہچان لیا کہ آپ ہی پیغمبر آخر الزمان ہین، چنانچہ اُس نے ابو طالب کو مشورہ دیا کہ انکو مکہ واپس بھیجدو، ورنہ یہود اگر دیکھ لین گے تو قتل کر ڈالین گے، اگرچہ یہ واقعہ جیسا کہ سیرۃ نبوی جلد اوّل (شام کا سفر) مین بہ تفصیل لکھا جا چکا ہے صحیح نہین ہے، تاہم ہمارے عیسائی احباب اس ضعیف روایت پر اپنے شکوک وشبہات کی عظیم الشان عمارت قائم کرتے ہین اور کہتے ہین کہ پیغمبر اسلام نے اسی راہب کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔ اگر یہ صحیح ہو تو دنیا کے لیے اس سے بڑا معجزہ محمد رسول اللہ صلعم کا اور کیا چاہیے کہ ایک ابجد ناشناس طفل دوازدہ سالہ نے چند گھنٹون مین حقائق واسرار دین، اصول عقائد، نکات اخلاق، مہمات قانون اور ایک **شریعت عظمیٰ** کی تکمیل دنیا بیس کے طریقے سب کچھ سیکھ لیے! کیا ہمارے عیسائی دوست اس معجزہ کو تسلیم کرتے ہین؟

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کی پیغمبرانہ زندگی پورے ۲۳ برس تک قائم رہی، اگر آنحضرت صلعم

کسی انسانی معلم سے فیض پاتے رہتے تو ضرور تھا کہ وہ اِس پورے زمانہ تک یا بڑی حد تک خلوت وجلوت مین آپ کے ساتھ رہتا کہ وقت ضرورت (نعوذ باللہ) آپ اُس سے قرآن بنواتے احکام ومواعظ سیکھتے اسرار ونکات معلوم کرتے اور یہ شخص یقیناً مسلمان نہ ہوتا، کیونکہ جو شخص خود مدعیِ نبوت کو تعلیم دے رہا ہو وہ کیونکر اسکی نبوت کو تسلیم کرسکتا تھا، اور پھر اس شہرت عام، ذکر جمیل، رفعتِ مقام کو دیکھکر جو مدعیِ نبوت کو حاصل ہو رہی تھی، وہ خود پردہ کے پیچھے گمنامی پسند کرتا اور صحابۂ کرام کی نگاہون سے اس کا وجود ہمیشہ مستور رہتا جس عجمی کی نسبت قریش کو شبہہ تھا، اگر حقیقت مین آپ اُس سے تعلیم حاصل کیا کرتے تو قریش جو آپکی تکذیب، تذلیل اور آپکو خاموش کرنے کی ہر تدبیر پر عمل پیرا ہو رہے تھے، اُن کے لیے آسان تھا کہ اُس غلام عجمی کو الگ کر دیتے کہ محمدؐ رسول اللہ کی وحی اور قرآن کا تمام کاروبار دفعۃً درہم برہم ہوجاتا، علاوہ ازین زیادہ سے زیادہ اس کا وجود مکہ مین تھا، پھر مدینہ مین ۱۳ برس تک سینۂ نبوت سے فیضانِ الٰہی کا سرچشمہ کیونکر ابلتا رہا۔ قرآن، شریعتِ اسلام، اور احکام کا بڑا حصہ یہین وحی ہوا ہے، مکہ مین تو نسبتہً بہت کم سورتین نازل ہوئی ہین۔

جب مدینۂ منورہ مین اسلام کا چرچا پھیلا تو یہود ونصاریٰ نے اسلام کو بدنام اور بے اثر کرنے کی ایک تدبیر یہ سوچی کہ لوگ جھوٹ موٹ آکر پہلے مسلمان اور پھر چند روز کے بعد مرتد ہوجائین، تاکہ محمد صلعم کی بدنامی ہو، اور لوگون کو خیال ہو کہ اگر یہ مذہب سچا ہوتا تو اس کو قبول کرکے کوئی کیون چھوڑ دیتا۔

وَقَالَتْ طَّائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمِنُوا بِالَّذِي	اور اہل کتاب مین سے ایک گروہ کہتا ہے کہ مسلمانون پر جو اُترا ہے
أُنزِلَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوا	اس پر صبح کو ایمان لاؤ اور شام کو اس سے پھر جاؤ۔ شاید کہ وہ لوگ
آخِرَهُ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ، (آل عمران ۸)	(مسلمان) بھی پھر جائین۔

چنانچہ اسی سازش کی مطابق ایک عیسائی نے اسلام قبول کیا، اور سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران پڑھی، آنحضرت صلعم نے کتابت وحی کی خدمت اُس کے سپرد کی، چند روز کے بعد وہ مرتد ہوگیا اور کہنے لگا کہ مین نے محمد کو جو کچھ لکھدیا ہے، وہ اس کے سوا کچھ نہین جانتے، خدا نے اپنی نشانی ظاہر کی اور موت نے بہت جلد اسکی

افترا پردازی کا ہمیشہ کے لے خاتمہ کردیا[1]۔ اور دنیا نے دیکھ لیا کہ محمد صلعم کے فیضانِ نبوت کا چشمہ اب بھی اسی طرح جوش زن ہے۔

صلح حدیبیہ کا ایک واقعہ یہ ہے کہ قریش اور مسلمانون کے درمیان عہد نامہ مرتب ہو رہا تھا، حضرت علیؓ عہد نامہ لکھ رہے تھے، عہد نامہ کی عبارت یہ تھی کہ "یہ وہ شرائط ہین جنکو خدا کے رسول محمدؐ نے منظور کیا" قریش نے کہا "اگر ہم آپ کو خدا کا رسول جانتے تو اس لڑائی کی نوبت ہی کیون آتی؟ اس لفظ کو مٹا کر اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھیے" آپ نے حضرت علیؓ کو ایما فرمایا کہ انکی حسب خواہش ترمیم کردو، حضرت علیؓ نے کہا مجھ سے یہ گستاخی نہین ہو سکتی، آپ نے پوچھا وہ الفاظ کہان ہین، حضرت علیؓ نے انگلی رکھکر بتایا تو آپ نے خود اپنے دست مبارک سے "رسول اللہ" کا لفظ مٹا دیا اور "محمد بن عبد اللہ لکھدیا، یہ واقعہ بخاری، مسلم، نسائی، مسند ابن حنبل اور تمام کتبِ سیر مین مذکور ہے، اسی کے ساتھ بخاری مین یہ تصریح[2] ہے کہ ولیس یحسن یکتب اور مسند احمد مین بروایت اسرائیل یہ الفاظ ہین والیس یحسن ان یکتب یعنی "آپ لکھنا نہین جانتے تھے" لیکن باوجود اس کے تمام احادیث و سیر مین یہ ہے کہ "آپ نے "محمد بن عبد اللہ" کے الفاظ لکھدیے" روایت کے ظاہری معنی سے بعضون کو یہ شبہہ ہوا کہ آپ نے خود اپنے دستِ مبارک سے یہ الفاظ لکھے، اور آپ نے شاید اخیر زمانہ مین لکھنا سیکھ لیا تھا، ابن ابی شیبہ نے مجاہد کے واسطہ سے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے اُس وقت تک وفات نہین پائی جب تک آپ کو لکھنا پڑھنا نہ آگیا"، اور ایک اور روایت (بواسطہ یونس بن میسرہ عن ابی کبشۃ السلولی عن سہل بن الحنظلیۃ) نقل کی ہے کہ آپ نے حضرت معاویہ سے ایک فرمان لکھوا کر اقرع اور عیینہ کو عنایت فرمایا، انھون نے رسول اللہ صلعم سے آکر کہا کہ معلوم نہین اس مین کیا لکھا ہے آپ نے اس پر ایک نظر ڈالکر فرمایا، وہی لکھا ہے، جو مین نے حکم دیا ہے۔

اگر یہ روایتین صحیح ہین تو یہ آنحضرت صلعم کا ایک اور معجزہ ہوگا کہ انسانی تعلیم کے بغیر اللہ تعالیٰ نے آپکو

---

[1] صحیح بخاری علامات النبوۃ فی الاسلام [2] صحیح بخاری باب عمرۃ القضاء۔

یہ فن بھی اپنی بارگاہ سے عنایت کیا، مگر واقعہ یہ ہو کہ یہ روایتین تمامتر موضوع یا نہایت ضعیف ہین، اس لیے آپکی اُمیت کے متعلق جو متواتر روایتین ہین اُن سے اُنکی تنسیخ نہین ہوسکتی، یہ ممکن ہو کہ اُمی سے اُمی آدمی کے ہان جب روز و شب لکھنے پڑھنے کا کام لگا رہے تو وہ کسی قدر حرف شناس ہو جائے، خصوصًا اپنے نام اور دستخط کو پہچان لینا اور انکو لکیر کھینچکر لکھدینا تو معمولی بات ہو، لیکن اصل یہ ہو کہ فاعل مجازی وحقیقی کی تفصیل مین راویون سے مسامحت ہوئی ہے، عمومًا سلاطین امرا اور اکابر جو فرامین اور مراسلات لکھاتے ہین، محاورۂ عام مین اُنکو لکھنا ہی کہتے ہین تم کہتے ہو کہ "عالمگیر نے یہ فرمان لکھکر دیا" "شاہجہان نے جامع مسجد بنائی" "فلان بادشاہ نے یہ قلعہ تعمیر کیا" حالانکہ لکھنے والے، بنانے والے، اور تعمیر کرنے والے کاتب اور معمار تھے، مگر چونکہ اِن سلاطین کے حکم سے اور انہین کے طرف سے وہ لکھا یا بنایا گیا اس لیے بولنے والے خود سلاطین اور امرا کی طرف فعل کی نسبت کردیتے ہین۔ چنانچہ اسی محاورہ کے مطابق اُس موقع پر جب آنحضرت صلعم نے سلاطینِ عالم کے نام دعوت نامے بھیجے ہین تو وہان عام طور پر یہ الفاظ ہین، وکتب الی قیصر وکتب الی کسریٰ "آپ نے قیصر کو یہ خط لکھا، کسریٰ کو یہ لکھا" مگر سب کو معلوم ہو کہ آپنے دستِ خاص سے یہ خطوط لکھکر نہین بھیجے، مگر چونکہ آپ ہی نے لکھوائے تھے اس لیے انکی نسبت آپ ہی کی طرف کی گئی، روزمرّہ کی بات ہو کہ ہندوستان کے ادنیٰ طبقے جو نوشت وخواند سے عاری ہین وہ اپنے اعزہ اور احباب کو خط لکھاتے ہین، مگر کہنے والے اس کو یون ہی کہتے ہین کہ "اُس نے خط مین لکھا ہو کہ مین آنے والا ہون" حالانکہ وہ خود لکھنے والا نہین، اُس نے دوسرون سے لکھایا ہے، مگر چونکہ لکھنے والے نے اپنا مدعا نہین، بلکہ لکھانے والے کی زبان سے اس کا مدعا ظاہر کیا ہے اس لیے اُسی کی طرف فعل کی نسبت کردی گئی، قرآن نے آپ کو باربار اور برملا اُمی کہا ہو اس سے زیادہ ثبوت اس کا اور کیا چاہیے؟ لیکن آپ امی ہوکر امیون مین ہوکر کتب سابقہ کی ظاہری تعلیم سے نا آشنا ہوکر بھی سب کچھ جانتے تھے اور یہ آپکا معجزہ تھا، کفار کو خطاب کرکے قرآن کہتا ہو کہ محمدؐ کی صداقت کی یہ دلیل کافی نہین کہ وہ نا آشنائے تعلیم ہوکر بھی وہ کچھ جانتا ہو جس کی علمائے بنی اسرائیل کے سوا اور کسی کو خبر نہین، اِنَّہٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ اَوَلَمْ یَکُنْ لَّھُمْ آیَۃً اَنْ یَّعْلَمَہٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ (شعراء) یہ باتین گذشتہ پیغمبرون کی کتابون مین ہین کیا ان کافرون کیلیے یہ نشانی نہین کہ ان باتون کو (جو ایک امی کی زبان سے ادا ہوئی ہین) بنی اسرائیل کے عالم جانتے ہین

ذاتِ نبویؐ کی حفاظت

وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ

انبیائے کرام جب دنیا مین تشریف لاتے ہین تو وہ دنیا کی جہالت وظلمت، جور وستم، گناہ ومعصیت کے خلاف اپنا جہاد شروع کر دیتے ہین، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہزارون انسان اُن کے دشمن بلکہ اُن کے خون کے پیاسے ہو جاتے ہین، اُس تنہائی وبیکسی کے عالم مین جس سے ہر مصلح کو آغاز دعوت مین دوچار ہونا پڑتا ہے صرف اسی قادر وتوانا کا ہاتھ ہوتا ہے جو انکی تسکین ونصرت کا سہارا ہوتا ہے، حضرت ابراہیم نمرود کے دربار مین، اور حضرت موسیٰ فرعون کی بارگاہ مین، حضرت عیسیٰ رومیون اور یہودیون کی عدالت مین ایک ہی گناہ کے مجرم تھے، مگر چونکہ اللہ تعالیٰ اپنے اس پیغام کی بقا وقیام کا جس کے لئے وہ پیغمبر کو مبعوث کرتا ہے خود ذمہ دار ہوتا ہے اس لیے اس بیکسی وبیچارگی کے عالم مین اسکی زندگی کا وہی محافظ اور نگہبان بن جاتا ہے کہ وہ بے خوف وخطر اپنے فرائض کو انجام دے سکین، چنانچہ آنحضرت صلعم کو شروع ہی مین تسکین دیدی گئی تھی،

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا ، (طور۔ ۲) اپنے رب کے حکم کے انتظار مین صبر کیے بیٹھا رہ کہ تو ہماری آنکھون کے سامنے ہے۔

سب کو معلوم ہے کہ آنحضرت صلعم نے جب دعوت کا آغاز کیا تو مکہ کا بچہ بچہ آپ کا دشمن ہو گیا، آپ کو طرح طرح کے آزار پہنچائے گئے، آپ کے خلاف سیکڑون منصوبے باندھے گئے، آپ کے قتل کی سازشین ہوئین۔ تلوارین زہر مین بجھا کر رکھی گئین، سوتے مین آپ کے قتل کا ارادہ کیا گیا، میدان جنگ مین آپ پر نرغہ کیا گیا، کمینگاہون سے آپ پر حملے کئے گئے، غفلت مین آپ کے سر پر پتھر گرانے کی تدبیر سوچی گئی، کھانے مین زہر دیا گیا، مگر ہر موقع پر یہ ظاہر ہوا کہ ع دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است، اور قرآن مجید کا یہ اعلان صحیح ثابت ہوا۔

اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ (اسراء) تیرے پروردگار نے لوگون کو گھیر رکھا ہے کہ تجھپر دسترس پائین۔

یہ خود ایک مستقل معجزہ ہے کہ ان ہنگامون، فتنون اور سازشون کے عالم مین خصوصاً عرب کے ملک مین جہان، اقتدار

حکومت یا نظامِ امن کا نام و نشان تک نہ تھا، کیونکر آپ نے بحفاظت تمام اپنے فرض کو انجام تک پہنچایا

قریش کی مجلسین اکثر خانۂ کعبہ مین منعقد ہوا کرتی تھین، اور اکثر وہین انکی نشست و برخاست رہا کرتی تھی، تاہم آنحضرت صلعم نماز اور طواف کے لیے بے خوف و خطر وہین تشریف لے جایا کرتے اور برملا اُن کے دیوتاؤن اور بتون کی برائیان بیان کیا کرتے تھے، آخر قریش نے ایک دفعہ ارادہ کیا کہ نعوذ باللہ آپ کا خاتمہ کردین، یہ خبر آپ تک پہنچتی ہے، مگر اس سے آپ کے ارادہ مین کسی قسم کا وہن یا ضعف نہین پیدا ہوتا، ایک دن قریش نے یہ طے کیا کہ آج محمد کی بوٹی بوٹی اُڑا دی جائے، اتفاق سے کفّار کی یہ تقریر حضرت فاطمہ سُن لیتی ہین، وہ روتی ہوئی باپ کی خدمت مین حاضر ہوتی ہین، آپ تسلّی دیتے ہین، اور وضو کرکے حرم کی سمت روانہ ہوجاتے ہین، دشمنون کی نگاہین آپ پر پڑتی ہین تو وہی نگاہین جواب تک خون آشامی کیلئے تیار تھین دفعتہ سرنگون ہوجاتی ہین[1]، حاکم مین ہے کہ اس کے بعد آپ نے چند کنکریان اُٹھا کر مارین، جن جن کو یہ کنکریان جا کر لگین وہ بدر مین مارے گئے

ایک دفعہ ابوجہل نے ارادہ کیا کہ اگر اب وہ آپ کو سجدہ مین دیکھے گا تو آپ کی پیشانی کو رگڑ دیگا، جب وہ اس ارادہ سے آگے بڑھا تو جھجک کر پیچھے لوٹ گیا، لوگون نے دریافت کیا تو اس نے کہا، مجھے ایسا معلوم ہوا کہ میرے اور محمد کے درمیان آگ کی خندق حائل ہے اور چند پردار ہستیان کھڑی ہین، آپ نے فرمایا "اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کے ٹکڑے اڑا دیتے[2]"

معلوم ہی کہ جس شب کو آپ نے ہجرت کا ارادہ کیا ہی، قریش کے تمام خاندانون نے ملکر آپ کے قتل کا فیصلہ کرلیا تھا، قریش کے بہادر، رات بھر خانۂ اقدس کو پہرہ دے رہے تھے تاہم آپ ان کے سامنے سے نکلے، زبانِ مبارک پر یہ آیت پاک تھی،

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ (یٰسین)	ہم نے اُن کے آگے اور پیچھے دیوارین کھڑی کردین (انکی آنکھون پر) پردہ ڈال دیا کہ وہ نہین دیکھتے ہین۔

[1] مستدرک حاکم جلد اوّل صفحہ ۱۶۳ حیدرآباد، مسند ابن حنبل جلد اوّل صفحہ ۳۶۰ [2] صحیح مسلم باب قولہ تعالیٰ وَمَا کَانَ اللہُ لِیُعَذِّبَهُمْ،

پہرہ دارون کی آنکھون پر قدرت نے مُہر لگا دی اور آنحضرت صلعم ان کے درمیان سے نکل کر چلے گئے، صبح ہوئی تو دشمن آپ کے تعاقب مین اُس غار تک پہنچ گئے جہان آپ اور حضرت ابو بکرؓ جا کر چھپے تھے، وہ اس غار کے دہانہ تک پہنچ گئے اور اگر وہ ذرا جھک کر دیکھتے تو ان مقدس پناہ گزینون پر انکی نظر پڑ جاتی، مگر خدا نے اُن کی عقل و دور اندیشی کے نور کو بجھا دیا کہ نیچے جھک کر دیکھنے کا خیال تک ان کے دل مین نہین آیا،

کفار نے یہ اعلان کیا تھا کہ جو محمدؐ کو گرفتار کر لائیگا یا ان کا سر کاٹ کر لائے گا اس کو سو اونٹ انعام مین ملین گے، یہ سنکر سراقہ بن جعشم اپنے اسپ راہوار پر سوار ہو کر آپ کے تعاقب مین روانہ ہوا، اور دمبدم اس مختصر قافلہ کے قریب ہو رہا تھا، حضرت ابو بکرؓ پر بتقاضاے بشری اضطراب طاری تھا، مگر آنحضرت صلعم کی سکینتِ خاطر مین کوئی فرق نہین آیا، آپ نے دعا کی، تین دفعہ اُس کے گھوڑے کے پانون زمین مین دھنس دھنس گئے، اس نے فال کے تیر نکالکر دیکھے تو ہر دفعہ نفی مین جواب آیا، بالآخر اس کو یقین ہو گیا کہ یہ کوئی اور ہی راز ہے، اور ذات محمدی ہماری گرفت سے باہر ہے، اُس نے اپنے ارادۂ فاسد سے توبہ کی اور آنحضرت صلعم سے ایک خطِ امان لیکر واپس پھر گیا[۱]، اور بعد کو مسلمان ہو گیا،

شروع شروع مین جب آپ مدینہ تشریف لائے تو صحابہ جان نثاری کی بنا پر راتون کو آپ کے گرد پہرہ دیا کرتے تھے، ایک رات صحابہ آپ کے خیمہ کے گرد پہرہ دے رہے تھے کہ آیت نازل ہوئی۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (مائدہ) — اور اللہ لوگون سے تیری حفاظت کرے گا،

آپ نے اُسی وقت خیمہ سے باہر سر نکالا اور پہرہ والون کو خطاب کر کے فرمایا کہ "لوگو! واپس جاؤ، خدا نے میری حفاظت کا فرض خود اپنے ذمہ لے لیا ہے[۲]" یہ وعدۂ حفاظت ہزارہا مشکلات اور خطرات کے باوجود بھی پورا ہوتا رہا، غزوۂ احد مین جب مسلمانون کے پاؤن اُکھڑ چلے تھے اور ذات مبارک دشمنون کے نرغہ مین تھی، اور آپ پر تیغ و تبر و سنگ کی بارش ہو رہی تھی، لیکن دو سپید پوش فرشتے آپ کے پاس کھڑے ہوئے آپکی

---

[۱] صحیح بخاری باب ہجرۃ النبی صلعم۔ [۲] جامع ترمذی تفسیر سورہ مائدہ

حفاظت کا فرض انجام دے رہے تھے[1]،

ایک دفعہ ایک شخص کو لوگ گرفتار کر لائے اور عرض کی کہ یہ حضور کے قتل کی گھات مین تھا، فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو، کہ اگر یہ مجھکو قتل کرنا چاہتا بھی تو نہین کر سکتا۔ اسی طرح سے خیبر مین جب ایک یہودیہ نے گوشت مین زہر ملا کر پیش کیا تو آپ نے پہلا ہی لقمہ اُٹھایا تھا کہ فرمایا یہ گوشت نہ کھاؤ، کیونکہ اس نے مجھسے کہا ہے کہ اس مین زہر ملا ہے، یہودیہ کو بلا کر جب واقعہ کی تحقیق کی اور اُس نے اپنی نیتِ فاسد کا اقرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ "خدا تجھکو اس پر قابو نہ دیتا[2]"

---

[1] صحیح بخاری وصحیح مسلم غزوۂ احد [2] صحیح مسلم باب السم۔

لیلتہ الجن

جنون کی انقلاب آسمانی کی تلاش اور انکا مشرف باسلام ہونا

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّہُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ (سورۂ جن)

مخلوقاتِ الٰہی کی تعداد اور اصناف کا کون اندازہ لگاسکتا ہے۔

وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ (مدثر) اور تیرے رب کی فوجون کا علم اُسکے سوا کسی کو نہین،

مخلوقاتِ الٰہی کی ایک صنف کا نام جن ہے، اہلِ لغت کہتے ہین کہ عربی مین جن کا لفظ جنّ سے مشتق ہی جس کے معنی "چھپنے" اور "چھپانے" کے ہین، چونکہ یہ مخلوق انسانون کی آنکھون سے عموماً مستور رہتی ہو اسلیے اس کو جن کہتے ہین، یہ عجیب بات ہے کہ یہ لفظ اسی معنی مین یا اسی کے قریب قریب معنون مین مختلف قومون کی زبانون مین پایا جاتا ہے فرنچ مین "جنی" Genie اور انگریزی مین Genie وہی مفہوم مین ہے جس مین عربی مین "جنی" (دیو، بھوت، پلیت) ہے، لاطینی مین جینیوس Genius اور جینی Genii وہ مفہوم رکھتا ہے جو ہمارے ہان "ہمزاد" کا ہے، اور روح نوعی کے معنی مین بھی یہ لفظ رومی اساطیر (میتھالوجی) مین مستعمل ہوا ہے، فارسی مین "جان" کے معنی مطلق "روح" کے ہین، بہرحال دنیا کی قومون مین یہ اعتقاد کسی نہ کسی حیثیت سے موجود رہا ہے کہ انسانون کے سوا اس سطح ارضی پر ایک اور غیر مرئی مخلوق بھی موجود ہے، یورپ کے موجودہ دورِ الحاد مین ارواح سے نامہ و پیام، اور اُن کے عمل و تسخیر کے کارنامے بڑے بڑے فلسفیون اور مادہ پرستون کو آئینۂ حیرت بنائے ہوئے ہین، اور روز بروز ان کے انکار اور شک کی جرأت کم ہوتی چلی جاتی ہے، اسلام کے علاوہ دوسری مسلّم مذہبی کتابون مین بھی جن اور شیطان کے تذکرے موجود ہین، حضرت عیسیٰ کے معجزات، جو موجودہ انجیل مین مذکور ہین ان کی بڑی تعداد انسانون اور حیوانون کو ان کے پنجۂ ظلم سے رہائی ہے۔

قرآن نے بتایا ہے کہ ان کی پیدایش انسانون سے پہلے ہوئی ہے۔ اور آگ سے بنائے گئے ہین۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَاٍ مَسْنُوْنٍ ۝ وَالْجَانَّ خَلَقْنٰہُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَارِ السَّمُوْمِ (حجر ۳) — اور ہم نے آدمی کو کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا اور جنون کو اس سے پہلے لو کی آگ سے پیدا کیا

وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ (رحمان ۱) — اور اس نے جنون کو آگ کی لو سے پیدا کیا ہے،

اسلام سے پہلے عرب مین جنات کا بڑا تسلط تھا، انکی پوجا کی جاتی تھی، انکی دہائی مانگی جاتی تھی، تبخانون مین جو عامل اور کاہن ہوتے تھے اُن سے انکی دوستی ہوتی تھی، اور وہ انکو غیب کی خبرین بتایا کرتے تھے، بچون کے سرہانے اُسترے رکھتے تھے کہ ان سے جنات بھاگ جاتے ہین، یہ اعتقاد تھا کہ ہر شاعر کے ساتھ ایک جن ہوتا ہے یہ بھی خیال تھا کہ وہ صورتین بدل بدل کر لوگون مین پھرتے ہین اور ان کو ستاتے ہین، خدا کے کارخانۂ قدرت مین بھی اُن کے استیلاء اور تصرف کو دخل تھا، وہ جنگلون مین انسانون کو مار ڈالتے تھے، راستون سے اُٹھا لیجاتے تھے، لوگون کو بیمار ڈال دیتے تھے، ان کے ہوش وحواس کے خزانہ پر قبضہ کر لیتے تھے، غرض جس طرح خدائی الوہیت مین عرب کے بہت سے دیوتا اور دیبیان شریک تھین اسی طرح یہ جنات بھی شریک تھے۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰہِ شُرَکَآءَ الْجِنَّ (انعام ۱۲) — اور ان شرکون نے جنون کو خدا کا شریک بنایا ہے۔

وَجَعَلُوْا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْجِنَّۃِ نَسَبًا (صافات ۵) — ان مشرکون نے خدا اور جنون کے درمیان رشتے قائم کر رکھے ہین۔

بَلْ کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ اَکْثَرُھُمْ بِھِمْ مُّؤْمِنُوْنَ (سبا ۵) — (خدا قیامت مین انسے کہیگا) بلکہ یہ لوگ جنون کی پرستش کرتے تھے اور ان میں اکثر لوگ انہین کے معتقد تھے۔

اسلام آیا تو اُس نے ان اعتقاداتِ باطلہ کے تار و پود کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا، اس نے دنیا مین صرف ایک ہی قوت کی تعلیم دی، اور وہ خدا کی تھی، اس نے بتایا کہ جنات بھی اس کے حضور مین ویسے ہی عاجز اور درماندہ ہین جیسے انسان۔ وہ بھی اسی طرح اسکی مخلوق ہین جیسی اسکی دوسری مخلوقات، ان مین لوگ اسی طرح

[1] صحیح مسلم باب التفسیر۔

اچھے اور بُرے، کافر اور مومن، سعید اور شقی ہوتے ہین، جس طرح انسانون مین، وہ بھی توحید و رسالت اور احکام الٰہی کے ماننے کے ویسے ہی مکلّف ہین جیسے عام انسان،

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (ذاریات ۳) — مین نے جن اور انس کو اسی لیے پیدا کیا ہو کہ وہ میری بندگی کرین

قیامت مین دونون سے سوال ہوگا۔

يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيَاتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا، (انعام ۱۶) — اے جن اور انس کی جماعت! کیا تمہارے پاس تمہین مین سے پیغمبر تمہارے پاس نہین آے، اور وہ تمکو ہماری آیتین پڑھکر نہین سناتے تھے اور اس دن کے آنیسے نہین ڈراتے تھے۔

قرآن کی تحدی کے جواب سے دونون عاجز ہین۔

قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ (اسرائیل ۱۰) — کہدو کہ اگر انس وجن دونون ملکر چاہین کہ ایسا قرآن بنا لائین تو ان کے لیے یہ ناممکن ہے۔

خدا کی قدرت اور طاقت کے سامنے دونون لاچار اور درماندہ ہین۔

يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا، لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطَانٍ، (رحمان ۲) — اے جن وانس، اگر آسمان و زمین کے حدود سے نکلکر باہر جاسکتے ہو تو نکل جاؤ۔ لیکن خدا کی قدرتِ قاہرہ کے بغیر تم نکل نہین سکتے۔

کاہنون اور عالمون کو جو غیب کی بعض بعض باتین معلوم ہوجاتی ہین تو اسکی صورت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی امر کا فیصلہ کرتا ہو تو وہ اپنے ملاء اعلیٰ مین اُس کا ذکر کرتا ہے، ملاء اعلیٰ والے اپنے نیچے کے فرشتون سے اس کا تذکرہ کرتے ہین، اور اس طرح درجہ بدرجہ ہر آسمان کے فرشتون کو علم ہوتا جاتا ہے۔ یہان تک کہ آخری آسمان تک بات پہنچ جاتی ہے، جہان سے نیچے دنیا کی حد شروع ہوتی ہے، یہان جنات وشیاطین سن گن لینے کے لیے اِدھر اُدھر چھپے رہتے ہین، ایک دو لفظ انھون نے سن لیے اور ان مین اپنی طرف سے سو جھوٹ ملاکر

کاہنون اور عاملون سے کہدیتے ہین، وہ اس کو انسانون مین مشتہر کرتے ہین[1]، اسی لیے اللہ تعالی نے آسمان مین بیشمار ستارون کے شعلے بھڑکا رکھے ہین، کہ ایک تو ان سے آسمان کی زیبائش و آرایش ہے اور دوسری وجہ یہ ہو کہ جب یہ جنات اور شیاطین اپنی سرحد سے آگے بڑھکر فرشتون کی باتین سننا چاہتے ہین تو فوراً ایک چمکتا ہوا تارا (شہاب ثاقب) ٹوٹ کر ان پر گرتا ہے۔ مختلف سورتون مین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ زَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ (حجر ۲)

اور ہمنے اس کو آسمان مین برج بنایا ہے، اور ان ستارون کو دیکھنے والون کے لیے زینت و آرایش بنایا ہو، اور ہر راندۂ درگاہ شیطان سے اسکو محفوظ رکھا ہو، لیکن اتنا ہو کہ وہ چوری چھپے کچھ سن لے تو ایک چمکتا ستارہ اسکا پیچھا کرتا ہے۔

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ۨالْكَوَاكِبِ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ (صافات ۱)

ہمنے آسمان زیرین کو ستارونکی آرایش سے مزین کیا ہو اور انکو ہر سرکش شیطان کا نگہبان بنایا ہو، وہ ملاء اعلیٰ کی باتین نہین سن سکتے۔ وہ ہر طرف سے پھینک کے مارے جاتے ہین اور یہ اُنکے لیے لازمی سزا ہو (اسطرح وہ فرشتونکی باتین نہین سن سکتے) لیکن یہ کہ کوئی اُچک کر سن لے تو ایک دہکتا ہوا ستارہ اس کے پیچھے لگا رہتا ہے۔

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ، (ملک ۱)

ہمنے آسمان زیرین کو ستارون کے چراغون سے مزین کیا ہو اور انکو شیطانون کے لیے پھینک کر مارنے کی ایک چیز بنایا ہے۔

وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَحِفْظًا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ (فصلت ۱)

اور ہمنے آسمان زیرین کو ستارون کے چراغون سے مزین کیا ہو اور انکو نگہبان بنایا ہو۔ یہ غالب و دانا خدا کی تقدیر ہے۔

دنیا مین اُس سلسلۂ نبوت کا خاتمہ جو آغاز آفرینش سے جاری تھا اور دین الٰہی کا ہزارون منزلون کے طے ہونے کے بعد تکمیل کی منزل مین پہنچ جانا، اور نوع انسان کو خدا کی وہ آخری شریعت سپرد ہونا جس کے بعد خاکدان عالم کو وحی و نبوت کے کسی اور حامل کی ضرورت نہ ہوگی، ایک ایسا واقعہ تھا جس نے آب و خاک کے عالم

[1] صحیح بخاری تفسیر سورۂ حجر و سورۂ احزاب و بدء الخلق وغیرہ

مین انقلاب عظیم پیدا کر دیا، اُس نے سطح زمین کے ہزارون پیغمبرون کے دین وملت کو منسوخ کر دیا، انکی آسمانی کتابون کے احکام ورسوم کو بدل دیا، ملکون کی شہنشاہیان ہل گئین، قیصر وکسریٰ کے تخت اُلٹ گئے۔ صومعہ وکلیسا ویران ہو گئے، اسی طرح مملکت فلکی اور آسمانی بادشاہی مین بھی انقلاب کا ظاہر ہونا ضرور تھا۔ آسمانی مخلوقات مین بھی ایک انقلاب پیدا ہوا، مگر اس کو وہی دیکھ سکے جو دیکھ سکتے تھے۔ انجیل مین حضرت علیسیٰ کی پیدایش کے موقع پر بھی ایک نئے نورانی ستارہ کے ظہور کی خبر ہے جس کو دیکھکر دوسرے ملک کے لوگ انکی تلاش مین بیت لحم پہنچے، اور اُن کے دیدار سے مشرف ہوئے، مگر بنی اسرائیل کو آخر تک اس بینائی سے محرومی رہی۔

صحیحین مین ہے کہ جب آنحضرت صلعم نبوت سے سرفراز ہوئے تو ستارہ ہاے آسمانی مین ایک انقلاب پیدا ہوا، جن اور شیاطین اب اوپر بڑھنے سے روک دیے گئے، ٹوٹنے والون ستارون کی بھرمار ہو گئی، کاہنون اور عاملون کی خبر رسانی کے ذرائع مسدود ہو گئے، اور ان باطل پرستیون کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا گیا، اس انقلاب آسمانی نے جنون اور شیطانون کی محفلون مین حیرت پیدا کر دی، سب نے کہا یقیناً روے زمین پر کوئی اہم واقعہ رونما ہوا ہے، دنیا کی ہر سمت کو انھون نے چھان ڈالا، اس پر چند سال گذر گئے۔ آنحضرت صلعم اسلام کی تبلیغ کے لیے قبائل مین دورے کر رہے تھے، اور اسی تقریب سے عکاظ کے میلہ مین تشریف لیے جا رہے تھے، راستہ مین رات کے وقت مقام نخلہ مین قیام ہوا، صبح کے وقت حضور انور صلعم اپنے رفقا کے ساتھ نماز مین مصروف تھے اور قرآن مجید کی آیتین جہر کے ساتھ تلاوت فرما رہے تھے، کہ اتفاق سے جنون کی ایک جماعت جو تفتیش حال کے لیے تہامہ کی طرف آئی تھی اس کا اس مقام پر گذر ہوا، اس نے جب قرآن مجید کی آیتین سنین تو یکبار پکار اُٹھی کہ یہی وہ نورِ حق ہے جو درخشان ستارون مین ہمین نظر آتا ہے، وہ لوٹکر اپنی قوم مین گئی اور انکو جاکر خاتم نبوت کے ظہور کی بشارت[1] سنائی۔

---

[1] یہ پوری تفصیل صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب الجہر فی الصبح مین ہے، اور امام بخاری نے مختلف ابواب مین اس واقعہ کو درج کیا ہے مثلاً تفسیر سورہ جن وباب الجہر بقراۃ صلوٰۃ الفجر، ومسند ابن حنبل روایت ابن عباس جلد ۱ صفحہ ۲۵۲، وصحیح ترمذی تفسیر سورہ جن۔

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْا اِنَّا
سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ه یَّهْدِیْ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ
وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا اَحَدًا ه وَّاَنَّهُ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا
مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ه وَّاَنَّهُ كَانَ یَقُوْلُ
سَفِیْهُنَا عَلَی اللّٰهِ شَطَطًا ه وَّاَنَّا ظَنَنَّا اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ
الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ه وَّاَنَّهُ كَانَ
رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ یَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ
الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ه وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ
لَّنْ یَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ه وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا
مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِیْدًا وَّشُهُبًا ه وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ
مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ یَّسْتَمِعِ الْاٰنَ یَجِدْ لَهٗ
شِهَابًا رَّصَدًا ه وَّاَنَّا لَا نَدْرِیْۤ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ
فِی الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ه وَّاَنَّا
مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ه كُنَّا
طَرَآئِقَ قِدَدًا ه وَّاَنَّا ظَنَنَّا اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِی الْاَرْضِ وَلَنْ
نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ه وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤی اٰمَنَّا بِهٖ ه فَمَنْ یُّؤْمِنْ
بِرَبِّهٖ فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ه وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ
وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ه فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ه
وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ه (جن)

اے پیغمبر! لوگوں سے کہدے کہ مجکو بذریعہ وحی خبر دی گئی ہے کہ جنوں
کی ایک جماعت نے قرآن کو سنا، تو اونھوں نے کہا کہ ہمنے عجیب کتاب الٰہی
سنی جو ہدایت کی طرف رہنمائی کرتی ہے تو ہم اوسپر ایمان لائے، اور اب ہم ہرگز
خدا کا کسی کو شریک بنائینگے، خداوند تعالیٰ کی نہ تو کوئی بیوی ہے اور نہ کوئی
لڑکا ہے ہم میں سے کچھ بیوقوف خدا پر بہت دور از عقل الزام قائم کرتے تھے، ہم
سمجھتے تھے کہ کوئی انسان یا جن خدا پر جھوٹا الزام نہیں قائم کر سکتا، انسانوں
میں کچھ ایسے لوگ تھے جو بعض جنوں کی پناہ مانگا کرتے تھے تو انہیں نے انکو اور زیادہ
گمراہ کر دیا، یہ انسان بھی ہماری ہی طرح یہ سمجھتے تھے کہ اب خدا کوئی پیغمبر نہ بھیجے گا،
ہمنے آسمان کو خوب ٹٹولا تو ہمنے پایا کہ وہ نگہبانوں سے اور ٹوٹنے والے تاروں سے بھرا ہوا ہے
ہم پہلے اوس آسمان کی بعض نشستگاہوں میں سننے کو بیٹھ جاتے تھے، اب جو کوئی
سننا چاہتا ہے تو وہ اپنی تاک میں ٹوٹنے والے ستارہ کو پاتا ہے، اور ہمیں نہیں معلوم کہ اس
انقلاب سے زمین والوں کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ کیا جا رہا ہے یا اونکا پروردگار
انکے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے، ہم میں اچھے بھی ہیں اور انکے علاوہ اور لوگ بھی
ہیں، ہم جدا جدا راستوں پر تھے، اور ہم سمجھتے تھے کہ ہم خدا کو اس زمین میں عاجز
نہیں کر سکتے اور بھاگ کر اس کے قبضے سے نکل سکتے، اور اب جب ہمنے اس ہدایت
کی بات کو سن لیا تو اب ہم اس پر ایمان لائے ہیں تو جو شخص اپنے پروردگار
پر ایمان لے آتا ہے تو پھر گھاٹے ٹوٹے کا اس کو ڈر نہیں رہتا، ہم کچھ اطاعت
گذار ہیں، کچھ گنہگار ہیں، تو جو اطاعت گذار ہیں انھیں نے حقیقت میں ہدایت
کا راستہ ڈھونڈھ نکالا ہے، اور جو گنہگار ہیں وہ جہنم کے ایندھن ہیں۔

پھر سورۂ احقاف مین اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَیْکَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ج
فَلَمَّا حَضَرُوْہُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ج فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰی
قَوْمِہِمْ مُّنْذِرِیْنَ ہ قَالُوْا یٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا
کِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْ م بَعْدِ مُوْسٰی مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ
یَدَیْہِ یَھْدِیْٓ اِلَی الْحَقِّ وَاِلٰی طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ ہ
یٰقَوْمَنَآ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰہِ وَاٰمِنُوْا بِہٖ یَغْفِرْ لَکُمْ
مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ وَیُجِرْکُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ہ (احقاف ۴)

ہمنے جب جنون کی ایک جماعت کے رُخ کو اے پیغمبر تیری طرف پھیر دیا
کہ وہ قرآن کو سُنین، تو جب وہ آئے تو انھون نے ایک دوسرے سے
کہا چپ رہو، جب قرآن ختم ہوگیا تو وہ اپنی قوم کے پاس گئے کہ اُنھین خبردار
کرین۔ انھون نے جاکر کہا، بھائیو! ہم نے ایک شریعت کی کتاب کو سنا جو
موسیٰ کے بعد اتاری گئی ہے اور اسکے پہلے جو کتاب الٰہی آئی ہو اسکی تصدیق
کرتی ہو اور سچائی اور سیدھی راہ دکھاتی ہو، اے بھائیو! خدا کے پکارنیوالے کو قبول کرو
اور اسپر ایمان لاؤ تاکہ وہ تمہارے گناہونکو معاف کرے اور دردناک عذاب سے تمکو بچائے

صحیح مسلم[۱] سے معلوم ہوتا ہے کہ جنون نے دو دفعہ آنحضرت صلعم کو کلام مجید پڑھتے سنا، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی یہ دونون سورتین الگ الگ واقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہون، پہلے واقعہ مین حضرت عبداللہ بن مسعود شریک[۲] نہ تھے، اور آنحضرت صلعم نے اور نہ کسی صحابی نے ان جنون کو اپنی آنکھون سے دیکھا[۳]۔ بلکہ آنحضرت صلعم کو اسکی اطلاع ایک درخت[۴] نے کی، اور تفصیلی کیفیت وحی آسمانی سے معلوم ہوئی، اسی واقعہ کو واقعۂ **لیلۃ الجن** (جن کی رات) کہتے ہین لیکن یہ دونون واقعے مکہ معظمہ ہی مین گذرے ہین، **صحیح مسلم**[۴]، **ترمذی**[۵] اور مسند طیالسی مین ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے انکے شاگرد خاص علقمہ نے پوچھا کہ آپ صاحبون مین سے کوئی لیلۃ الجن مین آنحضرت صلعم کے ساتھ تھا، انھون نے کہا، نہین، لیکن ایک اور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ شب کو ہم لوگون نے آنحضرت صلعم کو نہین پایا، میدانون اور گھاٹیون مین ہر جگہ ڈھونڈا مگر آپ نہین ملے، ہملوگون کو طرح طرح کے خیال آنے لگے۔ کہ آپ کو کوئی اُٹھالے گیا، یا دھوکے سے کسی نے قتل کردیا، سخت اضطراب اور قلق مین ہم نے

۱؎ صحیح مسلم باب الجہر بقراءۃ الصبح ۲؎ صحیح بخاری و مسلم باب مذکور و مسند احمد جلد اول صفحہ ۴۵۲ ۳؎ صحیح مسلم باب مذکور۔
۴؎ صحیح مسلم باب مذکور۔ ۵؎ ترمذی تفسیر سورۂ احقاف۔

یہ رات بسر کی، صبح ہوئی تو دیکھا کہ آپ غارِ حرا کی طرف سے چلے آرہے ہین، ہم سب نے عرض کی کہ یارسول اللہ ہم نے شب کو ہر جگہ آپ کو ڈھونڈا، مگر کہین آپ نہین ملے، ہم سب نے سخت اضطراب اور قلق مین یہ رات بسر کی، فرمایا کہ "رات کو جنون کا قاصد آیا تھا مین اس کے ساتھ گیا تھا مین نے ان کو قرآن پڑھکر سنایا" اس کے بعد آپ ہم سب کو لیکر اس مقام پر لے گئے اور وہان ان کے قیام اور آگ جلانے کے نشانات دکھائے، اور فرمایا کہ انھون نے مجھ سے زادِ راہ کی خواہش کی مین نے اُنکے لیے دعا کی کہ وہ جس ہڈی اور گوبر پر گذرین ان کے لیے وہ کھانا ہوجائے[1]

مسند ابن حنبل کے زیادات مین حضرت عبداللہ بن مسعود کی زبانی جنون کی آمد کا ایک اور واقعہ مذکور ہے، وہ کہتے ہین کہ ایک دفعہ آنحضرت صلعم مکہ مین رات کے وقت ہم لوگون کے ساتھ بیٹھے تھے کہ یکایک آپ نے فرمایا کہ تم مین سے میرے ساتھ کوئی چلے۔ لیکن وہ نہ چلے جس کے دل مین ذرا سا بھی کھوٹ ہو، ابن مسعود کہتے ہین کہ مین پانی کا لوٹا لیکر آپ کے ساتھ ہولیا، آپ مجھے ساتھ لیے ہوئے مکہ کے آگے پہنچے، وہان مجھکو کچھ پرچھائیان ایک جگہ اکھٹی نظر آئین، آپ نے ایک خط کھینچ دیا اور فرمایا کہ جب تک مین واپس نہ آؤن تم یہین کھڑے ہو، یہ کہکر آنحضرت صلعم آگے بڑھ گئے، مین نے دیکھا کہ وہ پرچھائیان آپ کی طرف چلین آپ اُن کے ساتھ دیر تک بیٹھے باتین کرتے رہے، جب فجر کا اُجالا ہوا، تو آپ میرے پاس آئے، اور وضو کا پانی مانگا مین نے دیکھا تو وہ پانی کے بجائے کھجور کا شربت (نبیذ) تھا، آپ نے فرمایا اس مین کیا حرج ہے، کھجور بھی پاک ہے اور پانی بھی پاک ہے، یہ کہکر آپ نے اسی سے وضو کیا، اس کے بعد نماز کو کھڑے ہوئے تو ان مین سے دو آدمی پاس آکر کہنے لگے کہ یارسول اللہ ہم بھی آپ کے پیچھے نماز پڑھین گے، چنانچہ وہ بھی میرے ساتھ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے، نماز سے فارغ ہوکر مین نے پوچھا کہ یارسول اللہ! یہ کون لوگ تھے؛ فرمایا یہ شہر نصیبین کے جن تھے، اپنے کچھ معاملات میرے پاس فیصلہ کے لیے لائے تھے، انھون نے مجھ سے توشہ مانگا تو مین نے دیدیا، عرض کی یارسول اللہ کیا آپ کے ساتھ توشہ کا کوئی سامان تھا؛ فرمایا مین نے انھین گوبر اور ہڈی کا توشہ دیدیا ہے، گوبر اُن کے لیے گیہون اور ہڈی گوشت ہوجائے گی اسی موقع پر آپ نے

[1] صحیح مسلم باب الجہر بقراءۃ الصبح و صحیح بخاری باب ذکر الجن، صحیح بخاری و مسلم و ترمذی باب الاستنجاء،

گوبر اور ہڈی سے استنجا منع فرمایا۔[1]

زیادات مسند اور صحیح مسلم کی یہ دونون روایتین کیا ایک ہی واقعہ کی دو تفصیلین ہین؟ مگر ان دونون روایتون کے جزئیات مین اس قدر فرق ہے کہ وہ یقیناً ایک نہین ہوسکتین لیکن حقیقت یہ ہے کہ زیادات مسند کی روایت بالکل لغو اور بے سروپا ہے۔ اس روایت کا سلسلہ سند یہ ہے عن ابی فزارۃ عن ابی زید مولیٰ عمرو بن الحریث المخزومی عن عبد اللہ بن مسعود، اس مین ابوزید مولیٰ عمرو بن حریث ایک مجہول راوی ہے جس سے محدثین مین کوئی واقف نہین، حافظ ذہبی میزان الاعتدال مین لکھتے ہین،

ابو زید مولیٰ عمرو بن حریث لا یعرف عن ابن مسعود وعنہ ابو فزارۃ لا یصح حدیثہ ذکرہ البخاری فی الضعفاء ومتن حدیثہ ان نبی اللہ توضأ بالنبیذ وقال ابو احمد الحاکم رجل مجہول قلت مالہ سوی حدیث واحد،	ابوزید غلام عمرو بن حریث اس کو کوئی جانتا نہین، اس نے ابن مسعود سے روایت کی ہے اور اس سے ابوفزارہ نے اسکی حدیث صحیح نہین، بخاری نے ضعفا مین اس کو درج کیا ہے اس کی حدیث کی متن یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے نبیذ سے وضو کیا، ابواحمد حاکم کہتے ہین کہ یہ مجہول الحال آدمی ہے مین کہتا ہون کہ اسکی یہی ایک حدیث ہے

البتہ جامع ترمذی مین اسی قسم کا ایک واقعہ عبد اللہ بن مسعود سے فرشتون کی آمد اور دیدار کے متعلق بروایت صحیحہ مروی ہے۔

---

[1] مسند ابن حنبل جلد اول صفحہ ۴۵۸۔

شقِ قمر

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (قمر)

پیغمبر کی صداقت کی گواہی کائنات کا ذرہ ذرہ دیتا ہے، آسمان اور زمین چاند اور سورج ہر چیز اسکی صداقت کا ثبوت بنجاتی ہے، انجیل (متی ۲-۲) مین ہو کہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے وقت ایک نیا ستارہ طلوع ہوا، اور جب انھون نے وفات پائی تو تین گھنٹہ کے لیے تمام دنیا مین اندھیرا چھا گیا (متی ۲۷-۴۵) قربِ قیامت کی ایک نشانی یہ بھی تھی کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو جائین گے یہ نشانی آنحضرت صلعم کے دستِ مبارک پوری اتری اور قرآن نے کہا

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ہ وَاِنْ یَّرَوْا آیَۃً يُعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ (قمر ۱) — قیامت نزدیک آگئی اور چاند شق ہوگیا اگر یہ کافر کوئی سا بھی نشان دیکھین تو اُس سے اعراض ہی کرین اور کہین کہ یہ تو جادو ہے جو سدا سے ہوتا آیا ہو

بعض عقل پرست مسلمانون نے قربِ قیامت کی مناسبت سے یہ تاویل کی ہے کہ اس آیت سے آنحضرت صلعم کے عہد مین شقِ قمر کا ثبوت نہین ہوتا بلکہ یہ قیامت کے واقعہ کا ذکر ہے، لیکن اس حالت مین اوّل تو بے قرینہ ماضی کو (چاند پھٹ جائیگا) کے معنی مین لینا پڑیگا، دوسرے یہ کہ اگر یہ قیامت کا واقعہ ہوتا تو اسکے بعد یہ کیون ہوتا کہ "یہ کافر اگر کوئی سی نشانی بھی دیکھین تو منھ پھیر لین اور کہین کہ یہ تو جادو ہے جو ہوتا آیا ہے" قیامت سامنے آجانے کے بعد اس کے انکار کے کیا معنی اور اس کو مستمر جادو کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہو۔ اس کے علاوہ مستند اور صحیح روایات کی کیونکر تردید کی جاسکتی ہے۔

اس شقِ قمر کا واقعہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، مسند ابن حنبل، مسند طیالسی، مستدرک حاکم، دلائل بیہقی اور دلائل ابی نعیم مین بتصریح تمام مذکور ہو، صحابہ مین سے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، عبد اللہ بن عباسؓ، عبد اللہ بن عمرؓ، انس بن مالک، جبیر بن مطعم، علی ابن ابی طالب اور خذیفہ بن یمان وغیرہ نے اس واقعہ کی روایت کی ہے[1]

ان مین سب سے صحیح، اور مستند تر حضرت عبد اللہ بن مسعود کی روایت ہو جو صحیح بخاری و مسلم و ترمذی وغیرہ مین مروی ہے وہ اس واقعہ کے وقت موقع پر موجود تھے اور اس معجزہ کو اپنی آنکھون سے دیکھا تھا، چنانچہ اون کے الفاظ یہ مین

[1] زرقانی بر مواہب جلد ۵ صفحہ ۱۱۳

انشق القمر ونحن مع النبی صلعم بمنیٰ فقال اشهدوا وذهبت فرقة نحو الجبل (بخاری و ترمذی تفسیر سورۂ قمر و صحیح مسلم)

ہم آنحضرت صلعم کے ساتھ منیٰ میں تھے کہ چاند پھٹ گیا اور اس کا ایک ٹکڑا پہاڑ کی طرف چلا گیا آپ نے فرمایا "گواہ رہو"

صحیحین میں انکی دوسری روایت یہ ہے،

انشق القمر علی عهد رسول الله صلعم فرقتین فرقة فوق الجبل وفرقة دونه فقال رسول الله صلعم اشهدوا (صحیح بخاری مسلم)

آنحضرت صلعم کے زمانہ میں چاند کے دو ٹکڑے ہوگئے، ایک ٹکڑا تو پہاڑ کے اوپر رہا اور دوسرا اُسکے نیچے آپنے فرمایا "گواہ رہو"

حضرت انس بن مالک کی یہ روایت بخاری و مسلم دونوں میں ہے،

ان اهل مکة سألوا رسول الله صلعم ان یریهم آیة فاراهم القمر شقتین حتی رأوا حراء بینهما

اہل مکہ نے آپ سے مطالبہ کیا کہ آپ انکو کوئی معجزہ دکھائیں، آپ نے انکو چاند کے دو ٹکڑے دکھلائے ایک ٹکڑا حرا کے اِس طرف تھا، دوسرا اُس طرف

صحیح مسلم میں ہے:

سأل اهل مکة النبی صلعم آیة فاراهم القمر فرقتین،

اہل مکہ نے آنحضرت صلعم سے کوئی نشانی طلب کی تو آپ نے چاند کو دو ٹکڑے ہونے کو دکھایا۔

جامع ترمذی میں انکی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

سال اهل مکة النبی صلعم آیة فانشق القمر بمکة فرقتین فنزلت اقتربت الساعة وانشق القمر،

اہل مکہ نے آنحضرت صلعم سے کوئی نشانی طلب کی، تو چاند مکہ میں دو ٹکڑے ہوگیا، اسپر یہ آیت اتری۔ قیامت آگئی اور چاند پھٹ گیا

جامع ترمذی[1] اور مسند ابن حنبل[2] میں جبیر بن مطعم کی جو روایت ہے اس میں ہے کہ اس معجزہ کو دیکھکر کفار نے کہا کہ محمد نے ہمپر جادو کردیا ہے، دوسروں نے کہا کہ اگر ہم پر جادو کردیا ہے تو تمام آدمیوں پر تو وہ جادو نہیں کرسکتے مسند ابو داؤد طیالسی اور بیہقی میں ہے کہ انھوں نے کہا کہ "محمد تمام دنیا پر تو جادو نہیں کرسکتے، مسافروں کو اور مقامات سے آنے دو، دیکھو وہ کیا کہتے ہیں" چنانچہ جب اِدھر اُدھر سے مسافر آئے اور اُن سے پوچھا گیا، تو اُنھوں نے بھی اپنا یہی مشاہدہ بیان کیا۔

[1] ترمذی سورۂ قمر
[2] مسند جبیر بن مطعم صفحہ ۸۱ جلد ۴ حیدرآباد

بہرحال یہ معجزہ رات کے وقت مکہ مین بہ مقام منٰی واقع ہوا،

عقلی حیثیت سے یہ معجزہ زمانۂ قدیم سے معرکۃ الآرا ہے، علماے متکلمین نے فلسفۂ قدیم کے اصول پر اس مین خوب خوب موشگافیان کی ہین، مثلاً فلاسفۂ قدیم کا یہ اعتقاد تھا کہ اجرام فلکی مین خرق والتیام اور شکست وریخت محال ہے اس لیے شقِ قمر بھی ناممکن ہے متکلمین نے یہ ثابت کیا کہ اجرام فلکی مین خرق والتیام اور شکست وریخت ممکن ہے مگر اب جب کہ جدید طبعیات وہیئت نے ہمارے معلومات کے آسمان وزمین کو بدل دیا ہو۔ یہ مباحث بے سود اور بیکار ہین، اب تو ہر روز نئے نئے ستارون کے شکست وریخت اور تصادم کے حادثے سنے جا رہے ہین اور ہیئت جدید اور علمِ تکوین مین تو زمین، سورج چاند اور ستارون کے آغازِ آفرنیش کی داستان ہی اس باب سے شروع ہوتی ہے۔

اس سے دوسرے درجہ پر ایک اور قدیم اعتراض وجواب کتابون مین لکھا چلا آتا ہے، اور ہمارے مسیحی مناظرین نے اس کو نئے آب ورنگ سے شہرت دی ہے، اور وہ یہ ہے کہ اگر یہ معجزہ درحقیقت واقع ہوتا تو یہ صرف اہلِ مکہ ہی کو نظر نہ آتا، بلکہ اس کو تمام دنیا دیکھتی اور اسکی روایتین مشرق سے لیکر مغرب تک پھیل جاتین۔ لیکن بجز مکہ کے دنیا کے اور ملکون مین اس واقعہ کا چرچا نہین ہوا، اور تمام قدیم اہل نجوم وہیئت وتاریخ اسکی روایت سے خاموش ہین۔

لوگون نے اس شبہہ کے یہ جوابات دیے ہین کہ اولاً ہم اس کو تسلیم نہین کرتے کہ یہ واقعہ دوسرے ملک کے لوگون کو نظر نہین آیا، تم اس کے ثبوت مین کہو گے کہ اگر نظر آتا تو اس ملک کے اہلِ تاریخ اس کا ذکر کرتے، حالانکہ کسی تاریخ مین اس کا ذکر نہین لیکن سوال یہ ہو کہ ایک ملک کا مشہور واقعہ جو دوسرے ملک کی معاصر تاریخون مین مذکور نہو، صرف اس کا یہ عدمِ ذکر کیا اس کے انکار کی سند ہو سکتا ہے؟ اور اگر ایسا ہی تو ہندؤن کے مہابھارت کا تم انکار کر سکتے ہو، حضرت مسیح کے تمام معجزات بلکہ واقعات زندگی تک کا انکار کر سکتے ہو کہ شام ومصر کے معاصر رومی مورخون نے ایسے عجیب وغریب واقعات کا ایک حرف بھی قلمبند نہین کیا، اس کے برخلاف ابھی اوپر گی

روایتون مین بیان کیا جاچکا ہے کہ عرب و شام سے آنے والے مسافرون نے یہ بیان کیا کہ انھون نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا تھا

فلکی حیثیت سے جو اعتراض کیا جاتا ہی کہ اہلِ ہیئت جو اجرام فلکی کے ایک ایک واقعہ کو قلمبند کرتے آئے ہین انھون نے اس واقعہ کا ذکر نہین کیا ہی تو اس کا جواب یہ ہی کہ یہ معجزہ رات کے وقت ظاہر ہوا تھا، اور اس وقت دنیا کا بڑا حصہ خوابِ راحت مین مصروف تھا، جو لوگ بیدار بھی ہون گے وہ اپنے دوسرے مشاغل مین مصروف ہون گے - اور جنھون نے دیکھا بھی ہوگا ان مین کتنا بڑا حصہ ان کا ہوگا جو اپنے مشاہدات کو تحریری صورت مین لانے پر قادر نہ تھے یعنی ناخواندہ تھے، اور اگر ان مین چند لکھے پڑھے ارباب ہیئت اور اصحابِ تاریخ تھے تو ضروری نہین کہ انھون نے اپنے اس مشاہدہ کا تذکرہ بھی کیا ہو، یا تذکرہ کیا ہو تو انکی یادداشت مثل دوسری سینکڑون علمی یادداشتون کے ضائع ہوگئی ہو آغازِ آفرینش سے اب تک اجرام فلکی مین لاکھون انقلابات پیش آئے ہونگے لیکن کیا وہ سب کے سب دنیا کے اوراقِ ہیئت مین درج ہین؟ اور انکا درج نہونا انکے عدمِ وقوع کی دلیل ہے؟ مختلف مذاہب کی کتابون مین اس قسم کے حوادث فلکی کا ذکر ہے لیکن علم ہیئت و فلک اس کے ذکر سے خاموش ہے، لیکن یہ خاموشی اس کے عدم وقوع پر شہادت ہی؟ خود تمھاری انجیل مین ہی کہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے وقت ایک ستارۂ نبوت طلوع ہوا جس کو یورپ کے لوگون نے دیکھا اور پھر انجیل مین یہ بھی مذکور ہی کہ جب حضرت عیسیٰ کو سولی دی گئی تو تمام دنیا دفعۃً تاریک ہوگئی لیکن کیا ہیئت و افلاک کی کتابون مین ان انقلابات سماوی کا تذکرہ موجود ہی؟

حوادث فلکی کے حدوث اور وقوع مین بڑی چیز یہ ہے کہ اُس کا مشاہدہ مطالع اور مغارب پر موقوف ہے، اور ہر جگہ کے مطالع و مغارب دوسری جگہ سے نہایت مختلف ہین بلکہ بالخصوص قمر کے مطالع مین تو اور بھی سخت اختلاف ہی ایک جگہ چاند ڈوبتا ہے، دوسری جگہ نکلتا ہے، ایک جگہ چاندنی ہے۔ دوسری جگہ اندھیری ہوتی ہے، ایک جگہ چاند کو گہن لگتا ہے اور دوسرے مقامات کے لوگون کو وہ نظر تک نہین آتا،

اس لیے اگر تمام دنیا نے اِس معجزہ کو نہین دیکھا تو یہ شقِ قمر کی نفی کی دلیل نہین، چنانچہ دنیا کی مختلف باخبر قومون نے اپنی اپنی کتابون مین مختلف حوادث فلکی کا ذکر کیا ہے لیکن جس واقعہ کو ایک نے بڑے شد و مد سے بیان کیا ہو اسکی معاصر قومون کی کتابین اسکی شہادت سے قطعاً خالی ہین لیکن کیا یہ خاموشی اُس کے عدم وقوع کی سند ہو سکتی ہے؟ علاوہ اور وجوہ کے اُس خاموشی اور اختلاف کی ایک وجہ یہی ہوتی ہے کہ تمام دنیا کا ایک مطلع نہین ہو، اس لیے ایک چیز ایک جگہ نظر آتی ہے، دوسری جگہ نہین آتی۔

بعض متکلمین نے جن مین ایک شاہ ولی اللہ صاحب بھی ہین لکھا ہو اور امام غزالی کا بھی اِدھر ہی رجحان معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت چاند مین شگاف نہین ہوا تھا بلکہ لوگون کو ایسا نظر آیا، چنانچہ حضرت انس کی روایت کے یہ الفاظ ہین

سال اھل مکۃ آیۃ فاراھم القمر فرقتین (صحیح مسلم) اہل مکہ نے آپ سے نشانی طلب کی تو آپ نے چاند دو ٹکڑے دکھایا۔

ہم ان تمام پرپیچ راستون سے گذر کر صرف ایک سیدھی سی بات کہدینا چاہتے ہین، شق القمر اہل مکہ کی طلب پر ایک آیت الٰہی تھی، یعنی اُن منکرون کو انکی خواہش کے مطابق نبوت کی ایک نشانی دکھائی گئی تھی، احادیث مین یہ ہے کہ ان کو چاند دو ٹکڑے ہو کر نظر آیا، خواہ دراصل چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے ہون یا خدا نے انکی آنکھون مین ایسا تصرف کر دیا ہو کہ ان کو چاند دو ٹکڑے ہو کر نظر آیا، جو خدا انسانون کی آنکھون مین خلاف عادت تصرف کر سکتا ہو، وہ خود چاند مین بھی خلاف عادت تصرف کر سکتا ہو، پھر چونکہ اللہ نے یہ نشانی اہل مکہ کیلئے ظاہر کی تھی اور انھین کے لیے یہ آیۂ ثبوت تھی، اس لیے تمام دنیا مین اسکے ظہور اور روایت کی حاجت نہ تھی، اس بنا پر بالفرض اگر دنیا کے دوسرے حصّون مین شقِ قمر مشاہدہ نہوا تو یہ حیرت اور تعجب کی بات نہین، بلکہ اہل مکہ کے علاوہ اور لوگون کو دوسرے شہرون اور ملکون مین اس کا نظر نہ آنا ہی مصلحت الٰہی تھی کہ اگر یہ عام طور سے دوسرے اقطاع عالم کے لوگون کو بھی نظر آتا تو یہ سمجھا جاسکتا کہ یہ آسمان کے طبعی انقلابات مین سے کوئی انقلاب تھا، جیسا کہ اور سینکڑون قسم کے تغیرات اس سے پہلے ہو چکے ہین، جیسا کہ فلکیات اور علم بدء خلق (کسموگریفی اور نیچرل ہسٹری) مین مذکور ہین، لیکن جب اہل مکہ کے علاوہ جو شہر مکہ مین تھے، یا باہر قافلہ مین تھے، صرف انھین کو نظر آتا اس بات کی صاف اور صریح دلیل ہے کہ یہ صرف آنحضرت صلعم کے ایک نشان کے طور پر ظاہر ہوا، وللہ الحمد

غلبۂ روم کی پیشینگوئی

الٓمّٓ، غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْ اَدْنَی الْاَرْضِ (روم)

آنحضرت صلعم نے اپنی الہامی زبان سے جن واقعات کی پیشینگوئی کی ہے، اُن سب مین سب سے زیادہ شاندار، سب سے زیادہ صاف وصریح، سب سے زیادہ معرکۃ الآرا، غلبۂ روم کی پیشینگوئی ہے۔

عرب کے چپ وراست دونون پہلوؤن مین روم وفارس کی پرزور حکومتین قائم تھین، اس وقت ایران کا تاجدار خسرو، اور روم کا فرمانروا ہرقل تھا، ان دونون سلطنتون مین ایک مدت سے معرکہ آرائیون کا سلسلہ قائم تھا، بعثت نبوی کے پانچوین سال یعنی سنہ ۶۱۳ء مین ان دونون ہمسایہ سلطنتون مین ایک خونریز جنگ شروع ہوگئی، اگرچہ ان دونون قومون مین کسی قوم نے مذہب اسلام قبول نہین کیا تھا، تاہم رومی حضرت عیسیٰ کے پیرو اور اہل کتاب تھے، اور انکے عقائد مشرکین مکہ کے عقائد کے ساتھ مطابقت رکھتے تھے، اس لیے لازمی طور سے مسلمانون کو رومی عیسائیون کے ساتھ اور مشرکین مکہ کو ایرانیون کے ساتھ ہمدردی تھی، اس لیے مسلمانون اور کفار قریش دونون کو جنگ کے نتیجہ کا شدت کے ساتھ انتظار تھا،

ان دونون سلطنتون کے حدود دریاے دجلہ وفرات کے کنارون پر آکر ملتے تھے، رومی سلطنت مشرق مین ایشیاے کوچک، حدود عراق، شام، فلسطین، اور مصر مین پھیلی ہوئی تھی، ایرانیون نے دوطرفہ حملہ کیا، ایک طرف تو وہ دجلہ وفرات کے کنارون سے شام کی طرف بڑھے، اور دوسری طرف ایشیاے کوچک کی جانب آذربائجان سے آرمینیا ہوکر موجودہ اناطولیہ مین داخل ہوگئے، اور دونون طرف سے رومیون کو پیچھے ہٹاتے ہٹاتے سمندر مین ان کو دھکیل دیا، شام کی سمت مین انھون نے یکے بعد دیگرے اس ارض مقدس کا ایک ایک شہر رومیون سے چھین لیا، سنہ ۶۱۴ء مین فلسطین اور اس کا مقدس شہر یروشلم صلیبی علم کے بجاے درفش کاویانی کے زیر سایہ آگیا، کنیسے مسمار کیے گئے، مذہبی شعائر کی توہین کی گئی، ۲۶ ہزار یہودیون نے ایرانی فوج مین شامل ہوکر ۹۰ ہزار بے گناہ عیسائیونکا

قتل عام کیا، شہنشاہِ ایران کے قصرِ اقامت کی تیس ہزار مقتول سرون سے آرائش کی گئی، ایرانی فتوحات کا سیلاب اس سے آگے بڑھکر ۶۱۶ء مین پورے وادی نیل یعنی مملکت مصر پر محیط ہوگیا اور آخر اسکندریہ کے ساحل پر جاکر تھما، اور دوسری طرف تمام ایشیاے کوچک کو زیر وزبر کرتا ہوا باسفورس کے ساحل پر جاکر رکا، اور قسطنطنیہ کی دیوارون سے جاکر ٹکرایا، شہنشاہِ روم کے دار السلطنۃ کے سامنے ایران کے فاتح لشکر نے جاکر اپنے خیمے کھڑے کیے، اور اب رومیون کے بجائے عراق وشام وفلسطین ومصر وایشیاے کوچک کے وسیع علاقون مین ایرانی حکومت قائم ہوگئی، ہر جگہ آتشکدے تعمیر ہوئے، اور مسیح کے بجائے آگ اور سورج کی جبری پرستش کا رواج دیا گیا، رومی سلطنت کی اس تباہی کو دیکھکر رومی شہنشاہی کی وسیع مملکت مین بغاوتین کھڑی ہوگئین افریقہ مین بھی شورش ہوئی، خود قسطنطنیہ کے قریب یورپ مین مختلف قومین قتل وغارت گری مین مصروف ہوگئین، غور کرو گویا اس وقت سلطنتِ رومہ کے پرزے پرزے اُڑ گئے تھے،

جنگ کا نتیجہ جب ایسا خلافِ امید ظاہر ہوا، تو مسلمانون کو یقیناً رنج اور کفار کو مسرت حاصل ہوئی، اور انھون نے مسلمانون کو طعنہ دیا، "کہ جس طرح ہمارے بھائی غالب ہوئے ہین، اُسی طرح اگر تم ہم سے لڑتے تو ہم غالب ہوتے" اُس وقت رومیون کی جو افسوسناک حالت تھی، وہ سن چکے کہ وہ اپنے مشرقی مقبوضات کا ایک ایک چپہ کھو چکے تھے، خزانہ خالی تھا، فوج منتشر تھی، ملک مین بغاوتین پیدا تھین، شہنشاہِ روم ہرقل ہمہ تن عیاش، بے پروا، سست اور مبتلاے ادہام تھا، ایرانیون کا فاتح سپہ سالار قسطنطنیہ کے دروازہ پر پہنچکر رومیون کے سامنے حسب ذیل شرائط پیش کرتا ہے۔ رومی باج اداکرین، ایکہزار ٹالنٹ سونا، ایکہزار ٹالنٹ چاندی، ایکہزار حریر کے تھان، ایک ہزار گھوڑے، اور ایکہزار باکرہ لڑکیان ایرانیون کے حوالہ کرین، رومیون کی کمزوری کی یہ حالت ہو کہ وہ ان شرمناک شرائط کو قبول کرتے ہین اس پر بھی جب رومی قاصد شہنشاہِ ایران کے دربار مین مصالحت کا پیام لیکر جاتا ہے، تو مغرور خسرو جواب دیتا ہے "مجکو یہ نہین، بلکہ خود ہرقل زنجیرون مین بندھا ہوا میرے تخت کے نیچے چاہیے، اور اُس وقت تک مین صلح نہین کرون گا جب تک شہنشاہِ روم اپنے مصلوب خدا کو چھوڑکر سورج دیوتا کے آگے سر نہ جھکائے گا"

کارزارِ عالم کا نقشہ یہ تھا کہ معرکۂ جنگ سے بہت دور، ایک خشک اور بنجر زمین کی سنسان پہاڑی سے ایک شہزادۂ امن نمودار ہوا، اور واقعاتِ عالم کے بالکل برخلاف سروشِ غیب کے نغمۂ قدس مین گویا ہوا۔

الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِيْنَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ (روم ۱)

رومی قریب تر زمین مین مغلوب ہوگئے، لیکن وہ چند سال مین مغلوب ہو جانے کے بعد پھر غالب ہون گے، خدا ہی کے ہاتھ مین پہلے اور پیچھے سب اختیار ہے، اور اس دن مسلمان خدا کی مدد سے خوش ہونگے وہ جس کی چاہے مدد کرے، وہ غالب رحم والا ہے، خدا کا وعدہ ہے، خدا اپنے وعدہ کے خلاف نہین کرتا،

یہ پیشینگوئی واقعات کے لحاظ سے اس قدر مستبعد اور ناقابلِ یقین تھی، کہ کفار نے اس کے صحیح ہونے کی صورت مین کئی اونٹون کے ہارنے کی مسلمانون سے شرط لگائی اب مسلمانون اور کافرون دونون کو بڑی شدت سے واقعات کے پہلو کا انتظار تھا، آخر چند سال کے بعد دنیا نے خلافِ اُمید پلٹا کھایا، مؤرخ گبن کے الفاظ مین "شہنشاہ جو اپنی ابتدائی اور آخری زندگی مین سستی، عیاشی، اور اوہام کا غلام، اور رعایا کے مصائب کا نامرد تماشائی تھا، جس طرح صبح و شام کا کہرا، آفتاب نصف النہار کی روشنی سے پھٹ جاتا ہے، دفعۃً (۶۲۲ء مین) محلون کا ارکاڈیوس، میدانِ جنگ کا سیزر بن گیا، اور روم اور ہرقل کی عزت نہایت شاندار طریقہ سے بچالی گئی"[1] جسوقت ہرقل اپنی بقیہ فوج لیکر قسطنطنیہ سے چلا ہے، لوگون کو معلوم ہوتا تھا کہ رومۃ العظمیٰ کے آخری لشکر کا منظر دنیا کے سامنے ہے[2]، لیکن عرب کے نبیِ اُمّی کی پیشینگوئی حرف بحرف پوری ہوئی، اور عین اسوقت جب مسلمانون نے بدر کے میدان مین قریش کو شکست دی، رومیون نے ایرانیون پر غلبہ حاصل کیا، مشرقی مقبوضات کا ایک ایک شہر واپس لے لیا، اور ایرانیون کو باسفورس اور نیل کے کنارون سے ہٹا کر پھر دجلہ و فرات کے سواحل کی طرف ڈھکیل دیا،

اس عظیم الشان پیشینگوئی کی صداقت کے اثر نے دنیا کو محوِ حیرت کر دیا، قریش کے بہت سے لوگ اس صداقت

[1] تاریخ زوال روم مصنفہ گبن ج ۲ صفحہ ۳۰۰ مطبوعہ ۱۸۹۰ء [2] ایضاً

کو دیکھکر مسلمان[1] ہوگئے، واقعہ کے ساڑھے بارہ سو برس کے بعد تاریخ زوال روم کا مشہور مصنف گبن، اس حیرتناک پیشینگوئی کی سچائی سے متحیر ہو کر کہتا ہے،

"مشرق کی ان دو عظیم الشان سلطنتوں کے ڈانڈے پر بیٹھکر ان دونوں کی ایک دوسرے کو تباہ کردینے والی روز افزون کوششوں کی ترقی کو دلی مسرت کے ساتھ بغور مطالعہ کر رہا تھا، اور عین اس وقت جب ایرانیوں کو پیہم کامیابیاں حاصل ہو رہی تھیں، اس نے اس پیشینگوئی کی جرأت کی، کہ در چند سال میں فتح و ظفر رومی علم پر سایہ افگن ہوگی، جس وقت میں یہ پیشینگوئی کی گئی تھی، کوئی پیشینگوئی اس سے زیادہ دور از قیاس نہیں ہوسکتی تھی، کیونکہ ہرقل کی بارہ سال کی (سنہ ۶۱۰ء سے سنہ ۶۲۲ء تک) حکومت نے اس بات کا اعلان کر دیا تھا کہ رومی شہنشاہی نہایت جلد بکھر جائیگی[2]"۔

ہرقل کی طبیعت میں اس فوری انقلاب، اور واقعات کی رو کے اس حیرتناک تغیر کے اسباب کی تفصیل میں تاریخ روم کے مصنفین نے عجیب عجیب باتیں پیدا کی ہیں، لیکن انھیں کیا معلوم کہ اس خونی معرکہ سے دور ایک پیغمبرانہ ہاتھ رومیوں کی مدد کے لیے دراز تھا، اور وہی اس انقلاب اور تغیر کا سب سے بڑا روحانی سبب تھا۔

مستدرک[3] (علی شرط الصحیحین) اور جامع ترمذی[4] میں ہے کہ "روم و فارس کی جب جنگ شروع ہوئی تو مشرکین، ایرانیوں کے طرفدار تھے، کیونکہ وہ بھی بت پرست تھے اور مسلمان رومیوں کے طرفدار تھے، کہ وہ اہل کتاب تھے، اس وقت ایرانی رومیوں کو دباتے جارہے تھے، اس پر سورۂ روم کی پیشینگوئی نازل ہوئی، حضرت ابوبکرؓ نے چلا چلا کر تمام مشرکین کو یہ پیشینگوئی سنائی، مشرکین نے کہا کہ اس پیشینگوئی کے لیے کوئی سال مقرر کرو، حضرت ابوبکرؓ نے پانچ سال کی شرط کی، آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا، تو فرمایا کہ بضع کا لفظ ۳ سے ۹ تک بولا جاتا ہے، اس لیے دس سال سے کم کی مدت مقرر کرنی چاہیے تھی، چنانچہ اس تشریح کے مطابق نویں سال غزوۂ بدر کے موقع پر پیشینگوئی پوری ہوئی، اور رومی غالب آئے"۔

غزوۂ بدر ہجرت کے پہلے سال اور بعثت کے چودھویں سال پیش آیا۔ اس سے ۹ برس پہلے، بعثت کا پانچواں سال

[1] ترمذی تفسیر سورۂ روم، [2] تاریخ زوال روم جلد ۲ صفحہ ۳۰۲ و ۳۰۳ طبع مذکور، [3] جلد ۲ تفسیر سورۂ روم، [4] تفسیر سورۂ روم

ہوگا، اِس بنا پر پیشینگوئی کا زمانہ سنہ ۵ بعثت اور اس کے پورے ہونے کا زمانہ سنہ ۱۴ بعثت یا سنہ ۱ھ ہی، بعض لوگون نے اِس پیشینگوئی کے پورے ہونے کا زمانہ صلح حدیبیہ کا سال یعنی سنہ ۶ھ بیان کیا ہے، یہ صحیح نہین، شاید لوگون کو اس سے دھوکا ہوا کہ صحیح بخاری وغیرہ مین ہو کہ قاصد نبوی جب اسلام کا دعوت نامہ لیکر قیصر کے پاس گیا تو وہ اس وقت فتح کا شکریہ ادا کرنے کے لیے شام آیا ہوا تھا، اور معلوم ہے کہ قاصد صلح حدیبیہ کے زمانہ مین روانہ ہوئے تھے، اس لیے لوگون نے یہ سمجھا کہ حصولِ فتح کی بھی یہی تاریخ ہے، مگر یہ مغالطہ بالکل ظاہر ہے کہ فتح کی تاریخ نہین، بلکہ فتح کے جشن کی تاریخ ہے، رومی تاریخ کی مطابقت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سنہ ۶۱۰ء مین آپ کی بعثت ہوئی، سنہ ۶۱۱ء سے روم و فارس کی چھیڑ چھاڑ شروع ہوئی، سنہ ۶۱۳ء مین اعلانِ جنگ ہوا، سنہ ۶۱۴ء سے رومیون کی شکست کا آغاز ہوا، سنہ ۶۱۶ء مین رومی شکست تکمیل کو پہنچ گئی، سنہ ۶۲۲ء سے پھر رومیون نے حملہ شروع کیا، سنہ ۶۲۳ء سے اُنکی کامیابی کا آغاز ہوا، اور سنہ ۶۲۵ء مین اُنکی فتح تکمیل کو پہنچ گئی، اس ترتیب سے دیکھیے تو ظاہر ہوگا کہ اس پیشینگوئی کی خوبی یہ ہے کہ اگر آغازِ شکست سے آغازِ فتح تک جوڑیے تو بھی ۹ برس ہوتے ہین، اور اگر انجامِ شکست سے اختتامِ فتح تک جوڑیے تو بھی وہی ۹ برس ہون گے،

اِس فتح کی تکمیل کے بعد ہرقل پھر وہی سست و عیاش قیصر بن گیا، جو پہلے تھا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دستِ قدرت نے صرف اِس پیشینگوئی کے پورا کرنے کے لیے چند سال کے واسطے اُس کے دل و دماغ کو بیدار، اور دست و بازو کو ہشیار کر دیا تھا، پیشینگوئی کی تکمیل کے بعد پھر پہلے کی طرح تعیش اور کاہلی نے اُسکو عیش و غفلت کے بستر پر تھپک تھپک کر سُلا دیا۔

دیگر آیات و دلائلِ نبوی

قرآن مجید مین

طیرِ ابابیل کی نشانی

آنحضرت صلعم کی ولادت عام الفیل مین ہوئی جس مین ابرہتہ الاشرم نے ہاتھیون کی قطار کے ساتھ خانۂ کعبہ پر حملہ کرنا چاہا تھا، لیکن فضاے آسمانی کے ایک نہایت حقیر پرندہ نے کنکریون کے ذریعہ سے ان کو ہلاک کر دیا، یہ ایک عظیم الشان نشان تھا جس کا ظہور مسلمان اور عیسائی دونون تسلیم کرین گے کہ مشرکینِ عرب کی تائید کے لیے نہین ہو سکتا تھا، کیونکہ ابرہتہ الاشرم ایک عیسائی بادشاہ تھا، جس کا مذہب بہر حال مشرکین سے بہتر تھا، بلکہ یہ خود آنحضرت صلعم کے ظہور کا نشان تھا، جنکی ذاتِ پاک حقیقی طور پر خانۂ کعبہ کی حفاظت کی کفیل تھی یہی وجہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اس معجزہ کے ذکر مین خاص طور پر آپ کی طرف روے خطاب کیا ہے۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ، اَلَمْ يَجْعَلْ	کیا تونے نہین دیکھا کہ تیرے پروردگار نے ہاتھی والون کے ساتھ
كَيْدَهُمْ فِىْ تَضْلِيْلٍ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ	کیا کیا، اون کی چھپی گھاتون کو بے راہ نہین کر دیا، اور اُن پر
تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ	جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے، جو اُن کو پتھریلی کنکریون سے مارتے
(فیل) - - - - - - - - - -	تھے تو خدا نے اُنکو کھائی ہوئی بھُس کے مانند کر دیا۔

یہ سورہ واقعہ کے تقریباً ۴۰ برس بعد اتری تھی، اور غالباً اُسوقت متعدد اشخاص اس واقعہ کے چشم دید گواہ ہون گے، اور ایسے تو ہزارون ہون گے جنھون نے دیکھنے والون سے براہ راست اور بلا واسطہ اس واقعہ کو سنا ہوگا، کُفّار جو ہمیشہ آنحضرت صلعم کی تکذیب کے درپے رہتے تھے، اگر اس صورتِ واقعہ کے بیان مین کچھ بھی غلطی یا جھوٹ شامل ہوتا تو وہ اس کی علانیہ تردید کر دیتے، مگر ایسا نہین ہوا، اس لیے اس کی سچائی مین کوئی شک وشبہہ نہین کیا جا سکتا۔

شہبِ ثاقب کی کثرت

آنحضرت صلعم کو جب نبوت عطا ہوئی تو نظمِ آسمانی مین ایک خاص انقلاب پیدا ہوا، جنّات

جو پہلے آسمان کے قریب تک جا سکتے تھے، اُن کی آمد و رفت مسدود کردی گئی، اور اُن پر ٹوٹنے والے تارون کی بارش ہونے لگی، چنانچہ قرآن مجید مین خود جنات کی زبانی بیان ہے۔

وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا (جن ۱)

ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو پایا کہ وہ سخت پہرہ دارون اور ٹوٹنے والے تارون سے بھر دیا گیا ہے، اور ہم پہلے سننے کو وہان ٹھکانون پر بیٹھتے تھے، لیکن اب جو کوئی سنے تو تارے کو اپنی تاک مین پاوے۔

شرح صدر

شرحِ صدر یعنی سینہ کا کھول دینا، یا اِس غرض سے چاک کرنا کہ وہ انوارِ الٰہی سے معمور کیا جائے، ایک دولتِ ربانی تھی جو آنحضرت صلعم کو عطا ہوئی، ارشاد ہوا۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ، (شرح)

اے محمد کیا ہمنے تیرے سینہ کو کھول نہین دیا (یا چاک نہین کر دیا)

احادیث مین گو اِس شرحِ صدر کی پوری تفصیل مذکور ہے، مگر بہر حال قرآن پاک سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ خواہ یہ ظاہری طور سے، یا باطنی رنگ مین علم و حکمت اور نور و معرفت کی غیر معمولی اور ما فوق بشری بخشش ہو، ہر صورت مین وہ ایک فہم سے بالاتر کیفیت تھی،

مکہ سے بیت المقدس تک ایک شب مین سفر

آنحضرت صلعم نے معجزانہ طریق پر ایک شب مین مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک جو پُر اسرار سفر کیا، قرآن نے اِن الفاظ مین اُن کی تصدیق کی ہے،

سُبْحٰنَ الَّذِيْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا، (اسرا ۱۶)

پاک ہے وہ خدا جو اپنے بندہ کو خانۂ کعبہ سے بیت المقدس تک رات کے وقت ایک شب مین لے گیا۔

حالانکہ ان دونون مقامات کے بیچ مین اُس زمانہ مین مہینون کا سفر تھا،

قریش پر قحط سالی کا عذاب

حضرت عبد اللہ بن مسعود کی روایت سے پہلے بھی یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ جب قریش نے آپ کی مخالفت کی تو آپ نے انکو بد دعا کی کہ "خداوندا اُن کو سات سال تک قحط مین مبتلا رکھ، جسطرح تونے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ مین سات سال مستقل قحط کو قائم رکھا تھا" چنانچہ اُن پر ایسا سخت قحط پڑا کہ لوگون نے

بھوک کے مارے مردار اور چمڑے کھائے، یہان تک کہ جب لوگ آسمان کی طرف دیکھتے تھے تو وہ ان کو دھوئین کی طرح نظر آتا تھا، یہ حالت دیکھکر ابوسفیان آپ کی خدمت مین حاضر ہوا، اور کہا کہ "اے محمدؐ! تم خدا کی اطاعت اور صلۂ رحم کا حکم دیتے ہو، حالانکہ خود تمہاری قوم تباہ ہو رہی ہے، اُس کے لیے خدا سے دعا کرو" آپ نے دعا فرمائی، اور بارش ہوئی جس نے قحط کی مصیبت کو دور کر دیا، اس کے بعد پھر قریش نے حسبِ دستور آپ کی مخالفت شروع کی تو قیامِ مکہ ہی کے زمانہ مین خدا نے آپ کی زبان سے یہ پیشینگوئی قریش کو سنائی کہ آیندہ اس کا انتقام ایک اور سخت گرفت سے لیا جائے گا، وہ گرفت بدر کی لڑائی تھی، چنانچہ سورۂ دخان کی ان آیتون مین اسی واقعہ کا ذکر ہے۔[1]

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ يَغْشَى	اس دن کا انتظار کرو، جب آسمان دھوان نمایان کریگا جو لوگون پر
النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا	چھا جائیگا، یہ نہایت تکلیف دہ عذاب ہے، خداوندا یہ عذاب ہمارے
الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ أَنَّى لَهُمُ الذِّكْرَى	اوپر سے ہٹا دے، ہم مسلمان ہین، اور کہان ان کے لیے نصیحت پکڑنا،
وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا	حالانکہ ان کے پاس ایک رسول کھلم کھلا آیا، پھر ان لوگون نے اس سے اعراض
مُعَلَّمٌ مَّجْنُونٌ إِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ	کیا اور کہا یہ سکھایا ہوا پاگل ہے، ہم تھوڑی دیر کے لیے اس عذاب کو ہٹا
قَلِيلًا إِنَّكُمْ عَائِدُونَ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ	لینے والے ہین تملوگ اسی قدیم حالت کی طرف عود کر جاؤگے، ہم اس
الْكُبْرَى إِنَّا مُنتَقِمُونَ، (دخان ۱)	روز انتقام لین گے جو سب سے بڑی پکڑ کا دن ہوگا،

موقع ہجرت کی معجزانہ نشانیان | کفار نے دار الندوہ مین چھپکر آپ کے قتل وغیرہ کے مشورے کئے، کوئی مسلمان نہ ان مین شریک تھا اور نہ کسی طرح ہو سکتا تھا، مگر آنحضرت صلعم کو ہر چیز کی خبر اللہ نے دیدی، دن، تاریخ، وقت سب آگاہی ہو گئی، اور پھر یہ کہ جس شب کو آپ نے ہجرت کی سب کو معلوم ہے کہ اُس رات کو آپ کے گھر کے چارونطرف دشمنونکا پہرہ تھا، تاہم آپ ان کی آنکھون مین خاک جھونک کر انھین کے درمیان سے گزر کر حضرت صدیق کے ساتھ شہر سے نکل گئے، آپ مکہ کے قریب ہی غارِ ثور مین جا کر چھپے، سو اب آثارِ قدم سے اشخاص کے مقام وگذرگاہ کا پتہ لگانے مین

[1] صحیح مسلم

نہایت شاق تھے، صبح کو وہ آپ کا پتہ لگاتے ہوے غار مذکور کے دہانہ تک پہنچ گئے، یہان تک کہ اگر وہ ذرا جھک کر دیکھتے تو آپ اُن کے سامنے تھے، حضرت ابوبکر اقتضاے بشری سے گھبرا اُٹھے، مگر آپ نے تسلّی دی کہ خدا ہمارے ساتھ ہے، چنانچہ ساتھ والے خدانے یہ تدبیر کی کہ کافرون سے اونکی یہ سوجھ چھین لی کہ وہ جھک کر دیکھین، اور اُن کے دل مین ایسی بات ڈال دی کہ وہ بے دیکھے واپس چلے گئے، سِیَر کی اکثر ضعیف روایتون مین اور مسند ابن حنبل کی ایک روایت مین جو زیادہ کمزور نہین ہی مذکور ہے کہ مکڑی نے غار کے منہ پر جالے تن دیے تھے، کفار نے کہا اگر کوئی اس غار مین جاکر چھپتا تو ظاہر ہے کہ یہ جالے ٹوٹ جاتے، اور یہ کہکر وہ واپس چلے گئے، اس غار سے نکل کر جب آپ مدینہ کی راہ چلے تو قریش کے سوار آپ کے تعاقب مین نظر آے، چنانچہ سراقہ اپنا گھوڑا دوڑاتا آپ کے قریب پہنچ گیا، دفعتہً گھوڑے کے پانون زمین مین دھنس گئے، تین دفعہ یہی واقعہ پیش آیا، سراقہ اس اعجاز کو دیکھکر مرعوب ہوگیا، اور خط امان لیکر واپس چلا گیا،

واقعہ ہجرت کے ان معجزانہ واقعات کا تفصیلی بیان احادیث مین ہے، مگر قرآن مجید کا یہ اجمالی اعتراف انکی تائیدی شہادت ہے۔

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ
اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ
وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ۝ (انفال ۴)

اور یاد کرو (اے پیغمبر) جب کفار تمھارے ساتھ داؤ کر رہے تھے، تاکہ تم کو یا قید کرین، یا قتل کرین، یا گھر سے نکال دین، وہ بھی داؤ کر رہے تھے، اور خدا بھی داؤ کر رہا تھا اور خدا سب داؤ کرنیوالون مین سے بہتر داؤ کرنیوالا ہے۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ
لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ
وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ
كَفَرُوا السُّفْلٰى ۚ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۚ وَاللّٰهُ

اے لڑائی سے پیچھے رہنے والے لوگو! اگر تم اس پیغمبر کی مدد نہ کروگے تو وہ تمھاری مدد سے بے نیاز ہے کہ خدا نے اس وقت اس کی مدد کی جب اوسکو کافرون نے مکہ سے نکال دیا تھا، دو رفیقون مین سے ایک تھے جب وہ دونون غار مین تھے، اپنے ساتھی سے کہا تھا کہ گھبراؤ نہین، خدا ہمارے ساتھ ہے، پھر خدا نے اس پر اپنی تسکین نازل کی اور ان فوجون سے اسکی مدد کی جکو تم نے

عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ، (توبہ ۶) — نے دیکھا اور کافرون کی بات کو نیچا کیا، اور خدا ہی کی بات اونچی رہتی ہے، او رخدا غالب ہے دانا ہے۔

خواب مین کفار کا کم دکھنا

ہجرت کے بعد سب سے پہلا معرکہ غزوۂ بدر کا پیش آیا، جس مین ایک طرف تین سو تیرہ مسلمان تھے، جو ہتھیارون سے بھی پورے آراستہ نہ تھے، دوسری طرف ایک ہزار قریش کی لوہے مین غرق فوج تھی، دنیا قیاس کر سکتی ہے کہ اس جنگ کا خاتمہ کس کے حق مین ہوتا، لیکن چونکہ یہ اسلام کی ہمیشہ کے لیے موت وحیات کی ساعت تھی، اس لیے کارسازِ قدرت نے اپنی عجیب عجیب نشانیون سے حق کو فتح اور باطل کو شکست دی، چنانچہ معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ بدر سے پہلے آنحضرت صلعم کو اس معرکہ کا نقشہ، عالمِ رویا مین دکھایا گیا تھا، اور اس مین کفار کی تعداد بہت کم دکھائی گئی تھی جو اُن کی ذلت اور شکست کی طرف اشارہ تھا، مسلمانون نے جب یہ خواب سنا تو اُن کو ہمت ہوئی، اگر عالمِ رویا مین کفار کی کثرت دکھائی جاتی، تو مسلمانون کے حوصلے پہلے ہی سے پست ہوجاتے، چنانچہ خود قرآن نے اسکی تصریح کردی،

إِذْ يُرِيكَهُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيرًا لَفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ، (انفال ۵)

خدا کے احسان کو یاد کر جب وہ تجھکو تیرے خواب مین اُن کافرون کو تھوڑا دکھا رہا تھا، اگر تم کو زیادہ کرکے دکھاتا تو تم ہمت ہار دیتے اور لڑائی کے بارہ مین آپس مین اختلاف رائے کرتے، لیکن خدا نے بچا لیا، بیشک خدا سینون کے راز جانتا ہے،

مسلمانون کا کافرون کی نظر مین اور کافرون کا مسلمانون کی نظر مین کم کرکے دکھانا

اس معرکہ مین سُن چکے کہ کافرون کی تعداد مسلمانون سے تگنی تھی، ایسی حالت مین مسلمانون کا بددل ہونا لازمی تھا، خدا نے اپنی قدرت کا یہ تماشہ دکھایا، کہ مسلمانون کی نگاہون مین کچھ ایسا تغیر کردیا کہ وہ مسلمانون کو بہت تھوڑے معلوم ہونے لگے، اُدھر کفار کو مسلمان تھوڑے نظر آتے تھے، مقصود یہ تھا کہ رؤساے کفار میدان سے بھاگ کر جانین بچا کر نہ لے جانے پائین، اِسکی یہ تدبیر کی کہ مسلمان اپنی اصلی تعداد سے بھی اُنکو کم نظر آنے لگے، اس کا اثر یہ ہوا کہ انھون نے اپنی فتح کو یقینی سمجھکر حصول نتیجہ کے لیے نہ تو سرفروشانہ کوشش کی، اور نہ بھاگنے کی کوئی ضرورت سمجھی، اور یہی بات مسلمانون کے حق مین مفید ہوگئی۔

وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذِ الْتَقَيْتُمْ فِي أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا وَيُقَلِّلُكُمْ — خدا کے اس احسان کو یاد کرو کہ جب تم دشمنون سے صف آرا ہوئے،

فِیْٓ اَعْیُنِھِمْ لِیَقْضِیَ اللّٰهُ اَمْرًا کَانَ مَفْعُوْلًا ط (انفال ۵)

تو وہ تمہاری نگاہون مین انکو تھوڑا کرکے دکھاتا تھا، اور تمکو انکی آنکھون مین کم کرکے دکھارہا تھا، تاکہ اس کام کو جسکا ہونا مقرر ہے طے کردے،

پھر کافرون کی آنکھون مین مسلمانون کا دونا نظر آنا

پہلے تو خدا نے کافرون کی نگاہ مین مسلمانون کو کم کرکے دکھایا تاکہ کفار بے پرواہو کر لڑ پڑین، پھر جب دونون صفین گتھ گئین، تو خدا کے حکم سے مسلمانون کی تعداد دشمنون کی آنکھون مین انکی اپنی تعداد سے بھی دونی نظر آنے لگی اس کا یہ اثر ہوا کہ قریش نے ڈر کر ہمت ہار دی۔

قَدْ کَانَ لَکُمْ اٰیَۃٌ فِیْ فِئَتَیْنِ الْتَقَتَا ط فِئَۃٌ تُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰی کَافِرَۃٌ یَّرَوْنَھُمْ مِّثْلَیْھِمْ رَاْیَ الْعَیْنِ ط وَاللّٰهُ یُؤَیِّدُ بِنَصْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ط اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ہ (آل عمران ۲)

اے یہودیو! تمہارے ان دونون فوجون مین جو صف آرا ہوئین جنمین ایک خدا کی راہ مین لڑ رہی تھی، اور دوسری خدا کی منکر تھی، یقیناً ایک نشانی تھی، کافرون کا لشکر آنکھون دیکھتے اپنی مقابل فوج کو اپنے سے دونا دیکھ رہا تھا، اور اللہ جسکی چاہتا ہے اپنی مدد سے تائید کرتا ہے اس واقعہ مین ان لوگون کے لیے جو چشم بینا رکھتے ہین بڑی عبرت ہے،

فرشتون کی آمد

یہ مسلمانون کی تعداد بڑھ کیونکر گئی؟ کیا آسمان سے فرشتے اُتر آئے؟ خدا فرماتا ہے۔

اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ فَاسْتَجَابَ لَکُمْ اَنِّیْ مُمِدُّکُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُرْدِفِیْنَ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰی وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُکُمْ ج وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ (انفال ۱)

یاد کرو جب تم اپنے پروردگار سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری سُن لی، کہ مین لگاتار ہزارون فرشتون سے تمہاری مدد کرونگا اور خدا نے یہ نہین کیا، لیکن خوش کرنے کے لیے، اور تاکہ تمہارے دل مطمئن ہون ورنہ فتح تو اللہ ہی کیطرف سے ہے، اللہ غالب حکمت والا ہے۔

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّکَ اِلَی الْمَلٰٓئِکَۃِ اَنِّیْ مَعَکُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ط سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ (انفال ۲)

یاد کر جب تیرا پروردگار فرشتون کو وحی کر رہا تھا کہ مین تمہارے ساتھ ہون تو تم مسلمانون کے دل مضبوط کیے رہو کافرون کے دلون مین عنقریب مین رعب ڈال دونگا،

میدان جنگ مین پانی برسانا

بدر کے میدان مین جہان مسلمانون نے اپنی صفین قائم کی تھین، وہ جگہ بلند تھی، اور جہان سے

قریش کی فوج لڑ رہی تھی، وہ جگہ نشیب مین تھی، اللہ تعالی نے کفار کی شکست کا ایک ظاہری سامان یہ پیدا کر دیا کہ عین اسوقت میدانِ جنگ مین موسلادھار پانی برسایا جس نے اِدھر تو مسلمانون کی طرف گرد و غبار بٹھا کر ان کے پانون جما دیے، اور اُدھر کافرون کی طرف پانی کا یہ ریلا ہوا کہ انکو زمین پر قدم رکھنا مشکل ہوگیا۔ خدا خود فرماتا ہے،

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ، (انفال ۲)

اور خدا کے اس احسان کو یاد کرو کہ جب وہ آسمان سے پانی برسا رہا تھا کہ تم کو اس پانی سے پاک کرے، اور ناپاکی تم سے دور کرے اور تمھارے دلون کو مضبوط کرے اور اس سے قدمونکو جما دے،

لڑائیون مین نیند کا طاری ہونا

معرکۂ جنگ وہ مقام ہے جہان بڑے بڑے بہادرون کی آنکھ سے نیند اڑ جاتی ہے مگر یہ تسکینِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز یہ تھا کہ بدر و احد کے کارزارون مین مسلمان سپاہیون کی بےخطری اور بےخوفی کے لیے انکی آنکھون پر نیند کا غلبہ کر دیا گیا، تاکہ کسی خوف وخطرہ کا خیال کئے بغیر وہ اپنے فرض کو انجام دین، چنانچہ خدا احسان جتاتا ہے،

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ، (انفال ۲)

یاد کرو جب خدا اپنی طرف سے تمھاری بےخوفی کے لیے تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا،

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ، (آل عمران ۲)

پھر خدا نے غم کے بعد بےخوفی کے لیے تم پر نیند اتاری جو ایک گروہ پر چھا رہی تھی اور دوسرا گروہ تھا جسکو اپنی جان کی فکر غم مین ڈالے تھی،

آپ کا کنکری پھینکنا

یہ سب کچھ تھا، لیکن عین اس دار و گیر کے معرکہ مین، ایک مقدس وجود پر سکون دل اور سربسجود پیشانی کے ساتھ ظاہری ہتھیارون سے منزہ ہو کر دعاؤن مین مصروف تھا، اس نے سر اٹھایا، اس حیرت ناک منظر پر نگاہ ڈالی، اور زمین سے ایک مٹھی کنکری اور خاک اٹھا کر دشمن کی طرف پھینکی، دفعۃً باطل کا طلسم چور چور تھا، قرآن گواہی دیتا ہے،

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ، (انفال ۲)

تو تم نے (مسلمانو) انکو قتل نہین کیا، بلکہ خود خدا نے انکو قتل کیا، اور اے پیغمبر! تو نے نہین پھینکا جب تو نے پھینکا تاکہ مسلمانون کو اس سے (فتح کی) اچھی نعمت عطا کرے، خدا دعاؤنکا سننے والا اور بھید کا جاننے والا ہے

کوئی رمی کے معنی تیر پھینکنے کے ہٰن، کہ آپ نے اس موقع پر کیا، تمام عمر مین سخت سے سخت خطرہ مین بھی کبھی تیغ و تیر، اور تبر و خنجر سے دست مبارک کو آلودہ نہین کیا،

غزوۂ بدر مین دو مین سے ایک کا وعدہ | پڑھ چکے ہو کہ بدر کے معرکہ سے پہلے قریش کا ایک تجارتی قافلہ مال و اسباب سے لدا ہوا، شام سے مکہ جارہا تھا، اور اُدھر سے قریش کی فوج بڑے سروسامان کے ساتھ مسلمانون سے لڑنے کو نکلی تھی، مدینہ سے نکلنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے اِس صورتِ واقعہ سے مسلمانون کو آگاہ کردیا تھا، اور کہدیا تھا کہ ان دونون مین سے ایک چیز تم کو ملیگی، یا تو یہ قافلہ، اور یا یہ قریش کی فوج شکست کھائیگی، اور تم کو غنیمت کا مال ملے گا، چنانچہ یہ صورت واقعہ بھی درست نکلی، اور وعدہ بھی پورا ہوا،

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ (انفال ۱) اور یاد کرو جب تم سے وعدہ کررہا تھا کہ ان دو گروہون مین ایک تمھارے ہے

غزوۂ احزاب کی خبر | غزوۂ احزاب جس مین دفعۃً متحدہ عرب قبائل کا سیلاب مدینہ کے چارون طرف امنڈ آیا تھا، واقعہ سے بہت پہلے آنحضرت صلعم کو عالم رویا مین اسکی اطلاع دی جاچکی تھی، اور آپ نے تمام مسلمانون کو اِس مصیبت کے آنے سے پیشتر باخبر کردیا تھا، چنانچہ جب یہ صورتِ حال نظرون کے سامنے آگئی، تو اس نشان کے ظاہر ہونے سے مسلمانون کے ایمان مین اور زیادہ پختگی آگئی، اور ان کے دلون مین آپ کی صداقت کا مزید یقین پیدا ہوگیا۔

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۔ (احزاب ۳)

اور جب مسلمانون نے ان متحدہ حملہ آور قبائل کو دیکھا، تو کہا یہی وہ ہے جس کا وعدہ ہم سے خدا اور اس کے رسول نے کیا تھا، اور خدا اور اسکے رسول نے سچ کہا تھا، اور اس واقعہ نے ان کو ایمان اور اقرار مین اور زیادہ پختگی بخشی

غزوۂ احزاب مین آندھی | اِس غزوہ مین عرب کے مختلف قبائل نے ملکر مسلمانون پر متحدہ حملہ کیا تھا، اور چارون طرف سے مدینہ کا محاصرہ کرلیا تھا، اور ڈیرے خیمے ڈال کر اس بات پر جم گئے تھے کہ ہم اِسی محاصرہ کی حالت مین مسلمانون کو مدینہ مین گھیر کر اُن کا خاتمہ کردین گے، چنانچہ ۲۰ دن تک وہ محاصرہ کیے پڑے رہے، آس پاس کے یہودی جو پہلے مسلمانون سے عہد کرچکے تھے، دشمنون سے جاکر مل گئے اور اس قدر زور کا حملہ کیا کہ مسلمان فریضۂ نماز بھی وقت پر ادا نہین کرسکتے تھے

مدینہ مین فاقہ ہونے لگا، منافقین اور کچے دل کے لوگ گھبرا کر ساتھ چھوڑنے لگے کہ عین وقت پر اللہ تعالیٰ نے مدینہ کے باہر اس زور کی آندھی چلائی کہ دشمنون کے خیمے اکھڑ گئے، طنابین ٹوٹ گئین، ہانڈیان الٹ گئین، اور ایسی سخت سردی پڑی کہ دشمن ٹھٹھر کر رہ گئے، اور ہمت ہار کر خود محاصرہ چھوڑ کر چلے گئے، خدا نے سلمانون کو اپنا یہ احسان جتایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ	مسلمانو! اپنے اوپر خدا کی اس نعمت کو یاد کرو کہ جب فوجون نے تمپر حملہ
جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا	کیا تو ہمنے ان پر ہوا اور ایسی فوجین بھیجین جنکو تمنے نہین دیکھا، اور جو
وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا۔ (احزاب ۲)	تم کر رہے تھے خدا اس کو دیکھ رہا تھا۔

غزوۂ حنین مین نصرت

فتح مکہ کے بعد غزوۂ حنین پیش آیا، گو اس مین مسلمانون کے ساتھ بڑی بھیڑ شامل تھی، لیکن اس مین کچھ نوجوان تھے جو لڑائی کا تجربہ نہین رکھتے تھے، کچھ مکہ کے نو مسلم تھے، جو ابھی صبر و ضبط کے خوگر نہین ہوئے تھے، فوج مین زرہ پوش بھی کم تھے، اور مقابلہ قبیلۂ ہوازن سے پڑا، جو قدر اندازی مین کمال رکھتے تھے، مسلمان جون ہی آگے بڑھے، حریف نے ان کو تیرون پر رکھ لیا، پہلے ہی حملہ مین مسلمانون کے قدم اکھڑ گئے، لیکن مرکز نبوت اپنی جگہ پر تھا، آپ نے حضرت عباس کو حکم دیا، اُنھون نے مہاجرین و انصار کو آوازین دین، وہ پلٹے تو آپ سواری سے نیچے اترے، اور زمین سے ایک مشت خاک اٹھا کر دشمنون کی طرف پھینکی، دفعۃً جنگ کا نقشہ بدل گیا، ہوازن شکست کھا کر بھاگ نکلے، یہ واقعہ صحیح مسلم اور دیگر معتبر روایتون مین مذکور ہے، اور قرآن اسکی صداقت کی گواہی دیتا ہے۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ	خدا نے تمھاری نصرت بہت سے مقامات مین کی، اور نیز حنین کے دن جب
إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ	تمھاری کثرت تعداد نے تمکو مغرور بنا دیا تھا تو یہ کثرت تمھارے کچھ کام
عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ	نہ آئی، اور تمپر زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہوگئی، پھر پیٹھ پھیر کر
ثُمَّ أَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ	پیچھے ہٹے، پھر اللہ نے اپنی تسکین اپنے رسول پر اور مومنون پر نازل
وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ	کی، اور وہ فوجین اتارین جنکو تم نے نہین دیکھا اور کفر کرنے والون
كَفَرُوا۔ (توبہ ۳)	کو پوری سزا دی۔

"نظر نہ آنے والی فوجون" کے الفاظ سے قرآن مجید نے ہمیشہ فوق الفہم اور غیر مادی ذرائع و وسائل کی تعبیر کی ہے،

غیب پر اطلاع

غیب کا ذاتی علم تو خدا کے سوا کسی اور کو نہین، مگر وہ جس کو چاہے اپنی اِس بخشش سے سرفراز بھی کرسکتا ہے چنانچہ آنحضرت صلعم کی نگاہون کے سامنے کبھی دور و دراز مقامات کی خبرین، کبھی لوگون کے دلون کے حالات، کبھی مخفی واقعات آئینہ کردیے جاتے تھے، مسلمان تو مسلمان، وہ بھی جو سچے دل سے آپ کی صداقت کے قائل نہ تھے، اِس سے ڈرتے تھے کہ وحی الٰہی جسکے متعلق اُنھین تجربہ ہوچکا تھا کہ وہ واقعات غیبی کی پردہ در ہے، کہین اُن کے مخفی جرائم اور دل کے کھوٹون کو برملا ظاہر نہ کردے،

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِىْ قُلُوْبِهِمْ، (توبہ)

منافقین اس سے ڈرتے ہین کہ مسلمانون پر کوئی ایسی سورہ اترے جو انکو ان باتون سے آگاہ کردے جو منافقون کے دلون مین ہین،

بنو نضیر کی سازش کی اطلاع

ایک دفعہ ایک ضروری کام کے لیے آنحضرت صلعم چند رفقاے خاص کے ساتھ بنو نضیر کے قلعہ مین تشریف لے گئے، یہود بنی نضیر نے آنحضرت صلعم اور دیگر اکابر اسلام کے خفیہ قتل کا اس کو بہترین موقع سمجھا، چنانچہ جس دیوار کے نیچے آپ کھڑے تھے اس کی چھت پر ایک شخص چڑھ گیا کہ اوپر سے ایک بھاری پتھر آپ پر گرادے، کہ وب کر مرجائین، اللہ تعالیٰ جو اپنے پیغمبر کی حفاظت کا کفیل تھا، اُس نے بروقت اطلاع دی، اور آپ فوراً اُن کے دام سے باہر نکل آئے، اور اُنکو اُن کے اس ارادہ فاسد کی اطلاع بھیجدی، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ (مائدہ ۲)

اے مسلمانو! خدا کے اس احسان کو جو اس نے تمپر کیا یاد کرو کہ جب ایک گروہ نے تمپر دست درازی کا قصد کیا تو خدا نے تم سے ان کے ہاتھون کو روک دیا، اور اللہ سے ڈرتے رہو، اور مسلمانون کو چاہئے کہ اللہ ہی پر بھروسا رکھین،

مہاجرین حبش کو بشارت

قریش کے گوناگون مظالم سے تنگ آکر مسلمانون کی ایک کثیر تعداد اپنے ملک و وطن کو خیرباد کہکر حبش چلی گئی، اوّل تو غیر ملک اور بدیس مین ان مسلمانون کا جانا ہی فکر و تردد کا باعث تھا، اور معلوم نہ تھا کہ حبش کے

عیسائی بادشاہ اور امراء نئے مذہب کے ان پیرودن کے ساتھ کیونکر پیش آئیں گے، اس سے زیادہ فکر کی یہ چیز تھی کہ روسائے قریش کے تجارتی تعلقات کے باعث حبش کے امراء اُن سے شناسا تھے، اور باہم اُن کے درمیان دیرینہ روابط تھے، اس کے بعد اس سے بھی زیادہ تردد انگیز یہ واقعہ ہوا کہ روسائے قریش نے اپنے گذشتہ تعلقات کی بناپر نجاشی کے دربار مین تحفہ تحائف دیکر اپنے سفراء اس غرض سے بھیجے تاکہ وہ ان بے وطن مسلمانون کو اپنے ملک مین رہنے کی اجازت نہ دے، یہ تمام اسباب ایسے تھے جنکی بناپر مسلمانون کو عموماً اور مہاجرین کو خصوصاً اپنے مستقبل کی نسبت سخت تشویش کا پیدا ہونا ضرور تھا، اس بناپر سکینت الٰہی نے انکو امن وامان کا پیام سنانا ضروری سمجھا، چنانچہ اسی تشویشناک اور تردد انگیز عہد مین یہ آیت نازل ہوئی،

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا	اور جن لوگون نے اللہ کی خاطر مظلومی کی حالت مین ہجرت کی ہم انکو
لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ	بالیقین دنیا مین اچھا ٹھکانا دینگے اور آخرت کا ثواب سب سے
(نحل)	بڑا ہے،

اگرچہ ہجرت کا لفظ عام ہے، مگر اس دلیل سے کہ یہ سورہ قیام مکہ کے زمانہ کی ہے، اور جن لوگون نے اس عہد مین ہجرت کی تھی ان کا ذکر ہے، صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ خاص مہاجرین حبش کے لیے بشارت ہو، سب کو معلوم ہو کہ خدا کا یہ وعدہ کتنا سچا ہوا، نجاشی نے نہ صرف یہ کہ قریش کے سفراء کو خلاف توقع ناکام واپس کردیا، بلکہ مسلمانون کو اُس نے بڑی عزت سے جگہ دی اور خود اسلام کی طرف میلان ظاہر کیا، بعض مسلمان چودہ چودہ برس وہان رہے، اور اس اثنا مین کئی نجاشی سریرآرا ہوئے مگر کسی نے اُن سے تعرض نہین کیا۔

ہجرت کے بعد قریش کو مہلت نہ ملیگی

آنحضرت صلعم نے جس بے سروسامانی کے ساتھ ہجرت فرمائی تھی اس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے، اس حالت کو دیکھکر کسی شخص کے دل مین یہ خیال بھی پیدا ہوسکتا تھا کہ یہ بے خان ومان قافلہ ایک دن مدینہ سے اس قدر طاقتور ہو کر نکلے گا کہ جن لوگون نے ابتدائے نبوت سے آغاز ہجرت تک اُنکی جان لینے مین کوئی کسر اُٹھا نہین رکھی، وہ اس کے ہاتھون خود ہلاک وبرباد ہوجائینگے، لیکن قرآن مجید دوسری پشینگوئی کررہا تھا، چنانچہ ہجرت سے ایک سال

پہلے مکہ معظمہ مین یہ آیت اتری،

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ۔ (بنی اسرائیل)

اگر وہ تم کو سرزمین (مکہ) سے گھبرا چکے تاکہ تم کو اُس سے نکال دین تو وہ تمھارے بعد بہت کم مدت تک باقی رہین گے۔

چنانچہ یہ پیشینگوئی حرف بحرف پوری ہوئی، اور ایک ہی سال کے بعد غزوۂ بدر نے صنادید قریش کا خاتمہ کردیا، اور اہل عرب کی مخالفت کی جڑ کٹ گئی،

مدینہ مین بڑے بڑے مصائب کا سامنا ہوگا

عجب نہین کہ مدینہ آکر مسلمانون کو یہ اطمینان ہوگیا ہو کہ انکی تمام تکلیفون کا خاتمہ ہوگیا، اور اسوقت کوئی ایسا قرینہ بھی نہ تھا، جس سے یہ معلوم ہوتا کہ قریش انتقام کے جوش مین نیام سے تلوارین کھینچ لین گے، اور تمام عرب اس مہم مین ان کا ہم آہنگ ہوجائے گا، اور متصل آٹھ برس تک لڑائیون کا سلسلہ قائم رہیگا، جس مین مسلمانون کو تنگدستی، فاقہ، قتل و خونریزی ہر نوع کی مصیبتون سے دوچار ہونا پڑے گا، مگر عالم غیب کا پیغام محمد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کو پہلے ہی پہنچ چکا تھا،

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ (بقرہ ۱۹)

اور ہم یقیناً تمکو کسی قدر خوف، فاقہ، اور جانون کی اور مال، اور پھلون کی کمی کی مصیبتون سے آزمائین گے،

دینی و دنیاوی شہنشاہی کا وعدہ

لیکن اسی بے سروسامانی کے عالم مین اس بے خانمان گروہ کے ساتھ خداوند تعالیٰ نے ایک وعدہ اور بھی کیا، اور اُن کو خلافت ارض یعنی دینی و دنیاوی شہنشاہی کی بشارت دی، یہ بشارت واقعات موجودہ کے کس قدر خلاف تھی اگرچہ چند ہی سال مین محال نے وقوع کی صورت اختیار کرلی۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۔ (سورۂ نور)

تم مین سے جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیا، خدا نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ انکو زمین کا خلیفہ بنائیگا، جیسا کہ اس نے تم سے پہلے کے لوگون کو خلیفہ بنایا، اور جو دین انکے لیے پسند کیا ہے اس کو مستحکم کردیگا، اور انکے خوف کو امن سے بدل دیگا،

سلمانون کی حالت کے لحاظ سے یہ بشارت کس قدر عجیب وغریب تھی، سلمانون کا گروہ ایک مظلوم، بیکس اور ضیعف گروہ تھا، جس کو کفار نے طرح طرح کی اذیتین دیکر خانمان برباد کر دیا تھا، اور اس نے مدینہ مین آکر خدا کے چند نیک بندون کے سائے مین پناہ لی تھی، یہان آکر بھی اسکو اطمینان و راحت کی نیند نصیب نہ ہوئی، کفار مکہ پہلے ہی سے جان کے دشمن تھے، یہان آکر دشمنون کی تعداد مین منافقین اور یہود کا اور بھی اضافہ ہوگیا، اس کا نتیجہ یہ تھا کہ صحابہ کو ہمیشہ کفار کے حملہ کا خوف لگا رہتا تھا، اور ذرا سے شور وغل پر مدینہ مین بدحواسی پھیل جاتی تھی یہانتک کہ صحابہ ہمیشہ سوتے جاگتے مسلح رہتے تھے، چنانچہ اس مظلوم گروہ نے اس حالت سے تنگ آکر ایک دن کہا کہ کیا کبھی وہ دن بھی آئے گا جب ہمکو اطمینان حاصل ہوگا اور خدا کے سوا کسی اور کا ڈر نہو گا، اس پر اُن کو قران مجید نے خلافتِ ارض کی بشارت[1] دی، اور وہ پوری ہوئی، اور اس گروہ نے دنیا پر اس طرح کامیاب حکومت کی کہ اس کے سامنے تمام متمدن حکومتون کا شیرازہ بکھر گیا، اس سے بڑھکر اس پیشینگوئی کی صداقت کیا ہوسکتی ہے۔

قبائلِ عرب کی شکست ہوگی آنحضرت صلعم کے زمانہ مین جو غزوات پیش آئے، اسلام کو جو غلبہ حاصل ہوا، کفار کو جو شکستین ہوئین، قران مجید نے اُن کے متعلق پیشینگوئیان کین، اور اس حالت مین کین جب ظاہری اسباب کے لحاظ سے کسی کو اسکا وہم وگمان بھی نہین ہوسکتا تھا، چنانچہ جب ہر طرف سے کفار کا ہجوم تھا، اور اس ہجوم کو دیکھکر ان کو یقین تھا کہ تمام عرب ملکر مسلمانون کا خاتمہ کردے گا، خدا نے یہ اعلان عام دیا، کہ عنقریب خود مسلمان تمام عرب قبائل کی مخالفانہ قوتون کا خاتمہ کردین گے۔

اَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنْتَصِرٌ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ (قمر ۲)

کیا وہ (کفار) کہتے ہین کہ ہم سب ایک اور ایک دوسرے کے مددگار ہین، یہ جتھا عنقریب توڑ دیا جائیگا اور وہ پشت پھیرینگے،

وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيرًا (فتح ۳)

اور اگر کفار تمسے لڑین گے تو انکو بھاگنا پڑیگا، پھر وہ کوئی حامی، اور مددگار نپائین گے،

قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ

تم ان سے لڑو، خدا انکو تمہارے ہاتھ سے عذاب دیگا، اور انکو رسوا کریگا، اور تمکو انپر فتح دیگا

[1] مسند داری

وَیَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ وَیُذْهِبْ غَیْظَ قُلُوْبِهِمْ (توبہ ۲) — اور مسلمانوں کے دل ٹھنڈے کریگا، اور اُن کے دلوں کا غصہ دور کرے گا،

اور یہ تمام پیشینگوئیاں آنحضرت صلعم ہی کے زمانے مین پوری ہوئین، اسلام نے عرب کے تمام قبائل کی مخالفانہ قوتون کا خاتمہ کردیا، اور انھون نے ہر موقع پر شکستین کھائین،

قریش کی شکست اور بربادی کے وعدے

مصیبت زدہ اور بے سروسامان مسلمانون کی تسکین کی خاطر آنحضرت صلعم کی زبان مبارک سے قریش کی تباہی و بربادی اور مسلمانون کی فتح و کامیابی کے متعدد وعدے کیے گئے تھے جن مین سے بعض آپ کی زندگی مین اور بعض آپ کی وفات کے بعد پورے ہونے والے تھے۔

فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِیْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَیْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ، (زخرف ۴)	پس اگر ہم تجھکو اٹھالین، تو بھی ان کافرون سے انتقام لین گے اور اگر ہم تیری زندگی مین تجھکو وہ دکھادین جسکی دھمکی ان کافرون کو ہمنے دی ہے تو ہم ان پر یہ قدرت رکھتے ہین،
فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ فَاِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ، (مومن ۸)	تو صبر کر، خدا کا وعدہ یقیناً سچا ہے، تو جس بات کی دھمکی ہم ان کافرون کو دیتے ہین اُس کو یا تیری زندگی مین دکھا دینگے، یا تجھکو موت دینگے تو وہ ہمارے ہی پاس لوٹائے جائین گے،
وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَیْنَا الْحِسَابُ۔ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا وَاللّٰهُ یَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ، (رعد ۶)	اور اگر تیری ہی زندگی مین بعض وہ وعدے جو ہمنے اُن سے کیے ہین دکھادین یا تجھکو موت دیدین، تو تیرا فرض صرف پیام پہنچا دینا ہے، اور ہمارا کام حساب لینا ہے کیا یہ کافر نہین دیکھتے کہ (ہم اسلامی فتوحات کے ذریعہ سے) سرزمین (عرب) کے حدود مین (کافرون کے قبضہ کو) کم کرتے جاتے ہین خدا ہی اپنا حکم چلاتا ہے

فتح مکہ کی پیشینگوئیان

جو چیز مسلمانون کے دل سے لگی ہوئی تھی، وہ فتح مکہ تھی، یعنی اُس شہر پر قبضہ جہان سے وہ نہایت بے بسی اور بیکسی کے عالم مین نکلے تھے، اور جس کے حدود مین انکو قدم رکھنے کی اجازت نہ تھی، وہ گو اب مدینہ کے دارالسلطنت مین تھے تاہم وطن کی یاد دلون سے کم نہین ہوتی تھی، انکو فتح پر فتح ہوتی جاتی تھی لیکن اُن کے دل کی کلی اپنی شگفتگی

کے لیے جس موسمِ بہار کا انتظار کر رہی تھی وہ ہنوز نگاہون سے دور تھا، مگر بشارتِ الٰہی ہر قدم پر ان کے لیے تسکین کا نیا پیام لا رہی تھی، اور مژدۂ فتح سے انکو دل شاد کرتی جاتی تھی، سورۂ قصص مین یہ آیت اتری،

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ (قصص ۹)	جس نے تجھ پر قرآن فرض کیا ہے، وہ تجھکو ٹھکانے کی طرف پھر لوٹا کر لے جانے والا ہے۔

یعنی مکہ[1]، پھر سورۂ صف مین خدا نے سلمانون کو آخرت مین جنت کی بشارت دینے کے ساتھ اس دنیا مین بھی ایک بشارت دی،

وَاُخْرٰی تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ، (صف ۲)	اور دوسری نعمت جس کو تم دل سے چاہتے ہو، وہ خدا کی طرف سے نصرت اور عنقریب فتح ہے اور سلمانون کو بشارت سنادے،

صلح حدیبیہ سے پہلے خواب مین آپ کو خانۂ کعبہ کا داخلہ دکھایا گیا۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْیَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ مُحَلِّقِیْنَ رُءُوْسَکُمْ وَمُقَصِّرِیْنَ لَا تَخَافُوْنَ، (فتح ۴)	خدا نے اپنے رسول کے خواب کو سچ کر دیا، تم لوگ یقیناً مسجد حرام مین اگر خدا نے چاہا تو بے خوف وخطر داخل ہوگے، بال منڈا کر یا ترشوا کر، کسی سے نہ ڈروگے،

حدیبیہ سے آپ واپس آرہے تھے کہ سورۂ فتح نازل ہوئی۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا، (فتح)	ہمنے کھلی فتح تمکو دی۔

آپ نے اسی وقت حضرت عمرؓ کو بلوا کر یہ خوشخبری سنائی اس کے دو برس کے بعد مکہ کی دولت سلمانون کو ملگئی

خیبر اور حنین کی فتح کی پیشینگوئی ۶ھ ہجری کی صلح حدیبیہ مین فتحِ مکہ کی پیشینگوئی کی جاچکی تھی جو ۸ھ مین پوری ہوئی لیکن حدیبیہ کی صلح مین سلمانون نے رسول کی اطاعت اور متابعت کا جو بہترین نمونہ پیش کیا تھا، اور جس صبر و ضبط و تحمل سے صلح حدیبیہ کے شرائط کو سلمانون نے تسلیم کر لیا تھا، اس کے معاوضہ مین اللہ تعالیٰ نے دوسری فتوحاتِ عظیمہ کا

[1] صحیح بخاری تفسیر آیت مذکور۔

وعدہ مسلمانون سے کیا، جنہین بے شمار مال غنیمت اون کو ہاتھ آنے والا تھا،

فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ۔ (فتح ۴)

تو خدانے وہ جانا جو تم نے نہین جانا، اور اس (فتح مکہ) سے پہلے ایک عنقریب فتح تمہارے لیے بنائی اور اسی نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا، تاکہ اس کو تمام دینون پر غالب کرے اور خدا گواہ کافی ہے۔

یہ خیبر کی فتح تھی جو صلح حدیبیہ کے ایک سال کے بعد، اور فتح مکہ سے ایک سال پہلے حاصل ہوئی اور جسپر عرب مین یہودیون کی قوت کا خاتمہ ہوگیا، اور اسلام کو عرب کے تمام مذاہب پر غلبۂ عام حاصل ہوگیا۔

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا ....

خدا مسلمانون سے خوش ہوگیا، جب وہ درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کررہے تھے، تو اونکے دلون مین جو تھا (یعنی فتح کے لیے بیچینی) اسکو جان لیا تو اس نے ان پر تسکین نازل کی اور مکہ کے بدلہ مین سردست ایک فتح انکو دی، اور بہت سا مال غنیمت جسپر وہ قبضہ کرینگے، ....

وَعَدَكُمُ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهِ وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُونَ آيَةً لِلْمُؤْمِنِينَ (فتح ۳)

خدانے تم سے بہت سی غنیمتون کا وعدہ کیا ہی جنکو تم لوگے تو یہ ایک غنیمت تمکو جلد عطا کردی، اور لوگونکی دست درازی کو تم سے روک دیا، اور تاکہ مسلمانون کے لیے ایک نشان

چنانچہ خیبر کی فتح مین مسلمانون کو خیبر کی تمام سرسبز و شاداب زمینین اور ہرے بھرے نخلستان ملگئے، اور اس کے ایک سال بعد حنین کی فتح مین مال غنیمت کا بیشمار ذخیرہ (چھ ہزار اسیران جنگ، چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریان اور چار ہزار اوقیہ چاندی) مسلمانون کے ہاتھ آیا۔

یہود کو اعلان

عرب کے یہود اگرچہ آنحضرت صلعم کی مخالفت مین جان و مال سے دریغ نہین کرتے تھے، تاہم یہ آنحضرت صلعم کا سب سے بڑا معجزہ ہے کہ قرآن مجید نے یہودیون کے متعلق بعض پیشینگوئیان ایسی کین کہ اگر وہ ہمت سے کام لیتے تو اس کا ابطال خود ان کے امکان مین تھا، مثلاً یہودیون کا دعویٰ تھا کہ "وہ خدا کے چہیتے ہین اور جنت

اُن کے لیے مخصوص ہے" لیکن چونکہ جنت صرف مرنے کے بعد نصیب ہو سکتی ہے، اور جن لوگون کو اس کے ملنے کا یقین کامل ہو وہ اس کے لیے جان دینے سے دریغ نہین کر سکتے، اس لیے قرآن مجید نے یہودیون کے متعلق کہا،

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ (بقرہ)

کہ اگر آخرت کا گھر صرف تمہارے لئے مخصوص ہے تو اگر تم سچے ہو تو موت کی آرزو کرو لیکن وہ لوگ اپنے گناہون کی وجہ سے ہر گز یہ آرزو نہ کرین گے خدا ظالمون کو خوب جانتا ہے۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ (جمعہ)

کہ اے یہود، اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ صرف تمہین خدا کے دوست ہو تو اگر تم اس مین سچے ہو تو موت کی آرزو کرو، وہ لوگ اپنے گناہون کی وجہ سے ہر گز اس کی آرزو نہ کرین گے خدا ظالمون کو خوب جانتا ہے،

لیکن باوجود اس کے کہ وہ آنحضرت صلعم کی تکذیب کیلیے ہر ممکن کوشش کرتے تھے، اور آرزوے موت اُن کے لیے ممکن تھی، تاہم قرآن مجید کی پشینگوئی پوری ہوئی اور آج تک کسی یہودی نے لقاے الٰہی کی آرزو مین جان نہین دی۔

یہود کی دائمی ناکامی

یہود سے دمبدم مقابلہ درپیش تھا، اور پورے سات برس تک یہ مقابلہ درپیش رہا، یہود عرب مین بڑی طاقت رکھتے تھے، تمام مالی کاروبار اُن کے قبضہ مین تھا، اُن کے پاس بکثرت دولت تھی، عربون سے تہذیب و تمدن اور علوم و فنون مین علانیہ فائق تھے، ہر طرح کے سامانِ جنگ رکھتے تھے، اور فنِ جنگ سے بھی کماحقہ واقف تھے، مدینہ سے لیکر حدودِ شام تک اُن کے تجارتی قلعون کی مسلسل قطارین تھین، اور ادھر مسلمانون کے پاس ان مین سے کوئی چیز نہ تھی، باانہمہ قرآن مجید نے اپنے پیغمبر کی زبانی یہ اعلانِ عام کر دیا۔

وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ

اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو اون کے لیے یہ بہتر ہوتا، ان مین

الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۔ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ۔ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۔ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۔ (آل عمران ۱۲)	بعض ایماندار اور اکثر فاسق ہین، وہ تم کو سوا تھوڑی تکلیف دینے کے کوئی نقصان نہین پہونچا سکتے، اور اگر وہ تم سے لڑین تو پشت پھیر دین، پھر اون کی مدد نہ کی جائے گی، اون پر ذلت جہان کہین وہ ہون پھینک ماری گئی ہے، لیکن خدا کی کسی وسیلہ سے یا لوگون کی سفارش سے کبھی کبھی اس ذلت سے بچ جائین، خدا کا غضب لے کر وہ لوٹے ہین، اور بیچارگی اون پر چھادی گئی ہے،

اُس وقت سے آج تک کی ان کی ایشیا، افریقہ، اور یورپ ہر جگہ کی تاریخ اِس صداقت سے معمور پیشینگوئی کی صرف ظرف تصدیق ہے،

روم کی قوت ٹوٹ جائیگی

سنہ ہجری کے بعد مسلمانون کا مقابلہ عرب کے مشرکین اور یہود سے زیادہ سخت، اور طاقت ور دشمن رومی عیسائیون سے آپڑا، رومن امپائر کی وسعت، قوت، سامان، نظام، فوج، خزانہ، کو پیشِ نظر رکھکر مسلمانون کی حالت پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ ایک پرکاہ کا کوہ سے مقابلہ ہے، تاہم اسلام کے پیغمبر کی زبان سے اُسی وقت یقین و تسلی کے کلمات دنیا نے سُن لیے۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۔ (صف ۱)	وہی خدا ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور سچا دین دیکر بھیجا ہے تاکہ اوس دین کو تمام دینون پر غلبہ عطا کرے،

دنیا کو اس پیشینگوئی کی تصدیق کے لیے صرف چند سال کا انتظار کرنا پڑا،

خلفاے راشدین کے زمانہ کی لڑائیان

لیکن قرآن مجید کی پیشینگوئیان صرف انہی غزوات کے ساتھ مخصوص نہ تھین جو عہدِ نبوت مین پیش آئے بلکہ اس کے بعد بھی خلفاء کے زمانہ مین جو عظیم الشان لڑائیان واقع ہوئین اُن کے متعلق قرآن مجید نے پہلے سے پیشینگوئی کردی تھی اور وہ آیندہ زمانہ مین پوری ہوئین، مسلمانون کو ایرانیون اور رومیون سے جو جنگ کرنا پڑی وہ تاریخِ اسلام کا ایک نمایان واقعہ ہے، لیکن قرآن مجید نے اس کے نتائج کا پہلے ہی سے اعلان کردیا تھا۔

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰی قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ یُسْلِمُوْنَ (فتح ۲)

جہاد مین جان چرانے والے بدؤن سے کہدو کہ تم کو ایک سخت طاقتور قوم سے جنگ کرنے کے لئے بلایا جائیگا، تم لوگ اون سے لڑوگے یا وہ مسلمان ہون گے،

چنانچہ یہ جنگ ہوئی، اور وہی نتیجہ ہوا جس کو قرآن مجید نے دو صورتون یعنی قتل اور اسلام مین محدود کردیا تھا،

وفات نبوی کی پیشینگوئی مکہ کی فتح کے بعد آپ کی زندگی کا مقصد پورا ہوگیا، اور اس عام اصول کی بنا پر کہ انبیاء اپنی زندگی کا مقصد پورا کرنے کے بعد نہین رہتے، وہ وقت آیا کہ آپ اپنے اصلی مرکز یعنی ملاء اعلیٰ سے جا ملین، اس لیے خداوند تعالیٰ نے اس راز کو ایک مستقل پیشینگوئی کی صورت مین ظاہر کردیا۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا (النصر)

جب خدا کی مدد اور فتح آگئی اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ خدا کے دین مین جھنڈ کے جھنڈ داخل ہورہے ہین، تو خدا کی تسبیح اور استغفار کرو وہ بڑا توبہ کا قبول کرنے والا ہے،

اس سورہ مین آپ کے وصال کی پیشینگوئی اگرچہ نہایت مبہم الفاظ مین کی گئی ہے، لیکن اشارات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مژدۂ فتح نہین بلکہ مژدۂ وصال ہے، کیونکہ مژدۂ فتح کے ساتھ تسبیح واستغفار کو کوئی مناسبت نہین، بلکہ اُس کے لیے شکر موزون ہے، تسبیح واستغفار کا اصلی وقت وہ ہے جب انسان دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔ چنانچہ صحابہ مین جو لوگ نکتہ دانِ شریعت تھے وہ اس راز کو سمجھ گئے[1] تھے۔

[1] صحیح بخاری تفسیر سورۂ مذکورہ،

آیات و دلائلِ نبویہ

بروایاتِ صحیحہ

گذشتہ صفحات مین صرف وہی آیات و دلائل بیان کیے گئے ہین جو صراحۃً قرآن مجید مین مذکور ہین، یا کم از کم اُن کے اشارات قرآن مجید مین پائے جاتے ہین، لیکن ذیل مین ان آیات و دلائل کا استقصا مقصود ہے جو صحیح اور مستند روایتون سے حدیث کی کتابون مین مذکور ہین، اس قسم کے آیات و دلائل کا بڑا حصّہ گو فرداً فرداً خبرِ احاد سے ثابت ہے، مگر مجموعی حیثیت سے انکا درجہ خبرِ مشہور تک پہنچ جاتا ہے، مثلاً تھوڑی سی مقدار کا بڑھ کر زیادہ ہوجانا، ہاتھ سے پانی کے چشمہ کا اُبل پڑنا، امراض سے غیر معمولی طور پر شفایابی حاصل کرنا، دعاؤن کا غیر معمولی طریق سے قبول ہوجانا، ان مین سے ہر قسم کے معجزات کے جزئی جزئی واقعے گو صرف ایک ایک، دو دو راویون کی زبانی بیان ہوئے ہین، مگر ان مین سے ہر قسم کے معجزہ کے متعلق تو بر تو شہادتین موجود ہین جنکی بنا پر ان مین سے ہر قسم کے معجزات خبرِ متواتر نہین تو خبرِ مشہور تک ضرور پہنچ جاتے ہین۔

البتہ بعثت سے پہلے جو عجائبات آپ سے صادر ہوئے، یا جو غیر معمولی سوانح آپ کو پیش آئے انکی صحت محدثانہ اصول سے بہت کم ثابت ہے، لیکن اسکی وجہ اس عہد مین اس قسم کے واقعات کا کم ہونا یا غلط ہونا نہین ہے، بلکہ اس عہد کے واقعات کے راوی چونکہ عموماً مان باپ اور خاندان کے بڑے بزرگ ہوا کرتے ہین، اور آنحضرت صلعم کے عہدِ بعثت کے بعد، بلکہ مدینہ کی پرامن زندگی کے شروع ہونے کے بعد جب اسلام کے سلسلۂ روایات کا صحیح طریقہ سے آغاز ہوا تو آپکے خاندان کے بزرگون مین سے جنھون نے آپکے بچپن اور نوجوانی کا عہد دیکھا تھا کوئی موجود نہ تھا، والدین پہلے ہی وفات پاچکے تھے، دادا کا بھی انتقال ہوچکا تھا، چچاؤن مین ابولہب آپکا دشمن ہی تھا، ابوطالب آغازِ اسلام ہی مین مرچکے تھے، حضرت حمزہ ہمسن تھے، اور ۳ھ ہی مین شہادت پاچکے تھے، حضرت عباس صرف برس دو برس بڑے تھے، اس بنا پر محدثانہ اصولِ تنقید کے معیار پر اس زمانہ کے واقعات کا سلسلۂ روایت بہت کم صحیح اترتا ہے، اور اسلیے

وہ غیر مستند ٹھہرتے ہین،

بہرحال تمام صحیح معجزات کے استقصا سے کچھ واقعات بعثت سے پہلے کے معلوم ہوتے ہین۔ کچھ مکہ کی زندگی کے، اور زیادہ تر مدینہ کے عہد کے، جب اسلامی روایتون کا سلسلہ راویون کی کثرت کے باعث مستحکم ہوچکا تھا، ملتے ہین، بعثت کے بعد جو معجزات ظاہر ہوئے ہین، وہ نوعیت کے لحاظ سے مختلف ہین، مثلاً بعض واقعات اجسام کائنات مین تصرف اور تاثیر کے ہین، بعض تکثیرِ اشیاء کے ہین، بعض استجابتِ دعا، اور شفائے امراض وغیرہ کے ہین، اس بنے ذیل مین ہر نوع کے معجزات کو ہم علیحدہ علیحدہ لکھتے ہین

علامات نبوت

قبل بعثت

ہر شخص اس کو تسلیم کرے گا کہ ممتاز افراد کے سوانح زندگی مین شروع ہی سے ایسے آثار پائے جاتے ہین جو انکے روشن مستقبل کی پیشینگوئی کرتے ہین، جب یہ ان عام ممتاز افرادِ انسانی کا یہ حال ہے، جو خاندانون، قومون اور ملکون کے صرف ظاہری رہنما اور رہبر ہوتے ہین، تو اس حیثیت سے اُن برتر ہستیون کی نسبت کیا شبہہ ہوسکتا ہے جو قومون کے روحانی پیشوا، اور انسانیت کے حقیقی رہبر اور رہنما ہوتے ہین، چنانچہ آنحضرت صلعم کے ابتدائی سوانح زندگی مین اس قسم کے واقعات بکثرت ملتے ہین۔ کتب سِیَر و دلائل کے مصنفین نے آنحضرت صلعم کی ولادت سے لے کر بعثت تک کے ان تمام واقعات کو بڑی شرح وبسط سے بیان کیا ہے، مگر جیسا کہ پہلے گذر چکا محدثانہ اصول کی سخت گیری نے ہمارے لیے ان کا دائرہ بہت تنگ کردیا ہے، صحیح روایتون سے اِس عہد کے جو واقعات علاماتِ نبوت کے تحت مین آسکتے ہین، وہ حسب ذیل ہین۔

حضرت آمنہ کا خواب متعدد صحابیون سے روایت ہے کہ صحابہ نے ایک دفعہ آنحضرت صلعم سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ اپنا حال بیان فرمایے، فرمایا مین اپنے باپ ابراہیم کی دعا، اور اپنے بھائی عیسیٰ کی بشارت اور اپنی مان کا خواب ہون میری مان نے جب مین پیٹ مین تھا خواب دیکھا کہ اُن کے بدن سے ایک نور نکلا ہے جس سے شام کے محل روشن ہوگئے، یہ خالد بن معدان تابعی کی روایت[1] ہے جو مرسل ہے، حضرت عرباض بن ساریہ صحابی کی روایت مین کچھ الفاظ زیادہ ہین، اُنھون نے کہا کہ مین نے رسول اللہ صلعم کو کہتے سنا کہ "مین خدا کا بندہ اور خاتم انبیا اس وقت سے ہون کہ میرا باپ (آدم) آب وگل مین تھا، مین اسکی تفصیل بتاتا ہون، مین اپنے باپ ابراہیم کی دعا، عیسیٰ کی بشارت اور اپنی مان آمنہ کا خواب ہون، اور اِسی طرح پیغمبرون کی مائین خواب دیکھا کرتی ہین، آنحضرت صلعم کی والدہ نے

[1] ابن سعد جلد اول ص ۹۶ و مستدرک حاکم جلد ۲ صفحہ ۶۰۰

آپ کی ولادت کے وقت خواب دیکھا کہ ایک نور ہے جس سے شام کے محل روشن ہوگئے[1]، پھر یہ آیت پڑھی۔[2]

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ‌ ‌ اے پیغمبر! ہم نے تجھکو گواہ خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا،

وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا (احزاب ۶) ‌ ‌ خدا کے حکم سے خدا کی طرف پکارنے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا،

ولادت نبوی کی پیشینگوئیاں یہود و نصاریٰ میں

احادیث، سیر اور دلائل کی کتابوں میں تو بر تو ایسی روایتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ظہور نبوی کے عہد میں یہود و نصاریٰ خاص طور سے اس آنے والے پیغمبر کے منتظر تھے اور اُس کے جلد ظہور اور بعثت کی مختلف پیشینگوئیاں کر رہے تھے، ان روایتوں میں سے گو ہر روایت بجائے خود ضعیف ہے، مگر انکی مجموعی حیثیت سے یہ قدر مشترک ضرور نکلتا ہے کہ یہ عہد ان لوگوں کے نزدیک آنے والے پیغمبر کے خاص انتظار کا تھا، اور مدینہ کے لوگوں میں، اور مکہ کے جویان حق اشخاص میں اُس پیغمبر کے ظہور کا خاص ذکر اور چرچا تھا۔

بتخانوں سے غیبی آوازیں

اسی طرح ان کتابوں میں بکثرت روایتیں ایسی ہیں جن میں بیان ہے کہ آپکی پیدایش کے بعد لوگوں نے بتخانوں کے اندر سے غیبی آوازیں سنیں کہ اب ان صنم خانوں کی بربادی کا زمانہ آگیا، پیغمبر صادق کی ولادت ظہور میں آچکی ہے،" ان روایتوں کا اکثر حصہ سخت کمزور اور ناقابل اعتبار ہے، تاہم مجموعی شہادت سے اس قدر اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اس عہد میں اس قسم کا کوئی واقعہ ضرور ہوا تھا، چنانچہ صحیح بخاری کے حوالہ سے اس قسم کی ایک روایت آگے آتی ہے۔

شق صدر

تمام ارباب سیر اور بعض محدثین کی روایت کی بنا پر بچپن کے زمانہ میں جب آپ حضرت حلیمہؓ کے ہاں پرورش پا رہے تھے، شق صدر کا واقعہ پیش آیا۔ ایک روایت میں ہے کہ بعض صحابہ نے آپ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ آپکو سب سے پہلا غیبی واقعہ کیا پیش آیا؟ اس کے جواب میں آپ نے دو فرشتوں کی آمد اور شق صدر کا واقعہ بیان کیا۔[3]

---

[1] مسند ابن حنبل، بیہقی، مستدرک (علی شرط الصحیح) جلد ۲ صفحہ ۶۰۰،

[2] مستدرک حاکم (صحیح) جلد ۲ صفحہ ۴۱۸،

[3] مستدرک حاکم ج ۲ باب معجزات ابن سعد ج ۱ صفحہ ۹۶، مسند دارمی ذکر ما اکرم اللہ نبیہ، و مسند ابو یعلی، و ابو نعیم و ابن عساکر، و احمد (عن عتبہ بن عبدان)

اس واقعہ کی سب سے مستند روایت وہ ہی جو ثابت البنانی کے واسطہ سے صحیح مسلم، مستدرک اور ابن سعد وغیرہ[1] مین ہے کہ آپ ایک روز بچّون کے ساتھ کھیل رہے تھے، کہ ایک آنے والا آیا، اور اُسنے آپ کو پکڑ کر سینۂ مبارک کو چاک کیا، اور قلبِ اقدس سے خون کا ایک لوتھڑا نکال کر پھینک دیا، اور کہا کہ یہی حصّہ تجھ مین شیطان کا تھا، پھر سونے کے طشت مین زمزم کے پانی سے دھوکر برابر کردیا۔ لڑکے بھاگے ہوئے حلیمہ کے پاس آئے کہ محمد کو کسی نے مار ڈالا، حلیمہ آئین تو دیکھا کہ آپ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہے، حضرت انس کہتے ہین کہ آپکے سینہ مین اس زخم کے ٹانکے کے نشان ہمکو نظر آتے تھے۔

عام اربابِ سیر اور بعض محدثین کی روایت کے مطابق مین نے اس واقعہ کو یہان لکھدیا ہے، مگر اس باب مین میری جو ذاتی تحقیق ہے وہ اس سے پہلے (شرحِ صدر) حوالۂ قلم کرچکا ہون۔

مبارک قدم ہونا، روایتون مین آپکے مبارک قدم ہونے کے بہت سے واقعات مذکور ہین، مگر ان مین سے کوئی بطریق صحیح مروی نہین، صرف ایک روایت صحیح طریقہ سے مذکور ہے، اور وہ یہ ہے کہ ایک صحابی اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ وہ اسلام سے پہلے جاہلیت مین حج کرنے گئے تھے، تو انھون نے دیکھا کہ ایک شخص طواف مین مصروف ہے اور اُسکی زبان پر شعر مین یہ دعا ہے۔

یَا رَبِّ رُدَّ وَاصْطَنِعْ عِنْدِی یَدًا ۔۔۔ رُدَّ اِلَیَّ رَاکِبِی مُحَمَّدًا

اے میرے پروردگار میرے سوار محمد کو واپس بھیج اور مجھ پر یہ ایک احسان کر۔

وہ کہتے ہین کہ مین نے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ لوگون نے بتایا کہ یہ عبد المطلب ہین، ان کا ایک اونٹ گم ہوگیا تھا، اُنھون نے اپنے پوتے کو اس کے ڈھونڈھنے کے لیے بھیجا ہے، اور وہ اب تک لوٹ کر نہین آیا ہے، ان کا یہ پوتا ایسا ہے کہ اُنھون نے جب کسی کام کو اُس کو بھیجا ہے، ان کو کامیابی ہی ہوئی ہے، کچھ دیر کے بعد آپ اونٹ لیکر واپس آتے نظر آئے، عبد المطلب نے سینہ سے لگالیا۔[2]

[1] صحیح مسلم باب الاسراء، مستدرک حاکم باب معجزات، ابن سعد جلد اوّل صفحہ ۹۷، مسند ابن حنبل روایات حضرت انس۔ [2] مستدرک حاکم جلد ۲ صفحہ ۶۰۳، و ذہبی نے حاکم کی اس روایت کو علی شرط مسلم تسلیم کیا ہے، علاوہ ازین تاریخ بخاری، ابن سعد، ابو یعلی، طبرانی، بیہقی، ابو نعیم اور ابن مندہ مین یہ واقعہ مذکور ہے۔

بے ستری مین آپکا غش کھا کر گرنا آپ بچہ تھے کہ خانۂ کعبہ کی تعمیر درپیش ہوئی، تمام شرفائے مکہ اُس مقدس گھر کے معمار اور مزدور بنے بچے اینٹین اُٹھا اُٹھا کر لا رہے تھے، انھین بچون کی صف مین آنحضرت صلعم اور آپ کے چچا حضرت عباسؓ بھی تھے، حضرت عباسؓ نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ تہبند کھول کر گردن پر رکھ لو کہ پتھر کی رگڑ سے خراش نہ آئے، آنحضرت صلعم نے چچا کے حکم کی تعمیل کی، دفعتہً آپ غش کھا کر گر پڑے، اور آنکھیں پھٹ کر آسمان سے لگ گئین، جب ہوش آیا تو آپ کی زبان پر یہ لفظ تھا "میرا تہبند میرا تہبند" لوگون نے تہبند کمر سے باندھ دی، یہ صحیحینؓ[1] کی روایت ہے، حاکم، ابن سعد، اور ابو نعیم مین ہے کہ ابو طالب نے اس کے بعد واقعہ دریافت کیا تو فرمایا کہ "مجھے ایک سپید پوش مرد نظر آیا، جسنے کہا کہ ستر پوشی کر" بیہقی اور حاکم کی دوسری روایت مین ہے کہ ندا آئی کہ "محمد اپنے ستر کو چھپا" ان روایتون مین ہے کہ غیب کی یہ پہلی آواز تھی جو آپ کو سنائی دی،

نیند طاری ہونا حضرت علیؓ آنحضرت صلعم سے سنکر بیان کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ بعثت سے پہلے، صرف دو دفعہ میرے دل مین بُرا خیال آیا، اور دونون دفعہ خدا نے مجھے بچا لیا، ایک دفعہ رات کو مین نوجوان چرواہون کے ساتھ مکہ کے باہر تھا، میرے دل مین آیا کہ شہر کے اندر جا کر لطفِ حیاب اُٹھاؤن چلا تو سرِ راہ شادی کا ایک جلسہ نظر آیا، مین دیکھنے کھڑا ہو گیا تو خدا نے مجھپر نیند طاری کر دی تو اُسوقت تک مین نہ جاگا جب تک سورج کی کرنون نے آکر میرے شانے نہ ہلائے دوسری دفعہ جب خیال آیا تو پھر یہی واقعہ گذرا، اس کے بعد مین نے جاہلیت کا کوئی ارادہ نہ کیا، یہان تک کہ خدا نے مجکو نبوت[2] سے مشرف کیا۔

صدائے غیب آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد کا واقعہ ہے کہ حضرت عمرؓ ایک دفعہ بیٹھے تھے، سامنے سے ایک خوبصورت سا آدمی گذرا، حضرت عمرؓ نے بلوا کر حال پوچھا، اُس نے کہا مین جاہلیت مین کاہن تھا، دریافت کیا کہ اُس زمانہ مین عجیب ترین واقعہ تم نے کیا دیکھا، اُس نے کہا مین بازار مین تھا کہ میرا موکل جن میرے پاس گھبرایا ہوا آیا اور یہ شعر پڑھا،

---

[1] صحیح بخاری جلد اول باب بنیان الکعبہ صحیح مسلم، [2] مسند ابن راہویہ ابن اسحاق، بزاز، بیہقی، ابو نعیم ابن عساکر قال ابن حجر اسنادہ حسن متصل، ورجالہ ثقاۃ، خصائص کبری سیوطی جلد اول صفحہ ۰۰، حیدرآباد،

الم تر الجن وابلاسها   ویاسها من بعد انکاسها

ولحوقها بالقلاص واحلابها

حضرت عمرؓ نے فرمایا اس نے سچ کہا، خود مجھپر اسی قسم کا ایک واقعہ گذرا، ایک دفعہ مین جاہلیت کے بتون کے پاس سویا تھا کہ ایک آدمی بچھڑا لیکر آیا اور اُسکی قربانی کی، ناگاہ اس کے اندر سے بڑے زور سے چیخنے والے کی آواز آئی جس سے زیادہ چیخ کی آواز مین نے کبھی نہین سنی، آواز یہ تھی،

یا جلیح، امر نجیح، رجل فصیح یقول لا الہ الا اللہ   اے جلیح! کامیاب بات، ایک فصیح آدمی کہتا ہو کہ خدا کے سوا کوئی خدا نہین،

حضرت عمرؓ کہتے ہین کہ یہ آواز سنکر سب لوگ کود کود بھاگ نکلے، لیکن مین اپنی جگہ سے نہ ٹلا، اور دل مین کہا کہ اصل حقیقت دریافت کرکے ٹلون گا، ناگاہ دوسری دفعہ اور پھر تیسری دفعہ وہی آواز آئی، اس واقعہ کو کچھ ہی دن گذرے تھے کہ مکہ مین یہ شہرہ ہوا کہ آپ نے نبوت کا دعوی کیا ہے[۱]۔

پتھرون سے سلام کی آواز آنحضرت صلعم نبوت کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ مین مکہ کے اُس پتھر کو پہچانتا ہون جو مجکو نبوت سے پہلے سلام کیا کرتا تھا، مین اب بھی اس کو پہچانتا ہون، یہ صحیح مسلم اور مسند احمد، مسند دارمی کی روایت ہی[۲]، دوسری کتابون[۳] مین ہے کہ مین مکہ کے اُس پتھر کو پہچانتا ہون جو میری بعثت کے زمانہ مین مجکو سلام کیا کرتا تھا

خواب مین فرشتون کی آمد نبوت سے پہلے آنحضرت صلعم کو حالت خواب مین فرشتے نظر آیا کرتے تھے، صحیح بخاری مین ہے کہ آغاز وحی سے پہلے رویا مین تین فرشتے آپ کے پاس آئے، آپ دوسرے لوگون کے ساتھ کعبہ کے احاطہ مین آرام فرمارہے تھے، ایک فرشتے نے پوچھا "ان مین وہ کون ہے؟" بیچ والے نے جواب دیا "ان مین جو سب سے بہتر ہے" پچھلے نے کہا "تو ان مین سے بہتر کو لے لو" اس کے بعد وہ لوگ چلے گئے[۴]۔

---

[۱] صحیح بخاری [۲] صحیح مسلم کتاب الفضائل مسند احمد و مسند دارمی صفحہ ۹ بروایت جابر بن سمرہ [۳] جامع ترمذی ذکر معجزات ابوداؤد، وطیالسی مسند جابر بن سمرہ، [۴] صحیح بخاری کتاب الاسراء باب صفۃ النبی صلعم کتاب الانبیاء،

اشیاء مین اثر

اشیاء مین اثر سے مقصود یہ ہے کہ بحکم الٰہی کبھی کبھی آپ کے فیض و برکت کی قوتِ اثر سے جمادات، نباتات، حیوانات اور انسانون مین ایک ایسا انقلاب پیدا ہوگیا جسکی بنا پر اشیاء سے اُن کی فطرت کے مافوق، یا اون کے معمول کے برخلاف افعال، حرکات، اور اثرات رونما ہوئے، اس قسم کے معجزات حضرت موسیٰؑ کی سیرت مین زیادہ نمایان ہین۔ مثلاً پانی کا خون ہوجانا، عصا کا سانپ بنجانا، ہتھیلی کا چمکنے لگنا، عصا کی ضرب سے دریا کا خشک ہوجانا، چٹان سے پانی بہنے لگنا، اون کے اُٹھانے سے دشمن کا شکست کھانا۔ آنحضرت صلعم کو بھی یہ نشانیان ملی تھین، جن مین سب سے مستند معجزہ شق القمر ہے جسکی تفصیل دلائل قرآنی کے ضمن مین پہلے گذر چکی، اس کے بعد ستونِ حنانہ یعنی مسجد نبوی کے ستونِ خرما سے گریہ وبکا کی آواز پیدا ہونے کا واقعہ ہے،

ستون کا رونا مسجد نبوی مین پہلے منبر نہ تھا، مسجد مین خرمے کے تنہ کا ایک ستون تھا، آپ اُس سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے، منبر تیار ہوا، تو آپ نے اُس پر کھڑے ہوکر جمعہ کا خطبہ دینا شروع کیا، تو دفعتہً اُس ستون سے بچون کی طرح رونے کی آواز آنے لگی، بعض روایتون مین ہے کہ اونٹنیون کی طرح بلبلانے کی آواز آئی، یہ حاضرین کے اختلاف مذاق کی بنا پر رونے کی مختلف تشبیہین ہین، راویون کا مشترک مقصود یہ ہے کہ دردِ فراق سے اُس سے جزع وفزع کی آواز سنائی دینے لگی، یہ دیکھکر آنحضرت صلعم منبر سے اُتر آئے، اور ستون پر تسکین کے لیے ہاتھ رکھا اور اس کو سینہ سے لگا یا تو آواز بند ہوگئی، آپ نے فرمایا کہ "اس کا یہ رونا اس بنا پر تھا کہ یہ پہلے خدا کا ذکر سنا کرتا تھا"[1] یہ واقعہ حدیث وسیر کی کتابون مین گیارہ مختلف صحابیون سے منقول ہے[2]۔

---

[1] صحیح بخاری باب علامات النبوۃ۔ ومسند احمد، وترمذی، وابویعلی، وابن ماجہ ودارمی (معجزات) ونسائی (باب خطبۃ الجمعہ) [2] (۱) جابر بن عبد اللہ (بخاری، نسائی، امام احمد، بزار، ابونعیم) (۲) سہیل بن سعد (ابن ابی شیبہ، ابن سعد علی شرط الصحیحین) (۳) عبد اللہ بن عمرؓ (بخاری، امام احمد، ترمذی) (۴) انس بن مالک (ترمذی، امام احمد، ابویعلی، ابن ماجہ، بزار، ابونعیم) (۵) ابی بن کعب (امام احمد، امام شافعی ابن ماجہ، دارمی، ابویعلی، ابن سعد) (۶) عبد اللہ بن عباس (امام احمد، ابن ماجہ علی شرط مسلم، ابن سعد، بیہقی، دارمی) (۷) ابوسعید خدری۔ (ابن ابی شیبہ، ابویعلی، دارمی، عبد بن حمید، ابونعیم علی شرط مسلم) (۸) بریدہ (دارمی) (۹) مطلب بن وداعہ (زبیر بن بکار فی اخبار المدینہ) (۱۰) ام سلمہ (بیہقی) (۱۱) عائشہ (بیہقی، ابونعیم)

منبر کا ہلنے لگنا

ایک دفعہ آنحضرت صلعم منبر پر خطبہ دے رہے تھے، جلال وکبریاے الٰہی کا بیان تھا، آپ خود بہت متاثر تھے، حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ مین نے دیکھا تو آپ داہنے بائین ہل رہے تھے، اور نیچے سے منبر اس زور سے ہل رہا ہے کہ مجھے ڈر ہوا کہ آپ کو لیکر گر نہ پڑے[1]۔

چٹان کا پارہ پارہ ہوجانا

غزوۂ خندق مین تمام صحابہ مدینہ کے چارون طرف دشمنون سے بچنے کے لیے خندق کھود رہے تھے، اتفاق سے ایک جگہ ایک بہت سخت چٹان نکل آئی، لوگون نے ہرچند اُس کو توڑنا چاہا، مگر وہ نہ ٹوٹی، کدالیان اُس پر پڑ پڑ کر اُچٹ جاتی تھین، آخر لوگون نے آنحضرت صلعم کی خدمت مین آکر صورت حال عرض کی، آپ اُٹھ کر خود تشریف لائے، اور کدالی ہاتھ مین لیکر ایک ضرب لگائی تو وہ چٹان ریگ ہوکر چورچور ہوگئی[2]۔

درختون اور پہاڑون سے سلام کی آواز

حضرت علیؓ کہتے ہین کہ ایک دفعہ مین آنحضرت صلعم کے ساتھ مکہ مین ایک طرف کو نکلا، تو مین نے دیکھا کہ جو پہاڑ اور درخت بھی سامنے آتا ہے اُس سے السلام یا رسول اللہ کی آواز آتی ہے، اور مین اُس کو سُن رہا تھا[3]،

پہاڑ کا ہلنا

صحیح بخاری مین ہے، ایک دن آپ اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ[4] اور صحیح مسلم مین ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ[5] بھی تھے، ایک پہاڑ پر چڑھے، پہاڑ جنبش کرنے لگا، آپ نے پہاڑ کو پاے مبارک سے ٹھوکر مار کر فرمایا "ٹھہر جا، کہ تیری پشت پر اس وقت پیغمبر ہے، یا صدیق ہے یا شہید ہے[6]"۔

صحیح بخاری مین راوی کو شک ہے، یہ پہاڑ کوہ احد تھا، یا کوہِ حرا، مگر صحیح مسلم اور مسند احمد مین صرف کوہِ حرا

---

[1] صحیح مسلم باب ابتدا الخلق، ابن ماجہ، ذکر البعث، و مسند احمد عن ابن عمر وغیرہ۔

[2] صحیح بخاری (غزوۂ خندق) و نسائی (کتاب الغزوات) و بیہقی و ابونعیم۔ و ابن سعد و ابن اسحاق و ابن جریر [3] جامع ترمذی ذکر معجزات بروایت حسن [4] صحیح بخاری مناقب ابی بکرؓ [5] صحیح مسلم فضائل حضرت طلحہ و حضرت زبیر۔ [6] صحیحین کے علاوہ یہ واقعہ مسند ابن حنبل بروایت بریدہ، اور ترمذی، نسائی اور دارقطنی بروایت حضرت عثمانؓ اور ابویعلی اور بیہقی مین بروایت سہل بن سعد مذکور ہے۔

کا، اور مسند ابو یعلی اور بیہقی مین صرف کوہِ احد کا نام ہے، بہرحال اگر یہ کوہِ احد تھا تو مدینہ کا یہ واقعہ ہے، اور اگر کوہِ حرا تھا تو مکہ کا ہے۔

بتون کا آپ کے اشارہ سے گرجانا

فتح سے پہلے خانۂ کعبہ تین سو ساٹھ بتون کا معبد تھا، جب مکہ فتح ہوا تو آپ خانۂ کعبہ مین تشریف لے گئے، دستِ مبارک مین ایک چھڑی تھی، اور زبانِ اقدس پر یہ آیت کریمہ جاری تھی جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا (حق آیا اور باطل مٹ گیا، باطل مٹنے ہی کے لیے تھا) آپ چھڑی سے جس بت کی طرف اشارہ کرتے تھے وہ بے چھوے دہم سے گر پڑتا تھا۔[1]

کھانون سے تسبیح کی آواز

حضرت جابرؓ کہتے ہین کہ تم لوگ معجزون کو خوف کی چیز سمجھتے ہو، اور ہم لوگ ان کو برکت سمجھتے تھے، ہم کھانون سے جب وہ کھائے جاتے تھے تسبیح کی آواز سنا کرتے تھے۔[2]

زمین کا ایک مرتد کو قبول نہ کرنا

ایک عیسائی نے اسلام قبول کیا، اور سورۂ بقرہ و آل عمران پڑھی، آنحضرت صلعم نے اسکے متعلق کتابتِ وحی کی خدمت کی، چند دنون کے بعد وہ مرتد ہو کر بھاگ گیا، اور پھر عیسائی ہو گیا، اور مشہور کیا کہ مین نے جو کچھ لکھا ہے محمدؐ اس کے سوا کچھ نہین جانتے، اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانی دکھائی، یعنی اس کو موت دیدی، اُسکے دوستون نے اس کو دفن کیا، تو صبح کے وقت لاش قبر کے باہر تھی، اس کے دوستون کو معلوم ہوا تو کہنے لگے کہ یہ محمد اور اصحاب محمد کا کام ہے، چونکہ وہ ان سے علیحدہ ہو گیا اس لیے قبر کھود کر اس کو باہر پھینک دیا اس خیال سے اُن لوگون نے اب کی خوب گہری قبر کھود کر اس مین اس کو دفن کیا، صبح کے وقت پھر مردہ قبر سے باہر تھا، اب اُن کا یہ خیال اور پختہ ہو گیا۔ اور کہنے لگے کہ یہ مسلمانون ہی کی حرکت ہے، پھر اور جس قدر وہ گہری قبر کھود سکتے تھے اُنھون نے کھود کر اس مین اس کو دفن کیا، صبح کو دیکھا تو پھر وہی منظر سامنے تھا، اب انکو یقین ہوا کہ یہ آدمی کا کام نہین، چنانچہ اس کو اسی طرح زمین پر چھوڑ دیا۔[3]

۱؎ صحیح بخاری و مسلم باب فتح مکہ و مسند احمد بروایت ابن عباس ۲؎ صحیح بخاری باب علامات النبوۃ ۳؎ بخاری باب علامات النبوۃ فی الاسلام۔

درختوں کا چلنا ایک بار آپ سفر میں قضائے حاجت کے لیے نکلے، حضرت جابرؓ پانی لیے ہوئے ساتھ تھے، آپ نے میدان میں اِدھر اُدھر دیکھا تو کوئی چیز آڑ کرنے کے لئے نہ ملی، میدان کے کنارے صرف دو درخت تھے، آپ ایک درخت کے پاس گئے اور اُسکی ایک ڈالی کو پکڑ کر کہا کہ "خدا کے حکم سے میری اطاعت کر" وہ فرمانبردار اونٹ کی طرح آپ کے ساتھ ہولیا، پھر دوسرے درخت کے نزدیک تشریف لے گئے، اور وہ بھی اسی طرح آپ کے ساتھ چل پڑا، پھر آپ نے دونوں کو ایک جگہ جمع کیا، اور فرمایا کہ "خدا کے حکم سے باہم جڑ جاؤ" دونوں باہم مل گئے۔ جب آپ اُن کے آڑ میں فراغت کر چکے تو پھر دونوں درخت الگ الگ اپنی اپنی جگہ پر آ گئے[1]

اِسی قسم کا واقعہ دوسرے سفروں میں بھی پیش آیا ہے چنانچہ صحابہ نے اپنی عینی شہادت کی بنا پر اس کو بیان کیا ہے حضرت اسامہ بن زید حجۃ الوداع[2] میں حضرت ابن مسعودؓ نے غزوۂ خیبر[3] میں، اور حضرت یعلی بن مرۃؓ نے سفر[4] میں اپنا مشاہدہ بیان کیا ہے،

ایک اور واقعہ ہے کہ آپ ایک روز اہل مکہ کی ایذارسانی سے نہایت غمگین بیٹھے ہوئے تھے، اسی حالت میں حضرت جبریل آئے، اور انھوں نے دریافت کیا، تو حضرت جبریل نے کہا یا خود آپ نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی (روایتیں مختلف ہیں) کہ "مجھے ایک ایسی نشانی دکھا جو اس غم کو مجھ سے دور کردے" حکم ہوا کہ میدان کے کنارے جو ایک درخت ہے آپ اس کو بلائیے۔ آپ نے بلایا تو وہ سامنے آکر کھڑا ہو گیا، پھر اُس سے واپس جانے کو کہا، تو وہ اپنی جگہ پر واپس چلا گیا، آپ نے فرمایا "اب مجھے کوئی غم نہیں[5]"

خوشۂ خرما کا چلنا آپ کی خدمت میں ایک بدو آیا، اور کہا کہ مجھے یہ کیونکر یقین ہو کہ آپ پیغمبر ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر میں اس خوشۂ خرما کو بلالوں تو تم میری نبوت کی شہادت دوگے" اس نے کہا "ہاں" آپ نے خوشہ کو بلایا اور وہ درخت سے اتر کر آپ کے پاس آیا، اور پھر آپ کے حکم سے واپس گیا۔ بدو فوراً اس معجزہ کو دیکھکر ایمان لایا[6]

---

[1] مسلم حدیث جابر الطویل [2] احمد دارمی و بیہقی باختلاف یسیر [3] مسند ابو یعلی و بیہقی و ابو نعیم، حافظ ابن حجر نے مطالب عالیہ میں اس روایت کی تحسین کی ہے [4] ابو نعیم معجزات الاشجار [5] امام احمد بروایت یعلی بن مرۃ و ابن ابی شیبہ برجال ثقات و حاکم بروایت صحیح [5] سنن ابن ماجہ باب الصبر علی البلاء و مسند احمد عن انس بن مالک و ابن سعد و بزار و بیہقی عن عمر بن الخطاب [6] ترمذی (معجزات نبوی) نے اسکو صحیح کہا ہے، امام بخاری نے تاریخ میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے، اور ابو یعلی نے ابن عباس سے اسکی روایت کی ہے۔

درخت کا چلنا اور اسکی آواز دینا

آپ ایک سفر مین تھے کہ ایک بدو آتا ہوا نظر آیا، جب وہ آپ کے قریب آگیا، تو آپ نے پوچھا "کہان جاتے ہو" اُس نے جواب دیا مکان کا ارادہ ہے، پھر آپ نے فرمایا "تمھین نیکی کی حاجت ہے؟" اُس نے کہا "وہ نیکی کیا ہے؟" آپ نے کلمۂ توحید کی تلقین کی، اس نے کہا "اسکی شہادت کون دیتا ہے؟" آپنے فرمایا "سامنے کا یہ درخت" چنانچہ یہ کہکر آپ نے وادی کے کنارے سے اس درخت کو بلایا، وہ دوڑتا ہوا آیا اور آپ کے سامنے کھڑا ہوگیا، آپ نے تین بار اس سے کلمۂ توحید پڑھایا، اور اُس نے پڑھا۔ پھر وہ اپنی جگہ پر واپس چلا گیا، اور بدو یہ کہکر اپنے مکان کو روانہ ہوا، کہ اگر "میرے اہل وعیال نے بھی اسلام قبول کرلیا، تو اُن سب کو لیکر آؤن گا، ورنہ تنہا آپ کے ساتھ قیام کرون گا"[۱]

بے دودھ کی بکری نے دودھ دیا

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہو کہ وہ کہتے ہین کہ مین نوخیز چھوکرا تھا، عقبہ بن معیط (ایک قریشی کافر رئیس) کی بکریان مکہ مین چرایا کرتا تھا، آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکر کا اُدھر سے گذر ہوا[۲] آپ نے مجھ سے کہا،

[۱] مسند دارمی ص ۹ بسند صحیح و بزار و ابونعیم باختلاف یسیر [۲] ابن سعد جلد اول صفحہ ۱۲۱ سے یہ روایت مسند ابو داؤد طیالسی مسند ابن حنبل، ابن سعد و دلائل ابی نعیم مین ہے طیالسی اور ابونعیم کی روایت مین یہ الفاظ ہین کہ "آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکر جب مشرکین سے بھاگے تھے" تب یہ واقعہ پیش آیا، یعنی ہجرت کے ایام مین طیالسی کی اس روایت کا سلسلۂ سند ہر طرح سے محفوظ ہو" ابوداؤد حماد بن سلمہ سے" اور وہ عاصم بن بہدلہ سے" اور عاصم زر بن حبیش سے" اور وہ خود عبداللہ بن مسعود سے اسکی روایت کرتے ہین، یہ تمام اصحاب ثقہ اور معتبر ہین، با این ہمہ اس واقعہ کو زمانۂ ہجرت مین قرار دینے سے متعدد خرابیان نظر آتی ہین جن سے ثابت ہوتا ہو کہ اس روایت مین کسی صاحب سے بھول ہوئی ہو، اس روایت سے ظاہر ہوتا ہو کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ہجرت کے وقت نوخیز لڑکے تھے، اور ابھی تک قرآن مجید سے ناواقف تھے، بلکہ مسلمان بھی نہ تھے، حالانکہ وہ ہجرت سے بہت پہلے اسلام لاچکے تھے، وہ چھٹے مسلمان تھے، اور ہجرت کے وقت وہ حبش مین تھے، اور وہان سے اس وقت لوٹے جب آنحضرت صلعم مدینہ جاچکے تھے، جیساکہ نماز مین سلام کرنے والی روایت سے جو حدیث کی تمام کتابون مین ہو ثابت ہوتا ہو، اس لیے وہ اس وقت مکہ مین سرے سے موجود ہی نہ تھے، اس روایت کے ان الفاظ کے متعلق مین اپنے یہ شکوک لکھ چکا تھا کہ رجال سیر کی مختلف کتابون مین حضرت عبداللہ بن مسعود کا حال اُلٹ پلٹ کر پڑھا، سب نے اُن کے حال مین اس روایت کو نقل کیا ہو، مگر ان شبہات پر کسی کی نظر نہین پڑی، اسی اثنار مین فتح الباری جلد ہجرت اُٹھاکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ بعینہ یہی اعتراضات حافظ ابن حجر کے ذہن مین بھی گذرے ہین۔ لیکن انھون نے حسب دستور مختلف روایات کی تطبیق کے متعلق جو انکا عام اصول ہو اُس سے کام لیکر آگے بڑھ گئے ہین، یعنی یہ کہدیا ہے کہ ممکن ہو کہ یہ ہجرت کے علاوہ کسی اور زمانہ کا واقعہ ہو، مگر مشکل یہ ہو کہ ہجرت کے علاوہ کوئی اور زمانہ ایسا نہین جسمین آنحضرت صلعم حضرت ابوبکر کے ساتھ مشرکین سے بھاگے ہون۔ لیکن الحمدللہ کہ اثنائے تحقیق مین مجھے مسند احمد بن حنبل (جلد ۱ صفحہ ۳۷۹) مین یہی روایت اسی قسم کی سند سے مل گئی ہے، جسمین ان قابل اعتراض الفاظ کے بجائے مطلق یہ الفاظ ہین کہ "مین بکریان چرا رہا تھا کہ آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکر کا گذر ہوا" اس مین فرار اور ہجرت کا مطلق ذکر نہین ہے اس سے ثابت ہوتا ہو کہ یہ ہجرت سے بہت پہلے کا کوئی واقعہ ہو۔ پہلے الفاظ کے راوی عاصم سے اُنکے شاگرد حماد بن سلمہ ہین۔ اور دوسرے الفاظ کے راوی انھین کے شاگرد ابوبکر عیاش ہین۔ گو حافظہ کی خرابی اور اغلاط کی کثرت مین یہ دونون برابر ہین تاہم ناقدانہ وجوہ ابوبکر بن عیاش کی تائید مین ہین۔ پہلی روایت مین "فرّا" (بھاگے) کا لفظ ہے" اور دوسری مین "مرّا" (یعنی گذرے) کا لفظ ہو، معلوم ہوتا ہو (بقیہ حاشیہ صفحہ آیندہ پر دیکھو)

"لڑکے! تمھارے پاس کچھ دودھ ہی؟ ہم کو پلاؤ گے"؟ مین نے کہا "مین امین ہون مین تمکو نہین پلا سکتا" آپ نے پوچھا "اچھا کوئی بکری کا بچہ ہے؟" مین نے کہا "ہان" فرمایا "لے آؤ" مین لے آیا۔ حضرت ابوبکر نے بچہ کو پکڑا، اور آنحضرت صلعم نے تھن مین ہاتھ لگایا، اور دعا کی، ابوبکر ایک گھرا پتھر لے آئے، اس مین دودھ دوہا گیا، پہلے آپ نے خود پیا، پھر حضرت ابوبکر نے پیا، اس کے بعد حضرت ابن مسعود کہتے ہین کہ پھر مجھے پلایا، دودھ پی کر آپ نے فرمایا "اے تھن! سمٹ جا" وہ سمٹ کر خشک ہوگیا، اس کے بعد مین آپ کے پاس حاضر ہوا، اور عرض کی کہ اس عمدہ کلام یعنی قرآن مجید مین سے مجھے کچھ سکھائیے، فرمایا "تم سیکھنے والے لڑکے ہو" تو مین نے خود آنحضرت صلعم کے منہ سے ستر سورتین سیکھین، جن مین کوئی دوسرا میرا مقابلہ نہین کرسکتا، ابن سعد مین ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کہا کرتے تھے کہ میرے اسلام لانے مین اِسی معجزہ کو دخل ہی۔[1]

سست گھوڑے کا تیز رفتار ہوجانا | ابوطلحہ صحابی کا ایک گھوڑا تھا جو نہایت سُست رفتار اور مٹھا تھا، ایک دفعہ مدینہ مین شور و غل ہوا، آپ نے اُسی گھوڑے پر سوار ہوکر مدینہ کا چکر لگایا وہ آپ کی سواری کی برکت سے اس قدر تیز رو ہوگیا کہ جب آپ واپس تشریف لائے، تو فرمایا کہ "یہ تو دریا ہے"۔ اس کے بعد کوئی گھوڑا اس کا مقابلہ نہین کرسکتا تھا۔[2]

اندھیرے مین روشنی ہونا | حضرت انس کہتے ہین کہ دو صحابی آنحضرت صلعم کی خدمت مین رات کو دیر تک حاضر رہے، جب واپس ہوئے تو رات بہت اندھیری تھی، مگر خدا کی قدرت کہ اُن کے سامنے دو چراغون کی طرح آگے آگے کوئی چیز روشن ہوگئی، جب دونون الگ ہوکر اپنے اپنے گھر چلے، تو ایک چراغ ایک کے ساتھ، اور دوسرا دوسرے کے ساتھ ہوگیا۔ یہان تک کہ دونون گھر چلے گئے۔ یہ صحیح بخاری کی روایت ہے[3]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کہ راویون مین فرّ اور مرّ کے الفاظ مین باہم تشابہ ہوگیا ہی اور بعد کو پھر فرّ کی مناسبت سے عن المشرکین بڑھ گیا ہی، ابن سعد نے بسند حسن (جلد اول صفحہ ۱۲۲) اس واقعہ کو ان الفاظ مین روایت کیا ہی جس سے تمام مسئلہ صاف ہوجاتا ہی "حضرت ابن مسعود کہتے ہین مین اپنے سے پہلے کسی کا مسلمان ہونا نہین جانتا، مین گھر کی بکریان چرا رہا تھا کہ رسول اللہ صلعم میرے پاس آئے، اور دریافت فرمایا کہ تمھاری کسی بکری مین دودھ ہی؟ مین نے عرض کیا نہین۔ آپ نے ایک بکری کے تھن مین ہاتھ لگایا، فوراً دودھ اتر آیا، تو مین اپنے سے پہلے کسی کا مسلمان ہونا نہین مانتا۔ [1] ابن سعد جلد اول صفحہ ۱۲۲۔ [2] صحیح بخاری کتاب الجہاد [3] صحیح بخاری باب علامات النبوۃ۔

اس مین ان دونون صحابیون کے نامون کی تصریح نہین، لیکن حاکم، ابن سعد، بیہقی اور ابونعیم مین حضرت انس نے ان کے نام عباد بن بشر، اور اسید بن حضیر بتائے ہین، اور ان مین یہ اضافہ ہے کہ یہ روشنی اُن کی لکڑیون کے سرون مین پیدا ہو گئی تھی، ابونعیم کی ایک دوسری روایت مین جو حضرت انس ہی سے مروی ہے، عباد بن بشر اور اسید بن حضیر کے بجائے حضرت ابوبکر اور عمر کے نام ہین۔ روایت کی صحت کی صورت مین ممکن ہے کہ یہ دوسرا واقعہ ہو، نیز حاکم، بیہقی، اور ابونعیم مین اسی قسم کا واقعہ ابوعبس بن جبر صحابی جو ہمیشہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ عشا کی نماز پڑھا کرتے تھے ان کو بھی ایک دفعہ پیش آنا بیان کیا گیا ہے، تاریخ بخاری اور بیہقی مین ایک سفر مین اندھیری رات کو حمزۃ الاسلمی رضہ کی انگلیون کا روشن ہو جانا بھی مذکور ہے،

جانور کا سجدہ کرنا حدیث کی اکثر کتابون مین چند الفاظ کے تغیر کے ساتھ یہ روایت مذکور ہے، کہ ایک دفعہ ایک انصاری کا اونٹ باؤلا ہو گیا تھا یا بگڑ گیا تھا، لوگون نے جا کر آپ کو خبر کی، آپ نے اس کے پاس جانا چاہا، تو سب نے روکا کہ "یا رسول اللہ! یہ آدمی کو کتے کی طرح کاٹ کھاتا ہے" آپ نے فرمایا "مجھے اس کا خوف نہین" یہ کہکر آپ آگے بڑھے، تو اونٹ نے آپ کے سامنے آکر اپنی گردن ڈال دی، آپ نے اس پر ہاتھ پھیرا، اور اس کو پکڑ کر اس کے مالک کے حوالہ کر دیا، پھر فرمایا "ہر مخلوق جانتی ہے کہ مین خدا کا رسول ہون، لیکن گنہگار انسان اور نافرمان جن،" صحابہ نے یہ منظر دیکھکر کہا "یا رسول اللہ! جب جانور آپ کو سجدے کرتے ہین، تو انسانون کو سب سے پہلے کرنا چاہیے" آپ نے فرمایا "اگر کسی انسان کا دوسرے انسان کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو مین عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے[۱]"

جانور کا آپ کے مرتبہ کو پہچاننا ایک دفعہ آپ ایک انصاری کے باغ مین گئے، ایک اونٹ گھر آ چلا رہا تھا، آپکو دیکھکر وہ بلبلانے لگا، اور اسکی دونون آنکھون مین آنسو ڈبڈبا آئے، آپ نے قریب جا کر اس کے سر اور کنپٹی پر

---

[۱] امام ابن حنبل نے مسند مین متعدد صحابیون کی سند سے یہ واقعہ نقل کیا ہے، چنانچہ کتاب مذکور مین حضرت جابر، حضرت ابن عباس، حضرت انس، اور حضرت عائشہ، کی مسند دیکھو۔ نیز سنن نسائی و دارمی (صفحہ ۹) و ابن ابی شیبہ و طبرانی و بیہقی، اہل دلائل نے اس ایک واقعہ کو ذرا ذرا سے لفظی اختلاف کے باعث متعدد واقعات بنا دیا ہے۔

ہاتھ پھیرا، تو وہ چپ ہوگیا، آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کس کا اونٹ ہے؟ لوگون نے ایک انصاری کا نام بتایا، وہ بلوائے گئے تو آپ نے فرمایا "تم اِن جانورون پر جنکو خدانے تمہارا محکوم بنایا ہے، رحم کیا کرو، اس اونٹ نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو، اور اس کو تکلیف دیتے ہو[1]۔

حافظہ بڑھ جانا

تمام صحابہ مین حضرت ابوہریرہ کی روایتین سب سے زیادہ ہین، حالانکہ وہ آنحضرت صلعم کی خدمت مین صرف تین چار برس رہے تھے، لوگون کو آج بھی اس پر تعجب ہے، اور خود اُن کے زمانہ مین بھی تھا لیکن حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہین کہ ہمارے مہاجر بھائی تو بیوپار مین لگے رہتے تھے، اور انصاری بھائی اپنے کھیتون مین، اور میرا آپ کی خدمت مین حاضری کے سوا اور کوئی کام نہ تھا، ایک دن خدمت مین حاضر تھا کہ زبان مبارک سے نکلا کہ "جو دامن پھیلا کر اسوقت میری باتین سینہ مین سمیٹ لے گا، وہ پھر کبھی نہ بھولے گا" مین نے دامن پھیلایا، جب کلام مبارک ختم ہوا، سینہ مین سمیٹ لیا۔ اُس وقت سے مین کوئی بات نہ بھولا[2]

صحیح بخاری مین یہی واقعہ ایک اور طرح سے بھی مذکور ہے، چنانچہ وہ آگے آئے گا۔

[1] ابو داؤد، کتاب الجہاد باب الشفقۃ علی البہائم و مسند احمد بسند عبد اللہ بن جعفر، ابونعیم وغیرہ مین اسی واقعہ مین اور بہت سی نامستند باتین شامل ہین [2] صحیح بخاری و صحیح مسلم مناقب ابی ہریرہ۔

شفاے امراض

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ

پیغمبر دنیا مین درحقیقت بیمار دلون کے روحانی طبیب بن کر آتے ہین، مگر کبھی کبھی ارواح وقلوب کے معالجہ مین اُن کو جسمانی امراض وعوارض کا علاج بھی کرنا پڑتا ہے، تمام انبیا مین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی اِس وصف مین سب سے ممتاز ہے، آنحضرت صلعم کو بھی اِس قسم کے معجزات کا وافر حصہ ملا تھا،

حضرت علی کی آنکھون کا اچھا ہو جانا

حضرت سعد بن وقاص، حضرت سلمہ بن الاکوع اور حضرت سہیل بن سعد، مین چشم دید گواہون سے روایت ہو کہ غزوۂ خیبر مین جب آپ نے علم عطا فرمانے کے لیے حضرت علیؓ ابن ابی طالب کو طلب فرمایا تو معلوم ہوا کہ اُن کی آنکھون مین آشوب ہی، اور یہ آشوب جیسا کہ مسند ابن حنبل مین ہے ایسا سخت تھا کہ ایک صاحب (سلمہ بن اکوع) اُن کا ہاتھ پکڑ کر لائے تھے، آپ نے اُنکی آنکھون مین اپنا لعابِ دہن مل دیا، اور دم کر دیا، وہ اُسی وقت اچھی ہو گئین، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انکی آنکھون مین کبھی درد تھا ہی نہین[1]۔

ٹوٹی ہوئی ٹانگ کا درست ہو جانا

حضرت عبد اللہ بن عتیک قلعہ مین داخل ہو کر جب ابو رافع یہودی کو قتل کر کے واپس آنے لگے تو کوٹھے کے زینہ سے گر پڑے جس سے اُنکی ایک ٹانگ مین سخت چوٹ آئی، پہلے پہل تو یہ چوٹ معلوم نہین ہوئی لیکن بعد کو یہ حالت ہوئی جیسا کہ ابن اسحاق مین ہو کہ ان کے ہمراہی اٹھا کر انکو لائے، آنحضرت صلعم کی خدمت مین آکر واقعہ بیان کیا، آپ نے اس ٹانگ پر دست مبارک سے مسح کر دیا، اور وہ فوراً بالکل اچھی ہو گئی، اور یہ معلوم ہونے لگا کہ کبھی چوٹ لگی ہی نہ تھی[2]۔

تلوار کے زخم کا اچھا ہونا

غزوۂ خیبر مین حضرت سلمہ بن اکوع کی ٹانگ مین تلوار کا زخم لگ گیا، وہ آنحضرت صلعم کے پاس آئے

---

[1] صحیح بخاری، باب غزوۂ خیبر ومناقب علی کتاب الجہاد وصحیح مسلم باب فضائل علی، ومسند ابن حنبل جلد ۵ صفحہ ۳۳۳ سہیل بن سعد اور سلمہ بن اکوع کی روایت بخاری ومسلم دونون مین ہے، اور حضرت سعد کی روایت صرف مسلم مین ہے،

[2] بخاری باب قتل ابی رافع مین یہ واقعہ دو طرح بیان ہوا ہے، یہان ان دونون مین تطبیق کر دی گئی ہے،

آپ نے اُس پر تین مرتبہ دم کر دیا، پھر انھین کوئی شکایت محسوس نہین ہوئی، صرف نشان رہ گیا تھا[۱]۔

غزوۂ حُنین مین حضرت خالد بن ولید کے پاؤن مین زخم لگا جب لڑائی ختم ہو چکی تو آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا، آپ حضرت خالد کی فرودگاہ پوچھتے ہوئے، اُن کے پاس آئے، دیکھا کہ کجاوہ سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے ہین۔ آپ نے اُن کے زخم پر ایک نگاہ ڈالی، اور اس پر لعابِ دہن ڈال دیا، زخم اچھا ہو گیا[۲]۔

اندھے کا اچھا ہونا آپ کی خدمت مین ایک اندھا حاضر ہوا، اور اپنی تکلیفین بیان کین، آپ نے فرمایا "اگر چاہو تو دعا کر دوان، اور اگر چاہو تو صبر کرو، اور یہ تمہارے لیے اچھا ہے"۔ عرض کی دعا کیجیے، فرمایا "اچھی طرح وضو کر کے یہ دعا مانگو کہ خداوندا! اپنے رحمت والے پیغمبر کے وسیلہ سے میری حاجت پوری کردے"۔ ترمذی[۳] اور حاکم کی ایک روایت[۴] مین اسیقدر ہے، مگر ابن حنبل[۵] اور حاکم کی دوسری روایت مین اسکے بعد ہے کہ اُسنے ایسا کیا تو فوراً اچھا ہو گیا، حاکم کی ایک اور روایت[۶] مین جو علی شرط البخاری ہے یہ واقعہ اِن الفاظ مین منقول ہے حضرت عثمان بن حنیف صحابی کہتے ہین کہ نابینا صحابی آپ کے پاس حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ یا رسول اللہ میری خدمت کے لیے کوئی آدمی نہین مجھے سخت تکلیف ہے، فرمایا وضوخانہ مین جا کر وضو کرو، پھر دو رکعت نماز پڑھو، اس کے بعد یہ دعا مانگو، عثمان بن حنیف کہتے ہین کہ ابھی ہم مجلس سے الگ بھی نہین ہوئے تھے اور نہ کچھ زیادہ بات کرنے پائے تھے کہ وہ نابینا واپس آیا تو ایسا معلوم ہوا کہ اس کو نابینائی کی بیماری کبھی تھی ہی نہین۔

حبیب بن فدیک ایک اور نابینا صحابی کے اچھے ہونے کا واقعہ ابن ابی شیبہ، طبرانی، بیہقی، اور ابو نعیم مین مذکور[۷] ہے، مگر چونکہ اُس کے سلسلۂ سند مین مجہول الاسم اشخاص ہین اس لیے اُسکو قلم انداز کر دیا ہے۔

بلا دور ہونا آپ ایک سفر مین جا رہے تھے، راستہ مین ایک عورت بچہ کو لیے ہوئے سامنے آئی، اور کہا کہ یا رسول اللہ! اس کو دن مین کئی دفعہ کسی بلا کا دورہ ہوتا ہے، آپ نے بچہ کو اٹھا کر کجاوہ کے سامنے رکھا، اور تین بار کہا کہ "اے

---

۱ صحیح بخاری باب غزوہ خیبر و مسند ابن حنبل جلد ۴ حدیث سلمہ بن اکوع ۲ مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۸۸ و عبدالرزاق و عبد بن حمید و ابن عساکر۔

۳ ترمذی کتاب الدعوات ۴ مستدرک جلد اوّل صفحہ ۵۱۹ ۵ مسند جلد ۴ صفحہ ۱۳۸ ۶ مستدرک جلد اول صفحہ ۵۲۶ ۷ مستدرک اول صفحہ ۵۲۶ ۸ دلائل ابی نعیم صفحہ ۱۶۸ و اصابہ ترجمہ حبیب بن فدیک۔

خدا کے دشمن نکل، مین خدا کا رسول ہون" پھر لڑکے کو اُس عورت کے حوالے کر دیا، سفر سے پلٹے تو وہ عورت دو دنبے لیکر حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ میرا ہدیہ قبول فرمایئے، خدا کی قسم پھر بچے کے پاس وہ بلا نہ آئی، آپ نے ایک دنبہ قبول فرمالیا، اور دوسرے کو واپس کر دیا۔[2]

گونگے کا بولنا

حجۃ الوداع مین آپ کی خدمت مین ایک عورت اپنے بچہ کو لیکر حاضر ہوئی اور عرض کی کہ یہ بولتا نہین، آپ نے پانی منگایا، ہاتھ دھویا، اور کلی کی، اور فرمایا کہ یہ پانی اس کو پلا دو اور کچھ اس کے اوپر چھڑک دو، دوسرے سال وہ عورت آئی تو بیان کیا کہ لڑکا بالکل اچھا ہو گیا[3] اور بولنے لگا۔

مرض نسیان کا دور ہونا

ایک دفعہ حضرت علیؓ نے آکر شکایت کی کہ یا رسول اللہ! قرآن یاد کرتا ہون تو بھول جاتا ہون، آپ نے فرمایا" اِس طرح نماز پڑھکر یہ دعا مانگو" حضرت علیؓ فرماتے ہین کہ مین نے اُسی طرح کیا، اور فائدہ ہوا، اور جاکر آنحضرت صلعم سے عرض کی کہ پہلے چار چار آیتین یاد کرتا تھا، اور اب چالیس چالیس آیتین یاد کرلیتا ہون، پہلے بات بھول جاتا تھا، اور اب حرف حرف یاد رہتا ہے۔[4]

حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کو آپ نے طائف کا عامل مقرر فرمایا، اُنھون نے وہان سے آکر بیان کیا کہ یا رسول اللہ مجھے یہ مرض پیدا ہو گیا ہے کہ نماز مین یہ نہین معلوم ہوتا کہ کیا پڑھتا ہون، آپ نے پاس بلا کر اُن کے سینے پر ہاتھ مارا، اور منھ مین دم کیا، پھر یہ حالت بالکل زائل ہو گئی۔[5]

اِسی طرح حضرت ابوہریرہؓ نے بھی ایک دفعہ حافظہ کی شکایت کی تو آپ نے اُن سے فرمایا کہ دامن پھیلاؤ، انھون نے پھیلایا، آپ نے اس مین ہاتھ ڈالا، پھر فرمایا کہ اب اس کو سمیٹ لو، حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہین کہ مین نے ایسا ہی کیا، تب سے پھر مین کوئی بات نہ بھولا۔[6]

---

۱ مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۱۷۰، ۱۷۱ مین دو حسن روایتون سے حضرت یعلی بن مرہ سے یہ واقعہ مذکور ہے، علاوہ ازین ابن ابی شیبہ اور حاکم مین بھی یہ منقول ہے، دارمی صفحہ ۹ مین یہ واقعہ حضرت جابر سے جس سلسلۂ سند سے مذکور ہے وہ مستند نہین، انہ دارمی اور ابونعیم مین اسی قسم کا ایک اور واقعہ (یعنی ایک جن کا ایک بچہ پر مسلط ہونا اور آپکے اثر سے ایک کتے کا پلے کی شکل مین نکلکر بھاگنا) حضرت ابن عباس سے مروی ہے وہ بھی صحیح نہین۔ ۲ سنن ابن ماجہ باب النشرہ و ابونعیم صفحہ ۱۶۷، ۱۶۸ ابن ابی شیبہ۔ ۳ جامع ترمذی ابواب الدعوات و مستدرک حاکم جلد اول صفحہ ۳۱۶ ذہبی نے جودت سند کے باوجود اس روایت مین کلام کیا ہے۔ ۴ سنن ابن ماجہ باب الفزع والارق ۵ صحیح بخاری باب علامات النبوۃ۔

بیمار کا تندرست ہونا

حضرت عثمان بن ابی العاص رضؓ کا واقعہ ہے کہ وہ ایک دفعہ سخت بیمار ہوئے، آنحضرت صلعم اُن کی عیادت کو تشریف لے گئے، تو فرمایا کہ "یہ دعا سات دفعہ پڑھو، اور ہاتھ بدن پر پھیرو" حضرت عثمانؓ کہتے ہین کہ مین نے ایسا کیا تو خدا نے میری بیماری دور کر دی، اور اب مین اپنے عزیزون اور دوستون کو بھی یہ دعا بتایا کرتا ہون[1]۔

ایک بار حضرت علیؓ اس قدر بیمار ہوئے کہ موت کی دعا کرنے لگے، آپ کا گذر ہوا تو انکو اس پر تنبیہ کی، اور دعا فرمائی، پھر ان کو اس مرض کی تکلیف محسوس نہ ہوئی[2]۔

ایک جلے ہوئے بچہ کا اچھا ہونا

محمد بن حاطب ایک صحابی ہین وہ جب بچہ تھے تو اپنی مان کی گود سے گر کر آگ مین گر پڑے، اور کچھ جل گئے، ان کی مان ان کو لیکر آنحضرت صلعم کی خدمت مین آئین، آنحضرت صلعم نے اپنا لعاب دہن اُن کو ملا اور دعا پڑھ کر دم کیا، طیالسی اور ابن حنبل مین اسی قدر ہے، مگر امام بخاری نے تاریخ مین بسند بیان کیا ہے کہ محمد بن حاطب کی مان کہتی تھین کہ بچہ کو لیکر مین وہان سے اُٹھنے بھی نہین پائی تھی کہ بچہ کا زخم چنگا ہو گیا[3]۔

جنون دور ہونا

ایک شخص نے آکر درخواست کی کہ یا رسول اللہ میرا بھائی بیمار ہے، دعا کیجیے۔ پوچھا کیا بیمار ہے؟ عرض کی اسکو جنون کا اثر ہے، فرمایا اسکو لے آؤ، وہ آیا تو آپ نے قرآن مجید کی متعدد سورتین پڑھ کر جھاڑ دیا، وہ کھڑا ہوا تو اس پر جنون کا کوئی اثر نہ تھا[4]۔

---

[1] جامع ترمذی کتاب الطب۔ [2] جامع ترمذی ابواب الدعوات، بروایت حسن وصحیح وحاکم فی المستدرک [3] مسند ابو داؤد طیالسی صفحہ ۱۶۵ مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۲۵۹ تاریخ بخاری کی روایت ابن عبد البر نے بسند استیعاب (ترجمۂ محمد بن حاطب) مین اور سیوطی نے خصائص کبری جلد ۲ صفحہ ۶۹ مین نقل کی ہے [4] سنن ابن ماجہ باب الفضل الارق اس روایت کے سلسلہ سند مین ابو جناب ایک راوی ہین جن پر تدلیس کا الزام ہے مگر اس روایت مین تو تدلیس کا کوئی اثر نہین معلوم ہوتا۔ واللہ اعلم۔

استجابتِ دُعا

منجملہ دیگر علامتون کے اللہ کی بارگاہ مین دعاؤن کا قبول ہونا بھی ایک بڑی علامت ہے، جس سے نیک اور مقبول بندون کی پہچان اور شناخت ہوتی ہے، انبیائے الٰہی سے بڑھکر خدا کے نیک اور مقبول بندے اور کون ہوسکتے ہین؟ اِسی لیے اللہ تعالیٰ انکی دُعاؤن کو شرفِ اجابت بخشتا ہے، اور اُن کی نداؤن کو جو دل کے اندر سے نکلتی ہین، سمعِ قبول سے سنتا ہے، حضرت آدمؑ نے ندامت کے ساتھ خدا کو پکارا تو اُس نے انکو معاف کیا، حضرت نوحؑ نے طوفانی عذاب کی درخواست کی تو پوری ہوئی، حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اولاد کے لیے نبوت اور برکت کی دعا کی تو قبول ہوئی، حضرت یونسؑ نے سمندر کی تہ مین سے خدا کو پکارا تو اس نے سُنا، حضرت زکریا نے خانوادۂ نبوت کے لیے ایک وارث مانگا تو دیا گیا۔

آنحضرت صلعم نے بھی بارگاہِ الٰہی مین دعائین مانگین، حاجت مندیون مین اُس کے آگے ہاتھ پھیلائے، تنہائیون مین اس کی رفاقت چاہی، بیکسیون مین اسکی نصرت مانگی، فقر و فاقہ مین اس کے خزانۂ غیب سے مدد طلب کی، حق کی اشاعت مین اسکی اعانت کی درخواست کی، نیک بندون کے حق مین اپنے آپ کو اُس کے سامنے شفیع بنایا، شریرون کے دفعِ شر کے لیے اُسکی غیبی امداد کا سہارا ڈھونڈھا، اور ان مین سے ہر موقع پر آپ کے لیے قبول و اجابت کا دروازہ کھولا گیا۔

مسند احمد مین حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ "آپ جب کبھی کسی کے حق مین دعا فرماتے تھے تو وہ نہ صرف اُسی کے بلکہ اُسکی اولاد، اور اولاد کے حق مین مستجاب ہوتی تھی"[1] صحیح مسلم مین ہے کہ جب کسی کے متعلق آپ "رحمہ اللہ" یعنی "خدا اسپر رحمت کرے" فرماتے تھے تو صحابہ سمجھ جاتے تھے کہ اس کو شہادت نصیب ہوگی۔[2] چنانچہ ایسا ہی ہوتا تھا، یہان تک کہ وہ بھی جو آپ کی دعوتِ حق کے سخت منکر تھے، اس امر کا دل سے

---

[1] مسند احمد بروایت حضرت حذیفہ۔ [2] صحیح مسلم باب غزوۂ خیبر۔

یقین رکھتے تھے کہ محمد (صلعم) کی دعاؤن مین حیرت ناک تاثیر ہے، مکہ مین جب قحط پڑا تو ابوسفیان نے بھی بحالتِ کفر اسی آستانہ پر حاضر ہو کر دعائے رحمت کی درخواست کی[۱]۔ ابوجہل وغیرہ روسائے قریش کے حق مین جو آپ کی نماز مین خلل انداز ہوئے تھے، جب آپ نے بددعا کی تو وہ خوف سے کانپ اُٹھے[۲]، یہ واقعات بتفصیل پہلے گذر چکے ہین، اس لیے یہان موضوعِ سخن کی تقریب سے اختصار پر اکتفا کی جاتی ہے۔

قریش پر عذاب آنا اور اس کا دور ہونا

قریش نے جب اسلام کی سخت مخالفت کی تو خدا نے اُن پر قحط کا عذاب بھیجا، اہلِ مکہ سخت مصیبت مین مبتلا ہوئے، بالآخر سوا اس کے کوئی چارہ نظر نہ آیا کہ اُسی رحمتِ عالم کی بارگاہ کی طرف رجوع کرین، قریش کے بعض رئیسون نے خدمتِ نبوی مین جا کر عرض کی کہ "اے محمدؐ! تمہاری قوم برباد ہو گئی، خدا سے دعا کرو کہ وہ اس مصیبت سے اُس کو نجات دے، رحمتِ عالم نے دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے، دعا قبول ہوئی، خوب پانی برسا، اور اہلِ مکہ کو قحط کے عذاب سے نجات ملی[۳]۔

روسائے قریش کے حق مین بددعا

آپ ایک دفعہ صحنِ حرم مین نماز پڑھ رہے تھے کہ بعض روسائے قریش نے عین حالتِ نماز مین آپ کی گردنِ مبارک پر نجاست ڈال دی، حضرت فاطمہؓ نے آ کر جب یہ نجاست ہٹائی، اور آپ نے سجدہ سے سر اُٹھایا تو نام بنام دعا مانگی کہ "خداوندا! انکو تو پکڑ" چنانچہ یہ سب کے سب بدر کی لڑائی مین مارے گئے[۴]۔

حضرت عمر کا اسلام

ایک طرف قریش کے سربرآوردہ اصحاب، اسلام اور داعیِ اسلام کی عداوت اور دشمنی کی کوششون مین مصروف تھے، اور دوسری طرف داعیِ اسلام انکی ہدایت و رہنمائی کے پرمحبت ولولون سے معمور تھا، ابوجہل و عمر کہ دونون آنحضرت صلعم کی دشمنی مین سب سے زیادہ سخت اور مستقل تھے، انھین کی ہدایت کا پُرشوق ارمان آپ کے قلبِ مبارک مین سب سے زیادہ تھا، جب تبلیغ و دعوت کے دوسرے حربے اُن پر کامیاب نہوئے، تو آنحضرت صلعم نے اُس سب سے کارگر حربہ کو اُن کے مقابلہ مین

---

[۱] صحیح بخاری و صحیح مسلم تفسیر سورۂ دخان وغیرہ [۲] صحیح بخاری و مسلم باب مالقی النبی صلعم من اذی المشرکین [۳] صحیح بخاری تفسیر سورۂ دخان و صلوۃ الاستسقاء [۴] صحیح بخاری غزوۂ بدر۔

استعمال کیا، جس کے وار کی کوئی روک نہین ہوسکتی تھی، آپ نے دعا فرمائی کہ "خداوندا! ابوجہل و عمر مین جو تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہو اُس سے اسلام کو معزز کر"[1] ابن ماجہ اور حاکم مین حضرت عائشہؓ سے روایت ہی کہ آپ نے صرف حضرت عمرؓ کا نام لیا تھا، اس دعا کو ابھی چند روز بھی نہین گذرے تھے کہ حضرت عمرؓ اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے، کارساز قدرت نے اس دعا کے قبول و تاثیر کا سامان کیونکر پیدا کیا؟ روایتون مین اس کی تفصیل مین کچھ اختلاف ہی، اُستاذ مرحوم نے سیرت کی پہلی جلد مین حضرت عمرؓ کے اسلام کا واقعہ جس طرح لکھا ہی، وہ حرف حرف **الفاروق** کی نقل ہی، اس مین مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنی بہن سے لیکر جو سورہ پڑھی، اور جس سے متاثر ہو کر وہ مسلمان ہوئے، وہ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوَاتِ یعنی سورہ حدید تھی، اس مین شک نہین کہ بزار، طبرانی، بیہقی اور ابونعیم مین یہ روایت بھی ہے، لیکن حد درجہ کمزور ہے، علاوہ ازین حضرت عمرؓ کا اسلام مکہ کا واقعہ ہے، اور سورہ حدید مدنی ہے، اُس کو حضرت عمرؓ اُس وقت کیونکر پڑھ سکتے تھے، اُستاذ مرحوم نے الفاروق مین یہ واقعہ کتب رجال و تاریخ کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ لیکن حدیث و سیر کی صحیح روایتون مین یہ واقعہ دو صورتون سے مذکور ہوا ہے، ایک تو وہی مشہور صورت ہی کہ حضرت عمرؓ تلوار کمر سے لگا کر آنحضرت صلعم کے قتل کے ارادہ سے نکلے تھے، کہ راہ مین ایک مسلمان سے ملاقات ہوگئی، اُس نے حضرت عمرؓ کے ارادہ کا حال سنکر کہا کہ "پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو، تمھاری بہن اور بہنوئی اِس نئے دین مین داخل ہو چکے ہین" حضرت عمرؓ غصہ مین اپنی بہن کے گھر گئے، اور مار پیٹ کی، بالآخر اُنھون نے قرآن کی ایک سورہ بہن سے لیکر پڑھی، اور وہ سورہ طٰہٰ تھی، اور جب اِس آیت پر پہنچے،

إِنَّنِي أَنَا اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ — مین ہون خدا، کوئی خدا نہین لیکن مین، تو مجھکو پوجو اور میری

---

[1] جامع ترمذی مناقب عمرؓ بروایت ابن عمرؓ حدیث حسن صحیح غریب، ترمذی کے اسی باب مین اسی مضمون کی ایک اور روایت حضرت ابن عباس سے بھی مروی ہی، اس مین اسقدر اضافہ ہے کہ اس دعا کے دوسرے ہی دن حضرت عمرؓ مسلمان ہو گئے، مگر اس روایت مین ایک راوی قابل اعتراض ہی، ترمذی کے علاوہ یہ روایت ابن سعد مین تین مختلف سلسلون سے بسند حسن مذکور ہی (جلد ۳ حصۂ اول ص ۱۹۱) حافظ ابن حجر نے اصابہ (ترجمہ عمرؓ) مین لکھا ہی کہ یہ روایت مسند ابویعلی اور عبد بن حمید وغیرہ مین بھی ہی، خصائص سیوطی مین ہی کہ یہ روایت حاکم، طبرانی، ابن ماجہ احمد اور معجم ابن حبان مین بھی ہی۔

لِذِكْرِي ، (طہ) — یاد کے لیے نماز کھڑی کرو،

تو یہ اثر ہوا کہ دل سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ پکار اُٹھے، اور درِ اقدس پر حاضری کی درخواست کی، یہ روایت بسند صحیح ابن سعد، ابو یعلیٰ، حاکم اور بیہقی مین حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے، لیکن اس مین یہ بیان نہین ہو کہ حضرت انس نے جو انصاری تھے اور شریک واقعہ نہ تھے، یہ واقعہ کس سے سنا۔

دوسری روایت مسند ابن حنبل[1] مین خود حضرت عمرؓ سے ہے، وہ کہتے ہین کہ ایک شب مین آنحضرت صلعم کے چھیڑنے کو نکلا، آپ بڑھکر مسجد حرام مین داخل ہو گئے، اور نماز شروع کر دی، اس وقت آپ نے سورۂ الحاقہ قرأت فرمائی، مین کھڑا سنتا رہا، اور قرآن کی نظم اور اسلوب سے حیرت مین تھا۔ دل مین کہا، خدا کی قسم یہ شاعر ہے، جیسا قریش کہا کرتے ہین، ابھی یہ خیال تھا ہی کہ آپ نے یہ آیت پڑھی۔

اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ وَّمَا ھُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ — یہ ایک بزرگ قاصد کا کلام ہے اور یہ کسی شاعر کا کلام نہین،
قَلِیْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ، (الحاقہ ۲) — تم بہت کم ایمان رکھتے ہو۔

مین نے کہا یہ تو کاہن ہے، میرے دل کی بات جان گیا، کہ اس کے بعد ہی آیت پڑھی،

وَلَا بِقَوْلِ کَاھِنٍ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ تَنْزِیْلٌ — یہ کاہن کا کلام بھی نہین، تم بہت کم نصیحت پکڑتے ہو، یہ تو جہانون
مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ، (الحاقہ ۲) — کے پروردگار کی طرف سے اترا ہے۔

آپ نے یہ سورہ آخر تک پڑھی، اور اس کو سنکر اسلام میرے دل مین پوری طرح گھر کر گیا،

ابن اسحاق نے ان دونون روایتون کو بہت کچھ گھٹا بڑھا کر بغیر کسی سند کے اپنی سیرۃ مین لکھا ہے، اس لیے وہ اس باب مین سند کے قابل نہین، حافظ ابن حجر نے اصابہ[2] مین یہ دونون روایتین لکھکر چھوڑ دی ہین، اور یہ فیصلہ نہین کیا ہے کہ ان دونون واقعون مین سے مرجح کون ہے؟ اور اگر دونون قابل قبول ہین تو انکی ترتیب کیا ہے؟ میرا خیال یہ ہے کہ یہ دونون واقعے صحیح ہین، اور ان کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے حضرت عمرؓ نے آپ کو نماز مین سورۂ

---

[1] جلد ۳ حصہ اول صفحہ ۱۹۱ [2] جلد اول صفحہ ۱۰،

الحاقہ پڑھتے سنا، اور اس سے اُن کو اسلام کی طرف میلان ہوا، جیسا کہ اُن کے اِس فقرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ فوقع الاسلام فی قلبی کل موقع" "یعنی اسلام میرے دل مین پوری طرح بیٹھ گیا" تاہم چونکہ وہ طبعاً مستقل اور پختہ کار تھے، اِس لیے اپنے اسلام کا اُنھون نے اعلان نہین کیا، بلکہ اِس اثر کو وہ شاید روکتے رہے، لیکن اِس کے بعد جب اُن کی بہن کا واقعہ پیش آیا، اور سورۂ طٰہٰ پر نظر پڑی تو پھر دل پر قابو نہ رہا، اور جوشِ حق کا چشمہ انکی زبان و دل سے بے اختیار اُبل پڑا اور فوراً درِ اقدس پر حاضری کی درخواست پیش کی۔ حضرت انسؓ کی اسی روایت مین ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے اپنا یہ شوق ظاہر کیا، حضرت خبابؓ جو حضرت عمرؓ کی بہن اور بہنوئی کو سورۂ مذکور کی تعلیم دے رہے تھے، اور حضرت عمرؓ کی آواز سنکر گھر مین چھپ گئے تھے، بے تامل نکلکر سامنے آگئے، اور بشارت دی کہ "اے عمر! نوید فرخندہ! کہ جمعرات کی رات کو تمہارے حق مین آنحضرت صلعم نے جو دعا کی تھی شاید اُس کے پورے ہونے کا دن آگیا، حضور نے دعا فرمائی تھی کہ" خداوندا! عمر بن خطاب یا عمر بن ہشام (ابوجہل) سے اسلام کو عزت دے"۔

غور کرو کہ یہ دعائے نبوی کس طرح حرف بحرف پوری ہوئی، نہ صرف یہ کہ حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا، بلکہ ان کی ذات سے اسلام کو وہ عزت نصیب ہوئی جس کا ساڑھے تیرہ سو برس کے بعد بھی دنیا کو اعتراف ہے، عبداللہ بن مسعودؓ گواہی دیتے ہین کہ "ما زلنا اعزۃ منذ اسلم عمر" حضرت عمرؓ جب سے اسلام لائے ہم مسلمانون کو **عزت** اور قوت حاصل ہوگئی[1]"۔ اسلام کی اس عزت کو اگر سوانح فاروقی کے کارنامون مین تلاش کرو، تو دعائے نبوی کے قبول و اجابت کا پرحیرت سمان نگاہون کے سامنے گذر جائے گا۔

سراقہ کے گھوڑے کا پانون دھنس جانا

جب آپ ہجرت کی غرض سے مدینہ کو روانہ ہوئے تو کفار کے جاسوسون مین سراقہ نے آپ کا پیچھا کیا، اور آپ سے اس قدر قریب آگیا کہ حضرت ابوبکرؓ گھبرا کے بول اُٹھے کہ "ہم آلیے گئے" آپ نے اُن کی دلدہی کی، اور دعا فرمائی جس کے اثر سے اس کے گھوڑے کے پانون زمین مین دھنس گئے،

[1] صحیح بخاری جلد اوّل باب اسلام عمرؓ

سراقہ نے یہ حالت دیکھکر کہا کہ "تم دونون نے مجھکو بددعا دی، اب دعا کرو تو مین تمام لوگون کو تمھارے تعاقب سے واپس لے جاؤن گا" آپ نے اُس کے لیے دعا فرمائی، اور اُس نے اِس مصیبت سے نجات پائی، وہان سے واپس آیا تو تمام تعاقب کرنے والون کو واپس لے گیا[1]۔

مدینہ کی آب وہوا کے لیے دعا

مدینہ کی آب وہوا اچھی نہ تھی، وبا کا بھی اثر تھا، اکثر مہاجرین یہان آکر بیمار پڑ گئے، اِس حالت مین لوگون کو بار بار اپنا وطن مکہ یاد آنے لگا[2]، یہ دیکھکر آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی کہ "الٰہی! مدینہ کو بھی ہمارے لیے ویسا ہی محبوب کردے جیسا مکہ ہمکو محبوب ہی، بلکہ اس سے بھی زیادہ محبوب بنادے، الٰہی! ہمارے صاع اور مد مین برکت دے، اور اس کو ہمارے لیے صحت بخش بنادے، اور یہان کا بخار جحفہ مین منتقل کردے[3]" یہ دعا حرف بحرف قبول ہوئی، مہاجرین کو اس شہر سے جو محبت ہوگئی، وہ ان کی زندگی کے واقعات سے ظاہر ہی وہی ابوبکر و بلال جو چند روز مین یہان سے گھبرا اُٹھے تھے، اُس کے ایسے والہ و شیدا ہوئے کہ پھر مکہ کا نام بھی نہین لیا، اور آنحضرت صلعم کو یہان سے وبا کا دور ہونا خواب مین دکھایا گیا[4]۔

قحط کا دور ہونا اور پانی کا برسنا

ہجرت سے پہلے مکہ مین جب قحط پڑا تھا، تو مسلمانون نے نہین، کافرون نے جاکر آپ سے درخواست کی کہ دعا کیجیے، آپ نے دعا فرمائی تو پانی برسا[5]، حضرت ابوطالب عم رسول اللہ صلعم نے شاید اِسی منظر کو دیکھکر آپکی مدح مین یہ شعر کہا تھا،

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ ثمال الیتامی عصمۃ للارامل

محمد گورے رنگ والا ہی، اُسکے چہرہ کے وسیلہ سے ابر باران کی سیرابی مانگی جاتی ہی، یتیمون کی جاپناہ اور بیوون کا بچاؤ ہے،

حضرت ابن عمر کہتے ہین کہ "آپ جب پانی برسنے کی دعا مانگتے تو مین آپ کے چہرۂ مبارک کو تکتا رہتا، اور ابوطالب کا یہ شعر یاد آتا، آپ دعا مانگ کر منبر سے اُترنے بھی نہین پاتے تھے کہ مدینہ کا ہر پرنالہ زور شور سے بہنے لگتا[6]

[1] بخاری باب علامات النبوۃ [2] صحیح بخاری باب الہجرت وصحیح مسلم باب الترغیب فی سکنی المدینۃ و باب صیانۃ المدینۃ۔
[3] صحیح بخاری باب الہجرۃ وصحیح مسلم باب الترغیب فی سکنی المدینۃ۔ [4] صحیح بخاری کتاب الرویا والتعبیر [5] صحیح بخاری ابواب الاستسقاء
[6] صحیح بخاری وابن ماجہ ابواب الاستسقاء۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے متعدد واقعے حضرت ابن عمرؓ کے سامنے گذرے تھے، حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت مین جب قحط پڑا تو حضرت عمرؓ نے دعا مانگی کہ "خداوندا! ہم اپنے پیغمبر صلعم کی زندگی مین اُسکو وسیلہ بناکر تیرے سامنے پیش کرتے تھے تو تو ہمکو سیراب کرتا تھا"[1]

ایک دفعہ مدینہ مین خشک سالی ہوئی، آنحضرت صلعم مسلمانون کو لیکر نکلے، اور کھڑے ہوکر بارگاہ الٰہی مین دونون ہاتھون کو پھیلا کر دعا مانگی، پھر قبلہ رخ ہوکر چادر الٹی، اور دو رکعت نماز پڑھی، ابر آیا، پانی برسا، اور لوگ سیراب ہوگئے[2]،

دعائے نبوی سے پانی برسنے کا سب سے حیرت انگیز لیکن مستند تر واقعہ حسب ذیل ہے، جو متعدد طریقون اور سلسلون سے احادیث مین مذکور ہے، واقعہ یہ ہے کہ ایک بار مدینہ اور اطراف مدینہ مین قحط پڑا، آنحضرت صلعم جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے، کہ اسی حالت مین ایک شخص نے کہا "یا رسول اللہ مویشی ہلاک ہوگئے، لوگ بھوکون مرگئے، خدا سے دعا فرمایے کہ ہمکو سیراب کرے"، آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے، یہ اثر ہوا کہ پہلے تو آسمان آئینہ کی طرح صاف تھا، اور اب ایک آندھی چلی، بادل امنڈ آئے، اور آسمان کا دہانہ کھل گیا، لوگ مسجد سے نکلے تو پانی مین بھیگتے ہوئے مکان تک پہنچے، ایک ہفتہ تک متصل پانی برستا رہا، یہان تک کہ لوگ گھبرا اُٹھے اور دوسرے جمعہ کو اسی آدمی نے یا کسی اور نے کہا، "یا رسول اللہ مکانات گرگئے، دعا کیجیے کہ خدا پانی کو روک لے" آنحضرت صلعم مسکرائے، اور دعا فرمائی، بادل پھٹ گئے، اور مدینہ تاج کی طرح چمک اُٹھا[3]،

ابن ماجہ باب الاستسقا مین اس قسم کے دو واقعے اور لکھے ہین، اگر وہ اس واقعہ سے الگ ہین، تو اس قسم کے دو واقعون کا اور اضافہ ہوجاتا ہے،

حضرت انس کے حق مین دعائے برکت

آنحضرت صلعم مدینہ مین تشریف لائے تو حضرت انسؓ کی والدہؓ اُن کو چادر مین لپیٹ کر لائین

[1] صحیح بخاری ابواب الاستسقاء۔ [2] بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ وغیرہ ابواب الاستسقاء [3] صحیح بخاری باب علامات النبوۃ وابواب الاستسقاء وصحیح مسلم باب صلوۃ الاستسقاء بطرق متعددۃ۔

اور آپ کی خدمت مین بطور خادم کے پیش کیا، اور اُن کے لیے دعا کی درخواست کی، آپ نے ترقیِ مال و اولاد کی دعا دی، حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ "آج اس دعا کی برکت سے میرے پاس بہ کثرت دولت ہے اور میرے لڑکون اور پوتون کی تعداد سَو کے قریب پہونچ گئی ہے"[1]۔ اس دعا کا یہ اثر تھا کہ حضرت انسؓ بن مالک کا ایک باغ تھا جو سال مین دو بار پھل لاتا تھا، اور اس مین ایک پھول کا درخت تھا جس سے مشک کی بو آتی تھی[2]۔

حضرت ابن عباس کے حق مین دعائے علم

ایک بار آپ قضائے حاجت کے لیے گئے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے پہلے ہی سے وضو کا پانی بھر کے رکھ دیا، آپ نے ان کو تفقہ فی الدین کی دعا دی[3]، چنانچہ انکو یہ درجہ حاصل ہوا کہ اُنھون نے حبرُ الامۃ کا خطاب پایا۔

حضرت ام حرام کے حق مین دعاے شہادت

ایک روز آپ اُم حرامؓ کے مکان پر تشریف لے گئے، اُنھون نے آپ کو کھانا کھلایا، اور سر سے جوئین نکالنے لگین، اسی حالت مین آپ کو نیند آگئی، پھر ہنستے ہوئے بیدار ہوئے تو ام حرام نے ہنسی کی وجہ پوچھی، آپ نے فرمایا "میری امت مین سے مجاہدین کا ایک گروہ میرے سامنے پیش کیا گیا جو بغرضِ جہاد دریا مین اسطرح سوار ہو کر چلے گا جس طرح تخت پر بادشاہ"، ام حرام نے درخواست کی کہ خدا سے دعا فرمائے کہ مین بھی اُنھی مین سے ہون، چنانچہ آپ نے دعا فرمائی، اور امیر معاویہ کے زمانہ مین اُن کو بحری جنگ کا شرف حاصل ہوا، اور دریا سے نکل کر خشکی مین آئین، تو سواری سے گر کر درجۂ شہادت حاصل کیا[4]۔

ایک نوجوان کی ہدایت کے لیے دعاء

حضرت ابوامامہؓ باہلی صحابی بیان کرتے ہین کہ آنحضرت صلعم ایک دن اصحاب کے حلقہ مین تشریف فرما تھے، ایک نوجوان نے آکر کہا کہ یارسول اللہ مجھے زنا کی اجازت دیجیے، یہ سنکر چارون طرف سے اس پر لوگون نے ملامت شروع کی، آپ نے روکا، پھر اُس نوجوان کو اپنے پاس بلا کر بٹھایا، اور دلدہی سے پوچھا کہ "تم اس فعل کو اپنی مان کے لیے پسند کروگے"؟ عرض کی "آپ پر قربان نہین یارسول اللہ

---

[1] مسلم فضائل انس بن مالک [2] ترمذی مناقب انس [3] مسلم فضائل عبداللہ بن عباس [4] بخاری کتاب الجہاد۔

فرمایا "تو اور لوگ بھی اپنی ماؤن کے لیے نہین پسند کرین گے" تو کیا تم اپنی بیٹی کے لیے یہ پسند کروگے؟ عرض کی نہین یا رسول اللہ" فرمایا "تو اور لوگ بھی اپنی بیٹیون کے لیے اس کو پسند نہ کرین گے" "تو کیا اپنی بہن کے لیے یہ پسند کروگے" گذارش کی "نہین یا رسول اللہ" فرمایا "تو اور لوگ بھی اپنی بہنون کے لیے یہ پسند نہ کرین گے" پھر اسی طرح خالہ اور پھوپھی کے متعلق آپ نے پوچھا، اُس نے وہی جواب دیا، اور آپ بھی اسی طرح فرماتے گئے، اس کے بعد اُس پر ہاتھ رکھکر دعا کی، کہ "خداوندا! اس کے گناہون کو بخش، اور اس کے دل کو پاک، اور اس کو عصمت عطا کر"، ابو امامہ کہتے ہین کہ اس کے بعد اُس نوجوان کا یہ حال تھا کہ وہ کسی کی طرف مڑکر بھی نہین دیکھتا تھا۔[1]

حضرت سعد بن وقاص کی شفایابی کے لیے دعا

حضرت سعد بن وقاصؓ کہتے ہین کہ مین آنحضرت صلعم کی ہمرکابی مین مکہ گیا، اور وہان جاکر ایسا سخت بیمار ہوا کہ مرنے کے قریب ہوگیا، یہانتک کہ وصیت کی تیاری کی، آپ عیادت کو تشریف لائے تو عرض کی یا رسول اللہ مین اُس سرزمین مین مرتا ہون جس سے ہجرت کی تھی، آپ نے فرمایا "نہین انشاء اللہ" پھر تین دفعہ دعا کی کہ "الٰہی سعد کو شفا دے، سعد کو شفا دے، سعد کو شفا دے"[2] چنانچہ اُن کو شفا ہوئی، اور آنحضرت صلعم کے بعد چودہ پندرہ برس تک زندہ رہے، اور لشکر عراق کے امیر مقرر ہوئے۔

حضرت سعد بن وقاص کے مستجاب الدعا ہونےکی دعا

انھین حضرت سعد بن وقاصؓ کے حق مین آپ نے دعا فرمائی تھی کہ "خداوندا! ان کو مستجاب الدعوات بنا" چنانچہ اس کا یہ اثر تھا کہ وہ جسکو دعا دیتے تھے وہ یقیناً قبول ہوجاتی تھی[3]، کوفہ کی امارت کے زمانہ مین بعض شریرون نے بارگاہ فاروقی مین انکی غلط شکایت کی، حضرت عمرؓ نے تحقیق حال کے لیے آدمی بھیجا، وہ ایک ایک مسجد مین جاکر لوگون سے حضرت سعدؓ کے متعلق حالات دریافت کرتا پھرتا تھا، ایک محلہ کی مسجد مین ایک شخص نے جھوٹی گواہی دی کہ وہ نماز بھی ٹھیک نہین پڑھاتے، یہ سنکر حضرت سعدؓ بے اختیار ہوگئے، فرمایا "خداوندا! اگر یہ جھوٹا ہو تو اس کو آزمائش مین ڈال" اُس شخص کا یہ حال ہوگیا تھا کہ بوڑھے ہوکر انکی

[1] مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۲۵۶ باسند صحیح و شعب الایمان بیہقی [2] نسائی کتاب الوصیۃ [3] صحیح مسلم کتاب الوصیۃ [4] ترمذی مناقب سعد بن وقاص۔

پلکین لٹک آئی تھین، تاہم بازارون مین چھوکریون کو چھیڑتا پھرتا تھا، اور کہتا تھا کہ سعد کی بددعا مجھے لگ گئی[1]، احادیث وسیر مین انکی قبولیتِ دعا کے اور بھی واقعات مذکور ہین۔

حضرت عروہؓ کے حق مین دعائے برکت

ایک بار آپ نے حضرت عروہؓ کو ایک دینار دیا، کہ اس کی ایک بکری خرید لائین، اونھون نے اُس سے دو بکریان خریدین، ایک کو ایک دینار پر فروخت کر ڈالا، اور آپ کی خدمت مین دوسری بکری اور دینار کو پیش کیا، آپ نے انکو خرید و فروخت کے معاملات مین برکت کی دعا کی، اور اس کا یہ اثر ہوا کہ اگر وہ مٹی بھی خریدتے تھے تو اس مین نفع ہوتا تھا[2]۔

ابوامامہ باہلی کے حق مین دعائے سلامتی

حضرت ابوامامہؓ کہتے ہین کہ آنحضرت صلعم کہین فوج بھیج رہے تھے، مین نے حاضر ہو کر عرض کی کہ "یارسول اللہ! میرے لیے دعا کیجیے کہ شہادت نصیب ہو" فرمایا "خداوندا! ان کو سالم وغانم واپس لا" چنانچہ ہم صحیح وسلامت مالِ غنیمت لیکر واپس آئے، پھر کہین فوج جانے لگی، مین نے پھر وہی درخواست کی، آپ نے پھر وہی دعا دی، اور پھر وہی ہوا، تیسری مرتبہ پھر یہی موقع آیا، مین نے عرض کی "یارسول اللہ! مین نے دو دفعہ دعائے شہادت کے لیے درخواست پیش کی، قبول نہ ہوئی، اب یہ تیسرا موقع ہے" آپ نے پھر وہی دعا دی، اور وہی نتیجہ تھا[3]۔

ابوطلحہ کے حق مین برکتِ اولاد کی دعا

حضرت ابوطلحہؓ کی بیوی نہایت ہوشمند اور اسلام اور پیغمبرِ اسلام پر دل سے فدا تھین، ایک دفعہ ان کا بچہ بیمار ہوا، طلحہ گھر سے باہر ہی تھے کہ بچہ نے دم توڑ دیا، بیوی نے بچہ کو ایک گوشہ مین لٹا دیا، ابوطلحہ جب گھر واپس آئے تو بیوی سے دریافت کیا کہ بچہ کیسا ہے؟ نیک بخت نے جواب دیا کہ "وہ آرام پاگیا" ابوطلحہ سمجھے کہ وہ اچھا ہے۔ دونون میان بیوی ایک ہی بستر پر سوئے، ابوطلحہ صبح کو اُٹھے غسل کر کے مسجد نبوی مین نماز پڑھنے کو جانے لگے، تو بیوی نے اصل حقیقت ظاہر کی، ابوطلحہ نے آکر آنحضرت صلعم کو شب کا ماجرا سنایا، تو فرمایا شاید کہ خدا نے آج شب کو برکت عطا کی ہو۔ ایک انصاری کہتے ہین کہ اس برکت کا

[1] صحیح بخاری کتاب الصلوۃ [2] بخاری باب علامات النبوۃ [3] مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۲۴۸ و ابویعلی و بیہقی۔

یہ اثر ہوا کہ مین نے ابوطلحہ کی نو اولادین دیکھین، اور سب کی سب[1] قرآن خوان تھین۔

حضرت ابوہریرہ کی والدہ کے حق مین دعاے ہدایت

حضرت ابوہریرہؓ کی والدہ کافرہ تھین، اور ابوہریرہ اُن کو دعوتِ اسلام دیتے تھے لیکن وہ نہین مانتی تھین، ایک دن انھون نے حسب دستور دعوتِ اسلام دی، توانھون نے آنحضرت صلعم کو برا بھلا کہا، ابوہریرہؓ کو سخت تکلیف ہوئی، وہ روتے ہوئے آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور اس ناگوار واقعہ کا ذکر کیا، اور درخواست کی کہ میری والدہ کے لیے ہدایت کی دعا فرمایے، آپ نے دعا کی کہ "خداوندا ابوہریرہ کی مان کو ہدایت نصیب کر" حضرت ابوہریرہؓ کو اس دعا کے قبول ہونے کا اس درجہ یقین تھا کہ وہ خوش خوش گھر واپس آئے، دیکھا کہ دروازہ بند ہے، مان نے پاؤن کی آہٹ سنی تو کہا کہ دروازے پر ٹھہرے رہو، حضرت ابوہریرہؓ کو پانی گرنے کی آواز بھی محسوس ہوئی، جب وہ غسل کرکے کپڑے بدل چکین تو دروازہ کھولا اور کلمۂ شہادت پڑھا حضرت ابوہریرہؓ خوشی کے مارے اولٹے پاؤن آنحضرت صلعم کی خدمت مین واپس آئے اور آپ کو مژدہ سنایا، آپ نے خدا کا شکر کیا، اور دونون کو دعا دی[2]۔

اونٹ کا تیز ہوجانا

ایک غزوہ مین حضرت جابرؓ کی سواری کا اونٹ اس قدر تھک گیا یا بیمار ہوگیا تھا کہ تقریباً چل نہین سکتا تھا، آپ نے دیکھا تو دعا دی، اور اب وہ اس قدر تیزرو ہوگیا کہ تمام اونٹون کے آگے آگے رہتا تھا، آنحضرت صلعم نے آکر پھر دریافت کیا کہ "اے جابرؓ! اب کیا حال ہے؟" عرض کی، آپ کی دعا کی برکت قبول ہوئی[3]۔

بیمار کا اچھا ہونا

آپ ایک صحابی کی عیادت کو تشریف لے گئے جو ضعف سے چور ہوگئے تھے، آپ نے فرمایا کیا تم صحت کی حالت مین خدا سے کوئی دعا کرتے تھے؟ انھون نے کہا" ہان مین خدا سے دعا کرتا تھا کہ مجھے آخرت مین جو عذاب دینا ہو، وہ دنیا ہی مین دیدے" آپنے فرمایا "سبحان اللہ! تم دنیا کے عذاب کے متحمل نہین ہوسکتے تو تم نے یہ دعا کیون نہین کی۔

[1] صحیح بخاری و مسلم فضائل ابی طلحہ [2] صحیح مسلم فضائل ابی ہریرہ [3] بخاری کتاب الجہاد۔

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً خداوندا ہمکو دنیا و آخرت دونون مین بھلائی دے، اور

وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ، (بقرہ ۲۵) دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔

اس کے بعد آپ نے درگاہ خداوندی مین دعا کی، اور خدا نے انکو شفا عطا فرمائی[1]،

سواری کی قوت آجانا | حضرت جریرؓ ایک صحابی تھے، جو گھوڑے کی پشت پر جم کر نہین بیٹھ سکتے تھے، ایک بار آپ نے ان کو ذی الخلیفہ کے بتخانہ کے ڈھانے کے لیے بھیجنا چاہا، اُنھون نے آنحضرت صلعم سے گھوڑے پر جم کر نہ بیٹھنے کی شکایت کی، آپ نے اُن کے سینہ پر ہاتھ مارا، اور دعا دی کہ "خداوندا! اس کو گھوڑے پر بیٹھنے کی قوت دے، اور اس کو ہادی و مہدی بنا" چنانچہ وہ گئے اور اس مین آگ لگا آئے[2]۔

ایک مغرور کا ہاتھ شل ہوجانا | آپ کے سامنے ایک شخص نے بائین ہاتھ سے کھانا شروع کیا، آپ نے فرمایا "داہین ہاتھ سے کھاؤ" اُس نے غرور سے کہا "مین اُس سے کھا نہین سکتا" چونکہ اُس نے غرور سے ایسا کہا تھا آپ نے فرمایا "خدا کرے ایسا ہی ہو" چنانچہ اس کے بعد ایسا ہوا کہ وہ داہین ہاتھ کو اُٹھا کر واقعی اپنے منھ تک نہین لے جاسکتا تھا[3]،

قبیلۂ دوس کا مسلمان ہونا | ایک بار حضرت طفیل دوسیؓ اپنے رفقاء کے ساتھ آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور کہا کہ "یارسول اللہ دوس کے قبیلہ نے دعوتِ اسلام کے قبول کرنے سے انکار کیا، آپ اس پر بددعا فرمائے لیکن رحمتِ عالم نے یہ دعا فرمائی۔

اللهم اهد دوسا وات بهم[4]، خداوندا دوس کو ہدایت دے اور انکو لا۔

بالآخر یہ دعا قبول ہوئی اور پورا قبیلہ مسلمان ہو کر حاضر خدمت ہوا۔

رفع بے پردگی کے لیے دعا | ایک حبشیہ عورت نے آپ کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کی کہ مجھے صرع کا دورہ ہوتا ہے، جس سے مین بے پردہ ہوجاتی ہون، میرے لیے دعا فرمائیے" ارشاد ہوا "اگر صبر کرنا چاہو تو

[4] صحیح بخاری و مسلم ابواب فضائل غفار و اسلم و دوس و غیرہ

[1] صحیح مسلم کتاب الدعوات [2] صحیح مسلم فضائل جریر بن عبداللہ بجلی [3] صحیح مسلم باب آداب الطعام والشراب واحکامہا۔

تمھیں جنّت نصیب ہوگی، اور اگر کہو تو مین دعا کرون کہ خدا تمکو صحّت دے" اُس نے کہا "مین صبر کرتی ہون لیکن ستر عورت کے لیے دعاء فرمائیے" چنانچہ آپ نے اُس کے لیے دعا کی[۱]۔

سلطنت کسریٰ کی تباہی پڑھ چکے ہو کہ آنحضرت صلعم نے دعوتِ اسلام کے لیے جب کسریٰ کے پاس خط بھیجا تو اُس نے خط کو چاک کر کے پھینک دیا، آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا تو آپ نے اُس کو بد دعا دی کہ اُسکے بھی پرزے پرزے اوڑ جائین[۲]، چنانچہ حضرت عمرؓ کے زمانہ مین اُس کی سلطنت کے پرخچے اُڑ گئے۔

دعائے برکت کا اثر آنحضرت صلعم ہمیشہ فوج کو صبح تڑکے روانہ فرماتے تھے اور تمام امت کے لیے دعا کی تھی کہ "خداوندا میری امت کو صبح کے سویرے مین برکت دے" ایک تجارت پیشہ صحابی نے اس پر عمل کیا، اور اپنا سامانِ تجارت عموماً صبح سویرے روانہ کرنا شروع کیا، چنانچہ اس دعا کی برکت ظاہر ہوئی اور وہ اتنے دولت مند ہوگئے کہ اُن کو اپنی دولت کے رکھنے کو جگہ نہین ملتی تھی[۳]۔

طولِ عمر کی دعا ام قیسؓ ایک صحابیہ تھین، انکا لڑکا مرگیا، تو وہ اس قدر بدحواس ہوگئین کہ غسل جنازہ دینے والے سے کہا کہ میرے بچے کو ٹھنڈے پانی سے غسل نہ دو، ورنہ وہ مرجائیگا، آنحضرت صلعم کو اس کی خبر ہوئی تو مسکرائے اور اُن کو طولِ عمر کی دعا دی، چنانچہ انھون نے تمام عورتون سے زیادہ عمر پائی[۴]۔

ایک بچہ کی ہدایت کے لیے دعا رافع بن سنان نے اسلام قبول کر لیا، لیکن بی بی نے جسکی گود مین ایک لڑکی تھی، اس سعادت ابدی سے انکار کیا۔ اب اختلافِ مذہب کی بنا پر لڑکی کے بارے مین نزاع پیدا ہوئی، بارگاہِ نبوت مین مقدمہ پیش ہوا، آپنے دونون کو الگ الگ بٹھایا، اور کہا کہ لڑکی کو بلاتے جاؤ، دونون نے بلایا تو لڑکی ماں کی طرف بڑھی، آپ نے اس حالت کو دیکھکر دعا فرمائی کہ "خداوندا! اس کو ہدایت دے" اس کا یہ اثر ہوا کہ لڑکی کا رُخ فوراً باپ کی طرف پھر گیا۔ یہ ابوداؤد کی روایت ہے[۵]۔

[۱] صحیح مسلم باب ثواب المومن فیما یصیبه من المرض۔ [۲] صحیح بخاری کتاب الجهاد۔ [۳] ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجه، باب ما یرجی من البرکة فی السحور، و مسند احمد عن صخر الغامدی۔ [۴] نسائی کتاب الجنائز۔ و ادب المفرد امام بخاری [۵] ابوداؤد کتاب الطلاق باب اذا اسلم الابوان مع من یکون الولد۔

ابن سعد نے اسی قسم کا ایک اور واقعہ ابو سلمہ صحابی کی نسبت لکھا ہے کہ وہ بچہ تھے، اُن کے دادا، اور نانا مین سے ایک کافر اور ایک مسلمان تھا، دونون نے بچہ کی تولیت کا دعویٰ کیا، آنحضرت صلعم نے اس کا فیصلہ خود بچہ کے اختیار پر رکھدیا، پہلے تو بچہ اپنے کافر رشتہ دار کی طرف چلا، آپ نے فرمایا "خدایا اس کو ہدایت دے" فوراً بچہ مسلمان عزیز کی طرف چلا گیا، اور فیصلہ اُسی کے حق مین رہا۔

اشیا مین اضافہ

مسلمانون کی ابتدائی زندگی جس فقر و فاقہ مین گذری تھی، اس کا حال کتاب کے مختلف حصون مین پڑھ چکے ہو، کئی کئی دن گذر جاتے تھے کہ ان کو کھانے کی کوئی چیز نہین ملتی تھی، ایسی حالت مین اگر برکتِ الٰہی اُن کو اپنا خاص مہمان نہ بنالیتی تو اُن کا کیا حشر ہوتا؟ انجیل مین ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے تھوڑی سی روٹی اور مچھلی سے کئی سو آدمیون کو شکم سیر کر دیا، اور یہ اُن کا بڑا معجزہ سمجھا جاتا ہے، لیکن آنحضرت صلعم کے دست مبارک اور فیضِ روحانی سے ایک دفعہ نہین، متعدد دفعہ اس قسم کے برکات ظاہر ہوئے،

تھوڑے سے کھانے مین ستر اسّی آدمیون کا سیر ہونا

ایک دن حضرت ابو طلحہؓ نے آنحضرت صلعم کی آواز سے محسوس کیا کہ آپ بھوک کی شدت سے ضعیف ہو رہے ہین، گھر مین آئے، اور بی بی (ام سلمہ) سے کہا کہ مجکو آنحضرت صلعم کی ضعیف آواز سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھوکے ہین، تمھارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ اُنھون نے جَو کی چند روٹیان ڈوپٹے مین لپیٹ کر حضرت انسؓ کے ہاتھ آپ کی خدمت مین بھیجین، وہ روٹیان لیکر آئے تو آپ صحابہ کے ساتھ مسجد مین تشریف فرما تھے، حضرت انسؓ سامنے کھڑے ہوئے تو آپ نے پوچھا "کیا ابو طلحہ نے تمھارے ہاتھ کھانا بھیجا ہے؟" اُنھون نے کہا "ہان" آنحضرت صلعم تمام صحابہ کے ساتھ اُٹھے، اور حضرت ابو طلحہؓ کے مکان پر تشریف لائے، حضرت انسؓ نے اون کی خبر کی تو انھون نے بی بی سے کہا کہ آنحضرت صلعم ایک جماعت کے ساتھ تشریف لائے ہین، اور ہمارے پاس کھلانے کا کوئی سامان نہین، آنحضرت ابو طلحہ کے ساتھ آئے، اور ام سلمہ سے کہا کہ جو کچھ تمھارے پاس ہو لاؤ، اُنھون نے وہی روٹیان پیش کین جو حضرت انسؓ کے ہاتھ بھیجی تھین، آنحضرت صلعم کے حکم سے ان کو چورا کیا گیا، اور ام سلمہ نے گھی کا برتن اونڈیل دیا جس نے سالن کا کام دیا، لیکن انہین روٹیون مین یہ برکت ہوئی کہ آپ دس دس آدمیون کو بلا بلا کے کھلاتے تھے، اور وہ شکم سیر ہو ہو کے جاتے تھے، یہان تک کہ ستر اسّی آدمی آسودہ ہوگئے[۱]۔

[۱] صحیح بخاری باب علامات النبوة

چھوہارے کے ڈھیر کا بڑھ جانا

حضرت جابرؓ کے والد نے اپنے اوپر یہودیون کا قرض چھوڑ کر وفات کی، قرضدارون نے تقاضا کیا، تو حضرت جابرؓ آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور کہا کہ والد نے اپنے اوپر قرض چھوڑ کر انتقال کیا ہے، اور بجز کھجورون کے میرے پاس ادا کرنے کا کوئی سامان نہین، لیکن صرف کھجورون کی پیداوار سے کئی برس تک یہ قرض ادا نہین ہوسکتا، آپ میرے ساتھ نخلستان مین تشریف لے چلیے تاکہ آپ کے ادب سے قرضدار مجھ پر سختی نہ کرین، آپ اُن کے ساتھ تشریف لائے، اور کھجورون کا جو ڈھیر لگا ہوا تھا اُس کے گرد چکر لگا کر دعا کی، اور اُسی پر بیٹھ گئے، اور فرمایا کہ اپنے اپنے قرض مین لیتے جاؤ، آپ کی دعا کی تاثیر سے ان ہی کھجورون مین یہ برکت ہوئی کہ تمام قرض ادا ہوگیا، اور جس قدر کھجورین قرضدارون کو دی گئی تھین، اوتنی ہی بچ رہین۔[1]

کھانے مین حیرت انگیز برکت

چونکہ اصحابِ صُفّہ بالکل محتاج تھے، اور اون کی معاش کا کوئی سامان نہ تھا، اس لیے آپ نے ایک بار حکم دیا کہ جس کے پاس دو آدمیون کے کھانے کا سامان ہو، وہ اصحابِ صفہ مین سے ایک کو، اور جن کے پاس چار آدمیون کی غذا ہو، وہ دو کو اپنے ساتھ لے جائے اور کھانا کھلائے، چنانچہ اس اصول کے موافق آنحضرت صلعم کے حصہ مین دس اور حضرت ابوبکرؓ کے حصے مین تین آدمی آئے، یہ لوگ حضرت ابوبکرؓ کے گھر مین آئے، لیکن حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرت صلعم ہی کے یہان کھانا کھایا، اور آپ کے ساتھ عشا کی نماز پڑھی، اس لیے کیسقدر رات گذر گئی، وہ گھر مین دیر کر کے آئے تو اُن کی بیوی ام رومان نے کہا کہ مہمانون کو چھوڑ کر کہان رہ گئے؟ انھون نے کہا، کیا تم نے اُن کو کھانا نہین کھلایا؟ وہ بولین کہ بغیر تمھارے اُن لوگون نے کھانے سے انکار کیا، حضرت ابوبکرؓ نہایت برہم ہوئے، اور اُن لوگون کو کھلانا شروع کیا، وہ لوگ جو لقمہ اُٹھاتے تھے اس مین پہلے سے بھی زیادہ اضافہ ہوتا جاتا تھا، یہان تک کہ جب وہ لوگ شکم سیر ہو کر کھا چکے تو بچا ہوا کھانا پہلے سے بھی زیادہ نکلا، حضرت ابوبکرؓ نے اس برکت کو دیکھ کر ام رومان کی طرف مسرت سے دیکھا اور غصہ مین اگرچہ کھانے کی قسم کھا چکے تھے، لیکن قسم توڑنے کے لیے ایک لقمہ اس مین سے کھایا اور تمام کھانا آنحضرت

[1] بخاری باب علامات النبوۃ

کے گھر بھیجدیا، وہ کھانا آپ کے گھر مین صبح تک رہا، دوسرے روز آپ کی خدمت مین ۱۲ آدمی آئے جن مین سے ہر ایک کے ساتھ کئی کئی آدمی خدا جانے کتنے تھے، آپ نے وہ کھانا اُن کے پاس بھیجدیا اور وہ لوگ بھی سیر ہوگئے[1]۔

گھی کی مقدار مین برکت

ام مالک کا دستور تھا کہ آنحضرت صلعم کی خدمت مین ہمیشہ ایک برتن مین گھی ہدیۃً بھیجا کرتی تھین، جب اُن کے بچے سالن مانگتے، اور گھر مین نہ ہوتا، تو وہ اُس برتن کو جس مین آنحضرت صلعم کی خدمت مین گھی بھیجتی تھین، اُٹھا لاتین اور اس مین سے بقدر ضرورت گھی نکل آتا، ایک دن انھون نے اس برتن کو نچوڑ لیا، پھر آپ کی خدمت مین آئین تو آپ نے فرمایا "اگر تم نے اس کو نچوڑ نہ لیا ہوتا تو ہمیشہ اس مین سے گھی نکلا کرتا[2]"۔

جو کی مقدار مین برکت

ایک بار ایک شخص نے آپ سے غلہ مانگا، آپ نے تھوڑے سے جو دیدیے، اس مین اس قدر برکت ہوئی کہ وہ روز اپنے لیے، اپنی بی بی کے لیے، اپنے مہمان کے لیے اس مین سے صرف کرتا تھا، اور اس مین کمی نہ ہوتی تھی، ایک دن اس نے اس کو تولا، اور آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوا، آپ نے فرمایا، اگر تم اس کو نہ تولتے تو ہمیشہ ایک حالت پر قائم رہتا[3]۔

کھانے مین حیرت انگیز اضافہ

غزوۂ احزاب مین تمام مہاجرین اور انصار خندق کھود رہے تھے، حضرت جابرؓ نے دیکھا کہ آنحضرت صلعم سخت بھوکے ہین، وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور پوچھا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے، انھون نے ایک صاع جو نکالا، اور گھر مین ایک بکری تھی، حضرت جابرؓ نے اس کو ذبح کیا، اور بی بی نے آٹا گوندھا، گوشت دیگچی مین چڑھایا گیا، تو حضرت جابرؓ آنحضرت صلعم کے لینے کے لیے چلے، بی بی نے کہا کہ دیکھو آپ کے ساتھ لوگون کو لاکر مجھے رسوا نہ کرنا، حضرت جابرؓ آئے اور چپکے سے آپکے کان مین کہا کہ ہم نے کھانے کا انتظام کیا ہے، آپ چند اصحاب کے ساتھ تشریف لے چلیے، لیکن

[1] حوالۂ مذکور۔ [2] صحیح مسلم و مسند احمد عن جابرؓ [3] صحیح مسلم و احمد عن جابرؓ۔

آپ نے تمام اہلِ خندق کو پکارا کہ "آؤ جابرؓ نے دعوت عام کی ہے" اور حضرت جابرؓ سے کہا کہ جب تک مین آ نہ لون چولھے سے دیگچی نہ اوتاری جائے، اور روٹی نہ پکے، آنحضرتؐ تمام لوگون کو لیکر روانہ ہوئے، حضرت جابرؓ گھر مین آئے تو بی بی نے برا بھلا کہنا شروع کیا، انھون نے کہا مین کیا کرون، تم نے جو کہا تھا مین نے اسکی تعمیل کر دی، آپ آئے تو بی بی نے آپ کے سامنے آٹا پیش کیا، آپ نے اس مین اپنا لعابِ دہن ملا دیا، اور برکت کی دعا دی، پھر اسی طرح دیگچی مین بھی لعاب دہن ڈالا، اور دعائے برکت کی، اس کے بعد آپ نے روٹی پکانے اور سالن نکالنے کا حکم دیا، ہزارون آدمی تھے سب کھا کر واپس گئے، لیکن گوشت اور آٹے مین کوئی کمی نہین ہوئی،[1]

تھوڑی سی زادِراہ مین غیر معمولی برکت

غزوۂ تبوک مین صحابہ کو بھوک کی اتنی تکلیف ہوئی کہ آنحضرت صلعم نے سواریون تک کے ذبح کرنے کی اجازت دیدی، حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو آپ کے پاس آئے اور کہا کہ اگر ایسا کیا گیا تو سواریان کم ہو جائین گی، آپ بچا ہوا زادِ راہ سب سے طلب فرمائین اور اسپر دعائے برکت کرین، ممکن ہے کہ خدا اس مین ان کا بھلا کر دے، آپ نے ایک چادر بچھوائی، اور تمام فوج کا زادِ راہ جمع کرا دیا، اور اس پر برکت کی دعا کی، پھر تمام لوگون سے فرمایا کہ اپنے اپنے برتن بھر لین، لوگون نے تمام برتن بھر لیے اور خوب سیر ہو کر کھایا، یہانتک کہ کھانے سے بچ گیا۔[2]

تھوڑی زادِراہ مین عظیم برکت

آنحضرت صلعم ایک سفر مین تھے، صحابہ بھوک سے اس قدر بیتاب ہوئے کہ اونٹنیان ذبح کرنا چاہین، لیکن آپ نے تمام لوگون کے زادِ راہ کے جمع کرنے کا حکم دیا، ایک چادر بچھائی گئی، اور اُس پر تمام زادِ راہ ڈھیر کیا گیا، اس تمام سامان کی مجموعی تعداد نے صرف اس قدر زمین کا احاطہ کیا جس پر ایک بکری بیٹھ سکتی تھی، اور اشخاص کی تعداد ۱۴سو تھی، لیکن تمام لوگون نے سیر ہو کر کھا لیا، اور اپنے اپنے توشہ دان بھر لیے، کھانے کے بعد آپ نے پانی طلب فرمایا، ایک صاحب ایک برتن مین تھوڑا سا پانی لائے،

---

[1] بخاری جلد ۲ صفحہ ۵۸۹ ذکر غزوۂ خندق [2] صحیح مسلم جلد اوّل صفحہ ۳۲ مصر کتاب الایمان،

آپ نے اس کو پیالہ مین اونڈیل دیا، اور ۱۴ سو آدمیون نے اُس سے وضو کیا[۱]،

آدھ سیر آٹے اور ایک بکری مین برکت

آنحضرت صلعم ایک سفر مین تھے، ۱۳۰ آدمیون کی جماعت ساتھ تھی، آپ نے لوگون سے پوچھا، کہ تمہارے ساتھ کچھ کھانے کا سامان ہے؟ ایک شخص ایک صاع آٹا لایا، اور وہ گوندھا گیا، پھر ایک کافر بکریان چراتا ہوا آیا، آپ نے اُس سے ایک بکری خرید فرمائی اور ذبح کرنے کے بعد کلیجی کے بھوننے کا حکم دیا، اور ہر شخص کو تقسیم کی، گوشت تیار ہوا تو دو پیالون مین بھرا گیا، اور سب کے سب کھا کر آسودہ ہو گئے، اور بچ بھی گیا[۲]۔

تھوڑے سے کھانے مین غیر معمولی برکت

حضرت انسؓ کی والدہ ام سلیم نے ایک بار ایک قسم کا کھانا تیار کیا، اور حضرت انسؓ کو بھیجا کہ آنحضرت صلعم کو بلا لائین، وہ گئے تو آپ نے پوچھا کیا میرے ساتھیون کو بھی بلایا ہے، حضرت انسؓ نے گھر مین آکر پوچھا تو حضرت ابو طلحہ نے آپ سے آکر کہا کہ وہ تو ذرا سی چیز ہے، جسکو ام سلیم نے تیار کیا ہے، آپ تشریف لائے اور وہ کھانا سامنے رکھا گیا تو فرمایا کہ دس دس آدمیون کو لاؤ، اس طرح چالیس آدمی دس دس کرکے آئے، اور شکم سیر ہو کر کھایا، لیکن کھانے مین کسی قسم کی کمی نہین ہوئی[۳]۔

قلیل تعداد مین کثیر برکت

آنحضرت صلعم نے جب حضرت زینبؓ کے ساتھ نکاح کیا تو حضرت انسؓ کی والدہ ام سلیمؓ نے تھوڑا سا حیس (ایک قسم کا کھانا ہوتا ہے) تیار کیا، اور ایک طشت مین کرکے حضرت انسؓ کے ہاتھ آپ کی خدمت مین بھیجا، حضرت انسؓ کھانا لے کر آئے، تو آپ نے بہت سے اصحاب کو مدعو کیا، تقریباً تین سو آدمی جمع ہو گئے، آپ نے حکم دیا کہ دس دس آدمی حلقہ باندھ کے بیٹھ جائین، اور اپنے سامنے سے کھانا شروع کرین، تمام لوگ کھا کر آسودہ ہو گئے، لیکن اس مین اس قدر برکت ہوئی کہ حضرت انسؓ کہتے ہین کہ مجھے یہ نہ معلوم ہو سکا کہ جس وقت مین نے طشت کو اٹھا کر رکھا، اس وقت کھانا زیادہ تھا، یا جب لوگون کے سامنے رکھا گیا تھا[۴]،

[۱] مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۶ مصر باب خلط الازواد اذا قلت۔ [۲] بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۱۱ کتاب الاطعمہ [۳] بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۱۹ کتاب الاطعمہ۔ [۴] صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۵۵۰ مصر کتاب النکاح۔

ایک پیالہ مین حیرت انگیز برکت

سمرہ بن جندب کا بیان ہے کہ ہم لوگ دس دس آدمی صبح سے شام تک آنحضرت صلعم کے پاس ایک پیالہ سے متصل کھاتے رہے تھے، لوگون نے پوچھا کہ اس مین اس قدر بڑھتی کیونکر ہوتی جاتی تھی، انھون نے آسمان کی طرف اشارہ کرکے بتایا کہ "وہان" سے[1]

دودھ کے ایک پیالہ کی برکت

ایک دن حضرت ابوہریرہؓ بھوک کی شدت سے بیتاب ہوکر راستہ مین بیٹھ گئے، حضرت ابوبکرؓ کا گذر ہوا تو اُن سے قرآن مجید کی ایک آیت پوچھی، لیکن اُس کا مقصد اپنی حالت زار کی طرف توجہ دلانا تھا، وہ گذر گئے اور کچھ توجہ نہ کی، پھر حضرت عمرؓ گذرے، انھون نے اسی غرض سے اُن سے بھی ایک آیت پوچھی، لیکن اونھون نے بھی بے التفاتی کی، اس کے بعد آنحضرت صلعم کا گذر ہوا، اور آپ نے اُنکے چہرے کو دیکھکر اصل حقیقت معلوم کرلی، اور ان کو پکارا، حضرت ابوہریرہؓ نے لبیک کہا اور ساتھ ہولیے، آپ گھر مین داخل ہوئے، تو دودھ کا ایک پیالہ بھرا ہوا نظر آیا، پوچھنے سے معلوم ہوا کہ ہدیۃً آیا ہے، آپ نے حضرت ابوہریرہؓ کو حکم دیا کہ اصحابِ صُفّہ کو بلالائین، حضرت ابوہریرہؓ کو یہ ناگوار گذرا کہ اس دودھ کا سب سے زیادہ مستحق تومین تھا، لیکن آپ کی تعمیلِ ارشاد سے چارہ نہ تھا، مجبوراً اصحابِ صفہ کو بلالائے گئے، اور سب کے سب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے، آپ کے حکم سے حضرت ابوہریرہؓ نے سب کو پلانا شروع کیا، جب سب کے سب سیراب ہوگئے، تو آنحضرت صلعم نے پیالہ کو ہاتھ پر رکھا اور ابوہریرہؓ کی طرف دیکھکر مسکرائے اور کہا کہ اب صرف ہم اور تم باقی ہین، آؤ بیٹھو، اور پینا شروع کرو، آپ انکو متصل پلاتے رہے، یہان تک کہ وہ خود بول اُٹھے کہ اب گنجائش نہین، اس کے بعد آپ نے خود پیالہ لیا، اور جو کچھ بچ گیا تھا بسم اللہ کرکے پی گئے۔[2]

بکری کے دست مین برکت

ایک صحابی نے آپ کے لیے گوشت پکایا، چونکہ آپ کو بکری کا دست نہایت مرغوب تھا، انھون نے آپ کو دونون دست دیے، جب آپ اُن کو تناول فرماچکے تو پھر دست مانگا، انھون نے کہا یارسول اللہ بکری کے کتنے دست ہوتے ہین؟ آپ نے فرمایا خدا کی قسم اگر تم خاموش رہتے تو مین جسقدر

[1] ترمذی ۶۰۲- [2] بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۵۶ کتاب الرقاق۔

دست مانگتا تم مجھے دیتے رہتے۔

بکری کے تھنون مین برکت

حضرت مقدادؓ سے روایت ہے کہ مین اپنے دو رفیقون کے ساتھ سخت عسرت اور فاقہ زدگی کی حالت مین آیا، اور تمام صحابہ کی خدمت مین اپنے آپ کو پیش کیا، لیکن کسی نے ہماری کفالت منظور نہین کی، بالآخر ہم سب آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے، آپ ہم کو گھر لے گئے، وہان تین بکریان بندھی ہوئی تھین، آپ نے فرمایا کہ ان کا دودھ دوہ کر پیا کرو، چنانچہ ہم سب دودھ دوہ کے اپنا حصّہ پی لیتے اور آنحضرتؐ کا حصّہ رکھدیتے تھے، آپ رات کو آتے تو پہلے نرم آواز مین سلام کرتے، پھر مسجد مین آکر نماز پڑھتے، اِسکے بعد اپنا حصہ دودہ پیتے، ایک دن جبکہ مین اپنے حصّہ کا دودھ پی چکا تھا، شیطان نے مجھکو دھوکا دیا کہ آنحضرتؐ صلعم انصار کے یہان سے آتے ہین، وہ آپ کی خدمت مین تحائف پیش کرتے ہین، اور آپ اُنکو تناول فرماتے ہین، آپ کو اس دودہ کی ضرورت نہین، مین اُس کے دھوکے مین آگیا، اور تمام دودہ اُٹھا کر پی گیا، جب میرے پیٹ مین گنجائش نہ رہی تو شیطان یہ کہکر چلتا ہوا کہ "کمبخت تو آنحضرت صلعم کا حصّہ پی گیا، جب آپ تشریف لائین گے اور اپنے حِصّہ کو نہ پائین گے تو تجھکو بددعا دین گے، اور تیرا دین و دنیا سب برباد ہو جائے گا،" چنانچہ اس ڈر سے میری آنکھون کی نیند اوڑ گئی، آپ تشریف لائے، حسب معمول سلام کیا، اور نماز پڑھی، اِس کے بعد دودھ کو کھولا تو آپ کا حِصّہ غائب تھا، آپنے آسمان کی طرف سر اُٹھایا، اور مین سمجھا کہ آپ اب مجھ پر بددعا فرمائین گے، اور مین ہلاک ہو جاؤن گا، لیکن آپنے یہ دعا فرمائی، "خداوندا! جس شخص نے مجھکو کھلایا، اس کو کھلا، اور جس نے مجھے پلایا اُسے پلا" اب مین چادر لپیٹ کے اُٹھا، ہاتھ مین چھری لی کہ اِن بکریون مین جو سب سے زیادہ فربہ ہو اُسکو ذبح کرون، لیکن مجھے معلوم ہوا کہ اُن سب کے تھنون مین دودہ بھرا ہوا ہے، اب مین نے ایک برتن کی طرف ہاتھ بڑھایا، جس کے متعلق آنحضرت صلعم کے اہل وعیال کو یہ خیال بھی نہ آیا تھا، کہ کبھی اس قدر دودہ ہو گا کہ اس مین دوہا جائے گا، لیکن مین نے اس مین دودھ دوہا تو وہ بھر گیا

[1] شمائل ترمذی۔

اور اوپر بہتین نظر آنے لگا، مین نے دودھ کو آپ کی خدمت مین پیش کیا، تو آپ نے فرمایا کیا تم اپنا حصہ پی چکے، مین نے کہا آپ پی لیجیے، آپ نے پی کر مجھے دودہ عنایت فرمایا، مین نے پھر عرض کی کہ آپ نوش جان فرمایئے، آپ نے پی لیا، اور مجھے عنایت فرمایا، چنانچہ جب مجھے معلوم ہوا کہ آپ سیر ہو گئے، اور آپکی دعا کی برکت مین مین شامل ہو گیا، تو مین ہنستے ہنستے زمین پر گر پڑا، اور آپ کی خدمت مین اول سے آخر تک تمام واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا یہ خداوند تعالیٰ کی رحمت ہے، تم نے اپنے دونون ساتھیون کو کیون نہین جگایا کہ وہ بھی پیتے، مین نے کہا کہ جب مین نے آپکے ساتھ پی لیا تو مجھے اسکی پرواہ نہین کہ کسی اور نے پایا یا نہین[1]

ایک وسق جو کی برکت

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہین کہ آنحضرت صلعم نے وفات پائی تو کچھ وسق (ایک پیمانہ) جو کے سوا کچھ گھر مین نہ تھا، تو مین نے اسی کو کھانا شروع کیا تو وہ ختم ہی ہونے پر نہین آتا تھا، تو ہم نے اس کو تولا تو پھر وہ ختم ہو گیا، یعنی اسکی وہ برکت جاتی رہی،[2]

توشہ دان ہمیشہ بھرا رہتا

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہین کہ مجھپر اسلام مین تین مصیبتین سب سے سخت پڑین، پہلی آنحضرت صلعم کی وفات، دوسری حضرت عثمانؓ کی شہادت، تیسری میرے توشہ دان کا جاتا رہنا، لوگون نے پوچھا "کیسا توشہ دان؟" اونھون نے کہا آپ ایک غزوہ مین تھے، رسد ختم ہو گئی تھی، آپ نے مجھے دریافت فرمایا کہ ابوہریرہ کچھ تمہارے پاس ہے؟ مین نے عرض کی کچھ کھجورین ہین، ارشاد ہوا، وہ لے آؤ، مین لایا، تو آپنے انکو دسترخوان پر پھیلا دیا، اکیس کھجورین تھین، آپ ایک ایک کھجور کو لیکر اور اس پر خدا کا نام پڑھ پڑھ کر رکھتے جاتے تھے، پھر آپ نے سب کو ملا دیا، اور حکم دیا کہ دس دس آدمی اگر شریک ہون، چنانچہ اس طرح لوگ آتے گئے اور پوری فوج سیر ہو گئی، اور کچھ کھجورین بچ گئین، مین نے عرض کی، یا رسول اللہ! ان پر میرے لیے برکت کی دعا فرمایئے، آپ نے دعا کی، مین نے ان کو اپنے توشہ دان مین ڈال لیا، ان کی برکت یہ تھی کہ جب مین ہاتھ ڈالتا تھا، اس مین سے کھجورین نکل آتی تھین، اور ۵۰ وسق تو مین نے اس مین سے راہِ خدا

[1] صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۹۸، مصر باب اکرام الضیف

[2] صحیح بخاری و مسلم۔

مین خیرات کی، حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کے زمانہ تک مین اس مین سے کھاتا رہا، حضرت عثمانؓ کی شہادت کے ہنگامہ مین جہان اور چیزین گئین توشہ دان بھی جاتا رہا،[1]

تھوڑی کھجورون مین برکت

حضرت دکینؓ اور نعمان بن مقرن صحابی کہتے ہین کہ ہم لوگ چار سو چودہ آدمی خدمت نبوی مین ایک ساتھ حاضر ہوئے، اور ہم سب نے کھانے کی درخواست کی، آنحضرت صلعم نے حضرت عمرؓ کو حکم دیا کہ اُن کو کھانا کھلاؤ، اُنھون نے عرض کی یا رسول اللہ! میرے پاس تو اسی قدر ہے جو بال بچون کو کافی ہو، ارشاد ہوا "جاؤ اور ان کو کھلا دو" عرض کی جیسا حکم ہو تعمیل مین عذر نہین، یہ کہکر حضرت عمرؓ ہم کو لے کر چلے، اور ایک جگہ لا کر بٹھایا، اور جو کھجورین تھین وہ سامنے لا کر رکھدین، اور اُن مین یہ برکت نظر آئی کہ ہم سب سیر ہو گئے، لیکن کھجورون مین کمی نہین آئی،[2]

---

[1] مسند احمد، جامع ترمذی، ابن سعد، ابن حبان، بیہقی، [2] مسند احمد عن دکین و ابوداؤد و ابن حبان و ابن سعد عن نعمان بن مقرن۔

پانی جاری ہونا

عرب کے خشک و ریگستانی ملک مین سب سے کمیاب جنس پانی کا ایک چشمہ ہے، دنیا کے فاتحون اور کشورکشاؤن کے حملون سے یہ ملک جن اسباب کی بناپر ہمیشہ محفوظ رہا ہے، اُن مین سے ایک قوی سبب اس مین پانی کے وجود کی کمیابی بھی ہے، چنانچہ یونانیون، رومیون، اور ایرانیون کی ہمتین اسی لیے اس صحراے لق و دق مین آباد قبائل کے فتح سے قاصر رہین، غور کرو کہ اسلام کا فاتحانہ لشکر بھی اگر نبوت کے برکاتِ الٰہی کے یہ چشمے اُس کے ساتھ ساتھ نہ ہوتے تو اس شکل کو وہ کبھی حل کرسکتا تھا؟

انبیاے عالم مین صرف ایک حضرت موسیٰؑ کی ذات ہے، جنکے لیے ایک دفعہ چٹان کی رگین پانی کی سوتین بنین، لیکن رسولِ عرب کے لیے شکیزہ کا چمڑا، گوشت و پوست کی انگلیان، خشک چشمون کے دہانے سوکھے ہوئے کوؤن کی سوتین، دہانِ مبارک کی کلیان متعدد دفعہ پانی کا خزانہ ثابت ہوئین۔

شکیزہ سے پانی اُبلنا ایک دفعہ آپ سفر مین تھے، صبح کو آنکھ کھلی اور آپ نے نماز پڑھانی شروع کی تو ایک صحابی جماعت سے الگ ہوگئے، آپنے شریکِ جماعت نہ ہونے کی وجہ پوچھی تو اونھون نے جنابت کا عذر کیا، چونکہ پانی نہ تھا، اس لیے آپ نے اُن کو تیمم کا حکم دیا، اس کے بعد آپ نے چند صحابہ کو پانی کی جستجو مین روانہ فرمایا، وہ لوگ چلے تو ایک عورت ملی جو اونٹ پر دو شکیزون مین پانی لاد کر لیے جارہی تھی، ان لوگون نے اُس سے چشمہ کا پتہ پوچھا، اُس نے کہا، اس جگہ پانی نہین ہے، پھر اُن لوگون نے دریافت کیا کہ تمھارے قبیلہ اور چشمہ کے درمیان کس قدر فاصلہ ہے؟ اس نے ایک دن اور ایک رات کی مسافت بتائی، وہ لوگ اس کو آنحضرت صلعم کی خدمت مین لائے، اور آنحضرت صلعم نے ہاتھ سے شکیزون کو چھو دیا، آپ کے دستِ مبارک کی برکت سے اس پانی کی مقدار مین اس قدر اضافہ ہوگیا کہ چالیس آدمیون نے اُس سے خوب سیراب ہوکر پانی پیا۔ اور اپنے اپنے تمام شکیزے اور برتن بھر لیے، اسکے بعد

آپ نے کھجور اور روٹی کے ٹکڑے جمع کر کے اُس عورت کو دے، وہ اپنے گھر آئی تو حیرت اور استعجاب سے لبریز تھی، اس نے اپنے قبیلہ کے لوگون سے کہا کہ مین نے سب سے بڑے ساحر کو یا اُس کے معتقدین کے خیال مین ایک پیغمبر کو دیکھا، آخر اسی خاتون کے اثر سے یہ پورا قبیلہ مع اُس عورت کے مسلمان ہوگیا۔[1]

انگلیون سے پانی جاری ہونا ایک دن آپ مقام زوراء مین تھے، عصر کا وقت آگیا تو صحابہ نے پانی کی جستجو شروع کی، لیکن صرف آنحضرت صلعم کے لیے پانی ملا، جب آپ کی خدمت مین پانی کا برتن پیش کیا گیا، تو آپ نے اس پر اپنا ہاتھ ڈال دیا، اور انگلیون سے پانی کا فوارہ چھوٹنے لگا، یہانتک کہ تقریباً تین سو آدمیون نے اُس سے وضو کیا۔[2]

پانی کا بڑھ جانا آپ صحابہ کے ساتھ کسی سفر مین تھے، نماز کا وقت آیا تو صحابہ نے پانی تلاش کیا، لیکن کہین نہ ملا، ایک صحابی پیالہ مین تھوڑا سا پانی لائے، پہلے آنحضرت صلعم نے اوس سے وضو کیا، پھر پیالے پر اپنے انگلیان پھیلا دین، پانی کی مقدار مین اس قدر برکت ہوئی کہ تقریباً ستر آدمی کے وضو کے لیے کافی ہوا۔[3]

اونگلیون کی برکت ایک بار نماز کا وقت ہوا تو جن لوگون کا گھر مسجد سے قریب تھا، وہ گھر کے اندر وضو کرنے کے لیے چلے گئے۔ لیکن بقیہ لوگ بے وضو رہ گئے، آنحضرت صلعم کی خدمت مین ایک لگن مین وضو کا پانی پیش کیا گیا، آپ نے اس کے اندر ہاتھ ڈالنا چاہا تو اسکا دہانہ اس قدر تنگ نکلا کہ آپ کی ہتھیلیان اُسکے اندر نہ پھیل سکین، اس لیے آپ نے اپنی اونگلیان اس کے اندر ڈالین، اور وہ پانی تقریباً اسّی آدمیون کے وضو کے لیے کافی ہوا۔[4]

اونگلیون سے پانی کا چشمہ بہنا صلح حدیبیہ کے دن صحابہ پیاس سے بیتاب ہوئے، آنحضرت صلعم کے سامنے صرف چمڑے کے ایک برتن مین پانی تھا، آپ نے اُس سے وضو کرنا شروع کیا، تو تمام صحابہ آپ کی طرف تیزی

---

[1] صحیح بخاری باب علامات النبوۃ۔ [2] صحیح بخاری، صحیح مسلم جامع ترمذی، باب معجزات [3] صحیح بخاری و مسلم باب معجزات و مسند احمد عن انس بن مالک [4] صحیح بخاری باب معجزات۔

کے ساتھ بڑھے، آپ نے اس بیتابی کی وجہ پوچھی، تو لوگون نے کہا کہ ہمارے ضروریات کے لیے صرف یہی پانی تھا، آپ نے اس کے اندر ہاتھ ڈال دیا، اور آپ کی انگلیون کے درمیان سے چشمہ کی طرح پانی جاری ہوا، چودہ پندرہ سو آدمی ساتھ تھے، سب نے اس سے وضو کیا اور سیراب ہو کر پانی پیا[1]۔

انگلی سے پانی بڑھ جانا دوسری روایت ہے کہ صحابہ اُس دن اُس کوئین پر ٹھہرے جسکا نام حدیبیہ تھا، اور اسکا تمام پانی اولچ لیا یہان تک کہ کوئین کے اندر ایک قطرہ پانی نہ رہا، آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا تو کوئین کے کنارے بیٹھ گئے، اور تھوڑا سا پانی منھ مین لیکر اس مین کلی کردی، تھوڑی دیر مین اس قدر اُبلا کہ تمام صحابہ اور صحابہ کے تمام اونٹ سیراب ہو گئے[2]،

ہاتھ منھ دھونے کی برکت غزوۂ تبوک کے سفر مین آپ دو دو وقت کی نماز ین ایک ساتھ پڑھتے جارہے تھے، ایک دن عشا اور مغرب کی نماز ایک ساتھ ادا کی، پھر فرمایا کل تم لوگ دوپہر کے وقت تبوک کے پاس پہنچو گے، لیکن جب تک مین نہ آؤن کوئی شخص اس کے پانی مین ہاتھ نہ لگائے، لوگ پہنچے تو نہر تسمہ کی طرح تنگ اور باریک نظر آئی، آنحضرت صلعم کے حکم سے لوگون نے پانی کو اولیچنا شروع کیا، پانی ایک گڈھے مین جمع ہو گیا، تو آنحضرت صلعم نے اس مین منھ ہاتھ دھوئے، پھر وہ پانی نہر مین ڈال دیا گیا، تو وہ پانی سے اُبل گئی[3]،

انگلیون کی برکت آپ نے ایک سفر مین حضرت جابرؓ سے وضو کا پانی طلب فرمایا، اُنھون نے قافلہ مین بہت ڈھونڈھا، پانی نہین ملا، انصار مین ایک شخص تھے جو خاص طور پر آنحضرت صلعم کے لیے پانی ٹھنڈا کر کے رکھتے تھے، حضرت جابرؓ نے آپ کی خدمت مین پانی نہ ملنے کی اطلاع کی تو آپ نے اُن کو اُن انصاری کے پاس بھیجا، لیکن اُنکے پاس بھی اسقدر کم پانی ملا کہ اگر اونڈیلا جاتا تو برتن کے خشک حصہ مین جذب ہو کر رہ جاتا، حضرت جابرؓ نے آنحضرت صلعم کو اسکی خبر دی تو آپ نے اُس برتن کو منگا بھیجا، اور ہاتھ مین لے کر کچھ پڑھا، اور اُس کو

[1] صحیح بخاری و مسلم معجزات [2] ایضاً۔ [3] مسلم باب معجزات النبی صلعم۔

طشت کے اندر رکھکے حضرت جابرؓ کو حکم دیا کہ بسم اللہ کرکے آپکے ہاتھ پر پانی گرائیں، حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ میں نے پانی ڈھالنا شروع کیا تو پہلے آپ کی اونگلیون کے درمیان سے پانی امنڈا، پھر تمام طشت بھر گیا یہان تک کہ سب لوگ پانی پیکر سیراب ہوگئے، اس کے بعد آپ نے اس کے اندر سے ہاتھ نکال لیا تو طشت بھرا کا بھرا رہ گیا۔[1]

اونگلیون سے پانی کا جوش مارنا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار عصر کا وقت آگیا، صرف تھوڑا سا بچا ہوا پانی رہ گیا تھا، آپ نے اپنی اونگلیان اس میں ڈال دین اور اُن کے اندر سے پانی جوش مارنے لگا، یہان تک کہ ۱۴۰۰ سو آدمیون نے اس سے وضو کیا، اور سیراب ہو لئے۔[2]

تھوڑے پانی مین کثیر برکت

ایک بار آپ سفر مین تھے، صبح کے وقت قافلہ سے الگ ہوکر سوگئے، اور چند اشخاص سے جو ساتھ تھے کہدیا کہ نماز کا خیال رکھنا، لیکن سب کے سب سوگئے، اور سب سے پہلے آنحضرت صلعم بیدار ہوئے، تو دن نکل چکا تھا، اب سب کے سب گھبراکے اُٹھے، تو آپنے کوچ کرنیکا حکم دیا، دن چڑھا تو آپنے سواری سے اُترکر وضو کیا، تھوڑا سا پانی جو بچ رہا تھا اس کی نسبت ابو قتادہؓ سے فرمایا کہ اس کو محفوظ رکھنا، اس سے ایک عظیم الشان نشان ظاہر ہوگا، جب آفتاب خوب بلند ہوچکا تو آپ قافلہ سے جاملے، لوگون نے کہا کہ "یارسول اللہ پیاس نے ہمکو مار ڈالا" آپ نے فرمایا "تم لوگ تباہ نہین ہوسکتے" یہ کہکر اپنے وضو کا بچا ہوا پانی ابو قتادہ سے طلب کرکے لوگون کو پلانا شروع کیا، اور تمام لوگ سیراب ہوگئے۔[3]

انگلیون سے پانی اُبلنا

حبانؓ بن بح الصدائی کا بیان ہے کہ میری قوم حالت کفر مین تھی، مجھے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم اُن کے لیے فوجی تیاریان فرمارہے ہین، مین آیا اور آپ کو اطلاع دی کہ میری قوم مسلمان ہے، پھر مین نے رات بھر آپ کے ساتھ سفر کیا، جب صبح ہوئی، تو مین نے اذان دی، آپ نے پانی کا ایک برتن مجھے عطا فرمایا، مین نے اُس سے وضو کیا، پھر آپ نے اپنی اونگلیان اُس مین ڈال دین، اور اُن کے درمیان سے چشمہ کی طرح پانی اُبلنے لگا، آپنے حکم دیا کہ جو شخص چاہے اُس سے وضو کرے۔[4]

---

[1] مسلم باب حدیث جابر الطویل۔ [2] بخاری جلد ۲ صفحہ ۲۴۰۔ کتاب ۱۔ [3] مسلم کتاب الصلاۃ باب قضاء الصلاۃ الفائتۃ۔

[4] مسند امام احمد بن حنبل جلد ۴ صفحہ ۱۶۹

ایک اور واقعہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہملوگ معجزات کو برکت سمجھا کرتے تھے، چنانچہ ایک بار ہملوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر مین تھے، پانی کی کمی کی شکایت ہوئی، تو آپ نے بچے ہوئے پانی کو طلب فرمایا، وہ ایک برتن مین آپ کے سامنے پیش کیا گیا، اور آپ نے اُس مین ہاتھ ڈال کر فرمایا کہ "وضوء کے مبارک پانی کی طرف دوڑو، خدا کی طرف سے برکت ہوگی" مین نے دیکھا تو آپ کی اونگلیون کے درمیان سے پانی اُبل رہا ہے[1]

یہ واقعات جو مختلف عنوانون مین بیان کئے گئے ہین، ممکن ہے کہ ان مین سے بعض ایک ہی واقعہ کی متعدد حکائیتین ہون، لیکن چونکہ ہر ایک کے ساتھ خصوصیات مین کچھ فرق و امتیاز محسوس ہوا، اِسلیے اُنکو مستقل واقعات کی صورت دی گئی ہے۔

[1] صحیح بخاری باب علامات النبوۃ فی الاسلام

اطلاعِ غیب

فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (جن)

قرآن مجید نے اس حقیقت کو بار بار بے نقاب کیا ہی کہ "غیب کا علم خدا کے سوا کسی اور کو نہین" چنانچہ قرآن مجید مین اس معنی کی بکثرت آیتین ہین اور ان کا منشا یہ معلوم ہوتا ہی کہ علم غیب کی صفت سے خدا کے سوا کسی اور کو متصف نہین کیا جا سکتا۔

فَقُلْ اِنَّمَا الْغَیْبُ لِلّٰهِ ، (یونس)

کہدے اے پیغمبر کہ غیب تو خدا ہی کے لیے ہی۔

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ (نمل ۷)

کہدے (اے پیغمبر) کہ خدا کے سوا آسمان و زمین مین کوئی غیب نہین جانتا۔

یعنی خدا کے سوا کسی مخلوق کو غیب کا ذاتی علم نہین، اور نہ غیب کی باتین خدا نے آسمان و زمین مین کسی مخلوق کو بتائی ہین، چنانچہ قیامت کے دن تمام انبیا کو یہ اعتراف کرنا پڑیگا،

یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ، (مایدہ ۱۴)

جس دن کہ خدا تمام پیغمبرون کو جمع کریگا اور کہے گا کہ تمکو کیا جواب دیا گیا، وہ کہینگے کہ ہمکو کچھ علم نہین غیب کی باتون کا پورا جاننے والا تو تو ہی ہی۔

آنحضرت صلعم جو اعلم الانبیا تھے انکو یہ اقرار کرنے کا حکم ہوتا ہی،

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ الْاَرْضِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ ، (انعام ۵)

کہدے اے پیغمبر کہ مین یہ نہین کہتا کہ میرے پاس تمام روے زمین کے خزانے ہین اور یہ بھی کہدیتا ہون کہ مین غیب کی باتین نہین جانتا۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ، اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّ

کہدے اے پیغمبر کہ مین اپنے آپ کے لیے کسی نفع و ضرر پر قادر نہین ہون لیکن یہ کہ خدا جو چاہے اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو بہت سے فائدہ اٹھالیتا۔ اور مجکو کبھی مصیبت نہ پیش آتی لیکن مین تو ایماندار

بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (اعراف ۲۳) قوم کو ڈرانے والا اور خوشخبری سنانے والا ہون،

اِن آیتون نے صاف کھول دیا ہی کہ آنحضرت صلعم کو نہ غیب کا ذاتی علم تھا اور نہ تمام غیب کی باتین آپکو بتائی گئی تھین، البتہ خدائے تعالیٰ نے اپنے علم مین سے جو کچھ چاہا اور پسند کیا آنحضرت صلعم کو وقتاً فوقتاً اُس سے مطلع فرماتا رہا، چنانچہ سورۂ جن مین صاف ارشاد ہوا۔

فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (جن) — اللہ تعالےٰ اپنے غیب کی بات کسی پر ظاہر نہین کرتا، لیکن اوس پیغمبر پر جسکو پسند کرے۔

دوسری جگہ سورۂ آل عمران مین فرمایا

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ — اور خدا غیب کی باتین تمکو نہین بتا سکتا، لیکن وہ اپنے پیغمبر (ان مین سے جسکو چاہتا ہے (اسکے لیے) چن لیتا ہی۔

امور غیب مین سے قیامت کے متعلق تصریح کر دی گئی ہے کہ اسکا علم کسی کو عطا نہین ہوا ہے،

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ، (اعراف) — (اے پیغمبر!) لوگ تجھسے قیامت کی نسبت پوچھتے ہین کہ وہ کب لنگر انداز ہوگی، کہدے کہ اسکا علم تو صرف میرے پروردگار ہی کو ہی وہی اپنے وقت پر اسکو ظاہر کریگا، وہ وقت آسمان و زمین پر بڑا بھاری ہوگا، وہ دفعۃً آجائیگا، تجھسے وہ قیامت کا حال اسطرح پوچھتے ہین کہ گویا وہ تجھے معلوم ہی لیکن تو چھپاتا ہی کہدے کہ اسکا علم خدا ہی کے پاس ہے،

صحاح مین حضرت جبرئیل کے ایک مسافر کی صورت مین آنیکی جو روایت ہی اور جسمین انھون نے ایمان، اسلام، اور احسان کے متعلق آنحضرت صلعم سے سوالات پوچھے ہین اور آپ نے اُن کے جوابات دیے ہین اس کے آخر مین وہ پوچھتے ہین کہ قیامت کب ہوگی اس کے جواب مین آنحضرت صلعم فرماتے ہین،

ما المسئول عنها باعلم من السائل وسأحدثك | جس سے پوچھتے ہو وہ پوچھنے والے سے اس باب مین زیادہ علم

عن اشراطها (کتاب الایمان مسلم وبخاری) | نہین رکھتا، ہان مین اسکی علامتین بتادون گا۔

صحیح بخاری مین حضرت عائشہؓ سے روایت ہو کہ وہ کہا کرتی تھین کہ جو تم سے یہ کہے کہ آنحضرت صلعم غیب کی باتین جانتے تھے وہ جھوٹا ہے، قرآن نے صاف کہدیا ہے وما تدری نفس ماذا تکسب غدًا، کسی نفس کو یہ علم نہین کہ کل وہ کیا کریگا، ایک دفعہ چند لڑکیان آپ کے سامنے بیٹھی کچھ گا رہی تھین گاتے گاتے ایک نے اُن مین سے کہا

وفینا نبیٌّ یعلم ما فی غدٍ، | ہم مین ایک نبی ہو جو کل کی ہونے والی بات جانتا ہو،

آنحضرت صلعم نے اس[۲] سے منع فرمایا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ غیب کی کنجی پانچ باتین ہین، اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی[۳]،

اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ، وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَکْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ (لقمان ۴) | خدا ہی کے پاس اُس آنے والی گھڑی کا علم ہے، وہی پانی برساتا ہو، وہی جانتا ہے کہ ماؤن کے پیٹون مین کیا ہے۔ کوئی نہین جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا۔ اور نہ یہ کوئی جانتا ہے کہ کس سرزمین مین وہ مریگا۔

بہرحال ان مخصوص باتون کے علاوہ جن کا علم صرف عالم الغیب کو ہو اپنے غیب کی باتون مین جن باتون کو وہ مناسب سمجھتا تھا آنحضرت صلعم کو وقتاً فوقتاً انکی اطلاع دیتا تھا، سورۂ ہود مین بعض انبیاء علیہم السلام کے حالات کے تذکرہ کے بعد خدا فرماتا ہے۔

تِلْکَ مِنْ اَنْبَاۗءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْہَاۤ اِلَیْکَ، مَا کُنْتَ تَعْلَمُہَاۤ اَنْتَ وَلَا قَوْمُکَ، (ہود) | یہ غیب کی خبرین ہین جو ہم تیری طرف وحی کر رہے ہین۔ نہ تو انکو جانتا تھا اور نہ تیری قوم جانتی تھی۔

ایک دفعہ جب آنحضرت صلعم کے عہد مین سورج کو گرہن لگا تھا اور آپ نے صحابہ کے ساتھ نماز کسوف ادا

---

[۱] صحیح بخاری تفسیر لقمان [۲] صحیح بخاری کتاب النکاح [۳] صحیح بخاری تفسیر لقمان۔

فرمائی تھی، اور نماز کے بعد ایک نہایت بلیغ و موثر خطبہ ارشاد فرمایا تھا اُس مین ایک فقرہ یہ بھی تھا،

یا امۃ محمد واللہ لو تعلمون ما علمت لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیرا (صحیح بخاری باب الصدقۃ فی الکسوف و تفسیر سورۂ مائدہ)

اے گروہ محمد، خدا کی قسم اگر تم وہ جانتے جو مین جانتا ہون تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ،

ایک دفعہ نماز کے بعد آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا،

ھل ترون قبلتی ھھنا، فواللہ ما یخفی علی خشوعکم ولا رکوعکم انی لاراکم من وراء ظھری (بخاری)

تم دیکھتے ہو میرا رُخ ادھر ہے لیکن خدا کی قسم مجھے (نماز مین) نہ تمہارا خشوع اور نہ تمہارا رکوع پوشیدہ رہتا ہے، مین تمکو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہون،

دوسری روایت مین ہے کہ آپ نے فرمایا،

انی لاراکم من وراءی کما اراکم (بخاری باب عظۃ الامام الناس)

جس طرح مین تمکو دیکھ رہا ہون اسی طرح مین تم کو پیچھے سے بھی دیکھتا ہون۔

احادیث مین متعدد صحابہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ خطبہ دے رہے تھے بعض صاحبون نے کچھ سوالات کیے جنکو آپ نے پسند نہین کیا، آپ کو جوش آگیا، آپ نے فرمایا سلونی عما شئتم "جو چاہو مجھ سے دریافت کرو" ایک شخص نے اُٹھکر کہا یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا حذافہ، دوسرے نے اٹھکر کہا اور میرے باپ کا نام کیا ہے؟ فرمایا سالم غلام شیبہ، اور بار بار آپ فرماتے جاتے تھے "پوچھو مجھسے پوچھو مجھسے" یہ دیکھکر حضرت عمرؓ آگے بڑھے اور عرض کی یا رسول اللہ، ہمکو اللہ اپنا پروردگار، محمدؐ اپنا رسول اور اسلام اپنا دین پسند ہے،

صحابہ بیان کرتے ہین کہ ایک دن آپ نے صبح کی نماز پڑھکر تقریر شروع کی یہان تک کہ ظہر کا وقت آگیا، ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر عصر تک پھر تقریر کی، اس کے بعد عصر کی نماز پڑھی اس سے فارغ ہو کر غروب آفتاب تک پھر تقریر کا سلسلہ جاری رہا، اس طویل خطبہ مین آنحضرت صلعم نے لوگون کو جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا، یعنی آغاز آفرینش سے لیکر قیامت تک کے

[1] صحیح بخاری کتاب العلم،

واقعات، پیدایشِ عالم، علاماتِ قیامت، فتن، حشر و نشر سب کچھ سمجھایا، صحابہ کہا کرتے تھے کہ ہم مین سے بہت سے لوگ بہت کچھ بھول گئے، بعضون کو بہت کچھ یاد رہی، ان واقعات مین سے جب کوئی واقعہ پیش آجاتا ہے تو ہم کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کسی شخص کی صورت ذہن سے اتر جاتی ہے پھر اس کو دیکھکر یاد آجاتی ہے[1]۔

نجاشی شاہِ حبش جسکے سایۂ حکومت مین جاکر مسلمانون نے پناہ لی تھی اور جس نے اسلام کی صداقت کا اعتراف کیا تھا، جس دن اُس نے حبش مین وفات پائی، آنحضرت صلعم نے صحابہ کو اس سانحہ کی اطلاع دی، آپ نے فرمایا کہ آج تمھارے بھائی نجاشی نے وفات پائی، اور اس کے بعد اس کے جنازہ کی نماز غائبانہ ادا فرمائی[2]۔

سنہ ۸ھ مین جب غزوۂ موتہ پیش آیا ہے تو آپ نے فوج کا علم **زید** بن حارثہ کو عنایت کیا اور فرمایا کہ جب زید شہید ہون تو یہ امانت **جعفر** کے سپرد کیجائے، جب وہ بھی جان بحق ہون تو **عبداللہ** بن رواحہ اس خدمت کو انجام دین اور جب وہ بھی کام آجائین تو مسلمان اپنے مشورہ سے جسکو چاہین اپنا سردار بنائین، یہ افسری اور سرداری کے متعلق ترتیبی بیان درحقیقت واقعہ کا اظہار تھا، میدانِ جنگ مین پہلے زید نے شہادت پائی، انکی جانشینی جعفر نے کی وہ بھی جب علمِ نبوت پر قربان ہوچکے تو عبداللہ بن رواحہ نے پیشقدمی کی، جب وہ بھی نثار ہوگئے تو مسلمانون نے خالد بن ولید کو اپنا افسر بنایا، چونکہ اس جنگ مین رومیون کی عظیم الشان سلطنت کا مقابلہ تھا اس لیے مسلمانون کو بڑا اضطراب تھا، عین اسوقت جب مدینہ سے کوسون دور شام کی سرحد پر یہ خونی مناظر درپیش تھے آنحضرت صلعم مسجد نبوی مین منبر پر تشریف فرما تھے، دونون آنکھون سے آنسو جاری تھے اور فرمارہے تھے "علم کو زید نے لیا وہ شہید ہوئے، پھر جعفر نے لیا وہ بھی جان بحق ہوئے تو عبداللہ بن رواحہ نے لیا، انھون نے بھی شہادت پائی تو خالد بن ولید نے لیا اور انکو فتح دی گئی[3]"۔

ایک غزوہ مین ایک شخص نہایت جانبازانہ حملے کر رہا تھا، صحابہ نے دیکھا تو اسکی بڑی تعریف کی، لیکن آنحضرت نے اس کو دیکھکر فرمایا کہ "یہ جہنمی ہے"، صحابہ کو اس پر تعجب ہوا، اور ایک صحابی اس کے پیچھے ہولیے، ایک موقع

[1] صحیح مسلم باب اخبار النبی صلعم فیما یکون الی قیام الساعۃ [2] صحیح بخاری کتاب الجنائز و صحیح مسلم، [3] صحیح بخاری کتاب الجنائز و باب علامات النبوۃ فی الاسلام۔

پر اس کو سخت زخم لگا اور اس نے بے صبری کی حالت مین خودکشی کرلی، وہ صحابی خدمتِ مبارک مین دوڑے ہوئے آئے اور کہا "مین گواہی دیتا ہون کہ آپ خدا کے رسول ہین" آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا واقعہ ہے" اُنھون نے عرض کیا کہ "ابھی حضور نے ایک شخص کے متعلق فرمایا تھا کہ وہ جہنمی ہے، لوگون کو اسپر تعجب ہوا تھا، مین اس کے پیچھے ہولیا، مین نے دیکھا کہ ایک زخم کے صدمہ سے اُس نے خودکشی کرلی"[۱]

ایک غزوہ مین ایک شخص شریک تھا وہ قتل ہوا، کسی نے آکر خبر دی کہ یارسول اللہ! فلان شخص شہید ہوگیا، فرمایا کہ "یہ ناممکن ہی، شہادت اُس کے لیے کہان، مین نے اس کو دوزخ مین دیکھا ہے کیونکہ مالِ غنیمت مین سے اُس نے ایک عبا چرائی تھی"[۲]

مسلمانون نے سنہ ۸ھ مین طائف کا محاصرہ کیا (آنحضرت صلعم کو معلوم ہوچکا تھا کہ طائف کی فتح اس محاصرہ سے مقدر نہین اس لیے) ایک روز آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کل انشاء اللہ ہم محاصرہ چھوڑ کر کوچ کرین گے، لوگون کو اتنی محنت وزحمت کے بعد حصولِ فتح کے بغیر واپسی شاق ہوئی، اور انھون نے کہا ہم فتح حاصل کیے بغیر چلے جائین، آپ نے فرمایا "اچھا کل پھر قسمت آزمائی کرو" چنانچہ دوسرے دن مسلمان لڑے تو اُن کو اور زیادہ نقصانات پہنچے، شام ہوئی تو آپ نے فرمایا کل انشاء اللہ ہم محاصرہ چھوڑ کر چلے جائین گے، مسلمانون کو اس سے تعجب ہوا، اور آپ مسکرا دیے[۳]، یہ گویا اس بات کا اظہار تھا کہ تمھین میری طرح حقیقتِ حال کا علم نہ تھا،

عمیر بن وہب اسلام کا سخت دشمن تھا، وہ اور صفوان بن امیہ دونون خانۂ کعبہ مین بیٹھکر بدر کے مقتولین پر ماتم کررہے تھے اور بالآخر ان دونون مین پوشیدہ طور سے یہ سازش قرار پائی کہ عمیر مدینہ جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکے سے قتل کرآئے، اور اگر وہ مارا گیا تو صفوان اس کے تمام قرض اور گھر کے مصارف اور اولاد کی پرورش کی ذمہ داری اپنے سر لے گا، عمیر یہان سے اُٹھکر گھر آیا، اور تلوار کو زہر مین بجھا کر مدینہ کو چل کھڑا ہوا، مدینہ پہنچا تو

---

[۱] صحیح بخاری کتاب الجہاد صفحہ ۴۰۶ وباب العمل بالخواتیم ۹۰۷، [۲] جامع ترمذی باب ما جاء فی الغلول۔
[۳] صحیح بخاری ومسلم، غزوۂ طائف۔

حضرت عمرؓ نے اس کو دیکھ لیا، وہ اس کو پکڑ کر آنحضرت صلعم کی خدمت مین لائے، آپ نے پوچھا کہ عمیرؓ یہان کس ارادہ سے آئے ہو؟ اُس نے کہا اپنے بیٹے کو چھڑانے آیا ہون، فرمایا کیون نہین؟ کیا تم نے اور صفوان نے خانۂ کعبہ مین بیٹھکر میرے قتل کی سازش نہین کی ہے، عمیر یہ راز کی بات سنکر سناٹے مین آگیا، اور اس کو سخت تعجب ہوا اور بے اختیار بول اٹھا کہ "محمد بیشک تم خدا کے پیغمبر ہو، خدا کی قسم میرے اور صفوان کے سوا کسی تیسرے کو اس معاملہ کی خبر نہ تھی"[1]

حضرت وابصہ اسدی صحابی کہتے ہین کہ مین ایک دفعہ اس غرض سے حاضرِ خدمت ہوا کہ نیکی اور گناہ کی حقیقت دریافت کرون، لیکن اِس سے پہلے کہ مین کچھ کہون، آپ نے فرمایا "وابصہ! مین تمھین بتاؤن کہ تم کیا پوچھنے آئے ہو؟" عرض کی ارشاد ہو، فرمایا "تم نیکی اور گناہ کی حقیقت پوچھنے آئے ہو" عرض کی "قسم اُس ذات کی جس نے آپ کو بھیجا، آپ نے سچ فرمایا، ارشاد ہوا "نیکی وہ ہے جسکے کرنے کے خیال سے تمھارے دل مین انشراح اور خوشی پیدا ہو، اور گناہ وہ ہے جو تمھارے دل مین کھٹک پیدا کرے اگرچہ لوگون نے اُس کے کرنے کا فتویٰ ہی کیون نہ دے دیا ہو"[2]

ایک دفعہ ایک صحابیہ نے آپ کی دعوت کی، بکری ذبح کی، اور آپ کو اور دیگر رفقا کو کھانے کے لیے بلایا، آپ تشریف لے گئے اور گوشت کا ایک لقمہ اُٹھا کر ابھی چکھا ہی تھا کہ فرمایا "یہ بکری اپنے مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کی گئی ہے" داعیہ نے عرض کی کہ "یا رسول اللہ! آلِ معاذ اور ہمارے خاندان مین پوچھنے گچھنے کی ضرورت نہین ہوتی، وہ ہماری چیز بے تکلف لیتے ہین، اور ہم اُنکی چیز"[3] دوسری روایت مین ہے کہ اس نے جواب دیا کہ "ہان یا رسول اللہ مین نے اپنی پڑوسن سے یہ بکری مانگی، اسنے اپنے شوہر سے پوچھے بغیر دیدی"

غزوۂ خیبر مین ایک یہودیہ نے آپ کی دعوت کی، کھانے مین بکری کا گوشت تھا، آپنے چند رفقاء کے ساتھ اُس کو کھانا چاہا، ابھی پہلا ہی لقمہ اُٹھایا تھا کہ آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ ہاتھ روک لو، اس گوشت مین زہر ملایا گیا ہے" اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ خیبر کے تمام یہود کو جمع کیا جائے، جب وہ جمع ہو چکے تو آپ نے دریافت

[1] تاریخ طبری بروایت عروہ بن زبیر صفحہ ۱۳۵۴، طبع یورپ۔ [2] مسند ابن حنبل حدیث وابصہ الاسدیؓ وابو یعلی و بیہقی وابو نعیم و بزاز۔ [3] سنن نسائی وحاکم فی المستدرک عن جابر۔

کیا کہ جو کچھ مین پوچھون گا تم سچ سچ بتاؤ گے، انھون نے ہان کہا، آپ نے فرمایا تمھارے باپ کا کیا نام ہے؟ انھون نے کچھ بتایا، آپ نے فرمایا تم جھوٹے ہو، تمھارے باپ کا یہ نام ہی، اس امتحان کے بعد آپ نے دریافت فرمایا، کیا تم نے بکری کے گوشت مین زہر ملایا تھا، اُنھون نے کہا ہان، آپ کو کیونکر معلوم ہوا؟ فرمایا کہ بکری کے اِس دست نے مجھسے کہا[۱]۔

حضرت صہیب بن سنان جو صہیب رومی کر کے مشہور ہین، جس شب کو آنحضرت صلعم نے ہجرت فرمائی انھون نے بھی ہجرت کرنی چاہی لیکن کفار نے انکو روک دیا، وہ رات بھر کھڑے رہے اور بیٹھنے کا نام بھی نہین لیا، کفار نے انکی اس حالت کو دیکھکر کہا، کہ چلو اس کو تو پیٹ کے عارضہ نے خود ہی مجبور کر دیا ہی، یہ کہکر وہ چلے گئے، انھون نے نگہبانون سے اپنے کو آزاد پاکر مدینہ کا راستہ لیا، کافرون نے انکو پکڑ لیا، آخر کچھ زر نقد دیکر اُن سے رہائی حاصل کی، آنحضرت صلعم نے انکو دیکھنے کے ساتھ فرمایا "اے ابو یحیٰ! تمھاری خرید و فروخت بڑے نفع کی رہی" حضرت صہیبؓ نے عرض کی یا رسول اللہ مجھسے پہلے کوئی یہان آیا نہین جو اس راز کی آپکو خبر کرتا، یہ یقیناً آپ کو بذریعہ وحی معلوم ہوا[۲]"

حضرت حذیفہ کی والدہ مکرمہ نے ایک دن اپنے بیٹے پر عتاب کیا کہ تم آنحضرت صلعم کی خدمت مین اتنے دن ہو گئے، کیون نہ گئے، انھون نے معذرت کی اور کہا کہ آج جا کر اپنی اور آپکی مغفرت کی دعا کرائینگا چنانچہ وہ مغرب کی نماز مین جا کر حاضر ہوئے عشا کی نماز کے بعد جب آپ واپس ہوئے تو یہ بھی پیچھے چلے، آپ نے آواز پہچانکر فرمایا "کون! حذیفہ!! خدا تمھاری اور تمھاری مان کی مغفرت کرے[۳]" گویا سوال سے پہلے ہی حذیفہ کی درخواست سمع اقدس تک پہنچ چکی تھی۔

صحابہ کو آپکی اِس قوتِ اطلاع کا اس قدر یقین تھا، جب تک آنحضرت صلعم زندہ رہے، صحابہ کو اپنے ایک ایک عمل کا خوف لگا رہتا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ خدا آپ کو اس سے باخبر کر دے، یہان تک کہ حضرت ابن عمر کہتے ہین کہ آنحضرت صلعم کی زندگی مین ہملوگ اپنی بیویون سے بھی کھُل کر ملتے ہوئے ڈرتے تھے کہ ایسا نہ ہو کہ ہماری نسبت قرآن مین کچھ نازل ہو جائے، اور رسوائی ہو[۴]، علاوہ ازین منافقین کے تمام اندرونی حالات اور نامون سے بھی آپ کو ایک ایک کر کے واقفیت تھی[۵]۔

۱ سنن ابی داؤد و دارمی و بیہقی۔ ۲ مستدرک حاکم جلد ثالث صفحہ ۴۰۰ بروایت صحیح ذہبی نے بھی اسکی تصحیح کی ہی۔ ۳ جامع ترمذی مناقب فاطمہ۔ ۴ صحیح بخاری۔ ۵ فتح الباری بحوالہ صحیح بخاری

اہل کتاب کے سوالات کا جواب دینا

یہ دوست دشمن اور موافق و مخالف سب کو معلوم ہے کہ آنحضرت صلعم لکھے پڑھے نہ تھے، یہود و نصاریٰ کی مذہبی کتابون سے آپ کو تعلیمی واقفیت نہ تھی، توراۃ و انجیل اور علمائے یہود و نصاریٰ نے انکی شرحون مین یا اپنی دوسری مذہبی تصنیفات مین جو کچھ لکھا تھا، آنحضرت صلعم نے اُن کا ایک صفحہ بھی ملاحظہ نہین فرمایا تھا اور یہی آخری چیزین اس وقت یہود و نصاریٰ کے ایمان و عقائد کا جزء ہو گئی تھین اور عوام مین انھین کتابون کو مقبولیت حاصل تھی، باینہمہ آپ کا اُن کے سوالات کا صحیح جواب دینا آپکی روحانی تعلیم کی کھلی شہادت ہے،

مکہ مین جب آنحضرت صلعم نے اپنی نبوت کا اعلان کیا تو کفار عرب کو عموماً آپ کے اس دعویٰ پر یقین نہین آیا اس لیے انھون نے معجزات طلب کیے، اور جب وہ دکھائے گئے، تو ان کو سحر اور جادو کہنے لگے، پھر انکو خیال آیا کہ یثرب، خیبر اور شام مین جاکر یہودیون سے ملین اور اُن سے پوچھکر چند ایسے سوالات دریافت کرین جن کے جوابات محمدؐ سے مانگے جائین، اور چونکہ وہ لکھے پڑھے نہین ہین اور مکہ مین بھی کوئی ایسا نہین ہے جو اُن کو ان کے جوابات بتا سکے گا، اس لیے وہ ان کے جوابات نہ دے سکین گے اور اس طرح اس مدعی نبوت کی قلعی کھل جائیگی اور اس کا کذب سب پر واضح ہو جائیگا، اس خیال کی بنا پر وہ یہودیون سے جاکر ملے اُن سے آپ کے حالات بیان کیے اور ان سے پوچھنے کے لیے اُن سے چند سوالات مانگے، چنانچہ اُنھون نے چند سوالات دیئے کہ یہ جاکر اُس سے پوچھو، اگر وہ پیغمبر نہ ہوگا تو ہرگز اُن کا جواب نہ دے سکے گا۔

یہ تین تاریخی سوالات تھے، اصحاب کہف کا حال، حضرت موسیٰ اور خضر کی ملاقات کا واقعہ اور ذوالقرنین کا قصہ، اللہ تعالیٰ نے یہ تینون قصے وحی کے ذریعہ سے آنحضرت صلعم کو بتا دیئے، اور آپنے اُن کو پڑھکر کفار کو سنایا۔ چنانچہ سورۂ کہف مین یہ تینون قصے مذکور ہین اور آخری قصہ مین یہ بھی مذکور ہے کہ یہ کفار کے سوال کے جواب مین ہے۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ | اور کفار تجھ سے (اے پیغمبر) ذوالقرنین کا حال دریافت کرتے ہین

مِنْهُ ذِكْرًا ۝ (کہف) کہدے کہ مین اس کا تھوڑا سا ذکر تم کو سناتا ہون۔

آنحضرت صلعم جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے، جو گویا یہودیون ہی کا شہر تھا تو انھون نے بھی مناسب سمجھا کہ اس مدعیِ نبوت کے دعوائے نبوت کا امتحان انھین کتابی سوالات سے لیا جائے، کیونکہ انھین یقین تھا کہ وہ ہماری کتابون سے واقف نہین اس لیے وہ انکے صحیح جوابات نہ دیسکے گا، اور اگر اُسنے یہ کہدیا کہ یہ سوالات یا جن کتابون مین وہ سوالات مذکور ہین، وہ غیر معتبر ہین تو ان سوالون اور کتابون کا اثر یہود مین اس قدر ہے کہ انکی تکذیب سے خود محمدؐ کی جہالت اور کذب دعویٰ (نعوذ باللہ) کا پردہ فاش ہو جائے گا۔ لیکن اتنے بڑے مجمع مین سب لوگ بدنیت ہی نہ تھے بلکہ انمین بعض لوگ نیک نیت بھی تھے، اور وہ نیک نیتی سے یہ سمجھتے تھے کہ ہماری کتابونمین جو مخفی اسرار لکھے ہوئے ہین انکو پیغمبر کے سوا کوئی اور نہین بتلاسکتا

صحیح بخاری مین حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلعم مدینہ منورہ آئے تو عبداللہ بن سلام مدینہ کے ایک مشہور یہودی عالم آپ سے ملنے آئے، اور کہا "کہ مین آپ سے تین سوال کرون گا جن کا جواب پیغمبر کے سوا اور کوئی نہین دے سکتا۔ یہ بتایئے کہ قیامت کی پہلی علامت کیا ہے؟ اور اہلِ جنت کی پہلی غذا کیا ہوگی؟ اور بچہ کبھی ماں سے اور کبھی باپ سے مشابہ کیون ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا "قیامت کی پہلی نشانی ایک آگ ہے جو لوگون کو مشرق سے ہنکا کر مغرب کی طرف لے جائیگی۔ اور اہلِ جنت کی پہلی غذا مچھلی کا جگر ہے، اور ماں یا باپ سے بچہ کی مشابہت کا یہ سبب ہوتا ہے کہ جب باپ کا نطفہ سبقت کرتا ہے تو بچہ باپ سے مشابہ ہوتا ہے اور جب ماں کا نطفہ سبقت کرتا ہے تو ماں سے مشابہ ہوتا ہے"۔ عبداللہ بن سلام نے یہ جوابات سنکر کہا کہ "مین آپ کی رسالت کی گواہی دیتا ہون"۔

صحیح مسلم مین ہے کہ حضرت ثوبان کہتے ہین کہ ایکدفعہ ایک یہودی عالم خدمت والا مین حاضر ہوا، اور کہا کہ "اے محمدؐ مین تم سے چند سوالات کرون گا تم جواب دو" آپ نے فرمایا کہ "میرے جواب سے تمکو فائدہ ہوگا" اُسنے کہا، سنو! یہ بتاؤ کہ قیامت کے دن جس وقت آسمان اور زمین بدلے جائین گے لوگ کہان ہونگے، فرمایا "پل کے پیچھے تاریکی مین" دوسرا سوال اُسنے کیا کہ "سب سے پہلے جنت مین جانیکی کس کو اجازت ملیگی؟" جواب دیا "اُن غریبون کو جو راہ حق

مین گھر سے بے گھر ہوئے ہین" اُس نے کہا "اب مین تم سے وہ بات پوچھتا ہون جس کا جواب روئے زمین پر صرف پیغمبر یا پیغمبر کے علاوہ ایک ہی دو آدمی دیسکتے ہین. بتاؤ کہ بچہ کبھی لڑکی اور کبھی لڑکا کیون ہوتا ہی؟" آپ نے فرمایا "مرد کا نطفہ سپید اور عورت کا زرد ہوتا ہی جب یہ دونون ملتے ہین. تو اگر مرد کا نطفہ غالب ہوتا ہی تو وہ خدا کے حکم سے لڑکا ہوتا ہے، اور جب عورت کا نطفہ غالب ہوتا ہی تو وہ لڑکی ہوتی ہے" یہودی نے یہ جواب سنکر کہا، کہ "بیشک تم نبی ہو" اور یہ کہکر چلا گیا، آپ نے فرمایا "یہ جوابات مجھکو خدا نے القا کیے، مجھے پہلے سے معلوم نہ تھے"

مسند ابوداؤد طیالسی مین ہی کہ ایک دفعہ چند یہودی خدمت اقدس مین آئے اور کہا کہ "ہم آپ سے چند باتین دریافت کرنا چاہتے ہین جن کا جواب پیغمبر کے سوا کوئی اور نہین دے سکتا" آپ نے فرمایا "جو تم چاہو پوچھ سکتے ہو لیکن یہ وعدہ کرو کہ اگر مین نے ایسے جوابات دیے جنکو تم نے صحیح سمجھا تو کیا اسلام قبول کرلوگے؟" انھون نے کہا "ہان ہم کو یہ شرط منظور ہے" آپ نے فرمایا "اچھا پوچھو کیا پوچھتے ہو" انھون نے کہا کہ "چار سوالون کے جواب دیجیے پہلا یہ کہ حضرت یعقوبؑ نے توراۃ کے اترنے سے پہلے جو کھانا اپنے اوپر حرام کرلیا تھا اس کا کیا واقعہ ہے؟ دوسرا یہ کہ ایک ہی نطفہ کبھی نر اور کبھی مادہ کیون کر ہوجاتا ہے، تیسرا یہ کہ توراۃ مین نبی امی کی پہچان کیا بتائی گئی ہے اور چوتھا یہ کہ فرشتون مین سے تمہارا دوست یا نگہبان کون ہی؟" آپ نے جواب مین ارشاد فرمایا "تم کو اُس خدا کی قسم جس نے موسیٰ پر توراۃ نازل کی، تم یہ جانتے ہو کہ یعقوب ایک دفعہ سخت بیمار پڑے تو انھون نے نذر مانی کہ اگر مین اچھا ہوگیا تو کھانے اور پینے کی جو چیز مجھکو سب سے زیادہ محبوب ہے وہ چھوڑ دونگا، اُن کو کھانے مین سب سے زیادہ اونٹ کا گوشت اور پینے مین اونٹ کا دودھ پسند تھا، چنانچہ صحت کے بعد انھون نے اونٹ کا گوشت اور دودھ چھوڑ دیا" یہودیون نے کہا "خدایا سچ ہے" آپ نے فرمایا "خدایا گواہ رہ" پھر فرمایا "مین تمکو اُس خدا کی قسم دیتا ہون جس نے موسیٰ پر توراۃ نازل کی تم کو یہ معلوم ہے کہ مرد کا نطفہ گاڑھا اور سپید ہوتا ہے اور عورت کا پتلا اور زرد، ان مین جو جنس غالب ہوتی ہے وہ نطفہ بھی خدا کے حکم سے وہی ہوجاتا ہی اور اُسی کے مشابہ ہوجاتا ہی" انھون نے کہا "خدایا درست ہی" آپ نے فرمایا "خدایا گواہ رہ" پھر فرمایا "مین تم کو اس خدا کی قسم دیتا ہون جس نے موسیٰؑ پر توراۃ نازل کی،

تم کو یہ معلوم ہے کہ اس نبی کی آنکھین سوئین گی اور دل نہین سوئیگا" انھون نے کہا "خدایا ہان" آپ نے فرمایا "خدایا گواہ رہ" یہودیون نے کہا "اچھا یہ بتایے کہ فرشتون مین آپ کا رفیق کون ہو؟ اسی جواب کے معلوم کرنے کے بعد ہم آپ کے ساتھ ہوجائین گے یا آپ سے الگ ہوجائین گے" آپ نے فرمایا "میرا رفیق جبرئیل ہو اور دنیا مین کوئی پیغمبر ایسا نہین ہوا جس کا وہ رفیق نہو" یہودیون نے کہا "تو ہم پھر آپ کے ساتھ نہین ہوسکتے، کیونکہ وہ ہمارا دشمن ہے"

صحیح بخاری باب التفسیر (بنی اسرائیل) مین ہو کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہین کہ مین ایک دفعہ آنحضرت صلعم کے ساتھ ایک کھیت مین جارہا تھا کہ راہ مین چند یہودی ملے، انھون نے ایک دوسرے سے کہا کہ محمدؐ سے کچھ پوچھنا چاہیے، بعضون نے کہا اسکی ضرورت نہین، شاید وہ کوئی ایسا جواب دین جو تم کو ناگوار ہو، بالآخر انھون نے طے کیا کہ بہرحال کچھ پوچھنا چاہیے، انھون نے دریافت کیا کہ "محمدؐ! بتاؤ روح کیا چیز ہے؟" آنحضرت صلعم خاموش ہوگئے، حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہین کہ مین سمجھ گیا کہ آپ پر وحی نازل ہورہی ہے جب وحی نازل ہوچکی تو آپ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا۔ (بنی اسرائیل)

وہ پوچھتے ہین کہ روح کیا ہو، اے پیغمبر کہدے کہ روح میرے پروردگار کی ایک بات ہو اور تم کو علم کا بہت کم حصہ دیگیا ہے۔

جامع ترمذی (تفسیر بنی اسرائیل) مستدرک حاکم (جلد ۱ صفحہ ۹) اور مسند احمد مین ہو کہ حضرت صفوان بن عسال مرادی روایت کرتے ہین کہ دو یہودی راستہ مین جارہے تھے، ایک نے دوسرے سے کہا کہ "چلو اس پیغمبر سے کچھ پوچھین" دوسرے نے کہا اس کو پیغمبر نہ کہو، تم کو وہ اپنی نسبت پیغمبر کہتے سنے گا تو اس کے چار آنکھین ہوجائین گی" اس کے بعد وہ دونون آنحضرت صلعم کی خدمت مین آئے، اور آکر پوچھا کہ "موسیٰ کو جو نو احکام ملے تھے وہ کیا تھے؟" آپ نے فرمایا "وہ یہ تھے کہ شرک نہ کرو، زنا نہ کرو، ناحق قتل نہ کرو، چوری نہ کرو، جادو نہ کرو، بیگناہ کی چغلی نہ کھاؤ، سود نہ کھاؤ، پاک دامن عورت پر بہتان نہ باندھو، اور میدان جنگ سے فرار نہ کرو، (راوی کو اس نوین حکم مین شک ہے) پھر فرمایا اور تمھارے

لیے اے یہود خاص حکم یہ ہے کہ سبت مناؤ، اُن دونون نے یہ جواب سنکر آپ کے دست و پائے مبارک کے بوسے دیے، اور کہا کہ "ہم گواہی دیتے ہین کہ بیشک آپ پیغمبر ہین" آپ نے فرمایا "تو پھر تم مسلمان کیون نہین ہو جاتے" انھون نے کہا کہ "داؤد نے دعا کی تھی کہ اس کی نسل مین ہمیشہ پیغمبر ہوا کرے گا، اور اگر ہم مسلمان ہو جائین تو ہم ڈرتے ہین کہ یہود ہم کو مار نہ ڈالین"

اخبارِ غیب
یا
پشینگوئی

فطرت بشری کے عجز اور بیچارگی کا سب سے بڑا دردناک نظارہ، مستقبل سے ناواقفیت اور جہالت ہے، انسان کی مضطرب اور بیچین فطرت مستقبل کے بحرِ ظلمات مین ہاتھ پاؤن مارتی ہے، اور تھک کر اپنی نادانی اور جہالت کا اعتراف کرلیتی ہے، اور اِسی لیے وہ اس بات پر مجبور ہے کہ جو انسانیت سے مافوق کسی دعویٰ کا مدعی ہو اُس کی آزمایش اور امتحان کے لیے اسی بحرِ بیکران کی شناوری کو معیار اور سند قرار دیدے، چنانچہ یہی اخبارِ غیب اور پشینگوئی کی قدرت، نبوت اور رسالت بلکہ عام بزرگی اور ولایت کے ثبوت پر نوعِ انسان کے عام افراد کے نزدیک ایک دلیلِ بیّن اور حُجتِ قائمہ ہی، بنی اسرائیل کے نزدیک یہ وصف، نبوت کا اس درجہ لازمہ تھا کہ انکی زبان مین پیغمبر کا نام ہی "پشینگو" ہے، عربی عبرانی اور دوسری سامی زبانون مین "نبی" یا "نابی" جو پیغمبر کے معنی مین مستعمل ہے، اس کے لغوی معنی مخبر اور پشینگو کے ہین، اور نبوت کے معنی مخبری اور پشینگوئی کے ہین، اور اسی لیے بنی اسرائیل کے نزدیک نبی اور پیغمبر کی صرف اسیقدر حقیقت ہے کہ وہ غیب کا قاصد، اور جہان نادیدہ کا مخبر ہے،

آنحضرت صلعم کی بعثت سے پہلے عرب کی یہ کیفیت تھی کہ تمام عرب کاہنون کے جال مین گرفتار تھا، عرب کے تمام مشرکانہ معابد کاہنون کے دار السلطنت تھے، جن مین بیٹھکر وہ عرب کے دل و دماغ پر حکومت کر رہے تھے، مشہور کاہنون کے پاس لوگ دور دور سے سفر کرکے آتے تھے اور اُن سے مستقبل اور غیب کی باتین دریافت کرتے تھے، وہ ایک خاص قسم کی مقفیٰ اور مسجع عبارتون مین اُنکو غیب کی اور مستقبل کی باتین بتاتے تھے، آنحضرت صلعم جب پیغمبر بناکر عربون کے درمیان بھیجے گئے تو اُن کے لیے ثبوتِ نبوت کی سب سے بڑی دلیل یہی اخبارِ غیب اور پشینگوئی ہوسکتی تھی، آنحضرت صلعم نے بیسیون پشینگوئیان کین، اور مستقبل کے واقعات اور باتون کو رائی العین کی طرح پیش فرمایا، اور وہ سب کے سب بےکم وکاست پوری اترین،

آنحضرت صلعم سے ان پیشینگوئیون کا صدور مختلف حالتون مین ہوا، اور آپ کو انکی اطلاع مختلف صورتون مین دی گئی، مثلاً کبھی قرآن مجید کی وحی کی صورت مین کبھی عالمِ خواب مین، اور کبھی زبانِ صداقت نشان کے عام الفاظ مین، جس مین طریقۂ اطلاع کا اظہار نہین ہے، قرآن مجید کی پیشینگوئیون کی تفصیل اس سے پہلے گذر چکی ہے، خواب کی پیشینگوئیون کا تذکرہ کچھ عالمِ رویا کے بیان مین آچکا ہے، باقی پیشینگوئیان سطورِ ذیل مین تحریر ہین۔

فتوحاتِ عظیمہ کی اطلاع

اسلام کا آغاز جس بے اطمینانی اور بے سروسامانی کے ساتھ ہوا، اوسے کسکو اسوقت خیال ہو سکتا تھا کہ یہ چند نہتے، فاقہ کش، غریب الدیار مسلمانون کے بازوؤن مین یہ قوت پیدا ہو جائیگی، کہ وہ قیصر و کسریٰ کے تخت کو الٹ دین گے، لیکن پیغمبرِ صادق نے اسی وقت بشارت سنائی کہ "مسلمانون! تم عنقریب قسطنطنیہ فتح کروگے، مداین تمھارے ہاتھون مین آئے گا، قیصر و کسریٰ کے خزانے تمھارے دستِ تصرف مین ہون گے، مصر تمھاری حکومت مین داخل ہوگا، تم سے اور ترکون سے جنکی چھوٹی آنکھین اور چوڑے چہرے ہونگے (ترکستانی و منغولی ترک) جنگ ہوگی" دنیا ان مین سے کس واقعہ کی تردید کر سکتی ہے۔

یہ پیشینگوئیان الگ الگ بھی کی گئی ہین، مگر مجموعی حیثیت سے اسوقت کی گئین جب مسلمان مدینہ مین محصور ہو رہے تھے، اور تمام عرب مدینہ کو گھیرنے کے لیے امنڈا چلا آرہا تھا، اور مسلمان ہر آن اپنی موت کا نقشہ اپنی آنکھون کے سامنے دیکھ رہے تھے، غزوۂ خندق کے موقع پر جب خندق کھودتے ہوئے ایک سخت پتھر حائل ہوگیا تھا، اور صحابہ اس کے توڑنے سے عاجز ہو چکے تھے اور رسول اللہ صلعم نے معجز نما ضربِ خارا شگاف سے پتھر کے ٹکڑے کردیے تھے، تو آپ نے تین ضربین ماری تھین، اور ہر ضرب کے بعد ایک چنگاری سی اڑتی تھی، اور آپ ہر بار نعرہ لگاتے تھے،

یہ صحیح بخاری کے باب علامات النبوۃ فی الاسلام مین، حدیثین ہین،

وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (انعام ۱۴)

اور تیرے پروردگار کی باتین سچائی اور انصاف سے پوری ہوئین، اوسکی باتون کو کوئی بدل نہین سکتا، وہی سننے والا اور جاننے والا ہے،

بعض صحابہ نے حقیقت دریافت کی، فرمایا "جب مین نے پہلی ضرب ماری تو کسریٰ کے شہر اور اُنکے ارد گرد میرے سامنے کردیے گئے، یہانتک کہ مین نے اپنی دونون آنکھون سے اُنکو دیکھا" حاضرین نے عرض کی، یا رسول اللہ دعا کیجیے کہ وہ فتح ہون، آپ نے دعا فرمائی، پھر فرمایا "دوسری ضرب مین قیصر کے شہر اور اس کے اس پاس کے مقامات دیکھے، حاضرین نے پھر عرض کی کہ یا رسول اللہ انکی فتح کی بھی دعا فرمایئے، آپنے دعا کی، پھر ارشاد ہوا کہ تیسری ضرب مین حبشہ کے شہر اور گانون نگاہون کے سامنے آئے" پھر فرمایا "حبشہ والے جب تک تم سے تعرض نہ کرین، تم بھی تعرض نہ کرو، اور ترکون کو اُسوقت تک چھوڑدو جب تک وہ تمھین چھوڑین[1]"

یہ پیشینگوئی تو تمثیلی شکل مین تھی، آنحضرت صلعم نے کھلے اور صریح الفاظ مین بھی بشارت سنادی تھی، فرمایا "تم لوگ جزیرۂ عرب مین لڑوگے اور خدا فتح دیگا، پھر فارس سے لڑوگے، اور فتح ہوگی، پھر روم سے لڑوگے اور فتح ہوگی[2]"

قیصر و کسریٰ کی بربادی کی خبر

عین اُس وقت جب کسریٰ اور قیصر کی حکومتین پورے جاہ وجلال سے دنیا پر حکمران تھین، اور بظاہر ان کی بربادی کا کوئی سامان نہ تھا کہ مکہ کے منادیِ حق نے یہ پیشینگوئی کی "اذا ھلك کسری فلا کسری بعدہ واذا ھلك قیصر فلا قیصر بعدہ، جب کسریٰ ہلاک ہوگا تو اُس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا، اور جب قیصر ہلاک ہوگا تو پھر دوسرا قیصر نہ ہوگا[3]" نہ صرف تاریخ بلکہ آج بھی دنیا کا مشاہدہ اس آواز کی صداقت سے معمور ہے، ایرانی مجوسیون کی شہنشاہی کی شکست کے بعد کیا پھر کسی ایرانی مجوسی شہنشاہ کا تاجِ خسروی کسی نے دیکھا، اور رومی شہنشاہی کی بربادی کے بعد رومی قوم کا وجود بھی اس سطحِ زمین پر کہین نظر آیا؟

ساز و سامان کی بشارت

حضرت جابرؓ کہتے ہین کہ ایک دفعہ آپ میرے گھر تشریف لائے، اور دریافت کیا کہ "کیا قالین ہے؟" عرض کی ہمارے پاس قالین کہان؟ ارشاد فرمایا کہ "ہان عنقریب تم قالینون اور عمدہ فرشون پر بیٹھوگے" حضرت جابرؓ کہتے ہین کہ وہ دن آیا جب ہم قالینون پر بیٹھے، اب مین اپنی بیوی سے کہتا ہون کہ قالین ہٹالے جاؤ تو وہ کہتی ہے کہ یہ تو رسول اللہ صلعم کی پیشینگوئی ہے[4]"

[1] سنن نسائی کتاب الجہاد [2] صحیح مسلم کتاب الفتن [3] صحیح بخاری باب علامات النبوۃ وصحیح مسلم وغیرہ [4] صحیح بخاری باب مذکور،

امن و امان کی بشارت عدی بن حاتم کا بیان ہے کہ مین آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر تھا کہ دو شخص آئے، ایک نے بھوک کی، اور دوسرے نے رہزنی کی شکایت کی، آپ نے عدی کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا "کیون عدی! تمنے حیرہ کو دیکھا ہے؟" اُنھون نے کہا "دیکھا تو نہین ہے، لیکن اُسکو جانتا ہون" آپنے فرمایا "اگر تم زندہ رہے تو دیکھوگے کہ حیرہ سے ایک ہودج نشین عورت چلکر خانۂ کعبہ کا طواف کرے گی، اور اس کو خدا کے سوا کسی کا خوف نہوگا اگر تم زندہ رہے تو دیکھوگے کہ کسریٰ کا خزانہ فتح کرلیا گیا، اگر تم زندہ رہے تو دیکھوگے کہ ایک شخص مٹھی بھر سونا چاندی لیکر نکلے گا، کہ کسی کو خیرات دے، لیکن دولت کی کثرت کا یہ عالم ہوگا کہ کوئی قبول کرنے والا نہ ملے گا" عدی کے دل مین یہ بات کھٹکتی تھی کہ آخر قبیلۂ طے کے وہ ڈاکو کیا ہوجائین گے جنھون نے تمام ملک مین آگ لگا رکھی ہے، لیکن خود عدی کا بیان ہے کہ مین نے دیکھ لیا کہ حیرہ سے ایک پردہ نشین عورت تنہا چل کر آتی ہے اور خانۂ کعبہ کا طواف کرکے واپس جاتی ہے، اور اُس کو خدا کے سوا کسی کا ڈر نہین ہوتا، انکا بیان ہے کہ جن لوگون نے کسریٰ کا خزانہ فتح کیا ان مین مین بھی تھا، صرف تیسری پیشینگوئی میرے سامنے پوری ہونے سے رہ گئی ہے، جو لوگ زندہ رہین گے وہ اس کو بھی پورا ہوتے ہوئے دیکھ لین گے، چنانچہ راویون کا بیان ہے کہ بنی اُمیہ کی سلطنت کے زمانہ مین یہ واقعہ بھی بعینہ گذرا۔[1]

ابوصفوان کے قتل کی خبر ہجرت کے بعد جب سلمانون کو مدینۂ منورہ کا دار الامان مل گیا، اور اسلام روز بروز ترقی کرنے لگا تو یہ دیکھکر قریش کے سردار مدینہ پر حملہ کی تدبیرین سوچنے لگے، اسی اثنا مین انصار کے ایک رئیس سعد عمرہ ادا کرنے کے لیے مکۂ معظمہ گئے، اور ابوصفوان (اُمیہ) کے گھر جاکر مہمان ہوئے، ابوصفوان ایک دفعہ موقع پاکر ان کو طواف کرانے لایا، وہ کعبہ کا طواف کررہے تھے کہ ابوجہل نکل آیا، اُس نے کہا "تم مکہ آکر بے خوف وخطر کعبہ کا طواف کرتے ہو، حالانکہ تم نے بیدینون (سلمانون) کو اپنے ہان پناہ دے رکھی ہے، اور سمجھتے ہو کہ خدا، و رسول کی تم نصرت کررہے ہو، خدا کی قسم اگر ابوصفوان کے ساتھ تم نہ ہوتے تو یہان سے سلامت گھر نہ جاسکتے" حضرت سعد

[1] صحیح بخاری باب علامات النبوۃ فی الاسلام،

نے ڈانٹ کر جواب دیا کہ "اگر تم ہمکو طواف نہ کرنے دوگے تو ہم تمہارا قافلۂ تجارت مدینہ کے راستہ سے گذرنے نہ دینگے" ابو صفوان نے کہا "اے سعد ان سے سخت لہجہ مین گفتگو نہ کرو، یہ اس وادی کے سردار ہین" حضرت سعد نے کہا "اے صفوان! اپنی طرفداری رہنے دو، مین نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے کہ تم عنقریب مسلمانون کے ہاتھون سے مارے جاؤگے" ابو صفوان نے کہا کہ "کیا وہ یہان آکر مجھے مارینگے" انھون نے جواب دیا "یہ مجھے نہین معلوم" یہ سنکر ابو صفوان کے بدن پر رعشہ پڑگیا، وہ گو کافر تھا لیکن اسکو معلوم تھا کہ دہنِ رسالت سے آج تک کوئی غلط بات نہین نکلی، چنانچہ اس کے بعد بدر کی لڑائی کا موقع پیش آیا تو اُس کی بیوی نے جانے سے روکا، اور سعد کی پیشینگوئی یاد دلائی، ابو صفوان نے بھی ڈر کر اس فوج مین شرکت سے انکار کیا، لیکن ابوجہل اُس کو سمجھا بجھا کر لے گیا، بالآخر اُسی کارزارِ بدر[۱] مین یہ پیشینگوئی پوری ہوئی۔

نام بنام مقتولینِ بدر کی خبر

بدر کا معرکہ جب پیش آنے والا تھا، آنحضرت صلعم صحابہ کو لیکر میدان مین گئے، اور بتایا کہ یہ فلان کافر کی قتل گاہ ہے، یہ ابوجہل کا مقتل ہے، یہان قریش کا وہ بڑا سردار مارا جائے گا، یہ عجیب وغریب پیشینگوئی تھی، تین سو ساڑھے تین سو نیم مسلح بے سروسامان سپاہیون کا افسر، ایک ہزار سے زیادہ سپاہیون کی غرقِ آہن باساز وسامان فوج کی شکست اور افسرون کے قتل وموت کا اعلان کر رہا تھا، صحابہ کہتے ہین کہ ہر سردار قریش کے لیے آپنے جو جگہ مقرر فرمادی تھی، وہین اُسکی لاش خاک وخون مین لتھڑی پائی گئی۔[۲]

فاتحِ خیبر کی تعیین

خیبر مین یہودیون کے متعدد مستحکم اور مضبوط قلعے تھے، ہر روز مسلمان افسر علم وفوج لے کر جاتے تھے، اور زور آزمائی کرتے تھے، اور شام کو ناکام واپس آتے تھے، ایک دن آپنے فرمایا کہ کل علم مین اُس کے ہاتھون مین دونگا، جسکو خدا اور اُس کا رسول پیار کرتا ہے، اور اُسی کے ہاتھ پر کل فتح ہوگی، اسلام کی صف مین ہر حوصلہ مند شمشیر زن نے کل کی توقع پر بیقراری مین رات بسر کی، کوکبۂ صبح جب طلوع ہوا تو حضرت علیؓ پردۂ غبار سے نمودار ہوئے حضرت ممدوح کو آشوب چشم تھا، اس لیے وہ ساتھ نہ آسکے تھے، آپ نے حضرت علی کے ہاتھ مین علم دیا، اور خیبر کا

[۱] صحیح بخاری آغاز کتاب المغازی [۲] صحیح بخاری غزوۂ بدر۔

میدان اسی دن اُن کے ہاتھون سے سر ہوا۔[1]

حضرت فاطمہؓ زہرا کی وفات کی اطلاع

آنحضرت صلعم نے اپنے مرض الموت مین ایک دفعہ حضرت فاطمہؓ زہراؓ کو اپنے پاس بلایا، اور اُنکے کان مین کوئی بات کہی کہ وہ رونے لگین، تھوڑی دیر کے بعد اُن سے ایک اور بات کہی تو وہ ہنسنے لگین، حضرت عائشہ کہتی ہین کہ مجھکو یہ دیکھکر تعجب ہوا، اور اُن سے اس کا سبب دریافت کیا، انھون نے کہا کہ مین رسول اللہؐ کا راز ظاہر نہین کر سکتی، جب آپ کی وفات ہوگئی تو حضرت عائشہؓ نے دوبارہ اُن سے دریافت کیا، حضرت فاطمہؓ نے کہا ہان اب مین بتا سکتی ہون، حضور نے پہلے مجھسے یہ فرمایا کہ مین اسی بیماری مین انتقال کرون گا، اور پھر فرمایا اے فاطمہؓ! میرے اہلبیت مین سب سے پہلے تم آکر مجھ سے ملوگی،[2] یہ دونون باتین صحیح ہوئین آپ نے اسی مرض مین وفات پائی، اور آپ کی وفات کے تقریباً چھ ہی مہینون کے بعد حضرت فاطمہ زہرا بھی اس دنیا سے چل بسین

خود اپنی وفات کی اطلاع

آنحضرت صلعم نے جس سال وفات پائی ہے، آپ نے اُسی سال اس دنیا سے اپنی تشریف بری کا عام اعلان کر دیا تھا، حجۃ الوداع سے پہلے معاذ کو داعیِ اسلام بنا کر یمن بھیجا تھا، انکو رخصت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا "معاذ! اب اس کے بعد تم مجھ سے نہ مل سکو گے، واپس آؤ گے تو میری مسجد اور میری قبر کے پاس سے گذرو گے" یہ سنکر وہ رونے لگے۔[3] حجۃ الوداع کے خطبہ مین ہزارون مسلمانون کے روبرو آپ نے فرمایا "شاید کہ آئندہ سال تم مجھے نہ پا سکو گے" مرض الموت سے کچھ دن پیشتر فرمایا کہ خدا نے اپنے بندہ کو دنیا اور آخرت کی زندگی کا اختیار دیا، تو اُس نے آخرت کی زندگی پسند کی۔[4]

فتح یمن کی خبر

یمن سنہ ھ مین فتح ہوا، مگر آنحضرت صلعم نے اسکی فتح اور وہان کے مسلمانون کی دور دراز ملکون مین ہجرت کی خبر پہلے ہی دیدی تھی، آپ نے فرمایا تھا "یمن فتح کیا جائے گا تو لوگ اپنی سواریون کو ہنکاتے ہوئے اور اہل وعیال اور جو انکا کہا مانین گے انکو لیکر آئین گے، حالانکہ مدینہ ہی (کا قیام) اُنکے لیے بہتر ہوتا، اگر وہ جانتے"[5] آخر یمن خود آپ کی زندگی ہی مین فتح ہوا، اور آپکے بعد جب وہان بغاوت ہوئی تو عہد صدیقی مین دوبارہ فتح ہوا، اور وہان سے لوگ نکل نکل کر ایک طرف مشرق مین خراسان اور ترکستان تک اور دوسری طرف مغرب مین افریقہ اور اسپین تک

---

[1] صحیح بخاری فتح خیبر۔ [2] صحیح مسلم باب الفضائل، وصحیح بخاری باب علامات النبوۃ فی الاسلام۔ [3] مسند ابن حنبل جلد ۵ صفحہ ۲۳۵ [4] صحیحین مناقب ابی بکر۔
[5] صحیح مسلم کتاب الحج وموطا امام مالک وعبد الرزاق وابن خزیمہ وابن حبان۔

پھیل گئے، اور پھر ان تمام ملکون مین یمنی اور حجازی قبائل کی باہمی خانہ جنگی کے باعث تباہی تاریخ کے مشہور و معروف واقعات ہین،

فتحِ شام کی خبر

پھر فرمایا "اور شام مفتوح ہوگا، تو لوگ اپنی سواریون کو ہنکاتے ہوئے، اور اپنے اہل و عیال اور ہمراہیون کو لیکر آئین گے، اور مدینہ اون کے لیے بہتر ہوتا اگر وہ جانتے" امام احمد نے مسند مین روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا "عنقریب تم لوگ شام کی طرف ہجرت کروگے تو وہ تمہارے لیے فتح کردیا جائیگا" معلوم ہے کہ شام فتح ہونے کے ساتھ وہ عربون کا مسکن بنگیا، اور آج بھی وہان انکی آبادی سب سے زیادہ ہے۔

فتحِ عراق کی خبر

پھر ارشاد ہوا کہ "عراق مفتوح ہوگا اور لوگ وہان بھی اپنی سواریون کو ہنکاتے ہوئے اہل و عیال کو لیکر آئین گے، حالانکہ مدینہ انکے لیے بہتر تھا اگر وہ سمجھتے" فتحِ عراق کی بشارت کی بعض اور روائتین بھی ہین۔

خوزستان اور کرمان کی فتوحات اور ترکون سے جنگ

حضرت ابوہریرہ کہتے ہین کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "قیامت سے پہلے تم لوگ ایسے لوگون سے لڑوگے جنکے جوتے بال کے ہونگے" دوسری روایت مین ہی کہ آپ نے فرمایا "اسوقت تک قیامت نہین آئیگی جبتک تم خوز و کرمان کے عجمیون سے جنکے چہرے سرخ، ناکین چپٹی، آنکھین چھوٹی ہونگی، اُنکے چہرے ہتوڑون سے پیٹی ہوئی ڈھالون کے مانند ہون گے (یعنی چوڑے چپٹے) اور اُنکے جوتے بال کے ہونگے" اور روایتون مین یہ الفاظ ہین "اسوقت تک قیامت نہ آئیگی جب تک مسلمان ترکون سے نہ لڑلین، جنکے چہرے چپٹے ہون گے، جنکے لباس بال کے ہون گے، اور بال ہی کے (موزے یا جوتے) پہنکر وہ چلتے ہونگے" یہ تمام پیشینگوئیان پہلی ہی صدی کے آخر تک مین پوری ہوگئین۔

فتحِ مصر کی بشارت اور ایک واقعہ کا حوالہ

حضرت ابوذر کہتے ہین کہ آپ نے فرمایا "تم عنقریب مصر فتح کروگے، جہان قیراط بولا جاتا ہے جب اس کو فتح کرو، تو وہان کے باشندون کے ساتھ نیکی سے پیش آنا، کیونکہ تمہارے اُنکے درمیان تعلق اور رشتہ ہے (حضرت ابراہیم کی بیوی اور حضرت اسمٰعیل کی مان ہاجرہ مصر کی تھین) اور جب تم دیکھنا کہ وہان ایک اینٹ بھر جگہ کے لیے دو آدمی لڑتے ہون تو وہان سے نکل جانا" خود حضرت ابوذر نے بعینہ ایسا ہی دیکھا اور وہ وہان سے واپس چلے آئے۔

۱؎ بحوالہ السابق ۲؎ مسند احمد بن حنبل روایت معاذ ۳؎ صحیح مسلم کتاب الحج و موطا امام مالک ۴؎ صحیح بخاری باب علامات النبوۃ فی الاسلام ۵؎ صحیح بخاری باب علامات النبوۃ ۶؎ ایضاً ۷؎ صحیح مسلم باب الوصیۃ باہل مصر و مسند احمد (عن ابی ذر) و مسند ابی عوانہ و ابن حبان۔

غزوۂ ہند کی خبر ہندوستان کے سات کروڑ مسلمان یہ سنکر خوش ہون گے، کہ آنحضرت صلعم نے اپنی زبان قدسی بیان سے ہندوستان مین اسلام کے داخل اور غالب ہونے کی خوشخبری سنائی تھی، آپ نے فرمایا "میری امت کے دو گروہ مین جنکو اللہ تعالیٰ آتش دوزخ سے بچائے گا، ایک وہ جو ہندوستان کے غزوہ مین شریک ہوگا" دوسری روایت مین حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ "رسول اللہ صلعم نے ہم سے (مسلمانون سے) ہندوستان کے غزوہ کا وعدہ فرمایا تھا، تو اگر مین نے وہ زمانہ پایا تو اسکی راہ مین اپنا جان ومال قربان کردون گا، تو اگر اس مین مین شہید ہوا تو بہترین شہید ٹھرون گا، اور اگر زندہ لوٹا تو مین آتشِ دوزخ سے آزاد ابوہریرہ ہون گا"[1] یہ پیشنگوئیان امام نسائی المتوفی ۳۰۲ھ کے سنن مین ہین جو سلطان محمود کے حملۂ ہندوستان (۳۹۲ھ) سے تقریباً سو برس پہلے لکھی گئی ہے۔

بحر روم کی لڑائیان بحر روم جسکو بحر اخضر اور بحر متوسط (میڈیٹرین سی) بھی کہتے ہین، یورپ اور ایشیا کی اور اب گویا اسلام اور عیسائیت کی حدِ فاصل ہی، اور اُس زمانہ مین یہ رومیون کی بحری قوت کا جولانگاہ تھا، ایک دفعہ آنحضرت صلعم خوابِ راحت سے مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے اور فرمایا "اس وقت خواب مین میری امت کے کچھ لوگ تخت شاہی پر بادشاہون کی طرح بیٹھے ہوئے دکھائے گئے، یہ بحر اخضر مین (جہاد کے لیے) اپنے جہاز ڈالین گے"[2] یہ بشارت سب سے پہلے امیر معاویہ کے عہد مین پوری ہوئی، اور دیکھا گیا کہ دمشق کی سرزمین پر اسلام مین سب سے پہلے تخت شاہی بچھایا جاتا ہی اور دمشق کا شہزادہ یزید اپنی سپہ سالاری مین مسلمانون کا پہلا لشکر لیکر بحر اخضر مین جہازون کے بیڑے ڈالتا ہے، اور دریا کو عبور کرکے قسطنطنیہ کی چہاردیواری پر تلوار مارتا ہے۔

بیت المقدس کی فتح بیت المقدس اسلام کا دوسرا قبلہ ہے اور اسکی تولیت امت محمدیہ کا حق تھا، آنحضرت صلعم نے صحابہ کو اس تولیت کی بشارت دیدی تھی، اور فرمایا تھا کہ میری موت کے بعد یہ واقعہ پیش آئے گا، عوف بن مالک اشجعی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "قیامت سے پہلے چند واقعے گن رکھو (اول) میری موت، پھر بیت المقدس کی فتح"[3] اس کے بعد آپ نے چار اور باتین بیان فرمائین، یہ بشارت حضرت عمر کے عہد مین ۱۶ھ مین پوری ہوئی۔

[1] یہ دونون روایتین سنن نسائی کتاب الجہاد مین ہین [2] صحیح بخاری باب ركوب البحر ومسلم باب غزوۃ البحر [3] صحیح بخاری کتاب الفتن۔

فتح قسطنطنیہ کی بشارت

فتحِ قسطنطنیہ کی متعدد بشارتین ہین، ایک دفعہ فرمایا کہ "تم لوگ یقیناً آیندہ قیصر کے خزانون پر متصرف ہوگے"[1] اور فرمایا "میری امت کی ایک جماعت بحرِ اخضر (بحرِ روم جس کے ساحل پر قسطنطنیہ ہی) مین سوار ہوگی"[2] مسلمانون کی پہلی جماعت اسی قسطنطنیہ کی فتح کے لیے اس دریا مین سوار ہوئی، آثارِ قیامت کے سلسلہ مین فرمایا "یہ ہوگا، یہ ہوگا، پھر تمہوگ قسطنطنیہ فتح کروگے"[3] ایک اور روایت مین ہے کہ آپ نے فرمایا "تم لوگ بے شبہہ قسطنطنیہ کو فتح کروگے تو اس کا حاکم (مسلمان) کتنا اچھا حاکم ہوگا اور وہ (فتح کرنے والی) فوج کیسی اچھی فوج ہوگی"[4] مسلمان خلفاء اور سلاطین مین سے ہر باہمت نے اس کے پورا کرنے کیلیے قسمت آزمائی کی، مگر ازل سے یہ سعادت سلطان محمد فاتح کی قسمت مین آچکی تھی۔

فتح روم کا اشارہ

جسطرح قسطنطنیہ شرقی رومی سلطنت کا پایۂ تخت تھا، رومیہ (روم) مغربی رومی سلطنت کا دارالحکومت تھا، اور جواب اٹلی کا پایۂ تخت ہے، یہ مغربی عیسائیون کا مقدس شہر ہے، گو صاف اور صریح الفاظ مین نہین لیکن اشارہ پایا جاتا ہے کہ آپ نے سلمانون کو اسکی فتح کی بھی بشارت دی تھی، چنانچہ تاریخون سے ثابت ہے کہ اسپین اور مغرب کے مسلمانون نے اس کے منارون کے اوپر بھی اسلام کا علم ایک دفعہ بلند کردیا تھا، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے کسی نے پوچھا کہ پہلے قسطنطنیہ فتح ہوگا، یا رومیہ؟ اُنھون نے اپنی یادداشت کے کاغذون کو دیکھکر جواب دیا کہ ہم لوگ ایک دفعہ آنحضرت صلعم کے اردگرد حاضر تھے کہ کسی نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! پہلے قسطنطنیہ فتح ہوگا یا رومیہ، فرمایا "نہین پہلے ہرقل کا شہر فتح ہوگا"[5] آنحضرت صلعم نے رومیہ کے متعلق جو زیادہ وضاحت نہین فرمائی اسکی وجہ غالباً یہ ہو کہ مسلمانون کی حکومت وہان فتح کے بعد قسمتِ الٰہی مین باقی رہنا منظور نہ تھا۔

فاتح عجم کا اشارہ

حضرت سعد بن وقاص، حجۃ الوداع مین آنحضرت صلعم کی ہمرکابی مین مکہ معظمہ گئے تھے، وہان جاکر وہ اس قدر سخت بیمار پڑے کہ انکو اپنی زندگی کی امید نہ رہی، آنحضرت صلعم انکی عیادت کو تشریف لے گئے تو انکا

---

[1] صحیح بخاری وصحیح مسلم ۔ [2] صحیح بخاری غزوۃ البحر ۔ وعلامات النبوۃ ۔ [3] صحیح مسلم وترمذی کتاب الفتن ۔
[4] مسند احمد (عن عبداللہ بن ابی بسر الخثعمی) وحاکم وابن ابی شیبہ ۔ [5] مسند احمد (عن ابی قبیل التابعی عن عبداللہ بن عمرو بن العاص) وابن ابی شیبہ ۔

اضطراب دیکھکر انکو تسلی دی، اور انکے حق مین دعا کی، اور فرمایا کہ تم اگر خدا نے چاہا تو ابھی نہین مروگے، تم کو اگر خلوص سے کام کروگے تو درجہ عظیم ملے گا، بہتیرے لوگون کو تم سے فائدہ، اور بہتون کو تم سے نقصان پہونچے گا[1] یہ حضرت سعدؓ کے عجمی فتوحات کی بشارت تھی کہ حضرت سعدؓ نے سپہ سالار اسلام بنکر بڑا درجہ پایا اور چند سال مین کسریٰ کا تاج و تخت چھین لیا، اور اسطرح مسلمانون کو انکی ذات سے فائدہ عظیم، اور مجوس کو نقصان عظیم پہنچا،

مرتدین کی اطلاع حضرت ابوبکرؓ کی خلافت مین عرب کے متعدد اطراف مین دعویداران کاذب پیدا ہوگئے، اور بہت سے لوگ جو اسلام کا کلمہ پڑھ چکے تھے، اُن کے ساتھ ہوگئے، آنحضرت صلعم نے اس واقعہ کی پہلے ہی اطلاع دیدی تھی، فرمایا کہ "حوضِ کوثر پر بہت سے لوگ آئین گے، مین کہونگا کہ یہ میرے ساتھی ہین لیکن، فرشتے اُن کو دھکے دیکے نکال دین گے، اور کہین گے کہ یا رسول اللہ آپ کو معلوم نہین کہ یہ آپ کے بعد بدل گئے تھے"[2]

حضرت زینب رضؓ کی وفات کی اطلاع آنحضرت صلعم نے ازواج مطہرات کو اطلاع دی تھی کہ تم مین سب سے پہلے مجھ سے آکر وہ ملیگی جس کا ہاتھ سب سے لمبا ہوگا، ازواجِ مطہرات کو آنحضرت صلعم کی ذات مبارک سے جو محبت تھی اس کا ایک نتیجہ یہ تھا کہ اس پیشینگوئی کے مطابق وہ اپنے ہاتھ ناپا کرتی تھین، حضرت عائشہؓ کہتی ہین کہ ہم مین سے جب سب سے پہلے حضرت زینبؓ نے وفات پائی تو ہم سمجھے کہ ہاتھ کی لمبائی سے حضور کا کیا مقصد تھا، (ہاتھ کا لمبا ہونا عربی مین کشادہ دستی اور فیاضی سے کنایہ ہی) زینبؓ ہم سب مین سب سے زیادہ کشادہ دست تھین"[3]

ام ورقہ کو شہادت کی خوشخبری ام ورقہ ایک صحابیہ تھین، آنحضرت صلعم نے جب بدر کا ارادہ کیا تو انھون نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ! مجھکو بھی اس مین شرکت کی اجازت دیجیے، شاید کہ خدا مجھے شہادت نصیب کرے" فرمایا "تم اپنے گھر ہی مین رہو تمھین شہادت نصیب ہوگی" چنانچہ وہ زندگی ہی مین اس پیشینگوئی کے مطابق شہیدہ کہلاتی تھین، انکے پاس ایک غلام اور ایک لونڈی تھی، حضرت عمرؓ کے زمانہ مین اُن دونون نے مل کر ایک رات ان کو گلا گھونٹ کر مار ڈالا، اور اس طرح اطلاع نبوی کے مطابق اُنھون نے گھر بیٹھے یہ دولت پائی[4]۔

---

[1] صحیح بخاری باب الہجرۃ و صحیح بخاری و مسلم و ابوداؤد و نسائی باب الوصایا [2] صحیحین حدیث حوض کوثر [3] صحیح مسلم فضائل حضرت زینب رضؓ
[4] سنن ابی داؤد باب الامامۃ و ابن راہویہ۔

خلفاء کی بشارت حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہین کہ آپ نے فرمایا "بنی اسرائیل کی سرداری اور نگہبانی انبیاء کرتے تھے، جب کوئی نبی مرتا تھا تو دوسرا نبی اس کا قائم مقام ہوتا تھا، اور اس مین کوئی شک نہین کہ میرے بعد کوئی نبی نہین، البتہ خلفاء ہون گے، اور بہت ہونگے"۔

بارہ خلفاء آپ کے بعد بارہ خلفاء کے ہونے کی بشارتین، حدیث کی مختلف کتابون مین، مختلف الفاظ مین آئی ہین صحیح مسلم مین یہ الفاظ ہین "اسوقت تک یہ اسلامی حکومت اچھی رہے گی جب تک اُسپر بارہ آدمی حکومت کرین گے" "یہ حکومت اُسوقت تک ختم نہوگی جب تک اس پر بارہ خلیفہ حکمران نہ ہولین"، "بارہ خلیفون تک اسلام معزز اور محفوظ رہے گا"، "میرے بعد قریش مین سے بارہ خلیفہ ہون گے، پھر جھوٹے لوگ ہون گے" ابوداؤد (کتاب المہدی) مین یہ الفاظ ہین "یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا، یہانتک کہ اس مین بارہ خلیفہ گذر جائین، ان سب پر تمام امت مجتمع ہوگی" علمائے اہل سنت مین سے قاضی عیاض اس حدیث کا یہ مطلب بتاتے ہین کہ تمام خلفا مین سے بارہ وہ شخص مراد ہین جن سے اسلام کی خدمت بن آئی، اور وہ متقی تھے، حافظ ابن حجرؒ ابوداؤد کے الفاظ کی بنا پر خلفاے راشدین اور بنی امیہ مین سے اُن بارہ خلفا کو گناتے ہین جنکی خلافت پر تمام امت کا اجماع رہا، یعنی حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، امیر معاویہؓ، یزید، عبدالملک، ولید، سلیمان، عمر بن عبدالعزیز، یزید ثانی، ہشام، شیعہ فرقہ تو اس حدیث کی تشریح مین اپنے بارہ امامون کو پیش کردے گا۔

خلافت راشدہ کی مدت فرمایا "خلافت (یعنی خلافت راشدہ) میرے بعد تیس برس ہوگی، پھر بادشاہی ہو جائے گی" یہ تیس سال کی مدت حضرت علیؓ کی خلافت پر تمام ہوتی ہے۔

خلیفہ کا نام	خلافت کی مدت	خلیفہ کا نام	خلافت کی مدت
حضرت ابوبکرؓ	سلہ۔ سلاھ	حضرت عثمانؓ	سلاہ۔ ۳۵ھ
حضرت عمرؓ	سلاھ۔ سلاھ	حضرت علیؓ	۳۵ھ۔ سنہ ۴۰ھ

لہ صحیح مسلم کتاب الامارۃ۔ سلہ صحیح مسلم کتاب الامارۃ سلہ مقدمہ تاریخ الخلفاء سیوطی سلہ جامع ترمذی کتاب الفتن، سنن ابی داؤد، حاکم، نسائی، بیہقی۔

شیخین کی خلافت کی پیشینگوئی

آنحضرت صلعم نے گو صریح اور صاف الفاظ مین اپنے جانشینون کی تعیین نہین فرمادی تھی، مگر آپ کو یہ علم بخشا جاچکا تھا کہ حالات اس طرح رونما ہون گے، ایک دفعہ آپ نے بیان فرمایا کہ "مین سویا تھا کہ مین نے اپنے آپ کو ایک کنوئین کے جگت پر دیکھا جس پر ڈول پڑا ہوا تھا، مین نے اس مین سے اتنے ڈول پانی نکالے جتنے خدا نے چاہے، پھر اُس ڈول کو ابو قحافہ کے بیٹے (ابوبکر) نے لیا، انھون نے بھی اُس سے ایک دو ڈول پانی کھینچا، مگر اُن کے کھینچنے مین کسی قدر ضعف تھا، خدا انکو معاف کرے، پھر یہ ڈول ایک بڑا سا ڈول بنگیا تو خطاب کے بیٹے (عمر) نے اس کو اپنے ہاتھ مین لیا، اور اس طرح کھینچا کہ کسی طاقتور آدمی کو مین نے اُن کے برابر کھینچتے نہین دیکھا، یہان تک کہ حوض لبالب بھر گیا، اور پینے والون کا چارون طرف سے ہجوم ہوگیا"[1]۔

یہ خلافت صدیقی وفاروقی کی تمثیلی پیشینگوئی ہے جسکی آیندہ واقعات نے حرف حرف تصدیق کی۔

مسلمانون کو دولت کی کثرت اور فتنون کے ظہور سے آگاہ کرنا

آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد جن فتنون کا آغاز ہوا، اور مسلمانون مین جو خانہ جنگیان پیش آئین اُن کا پورا پورا علم آپ کو عطا ہوا تھا، اور اسی لیے آپ نے بار بار مسلمانون کو اُس سے متنبہ کردیا تھا، ایک دفعہ آپ صحابہ کے ساتھ شہر کے باہر تھے، آپ نے ہمراہیون سے پوچھا کہ "مجکو جو نظر آرہا ہے وہ تم دیکھ رہے ہو؟" سب نے عرض کی "نہین یا رسول اللہ" آپ نے فرمایا "مین دیکھ رہا ہون کہ تمھارے گھرون پر بارش کی طرح فتنے برس رہے ہین"[2] دوسری دفعہ فرمایا "خدا کی قسم مجھے تمپر فقروفاقہ کا خوف نہین، بلکہ دولت کا خوف ہے کہ جس طرح تم سے پہلون پر دنیا پھیلادی گئی تھی تمپر بھی نہ پھیلادی جائے، تو تم اس مین آپس مین رشک وحسد کرنے لگو، اور جسطرح اُسنے تم سے پہلون کو غافل کردیا تم کو بھی غافل کردے"[3] ایک اور موقع پر ارشاد ہوا "دیکھو میرے بعد ایک دوسرے کی گردن نہ مارنے لگنا" ایک دفعہ ارشاد ہوا "ایک زمانہ آئے گا کہ تمھارے سامنے دن کو ایک کھانے کا پیالہ اور رات کو دوسرے کھانے کا پیالہ آئے گا، اور کعبہ کے پردون کی طرح (بیش قیمت اور عمدہ) تمھارے لباس ہون گے" حاضرین نے

---

[1] صحیح بخاری کتاب المناقب کتاب الرویا، صحیح مسلم مناقب۔ آخری فقرے حتی ضرب الناس بعطن، کا مرادی ترجمہ ہے لفظی نہین (دیکھو فتح الباری جلد ۲، صفحہ ۳۶۳)

[2] صحیح بخاری کتاب الفتن وحجۃ الوداع [3] صحیح بخاری ومسلم کتاب الفتن۔

عرض کی، "یارسول اللہ ہم اِس حالت مین اچھے ہین، یا اُس حالت مین اچھے رہین گے" فرمایا "نہین تم اس حالت مین اچھے ہو، کہ تم سب باہم ایک دوسرے سے محبت اور پیار کرتے ہو، اور اُس وقت تم ایک دوسرے کے دشمن ہوگے، اور ایک دوسرے کا گلا کاٹوگے"[1] حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہین کہ ایک دفعہ آپ مجلس مین رونق افروز تھے، فرمایا کہ "میرے بعد اختلاف اور فتنہ ہوگا" لوگون نے عرض کی کہ "یارسول اللہ تو اس وقت ہمکو کیا حکم ہے؟" فرمایا کہ "امیر اور اُس کے رفقاء کا ساتھ دینا"[2] ایک موقع پر آپ نے فرمایا "عنقریب میرے بعد کچھ فتنے پیدا ہونگے جنمین بیٹھنے والا، کھڑے ہونے والے سے، اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے، اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا"[3]

حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد فتنون کا ظہور ہوگا

خلافت راشدہ کے عہد مین جو فتنے برپا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے انکی اطلاع آنحضرت صلعم کو پہلے ہی دیدی تھی، اور آپ نے انکو بعض صحابہ کو بتا دیا تھا، ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے صحابہ سے پوچھا کہ حضور نے فتنہ کی نسبت جو فرمایا تھا، وہ کس کو یاد ہے، حضرت حذیفہؓ نے کہا، مجھے یاد ہے، "انسان کو اہل وعیال، اور دولت ومال مین جو فتنہ پیش آتا ہے، وہ نماز، صدقہ، اچھی باتون کے کہنے، اور بُری باتون سے روکنے سے دور ہوجاتا ہے، حضرت عمرؓ نے کہا مین اِسکی نسبت نہین پوچھتا، مین اُس فتنہ کو پوچھتا ہون جو سمندر کی موجون کی طرح لہرین لے گا، حضرت حذیفہؓ نے کہا "اے امیرالمومنین! اُس فتنے سے آپ کو کوئی نقصان نہین پہنچے گا، کہ اس کے اور آپ کے درمیان ایک بند دروازہ ہے" دریافت فرمایا کہ کیا یہ دروازہ کھول دیا جائے گا، یا توڑ دیا جائیگا، حضرت حذیفہؓ نے جواب دیا توڑ دیا جائے گا، حضرت عمرؓ نے کہا تو پھر یہ دروازہ کبھی بند نہ ہوسکے گا، حضرت حذیفہؓ نے کہا، ہان ایسا ہی ہے، راوی کہتا ہے کہ مین نے حضرت حذیفہؓ سے پوچھا کہ کیا عمرؓ کو معلوم تھا کہ وہ دروازہ کون تھا؟ انھون نے جواب دیا، ہان بیشک انکو اس کا اُسی طرح علم تھا جسطرح اس بات کا علم ہے کہ آج کے بعد کل آئیگا، راوی کہتا ہے "مین لحاظ سے نہ پوچھ سکا کہ وہ دروازہ کون تھا" اس لیے مسروقؒ (تابعی) سے کہا کہ وہ حضرت حذیفہؓ سے اسکو دریافت کرین، مسروق نے دریافت کیا تو انھون نے بتایا کہ "وہ دروازہ خود حضرت عمرؓ کا

---

[1] مسند احمد حدیث طلحہ (النضری) [2] مستدرک حاکم جلد ۴ صفحہ ۴۹۰ ذہبی نے اسکو صحیح کہا ہے [3] صحیح بخاری کتاب الفتن۔

وجود تھا[1]، یہ دروازہ جب سے ٹوٹا کس کو معلوم نہین کہ اسلام پر فتنون کا سیلاب امنڈ آیا۔

فتنے مشرق کی جانب سے اٹھین گے

مستند اور معتبر حدیثون مین پوری تصریح کے ساتھ بروایت کثیرہ مذکور ہے[2]، کہ اسلام مین فتنون کا آغاز مشرق کی طرف سے ہوگا، آپ نے اونگلی سے اشارہ کرکے بار بار فرمایا کہ اودھر سے جدھر شیطان کی سینگین یعنی سورج کی کرنین نکلتی ہین یہ اشارہ عرب کے مشرق کی جانب تھا، یعنی عراق کی طرف، دیکھو حضرت عمرؓ کا قاتل عجمی تھا، حضرت عثمانؓ کے عہد کا فتنہ عراق ہی سے اُٹھکر مصر تک پھیلا، جنگ جمل اسی سرزمین پر ہوئی حضرت علیؓ یہین شہید ہوئے، امیر معاویہ اور حضرت علیؓ کی جنگ صفین یہین پیش آئی، خوارج اسلام کا پہلا گمراہ فرقہ یہین سے نکلا جبریہ اور قدریہ وغیرہ اسلام کے دیگر فرقون کی یہ بدعتین جنھون نے اسلامی عقائد کی سادگی کو بارہ پارہ کردیا، یہین پیدا ہوئے، جگر گوشۂ رسول اور خانوادۂ نبوت کا قافلہ یہین فرات کے کنارہ لٹا، مختار نے ادعاے کاذب کا فتنہ یہین پیدا کیا، شیعیت جس نے اسلام کو دو حصون مین منقسم کیا، یہین کی پیداوار ہے، حجاج کی سفاکیان اسی سرزمین پر ہوئین، ترک و تاتار کی غارتگریون کے نتائج جنھون نے اسلام کی رہی سہی طاقت، اور عرب و خلافت عربی کا تار تار الگ کردیا، یہین رونما ہوئے حتی کہ اس جنگ عظیم مین بھی واحد اسلامی طاقت کے ساتھ غداری کے نتائج بھی اولاً یہین ظاہر ہوئے، اور اس کے اثرات بعد کو اور اطراف مین بھی رونما ہوے۔

حضرت عثمانؓ کو فتنہ کی اطلاع

آنحضرت صلعم مدینہ کے ایک باغ مین ٹیک لگائے بیٹھے تھے، حضرت ابوبکرؓ دروازہ کھلوا کر آئے تو آپ نے اُن کو جنت کی بشارت دی، اسی طرح حضرت عمرؓ آئے، اور آپ نے انکو جنت کا مژدہ سنایا، اس کے بعد حضرت عثمانؓ آئے، تو آپ نے انکو جنت کی بشارت کے ساتھ فتنہ و امتحان سے دوچار ہونے کی بھی اطلاع دی، چنانچہ ان کو اپنے زمانۂ خلافت مین یہ فتنہ و امتحان پیش آیا، اور شہادت نصیب ہوئی[3] احادیث کی کتابون مین اس قسم کی اور بھی روایتین ہین۔

حضرت عمرؓ اور عثمانؓ شہید ہون گے

ایک دفعہ مکہ معظمہ مین کوہ ثبیر یا کوہ احد پر آنحضرت صلعم تشریف فرما تھے، آپ کی رفاقت

---

[1] صحیح بخاری کتاب الفتن، [2] صحیح بخاری و مسلم کتاب الفتن وغیرہ، [3] صحیح مسلم، فضائل عثمانؓ۔

مین حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ بھی تھے، کہ دفعۃً پہاڑ کو جنبش ہوئی، آپ نے فرمایا، "اے ثبیر ٹھہر جا کہ تیری پشت پر ایک پیغمبر، ایک صدیق اور دو شہید ہین" پیغمبر اور صدیق کو تو سب جانتے تھے، لیکن حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان کی شہادت کے بعد یہ بھی معلوم ہوگیا کہ وہ دو شہید کون تھے۔[1]

حضرت علی مرتضیٰؓ کے مشکلات اور شہادت

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے اُن سے فرمایا کہ "تم سے امت میرے بعد بیوفائی کرے گی" حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے الفاظ یہ ہین "کہ اے علی خبردار! کہ تم کو میرے بعد مصیبت پیش آئیگی" حضرت علیؓ نے استفسار کیا "کیا یہ مصیبت میری سلامتی دین کے ساتھ پیش آے گی؟" فرمایا "ہان تمہاری سلامتی دین کے ساتھ"[2] حضرت علی اور بعض صحابہ ایک سفر مین ایک موقع پر آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، آپ نے فرمایا "مین بتاؤن کہ دو سب سے بدبخت انسان کون ہین؟" لوگون نے عرض کی "ہان یا رسول اللہ بتایئے" فرمایا، "ایک ثمود کا سرخ رنگ بدبخت جس نے ناقہ ثمود کو قتل کیا، دوسرا وہ جو اے علیؓ تمہارے یہان پر (گردن کی طرف اشارہ کیا) تلوار مارے گا"[3]

جنگِ جمل کی خبر

حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ وغیرہ کے درمیان جو اتفاقی لڑائی بصرہ مین پیش آگئی تھی، اُسکو جنگِ جمل کہتے ہین۔ ایک دفعہ آنحضرت صلعم ازواج مطہرات کے درمیان تشریف فرما تھے کہ آپنے فرمایا "تم مین سے کسی پر حوأب کے کتے بھونکین گے" (حوأب عراق مین ایک تالاب کا نام ہے) حضرت عائشہ جب اصحاب جمل کے ساتھ روانہ ہوئین اور حوأب کے تالاب پر پہنچین اور کتون نے بھونکنا شروع کیا تو ان کو آنحضرت کی یہ پیشینگوئی یاد آئی۔[4]

حضرت علیؓ اور معاویہ کی جنگ

ایک بار آپ نے فرمایا کہ "اُس وقت تک قیامت نہ آئے گی جب تک دو ایسے گروہ باہم جنگ آزما نہ ہون گے جن مین سے ہر ایک کا دعویٰ ایک ہی ہو گا"[5] علماء کا بیان ہے کہ یہ پیشینگوئی

---

[1] صحیح بخاری مناقب ابی بکرؓ و صحیح ترمذی مناقب عثمانؓ بروایت حسن و سنن نسائی و دار قطنی۔ [2] یہ تینون روایتین مستدرک حاکم مین ہین امام ذہبی نے پہلی روایت کو مطلق صحیح، دوسری کو "بشرط بخاری و مسلم صحیح" اور تیسری کو "بشرط مسلم صحیح" کہا ہے جلد ۳ صفحہ ۱۴۲ و ۱۴۰ حیدرآباد۔ [3] مسند ابن حنبل جلد ۴ ص ۲۶۳۔ [4] مسند ابن حنبل جلد ۶ ص ۵۲ و ۹۷۔ [5] صحیح مسلم فتن۔

حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کی لڑائیوں پر صادق آتی ہے[1]۔

حضرت عمارؓ شہید ہونگے

آپ نے غزوۂ خندق میں حضرت عمارؓ کے سر پر دست شفقت پھیر کر فرمایا "افسوس تجھکو ایک باغی گروہ قتل کرے گا"[2] یہ پیشینگوئی متعدد صحابہ سے منقول ہے، حضرت عمار حضرت علیؓ کی معیت میں امیر معاویہؓ کے ساتھیوں کے ہاتھ سے جنگ صفین میں شہید ہوئے۔

امام حسن کی مصالحت

ایک دفعہ آپ حضرت امام حسنؓ کو لے کر گھر سے باہر نکلے، اور ان کو گود میں لے کر منبر پر چڑھے، پھر فرمایا کہ "میرے اِس فرزند کے ذریعہ سے خدا مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان مصالحت کرادے گا"[3]۔ چنانچہ یہ پیشینگوئی حضرت علیؓ کی شہادت کے چھ مہینے بعد پوری ہوئی، اور طرفدارانِ علی اور حامیانِ معاویہ میں بعض شرائط پر صلح ہوگئی۔

نوخیز حکمرانان قریش کے ہاتھوں اسلام کی تباہی

آنحضرت صلعم نے جن مخصوص اصحاب کو اسلام کے مستقبل سے باخبر کردیا تھا، اُن میں ایک حضرت ابوہریرہؓ بھی تھے، وہ کہتے تھے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا "میری امت کی بربادی قریش کے چند نوخیزوں کے ہاتھ سے ہوگی"، حضرت ابوہریرہؓ کہا کرتے تھے کہ "اگر میں چاہوں تو سب کو نام بنام گنا دوں"[4]۔ یہ پیشینگوئی حرف بحرف صحیح نکلی، حضرت عثمانؓ کے عہد کا سیاسی طوفان، انکی شہادت، پھر جمل کی لڑائی، یہ سب چند نوخیز قریشی رئیس زادوں کی بیجا امنگوں کے نتائج تھے، جیسا کہ عام تاریخوں میں مسطور ہے، اور صحیح بخاری میں ہے کہ راوی کہتا ہے کہ ہم نے شام جاکر بنی مروان کو دیکھا تو ان کو اسی طرح نوخیز نوجوان پایا۔

یزید کی تخت نشینی کی بلا اسلام پر

امیر معاویہ نے ۶۰ھ میں وفات پائی، اور اُنکے بجائے یزید تخت نشین ہوا، اور یہی اسلام کے سیاسی، مذہبی، اخلاقی اور روحانی ادبار و نکبت کی اولین شب ہے، حضرت ابوہریرہؓ سے متعدد روایتیں ہیں، مسند احمد میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے مسلمانوں سے فرمایا کہ "۶۰ھ کے شروع ہونے سے، اور لڑکوں کی حکومت سے پناہ مانگا کرو، اور دنیا ختم نہ ہوگی یہاں تک کہ اُسپر ایسے ویسے لوگ حکمران نہ ہولیں"[5]۔

[1] دیکھو شرح مسلم۔ [2] صحیح بخاری و مسلم کتاب الفتن [3] صحیح بخاری باب علامات النبوۃ فی الاسلام و صحیح مسلم و ترمذی باب المناقب و حاکم ترجمہ امام حسن جلد ۳ [4] صحیح بخاری و مسلم کتاب الفتن [5] مسند احمد، احادیث ابی ہریرہ۔

حاکم مین ہے کہ آپ نے فرمایا "عربون پر افسوس اُس مصیبت سے جو سنہ ۶۰ھ کے آغاز پر قریب آئیگی، امانت لوٹ کا مال اور صدقہ و خیرات، جرمانہ اور تاوان سمجھا جائے گا، اور گواہی پہچان سے دیجائیگی اور فیصلے ہوا وہوس سے ہوا کرین گے"۔ بیہقی مین ہی کہ حضرت ابوہریرہ مدینہ کے بازار مین یہ کہتے جاتے تھے کہ "خداوندا! مین سنہ ۶۰ھ اور لڑکون کی حکومت کا زمانہ نہ پاؤن" خدا نے انکی یہ دعا قبول کی اور ۵۹ھ مین انھون نے وفات پائی[1]۔

امام حسینؓ کی شہادت حضرت امام حسین کی شہادت کی متعدد پیشینگوئیان حاکم، بیہقی، ابن راہویہ، اور ابونعیم وغیرہ مین مذکور ہین، مگر اصولاً ان روایات کا درجہ بلند نہین، تاہم اتنی بات مجملاً ثابت ہوتی ہے کہ آپ کو اس واقعہ کا علم ضرور عطا کیا گیا تھا، اور آپ نے اہل بیتؓ کو اسکے متعلق کوئی خاص اطلاع دی تھی، اس باب مین بہترین حدیث حاکم کی یہ روایت ہی جسکو اُسنے متعدد طریقون سے نقل کیا ہی کہ ابن عباس کہتے ہین کہ "اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو اطلاع دی تھی کہ مین نے یحییٰ (پیغمبر) کا بدلہ ستر ہزار سے لیا تھا، اور مین تیرے نواسہ کا بدلہ ستر اور ستر ہزار سے لون گا"۔ حافظ ذہبی نے اس روایت کو علی شرط مسلم تسلیم کیا ہے[2]، لیکن یہ روایت خود اس کا اشارہ کرتی ہے کہ اس سے پہلے حضرت حسینؓ کی شہادت کی اطلاع دیجا چکی تھی، یہ اطلاعِ الٰہی حرف بحرف صحیح ہوئی، امام موصوف کی شہادت کے بعد مختار کے ہاتھون قاتلینِ حسینؓ سے اُسی قدر انتقام لیا گیا۔

خوارج کی اطلاع حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہی کہ ایک دن آنحضرت صلعم مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے قبیلہ بنو تمیم کا ایک آدمی آیا اور کہا کہ "یارسول اللہ! انصاف سے مال تقسیم فرمایئے" آپ نے فرمایا "مین نہ انصاف کرونگا تو کون کرے گا؟" اُسکی گستاخی پر حضرت عمرؓ سخت برہم ہوئے، اور آنحضرت صلعم سے عرض کی کہ "اجازت دیجیے تو اسکی گردن اُڑا دون" آپ نے فرمایا "جانے دو، اسکے ایسے رفقا ہون گے جنکے نماز روزے کے مقابل تمکو اپنے نماز روزے حقیر معلوم ہون گے، وہ لوگ قرآن کی تلاوت کرین گے، لیکن گلے کے نیچے نہ اُترے گا، مذہب کے دائرہ سے اس طرح نکل جائین گے جس طرح تیر نشانہ کے پار نکل جاتا ہے، اس گروہ کی علامت یہ ہی کہ اُنمین

[1] یہ روایتین خصائص کبری سیوطی جلد ۲ صفحہ ۱۳۹ کے حوالہ سے نقل کی گئی ہین۔ [2] مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۷۸۔

ایک سیاہ فام شخص پیدا ہوگا جس کے دونون بازوؤن مین عورت کے سینہ کی طرح گوشت لٹکتا ہوگا، حضرت ابوسعید خدری کا بیان ہو کہ حضرت علی ابن ابی طالبؓ نے اس گروہ سے جنگ کی، اور مین اُن کے ساتھ موجود تھا، اُس سیاہ فام کی تلاش کی گئی، تو آنحضرت صلعم نے جو علامات بتائی تھین وہ اُن کے ساتھ متصف نکلا۔[1]

مختار اور حجاج کی اطلاع

آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ قبیلۂ ثقیف مین دو شخص پیدا ہون گے، جن مین ایک کذاب دوسرا مُبیر یعنی ہلاک کرنے والا ہوگا، چنانچہ جب حجاج ثقفی نے حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کو پھانسی دی اور انکی والدہ حضرت اسماءؓ کو بُلایا تو انھون نے جانے سے انکار کیا، بار بار کے انکار کے بعد حجاج خود اُن کے پاس آیا، بہت سے سوال و جواب کے بعد انھون نے کہا کہ "قبیلۂ ثقیف کے دو شخصون کے متعلق آنحضرت صلعم نے جو پیشینگوئی فرمائی تھی، ان مین کذاب (مختار ثقفی) کو تو ہم نے دیکھ لیا، اور مبیر کے متعلق میرا خیال ہے کہ وہ تمھین ہو" یہ سنکر حجاج چپ چاپ اولٹے پانون واپس گیا۔[2]

حجاز مین ایک آگ

آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ "قیامت اُسوقت تک نہین آئے گی جب تک حجاز مین ایک ایسی آگ نہ نکلے جسکی روشنی بُصریٰ کے اونٹون کی گردنون کو روشن نہ کردے" یہ روایت صحیح مسلم[3] اور حاکم مین ہو، امام نووی اس حدیث کی شرح مین لکھتے ہین، کہ "یہ آگ ہمارے زمانہ مین ۶۵۴ھ مین مدینہ مین ظاہر ہوئی، اور آگ اس قدر بڑی تھی کہ مدینہ کے مشرقی پہلو سے لیکر پہاڑی تک پھیلی تھی، اس کا حال شام اور تمام شہرون مین تواتر معلوم ہوا، اور ہم سے اُس شخص نے بیان کیا جو اُسوقت مدینہ مین موجود تھا"[4] ابو شامہ ایک اور معاصر مصنف کا بیان ہو کہ "ہمارے پاس مدینہ سے خطوط آئے جنمین لکھا تھا کہ چہارشنبہ کی رات کو جمادی الثانیہ کی تیسری تاریخ کو مدینہ مین ایک سخت دھماکا ہوا، پھر بڑا زلزلہ آیا، جو ساعت بساعت بڑھتا رہا، یہان تک کہ پانچوین کو بہت بڑی آگ پہاڑی مین قریظہ کے محلے کے قریب نمودار ہوئی، جس کو ہم مدینہ کے اندر اپنے گھرون سے اسطرح دیکھتے تھے، کہ گویا وہ ہمارے قریب ہی ہے اور ترائیان بنگلین، اور ہم اس کو دیکھنے کو چڑھے تو دیکھا کہ پہاڑ آگ بنکر بہ رہے ہین، اور اِدھر اُدھر شعلہ بنکر جلے جاتے ہین

[1] بخاری جلد اول صفحہ ۵۱۰ باب علامات النبوۃ فی الاسلام [2] مسلم کتاب الفضائل [3] کتاب الفتن [4] شرح مسلم نووی جلد ۲ صفحہ ۳۹۳ - نولکشور۔

آگ کے شعلے پہاڑ معلوم ہوتے تھے، محلوں کے برابر برابر چنگاریاں اڑ رہی تھیں، یہانتک کہ یہ آگ مکہ معظمہ اور صحرا سے بھی نظر آتی تھی، لوگ گھبرا کر روضۂ نبوی میں دعا و استغفار کے لیے جمع ہو گئے تھے، یہ حالت ایک مہینہ سے زیادہ رہی[۱]

علامۂ ذہبی اس واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ اسی سال (۶۵۴ھ) میں مدینہ میں آگ نکلی جو اُن بڑی نشانیوں میں سے تھی جنکی آنحضرت صلعم نے خبر دی تھی، اس آگ میں اِس شدت اور روشنی کے باوجود گرمی نہ تھی اور چند روز رہی، اہلِ مدینہ کا خیال تھا کہ قیامت آگئی تو انھوں نے خدا کی بارگاہ میں توبہ و استغفار کیا، اس آگ کا حال بتواتر معلوم ہے[۲]

حافظ سیوطی لکھتے ہیں کہ متعدد لوگوں سے جو بصریٰ میں اس وقت موجود تھے، یہ شہادت منقول ہے کہ انھوں نے رات کو اسکی روشنی میں بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں دیکھیں[۳]

ایک صدی یا ایک دور کے بعد انقلاب حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ اخیر زندگی میں آنحضرت صلعم نے نمازِ عشاء کے بعد حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا "آج اس شب میں میں تمکو بتاؤں، کہ اس سے سو برس بعد آج کے لوگوں میں سے کوئی بھی روئے زمین پر باقی نہ رہے گا" راوی کہتا ہے کہ اس سے آپ کا مقصود ایک دور (قرن) کا ختم ہو جانا تھا۔ حضرت جابرؓ اسی واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ اپنی وفات سے ایک مہینہ پہلے آپ نے فرمایا کہ "تم قیامت کی نسبت دریافت کرتے ہو، اس کا علم تو خدا کو ہے، میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں، آج روئے زمین پر کوئی سانس لینے والی جان نہیں جو سو برس بعد زندہ رہے گی[۴]" اس سے مقصود صحابہ کے خیر و برکت کے دور کا اختتام تھا، ابو الطفیل صحابی سب کے آخر میں مرے ہیں، انکا بیان تھا کہ اب میرے سوا کوئی باقی نہیں جسنے جمالِ محمدیؐ سے آنکھیں روشن کیں، یہ ابو الطفیل پوری صدی کے اختتام پر رحلت گزین ہوئے۔

چار دوروں کے بعد پورا انقلاب متعدد راویوں نے آنحضرت صلعم سے روایت کی ہے کہ آپ نے علی الاعلان فرمایا کہ "بہترین دور (قرن) وہ ہے جسمیں میں ہوں[۵]، پھر اس دور کے لوگ جو میرے بعد ہیں، پھر اس دور کے لوگ جو انکے بعد ہیں، پھر اس دور کے لوگ جو انکے بعد ہیں، پھر ایسے لوگ ہونگے جو گواہی کے لیے بلائے نہیں جائینگے خود جاکر گواہی دینگے، خیانت کار

۱؎ تاریخ الخلفاء بحوالہ ابو شامہ واقعات ۶۵۴ھ ۲؎ مختصر تاریخ الاسلام ذہبی جلد ۲ ص ۱۲۱ حیدرآباد۔ ۳؎ تاریخ الخلفاء واقعات ۶۵۴ھ

۴؎ یہ تمام حدیثیں صحیح مسلم باب فضل صحابہ میں ہیں۔ اور پہلی روایت ابو داؤد کتاب الملاحم میں بھی مذکور ہے ۵؎ صحیح مسلم فضل صحابہ و مسند احمد حدیث بریدہؓ

ہون گے، امین نہ ہون گے، نذر مانین گے لیکن ایفا نہ کرین گے"، پہلا دور عہد **نبوی** ہے، دوسرا دور **صحابہ** کا ہے تیسرا **تابعین** کا، چوتھا **تبع تابعین** کا، یہ چار عہد اسلام کی روحانی، دینی اور اخلاقی، مناقب و مکارم کا، اور صلحاے امت، ائمۂ دین، اور علماے خیر کے پے درپے ظہور اور وجود کا، اور خالص مذہبی علوم کی نشو و نما ترتیب و تدوین، اور نشر و اشاعت کا ہے، اس کے بعد ہی بدعات کا سیلاب امنڈتا ہے، علماے سو اور امراے جور پیدا ہوتے ہین، فرقِ باطلہ کا ظہور ہوتا ہے، فقہا مین جمود آتا ہے، علما مین ہوا و ہوس راہ پاتی ہے، ہند فارس اور یونان کے فلسفیانہ خیالات مسلمانون مین رائج ہوتے ہین، اسلام کے اعتقادی، عملی قوی سست ہوجاتے ہین، اور تمام نظام ابتر ہوجاتا ہے۔

مدعیان کاذب

صحیح مسلم وغیرہ مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "قیامت سے پہلے تیس کاذب دجال پیدا ہون گے جن مین ہر ایک دعویٰ کریگا کہ وہ نبی ہے"۔[۱] ایسے مدعیانِ کاذب کی تعداد اگر مسیلمہ کے وقت سے لیکر آج تک کی تاریخ سے چنکر الگ کی جائے تو قریب قریب تیس کے پہنچ جائے گی، جن مین سے دو جو ہندوستان اور ایران مین ابھی گذرے ہین وہ تمھاری نگاہون کے سامنے ہین۔

منکرینِ حدیث

ابوداؤد مین ہے کہ آپ نے فرمایا "مین تم مین سے کسی کو نہ پاؤن کہ وہ اپنی مسند پر تکیہ لگائے (یعنی غرور کی شان سے) بیٹھا ہو، اور اس کے پاس میرے کامون مین سے کوئی کام جسکے کرنے کا مین نے حکم دیا، یا جس سے مین نے منع کیا، وہ اس سے بیان کیا جائے تو کہے کہ ہم نہین جانتے، جو ہم نے قرآن مین پایا اسی کو مانتے ہین"[۲]۔ بیہقی مین اس سے زیادہ صاف الفاظ ہین، دورِ اول مین اگر یہ پیشینگوئی معتزلہ پر صادق آسکتی تھی تو اب آجکل مصر و ہند کے اُن اشخاص پر پوری طرح صادق آتی ہے جو خود کو **اہل القرآن** کے نام سے موسوم کر رہے ہین۔

تجارت کی کثرت اور اس مین عورتون کی شرکت

قیامت کے آثار اور نشانیون مین سے ایک یہ واقعہ بھی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ "قیامت سے پہلے خصوصیت کا سلام ہوگا، اور تجارت کی کثرت ہوگی[۳]، یہانتک کہ

---

[۱] صحیح مسلم باب فتن، و ابوداؤد (ملاحم)، علاوہ مسند احمد مین حضرت حذیفہ سے اور ابو یعلی بزار اور طبرانی مین عبداللہ بن زبیر سے اسی قسم کی روایت ہے۔ [۲] سنن ابی داؤد باب لزوم السنۃ [۳] مسند احمد جلد اول صفحہ ۴۱۹ مصر و ادب المفرد امام بخاری باب تسلیم الخاصہ و مستدرک حاکم و بزار و طبرانی۔

عورت بھی اپنے مرد کا ہاتھ اس مین بٹایا کرے گی" کیا اِس موجودہ دورِ تمدن سے بڑھکر اس پیشینگوئی کی صداقت کا کوئی اور زمانہ ہوگا، آج سے زیادہ تجارت کی کبھی گرم بازاری تھی، اور عورتین کبھی اس سے پہلے اس بیباکی سے مردون کے دوش بدوش ہوکر اس پیشہ مین در آئی تھین۔

اہل یورپ کی کثرت — آپ نے صحابہ کے سامنے یہ پیشینگوئی کی تھی کہ "قیامت جب آئے گی تو روم سب سے زیادہ ہون گے"[1] عربون کے محاورہ مین روم سے مقصود اہلِ فرنگ یعنی اہلِ یورپ ہین، آج اہل یورپ کی یہ کثرت ہوکہ اسوقت اون کے وجود سے دنیا کا کوئی گوشہ خالی نہین، اور انکی قوت وطاقت کا دنیا کی کوئی قوم مقابلہ نہین کرسکتی، یہ پیشینگوئی آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے کی گئی تھی، اور آج اسکی صداقت آفتاب کی طرح روشن ہے۔

سود کی کثرت — پہلے وہی لوگ سود کھاتے تھے اور کھاسکتے تھے جو براہ راست اس کا کاروبار کرتے تھے، لیکن آپ نے پیشینگوئی کی تھی کہ "ایک ایسازمانہ آنے والا ہے جسمین کوئی ایسا نہ ہوگا جو سود نہ کھاے گا، اگر وہ براہ راست نہین کھائیگا، تو اس کا غبار یا دھوان بھی اوڑکر اُس تک ضرور پہنچے گا"[2] کیا آج وہی زمانہ بعینہٖ نہین ہی، آج کی تجارت اور سوداگری تمامتر سود پر مبنی ہے، یہانتک ہماری ملک کی ہر چیز جو بازار سے خریدی گئی ہے وہ بیسیون سودی معاملون سے گذر کر ہم تک پہنچی ہے، تمام وہ لوگ جنکی معیشت سرکاری نوکری ہے وہ، اور اکثر غیر سرکاری نوکر بھی بینک کے جمع شدہ روپیون سے معاوضہ حاصل کرتے ہین، امرا اور اہلِ دولت بھی اپنا سرمایہ امانتی منافع سے وصول کرتے ہین، غرض آج دنیا مین کوئی چیز ایسی نہین کہی جاسکتی ہے جو تمامتر سود سے پاک اور مبرا ہو، اور یہ یورپ کے تمدن کا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ عالمگیر اثر ہے، یہ عظیم الشان پیشینگوئی کتنی بڑی صداقت پر مبنی ہے، اور جسکو کبھی کوئی انسان صرف قیاس سے اس بلند آہنگی کے ساتھ دنیا کو نہین سناسکتا تھا۔

یہودیون سے جنگ — صحیح مسلم مین ایک حدیث ہوکہ آنحضرت صلعم نے خبر دی تھی کہ مسلمانون اور یہودیون مین ایک عظیم الشان جنگ ہوگی، یہودی شکست کھاکر چٹانون اور درختون کے پیچھے چھپینگے تو وہان بھی اُن کو

---

[1] صحیح مسلم کتاب الفتن۔ [2] ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ باب الربوٰ و مسند احمد عن ابی ہریرہؓ۔

پناہ نہ ملے گی اور ان مین سے آواز آئے گی کہ "اے مسلمان دیکھ! یہ یہودی چھپا ہو" اس حدیث کو پڑھتے ہوئے پہلے دل مین خطرہ گذرتا تھا کہ الٰہی! یہودیون مین نہ تو قوت ہے، نہ کوئی انکی سلطنت ہے، نہ مسلمانون کے درمیان کہین انکی بڑی آبادی ہے، یہ لڑائی کیونکر پیش آئے گی، مگر پچھلی جنگ نے اپنے نتیجہ کے طور پر فلسطین مین جو صورتِ حال نمایان کردی ہے اور عہد نامہ بالفور نے فلسطین کو یہودیون کا قومی وطن بنانے اور صیہونی تحریک نے فلسطین کو خالص یہودی ملک بنانے اور بالآخر وہان یہودی سلطنت قائم کرنے کا جو تہیہ کیا ہے اُس نے مخبرِ صادق علیہ السلام کی پیشینگوئی کی صداقت کے منظر کو آنکھون کے سامنے کردیا۔

حجاز کا انقطاع مصر، شام اور عراق سے

صحیح مسلم مین[2] ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا "عراق نے اپنا نقرئی سکہ (درہم) اور غلہ کا پیمانہ (قفیز) روک دیا، شام نے اپنے غلہ کا پیمانہ (مد) اور اپنا طلائی سکہ (دینار) روک دیا، اور مصر نے اپنے غلہ کا پیمانہ (اردب) اور اپنی اشرفی روک دی، اور تم وہین لوٹ گئے جہان سے چلے تھے، وہین لوٹ گئے جہان سے چلے تھے، وہین لوٹ گئے جہان سے چلے تھے" ابوہریرہ نے کہا کہ اس حدیث کے ارشادِ نبوی ہونے پر ابوہریرہ کا گوشت اور خون گواہی دیتا ہے۔"

اس حدیث مین درحقیقت دو پیشینگوئیان ہین، ایک یہ کہ مسلمان ان ممالک کو فتح کرین گے، اور حجاز کے تعلقات وہان سے قائم ہون گے، اور اس خشک اور بنجر خطہ کی پرورش انھین ہمسایہ علاقون سے ہوگی، اور پھر وہ زمانہ آئیگا جب یہ علاقے الگ ہوجائین گے، اور حجاز پھر ویسا ہی ہوجائے گا جیسا اسلام سے پہلے یا اسلام کے آغاز مین تھا، پہلی پیشینگوئی تو حضرت عمر فاروقؓ کے عہد مین پوری ہوئی، اور اس وقت سے لے کر تیرہ سو برس تک برابر یہ حالت قائم رہی، حجاز کے لیے ہر قسم کا سامان انھین ممالک کی پیداوار سے آتا تھا، مصر و شام سے برابر غلہ قانوناً بھیجا جاتا تھا، سالانہ نذرانے تقسیم ہوتے تھے۔ بڑی بڑی جائدادین وقف تھین، لیکن ہمارے خیال مین اس دوسری پیشینگوئی کا محل اس زمانہ سے بہتر نہین ہوسکتا۔ تیرہ سو برس کے اندر کبھی ایسا زمانہ پیش نہین آیا

---

[1] صحیح مسلم باب الفتن۔ [2] صحیح مسلم کتاب الفتن۔

جب حجاز، عراق وشام اور مصر سے دفعۃً منقطع ہوگیا ہو، آج حجاز کی وہی حالت نہین جو اسلام سے پہلے یا آغازِ اسلام مین تھی؛ جب عراق پر ایرانی اور شام ومصر پر رومی حکمران تھے، اور خود عرب کے صوبے پراگندہ اور بے نظام تھے، اور ہر قطعہ پر ایک حاکم فرمانروا تھا، آج عراق ومصر وفلسطین وبحرین وغیرہ پر انگریز اور شام پر فرانسیسی حکمران ہین، عرب کے تمام صوبے پراگندہ اور بے نظام ہین، اور ہر خطہ پر ایک مستقل فرمان روا حکمران ہے، اور باہمی آتشِ جنگ وجدل برپا ہے، ایک کو دوسرے کی ماتحتی سے عار ہے، عراق کا غلہ اور نذرانہ بند ہے، شام کی موقوفہ جائدادین فرانسیسیون نے ضبط کرلین، اور آپ نے گذشتہ سال سُن لیا کہ مصر نے حجاز کے غلہ اور اشرفیون کا وہ نذرانہ بند کردیا جو عہدِ فاروقؓ سے اب تک کبھی بند نہین ہوا تھا۔

اہلِ یورپ سے شام مین جنگ

صحیح مسلم وغیرہ مین فتن اور آثارِ قیامت کے سلسلہ مین متعدد حدیثین ایسی ہین جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے صاف وصریح الفاظ مین اپنی امت کو یہ اطلاع دی ہے کہ آخر زمانہ مین دجال کے ظہور اور نزولِ مسیح سے پہلے ملک شام مین مسلمانون اور رومیون کے درمیان عظیم الشان خونی معرکے پیش آئین گے، گو اس ملک مین ان دونون کے درمیان صلیبی جنگون نے اس قسم کے سینکڑون خونی معرکے پیش کیے ہین، مگر جنگ عظیم نے شام کی جو صورت حال پیدا کردی ہے، اُس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ تمام واقعات آنے والے خونی معرکون کی تقریب وتمہید ہے۔

مسلمانون کے خلاف تمام دنیا کی قومین اُٹھ کھڑی ہونگی

ابوداودؒ اور بیہقی مین ہے کہ آپ نے فرمایا "قریب ہے کہ قومین تم پر حملہ کرنے کے لیے ایک دوسرے کو اس طرح پکارین گی (یعنی تم پر متحدہ حملہ کرین گی) جسطرح کھانے والے کھانے کے پیالہ پر گرتے ہین" حاضرین مین سے ایک نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! کیا یہ اس لیے کہ اُس زمانہ مین ہم مسلمانون کی تعداد کم ہوجائے گی" فرمایا نہین، تمھاری تعداد اُن دنون بہت بڑی ہوگی لیکن تم ایسے ہوجاؤ گے جیسے سیلاب کی سطح پر کف اور خس وخاشاک ہوتا ہے (کہ سیلاب انکو بہائے لیے جاتا ہے) اللہ تعالیٰ تمھارے دشمنون کے دلون سے تمھارا رعب دور کردیگا، اور تمھارے دلون مین کمزوری ڈال دیگا، کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ کمزوری کیا ہوگی؟ فرمایا دُنیا (فوائدِ دنیا) کی محبت اور موت سے کراہت" موجودہ دنیاے اسلام کی پیش نظر تاریخ مین کیا حرف حرف اسکی تصدیق نہین۔

معجزاتِ نبوی

کے متعلق

غیر مستند روایات

آنحضرت صلعم کے معجزات کے متعلق جو جھوٹی اور بے سر و پا روایتین مسلمانون مین مشہور ہو گئی ہین، ضرورت نہ تھی کہ اس کتاب مین اُنکو کسی حیثیت سے جگہ دی جائے، مگر چونکہ عام ناظرین کے دلون مین انکو اس کتاب مین نہ پاکر مختلف قسم کے اعتراضات پیدا ہونگے، اسلیے صرف اُنکی تسکین اور کشفِ حقیقت کی خاطر ان روایتون سے بھی اس کتاب مین تعرض کرنا ضروری پڑا، یہ روایتین زیادہ تر کتبِ دلائل مین ہین، یعنی اُن کتابون مین ہین جنکو لوگون نے عام حدیث کی کتابون سے الگ کر کے صرف آنحضرت صلعم کے معجزات کے ذکر و تفصیل مین لکھا ہے۔

یہی کتابین ہین جنھون نے معجزات کی جھوٹی اور غیر مستند روایتون کا ایک انبار لگا دیا ہے، اور انھین سے میلاد و فضائل کی تمام کتابون کا سرمایہ مہیا کیا گیا ہے، خوش اعتقادی اور عجائب پرستی نے ان غلط معجزات کو اس قدر شرفِ قبول بخشا، کہ انکے پردہ مین آپ کے تمام صحیح معجزات چھپ کر رہ گئے، اور حق و باطل کی تمیز مشکل ہو گئی، حالانکہ اس تمام ذخیرہ سے کتب صحاح اور خصوصاً بخاری و مسلم یکسر خالی ہین، لیکن تیسری اور چوتھی صدی مین اس موضوع پر جو کتابین لکھی گئین، وہ اس درجہ بے احتیاطی کے ساتھ لکھی گئین، کہ محدثینِ ثقات نے انکو بیشتر ناقابلِ اعتبار قرار دیا، کتبِ دلائل کے ان مصنفین کا مقصد معجزات کی صحیح روایات کو یکجا کرنا نہین بلکہ کثرت سے عجیب و حیرت انگیز واقعات کا مواد فراہم کرنا تھا، تاکہ خاتم المرسلین کے فضائل و مناقب کے ابواب مین معتدبہ اضافہ ہو سکے، بعد کو جو احتیاط پسند محدثین آئے، مثلاً زرقانی وغیرہ، وہ ان روایات کے نقل کرنے کے ساتھ ساتھ انکی تردید اور تضعیف بھی کرتے گئے، لیکن جو چیز اس وسعت کے ساتھ پھیل گئی ہو، جو اسلامی لٹریچر کا ایک جز بنگئی ہو، جو اسکی رگ و پے مین سرایت کر گئی ہو، اسکے لیے صرف اس قدر کافی نہین بلکہ وہ مزید تنقید کی محتاج ہے، خصوصاً اس لیے کہ ہمارے ملک مین میلاد کی مجلسون مین جو بیانات پڑھے جاتے ہین وہ تمامتر انھین بے بنیاد روایتون سے بھرے ہوتے ہین۔

اس تنقید کے تین حصے ہوسکتے ہین، اصول روایت کی بنا پر ان کتابون کا اور محدثین مین اُنکے مصنفون کا درجہ کیا ہے؟ ان کتابون مین جو غلط موضوع، اور ضعیف معجزات مذکور ہین، اُن کے پیدا ہونے کے اسباب کیا ہین؟ ان کتابون کے خاص خاص مشہور اور زبان زد معجزات کی روایتی حیثیت کیا ہے؟

کتب دلائل اور اونکے مصنفین کا درجہ

علمائے اسلام نے روایات کی تنقید اور اُن کے اصول کے منضبط کرنے مین جو کوششین کی ہین اور جو خدمات انجام دی ہین، اونکی پوری تفصیل کتاب کے مقدمہ مین گذرچکی ہے، اُسی سلسلہ مین یہ بات بھی ضمناً آگئی ہے کہ اُن روایات کی جانچ اور تنقید مین جنکا تعلق احکام فقہی سے ہے، محدثین نے جو سختی اور شدت اختیار کی ہے، وہ مناقب اور فضائل کے باب مین نہین کی ہے، چنانچہ علم حدیث کے بڑے بڑے امامون نے علانیہ اس کا اعتراف کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ آیات قرآنی کے الگ الگ فضائل، نام بنام تمام خلفاء کے مناقب، مقامات اور شہرون کے محامد، اعمال انسانی کے مبالغہ آمیز ثواب و عقاب کے بیانات، آنحضرت صلعم کے متعلق کاہنین عرب کی پیشینگوئیان اور اشعار، اور عجیب و غریب غیر صحیح فضائل، معجزات اور برکات وغیرہ کا یہ بے پایان دفتر روایات مین موجود، اور کتابون مین مدوّن ہے،

یہ روایات زیادہ تر تیسرے اور چوتھے درجہ کی کتب حدیث مین پائی جاتی ہین تیسرے درجہ مین بقول شاہ ولی اللہ صاحب کتابین ہین[1]:-

مسند ابویعلی، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ، مسند عبد بن حمید، مسند طیالسی اور بیہقی، طحاوی، اور طبرانی کی تصنیفات، ان مین سچی جھوٹی، اچھی بُری، قوی ضعیف ہر قسم کی حدیثین پہلو بہ پہلو درج ہین، اور چوتھے مین وہ کتابین ہین جن کے مصنفین صدیون کے بعد پیدا ہوئے، انھون نے چاہا کہ اوّل اور دوم درجون مین جو روایتین داخل نہین کی گئی تھین، انکو ایک جگہ جمع کردین، یہ روایتین اُن لوگون کی زبانون پر تھین جنکی روایتون کو حدیث کے امامون نے قلمبند کرنا پسند نہین کیا تھا، اور قصہ گو واعظین محض اُن سے رونقِ محفل کا کام لیتے تھے، اسرائیلیات، اقوالِ حکماء، اشارات حدیث، قصص و حکایات، اور روایات نامعتبر کو انھون نے حدیث کا درجہ دیکر کتابون کے اوراق مین مدوّن کردیا، کتاب الضعفاء لابن حبان، کامل لابن عدی، اور خطیب، ابونعیم، جوزقانی، ابن عساکر، ابن نجار اور دیلمی کی تصنیفات کا اسی طبقہ مین شمار ہے۔

[1] حجۃ اللہ البالغہ باب طبقات کتب الحدیث،

اس تفصیل کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہین "صرف اول اور دوم درجہ کی کتابون پر یعنی صحاح ستہ پر محدثین کا اعتماد ہی اور انھین پر ان کا مدار ہی تیسرے طبقہ کی کتابون سے وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہین جو فن کے ناقد اور جوہری ہین، اور جنکو اسماء الرجال پر عبور اور علل حدیث سے واقفیت ہی، غرض جو صحیح اور غلط اور خطاء و صواب مین امتیاز کامل رکھتے ہین، چوتھے طبقہ کی کتابون کو جمع اور تدوین کرنا اور ان کو کام مین لانا متاخرین کی ایک قسم کی بیفائدہ کاوش فکر ہی"

آنحضرت صلعم کے آیات و معجزات پر جو مستقل کتابین لکھی گئی ہین اُن مین سے کچھ تیسرے طبقہ مین اور بقیہ تمامتر چوتھے طبقہ کی کتابون مین داخل ہین، متاخرین نے عام طور سے یہ سرمایہ جن کتابون سے حاصل کیا ہو وہ طبری، طبرانی، بیہقی دیلمی، بزاز اور ابو نعیم اصفہانی کی تصنیفات ہین، حافظ قسطلانی نے انھین روایات کو تمیز اور نقد کے بغیر **مواہب لدنیہ** مین داخل کیا، اور ملا مسکین فراہی نے انکو **معارج النبوۃ** مین فارسی زبان مین اس آب و رنگ سے بیان کیا کہ یہ روایتین گھر گھر پھیل گئین اور عوام نے اس شیفتگی اور وارفتگی کے ساتھ انکو قبول کیا، کہ اصلی اور صحیح معجزات اور آیات بھی اس پردہ مین چھپ کر رہ گئے۔

مواہب لدنیہ اور معارج النبوۃ وغیرہ کا سرمایہ جن کتابون سے ماخوذ ہی وہ حسب ذیل ہین، کتاب الطبقات لابن سعد سیرۃ ابن اسحاق، دلائل النبوۃ ابن قتیبہ المتوفی سنہ ۲۷۶ ہجری، دلائل النبوۃ ابو اسحاق حربی المتوفی سنہ ۲۵۵ھ، شرف المصطفیٰ ابو سعید عبد الرحمن بن حسن اصفہانی المتوفی سنہ ۴۰۷ھ، تاریخ و تفسیر ابو جعفر بن جریر طبری المتوفی سنہ ۳۱۰ مولد یحییٰ بن عائذ دلائل النبوۃ جعفر بن محمد مستغفری المتوفی سنہ ۴۳۲ھ، دلائل النبوۃ ابو القاسم اسمٰعیل اصفہانی المتوفی سنہ ۵۳۵ھ تاریخ دمشق ابن عساکر المتوفی سنہ ۵۷۱ لیکن متاخرین مین ان روایات کا سب سے بڑا خزانہ یہ دو کتابین ہین، کتاب الدلائل ابو نعیم اصفہانی المتوفی سنہ ۴۳۰ھ اور کتاب الدلائل، امام بیہقی المتوفی سنہ ۴۳۰ھ۔

ان بزرگون کے بذات خود معتبر اور مستند ہونے مین کسی کو کم کلام ہے، جو کچھ کلام ہے وہ اس مین ہے کہ انھون نے ہر قسم کے راویون سے ہر قسم کی روایتین نقد اور تمیز کے بغیر اخذ کین، اور انکو کتابون کے اوراق مین مدون کر دیا، اور عام لوگون نے ان مصنفین کی عظمت اور جلالت کو دیکھکر ان روایتون کو قبول کر لیا، حالانکہ

اُن مین نہ صرف ضیعف اور کمزور بلکہ موضوع حدیثین تک موجود ہین، اور اُن کے سلسلۂ روایت مین ایسے راوی آتے ہین جنکو محدثین کے دربار مین صفِ نعال مین بھی جگہ نہین ملسکتی، اِن مصنفین نے یہ سمجھکر کہ چونکہ ہر واقعہ کا سلسلۂ روایت لکھ دیا گیا ہے اور لوگ اس سلسلۂ روایت کو دیکھکر صحیح اور غلط سچی اور جھوٹی روایت کا خود فیصلہ کرلین گے، ان روایتون کی تدوین مین ضروری احتیاطین مدِ نظر نہین رکھین، یا یون کہو کہ عشقِ نبوی نے فضائل و مناقب کی کثرت کے شوق مین ہر قسم کی روایتون کے قبول کرنے پر اُن کو آمادہ کر دیا، حالانکہ خود یہی جذبۂ عشق اور یہی ولولۂ شوق تھا کہ ثقات محدثین اور علم حدیث کے اکابر کو روایتون اور راویون کے نقد اور بحث مین اس قدر سخت گیر بنا دیا تھا کہ وہ ایک لفظ بھی تحقیق اور کاوش کے بغیر آنحضرت صلعم کی طرف منسوب کرنا گناہِ عظیم سمجھتے تھے اور من کذب علی متعمدًا کی دار وگیر سے ہمیشہ ڈرتے اور کانپتے رہتے تھے، محدث ابن مندہ نے کتاب الدلائل کے مصنف حافظ ابونعیم اصفہانی کی نسبت نہایت سخت الفاظ استعمال کئے ہین، علامۂ ذہبی میزان الاعتدال مین ان دونون معاصرین کے درمیان محاکمہ کرتے ہوئے لکھتے ہین۔

لا اعلم لهما ذنبا اکثر من روایتهما الموضوعات ساکتین عنها (ترجمہ ابونعیم)	مجھے ان دونون کا اس سے زیادہ کوئی گناہ معلوم نہین کہ وہ موضوع روایتون کو خاموشی کے ساتھ روایت کرجاتے ہین۔

لیکن ثقات محدثین کی بارگاہ مین یہ کوئی معمولی گناہ ہی؟ یہی انکی خاموشی خدا اُنھین معاف کرے، آج ہزارون لاکھون مسلمانون کی گمراہی کی بنیاد بن گئی ہے۔

اس سے زیادہ مصیبت یہ ہے کہ ہمارے علماے رجال نے زیادہ تر ان راویون کی بحث و تدقیق کی ہی جو پہلی تین صدیون مین تھے، اس لیے چوتھی اور پانچوین صدی کے رواۃ اور رجال کے نام و نشان ہماری موجودہ اسماء الرجال کی کتابون مین بہت کم ملتے ہین، اگر تراجم و انساب مین اُن کے کچھ حالات مل بھی جاتے ہین تو محدثانہ حیثیت سے اُن پر نقد و تبصرہ نہین ملتا، اِس لیے ان بزرگون کے شیوخ اور راویون مین مجہول الحال اشخاص کی بھی کمی نہین، اس بنا پر ان کتابون کی روایتون کی تنقید کرنا نہایت مشکل ہی۔

اسلام مین میلاد کی مجلسون کا رواج غالباً چوتھی صدی سے ہوا ہے، تتبع سے یہ ثابت ہوا کہ ان روایتون کا بڑا حصہ انہین کتابون کے ذریعہ سے پھیلا ہی، جو ان مجالس کی غرض سے وقتاً فوقتاً لکھی گئین۔ اور جنکے بکثرت حوالے مواہب لدنیہ مین جا بجا آتے ہین۔

علامہ سیوطی کی **خصائص کبریٰ** جو حیدرآباد مین چھپ گئی ہے، معجزات کے موضوع پر سب سے زیادہ مبسوط ہے اور جامع تالیف ہی، علامہ ممدوح نے صحاح ستہ کے علاوہ، احمد سعید بن منصور، طیالسی، ابن ابی شیبہ، حاکم، ابو یعلی، بلکہ ان سے بھی فروتر، بیہقی، ابو نعیم، بزار، ابن سعد، طبرانی، دارمی، بلکہ غیر محتاط مصنفون مثلاً ابن ابی الدنیا، ابن شاہین، ابن ابی النجا، ابن مندہ، ابن مردویہ، ابن عساکر، دیلمی، خرائطی، خطیب وغیرہ کی کتابون کو اپنا ماخذ بنایا، قوی اور ضعیف اور صحیح و غلط ہر قسم کے واقعات کا انبار لگا دیا اور مختلف دفترون مین جو کچھ پھیلا تھا انکو خصائص کی دو جلدون مین یکجا کر دیا، تاہم مصنف کو یہ فخر ہے جیسا کہ دیباچہ مین تصریح کی ہے کہ "اس تالیف مین موضوع اور بے سند روایتون سے اگرچہ احتراز کیا گیا ہے لیکن ضعیف روایتین جن کی سندین ہین وہ داخل کر لی گئی ہین۔"

غور کے قابل امر یہ ہے کہ بلا امتیاز بھلی بُری کسی سند کا موجود ہونا، روایت کی معتبری کی حجت کیونکر ہو سکتی ہے؟ اس سے زیادہ یہ ہے کہ کتاب مین صحیح و غلط، قوی اور ضعیف مشہور و منکر ہر قسم کی روایتون کو اُن کے درجہ اور مرتبہ کے ذکر کے بغیر پہلو بہ پہلو وہ لکھتے چلے گئے ہین، اس لیے عام ناظرین کو یہ پتہ نہین لگتا کہ اس انبار خانہ مین جہان جواہرات کا خزانہ ہے وہین خزف ریزدن کا بھی ڈھیر لگا ہے، پوری کتاب مین شاید دس بیس مقام سے زیادہ نہین جہان مصنف نے اپنی روایتون کے درجۂ استناد کا پتہ دیا ہو، اس سے زیادہ یہ کہ بعض واقعات کے متعلق باوجود انکی شدید روایت پرستی کے، انکو بتحقیق معلوم تھا کہ یہ صحیح نہین، تاہم چونکہ وہ پہلی کتابون مین مندرج تھے، انکی نقل سے احتراز نہین کیا، چنانچہ آنحضرت صلعم کی ولادت کے موقع پر عام کتب میلاد مین جو عجیب و غریب واقعات مذکور ہین انکو تمامہا دلائل ابو نعیم سے نقل کر کے آخر مین لکھتے ہین:۔

هذا الاثر والاثران قبله فيها نكارة شديدة ولم

اس روایت اور اس سے پہلے دو روایتون مین سخت نامعتبر و منکر

اوردفی کتابی ھذا اشد نکارۃ منھا ولم تکن نفسی تطیب بایرادھا، لکن تبعت الحافظ ابا نعیم فی ذلک (خصائص جلد اوّل صفحہ ۴۹)

باتین ہین اور مین نے اپنی کتاب مین اس سے زیادہ ناقابل اعتبار روایتین نہین لکھین، میرا دل انکے لکھنے کو نہین چاہتا تھا۔ لیکن حافظ ابونعیم کی پیروی کرکے لکھدین۔

ایک اور جگہ خطیب کی ایک کتاب سے وفد نجران کے متعلق ایک واقعہ نقل کرتے ہین، حالانکہ وہ خود اس روایت کو بے اعتبار سمجھتے ہین، چنانچہ لکھتے ہین،

واخرج الخطیب فی المتفق والمفترق بسند فیہ مجاھیل (جلد ۲ صفحہ ۲۵)

خطیب نے متفق اور مفترق مین ایسی سند سے جس مین مجہول الحال راوی ہین، بیان کیا ہے،

ایک اور مقام پر ایک گدھے کا واقعہ نقل کرتے ہین، جو گدھے کی صورت مین ایک جن تھا، اور آپ کی سواری مین آنے کا مشتاق تھا، یہ لوگون کے گھرون مین جاکر اشارہ سے اُنکو بلالاتا تھا، یہ عجیب جانور آپ کو خیبر مین ملا تھا، اُسنے آنحضرت صلعم کو یہودیون کے مظالم کی داستان سنائی اور جب آپ نے وفات پائی تو فرطِ غم سے اپنے کو کوئین مین گراکر جان دیدی، حافظ سیوطی نے ابن عساکر سے یہ واقعہ خصائص مین نقل کیا ہے، اور اس پر بے تعرض کئے گذرگئے ہین، حالانکہ بعینہ اسی واقعہ کے متعلق ابن حبان کے حوالہ سے اپنی دوسری تصنیف اللالی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ مین لکھتے ہین کہ "یہ سرتاپا موضوع ہے"۔

محدث **صابونی** نے معجزہ کی ایک روایت لکھکر پھر خود ہی اس پر یہ جرح کی ہے کہ "اسکی سند اور متن دونون غریب ہین" بایں ہمہ وہ اُس کے متعلق آخری راے یہ ظاہر کرتے ہین کہ

ھو فی المعجزات حسن، (زرقانی جلد ۱ ص ۱۲۰ و خصائص سیوطی جلد ۱ صفحہ ۵۳)

معجزات مین وہ حسن (اچھی) ہے۔

اس پر علامۂ زرقانی شرح مواہب مین لکھتے ہین :-

لان عادۃ المحدثین التساھل فی غیر الاحکام والعقائد (جلد ۱ ص ۱۷۲)

یہ اس لیے کہ محدثین کی عادت ہے کہ عقائد اور احکام کے علاوہ دیگر روایتون مین وہ نرمی برتتے ہین۔

لیکن کیا یہ اصول صحیح ہی؟ اور من کذب علی متعمداً کی تہدید سے خالی ہے؟ معجزات ہون یا فضائل، ضرور ہی کہ آپکی طرف جس چیز کی نسبت بھی کیجاے وہ شک وشبہ سے پاک ہو، جیسا کہ امام نووی، حافظ عسقلانی، ابن جماعہ طیبی، بلقینی اور علامہ عراقی نے اپنی اپنی تصنیفات مین اُسکی تصریح کی ہے،

معجزات کے متعلق غلط اور موضوع روایتون کے پیدا ہونے کے اسباب

۱- ان روایات کے پیدا ہونے کا بڑا سبب یہ ہے کہ مقبولیتِ عام کی بنا پر یہ کام واعظون اور میلاد خوانون کے حصہ مین آیا، چونکہ یہ فرقہ علم سے عموماً محروم ہوتا ہے اور صحیح روایات تک اسکی دسترس نہین ہوتی، اور ادھر گرمیِ محفل اور شورِ احسنت کے لیے اس کو دلچسپ اور عوام فریب باتون کے بیان کرنے کی ضرورت پیش آئی، اس لیے لامحالہ ان کو اپنی قوتِ اختراع پر زور دینا پڑا، ان مین جو کسی قدر محتاط تھے انہون نے اُن کو لطائفِ صوفیانہ اور مضامین شاعرانہ مین ادا کیا، سننے والون نے انکو روایت کی حیثیت دیدی، یا بعد کو انہین بیانات نے روایت کی حیثیت اختیار کرلی، اور جو نڈر اور بے احتیاط تھے، انہون نے یہ پردہ بھی نہین رکھا، بلکہ ایک سند جوڑکر انہون نے براہ راست اُسکو حدیث وخبر کا مرتبہ دیدیا، حافظ سیوطی، علامہ ابن جوزی کی کتاب الموضوعات کے حوالہ سے لکھتے ہین۔

القصاص ومعظم البلاء منهم يجري لانهم يريدون احاديث تنفق وترقق والصحاح يقل فيه هذا، ثم ان الحفظ يشق عليهم ويتفق عدم الدين وهم بحضرهم جهال، (آخر کتاب اللآلی المصنوعہ)

جھوٹی حدیثین بنانے والون مین ایک واعظون کا گروہ ہو اور سب بڑی مصیبت انہین سے پیش آتی ہو کیونکہ وہ ایسی حدیثین چاہتے ہین جو مقبول عام اور موثر ہوسکین اور صحیح حدیثون مین یہ بات نہین اسکے علاوہ صحیح حدیثون کا یاد رکھنا انکو مشکل ہو اسکے ساتھ انہین دینداری نہین ہوتی اور انکی مخاطب زیادہ تر جاہل ہوتے ہین

چنانچہ فضائل ومناقب، عذاب وثواب بہشت ودوزخ، وقائعِ میلاد، اور معجزات ودلائل کا جو جعلی دفتر پیدا ہوگیا ہے وہ زیادہ تر انہین جاہلون کا ترتیب دیا ہوا ہے۔

علامہ ابن قتیبہ المتوفی ۲۷۶ھ تاویل مختلف الحدیث مین جو اب مصر مین چھپ گئی ہے، لکھتے ہین کہ احادیث

ؔ دیکھو موضوعات ملا علی قاری صفحہ ۹ مطبوعہ مجتبائی دہلی۔

درروایات مین فساد تین راستون سے آیا، من جملہ اُن کے ایک راستہ واعظین ہین۔

والقصاص فانھم یمیلون وجوہ العوام الیھم	اور واعظین، کیونکہ وہ عوام کا رخ اپنی طرف پھیرنا چاہتے ہین، اور جو کچھ
ویستدرون ماعندھم بالمناکیر والغرائب	اُنکے پاس ہی اسکو لغو، منکر اور عجیب وغریب باتین بیان کرکے
والاحادیث، ومن شان العوام ملازمۃ	وہ وصول کرتے ہین، اور عوام کی حالت یہ ہو کہ وہ اسی وقت تک
القصاص مادام یاتی بالعجائب الخارجۃ	ان واعظین کے پاس بیٹھتے ہین جب تک وہ خارج از عقل باتین
عن العقل،	بیان کیا کرتے ہین۔

آپ کی برتری اور جامعیت کا تخیل،

۲- اِن روایات کے پیدا ہونے کا دوسرا سبب یہ ہوا کہ مسلمانون کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل الانبیاء ہین، آپ کامل ترین شریعت لیکر مبعوث ہوئے ہین، آپ تمام محاسن کے جامع ہین۔ یہ اعتقاد بالکل صحیح ہے، لیکن اس کو لوگون نے غلط طور پر وسعت دیدی، اور انبیائے سابقین کے تمام معجزات کو آنحضرت صلعم کی ذات مین جمع کردیا، اور وہ اس اعتقاد کی بدولت تمام مسلمانون مین پھیل گئے، بیہقی اور ابونعیم نے دلائل مین، اور سیوطی نے خصائص مین علانیہ دوسرے انبیاء کے معجزات کے مقابل مین انھین کے مثل آپکے معجزات بھی ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر نکالے ہین، اور ثابت کرنا چاہا ہے کہ جس طرح آپ کی تعلیم تمام انبیاء کی تعلیمات کا عطر، خلاصہ اور مجموعہ ہی اسی طرح آپکے معجزات بھی تمام دیگر انبیاء کے معجزات کا مجموعہ ہی، اور جو کچھ عام انبیاء سے متفرق طور پر صادر ہوا، وہ تمام کا تمام مجموعاً آپ سے صادر ہوا، ظاہر ہے کہ اس مماثلت اور مقابلہ کے لیے تمامتر صحیح روایتین دستیاب نہین ہوسکتین، اس لیے لوگون نے انھین ضعیف اور موضوع روایتون کے دامن مین پناہ لی، کہین شاعرانہ تخیل کی بلند پروازی اور نکتہ آفرینی سے کام لیا، مثلاً حضرت آدمؑ کو اللہ تعالیٰ نے تمام اسماء کی تعلیم کی، دیلمی نے مسند الفردوس مین روایت کی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی تمام اسماء کی تعلیم دی، حضرت ادریسؑ کے متعلق قرآن مین ہو کہ خدا نے انکو بلند جگہ مین اُٹھایا، لیکن رسول اللہ صلعم کی بلندی اس سے بھی آگے قاب قوسین تک ہوئی، حضرت نوحؑ کی طوفان کی دعاء اگر قبول ہوئی تو آپ کی قحط کی دعاء قبول ہوئی، حضرت صالحؑ کے لیے اونٹنی معجزہ تھی، تو آنحضرت صلعم سے اونٹ نے باتین کین،

حضرت ابراہیم آگ مین نہ جلے، آپ سے بھی آتشین معجزے صادر ہوے، حضرت اسمٰعیلؑ کے گلے پر اگر چھری رکھی گئی تو آپ کا بھی سینہ چاک کیا گیا، حضرت یعقوبؑ سے بھیڑیے نے گفتگو کی، روایت کی گئی ہے کہ آپ سے بھی بھیڑیا ہمکلام ہوا، ابونعیم مین حکایت ہی کہ حضرت یوسفؑ کو حسن کا آدھا حصہ عطا ہوا، لیکن آنحضرت صلعم کو پورا حصہ دیا گیا، حضرت موسیٰ کے لیے پتھر سے نہرین جاری ہوئین تو آپ کی انگلیون سے پانی بہا حضرت موسیٰ کی لکڑی معجزہ دکھاتی تھی تو آپ کے فراق مین بھی چھوہارے کا درخت رویا اور چھوہارے کی خشک ٹہنی تلوار بنگئی، حضرت موسیٰؑ کے لیے بحراحمر شق ہوا، تو آپ کے لیے معراج مین آسمان وزمین کے درمیان کا دریائے فضا بیچ سے پھٹ گیا، یوشع کے لیے آفتاب ٹھرادیاگیا تو آپ کے اشارہ سے آفتاب ڈوب کر نکلا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گھوارہ مین کلام کیا تھا، یہ روایت وضع کی گئی کہ آپ نے بھی گھوارے مین کلام کیا، اور آپ کی زبان سے پہلے تکبیر و تسبیح کی صدا بلند ہوئی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سب سے بڑا معجزہ مُردون کو زندہ کرنا ہی، اور صرف انھین کے ساتھ مخصوص ہی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی یہ معجزہ منسوب کیا گیا، ایک روایت مین ہی کہ آنحضرت صلعم نے ایک شخص کو اسلام کی دعوت دی، اس نے کہا کہ "جب تک آپ میری لڑکی کو زندہ نہ کردین گے، مین ایمان نہ لاؤنگا" چنانچہ آپ نے اسکی قبر پر جاکر آواز دی، اور وہ زندہ نکل کر باہر آئی، اور پھر چلی گئی، اسی طرح یہ روایت بھی گھڑی گئی ہے، کہ آپ کی والدہ بھی آپ کی دعا سے زندہ ہوئین، اور آپ پر ایمان لائین۔

غیبی آوازون اور پیشینگوئیون سے نبوت کی تصدیق کا شوق۔

۲- قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہی کہ انبیاء کے گذشتہ صحیفون مین آنحضرت صلعم کے ظہور کی پیشینگوئیان ہین، اور اُن کے مطابق یہود و نصاریٰ کو ایک آنے والے پیغمبر کا انتظار تھا، اس واقعہ کو دروغگو راویون نے یہان تک وسعت دی کہ یہودیون کو دن، تاریخ، سال، وقت اور مقام سب کچھ معلوم تھا، چنانچہ ولادت نبوی سے قبل علماے یہود ان سب کا پتہ بتایا کرتے تھے، اور عیسائی راہبون کو تو ایک ایک خط و خال معلوم تھا بلکہ پُرانے گھرانون اور دیرون اور کنیسون مین ایسی مخفی کتابین موجود تھین جنمین آپ کا تمام حلیہ لکھا تھا، اور اگلے

لوگ اُن کو بہت چھپا چھپا کر رکھتے تھے، بلکہ بعض دیرون مین تو آپ کی تصویر تک موجود تھی، توراۃ و انجیل مین آنحضرت صلعم کے متعلق بعض پیشینگوئیان حقیقت مین موجود تھین، اور وہ آج بھی ہین، لیکن وہ استعارات و کنایات اور مجمل عبارتون مین ہین، اُن کو ضعیف و موضوع روایتون مین صاف صاف آپ کے نام و مقام کی تخصیص و تعیین کے ساتھ پھیلایا گیا۔

عرب مین بتخانون کے مجاور اور کاہن تھے، جو فال کھولتے تھے اور پیشینگوئیان کرتے تھے، اونکا ذریعہ علم جنات اور شیاطین تھے، چنانچہ جب آپ کے قرب ولادت کا زمانہ آیا تو عموماً بتخانون سے اور بتون کے پیٹ سے آوازین سنائی دیتی تھین، کاہن مقفی اور مسجع فقرون مین، اور جنات شعرون مین یہ خبر سنایا کرتے تھے کہ محمد صلعم کی پیدایش کا زمانہ قریب آگیا، یمن کے ایک بادشاہ کی طرف آپ کی منقبت مین پورا ایک قصیدہ منسوب کیا گیا، ملوک یمن، شاہانِ فارس اور قریش کے اکابر نے آپ کو خواب مین دیکھا، پتھرون پر اسم مبارک لوگون کو منقوش نظر آتا تھا، قریش کا مورث اعلیٰ کعب بن لوئی ہر جمعہ کو اپنے قبیلہ کے لوگون کو پکار کر اُن کے سامنے خطبہ دیتا تھا جسمین مسجع فقرون اور شعرون مین آپ کے ظہور کی خوشخبری ہوتی تھی، مکہ کے لوگ احبار اور راہبون کی زبان سے محمد آپ کا نام سنکر اپنے بچون کا یہی نام رکھتے تھے، کہ شاید یہی پیغمبر ہو جائے، مدینہ کے لوگون کو انھین یہودیون کی زبانی یہ معلوم ہوچکا تھا کہ شہر یثرب آپ کا دارالہجرۃ ہوگا، اس لیے وہ آپ کے ورود کے منتظر تھے، سطیح کاہن کا آپ کی پیشینگوئی مین ایک طویل افسانہ ہے، لیکن اس دفتر کا بڑا حصہ موضوع اور جعلی ہے اور باقی نہایت ضعیف اور کمزور، اور ان مین جو ایک آدھ صحیح ہے وہ پہلے گذر چکا ہے۔

شاعرانہ تخیل کو واقعہ سمجھ لینا

۴۔ آنحضرت صلعم کی پیدائش عالم کی رحمت کا باعث تھی، اس لیے کائنات کا فخر و ناز اس پر بجا ہوسکتا ہے، اگلے واعظون اور میلاد خوانون نے اس واقعہ کو شاعرانہ انداز مین اس طرح ادا کیا کہ آمنہ کا کاشانہ نور سے معمور ہوگیا، جانور خوشی سے بولنے لگے، پرندے تہنیت کے گیت گانے لگے، مغرب کے چرندون اور پرندون نے مشرق کے چرندون اور پرندون کو مبارکباد دی، مکہ کے سوکھے درختون مین بہار آگئی، ستارے زمین پر جھک گئے، آسمانون کے دروازے کھل گئے، فرشتون نے ترانۂ مسرت بلند کیا، انبیاء نے روئے روشن کی زیارت کی، فرشتون نے بچہ کو

آسمان وزمین کی سیرکرائی، شیطانون کی فوج پابہ زنجیر کی گئی، پہاڑ غرور سے اونچے ہوگئے، دریا کی موجین خوشی سے اچھلنے لگین، درختون نے سرسبزی کے نئے جوڑے پہنے، بہشت وجنت کے ایوان نئے سروسامان سے سجائے گئے وغیرہ، بعد کے واعظون اور میلادخوانون نے اس شاعرانہ اندازبیان کو واقعہ سمجھ لیا، اور یہ روایت تیار ہوگئی۔

آیندہ کے واقعات کو اشارات مین ولادت کے موقع پر بیان کرنا

۵- آنحضرت صلعم کے عہدِ رسالت مین یا بعد کو جو اہم واقعات ظہورپذیر ہوئے انکا وقوع آنحضرت صلعم کی ولادت کے زمانہ مین تسلیم کرلیا گیا ہی، اور انکو بحیثیت معجزہ کے آیندہ واقعات کا پیش خیمہ بنالیا گیا ہے، مثلاً آپ کے زمانہ مین بت پرستی کا استیصال ہوگیا، کسریٰ وقیصر کی سلطنتین فنا ہوگئین، ایران کی آتش پرستی کا خاتمہ ہوگیا، شام کا ملک فتح ہوا، ان واقعات کو معجزہ اس طرح بنایا گیا کہ جب آپ کی ولادت ہوئی تو کعبہ کے تمام بت سرنگون ہوگئے، قصرِ کسریٰ کے کنگرے ہل گئے، آتشکدہ فارس بجھ کے رہ گیا، نہر ساوہ خشک ہوگئی، ایک نور چمکا جس سے شام کے محل نظر آنے لگے۔

معجزات کی تعداد بڑھانے کا شوق

۶- بعض واقعات ایسے ہین جنکو کسی حیثیت سے معجزہ نہین کہا جاسکتا، لیکن تکثیرِ معجزات کے شوق مین ذرا سا بھی کسی بات مین اعجوبہ پن انکو نظر آیا، تو اس کو مستقل معجزہ بنالیا، مثلاً حضرت عائشہ رضؓ سے ایک روایت ہے اور وہ مسند امام احمد بن حنبل مین بھی مذکور ہے کہ آپ کے گھر مین کوئی پالو جانور تھا، جب آپ اندر تشریف لاتے تو وہ نہایت سکون واطمینان کے ساتھ ایک جگہ بیٹھا رہتا تھا، اور جب آپ باہر چلے جاتے تو ادھر ادھر دوڑنے لگتا تھا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حیوانات کو بھی آپ کی جلالتِ قدر اور حفظِ مراتب کا پاس تھا، اور وہ آپ کی عظمت وشان سے واقف تھے، لیکن درحقیقت یہ کوئی معجزہ نہین، بلکہ عام لوگون سے بھی بعض جانور اسی طرح ہل مل جاتے ہین۔

صحیح بخاری ومسلم مین ہے کہ حضرت جابرؓ سخت بیمار تھے، آنحضرت صلعم انکی عیادت کو گئے تو وہ بیہوش تھے، آنحضرت صلعم نے وضو کرکے ان کے منہ پر پانی چھڑکا تو انکو ہوش آگیا، یہ ایک معمولی واقعہ ہے، مگر کتبِ دلائل کے مصنفین نے اس کو بھی معجزہ قرار دیدیا ہے[لہ]۔

لہ خصائص کبریٰ، سیوطی جلد دوم، ص ۷۱ حیدرآباد

اسی طرح یہ روایت کہ آنحضرت صلعم مختون پیدا ہوئے تھے یہ روایت متعدد طریقون سے مروی ہی، مگر ان مین سے کوئی طریقہ بھی ضعف سے خالی نہین ہے، حاکم نے متدرک مین لکھا ہے کہ آپ کا مختون پیدا ہونا متواتر روایتون سے ثابت ہے، اس پر علامۂ ذہبی نے تنقید کی ہے کہ تواتر تو کجا صحیح طریقہ سے ثابت بھی نہین (مستدرک باب اخبار النبیؐ) اور بقول علامۂ ابن قیم (زاد المعاد) اگر یہ ثابت بھی ہو تو یہ آنحضرت صلعم کی کوئی فضیلت نہین ہی کیونکہ ایسے بچے اکثر پیدا ہوئے ہین،

روایات صحیحہ مین ہے کہ آنحضرت صلعم جب دعا کے لیے ہاتھ اُٹھاتے تھے یا سجدہ مین جاتے تھے تو آپ کی بغل کی سپیدی نظر آتی تھی، یہ ایک معمولی بات ہے، مگر محب طبری، قرطبی اور سیوطی وغیرہ نے اس کو بھی معجزہ اور آپ کا خاصّہ قرار دیا ہے۔

معجزات کی تعداد بڑھانے کے شوق مین کتب دلائل کے مصنفین نے یہ بھی کیا ہے کہ ایک ہی واقعہ کی روایت مین اگر مختلف سلسلہ سند کے راویون مین باہم موقع، مقام یا کسی اور بات مین ذرا سا بھی اختلاف نظر آیا تو اس کو چند واقعہ قرار دیدیا، مثلاً ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک اونٹ جو دیوانہ ہو گیا تھا یا بگڑ گیا تھا، آنحضرت صلعم جب اس کے پاس گئے تو اس نے مطیعانہ سر ڈال دیا، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ، جب جانور آپ کے سامنے سر جھکاتے ہین تو ہمکو انسان ہو کر تو ضرور آپ کے سامنے سربسجود ہونا چاہیے۔ آپ نے فرمایا "اگر مین کسی انسان کو سجدہ کرنا روا رکھتا تو بیوی کو کہتا کہ وہ شوہر کو سجدہ کرے" یہ ایک ہی واقعہ ہی جو ذرا ذرا سے اختلاف بیان کی بنا پر چودہ پندرہ واقعہ بن گیا ہے۔

الفاظ کی نقل مین بے احتیاطی

۷- ان کتابون مین بعض معجزات ایسے مذکور ہین جنکی اصل صحاح مین مذکور ہی اور اس طرح مذکور ہی کہ وہ کوئی معجزہ نہین، بلکہ معمولی واقعہ ہی لیکن نیچے درجہ کی روایتون مین بے احتیاط راویون نے الفاظ کے ذرا الٹ پھیر سے اس کو معجزہ قرار دیدیا، صحاح کی متعدد روایتون مین ہے کہ شانۂ مبارک پر اُبھرا ہوا گوشت تھا جسکو "خاتم نبوت" کہتے تھے، اور آپ کی انگشت مبارک مین جو نقرئی خاتم (چاندی کی انگوٹھی) تھی اس پر محمد رسول اللہ منقوش تھا،

بے احتیاط راویون نے ان دونون واقعون کو ملادیا، اور اس طرح واقعہ کی صورت حاکم کی تاریخ نیشاپور، ابن عساکر کی تاریخ دمشق، اور ابونعیم کے دلائل مین جاکریون ہوجاتی ہے کہ پشتِ مبارک کے گوشت کی خاتمِ نبوت پر کلمہ وغیرہ کی عبارتین لکھی تھین،

مشہور عام دلائل ومعجزات کی روایتی حیثیت

دلائل ومعجزات کے باب مین موضوع، منکر، ضعیف، غرض ہر قسم کی قابلِ اعتراض روایات کا اتنا بڑا انبار ہے کہ اگر ایک ایک کرکے اس کی جانچ پڑتال کیجائے تو ایک مستقل ضخیم جلد تیار ہوجائے، لیکن یہان اس کا موقع نہین، اس لیے ہم صرف ان روایتون کی تنقید پر قناعت کرتے ہین، جو عام طور سے ہمارے ملک مین مشہور ہین اور میلاد کی محفلون مین انکو بصد شوق و ذوق پڑھا اور سنا جاتا ہے۔

۱- اس سلسلہ مین سب سے پہلے یہ روایت آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوح وقلم، عرش وکرسی، جن وانس غرض سب سے پہلے نورِ محمدی کو پیدا کیا، اور پھر لوح وقلم، عرش وکرسی آسمان وزمین، ارواح وملئکہ سب چیزین اسی نور سے پیدا ہوئین" اس کے متعلق اوّل ماخلق اللہ نوری" یعنی سب سے پہلے خدا نے میرا نور پیدا کیا" کی روایت عام طور سے زبانون پر جاری ہے، مگر اس روایت کے موضوع ہونے پر سب محدثین کا اتفاق ہے، البتہ ایک روایت مصنف عبدالرزاق مین ہے یاجابر اوّل ماخلق اللہ نور نبیک من نورہ اے جابر سب سے پہلے خدا نے تیرے پیغمبر کا نور اپنے نور سے پیدا کیا، اس کے بعد ذکر ہے کہ اس نور کے چار حصّے ہوے اور انھین سے لوح وقلم عرش وکرسی، آسمان وزمین اور جن وانس کی پیدایش ہوئی۔

زرقانی وغیرہ نے اس روایت کو نقل کیا ہے، مگر افسوس ہے کہ اسکی سند نہین لکھی، ہندوستان مین مصنف عبدالرزاق کی گو دوسری جلد ملتی ہے، مگر پہلی نہین ملتی، دوسری جلد دیکھی گئی اس مین یہ حدیث مذکور نہین، اس لیے اس روایت کی تنقید نہ ہوسکی، اور چونکہ کتاب مذکور مین صحیح حدیثون کے ساتھ ساتھ موضوع حدیثین تک موجود ہین اور فضائل ومناقب مین اسکی روایتون کا کم اعتبار کیا جاتا ہے اس لیے اصولی حیثیت سے اس روایت کے تسلیم کرنے مین مجھے پس وپیش ہے، اس تردد کو قوت اس سے اور بھی زیادہ ہوتی ہے کہ صحیح احادیث مین مخلوقات الٰہی

مین سب سے پہلے "قلمِ تقدیر" کی پیدائش کا تصریحی بیان ہے کہ اوّل مَاخلق اللّٰہ القلم،

۲- روایتون مین ہے کہ یہ نور پہلے ہزار دن برس سجدہ مین پڑا رہا، پھر حضرت آدمؑ کے تیرۂ و تار جسم کا چراغ بنا، پھر آدم نے مرتے وقت شیث کو اپنا وصی بناکر یہ نور اُن کے سپرد کیا، اسی طرح یہ درجہ بدرجہ ایک سے دوسرے پیغمبر کو سپرد ہوتا ہوا، حضرت عبد اللّٰہ کو سپرد ہوا، اور حضرت عبد اللّٰہ سے حضرت آمنہؓ کو منتقل ہوا، نور کا سجدہ مین پڑا رہنا اور اس کا موجود ہونا بالکل موضوع ہے اور نور کا ایک دوسرے وصی کو درجہ بدرجہ منتقل ہوتا رہنا بے سر و پا ہے

طبقات ابن سعد اور تفسیر ابن جریر مین اس آیت پاک

الَّذِی یَرٰاكَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَ تَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ (شعراء) — وہ خدا جو تجکو دیکھتا ہے جب تو (تہجد کی نماز مین) کھڑا ہوتا ہے اور سجدہ کرنیوالون مین تیرے الٹ پھیر کو بھی دیکھتا ہے۔

کی تفسیر مین حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہو کہ آنحضرت صلعم کا پیغمبرون مین پشت بہ پشت منتقل ہونا خدا دیکھ رہا تھا، لیکن اوّل تو پوری آیت کے الفاظ اور سیاق و سباق اس مطلب کا ساتھ نہین دیتے اور دوسرے یہ روایت اعتبار کے قابل نہین۔

۳، روایت ہے کہ "یہ نور جب (بلوغ کے وقت) عبد المطلب کو سپرد ہوا تو وہ ایک دن خانہ کعبہ مین سوئے تھے سو کر اُٹھے تو دیکھا کہ اُنکی آنکھون مین سرمہ اور بالون مین تیل لگا ہے، اور بدن پر جمال و رونق کا خلعت ہے یہ دیکھکر وہ ششدر رہ گئے، آخر کار ان کے باپ اُن کو قریش کے ایک کاہن کے پاس لے گئے، اُس نے کہا کہ آسمانون کے خدا نے اجازت دی ہے کہ اس لڑکے کا نکاح کر دیا جائے، اس نور کے اثر سے عبد المطلب کے بدن سے مشک کی خوشبو آتی تھی، اور وہ نور انکی پیشانی مین چمکتا تھا، قریش پر قحط وغیرہ کی جب کوئی مصیبت آتی تھی تو اس نور کے وسیلے سے وہ دعا مانگتے تھے تو قبول ہوتی تھی،،

یہ روایت ابو سعد نیشاپوری المتوفی ۴۰۶ھ نے اپنی کتاب شرف المصطفےٰ مین ابو بکر بن ابی مریم کے واسطے سے کعب احبار (نو مسلم یہودی) تابعی سے نقل کی ہے، اوّل تو یہ سلسلہ ایک تابعی تک موقوف ہے، آگے کی سند نہین علاوہ ازین

ل صحیح بخاری

کعب احبار گو مسلم اسرائیلیون مین سب سے بہتر سمجھے جاتے ہین، تاہم امام بخاری ان کے کذب کا تجربہ بیان کرتے ہین
اسلام مین اسرائیلیات اور عجیب وغریب حوادث کی روایات کے سرچشمہ یہی ہین، بیچ کا راوی ابوبکر بن ابی مریم
باتفاق محدثین ضعیف ہی، ان کا دماغ ایک حادثہ کے باعث ٹھیک نہین رہا تھا،

۴ - ابونعیم، حاکم، بیہقی اور طبرانی مین ایک اور **روایت** ہی کہ عبدالمطلب یمن گئے تھے، وہان ایک کاہن اُنکے
پاس آیا، اور اُن کی اجازت سے اُن کے دونون نتھنون کو دیکھکر بتایا کہ ایک مین نبوت اور دوسرے مین بادشاہی
کی علامت ہی۔ تم بنو زہرہ کی کسی لڑکی سے جاکر شادی کرو، ان مضمون کا مشترک راوی عبدالعزیز بن عمران الزہری اسکی
نسبت میزان مین ہے کہ امام بخاری نے کہا "اسکی حدیث نہ لکھی جائے" نسائی نے کہا "متروک ہی" یحیی نے کہا
"یہ شعر وشاعری کا آدمی ہے، ثقہ نہ تھا"، عبدالعزیز کے بعد کا راوی اس مین یعقوب بن زہری ہے جس کی نسبت
ابن معین کہتے ہین کہ "اگر ثقات سے روایت کرے تو خیر لکھو" ابوزرعہ نے کہا "وہ کچھ نہین وہ واقدی کے قریب ہے"
امام احمد نے کہا "وہ کچھ نہین، اسکی حدیث لاشے کے برابر ہے" ساجی نے کہا "وہ منکر الحدیث ہے" علاوہ ازین
اس روایت مین بعض اور مجہول بھی ہین، حاکم نے مستدرک مین اس کو روایت کیا ہے، لیکن امام ذہبی نے نقد
مستدرک مین یعقوب اور عبدالعزیز دونون کو ضعیف کہا ہے،

۵ - روایت ہی کہ "حضرت عبداللہ کی پیشانی مین جب یہ نور چمکا تو ایک عورت جو کاہنہ تھی اُس نے اِس
نور کو پہچانا اور چاہا کہ وہ خود عبداللہ سے ہمبستر ہو کر اس نور کی امین بنجائے، مگر یہ سعادت اُسکی قسمت مین نہ تھی
اس وقت عبداللہ نے عذر کیا اور گھر چلے گئے، وہان یہ دولت آمنہ کو نصیب ہوئی، عبداللہ نے واپس آکر اس کاہنہ سے
جب خود درخواست کی، تو اس نے رد کردی کہ "اب وہ نور تمھاری پیشانی سے منتقل ہوچکا"

یہ روایت الفاظ اور جزئیات کے اختلاف کے ساتھ ابن سعد، خرائطی، ابن عساکر، بیہقی اور ابونعیم مین مذکور ہی
ابن سعد نے تین طریقون سے اسکی روایت کی ہے، ایک طریقہ مین پہلا راوی واقدی ہے، دوسرے مین کلبی ہی
اور دونون مشہور دروغ گو ہین، تیسرا طریقہ ابویزید مدنی تابعی پر جاکر ختم ہوجاتا ہے، ابویزید مدنی کی اگرچہ بعض ائمہ نے

توثیق کی ہے، مگر مدینہ کے شیخ الکل امام مالک فرماتے ہین کہ "مین اس کو نہین جانتا" ابوزرعہ نے کہا "مجھے نہین معلوم" ابونعیم نے چار طریقون سے اسکی روایت کی ہے، لیکن کوئی ان مین قابل وثوق نہین، ایک طریقہ مین نضر بن سلمہ، اور احمد بن محمد بن عبدالعزیز بن عمرو الزہری، اور یہ تینون نامعتبر ہین، تیسرے سلسلہ مین مسلم بن خالد الزنجی ہین جو ضعیف سمجھے جاتے ہین اور متعدد مجاہیل ہین، چوتھا طریقہ زید بن شہاب الزہری پر ختم ہے، اور وہ اپنے آگے کا سلسلہ نہین بتاتے، اور ان کا حال بھی نہین معلوم، بیہقی کا سلسلہ وہی تیسرا ہے، خرائطی اور ابن عساکر کا یون بھی اعتبار نہین۔

۶۔ حضرت عباسؓ سے روایت کی گئی ہے کہ عبد مناف اور قبیلۂ مخزوم کی دو سو عورتین کنی گئین جنھون نے اس غم مین کہ عبداللہ سے اُن کو یہ دولت حاصل نہ ہوئی وہ مرگئین لیکن اُنھون نے شادی نہ کی (یعنی عمر بھر کواری رہین) اور قریش کی کوئی عورت نہ تھی جو اس غم مین بیمار نہ پڑگئی ہو" یہی حکایت ہے جسکا غلط ترجمہ رد مولفین میلاد نے یہ کیا ہے کہ "اس رات دو سو عورتین رشک وحسد سے مرگئین" یہ روایت سند کے بغیر زرقانی شرح مواہب لدنیہ مین بصیغہ ذُکِرَ یعنی "بیان کیا گیا ہے" مذکور ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خود مصنف کو بھی اسکی صحت مین کلام ہے، یہ درحقیقت بالکل بے سند اور بے اصل روایت ہے اور کسی معتبر کتاب مین اسکا پتہ نہین۔

۷۔ روایت ہے کہ اس رات کو کسریٰ کے محل مین زلزلہ پڑگیا، اور اس کے چودہ کنگرے گر پڑے، اور ساوہ کی نہر (واقع فارس) اور بعض روایتون مین طبریہ کی نہر (واقع شام) خشک ہوگئی، اور فارس کا آتشکدہ، جو ہزارون برس سے روشن تھا، بجھ گیا، اور کسریٰ نے ایک ہولناک خواب دیکھا، جسکی تعبیر یمن کے ایک کاہن سطیح سے دریافت کیگئی" یہ قصہ بیہقی، خرائطی، ابن عساکر اور ابونعیم مین سند اور سلسلۂ روایت کے ساتھ مذکور ہے، ان سب کا مرکزی راوی مخزوم بن ہانی ہے، جو اپنے باپ ہانی مخزومی (قریش) سے جسکی ڈیڑھ سو برس کی عمر تھی بیان کرتا ہے، ہانی کے نام کا کوئی صحابی جو مخزومی قریشی ہو، اور جو ڈیڑھ سو برس کی عمر رکھتا ہو معلوم نہین، اصابہ وغیرہ مین اسی روایت کے سلسلہ مین انکا نام مشکوک طریقہ سے آیا ہے، ان کے صاحبزادہ مخزوم بن ہانی سے

بھی محدثین مین کوئی شناسا نہین، نیچے کے راویون کا بھی یہی حال ہے، یہان تک کہ ابن عساکر جیسے ضعیف روایتون کے سرپرست بھی اس روایت کو غریب کہنے کی جرأت کرتے ہین، اور ابن حجر جیسے کمزور روایتون کے سہارا اور پشت پناہ بھی اس کو مرسل ماننے کو تیار ہین، ابونعیم کی روایت مین محمد بن جعفر بن اعین مشہور وضاع ہی۔

۸ - **روایت** ہے کہ جب آنحضرت صلعم پیدا ہوئے تو حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی مان شفا بنت اوس ولادت کے وقت زچہ خانہ مین موجود تھین وہ کہتی ہین کہ جب آپ پیدا ہوئے تو پہلے غیب سے ایک آواز آئی، پھر مشرق و مغرب کی ساری زمین میرے سامنے روشن ہوگئی، یہان تک کہ شام کے محل مجھکو نظر آنے لگے، مین نے آپ کو کپڑا پہنا کر لٹایا ہی تھا کہ اندھیرا چھاگیا، اور مین ڈر کر کانپنے لگی، پھر داہنی طرف سے کچھ روشنی نکلی تو آواز آئی کہ "کہان لے گئے تھے" جواب ملا کہ "مغرب کی سمت" ابھی کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ پھر وہی کیفیت پیدا ہوئی، مین ڈر کر کانپی اور آواز آئی کہ "کہان لے گئے تھے" جواب ملا کہ "مشرق کی سمت" یہ حکایت ابونعیم مین ہے، اس کے بیچ کا راوی احمد بن محمد بن عبدالعزیز زہری، نامعتبر ہے، اور اس کے دوسرے رواۃ مجہول الحال ہین۔

۹ - **روایت** ہے کہ حضرت آمنہ نے خواب مین دیکھا کہ کوئی ان سے کہہ رہا ہے "اے آمنہ! تیرا بچہ تمام جہان کا سردار ہوگا، جب پیدا ہو تو اس کا نام احمد اور محمد رکھنا، اور یہ تعویذ اس کے گلے مین ڈالنا" جب وہ بیدار ہوئین تو سونے کے پتر پر یہ اشعار لکھے ملے، (اس کے بعد اشعار ہین) یہ قصہ ابونعیم مین ہے جس کا راوی ابوغزیہ محمد بن موسیٰ انصاری ہے جسکی روایتون کو امام بخاری منکر کہتے ہین، ابن حبان کا بیان ہے کہ وہ دوسرون کی حدیثین چرایا کرتا تھا، اور ثقات سے موضوع روایتین بنا کر بیان کیا کرتا تھا، متاخرین مین حافظ عراقی نے اس روایت کو بے اصل اور شامی نے بہت ہی ضعیف کہا ہے، ابن اسحاق نے بھی اس کو بے سند روایت کیا ہے۔ ابن سعد مین یہ روایت واقدی کے حوالہ سے ہے جس کی دروغ بیانی محتاج بیان نہین۔

۱۰ - **روایت**، عثمان بن ابی العاص صحابی کی مان، ولادت کے وقت موجود تھین، وہ کہتی ہین کہ جب آمنہ کو درد زہ ہوا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ تمام ستارے زمین پر جھکے آتے ہین، یہان تک کہ مین ڈری کہ کہین زمین پر

نہ گرپڑین، اور جب پیدا ہوئے تو جدھر نظر جاتی تھی تمام گھر روشنی سے معمور تھا، یہ قصہ ابونعیم، طبرانی اور بیہقی مین مذکور ہے، اس کے رواۃ مین یعقوب بن محمد زہری پایۂ اعتبار سے ساقط ہے اور عبدالعزیز بن عمر بن عبدالرحمان بن عوف ایک محض داستان گو، اور جھوٹا تھا۔

۱۱- **روایت**، حضرت آمنہ کہتی ہین کہ مجھے ایام حمل مین حمل کی کوئی علامت معلوم نہ ہوئی، اور عورتون کو ان ایام مین جو گرانی اور تکلیف محسوس ہوتی ہے وہ بھی نہ ہوئی، بجز اس کے کہ معمول مین فرق آگیا تھا"، قسطلانی نے مواہب لدنیہ مین اس قصہ کو ابن اسحاق اور ابونعیم کے حوالہ سے بیان کیا ہے، لیکن ابن اسحاق کا جو نسخہ ابن ہشام کے نام سے مشہور اور چھپا ہوا ہے، اور نیز دلائل ابونعیم کے مطبوعہ نسخہ مین تو اس قسم کا کوئی واقعہ مذکور نہین، قسطلانی کی پیروی مین، دوسرے بے احتیاط متاخرین مثلاً صاحب سیرۃ حلبیہ اور مصنف خمیس نے بھی ابن اسحاق اور ابونعیم ہی کی طرف اس روایت کی نسبت کی ہے، لیکن ابن سیدالناس نے عیون الاثر مین بجا طور سے اس روایت کے لیے واقدی کا حوالہ دیا ہے۔ دراصل یہ قصہ ابن سعد نے نقل کیا ہے اور اس کی روایت کے سلسلے لکھے ہین، مگر ان مین سے ہر ایک کا سر سلسلہ **واقدی** ہے، اور اسکی نسبت محدثین کی رائے پوشیدہ نہین، علاوہ ازین ان مین سے کوئی سلسلہ بھی مرفوع نہین، پہلا سلسلہ عبداللہ بن وہب پر ختم ہوتا ہے، جو اپنی پھوپھی سے روایت کرتے ہین کہ وہ کہتی ہین کہ ہم یہ سنا کرتے تھے......" دوسرے سلسلہ کو واقدی، زہری پر جا کر ختم کر دیتا ہے۔

۱۲- ایک **روایت** اس کے بالکل برخلاف ابن سعد مین یہ ہے کہ (غالباً آنحضرت صلعم کی جلالت وعظمت کے باعث) حضرت آمنہ کو سخت گرانی اور بار محسوس ہوتا تھا وہ کہا کرتی تھین کہ "میرے پیٹ مین کئی بچے رہے، مگر اس بچہ سے زیادہ بھاری اور گران مجھے کوئی نہین معلوم ہوا"، اول تو یہ روایت معروف ومسلّم واقعہ کے خلاف ہے، حضرت آمنہ کے ایک کے سوا کوئی اور بچہ ہوا، اور نہ حمل رہا، دوسرے یہ کہ اس روایت کا سلسلہ ناتمام ہے، اسی معنی کی ایک اور روایت شداد بن اوس صحابی کی زبانی منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "مین اپنے والدین کا پہلوٹا ہون، جب مین شکم مین تھا تو میری ماں عام عورتون سے بہت زیادہ گرانی محسوس کرتی تھی" (کنز العمال کتاب الفضائل، معافی بن زکریا القاضی نے

اس روایت پر اتنی ہی جرح کی ہے کہ یہ منقطع ہے، یعنی شداد بن اوس اور اُن کے بعد کے راوی مکحول مین ملاقات نہین، اس لیے بیچ مین ایک راوی کم ہے، حالانکہ اس سے بڑھکر یہ ہے کہ اس کا پہلا راوی عمر بن صبیح، کذاب وضاع اور متروک تھا،

۱۳- **روایت**- جب ولادت کا وقت آیا، خدانے فرشتون کو حکم دیا کہ آسمانون اور بہشتون کے دروازے کھول دو، فرشتے باہم بشارت دیتے پھرتے تھے، سورج نے نور کا نیا جوڑا پہنا اس سال دُنیا کی تمام عورتون کو یہ رعایت ملی کہ سب فرزند نرینہ جنین، درختون مین پھل آگئے، آسمان مین زبرجد و یاقوت کے ستون کھڑے کئے گئے، نہر کوثر کے کنارے مشک خالص کے درخت اُگائے گئے، مکہ کے بت اوندھے ہو گئے، وغیرہ وغیرہ،

یہ حکایت مواہب لدنیہ اور خصائص کبریٰ مین ابو نعیم کے حوالہ سے نقل کی گئی ہے، لیکن ابو نعیم کی دلائل النبوۃ کے مطبوعہ نسخہ مین جہان اس کا موقع ہو سکتا تھا، وہان یہ روایت مجھکو نہین ملی، ممکن ہو کہ ابو نعیم نے اپنی کسی اور کتاب مین یہ روایت لکھی ہو، یا یہ مطبوعہ نسخہ ناکمل ہو، بہر حال اس روایت کی صرف اس قدر بنا ہے کہ ابو نعیم چوتھی صدی کے ایک راوی عمرو بن قتیبہ صوری سے نقل کرتے ہین کہ اُنکے والد قتیبہ جو بڑے فاضل تھے" یہ بیان کرتے تھے"، قسطلانی نے مواہب مین اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ وہ "مطعون ہے" حافظ سیوطی نے خصائص مین اسکو منکر کہا ہے، اور واقعہ یہ ہے تمامتر بے سند اور موضوع ہی،

۱۴- **روایت**، آنحضرت صلعم کے حمل مین ہونے کی جو نشانیان تھین، ان مین ایک یہ ہے کہ اس رات کو قریش کے سب جانور بولنے لگے، اور کہنے لگے کہ کعبہ کے خدا کی قسم آنحضرت صلعم شکم مادر مین آگئے، وہ دنیا جہان کی امان، اور اہل دنیا کے چراغ ہین، قریش اور دیگر قبائل کی کاہنہ عورتون مین کوئی عورت ایسی نہ تھی کہ اس کا جن اسکی آنکھون سے اوجھل نہ ہو گیا ہو، اور اُن سے کہانت کا علم چھین لیا گیا، اور دنیا کے تمام بادشاہون کے تخت اوندھے ہو گئے، اور سلاطین اُس دن گونگے ہو گئے، مشرق کے وحشی جانورون نے مغرب کے وحشی جانورون کو جاکر بشارت دی، اسی طرح ایک دریا نے دوسرے دریا کو خوشخبری سنائی، اور پورے ایام حمل

مین ہرماہ آسمان وزمین سے یہ ندا سنی جانے لگی کہ "بشارت ہو کہ حضرت ابوالقاسم صلعم کے زمین پر ظاہر ہونے کا
زمانہ قریب آیا"، حضرت کی والدہ فرماتی تھین کہ جب میرے حمل کے چھ مہینے گذرے تو خواب مین کسی نے مجھکو
پاؤن سے ٹھوکر دیکر کہا کہ "اے آمنہ! تمام جہان کا سردار تیرے پیٹ مین ہے جب وہ پیدا ہو تو اس کا نام محمدؐ رکھنا اور
اپنی حالت کو چھپائے رکھنا"، کہتی ہین کہ جب ولادت کا زمانہ آیا تو عورتون کو جو پیش آتا ہے وہ مجھکو بھی پیش آیا،
اور کسی کو میری اس حالت کی خبر نہ تھی، مین گھر مین تنہا تھی، عبدالمطلب خانہ کعبہ کے طواف کو گئے تھے، تو مین نے
ایک زور کی آواز سنی جس سے مین ڈر گئی، مین نے دیکھا کہ ایک سپید مرغ ہے جو اپنے بازو کو میرے دل پر مل رہا ہے،
اس سے میری تمام دہشت دور ہو گئی، اور درد کی تکلیف بھی جاتی رہی، پھر ایک طرف دیکھا کہ سپید شربت ہے
پیاسی تھی، دودھ سمجھکر اس کو پی گئی، اس کے پینے سے ایک نور مجھ سے نکل کر بلند ہوا، پھر مین نے دیکھا کہ چند عورتین
جن کے قد لمبے ہین، گویا عبدالمطلب کی بیٹیان ہین، وہ مجھے غور سے دیکھ رہی ہین، مین تعجب کر رہی ہون کہ انکو
کیسے میرا حال معلوم ہوا (ایک اور روایت مین ہے کہ اُن عورتون نے کہا ہم فرعون کی بیوی آسیہ، اور عمران کی بیٹی
مریم ہین، اور یہ حورین ہین) میرا درد بڑھ گیا، اور ہر گھڑی آواز اور زیادہ بلند تھی، اور خوفناک ہوتی جاتی تھی، اتنے
مین ایک سپید دیبا کی چادر آسمان و زمین کے درمیان پھیلی نظر آئی، اور آواز آئی کہ "اسکو لوگون کی نگاہون سے
چھپا لو" مین نے دیکھا کہ چند مرد ہوا مین معلّق ہین، اُن کے ہاتھون مین چاندی کے آفتابے ہین، اور میرے بدن سے
موتی کی طرح پسینہ کے قطرے ٹپک رہے تھے جسمین مشک خالص سے بہتر خوشبو تھی، اور مین دل مین کہہ رہی تھی
کہ کاش عبدالمطلب اس وقت پاس ہوتے، پھر مین نے پرندون کا ایک غول دیکھا جو نہین معلوم کدھر سے
آئے، وہ میرے کمرے مین گھس آئے، انکی منقارین زمرد کی اور بازو یاقوت کے تھے، میری آنکھون سے اُس
وقت پردے اُٹھا دیے گئے، تو اس وقت مشرق و مغرب سب میری نگاہون کے سامنے تھے، تین جھنڈے
نظر آئے، ایک مشرق مین، ایک مغرب مین اور ایک خانہ کعبہ کی چھت پر، اب درد زیادہ بڑھ گیا، تو مجھے ایسا
معلوم ہوا کہ مجھے کچھ عورتین ٹیک لگائے بیٹھی ہین، اور اتنی عورتین بھر گئین کہ مجھے گھر کی کوئی چیز نظر نہین آتی تھی

اسی اثنار مین بچہ پیدا ہوا، مین نے پھر کر دیکھا تو وہ سجدہ مین پڑا تھا، اور دو انگلیون کو آسمان کی طرف دعا کی طرح اُٹھائے تھا، پھر ایک سیاہ بادل نظر آیا، جو آسمان سے اتر کر نیچے آیا، اور بچہ پر چھا گیا، اور بچہ میری نگاہ سے چھپ گیا، اتنے مین ایک منادی سنی کہ "محمد صلعم کو زمین کے پورب اور پچھم گھما دو، اور سمندرون کے اندر لیجاؤ، تاکہ سب انکے نام نامی اور شکل وصورت کو پہچان لین اور جان لین کہ یہ مٹانے والے ہین، یہ اپنے زمانہ مین شرک کا نام ونشان مٹادین گے۔ پھر تھوڑی ہی دیر مین بادل ہٹ گیا، اور آپ دودھ سے زیادہ سفید کپڑے مین لپٹے نظر آئے، جس کے نیچے سبز ریشم تھا، ہاتھون مین سفید موتیونکی تین کنجیان تھین، اور ایک آواز آئی کہ محمد کو فتح، نصرت اور نبوت کی کنجیان دیگئی ہین۔"

مین نے دل پر بہت جبر کر کے یہ پوری حکایت نقل کی ہے، یہ اس لیے کہ میلاد کے عام جلسون کی رونق انھین روایتون سے ہے، یہ روایت ابونعیم نے حضرت ابن عباس رض سے نقل کی ہے، اور سند کا سلسلہ بھی ہر طرح صحیح ہے، مگر اگر کسی کو اسمار الرجال سے آگاہی نہ بھی ہو اور وہ صرف ادب عربی کا صحیح ذوق رکھتا ہو تو وہ فقط روایت کے الفاظ اور عبارت کو دیکھکر یہ فیصلہ کردے گا کہ یہ تیسری چوتھی صدی کی بنائی ہوئی ہے، اس روایت مین یحیٰی بن عبداللہ البابلتی، اور ابوبکر بن ابی مریم ہین، پہلا شخص بالکل ضعیف ہو اور دوسرا ناقابل حجت ہے، اُن کے آگے کے راوی سعید بن عمرو الانصاری اور اُن کے باپ عمرو الانصاری کا کوئی پتہ نہین۔

۱۵- اسی قسم کی ایک اور **روایت** حضرت عباس سے نقل کی جاتی ہے، وہ کہتے ہین کہ میرا چھوٹا بھائی عبداللہ جب پیدا ہوا تو اس کے چہرہ پر سورج کی سی روشنی تھی، اور والد نے ایک دفعہ خواب دیکھا...... بنو مخزوم کی ایک کاہنہ نے یہ خواب سنکر پیشینگوئی کی کہ "اس لڑکے کی پشت سے ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا جو تمام دنیا پر حکومت کرے گا" جب آمنہ کے شکم سے بچہ پیدا ہوا تو مین نے اُنسے پوچھا کہ ولادت کے اثنار مین تم کو کیا کیا نظر آیا، اُنھون نے کہا کہ جب مجھے درد ہونے لگا تو مین نے بڑے زور کی آواز سنی جو انسانون کی آواز کی طرح نہ تھی، اور سبز ریشم کا پھریرا یاقوت کے جھنڈے مین لگا ہوا، آسمان و زمین کے بیچ مین گڑا نظر آیا، اور مین نے دیکھا کہ بچہ کے سر سے روشنی کی کرنین نکل نکل کر آسمان تک جاتی ہین، شام کے تمام محل آگ کا شعلہ معلوم ہوتے تھے، اور اپنے پاس مرغابیون کا

ایک جھنڈ دکھائی دیا، جس نے بچہ کو سجدہ کیا، پھر اپنے پرون کو کھول دیا، اور سعیرۂ اسدیہ کو دیکھا کہ وہ کہتی ہوئی گذری

کہ "تیرے اس بچہ نے بتون اور کاہنون کو بڑا صدمہ پہنچایا، ہائے سعیرہ ہلاک ہوگئی" پھر ایک بلند بالا، سپید رنگ،

جوان نظر آیا، جس نے بچہ کو میرے ہاتھ سے لے لیا، اور اُس کے منہ مین اپنا لعابِ دہن لگایا، اُس کے ہاتھ مین سونے

کا ایک طشت تھا، بچہ کے پیٹ کو پھاڑا، پھر اُس کے دل کو نکالا، اس مین سے ایک سیاہ داغ نکال کر پھینکدیا، پھر سبز

حریر کی ایک تھیلی کھولی جسمین سپید کی طرح کوئی چیز تھی، اُسکو سینہ مین بھرا، پھر سپید حریر کی ایک تھیلی کھولی، اس مین سے

ایک انگوٹھی نکالکر مونڈھے پر انڈے کے برابر مہر کی، اور اس کو ایک کرتا پہنادیا، اے عباس! یہ مین نے دیکھا،

اِس روایت کے متعلق ہمین کچھ زیادہ کہنا نہین ہے کہ ناقلین نے اس کے ضعف کو خود تسلیم کیا ہی اور حافظ

سیوطی نے لکھا ہے کہ "اس روایت اور اس سے پہلے کی دو روایتون (۱۳-۱۴-) مین سخت نکارت ہی" اور مین نے اپنی اس

کتاب (خصائص) مین ان تینون سے زیادہ منکر کوئی روایت نقل نہین کی، اور میرا دل انکے لکھنے کو نہین چاہتا تھا، لیکن مین نے

محض ابو نعیم کی تقلید مین لکھدیا ہی، جن روایتون کو حافظ سیوطی لکھنے کے قابل نہ سمجھین، تم اُنکے ضعف کے درجہ کو سمجھ سکتے ہو،

سیوطی اس روایت کا ماخذ ابو نعیم کو بتاتے ہین، مگر یہ روایت دلائلِ ابو نعیم کے مطبوعہ نسخہ مین نہین ملی، یہ بھی یاد رہے

کہ حضرت عباس آنحضرت صلعم سے ایک ہی دو سال بڑے تھے: جب آمنہ نے وفات پائی تو وہ سات آٹھ برس کے بچہ ہونگے

(۱۶) ابن عباس سے **روایت** ہے کہ آمنہ آنحضرت صلعم کی ولادت کا قصہ بیان کررہی تھین کہ "مین حیرت

مین تھی کہ تین آدمی دکھائی دیے، جنکے چہرے سورج کی طرح چمک رہے تھے، ایک کے ہاتھ مین چاندی کا آفتابہ

تھا، جس سے مشک کی سی خوشبو آرہی تھی، دوسرے کے ہاتھ مین سبز زمرد کا طشت تھا، جس کے چار گوشے تھے، اور ہر

گوشہ مین سپید موتی رکھا تھا، اور ایک آواز آئی کہ اے حبیب اللہ! یہ پوری دنیا، پورب پچھم خشکی وتری سب مجسم ہوکر آئی ہے

اس کے جس گوشہ کو چاہیے مٹھی مین لے لیجیے" آمنہ کہتی ہین کہ مین نے گھوم کر دیکھا کہ بچہ کہان ہاتھ رکھتا ہے، مین نے دیکھا

کہ اُس نے بیچ مین ہاتھ رکھا، تو کہنے والے کی آواز سنی کہ "محمدؐ نے کعبہ کے خدا کی قسم کعبہ پر قبضہ کیا ہے، ہان یہ کعبہ اُس کا

قبلہ اور اس کا مسکن بنے گا" تیسرے کے ہاتھ مین سپید حریر لپٹا تھا، اُس نے اس کو کھولا، تو اس مین ایک انگوٹھی نکلی جسکو

دیکھکر دیکھنے والون کی آنکھین حیرت کرتی تھین، پھر وہ میرے پاس آیا تو طشت والے نے اُس انگوٹھی کو لے کر اُس آفتابہ سے سات بار اُس کو دھویا، اور بچہ کے مونڈھے پر مہر کر دی، اور حریر مین اُس کو لپیٹ کر مشک خالص کے تاگے سے اُسکو باندھ دیا، اور تھوڑی دیر تک اپنے بازوؤن مین لپٹائے رکھا، ابن عباس کہتے ہین، کہ یہ رضوانِ جنت تھا، پھر بچہ کے کان مین کچھ کہا، جسکو آمنہ کہتی ہین کہ مین سمجھ نہ سکی، اور پھر اس نے کہا، اے محمدؐ! بشارت ہو، کہ کسی نبی کو کوئی ایسا علم عطا نہین کیا گیا جو تم کو نہین بتایا گیا۔ تم سب پیغمبرون سے زیادہ شجاع بنائے گئے، تمکو فتح و نصرت کی کنجی دی گئی، اور رعب داب بخشا گیا، جو تمہارا نام سنے گا، اُس نے تم کو کبھی دیکھا بھی نہ ہو تو بھی وہ کانپ جائے گا، اے خدا کے خلیفہ!"

اِس روایت کا ماخذ یہ ہے کہ یحییٰ بن عائذ المتوفی سنہ ہجری نے اپنی کتاب میلاد مین اس کا ذکر کیا ہے، ابن رجب محدث نے بڑی جرأت کر کے اِس خبر کو "غریب" کہا ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کو غریب کہنا بھی اسکی توثیق ہے، یہ تمامتر بے اصل اور بے بنیاد ہے۔

(۱۷) **روایت** - آمنہ کہتی ہین کہ جب ولادت ہوئی تو ایک بہت بڑا ابر کا ٹکڑا نظر آیا، جس مین سے گھوڑے کے ہنہنانے، اور پرون کے پھٹپھٹانے، اور لوگون کے بولنے کی آوازین آرہی تھین، وہ ابر کا ٹکڑہ بچہ کے اوپر آکر چھا گیا، اور بچہ میری نگاہون سے اوجھل ہو گیا، البتہ منادی کی آواز سنائی دی کہ "محمدؐ کو ملکون ملکون پھراؤ، اور سمندرون کی تہون مین لے جاؤ، کہ تمام دنیا اُن کے نام و نشان کو پہچان لے، اور جن وانس، چرند و پرند، ملائکہ، بلکہ ہر ذی روح کے سامنے اون کو لے جاؤ، اون کو آدمؑ کا خلق، شیثؑ کی معرفت، نوحؑ کی شجاعت، ابراہیمؑ کی دوستی، اسمٰعیلؑ کی زبان، اسحاقؑ کی رضا، صالحؑ کی فصاحت، لوطؑ کی حکمت، موسیٰؑ کی سختی، ایوبؑ کا صبر، یونسؑ کی طاعت، یوشعؑ کا جہاد، داؤدؑ کی آواز، دانیالؑ کی محبت، الیاسؑ کا وقار، یحییٰؑ کی پاک دامنی، اور عیسیٰؑ کا زہد عطا کرو، اور تمام پیغمبرون کے اخلاق مین اونکو غوطہ دو" آمنہ کہتی ہین پھر یہ منظر ہٹ گیا، تو مین نے دیکھا کہ آپ سبز حریر مین لپٹے ہین، اور اس کے اندر سے پانی ٹپک رہا ہے، آواز آئی "واہ واہ محمدؐ نے تمام دنیا پر قبضہ کر لیا، اور کوئی مخلوق ایسی نہ رہی جو اُن کے حلقۂ اطاعت مین نہ آگئی ہو" کہتی ہین کہ پھر مین نے دیکھا تو نظر آیا کہ آپ کا چہرہ چودھوین رات کے چاند کی طرح ہے، اور مشک خالص کی سی خوشبو

آپ سے نکل رہی ہے، دفعۃً تین آدمی نظر آئے، ایک کے ہاتھ مین چاندی کا آفتابہ ہے، دوسرے کے ہاتھ مین سبز زمرد کا طشت ہے، اور تیسرے کے ہاتھ مین سپید ریشم ہے، اُس نے سپید ریشم کو کھول کر اس مین سے انگوٹھی جسکو دیکھکر آنکھین خیرہ ہوتی تھین، نکالی، پہلے اس نے انگوٹھی کو سات دفعہ اُس آفتابہ کے پانی سے دھویا، پھر مونڈھے پر مہر کرکے بچہ کو تھوڑی دیر کے لیے اپنے بازوؤن مین لپیٹ لیا، پھر مجھے واپس کر دیا"

اس حکایت کی بنیاد یہ ہے کہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ مین السعادۃ والبشریٰ نامی ایک میلاد کی کتاب سے اسکو نقل کیا ہے، اور السعادۃ والبشریٰ کا مصنف کہتا ہے کہ اُس نے خطیب سے اس کو لیا ہے، روایات کے لحاظ سے خطیب کی تاریخ کا جو درجہ ہے وہ کس کو معلوم نہین، قسطلانی نے اس روایت کو ابو نعیم کی طرف بھی منسوب کیا ہے مگر دلائل ابو نعیم کے مطبوعہ نسخہ مین تو اس کا پتہ نہین غنیمت ہے کہ حافظ قسطلانی نے خود تصریح کر دی ہے کہ "اس مین سخت نکارت ہے"

(۱۸) **روایت**، آمنہ کہتی ہین کہ "جب آپ پیدا ہوئے تو ایک روشنی چمکی جس سے تمام مشرق و مغرب روشن ہوگیا، اور آپ دونون ہاتھ ٹیک کر زمین پر گر پڑے، (شاید مقصود یہ کہنا ہے کہ آپ سجدہ مین گئے) پھر مٹھی سے مٹی اُٹھائی (اہل میلاد اس سے یہ مطلب لیتے ہین کہ آپ نے روے زمین پر قبضہ کر لیا) اور آسمان کی طرف سر اُٹھایا"

یہ حکایت ابن سعد مین متعدد طریقون سے مذکور ہے، مگر ان مین سے کوئی قوی نہین، اسی کے قریب قریب ابو نعیم اور طبرانی مین روایتین ہین ان کا بھی یہی حال ہے۔

(۱۹) **روایت**۔ جس شب کو آپ پیدا ہوئے قریش کے بڑے بڑے سردار جلسہ جمائے بیٹھے تھے، ایک یہودی نے جو مکہ مین سوداگری کرتا تھا اُن سے آکر دریافت کیا کہ "آج تمہارے یہان کسی گھر مین بچہ پیدا ہوا ہے؟" سب نے اپنی لاعلمی ظاہر کی، اُس نے کہا "اللہ اکبر! تمکو نہین معلوم، تو خیر، مین جو کہتا ہون اس کو سن رکھو، آج شب کو اس پچھلی امت کا نبی پیدا ہوگیا، اُس کے دونون مونڈھون کے بیچ مین ایک نشانی ہے اس مین گھوڑے کی ایال کی طرح کچھ اوپر تلے بال ہین، وہ دو دن تک دودھ نہ پیے گا، کیونکہ ایک جن نے اس کے منہ مین انگلی ڈال دی ہے جس سے

وہ دودھ نہین پی سکتا"۔ جب جلسہ چھٹ گیا، اور لوگ گھرون کو لوٹے تو معلوم ہوا کہ عبد اللہ بن مطلب کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے۔ لوگ اُس یہودی کو آمنہ کے گھر لائے، اُس نے بچہ کی پیٹھ پر تل دیکھا تو غش کھا کر گر پڑا، جب ہوش آیا، لوگون نے سبب پوچھا، اُس نے کہا "خدا کی قسم اسرائیل کے گھرانے سے نبوت رخصت ہوگئی، اے قریش! تم اسکی پیدایش سے خوش ہو، ہشیار! خدا کی قسم یہ تمپر ایک دن ایسا حملہ کرے گا جس کی خبر چار دانگ عالم مین پھیلے گی"۔

یہ روایت مستدرک حاکم مین ہے، اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے، مگر اہل علم جانتے ہین کہ حاکم کا کسی روایت کو صحیح کہنا ہمیشہ تنقید کا محتاج رہتا ہے، چنانچہ حافظ ذہبی نے تلخیص مستدرک (ج ۲ صفحہ ۶۰۲) مین حاکم کی تردید کی ہے، اس کا سلسلۂ روایت یہ ہے، کہ یعقوب بن سفیان فسوی، ابو غسان محمد یحییٰ کنانی سے، اور یہ اپنے باپ (یحییٰ بن علی کنانی) سے اور وہ محمد بن اسحاق (مصنفِ سیرت) سے روایت کرتے ہین۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ابن اسحاق نے خود اپنی سیرت مین یہ روایت نہین لی ہے، ابو غسان محمد بن یحییٰ کو گو بعض محدثین نے اچھا کہا ہے، مگر محدث سلیمانی نے اُن کو منکر (ایسی باتین بیان کرنے والا جنکی تصدیق دیگر معتبر بیانات سے نہین ہوتی) کہا ہے، ابن حزم نے انکو مجہول کہا ہے، بہرحال اُن تک غنیمت ہے، مگر اون کے باپ یحییٰ بن علی کا کہین کوئی ذکر نہین کہ یہ کون تھے؟ اور کب تھے؟ اسی قسم کی ایک اور روایت عیص راہب کے متعلق ابو جعفر بن ابی شیبہ سے ہے، اور ابو نعیم نے دلائل مین اور ابن عساکر نے تاریخ مین اسکو ذکر کیا ہے، لیکن زرقانی نے لکھدیا ہے کہ ابو جعفر بن ابی شیبہ نامعتبر ہے۔

(۳۰) **روایت** حضرت عباس آنحضرت صلعم سے ذکر کرتے ہین کہ "یا رسول اللہ! مجھکو جس نشانی نے آپ کے مذہب مین داخل ہونے کا خیال دلایا وہ یہ ہے کہ جب آپ گہوارہ مین تھے تو مین نے دیکھا کہ آپ چاند سے اور چاند آپ سے باتین کرتا تھا، اور انگلی سے آپ اُس کو جدھر اشارہ کرتے تھے اُدھر جھک جاتا تھا"۔ فرمایا "ہان مین اُس سے اور وہ مجھ سے باتین کرتا تھا، اور رونے سے بہلاتا تھا، اور عرش کے نیچے جاکر جب وہ تسبیح کرتا تھا تو مین اسکی آواز سنتا تھا"۔ یہ حکایت دلائل بیہقی، کتاب المائتین صابونی، تاریخ خطیب اور تاریخ ابن عساکر مین ہے، مگر خود بیہقی نے تصریح کردی ہے کہ یہ صرف احمد بن ابراہیم حبلی کی روایت ہے، اور وہ مجہول ہے، صابونی نے روایت

لکھ کر کہا ہے کہ "یہ سند اور متن دونون لحاظ سے غریب ہے" علاوہ ازین حضرت ابن عباس رض آنحضرت صلعم سے شاید ایک ہی دوسال بڑے تھے، آنحضرت صلعم کی شیرخوارگی کے عالم مین وہ خود شیرخوار ہون گے۔

(۲۱) حافظ ابن حجر نے فتح الباری (جلد ۲ صفحہ ۳۴۴) مین واقدی کی سیر کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے گہوارہ مین کلام کیا، ابن سبع المتوفی سنہ کی خصائص مین ہے کہ فرشتے آپ کا گہوارہ ہلاتے تھے، اور (پیدایش کے بعد) سب سے پہلا فقرہ زبانِ مبارک سے یہ نکلا الحمد للہ کبیراً، والحمد للہ کثیراً" ابن عائذ وغیرہ میلاد کی بعض اور کتابون مین اور فقرے بھی منسوب ہین مثلاً کہ آپ نے لا الہ الا اللہ یا جلال ربی الرفیع پڑھا۔

واقدی کی سیر سے مراد اگر واقدی کی مغازی ہے تو اُس کا مطبوعہ کلکتہ نسخہ جو میرے پیش نظر ہے اس مین یہ واقعہ مذکور نہین اور اگر ہوتا بھی تو واقدی کا اعتبار کیا ہے؟ ابن سبع اور ابن عائذ وغیرہ زمانۂ متاخر کے لوگ ہین۔ اور قدما کے روایات کی نقل مین بے احتیاط ہین، کسی قدیم ماخذ سے اس کی تصدیق نہین ہوتی، معلوم نہین یہ روایتین اُنھون نے کہان سے لین۔

(۲۲) آنحضرت صلعم کی رضاعت اور شیرخوارگی کے زمانہ کے فضائل اور معجزات جب آپ کو حلیمۂ سعدیہ اپنے گھر لیجاتی ہین، ابن اسحاق، ابن راہویہ، ابو یعلی، طبرانی، بیہقی، ابونعیم، ابن عساکر اور ابن سعد مین بہ تفصیل مذکور ہین، حلیمہ سعدیہ کا آنا، آپ کا اُن کو دیکھکر مسکرانا، حلیمہ کے خشک سینون مین دودھ بھر آنا، آپ کا صرف ایک طرف کے سینہ سے سیر ہو جانا اور دوسری طرف کا اپنے رضاعی بھائی کے لیے بنظر انصاف چھوڑ دینا، آپ کے سوار ہوتے ہی حلیمہ کی کمزور اور دبلی پتلی گدھی کا تیز رو، طاقتور، اور فربہ ہو جانا، اور حلیمہ کے قبیلہ کی قحط زدہ زمین کا سرسبز و شاداب اور ہرا بھرا ہو جانا، حلیمہ کی بکریون کا موٹا ہونا، اور سب سے زیادہ دودھ دینا، آپ کا غیر معمولی نشوونما پانا، دو برس کے سن مین آپکے سینہ کا چاک ہونا، حلیمہ کا اس واقعہ سے ڈر کر آپ کو آمنہ کے پاس واپس لانا، آمنہ کا حلیمہ کو تسلی دینا، یہ تمام واقعات ان کتابون مین بہ تفصیل مذکور ہین۔

یہ واقعات دو طریقون سے مروی ہین ایک طریقہ کا مشترک راوی جہم بن ابی جہم ایک مجہول شخص ہے، اور

دوسرے کا مشترک راوی واقدی ہے جسکا کوئی اعتبار نہین۔

پہلے طریقہ سے اس کو ابن اسحاق، ابن راہویہ، ابویعلی، طبرانی اور ابونعیم نے روایت کیا ہے، اس کا سلسلہ یہ ہے کہ ابن اسحاق نے کہا کہ مجھ سے جہم بن ابی جہم مولی حارث بن حاطب جمحی نے کہا، اور وہ کہتا ہے کہ مجھ سے عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب نے خود بیان کیا، یا کسی ایسے شخص نے بیان کیا جس نے عبد اللہ بن جعفر سے سنا، اور عبد اللہ بن جعفر نے حلیمہ سعدیہ سے سنا"، اس روایت مین سب سے پہلی بات یہ ہو کہ جہم اس روایت کا خود عبد اللہ بن جعفر سے سننا یقینی نہین بتاتا، بلکہ وہ کہتا ہے کہ "عبد اللہ بن جعفر یا کسی نے اُن سے سنکر مجھسے کہا"، معلوم نہین وہ کون تھا؟ اور کیسا تھا؟ ابونعیم وغیرہ متاخرین نے اس روایت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ یہ شک سرے سے نظرانداز ہوگیا ہے، اگر بالفرض جہم نے عبد اللہ بن جعفر ہی سے سنا تو عبد اللہ بن جعفر کا جو حضرت کے زمانہ مین آٹھ نو برس کے تھے اور سنہ کے بعد حبش کے ملک سے مدینہ آئے تھے، حلیمہ سے ملنا اور اُن سے نقل روایت کرنا محتاج ثبوت ہے، بلکہ علمائے سیر و رجال مین خود حلیمہ کے اسلام یا نبوت کے بعد آپ سے ملاقات مین اختلاف ہی، صرف ایک دفعہ غزوۂ ہوازن کے موقع پر ان کا آنا کسی نے بیان کیا ہے، مگر اس موقع پر عبد اللہ بن جعفر کا جو کم سن تھے موجود ہونا اور اُن سے ملنا مطلق ثابت نہین، جہم بن ابی جہم جو اس روایت کا سر بنیاد ہے، ذہبی نے میزان الاعتدال مین اسی روایت کی تقریب سے اس کا نام لکھ کر لکھا ہو کہ لا یعرف یعنی "معلوم نہین یہ کون تھا"۔

دوسرا طریقہ وہ ہے جس کا مرکزی راوی واقدی ہے، اس سلسلہ سے ابن سعد، ابونعیم اور ابن عساکر نے اس واقعہ کو لکھا ہے، یہ سلسلہ علاوہ ازین کہ واقدی کے واسطہ سے ہے، موقوف بھی ہے یعنی کسی صحابی تک وہ نہین پہنچتا، اس کو واقدی، زکریا بن یحیی بن یزید سعدی سے، اور وہ اپنے باپ یحیی بن زید سعدی سے نقل کرتا ہے۔ ابن سعد نے دوسری جگہ (جلد اوّل صفحہ ۹۰) ایک اور سلسلہ سے اس کو واقدی سے روایت کیا ہے، اور واقدی عبد اللہ بن زید بن اسلم سے، اور عبد اللہ اپنے باپ زید بن اسلم تابعی سے نقل کرتے ہین، یہ سلسلہ بھی علاوہ ازین کہ اس کا پہلا راوی وہی واقدی ہے، اور روایت بھی موقوف ہے، زید مذکور کی نسبت اہل مدینہ کلام کرتے تھے اور اُن کے بیٹے عبد اللہ کو اکثر

محدثین نے ضعیف کہا ہے، اس لیے یہ سلسلہ بھی استناد کے قابل نہین ہے، ابونعیم نے تیسری روایت مین واقدی کے واسطہ سے ان واقعات کو بے سند لکھا ہے۔

(۲۳) شقِ صدر یعنی سینۂ مبارک کے چاک ہونے کا واقعہ معراج مین پیش آنا مسلّم ہے، مگر بعض لوگون نے بچپن کے زمانہ مین بھی اس واقعہ کا پیش آنا بیان کیا ہے، بچپن کے وقت کی تعیین مین اِن روایتون مین اختلاف ہے اکثر روایتون مین یہ ہے کہ حضرت حلیمۂ کے پاس قیام کے زمانہ مین پیش آیا، جب عمر شریف غالباً صرف چار برس کی تھی، ایک دو روایتون مین ہے کہ اُس وقت آپ دس برس کے تھے لیکن واقعہ یہ ہے کہ عہدِ طفولیت مین شقِ صدر کی جس قدر روایتین ہین، صحیح مسلم کی روایت کے علاوہ، وہ تمام تر ضعیف ہین، صحیح مسلم کی روایت مین حماد بن سلمۂ کی غلطی سے معراج کا واقعہ عہدِ طفولیت مین بیان ہوگیا ہے، اس بارہ مین مین نے اپنی تحقیق شرحِ صدر کی بحث مین مفصّل بیان کی ہے۔

(۲۴) حضرت حلیمۂ کے پاس قیام کے زمانہ مین ایک اور واقعہ بھی راویون نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلعم کو دیکھکر بعض یہودیون نے یا عرب قیافہ شناسون نے (روایت مین اختلاف ہی) یہ معلوم کرلیا، کہ نبیِّ آخر الزمان یہی ہین، اور یہی ہمارے آبائی کیش اور مذہب کو دنیا سے مٹائین گے۔ یہ سمجھکر انھون نے آپ کو خود قتل کرنا چاہا، یا دوسرون کو آپ کے قتل پر آمادہ کرنا چاہا (روایت مین اختلاف ہے) ایک روایت مین ہے کہ یہ واقعہ اُس وقت پیش آیا جب حلیمہ آپ کو پہلے پہل مکہ معظمہ سے لیکر عکاظ کے میلہ مین آئین، وہان قبیلہ ہذیل کا ایک قیافہ شناس بڈھا تھا، عورتین اپنے اپنے بچون کو لے کر اس کے پاس آتی تھین اور فال نکلواتی تھین، اس کی نظر جب آنحضرت صلعم پر پڑی تو وہ چلّا اُٹھا کہ اس کو قتل کرڈالو، مگر آپ لوگون کی نظر سے غائب ہوچکے تھے، حلیمہ آپ کو لیکر چلدی تھین، لوگون نے بڈھے سے واقعہ پوچھا تو اُس نے کہا مین نے ابھی وہ بچہ دیکھا جو تمھارے اہلِ مذہب کو قتل کرے گا اور تمھارے بتون کو توڑے گا اور وہ کامیاب ہوگا" اس کے بعد لوگون نے آپ کو بہت ڈھونڈھا مگر آپ نہ ملے۔ حضرت حلیمہ نے اس کے بعد آپ کو پھر کسی قیافہ شناس اور فال دیکھنے والے کے سامنے پیش نہ کیا، ایک اور روایت مین ہے کہ اسکے

بعد اس بڈھے کی عقل جاتی رہی اور وہ کفر ہی کی حالت مین مرگیا، دوسری روایت مین یہ واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت آمنہ نے حلیمہ کو کہدیا تھا کہ "میرے بچہ کو یہودیون سے بچائے رکھنا" اتفاق سے جب وہ آپ کو لیکر چلین تو کچھ یہودی راستہ مین مل گئے، انھون نے آپ کا حال سنکر ایک دوسرے سے کہا کہ "اس کو مار ڈالو" پھر اُنھون نے دریافت کیا کہ "کیا یہ بچہ یتیم ہے"، حلیمہ نے کہا "نہین، مین اسکی مان ہون" اور اپنے شوہر کو بتایا کہ وہ اس کا باپ ہے" انھون نے کہا کہ اگر یتیم ہوتا تو ہم اس کو قتل کر ڈالتے، (یعنی آخری پیغمبر کی ایک علامت یتیمی بھی تھی، اور چونکہ ان کو یہ معلوم ہوا کہ یہ علامت اس بچہ مین پائی نہین جاتی اس سے ان کا یقین جاتا رہا۔)

یہ روایتین ابن سعد جلد اوّل صفحہ ۱، ۰ و ۹۰ مین ہین، مگر حالت یہ ہے کہ پہلی روایتون کا ماخذ واقدی کی داستانین ہین اور اس پر بھی اُن کے سلسلے ناتمام ہین، آخری روایت کا سلسلہ یہ ہے، عمرو بن عاصم کلابی، ہمام بن یحییٰ، اسحاق بن عبداللہ گو یہ تینون عموماً ثقہ اصحاب ہین، مگر ان کی یہ روایت موقوف ہے، یعنی آخری راوی اسحاق بن عبداللہ گو تابعی ہین مگر وہ کسی صحابی سے اسکا سننا ظاہر نہین کرتے، معلوم نہین یہ روایت اونکو کہان سے پہنچی؟

تقریباً اسی واقعہ کو ابو نعیم نے دلائل مین اس طرح بیان کیا ہے کہ "حلیمہ جب آپ کو مکہ سے لیکر روانہ ہوئین تو ایک وادی مین پہنچکر ان کو حبش کے کچھ لوگ ملے (جو غالباً عیسائی ہون گے) حلیمہ اُن کے ساتھ ہوگئین، اُنھون نے جب آنحضرت صلعم کو دیکھا تو آپ کی نسبت کچھ دریافت کیا، اس کے بعد بہت غور سے اُنھون نے آپ کو دیکھنا شروع کیا، دونون مونڈھون کے بیچ مین جو مُہرِ نبوت تھی وہ دیکھی، آپکی آنکھون مین تھوڑی سرخی تھی اس کو دیکھتے رہے، پھر پوچھا کہ کیا بچہ کی آنکھون مین یہ سرخی کسی بیماری سے ہے"، حلیمہ نے کہا "نہین یہ ہمیشہ سے اسی طرح ہے" انھون نے کہا "خدا کی قسم یہ پیغمبر ہے" یہ کہکر انھون نے چاہا کہ بچہ کو حضرت حلیمہ سے چھین لین لیکن خدا نے آپ کی حفاظت کی، ابو نعیم کی اس روایت کا سلسلہ نہایت ضعیف اور کمزور ہے اور اس کے رواۃ مجہول الحال لوگ ہین۔

(۲۵) کہتے ہین کہ پیار اور محبت سے حضرت حلیمہ آپ کو دھوپ مین نکلنے نہین دیتی تھین، ایک دن آپ اپنی رضاعی بہن کے ساتھ دھوپ مین نکل پڑے، حلیمہ نے دیکھا تو لڑکی پر خفا ہوئین کہ تم دھوپ مین کیون لیگئین، لڑکی نے کہا

امان جان! میرے بھائی کو دھوپ نہین لگتی، مین نے دیکھا کہ اُس پر بادل سایہ کئے تھے، جدھر وہ جاتا تھا، وہ بھی چلتے تھے، اور جہان وہ رک جاتا تھا، وہ بھی رک جاتے تھے، اسی کیفیت سے وہ یہان تک پہونچا ہے" ابن سعد نے دو طریقون سے اس واقعہ کو نقل کیا ہے، ایک مین تو صرف واقدی کا حوالہ ہے اور اس کے آگے کوئی نام نہین دیا ہے (صفحہ ، جلد اول) اور دوسرے مین ہو کہ واقدی نے معاذ بن محمد سے، اور اُنھون نے عطا سے، اور عطا نے حضرت ابن عباسؓ سے سنا، ابن سعد کے علاوہ ابونعیم، ابن عساکر، اور ابن طرماح نے بھی اسی سلسلہ سے اس واقعہ کو نقل کیا ہو، مگر اس سلسلہ مین واقدی کے علاوہ معاذ بن محمد مجہول اور نامعتبر ہے۔

یہان تک تو ہم نے فضائل و معجزات کی غلط اور ضعیف روایتون کی مسلسل تنقید کی ہو، اگر اسی طرح ہم آخر تک نبھانا چاہین تو یہ دفتر ان اوراق مین نہین سما سکتا، اس لیے ہم صرف مشہور ترین روایتون کی تنقید پر قناعت کرتے ہین۔

(۲۶) سب سے مشہور بحیرا راہب کا قصہ ہے، جس کی تفصیل یہ ہو کہ جب آپ دس بارہ برس کے تھے تو اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ شام کا سفر کیا، راہ مین ایک عیسائی خانقاہ ملی جسمین بحیرا نام ایک راہب رہا کرتا تھا، اُس نے آپ کو دیکھکر اور علامتون سے پہچان کر یہ جان لیا کہ پیغمبر آخرالزمان اور سردار عالم یہی ہین، اس نے دیکھا کہ ابر آپ پر سایہ افگن ہے، جس درخت کے نیچے آپ بیٹھے ہین اسکی شاخین آپ پر جھکی آتی ہین، اُس نے آپ کی خاطر قافلہ کی دعوت کی، اور ابوطالب سے باصرار کہا کہ اس بچہ کو مکہ واپس لے جاؤ، ورنہ رومی اگر اس کو پہچان گئے تو اسکو قتل کر ڈالین گے، (شاید اس لیے کہ آپ کے ہاتھون انکی سلطنت کا خاتمہ ہوگا) ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ رومیون کا ایک گروہ پہنچ گیا۔ دریافت سے ظاہر ہوا کہ رومیون کو یہ معلوم ہوگیا ہو، پیغمبر آخرالزمان کے ظہور کا وقت آگیا ہے اس لیے رومیون نے تحقیق حال کے لیے ہر طرف اپنے دستے روانہ کیے ہین، بحیرا نے اُن سے کہا کہ "خدا کی تقدیر ٹل نہین سکتی، اس لیے بہتر ہے کہ تم واپس جاؤ" وہ رک گئے، اور ادھر ابوطالب نے آنحضرت صلعم کو مکہ واپس بھیجدیا، اور حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلال کو آپ کے ساتھ کر دیا، اور بحیرا نے کیک اور ناشتہ آپ کے ساتھ کیا۔

یہ روایت اختصار اور تفصیل کے ساتھ سیرت کی اکثر کتابون مین اور بعض حدیثوں مین بھی مذکور ہے، مگر ابن اسحاق اور ابن سعد وغیرہ کتب سیر مین اس کے متعلق جس قدر روایتین ہین اُن سب کے سلسلے کمزور اور ٹوٹے ہوئے ہین۔

لہ صفحہ ۹۸ جلد اول۔

اِس قصہ کا سب سے محفوظ طریقۂ سند وہ ہے جس مین عبدالرحمان بن غزوان جو ابو نوح قراد کے نام سے مشہور ہے، یونس بن اسحاق سے، اور وہ ابوبکر بن ابی موسیٰ سے اور وہ اپنے باپ ابو موسیٰ اشعری سے اسکی روایت کرتے ہین یہ قصہ اس سلسلۂ سند کے ساتھ جامع ترمذی، مستدرک حاکم، مصنف ابن ابی شیبہ، دلائل بیہقی اور دلائل ابی نعیم مین مذکور ہے، ترمذی نے اس کو "حسن وغریب" اور حاکم نے "صحیح" کہا ہے، استاذ مرحوم نے سیرت کی پہلی جلد (طبع اوّل صفحہ ۱۳۰ طبع دوم صفحہ ۱۶۸) مین اس روایت پر پوری تنقید کی ہے اور عبدالرحمن بن غزوان کو اس سلسلہ مین مجروح قرار دیا ہے اور حافظ ذہبی کا قول نقل کیا ہے کہ وہ اِس روایت کو موضوع سمجھتے ہین۔

واقعہ یہ ہے کہ اس سلسلۂ سند مین نہ صرف عبدالرحمن بن غزوان، بلکہ دوسرے رواۃ بھی جرح کے قابل ہین

(۱) سب سے اول یہ کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری مسلمان ہو کر سنہ ۷ھ مین یمن سے مدینہ آئے تھے، اور یہ واقعہ اس سے پچاس برس پہلے کا ہے، حضرت ابو موسیٰ نہ تو خود آنحضرت صلعم کی زبان مبارک سے، اور نہ کسی اور شریک واقعہ کی زبان سے اپنا سننا بیان کرتے ہین اس لیے یہ روایت مرسل ہے۔

(۲) اس واقعہ کو حضرت ابو موسیٰ سے اُن کے صاحبزادہ ابوبکر روایت کرتے ہین، مگر انکی نسبت کلام ہے کہ انھون نے اپنے باپ سے کوئی روایت سنی بھی ہے یا نہین، چنانچہ ناقدینِ فن کو اس باب مین بہت کچھ شک ہے، امام ابن حنبل نے تو اس سے قطعی انکار کیا ہے، بنابرین یہ روایت منقطع بھی ہے اس کے سوا ابن سعد نے لکھا ہے کہ "وہ ضعیف سمجھے جاتے ہین"

(۳) ابوبکر سے یونس بن اسحاق اس واقعہ کو نقل کرتے ہین، گو متعدد محدثین نے انکی توثیق کی ہے تاہم عام فیصلہ یہ ہے کہ وہ ضعیف ہین، یحییٰ کہتے ہین کہ "ان مین سخت بے پروائی تھی" شعبہ نے ان پر تدلیس کا الزام قایم کیا ہے، امام احمد انکی اپنے باپ سے روایت کو ضعیف اور انکی عام روایتون کو مضطرب اور "ایسی ویسی" کہتے ہین، ابو حاتم کی رائے ہے کہ وہ راست گو ہین، لیکن انکی اپنے باپ سے حدیث "حجت نہین" ساجی کا قول ہے کہ "وہ سچے ہین"، اور بعض محدثین نے ان کو ضعیف کہا ہے" ابو حاکم کا بیان ہے کہ اکثر انکو اپنی روایتون مین وہم ہو جاتا تھا۔

(۴) چوتھا راوی عبد الرحمن بن غزوان ہی جسکا نام مستدرک اور ابو نعیم مین ابو نوح قراد ہے اس کو اگرچہ بہت سے لوگون نے ثقہ کہا ہے، تاہم وہ متعدد منکر روایتون کا راوی ہے، ممالیک والی جھوٹی حدیث اسی نے روایت کی ہے، ابو احمد حاکم کا بیان ہے کہ "اس نے امام لیث سے ایک منکر روایت نقل کی ہے" ابن حبان نے لکھا ہے کہ "وہ غلطیان کرتا تھا اور امام لیث اور مالک سے ممالیک والی حدیث نقل کرنے کی وجہ سے اس کی طرف سے دل مین خلجان ہے"

(۵) حافظ ذہبی میزان مین لکھتے ہین کہ "عبد الرحمن بن غزوان کی منکر روایتون مین سب سے زیادہ منکر بحیرا راہب کا قصہ ہے، اس قصے کے غلط ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس مین یہ ہے کہ ابو بکر نے بلال کو آپ کے ساتھ کر دیا حالانکہ حضرت ابو بکر اُس وقت بچہ تھے، اور حضرت بلال پیدا بھی نہین ہوئے تھے۔

(۶) حاکم نے مستدرک مین اس واقعہ کو نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ بخاری و مسلم کے شرط کے مطابق ہے، حافظ ذہبی مستدرک کی تلخیص مین اس کے متعلق لکھتے ہین کہ "مین اس روایت کو بنایا ہوا خیال کرتا ہون، کیونکہ اس مین بعض واقعات غلط ہین" (مستدرک جلد دوم صفحہ ۶۱۵)

(۷) امام بیہقی اسکی صحت کو صرف اسی قدر تسلیم کرتے ہین کہ "یہ قصہ اہل سیر مین مشہور ہے" حافظ سیوطی نے خصائص مین امام موصوف کے اس فقرہ سے یہ سمجھا ہے کہ وہ بھی اس کے ضعف کے قائل ہین، اس لیے اصل روایت مین ابن سعد وغیرہ سے چند اور سلسلے نقل کئے ہین، مگر ان مین سے کوئی بھی محفوظ نہین ہے۔

(۲۷) اسی قسم کا ایک اور واقعہ دوسری دفعہ کے سفر شام مین جب آپ حضرت خدیجہؓ کا مال تجارت لیکر بصریٰ تک تشریف لے گئے ہین، بیان کیا جاتا ہے، آپ کے ساتھ اس سفر مین حضرت خدیجہؓ کا غلام میسرہ بھی تھا اسکی زبانی روایت ہی کہ ہر جگہ ابر آپ پر سایہ افگن رہتا، کبھی فرشتے اپنے پرون کا سایہ کرتے تھے، ایک عیسائی خانقاہ کے قریب جہان نسطورا راہب رہتا تھا، آپنے ایک درخت کے نیچے آرام کیا، راہب نے دیکھا تو میسرہ سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہی اُسنے نام و نشان بتایا، راہب نے کہا کہ اس درخت کے نیچے پیغمبر کے سوا اور کوئی نہین ٹھہرا ہی پھر دریافت کیا کہ انکی آنکھون مین ہمیشہ یہ سرخی رہتی ہی، غلام نے اثبات مین جواب دیا، راہب نے کہا کہ "تو

یہ یقیناً آخر زمانہ کا پیغمبر ہے، تم کبھی اس کی رفاقت نہ چھوڑنا" اسی درمیان مین ایک شخص سے خرید و فروخت مین کوئی جھگڑا پیش آیا، خریدار نے آپ سے کہا کہ تم لات و عزیٰ کی قسم کھاؤ" آنحضرت صلعم نے فرمایا مین کبھی انکی قسم نہین کھاتا راہب نے میسرہ سے کہا "خدا کی قسم یہ پیغمبر ہے، اس کی صفتین ہماری کتابون مین لکھی ہین" میسرہ کا بیان ہے کہ جب دوپہر کی سخت دھوپ پڑتی تو دو فرشتے آپ پر سایہ کرلیتے، جب آپ تجارت سے فارغ ہوکر مکہ آرہے تھے اتفاق سے اُس وقت حضرت خدیجہ چند سہیلیون کے ساتھ کوٹھے پر تھین، حضرت خدیجہ کی نظر آپ پر پڑی کہ آپ اونٹ پر سوار ہین اور دو فرشتے آپ پر سایہ افگن ہین، اُنھون نے یہ منظر اپنی سہیلیون کو دکھایا، اور میسرہ سے اس کا تذکرہ کیا، میسرہ نے کہا پورے سفر مین یہی تماشا دیکھتا آیا ہون اور اس کے بعد اُس نے نسطور راہب کی گفتگو بھی اُن سے دہرائی۔

یہ واقعہ ابن اسحاق، ابن سعد، ابونعیم اور ابن عساکر مین ہے، ابن اسحاق مین اس روایت کی کوئی سند نہین ہے، بقیہ کتابون مین اس کی سند یہ ہے کہ ان کتابون کے مصنفین واقدی سے اور واقدی موسیٰ بن شیبہ سے، اور وہ عمیرہ بنت عبداللہ بن کعب سے، اور عمیرہ ام سعد بنت کعب سے، اور وہ یعلی بن منبہ صحابی کی بہن نفیسہ بنت امیہ سے جو صحابیہ تھین، روایت کرتی ہین، واقدی کی بے اعتباری تو محتاجِ بیان نہین، اس کے علاوہ موسیٰ بن شیبہ کی نسبت امام ابن حنبل کہتے ہین "احادیثه مناکیر" اسکی حدیثین منکر ہین، عمیرہ بنت ابن کعب اور اُم سعد کا حال نہین معلوم۔

(۲۹) ابن اسحاق، ابن سعد، بیہقی اور ابونعیم مین ہے کہ "قریش نے جب بنوہاشم کا مقاطعہ کرکے شعب ابی طالب مین محصور کیا اور باہم ایک معاہدہ مرتب کرکے خانۂ کعبہ مین رکھدیا تو چند سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے دیمک کو بھیجا جس نے کاغذ کو کھالیا، ایک روایت مین ہے کہ خدا کا نام چھوڑکر باقی عبارت کو جس مین بنوہاشم کے مقاطعہ کا عہد تھا اس نے کھالیا تھا، اور دوسری روایت مین ہے کہ خدا کا نام کھالیا تھا اور بقیہ عبارت چھوڑدی تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو اس واقعہ سے مطلع فرمایا، آنحضرت صلعم نے ابوطالب سے اس کا ذکر کیا، ابوطالب نے قریش کو اس کی خبر کی اور بالآخر اس واقعہ کو جھوٹ اور سچ ہونے پر معاہدہ کے باقی رہنے یا ٹوٹ جانے کا فیصلہ قرار پایا، کفار نے

جب کاغذ کو اتار کر دیکھا تو آنحضرت صلعم کے قول کی تصدیق ہوگئی۔

ابن اسحاق کی روایت بے سند ہے، بقیہ تمام روایتیں یا واقدی اور ابن لہیعہ سے ہیں جنکا اعتبار نہیں اور یا ثقات سے ہیں تو وہ تمامتر مرسل ہیں، ان مرسل روایتوں میں اگر کوئی بہتر روایت ہے تو وہ بیہقی میں موسیٰ بن عقبہ کی ہے، جو امام زہری سے اس کو روایت کرتے ہیں، مگر وہ زہری تک پہنچکر رہ جاتی ہے کسی صحابی تک نہیں پہنچتی۔

(۲۹) مشہور ہے کہ ہجرت میں جب آپ نے غار ثور میں پناہ لی، تو خدا کے حکم سے فوراً غار کے منہ پر بوٹے یا ببول کا درخت اُگ آیا جس کی ڈالیاں پھیل کر چھاگئیں، کبوتر کے ایک جوڑے نے آکر وہاں انڈے دیئے، اور مکڑی نے جالے تن دیے، تاکہ مشرکین کو آنحضرت صلعم کے اس کے اندر ہونے کا گمان نہو، درخت کے اُگنے، کبوتر کے انڈے دینے، مکڑی کے جالے تننے ان تینوں کا ذکر صرف ابو مصعب مکی کی روایت میں ہے، بقیہ روایتوں میں صرف کبوتروں کے انڈے دینے اور مکڑی کے جالا تننے کا بیان ہے، بہرحال یہ واقعہ کتب سیر میں ابن اسحاق، ابن سعد، دلائل بیہقی اور ابو نعیم میں اور کتب حدیث میں سے ابن مردویہ اور بزار میں ہے، ابن مردویہ، بزار اور بیہقی میں جو روایت ہے نیز ابن سعد اور ابو نعیم کی ایک ایک روایت ابو مصعب مکی سے ہے، جو متعدد صحابہ سے اس واقعہ کا سننا ظاہر کرتا ہے، ابو مصعب سے عون بن عمرو القیسی اس کی روایت کرتا ہے لیکن یہ دونوں صاحب پایۂ اعتبار سے گرے ہوئے ہیں، ابو مصعب مکی مجہول ہے، اور عون بن عمرو کی نسبت ابن معین کہتے ہیں کہ "وہ کچھ نہیں" امام بخاری فرماتے ہیں کہ وہ "منکر الحدیث اور مجہول ہے"، ابو نعیم میں عون بن عمرو کے بجائے عوین بن عمرو القیسی لکھا ہے، یہ عوین بن عمرو بھی بے اعتبار ہے عقیلی نے اس کا ضعفاء میں شمار کیا ہے، اور لکھا ہے کہ "اسکی روایتوں کی تصدیق نہیں ہوتی" اور اس روایت کو نقل کرکے لکھا ہے کہ "ابو مصعب مجہول ہے"[1]۔

استاذ مرحوم نے سیرت نبوی جلد اوّل واقعہ ہجرت میں صرف اسی ابو مصعب کی روایت پر تنقید کی ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ ابو مصعب کے علاوہ اور دوسرے سلسلوں سے بھی یہ مروی ہے، چنانچہ ابن سعد نے اور ایک طریقہ سے اس واقعہ کی

[1] دیکھو لسان المیزان ترجمہ ابو مصعب مکی و عون بن عمرو، و میزان الاعتدال ترجمہ عون بن عمرو اور عوین بن عمرو۔

روایت کی ہے مگر اس روایت کا سر سلسلہ واقدی ہے جس نے متعدد روایتون کو یکجا کر کے انکی ایک مشترک روایت ہجرت طیار کی ہے، اس واقعہ کی بہترین روایت وہ ہے جو مسند ابن حنبل مین حضرت ابن عباس سے مروی ہی، وہ فرماتے ہین ۔

فمروا بالغار فرأوا على بابه نسج العنكبوت فقالوا	کفار آپ کی تلاش مین غار کے منہ تک پہنچ گئے، دیکھا کہ منہ پر
لو دخل ههنا لم يكن نسج العنكبوت على بابه ،	مکڑی کے جال ہین تو انھون نے کہا کہ اگر محمد اس کے اندر جاتے
(جلد اوّل صفحہ ۳۴۸)	تو یہ جال نہ ہوتے ۔

لیکن ان الفاظ سے اس واقعہ کا غیر معمولی ہونا ظاہر نہین ہوتا، البتہ اس روایت کی بنا پر اس کو تائیدات مین جگہ دی جا سکتی ہے، تاہم یہ روایت بھی قوی نہین، اس کے راوی مقسم ہین، جو اپنے کو مولی ابن عباس کہتے ہین ۔ اور اُن سے عثمان الجزری نام ایک شخص روایت کرتا ہے مقسم کی اگرچہ متعدد محدثین نے توثیق کی ہے، اور امام بخاری نے صحیح مین اُن سے حجامت کی روایت نقل کی ہے، مگر وہ خود کتاب الضعفا مین انکو ضعیف کہتے ہین، ابن سعد نے بھی ان کو ضعیف کہا ہے، ساجی نے لکھا ہے کہ "لوگون نے ان کی روایت مین کلام کیا ہے" ابن حزم نے لکھا ہے کہ وہ قوی نہین" اور عثمان الجزری جو عثمان بن عمر بن ساج الجزری ہی، اور کہین عثمان بن ساج کے نام سے مشہور ہے، گو ابن حبان نے اپنے مشہور تساہل کی بنا پر اس کو ثقات مین داخل کیا ہے، مگر محدث ابو حاتم کہتے ہین کہ "اسکی حدیث لکھی جائے، حجت مین پیش نہ کی جائے" علامۂ ذہبی نے میزان مین اور حافظ ابن حجر نے لسان مین، صرف ابو حاتم کا قول نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی نسبت محدثین کا آخری فیصلہ یہی ہے ۔

(۳۰) روایتون مین ہے کہ اسی سفر مین راہ مین ایک جگہ بکریون کے ایک چرواہے سے آپ نے دودھ طلب کیا اُس نے معذرت کی کہ کوئی دودھ والی بکری نہین لیکن آپ نے اسکی اجازت سے ایک بے دودھ والی بکری کے تھن مین ہاتھ لگایا فوراً دودھ نکل آیا، چنانچہ سب نے دودھ پیا، چرواہا یہ دیکھکر مسلمان ہوگیا ۔

ایک روایت مین ہے کہ یہ چرواہا حضرت عبداللہ بن مسعود تھے، لیکن عالم معجزات کے تحت مین ہم نے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کا واقعہ زمانۂ ہجرت کا نہین، بلکہ وہ کسی اور زمانہ کا ہے، عبداللہ بن مسعود کا واقعہ مسند طیالسی

اور مسند احمد مین خود حضرت عبد اللہ بن مسعود کی زبانی صحیح روایت کے ساتھ مذکور ہے، مسند ابو یعلی مستدرک حاکم، اور طبرانی مین بجائے عبد اللہ بن مسعود کے صرف "عبد" یعنی ایک غلام کا ذکر ہے، جس کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا، صحابہ مین سے اُس کے راوی قیس بن نعمان سکونی ہین۔ یہ صرف ایک دفعہ ایک وفد کے ساتھ آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے ہین، اور اُن سے صرف یہی ایک روایت مروی ہے، بعضون نے ان سے ایک اور روایت ہدیہ کی بھی نقل کی ہے مگر ظاہر ہے کہ وہ شریک واقعہ نہ تھے، انھون نے یہ واقعہ کس سے سنا، معلوم نہین، اس لیے یہ روایت مرسل ہے، اسکے ایک راوی عبید اللہ بن عیاد بن لقیط کی گو اوروں نے توثیق کی ہے مگر بزار نے لکھا ہے کہ "وہ قوی نہین" تاہم ذہبی نے تلخیص مستدرک (ج ۳ صفحہ ۹) مین اور حافظ ابن حجر نے اصابہ (ترجمہ قیس بن نعمان سکونی) مین اس کو صحیح کہا ہے، مگر یہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ خود حضرت ابو بکر صدیق سے جو واقعہ ہجرت کی مفصل روایت صحیحین مین ہے اُس مین ایک غلام کے بکری کے دودھ پلانے کا واقعہ مذکور ہے مگر اس معجزہ کا وہان نام و نشان بھی نہین۔

ہجرت کے موقع پر بے دودھ والی بکری کے تھنون مین دودھ پیدا ہو جانے کا مشہور ترین معجزہ ام معبد کے خیمہ کا ہے کہتے ہین مکہ اور مدینہ کی راہ مین قبیلہ خزاعہ کے ایک خاندان کا میدان مین خیمہ تھا، ام معبد اور ابو معبد میان بیوی اُس خیمہ مین رہتے تھے، اور مسافرون کو آرام پہنچایا کرتے تھے، بکریون کی پرورش پر ان کا گذارہ تھا، صبح کو ابو معبد تمام اچھی اور دودھ والی بکریان لیکر چراگاہ کو نکل گیا تھا، صرف بے دودھ والی دبلی بکریان خیمہ مین رہ گئی تھین، اتنے مین آنحضرت صلعم اور حضرت ابو بکر کا اودھر سے گذر ہوا، کھانے پینے کی کچھ چیزین آپ نے بہ قیمت طلب کین، جو نہین ملین، خیمہ کے ایک گوشہ مین ایک بکری نظر آئی آپ نے پوچھا کہ ام معبد یہ بکری کیسی ہے؟ اُس نے کہا یہ لاغری سے بکریون کے ساتھ نہ جاسکی، پھر دریافت فرمایا کہ کیا اس کے کچھ دودھ ہے؟ جواب دیا یہ دودھ سے معذور ہے، راوی کا بیان ہے کہ امسال خشک سالی تھی، اور لوگ قحط مین مبتلا تھے، فرمایا کہ مجھے اس کے دوہنے کی اجازت ہے؟ عرض کی میرے مان باپ قربان! اگر اس کے دودھ ہو تو دوہ لیجیے، آپ نے دعا فرمائی، اور پھر بسم اللہ کہکر تھن مین ہاتھ لگایا، فوراً اُس کے تھنون مین دودھ اُتر آیا، وہ دودھ سب نے پی لیا، اور کچھ بچگیا، اور قافلۂ نبوی آگے روانہ ہوا، کچھ دیر کے بعد ابو معبد آیا، دیکھا کہ گھر مین دودھ

رکھا ہے، تعجب سے پوچھا یہ دودھ کہان سے آیا، بکریان تو سب میرے ساتھ تھین، ام معبد نے سارا قصہ بیان کیا، ابو معبد نے کہا کہ ذرا اُس شخص کی صورت وشکل تو بیان کرو، ام معبد نے نہایت تفصیل سے آپ کے حسن وجمال اور شکل وشمائل کی تصویر کھینچی جسکو سنکر ابو معبد نے کہا یہ تو خدا کی قسم قریش والا آدمی معلوم ہوتا ہے جس کا کچھ حال مین سُن چکا ہون، میری آرزو ہے کہ مجھے اسکی صحبت میسر ہوتی، اور جب انشاء اللہ موقع مل گیا مین یہ کرون گا، اسی وقت مکہ مین کچھ اشعار غیب سے سنے گئے، یہ اشعار بھی روایت مین ہین، ان اشعار مین ام معبد کے اِسی واقعہ کا بیان ہے، حضرت حسّان ؓ نے جب ہاتف کی یہ آواز سنی تو ان اشعار کے جواب مین یہ اشعار کہے، (یہ جوابی اشعار بھی روایت مین مذکور ہین۔)

یہ روایت بغوی، ابن شاہین، ابن سکن، ابن مندہ، طبرانی، بیہقی، ابونعیم اور حاکم مین ام معبد کے بھائی حُبیش بن خالد کی زبانی مذکور ہے، اور حاکم نے نہ صرف یہ کہ اسکو صحیح کہا ہے، بلکہ اور دیگر طریقون سے بھی اس کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، مگر معلوم ہے کہ حاکم کے تصحیح کرنے کی علماء کی نگاہ مین کوئی قدر وقیمت نہین، چنانچہ حافظ ذہبی نے اس روایت پر تنقید کرتے ہوئے تصریح کردی ہے کہ ان مین سے کوئی طریقہ سند صحیح کے شرائط کے مطابق نہین، حافظ ذہبی نے مجملاً اسی قدر لکھا ہے، مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ روایت حاکم کے علاوہ اور کتابون مین صرف ایک ہی سلسلۂ سند سے مذکور ہی اور وہ یہ ہے کہ حزام اپنے باپ ہشام سے، اور ہشام اپنے باپ حبیش بن خالد خزاعی سے ناقل ہین، حزام اور ہشام دونون مجہول ہین حبیش بن خالد سے صرف یہی ایک روایت تمام کتب حدیث مین مذکور ہے حبیش اصل واقعہ کے وقت موجود نہ تھے، معلوم نہین اُنھون نے کس سے سنا، اس لیے یہ روایت مرسل ہی، پھر انھون نے ۸ھ ہجری مین شہادت پائی یہ ثابت نہین کہ اُن کے بیٹے ہشام نے بالغ ہوکر باپ کی صحبت اور سماعت بھی حاصل کی یا نہین، حاکم نے دو طریقون سے اس واقعہ کو نقل کیا ہے، ایک انھین حزام اور ہشام بن حبیش کے ذریعہ سے، اور دوسرے حر بن صباح سے، اور وہ ام معبد کے شوہر ابو معبد سے راوی ہین، پہلے طریقہ مین حاکم نے یہ کمال کیا ہے کہ حبیش کے بجائے خود ہشام بن حبیش بن خویلد (بجائے خالد) کو اصل راوی اور صحابی قرار دیا ہے، ظاہر ہے کہ اس طریق سے روایت کا ارسال اور بڑھ گیا، ہشام کا صحابی ہونا بھی مشکوک ہے، دوسرے طریقہ مین حر بن صباح گو ثقہ ہین مگر ابو معبد سے ان کی سماعت ثابت نہین، چنانچہ

ابن حجر نے تہذیب میں لکھا ہو کہ حزام ابو معبد سے مرسل روایتیں کرتے ہیں، یہ تو ان تمام روایتوں کے اوپر کے راویوں کا حال ہے، نیچے کے راویوں میں اکثر مجہول لوگ ہیں، حزام والی روایت میں نیچے ایک شخص بشر محمد سکری ہے جسکو ازدی نے منکر الحدیث اور ابن عدی نے واہی کہا ہے، علاوہ ازیں ان روایتوں کے الفاظ ام معبد اور آنحضرت صلعم کے باہم طرزِ تخاطب، اور اشعار کی زبان اور ابو معبد کی گفتگو میں ایک خاص غربت ہے جسکو ناقدینِ حدیث اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں، یہ بھی عجیب بات ہے کہ ہاتفِ غیب نے تو اشعار مکہ میں لوگوں کو سنائے اور غیر مسلم حسّان نے مدینہ میں بیٹھے ان کا جواب کہا، ہجرت کے سال میں مکہ کے اس پاس قحط کا پڑنا اور خشک سالی ہونا بھی ثابت نہیں۔

مجھے ہجرت کے موقع پر ان دودھ والی روایتوں کے تسلیم کرنے میں اس لیے بھی پس وپیش ہے کہ ہجرت کے رفیقِ سفر حضرت ابو بکرؓ سے واقعاتِ ہجرت کی جو روایت صحیح بخاری میں مذکور ہو اُس میں ایک جگہ ایک چرواہے سے دودھ مانگ کر پینے کا ذکر موجود ہے، مگر اس معجزہ کا مطلق ذکر نہیں ہے، چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابو بکر کی زبانی یہ قصہ ان الفاظ میں مذکور ہے، "دفعۃً ایک چرواہا نظر آیا، جو اپنی بکریوں کو ہانکے لیے جارہا تھا، میں نے اس سے پوچھا تم کس کے غلام ہو؟ اُس نے قریش کے ایک آدمی کا نام لیا جس کو میں جانتا تھا، پھر میں نے کہا تمھاری بکریوں کے دودھ ہے؟ اس نے کہا ہاں، میں نے کہا اپنے ہاتھ اور بکری کے تھن جھاڑ کر پیالہ میں دودھ تو دوہو، اس نے دوہا تو میں آنحضرت صلعم کیلیے ایک برتن میں رکھکر اور تھوڑا پانی ملا کر کہ دودھ ٹھنڈا ہو جائے آپ کے پاس لایا، آپ نے نوش فرمایا[۲]۔

مدینہ پہنچکر مسلمانوں کی ایک اجتماعی زندگی شروع ہوگئی تھی، اور خلوت وجلوت میں ہر موقع پر جان نثاروں کا ہجوم رہتا تھا اس لیے آپ کے واقعات وسوانح کا ایک ایک حرف پہلے سے زیادہ روشن ہو جاتا ہے، اس بنا پر اس زمانہ کے دلائل ومعجزات زیادہ محفوظ طریقہ سے احادیث میں مذکور ہیں، اور اس عہد کے متعلق جو غلط اور مشتبہ روایات بعد کو پیدا ہوئے ہیں، محدثین نے موضوعات میں علانیہ اونکی پردہ دری کردی ہے، اس لیے فنِ موضوعات پر جو کتابیں لکھی گئی

[۱] لسان المیزان، ترجمہ محمد بن بشر بن ابان السکری [۲] صحیح بخاری باب مناقب المهاجرین۔

ہین، اُن مین ان کی تفصیل موجود ہے، مثلاً

۱- وہ تمام روایتین جن مین آنحضرت صلعم کے معجزہ سے حضرت آمنہ یا کسی اور مردہ کے زندہ ہونے کا بیان ہے وہ سب جھوٹی اور بنائی ہوئی ہین -

۲- وہ معجزے جن مین گدھے، اونٹ، بکری، ہرن، گوہ، بھیڑیے، شیر وغیرہ جانورون کے انسانون کی طرح بولنے یا کلمہ پڑھنے کا ذکر ہے، بروایت صحیحہ ثابت نہین ہین -

۳- ایسی روایتین جن مین آنحضرت صلعم کے لیے آسمان سے خوانِ نعمت یا جنت سے میوون کے آنے کا ذکر ہے، موضوع ہین

۴- وہ روایتین جن مین حضرت خضر یا الیاس سے ملنے یا اُن کے سلام و پیام بھیجنے کا بیان ہی، صحت سے خالی ہین

۵- عوام مین مشہور ہے کہ آنحضرت صلعم کے سایہ نہ تھا، لیکن یہ کسی روایت سے ثابت نہین ہے -

۶- روایت ہو کہ آپ قضائے حاجت سے واپس آتے تھے تو وہان کوئی نجاست باقی نہین رہتی تھی، یہ سرتاپا موضوع ہے -

۷- واعظون مین مشہور ہے کہ ابوجہل کی فرمایش سے، اُس کے ہاتھ کی کنکریان، آنحضرت صلعم کے معجزہ سے کلمہ پڑھنے لگین، لیکن یہ ثابت نہین،

۸- وہ تمام حکایات جن سے ہماری زبان مین کتب **وفات نامہ** اور **ہرنی نامہ** ترتیب پائی ہین تمامتر جھوٹی ہین -

۹- ایک روایت ہو کہ آنحضرت صلعم ایک دفعہ حضرت علیؓ کے زانو پر سر رکھکر آرام فرما رہے تھے، آفتاب ڈوب رہا تھا، اور نمازِ عصر کا وقت ختم ہو رہا تھا، لیکن حضرت علیؓ نے ادباً آپ کو جگانا مناسب نہ سمجھا، جب آفتاب ڈوب گیا، تو دفعۃً آپ بیدار ہوئے اور دریافت فرمایا کہ تم نے نماز پڑھی؟ عرض کی نہین، آپ نے دعا کی، فوراً آفتاب لوٹ کر نکل آیا، یہ روایت بھی صحیح طریقہ سے ثابت نہین ہے -

۱۰- ایک روایت ہے کہ آنحضرت صلعم کا چہرۂ مبارک اس قدر روشن تھا کہ اندھیرے مین آپ جاتے تھے تو اُجالا ہو جاتا، چنانچہ ایک دفعہ رات کو حضرت عائشہ کے ہاتھ سے سوئی گر گئی، تلاش کی نہین ملی، دفعۃً آپ تشریف لے آئے تو چہرۂ مبارک کی روشنی مین سوئی چمک اُٹھی اور مل گئی، یہ بالکل جھوٹ ہے -

بشارات

يَجِدُونَهٗ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ (اعراف)

جس پیغمبر کو وہ اپنے پاس توراۃ اور انجیل مین لکھا ہوا پاتے ہین۔

یہود و نصاریٰ مین یہ خیال ہے کہ کسی پیغمبر کا دعوائے نبوت اُس وقت تک مسلم نہین جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ پہلے پیغمبرون نے اسکی آمد کی پیشینگوئی کی ہے، اور جو اسکی نشانیان بتائی ہین، وہ مدعیِ نبوت مین پائی جاتی ہین، چنانچہ آنحضرت صلعم کی نبوت کو بھی وہ اسی معیار پر پرکھتے تھے، اور بہت سے یہود اور نصاریٰ جن کو اس معیار سے تشفی کی دولت حاصل ہوئی، وہ علی الاعلان ایمان لائے، اور جو اپنی کمزوری سے اپنے ایمان کا اعلان نہ کر سکے، اُنھون نے اسلام کی صداقت کا اعتراف کیا، لیکن جنکے قلوب عناد و تعصب کے گرد و غبار سے تیرہ و تار تھے، وہ اس ظلمات سے باہر نہ آسکے، اور آبِ حیات کا سرچشمہ اُن کے ہاتھ نہ آسکا۔

آنحضرت صلعم نے صحابہ کے جواب مین فرمایا ہے کہ "مین اپنے باپ ابراہیم کی دعا، اور عیسیٰ کی بشارت[1] ہون"

اس اجمال کی تفصیل یہ[2] ہے کہ "حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل نے جب کعبہ کی تعمیر سے فراغت پائی، تو مقدس باپ بیٹون نے ملکر دعا مانگی کہ ہماری اولاد مین ایک پیغمبر اس سرزمین مین مبعوث ہو،

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ۭ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۭ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ۭ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ۭ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ۭ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ

اور یاد کرو، جب ابراہیم کے پروردگار نے ابراہیم کا چند باتون مین امتحان لیا، پس ابراہیم نے انکو پورا کیا۔ خدا نے کہا کہ اے ابراہیم مین تمکو لوگون کا پیشوا بناؤنگا، ابراہیم نے کہا اور میری اولاد مین سے، خدا نے کہا میرا وعدہ گنہگار نہ پائین گے، اور یاد کرو جب ہم نے خانۂ کعبہ کو لوگون کا مرجع اور مامن بنایا، اور حکم دیا کہ ابراہیم کے قیام گاہ کو نماز

---

[1] مستدرک حاکم جلد دوم فضائل نبوی و ابن سعد جزو اول۔ [2] صفحات ذیل مین صرف اونھین بشارات سے بحث ہے جنکے حوالے قرآن و حدیث مین مذکور ہے

وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْعٰكِفِیْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ، وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ، قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِیْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ، وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ، رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُزَكِّیْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝

(بقرہ ۱۵)

کی جگہ مقرر کرو اور ابراہیم اور اسمٰعیل کو فرمایا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والون اور رکوع سجدہ کرنے والون کے لیے پاک صاف کرو، اور یاد کرو جب ابراہیم نے دعا کی کہ میرے پروردگار، اس (مکہ) کو امن کا شہر بنا، اور اسکے رہنے والون مین سے جو خدا اور آخرت پر یقین رکھتے تھے انکو پھل روزی دے، خدا نے کہا جو ان مین سے خدا اور آخرت کا منکر ہوگا اسکو بھی ہم دنیا کی چند روزہ زندگی مین بہرہ مند کرین گے، پھر اس کو مجبور کر کے عذاب دوزخ مین لیجائین گے اور بہت برا ٹھکانا ہی، اور یاد کرو جب ابراہیم اور اسمٰعیل خانۂ کعبہ کی بنیادین رکھ رہے تھے تو انھون نے دعا کی، خداوندا ہماری یہ خدمت قبول کر، تو ہی دعا کا سننے والا ہی نیتون کا جاننے والا ہی، خداوندا، ہمکو اپنا فرمانبردار بنا، اور ہماری نسل مین بھی ایک گروہ اپنے فرمانبردارون کا پیدا کر اور ہمکو ہماری عبادت کے طریقے سکھا، ہم سے درگزر کر، تو ہی بڑا درگذر کرنے والا اور مہربان ہی، خداوندا ان مین انھین مین سے ایک پیغمبر مبعوث کر، جو انکو تیری آیتین پڑھ کر سناے اور کتاب اور عقل کی باتین سکھاے اور انکو پاک کرے بیشک تو غالب اور دانا ہی۔

ان آیات مین تصریح یہ بتایا گیا ہی کہ حضرت ابراہیم و اسماعیل نے مکہ خدا کے حضور مین دعا کی کہ اس شہر مین ہماری نسل سے ایک پیغمبر مبعوث فرما، چونکہ مقام بعثت مکہ مقرر کیا گیا، اور دعا مین حضرت اسمٰعیل کی بھی شرکت تھی، اس لیے اس مین کوئی شبہہ نہین کہ اس دعا کا مقصود یہ تھا کہ یہ پیغمبر نسل اسمٰعیل سے ہوگا، اور مکہ مین اس کی بعثت ہوگی۔

موجودہ توراۃ کی کتاب پیدائش باب ۱۷ کے آخر اور باب ۱۸ کے اول مین بھی کچھ اس کے اشارات پاے جاتے ہین۔

اور ہاجرہ ابرام کے لیے بیٹا جنی، اور ابراہیم نے اپنے بیٹے کا نام جو ہاجرہ جنی، اسمٰعیل (خدا نے دعا سنی) رکھا، جب ابراہیم ننانوے برس کا ہوا، تب خداوند ابرام کو نظر آیا، اور اُس نے کہا کہ مین خدائے قادر ہون، تو میرے حضور مین چل، اور کامل ہو، اور مین اپنے اور تیرے درمیان عہد کرتا ہون کہ مین تجھے نہایت بڑھاؤن گا، تب ابرام منہ کے بل گرا، اور خدا اس سے ہمکلام ہو کر بولا، کہ دیکھ مین جو ہون، ہون، تیرا عہد میرے ساتھ ہے، اور تو بہت قومون کا باپ ہوگا، اور تیرا نام پھر ابرام نہ کہلایا جائیگا، بلکہ تیرا نام ابراہام ہوگا، کیونکہ مین نے تجھے بہت قومون کا باپ ٹھرایا۔ اور مین تجھے بہت پھل دون گا۔ اور قومین تجھ سے پیدا ہون گی، اور بادشاہ تجھ سے نکلین گے، اور مین اپنے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان، ان کے پشت در پشت کے لیے اپنا عہد جو ہمیشہ کا عہد ہے کرتا ہون کہ مین تیرا اور تیرے بعد تیری نسل کا خدا ہون گا، اور مین تجھ کو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا تمام ملک جس مین تو پردیسی ہے، دیتا ہون کہ ہمیشہ کے لیے ملک ہو، اور مین اُن کا خدا ہون گا۔"

خدا کا حضرت ابراہیم سے یہ عہد، حضرت اسمٰعیل کی پیدایش کے بعد ہی اور حضرت اسحاق کی ولادت سے پہلے ہوتا ہے، جس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ بشارت اسمٰعیل کے لیے ہے، اسحاق کے لیے نہین، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاق کی بشارت دی، حضرت ابراہیم کو وہم ہوا کہ اس نئی بشارت سے یہ مراد تو نہین ہے کہ اسمٰعیل زندہ نہ رہین گے، اور وہ عہد اسحاق کے ساتھ پورا ہوگا، فوراً بارگاہِ الٰہی مین عرض کی

"کاش کہ اسمٰعیل تیرے حضور جیتا رہے" (پیدائش ۱۷-۱۸)

خدا نے جواب دیا:-

"اور اسمٰعیل کے حق مین مین نے تیری سنی، دیکھ مین اُسے برکت دونگا، اور اُسے بارور کرونگا، اور اُسے بہت بڑھاؤن گا، اور اُس سے بارہ سردار پیدا ہون گے، اور مین اُسے بڑی قوم

بناؤن گا۔ (پید ۱۷-۲۰)

حضرت ہاجرہ جب حاملہ ہونے کے بعد حضرت سارہ سے خفا ہو کر بیر سبع چلی گیئن تو فرشتہ نے آواز دی "مین تیری اولاد کو بہت بڑھاؤن گا کہ وہ کثرت سے گنی نہ جائے گی، اور خداوند کے فرشتہ نے اُس سے کہا کہ تو بیٹا جنے گی، اسکا نام اسمٰعیل رکھنا کہ خدا نے تیرا دکھ سُن لیا" (پید ۱۶-۱۰)

حضرت ابراہیم نے جب حضرت ہاجرہ اور اسمٰعیل کو فاران (مکہ) کے بیابان مین رخصت کیا اور شکیزہ کا پانی چک گیا اور حضرت ہاجرہ نے گریہ وزاری شروع کی۔

تب خدا نے اُس لڑکے (اسمٰعیل) کی آواز سنی، اور خدا کے فرشتہ نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا، اور اُس سے کہا کہ اے ہاجرہ تجھکو کیا ہوا مت ڈر کہ اُس لڑکے کی آواز جہان وہ پڑا ہے خدا نے سنی، اُٹھ اور لڑکے کو اُٹھا، اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال، کہ مین اُسکو ایک بڑی قوم بناؤن گا۔ پھر خدا نے اُسکی آنکھین کھولین، اور اُس نے پانی کا ایک کوان (بیر زمزم) دیکھا..... خدا اوس لڑکے کے ساتھ تھا، اور وہ بڑھا و بیابان (عرب[1]) مین رہا...... اور وہ فاران (مکہ) کے بیابان[2] مین رہا" (پید ۲۱-۱۶)

موجودہ توراۃ مین حضرت اسمٰعیل کی پیدایش اور اُنکی نسل کی برومندی، کثرت اور برکت، اور ان کی نسل کے بارہ سردارون کے پیدا ہونے کی بشارتین مذکور ہین، اور اُن سے قرآن مجید کے بیان کردہ دعائے ابراہیمی اور عہد الٰہی کی تائید ہوتی ہے، الغرض اسی لیے روایات مین ہی کہ آنحضرت صلعم نے صحابہ سے فرمایا کہ "مین تمھین بتاؤن مین کیا ہون؟ انا دعوۃ ابی ابراہیم" مین اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہون[3]۔"

حضرت ابراہیم نے اپنی نسل مین جس رسول کے پیدا ہونے کی دعا مانگی تھی، اُس کے اوصاف یہ گنائے تھے۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ — اے ہمارے خداوند! ان مین (یعنی اسمٰعیل کی اولاد مین) ایک پیغمبر کو

---

[1] عرب کے لفظی معنی "بیابان" کے ہین۔ [2] قرآن مجید نے اس کو "وادِ غیر ذی زرع" بن کھیتی کے میدان" سے تعبیر کیا ہے۔
[3] طبقات ابن سعد و مستدرک حاکم۔

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ، (بقرہ)

مبعوث کرنا جو انکو تیرے احکام پڑھکر سنائے، اور انکو کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور انکو پاک و صاف کرے۔

قرآن مجید نے متعدد مقامات پر آنحضرت صلعم کے یہی اوصاف ظاہر کئے ہین۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (جمعہ)

اُسی خدا نے اَن پڑھون مین اُنھین کی قوم سے ایک پیغمبر مبعوث کیا جو انکو خدا کے احکام پڑھکر سناتا ہے اور انکو پاک و صاف کرتا ہے اور انکو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ، (آل عمران)

خدا نے مومنون پر یقیناً یہ احسان کیا کہ انمین ایک پیغمبر خود انھین کی قوم سے مبعوث کیا جو انکو خدا کے احکام سناتا ہے اور انکو پاک کرتا ہے، اور انکو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

اس سے یہ اشارہ صاف واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کا وجود مبارک دعائے ابراہیمی کی قبولیت کا مظہر ہے۔

حضرت عیسیٰ نے آنحضرت صلعم کی جو بشارت دی ہے وہ اس سے بھی زیادہ صاف ہی،

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ،

عیسیٰ بن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل امین تمہارے پاس خدا کا قاصد بنکر، اور مجھ سے پہلے جو توراۃ آئی مین اسکی تصدیق کرتا ہوا، اور اپنے بعد احمد نام ایک پیغمبر کی خوشخبری لیکر آیا ہون۔

انجیل یوحنا باب ۱۴ مین ایک آنے والے کی بشارت ان الفاظ مین ہے:۔

"اور مین اپنے باپ سے درخواست کرون گا اور وہ تمھین دوسرا "فارقلیط" بخشے گا کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے" (۱۴-۱۶)

آگے بڑھکر پھر ہے:۔

"لیکن وہ "فارقلیط" جو روح القدس ہے جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا، وہی تمھین سب چیزین سکھائے گا۔ اور سب باتین جو کچھ کہ مین نے تمھین کہی ہین تمھین یاد دلائے گا" (۱۴-۲۶)

اسی انجیل کے باب ۱۵-۲۶ مین ہے۔

"پر جب وہ "فارقلیط" جسے مین تمہارے لیے باپ کی طرف سے بھیجون گا، یعنی سچائی کی روح، جو باپ سے نکلتی ہے تو وہ میرے لیے گواہی دے گا۔"

اسی انجیل کے باب ۱۶-۷ مین ہے:-

"لیکن مین تمھین سچ کہتا ہون کہ تمھارے لیے میرا جانا ہی فائدہ ہے، کیونکہ اگر مین نہ جاؤن تو "فارقلیط" تمہارے پاس نہ آئے گا، پر اگر مین جاؤن تو مین اُسے تمھارے پاس بھیجدون گا۔ اور وہ آن کر دنیا کو گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے قصور وار ٹھرائے گا، گناہ سے اس لیے کہ اس جہان کے سردار پر حکم کیا گیا ہے، میری اور بہت سی باتین ہین کہ مین تمھین کہون پر اب تم اونکی برداشت نہین کر سکتے، لیکن جب وہ سچائی کی روح آئے گی تو وہ تمھین ساری سچائی کی بات بتائے گی، اس لیے کہ وہ اپنی نہ کہے گی، لیکن جو کچھ وہ سنیگی سوئے گی، اور تمھین آیندہ کی خبر دے گی، وہ میری بزرگی کرے گی، اس لیے کہ وہ میری چیزون سے پائیگی۔ اور تمھین دکھائے گی۔"

انجیل کی ان آیتون مین حضرت عیسیٰ نے جس آنے والے پیغمبر کی بشارت بار بار دی ہے، اس کو لفظ "فارقلیط" سے تعبیر کیا ہے، یہ لفظ عبرانی یا سریانی ہے، جس کے لفظی معنی ٹھیک محمدؐ اور احمد کے ہین، یونانی کے قدیم تراجم مین اس کا ترجمہ "پیریکلیوطاس" کیا گیا تھا، جو بعینہٖ فارقلیط اور احمد کا ہم معنی ہے، مگر یہ دیکھکر کہ اس سے اسلام کی تصدیق ہوتی ہے، ذرا سے تغیر سے "پیریکلیوطاس" کے بجائے "پیریکلیطاس" کر دیا گیا ہے جس کا ترجمہ اب عام طور سے "تسلی دہندہ" کیا جاتا ہے، عیسائی اور مسلمان علماء کے درمیان اس لفظ کی تحقیق پر سیکڑون برس سے مناظرہ قائم ہے، اور مسلمان علماء نے خود قدیم عیسائی علماء کی تحریرون سے یہ ثابت کیا ہے کہ صحیح لفظ "پیریکلیوطاس" ہے، سب سے زیادہ سیدھی بات یہ ہے کہ یہ فقرے حضرت عیسیٰ کی زبان سے نکلے تھے، اونکی

زبان سریانی آمیز عبرانی تھی، یونانی نہ تھی، اس لیے جو لفظ اُن کی زبان سے نکلا ہوگا وہ عبرانی یا سریانی ہوگا، اس لیے یہ بالکل صاف ہی کہ اُنھون نے فارقلیط کا لفظ کہا ہوگا، جو احمد یا محمد کا مرادف ہی جیسا کہ اوپر کی آیت مین قرآن کا دعویٰ ہے[1]،

گذشتہ صفحات مین یہ کہین ثابت کیا جاچکا ہے کہ آنحضرت صلعم توراۃ وانجیل کی انسانی تعلیم سے قطعاً ناآشنا تھے، بااین ہمہ یہ دیکھکر تعجب ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے اس آنے والے پیغمبر کی جو صفتین گنائی ہین وہ حرف بحرف آنحضرت صلعم پر صادق آتی ہین۔

"لیکن وہ فارقلیط (احمد) جو روح القدس (پاکیزگی کی روح) ہے جسے باپ (خدا) میرے نام سے بھیجیگا، وہی تمھین سب چیزین سکھائے گا، اور سب باتین جو مین نے تم سے کہی ہین تمھین یاد دلائے گا" (یوحنا ۱۴-۲۶)

"وہ فارقلیط (احمد) ... جو باپ (خدا) سے نکلتی ہے آئے تو وہ میرے لیے گواہی دیگا" (یوحنا ۱۵-۲۶)

"اور وہ (فارقلیط) آنکر دنیا کو گناہ سے، راستی اور عدالت سے قصوروار ٹھرائیگا، گناہ سے اس لیے کہ وہ مجھپر ایمان نہین لائے، ...... میری اور بہت سی باتین ہین کہ مین تم سے کہون پر اب تم اُن کی برداشت نہین کرسکتے لیکن جب وہ یعنی سچائی کی روح جب آئے گی تو وہ تمھین ساری سچائی کی راہ بتائے گی۔ اس لیے کہ وہ اپنی نہ کہے گی لیکن جو کچھ سنے گی سو کہے گی میری بزرگی کریے گی" (یوحنا ۱۶-۸)

انجیل کے ان فقرون مین آنے والے پیغمبر کی یہ صفات گنائی گئی ہین۔

۱- مسیح کی اصلی تعلیم لوگ بھول جائین گے، اس لیے وہ پیغمبر آکر اسکو یاد دلائے گا۔

۲- وہ مسیح کی ناتمام باتون کی تکمیل کریگا، اور وہ ساری سچائی کی باتین بتائیگا اور سب باتونکی خبر دیگا۔

[1] خطبات احمدیہ، خطبہ بشارت محمدی، منقول از گاڈفری ہگنس صاحب۔

۳- مسیح کی عظمت کو دنیا مین قایم کرے گا اور ان کی گواہی دے گا اور ان پر ایمان نہ لانے پر دنیا کو گنہگار ٹھہرائے گا۔

۴- اسکی باتین خود اسکی نہ ہون گی، بلکہ جو کچھ خدا کی طرف سے اُس کو سنایا جائے گا وہی کہے گا۔

اس صداقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ مسیح کی اصلی تعلیم عیسائی بھلا چکے تھے، توحید کی جگہ تثلیث تھی، حضرت عیسیٰ کے تعلیمات صادقہ مین ابنیت، الوہیت مسیح، مجسم پرستی، اور بیسیون عقائدِ فاسدہ کا اضافہ کر دیا گیا تھا، وہ محمد رسول اللہ صلعم ہی کی ذاتِ مبارک ہے جس نے حضرت عیسیٰ کی بھلائی باتوں کو پھر یاد دلایا، اور بتایا کہ انکی اصلی تعلیم کیا تھی؛ قرآن مجید نے پورے واشگاف طریق سے نصاریٰ کے عقائدِ فاسدہ اور غلط تعلیمات کی تشریح کی اور دنیا مین تثلیث کے بجائے توحید کا علم نصب کیا اور حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کی الوہیت کی تردید کی، اور حضرت عیسیٰ کی ابنیت اور انکی حیات وموت کے مسئلہ کو صاف کیا۔

اس کے بعد حضرت مسیح نے کہا کہ "وہ میری ناتمام باتون کی تکمیل کرے گا" یہ خصوصیت بھی خاتم النبیین کے سوا اور کسی پر صادق نہین آسکتی، مسیح کے اس فقرہ سے دو باتین ثابت ہوتی ہین، ایک یہ کہ مسیح تک دینِ الٰہی ناتمام ہے، اور دوسری یہ کہ آیندہ آنے والے پیغمبر کے ہاتھ سے اسکی تکمیل ہوگی، اور وہ سچائی کی تمام راہین دکھائے گا اور ساری باتون کی خبر دیگا، یہ پیشینگوئی آنحضرت صلعم کی ذات سے پوری ہوئی، آپ کی ذات سے دینِ الٰہی تکمیل کو پہنچا، اور آپ نے عقائد، عبادات، اخلاق، احکام، آثارِ قیامت، جنت، دوزخ، سزا جزا وغیرہ تمام باتون کو اس تفصیل، تشریح اور تکمیل کے ساتھ بتایا جسکی مثال دنیا کے کسی پیغمبر کی تعلیم مین نہین ملتی، اسی لیے آپ کو خاتم النبیین کا لقب دیا گیا۔

حضرت عیسیٰ نے اس پیغمبر کی تیسری نشانی یہ بتائی کہ "وہ دنیا مین میری عظمت کو قائم کرے گا، اور میرے لیے گواہی دے گا" یہ نشانی بھی آنحضرت صلعم کی ذات اقدس کے سوا کسی اور پر صادق نہین ہو سکتی، وہ آنحضرت صلعم ہی ہین جنھون نے حضرت عیسیٰ کی اصلی شخصیت اور عظمت کو دنیا مین آشکارا کیا، اور دوستون اور دشمنون کی طرف سے اُن پر جو غلط اتہامات قائم کیے گئے تھے، اُن کی پردہ دری کی، اور ان کی نبوت و رسالت کی گواہی دی، اور انکی صداقت کو تسلیم کرنا اسلام کا

ضروری رکن قرار دیا، اُن کے حقیقی اوصاف و محامد کی تصویر کو جسے یہود نے دشمنی سے اور نصاریٰ نے محبت سے دھندلی کر دیا تھا، اپنی روشنی سے اجاگر کر دیا، یہودیون نے اُن پر اور انکی مان حضرت مریمؑ پر جو بہتان باندھے تھے، ان کی علی رُوس الاشہاد تردید کردی، اور نصاریٰ نے اُن کی وِلادت، وفات، ابنیت، الوہیت، اور تعلیمات پر رومی مشرکانہ اعمال و عقائد کا جو پردہ ڈال رکھا تھا اُس کو چاک کر دیا، اور قرآن کی بیسیون آیتون مین نہایت صفائی کے ساتھ ان امور کی تشریح کی گئی اور اب کرورون دلون مین اُن کی اصلی عظمت اور حقیقی بزرگی کا نقش کندہ ہے۔

چوتھی نشانی حضرت مسیح نے یہ بتائی کہ "وہ خود اپنی طرف سے نہین کہے گا، بلکہ وہی کہے گا جو اس کو اوپر سنایا جائیگا" یہ آنحضرت صلعم کا خاص وصف ہے قرآن نے کہا،

مَا یَنطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی، (نجم ۱) وہ خواہشِ نفس سے نہین بولتا، بلکہ وہ جو کچھ بولتا ہے وہی بولتا ہے جو اس پر وحی کیجاتی ہے

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، آنحضرت صلعم جو کچھ ارشاد فرماتے تھے، اس کو لکھ لیا کرتے تھے، لوگون نے کہا آپ کبھی غصہ مین کچھ کہدیتے ہین انکو نہ لکھا کرو، حضرت عبداللہ بن عمرو نے جاکر آنحضرت صلعم سے عرض کیا آپنے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اس سے رضامندی اور نارضامندی دونون حالتونمین حق اور سچائی کے سوا اور کچھ نہین نکلتا، قرآن مجید نے اپنی نسبت بارہا کہا کہ وہ سچائی کی روح ہے، وہ حق ہے، وہ تذکرہ ہے، وہ ہدایت ہے، اور اُس کا پیغمبر چراغ ہدایت ہے، رہنمائے عالم ہے، مذکر (یاد دلانے والا) ہے، اِس تفصیل کے بعد کون اس سے انکار کرسکتا ہے کہ حضرت مسیح کی پیشینگوئی آنحضرت صلعم کے ظہور سے حرف بحرف پوری ہوئی، اور آنحضرت صلعم کے سوا کوئی اور ہستی نہین جسپر یہ اوصاف صادق آسکین، قرآن مجید مین ایک اور مقام پر بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلعم کے ظہور کی پیشینگوئی توراۃ اور انجیل دونون مین مذکور ہے، اور یہود و نصاریٰ دونون اِس پیشینگوئی کو جانتے ہین۔

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرٰاةِ وَالْاِنْجِیْلِ (اعراف ۱۹) جو لوگ اُس اَن پڑھ پیغام رسان قاصد کی پیروی کرتے ہین جسکو وہ اپنے پاس توراۃ اور انجیل مین لکھا ہوا پاتے ہین۔

انجیل مین گذشتہ بشارت فارقلیط کے علاوہ آنحضرت صلعم کی دو اور بھی پیشینگوئیان مذکور ہین، انجیلِ لوقا مین ہے

حضرت مسیح نے آسمان پر چلے جانے سے تھوڑی دیر پہلے فرمایا۔

دیکھو مین اپنے باپ (خدا) کے اس موعود کو تم پر بھیجتا ہون، لیکن جب تک عالم بالا سے تمکو قوت عطا نہ کی جائے، یروشلم مین ٹھہرو، (لوقا - ۲۴ - ۴۹)

اسکی چند سطرون کے بعد لوقا کی انجیل ختم ہو گئی ہے، اور اُس موعود کے ظہور کا کوئی ذکر نہین، وہ رسولِ موعود کون تھا؟ ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ کے بعد آنحضرت صلعم کے سوا کوئی پیغمبر نہین ہوا، انجیل کے اِس نقرہ مین یہ الفاظ غور کے قابل ہین، کہ حضرت مسیح کہتے ہین کہ "اس قوتِ آسمانی کے ظاہر ہونے کے وقت تک شہر یروشلم مین ٹھہرو" اِس سے مقصود، اس قوتِ آسمانی کے ظہور تک شہر یروشلم مین محض اقامت نہین ہے، بلکہ یہ مقصود ہے کہ اس رسول موعود کے ظہور تک تمہارا کعبہ اور قبلہ بیت المقدس رہے گا، لیکن جب وہ آئے گا، تو رخ شہر مکہ کی طرف بدل جائے گا، اسی لیے قرآن مجید نے تحویلِ قبلہ کے موقع پر یہ کہا ہے۔

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ	تو تو اپنا منہ مسجد حرام (کعبہ) کی طرف پھیر، اور تم جہان بھی ہو اسی کی
فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ، وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ	طرف اپنے منہ پھیرو، اور جو اہلِ کتاب ہین وہ جانتے ہین کہ یہ حق ہے
لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ (بقرہ ۱۷)	اُنکے پروردگار کی جانب سے ہے۔

اس تفصیل سے ظاہر ہوگا کہ حضرت عیسیٰ نے آپ کی آمد کی بشارت کس قدر کھلے لفظون مین دی تھی، اسی لیے احادیث مین ہے کہ آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ "مین اپنے بھائی عیسیٰ کی **بشارت** ہون" انجیل کی دوسری بشارت حضرت یحیٰی کے ظہور کے موقع پر مذکور ہے، حضرت یحیٰی جب ظاہر ہوتے ہین تو لوگ اُن سے پوچھتے ہین کہ تین آنے والے پیغمبرون مین سے تم کون ہو،

"بھیجا کہ اُس سے پوچھین کہ تو کون ہے؟ اور اُس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا، بلکہ اقرار کیا کہ مین مسیح نہین ہون، تب انھون نے اس سے پوچھا تو اور کون ہے؟ کیا تو الیاس ہے؟ اُس نے کہا مین نہین ہون، پس آیا تو "**وہ نبی**" ہے؟ اس نے جواب دیا نہین .... اور انھون نے اُس سے

سوال کیا اور کہا اگر تو نہ مسیح ہے، نہ ایلیاس اور نہ "وہ نبی" تو کیوں بپتسمہ دیتا ہے (یوحنا۔ ۱-۱۹)

اِس فقرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ توراۃ کی پیشنگوئی کے مطابق یہود کو تین پیغمبروں کا انتظار تھا جن میں سے دو کے نام الیاس اور مسیح تھے لیکن تیسرے کا نام صرف "وہ نبی" لیا گیا ہے، یہ تیسرا نبی محمد رسول اللہ صلعم کے سوا کون ہے؟ کہ یہود و نصاریٰ دونوں یقین رکھتے ہیں کہ اب مسیح کے سوا کوئی اور آنے والا نہیں صرف آنحضرت صلعم ہی کی ذات ہے جو نبی اور پیغمبر کے مطلق نام سے دنیا میں مشہور ہے، مسلمان آپ کو "آنحضرت" "وہ حضرت" یعنی پیغمبر کہتے ہیں، اور مسیحیوں میں آپ کا نام "دی پرافٹ" "وہ پیغمبر" مشہور ہو گیا ہے۔

صحابۂ کرام اور تابعین میں جن لوگوں کو توراۃ سے واقفیت تھی یا علمائے یہود میں سے جو لوگ اسلام لائے تھے اُنکو اچھی طرح معلوم تھا کہ آنحضرت صلعم کی بشارت گذشتہ صحفِ انبیاء میں مذکور ہے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص گو آنحضرت صلعم کے زمانہ میں کمسن تھے، مگر وہ مطالعہ کتب کے شایق تھے اور وہ توراۃ پڑھا کرتے تھے، سورہ فتح میں آنحضرت صلعم کی شان میں ہے،

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۭ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا، (فتح)	ہمنے تجکو گواہ، خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ خدا اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور اسکی مدد کرو، اور اس کی عظمت کرو، اور صبح شام اسکی تسبیح کرو۔

سورۂ احزاب میں کچھ اوصاف اور زیادہ مذکور ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا، (احزاب ۶)	اے پیغمبر ہمنے تجکو گواہ، خوشخبری دینے والا، ڈرانے والا، اور حق کی طرف بُلانے والا، اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو نے فرمایا کہ اس آیت میں آنحضرت صلعم کے جو اوصاف گنائے گئے ہیں وہ بعینہ توراۃ میں ہیں۔

عن عبداللہ عمرو ان هذه الآية التى فى القرآن	عبداللہ بن عمرو نے کہا کہ قرآن کی یہ آیت کہ اے پیغمبر! ہمنے تجکو

يا ايها النبي انا ارسلناك شاهداً ومبشراً و	گواہ اور خوشخبری سنانے والا بناکر اور امیون کا ماوی وملجا بناکر بھیجا
نذيراً، قال في التوراة يا ايها النبي انا ارسلناك	تو میرا بندہ ہے اور میرا رسول ہے، اور مین نے تیرا نام خدا پر
شاهداً ومبشراً وحرزاً للاميين انت عبدي و	بھروسہ رکھنے والا رکھا، وہ سخت اور سنگ دل نہ ہوگا۔ اور
رسولي وسميتك المتوكل ليس بفظ ولا غليظ	بازارون مین وہ شور نہ کرے گا، وہ برائی کے بدلے برائی نہ کرے گا
ولا سخاب بالاسواق ولا يدفع السيئة بالسيئة	بلکہ عفو اور درگذر کرے گا۔ اور اُس وقت تک خدا اُسکی روح قبض
ولكن يعفو ويصفح ولن يقبضه الله حتى يقيم به	نہ کرے گا جب تک اُس کے ذریعہ سے وہ کج دین کو سیدھا نہ
الملة العوجاء ويفتح بها اعيناً عمياً وآذاناً صماً وقلوباً غلفاً۔	کرے گا۔ کہ لوگ کہنے لگین کہ وہ ایک خدا ہے اُس کے
(بخاری تفسیر سورۂ فتح)	سوا کوئی نہین، پس وہ اس دین سے اندھی آنکھون بہرے
.. ..	کانون اور نافہم دلون کو کھول دیگا۔

صحابہ کے زمانہ مین کعب ایک مشہور یہودی عالم تھے جو مسلمان ہوگئے تھے، تفسیر طبری مین ہے کہ حضرت عطاؔ تابعی نے اُن سے پوچھا کہ آنحضرت صلعم کی کوئی بشارت توراۃ مین مذکور ہے، اُنھون نے کہا ہان ہے، اور اُس کے بعد انھون نے توراۃ کی اسی عبارت کا ترجمہ پڑھا، چنانچہ اس وقت توراۃ کے جو نسخے موجود ہین ان مین اشعیاؔ نبی کی کتاب مین کسی قدر الفاظ کے تغیر کے ساتھ یہ پیشینگوئی اب تک موجود ہے، اور جس پر ایک نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت کعب نے اسی پیشینگوئی کو اختصار اور اجمال کے ساتھ اپنے الفاظ مین ادا کیا ہے، اشعیاؔ نبی کی پیشینگوئی یہ ہے،

دیکھو میرا "بندہ" جسے مین سنبھالتا۔ میرا "برگزیدہ" جس سے میرا جی راضی ہے، مین نے اپنی روح اسپر رکھی، وہ قومون کے درمیان عدالت جاری کرائے گا، وہ نہ چلائے گا، اور اپنی صدا نہ بلند کرے گا۔ اور اپنی آواز بازارون مین نہ سنائے گا، وہ مسلے ہوئے سینٹھے کو نہ توڑے گا۔ اور دھکتی ہوئی بتی کو نہ بجھائے گا، وہ عدالت کو جاری کرائے گا کہ دائم رہے، اس وقت تک اس کا زوال نہ ہوگا جب تک راستی کو زمین پر قائم نہ کرے، اور بحری ممالک اسکی شریعت کی راہ تکین۔

خداوند خدا جو آسمانون کو خلق کرتا اور انھین تانتا جو زمین کو اور انھین جو اس مین سے نکلتے ہین پھیلاتا
اوران لوگون کو جو اس پر ہین سانس دیتا، اور انکو جو اس پر چلتے ہین روح بخشتا ہی یون فرماتا ہی، مین
خداوند نے تجھے صداقت کے لیے بلایا، مین ہی تیرا ہاتھ پکڑون گا، اور مین تجھکو لوگون کے لیے عہد
اور قومون کے لیے نور بناؤن گا[ل] کہ تو اندھون کی آنکھین کھولے، اور بندھوؤن کو قید سے نکالے،
اور اُن کو جو اندھیرے مین بیٹھے ہین قید خانے سے چھڑائے، یہوواہ مین ہون یہ میرا نام ہے، اور اپنی
شوکت دوسرے کو نہ دون گا، اور وہ ستایش جو میرے لیے ہوتی کھودی ہوئی مورتون کے
لیے ہونے نہ دون گا، دیکھو تو سابق پیشینگوئیان برآئین، اور مین نئی باتین بتاتا ہون، اس سے پیشتر
کہ واقع ہون مین تم سے بیان کرتا ہون۔

خداوند کے لیے ایک نیا گیت گاؤ، اے تم جو سمندر پر گذرتے ہو اور تم جو اس مین بستے ہو اے
بحری ممالک اور اُن کے باشندو تم زمین پر سرتاسر اسی کی ستایش کرو بیابان اور انکی بستیان قیدار کے
آباد دیہات اپنی آواز بلند کرین گے، سلع کے بسنے والے ایک گیت گائین گے، پہاڑون کی چوٹیون
پر سے للکارین گے، وہ خداوند کا جلال ظاہر کرین گے، اور بحری ممالک مین اسکی ثناخوانی کرین گے،
خداوند ایک بہادر کی مانند نکلے گا۔ وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت کو اسکائے گا۔ وہ چلائے گا، ہان
وہ جنگ کے لیے بلائے گا، وہ اپنے دشمنون پر غالب ہوگا، مین بہت مدت سے چپ رہا، مین
خاموش ہو رہا، اور آپ کو روکتا گیا، پر اب مین اُس عورت کی طرح جسے درد زہ ہو چلاؤن گا۔
اور ہانپون گا۔ اور زور زور سے ٹھنڈی سانس بھی لون گا۔ مین پہاڑون اور ٹیلون کو ویران
کر ڈالون گا۔ اور اُن کے سبزہ زارون کو خشک کرون گا۔ اور اُن کی ندیان بسنے کے لایق زمین
بناؤن گا۔ اور تالابون کو سکھا دون گا۔ اور اندھون کو اس راہ سے کہ جسے وہ نہین جانتے لیجاؤنگا

[ل] اس فقرہ کا اُردو ترجمہ میرے پیش نظر اُردو نسخہ مین صحیح نہ تھا مین نے اوکسفورڈ یونیورسٹی پریس کے عربی ترجمہ مطبوعہ سنہ ۱۹۰۰ء سے درست کیا ہی۔

مین انھین ان رستون پر جن سے وہ آگاہ نہین لے چلون گا، مین اُن کے آگے تاریکی کو روشنی
اور اونچی نیچی جگہون کو میدان کر دون گا، مین ان سے یہ سلوک کرون گا اور انھین ترک نہ کرون گا۔
وہ پیچھے ہٹین اور نہایت پشیمان ہون جو کھودی ہوئی مورتون کا بھروسہ رکھتے ہین اور ڈھالے ہوئے
بتون کو کہتے ہین کہ تم ہمارے الٰہ ہو، سنو اے بہرو! اور تاکو اے اندھو تاکہ تم دیکھو اندھا کون ہے
مگر میرا بندہ؟ اور کون ایسا بہرا ہے جیسا میرا رسول جسے مین بھیجونگا، اندھا کون ہے جیسا کہ وہ جو کامل ہے
اور خداوند کے خادم کی مانند اندھا کون ہے؟ تو نے بہت چیزین دیکھی ہین، پر اُن پر لحاظ نہین رکھا۔
اور کان تو کھلے ہین پر کچھ نہین سنتا، خداوند اپنی صداقت کے سبب راضی ہوا، وہ شریعت کو بزرگی
دے گا اور اُسے عزت بخشے گا۔ (باب ۴۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو، اور حضرت کعب کی پیش کردہ بشارت مین جو الفاظ ہین وہ حرف حرف اس مین موجود ہین، پہلا لفظ اس بشارت مین شاھدًا ہے یعنی خدا کی طرف سے وہ قومون کے درمیان گواہ اور شاہد ہوگا، اشعیا مین ہے وہ "قومون کے درمیان عدالت جاری کرائے گا، اور اُس عدالت کا وہ گواہ ہوگا" اسکے بعد مبشر کی صفت ہے، یعنی وہ نیکوکارون کو خدا کی بادشاہی کی خوشخبری سنائے گا۔ اشعیا کے اس پورے باب مین اُس آنے والے پیغمبر کے یہی اوصاف بیان ہوئے ہین، بعد ازین حرزًا للامیین "اُمیون کا ماویٰ اور پناہ ہے" اُمّی وہ ہین جنکو اب تک کوئی شریعت نہین ملی تھی، چنانچہ اشعیا مین ہے کہ "اس رسول کے ذریعہ سے اندھون کو اس راہ سے کہ جسے وہ نہین جانتے لے جاؤن گا۔ مین انھین ان رستون (شریعت) پر جن سے وہ آگاہ نہین لے چلون گا" انت عبدی ورسولی یعنی تو میرا بندہ اور میرا رسول ہے، اشعیا کے شروع مین ہے "دیکھو میرا بندہ" اور آخر مین ہے "میرا بندہ، میرا رسول جسے مین بھیجون گا" سمیتك بالمتوکل مین نے تیرا نام خدا پر بھروسہ کرنے والا رکھا، اشعیا مین ہے "میرا بندہ جسکو مین سنبھالتا ہون..... مین ہی تیرا ہاتھ پکڑونگا اور تیری حفاظت کرون گا" لیس بفظٍ ولا غلیظٍ ولا یدفع السیئة بالسیئة ولکن یعفو ویصفح.. وہ سنگدل اور سخت نہوگا"

یعنی کمزوروں اور ضعیفوں کو نہ ستائے گا، اور برائی کا بدلہ برائی نہ دیگا، بلکہ معاف کرے گا، اشعیا تمثیل و استعارہ مین کہتے ہین "وہ مسلے ہوئے سنٹھے کو نہ توڑے گا، اور دھیمی بتی کو نہ بجھائے گا، وہ عدالت کو جاری کرائے گا" ولا سخاب بالاسواق "وہ بازارون مین نہ چلائے گا" یعنی وہ متین اور سنجیدہ ہوگا، اشعیا نے کہا "وہ نہ چلائے گا، اپنی صدا نہ بلند کرے گا، اور اپنی آواز بازارون مین نہ سنائے گا" ولن یقبضہ اللہ حتی یقیم بہ الملۃ العوجاء "خدا اسوقت تک اسکی روح قبض نہ کرے گا، جب تک اُس کے ذریعہ سے وہ کج دین کو سیدھا نہ کرائیگا" اشعیا مین ہے "اسوقت تک اُس کا زوال نہ ہوگا اور نہ مسلا جائے گا، جب تک راستی کو زمین پر قائم نہ کرے گا" فیقولوا لا الہ الا اللہ "تو لوگ کہین کہ ایک خدا کے سوا کوئی خدا نہین" اشعیا کہتے ہین "مین خدا (یہوا) اپنی شوکت دوسرے معبودانِ باطل کو نہ دون گا، اور وہ ستایش جو میرے لیے ہوتی ہے، کھودی ہوئی مورتون کے لیے ہونے نہ دونگا"...... وہ پیچھے ہٹین اور نہایت پشیمان ہون، جو کھودی ہوئی مورتون کا بھروسہ رکھتے ہین، اور ڈھالے ہوئے بتون کو کہتے ہین کہ تم ہمارے الٰہ ہو" فیفتح بہ عیونا عمیا و آذانا صما و قلوبا غلفا "وہ اُس کے ذریعہ سے اندھی آنکھون بہرے کانون، اور زیر پردہ دلون کو کھول دیگا" اشعیا کہتے ہین "لوگون کے عہد اور قومون کی روشنی کے لیے تجھے دون گا، کہ تو اندھون کی آنکھین کھولے جو بند ہین، اُنکو قید سے نکالے، اور اُن کو جو اندھیرے مین ہین قید سے نکالے........ سنو اے بہرو، تاکو اے اندھو"

حضرت اشعیا کی یہ بشارت حرف بحرف آنحضرت صلعم پر صادق آتی ہے، حضرت اشعیا نے ان فقرون مین جس نبی کی پیشینگوئی کی ہے، وہ یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہین ہین کہ نہ تو وہ عیسائیون مین خدا کے "بندہ اور رسول" کی حیثیت سے تسلیم ہوتے ہین، اور نہ وہ ایک جنگی مرد کی طرح دنیا مین آئے، نہ اُنھون نے توحید کو دنیا مین قائم کیا، اور نہ بت پرستی کا استیصال کیا، علاوہ ازین اس پیشینگوئی مین اسکی طرف بھی خاص اشارہ ہے، کہ وہ آنے والا نبی، قیدار بن اسمٰعیل کی نسل سے اور قیدار کے دیہاتون مین پیدا ہوگا، قیدار بن اسمٰعیل کا مشہور خاندان قریش تھا، اور قیدار کا دیہات مکہ معظمہ ہے، اس باب ۴۲ سے پہلے جس مین یہ بشارت ہے، باب ۴۱ مین بھی اس بشارت کا ایک حصہ مذکور ہے۔

"کس نے اِس راستباز کو پورب کی طرف سے برپا کیا، اور اپنے پانون کے پاس بلایا، اور امتون کو اُس کے آگے دھر دیا، اور اُسے بادشاہون پر مسلط کیا، کس نے انھین (کافرون) خاک کے مانند اسکی تلوار کے، اور اُڑتی بھوسی کے مانند اسکی تلوار کے حوالہ کیا۔"

اِس درس مین یہ تصریح ہے کہ وہ راستباز "پورب کی طرف سے مبعوث ہوگا" توراۃ کے محاورہ مین پورب کی سرزمین سے عموماً **عرب** مراد ہوتا ہے[1] "اس سے ثابت ہوا کہ وہ راست باز بندہ اور رسول ملک عرب مین مبعوث ہوگا"

اس بشارت مین آنے والے پیغمبر کے سب سے پہلے وصف کا ترجمہ "برگزیدہ" کیا گیا ہے، جو آنحضرت صلعم کے لقب **مصطفےٰ** کا ترجمہ ہے، دوسرا وصف "راستباز" ہے، یہ **امین** کا وہ لقب ہے جو نبوت سے پہلے اہل مکہ کی زبان سے آپ کو ملا تھا، اب حضرت اشعیا کی بشارت کے ایک ایک لفظ پر غور کرو تو آنحضرت صلعم کے اوصاف وحالات سے اُس کی عجیب مطابقت ہوتی ہے۔

سب سے پہلے یہ کہ اُس پیغمبر کو بندہ اور رسول کے وصف سے یاد کیا ہے، یہ وہ وصف ہے جو آنحضرت صلعم کی ذات گرامی کے ساتھ مخصوص ہے آنحضرت صلعم کے سوا کوئی پیغمبر اس وصف خاص کے ساتھ شہرت نہین رکھتا، یہ اسلام ہی کا پیغمبر ہے جس کا طغراے فخر صرف عبدیت اور رسالت ہے، اُس نے دنیا مین اپنے نام کا اعلان ہی ان الفاظ کے ساتھ کیا، کہ عبدہ ورسولہ کسی مسلمان کی کوئی نماز اُس وقت تک ختم نہین ہوتی جب تک وہ اپنی زبان سے تشہد مین یہ نہین ادا کرلیتا "واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ" مین گواہی دیتا ہون کہ محمد خدا کے بندہ اور اُس کے رسول ہین" اس موقع پر ایک خاص نکتہ بیان کے لایق ہے کہ دیگر انبیا جس طرح خلیل اللہ، کلیم اللہ، روح اللہ وغیرہ کے خطابات سے مشرف ہین، آنحضرت صلعم کا سب سے بڑا خطاب "عبد اللہ" خدا کا بندہ ہے معراج مین جو تقرب الٰہی کی آخری منزل اور انسانی رتبہ کی آخری شرف یابی تھی، آنحضرت صلعم اسی لقب خاص سے پکارے گئے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ — پاک ہو وہ خدا جو معراج مین اپنے "بندہ" کو لے گیا۔

[1] مین نے اپنی تصنیف ارض القرآن جلد اوّل جغرافیہ عرب مین توراۃ کے حوالون سے اسکو بتفصیل دکھایا ہے۔

اس کے علاوہ اور متعدد آیتون مین آپ کو اس خطاب سے تعبیر کیا گیا ہے

فَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا (بقرہ) — اگر تم کو اس مین شک ہی جو ہمنے اپنے "بندہ" پر اتارا،

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ (فرقان) — بابرکت ہے وہ خدا جس نے اپنے "بندہ" پر قرآن اتارا،

وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ (جن) — اور جب خدا کا "بندہ" اس کو پکارتے ہوئے کھڑا ہوا۔

آنحضرت صلعم دونون زانون کھڑے کر کے کھانا تناول فرماتے تھے، اسکی وجہ یہ ارشاد فرمائی کہ "مین خدا کا بندہ ہون اسی طرح کھاتا ہون جس طرح غلام کھاتا ہے"،

دوسرا وصف رسول ہے، گو دنیا مین پیغمبر ہزارون آئے، مگر لفظ رسول سے اُن کے نام کو شہرت نہین، یہ صرف آنحضرت صلعم ہی کا وصف ہے، جو تمام مسلمانون کی زبانون پر رسول اللہ صلعم کے نام سے ملقب ہین یہانتک کہ عیسائیون مین بھی "دی پرافٹ" یعنی پیغمبر مخصوص آپ کا نام ہے، قرآن نے بتصریح کہا،

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (فتح) — محمد خدا کا رسول"

یَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ (منافقون) — خدا کا رسول تمہاری مغفرت چاہے،

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (توبہ) — تمہارے پاس خود تمہاری قوم کا رسول آیا۔

اَنَّ فِیْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ (حجرات) — تم مین خدا کا رسول ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب) — تمہارے لیے خدا کے رسول کے اندر اچھی پیروی ہے،

یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ (مائدہ) — اے رسول تجھپر جو کچھ اتارا گیا ہی اسکو لوگون تک پہنچادے۔

ان مقامات کے علاوہ اور بیسیون جگہ آنحضرت صلعم کے لیے یہ لفظ استعمال ہوا ہے، یہان تک کہ حضرت عیسیٰ نے جو بشارت دی ہے، وہ بھی اسی رسول کے لفظ کے ساتھ دی ہے، مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ "میرے بعد احمد نام ایک رسول آنے والا ہے"۔

حضرت اشعیا نے آنے والے پیغمبر کا تیسرا وصف "برگزیدہ" بتایا ہے، کون نہین جانتا کہ آنحضرت صلعم مصطفی (برگزیدہ)

کے لقب سے عام طور پر مشہور ہین، حدیث صحیح مین ہے،

ان اللہ اصطفیٰ کنانۃ من ولد اسمٰعیل، واصطفیٰ قریشا من کنانۃ واصطفیٰ بنی ھاشم من قریش و اصطفانی من بنی ھاشم۔[1]

بیشک خدا نے اولاد اسمٰعیل مین سے کنانہ کو برگزیدہ کیا، اور کنانہ مین سے قریش کو برگزیدہ کیا، اور قریش مین سے بنی ہاشم کو برگزیدہ کیا، اور بنی ہاشم مین سے مجکو برگزیدہ کیا۔

چوتھی صفت یہ بیان ہوئی ہے کہ "جس سے میراجی راضی ہوا" یہ صفت نہ صرف آنحضرت صلعم کے لیے بلکہ آپکے وسیلہ سے تمام پیروان محمدی مین عام ہے،

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ .... يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا۔ (فتح)

محمد خدا کا رسول اور جو اُس کے ساتھ ہین، .... وہ خدا کی مہربانی اور رضا کو ڈھونڈتے ہین۔

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (مائدہ۔ توبہ۔ مجادلہ۔ بینہ)

خدا اُن سے راضی ہوا، اور وہ خدا سے راضی ہوئے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ (فتح)

بیشک خدا مومنون سے راضی ہوا۔

تمام انبیا کی امتون سے یہ مخصوص وصف امت محمدی ہی کا ہے اُس کے پیرو رضی اللہ عنہ کی دعا سے ہمیشہ مخاطب ہوتے ہین۔

اس کے بعد اشعیا، اُس پیغمبر کا وصف یہ بتاتے ہین کہ خدا اُس سے کہتا ہے "مین نے اپنی روح اُس پر رکھی" قرآن نے اِس وصف سے بھی آنحضرت صلعم کو متصف کیا ہے،

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا (شوریٰ)

ہمنے تیری طرف اپنی شان کی ایک روح وحی کی۔

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ (شعراء)

امانت دار روح اسکو لیکر اتری۔

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ (نحل)

کہدے کہ روح القدس نے اس کو اتارا ہے۔

پانچوان وصف یہ بتایا گیا کہ "وہ نہ چلائیگا اور اپنی صدا بلند نہ کرے گا، اور اپنی آواز بازارون مین نہ سنائیگا"

[1] جامع ترمذی فضل النبی صلعم

صحابہ نے آپ کی سیرت کے خط وخال کی بھی تصویر کھینچی ہے، متعدد صحابہ سے روایت ہی کہ آپ کبھی زور سے نہین ہنستے تھے، بلکہ صرف مسکراتے تھے[۱] شمائل ترمذی حضرت ہند سے روایت ہی کہ "آنحضرت صلعم اکثر چپ رہتے، بے ضرورت کبھی گفتگو نہ فرماتے، ایک ایک فقرہ الگ اور صاف اور واضح ہوتا، ہنستے بہت کم تھے، ہنسی آتی تو مسکرا دیتے"

حضرت عائشہؓ سے ایک شخص نے آپ کے اخلاق پوچھے، انھون نے جواب دیا کہ آنحضرت صلعم "بدگو نہ تھے، اور نہ بازارون مین شور کرتے تھے" حضرت علی سے حضرت حسینؓ نے دریافت کیا کہ آپ کے اوصاف کیا تھے، فرمایا "آپ شور وغل نہین کرتے تھے[۲]"

سفر اشعیا مین اس کے بعد ہے "وہ مسلے ہوئے سینٹھے کو نہ توڑے گا، اور دہکتی ہوئی بتی کو نہ بجھائے گا، مسکینون غریبون اور کمزورون کو نہ ستائے گا، وہ نرم دل اور نیک خو ہوگا" قرآن مجید نے آپ کے اس وصف کو نمایان طریق سے بتایا ہے۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (ن)	اور بیشک تو بڑے خلق پر ہے۔
فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران)	خدا کی رحمت کے سبب سے تو ان کے ساتھ نرم ہے، اگر تو کرا اور دل کا سخت ہوتا تو یہ تیرے اردگرد سے ہٹ جاتے۔
لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (توبہ)	تمھاری قوم سے تمھارے پاس ایک پیغمبر آیا جسکو تمھاری تکلیف شاق ہوتی ہی، تمھاری بھی خواہی کا حریص ہی اور مسلمانون پر مہربان م

حضرت عائشہ کہتی ہین کہ آپ نے کبھی کسی سے اپنا ذاتی انتقام نہین لیا، آپ برائی کے بدلہ برائی نہین کرتے تھے، بلکہ معاف کرتے تھے، اور درگذر فرماتے تھے۔ آپ نے کسی کو اپنے ہاتھ سے نہین مارا، حضرت علی کہتے ہین کہ "آپ خندہ جبین، نرم خو، مہربان طبع تھے، سخت مزاج اور تنگ دل نہ تھے" ہند بن ابی ہالہ جو گویا آپ کے آغوش پروردہ تھے بیان کرتے ہین کہ "آپ نرم خو تھے، سخت مزاج نہ تھے، خود اپنے ذاتی معاملہ مین کبھی غصہ نہ فرماتے اور

[۱] جامع ترمذی باب ماجاء فی صفة النبی صلعم۔ [۲] یہ دونون روایتین شمائل ترمذی باب خلق النبی صلعم مین ہین، حضرت عائشہ والی روایت مسند ابوداؤد طیالسی اور مستدرک حاکم مین بھی ہے۔

نہ کسی سے انتقام لیتے[1]۔"

حضرت انسؓ خادم خاص کہتے ہین کہ "مین نے دس برس آپ کی خدمت کی، مگر آپ نے کبھی کسی معاملہ کی مجھے باز پرس نہ فرمائی[2]۔" مالک بن حویرث جو ۲۰ دن تک آپ کی صحبت مین رہے تھے، کہتے ہین کہ "آپ رحیم المزاج اور رقیق القلب[3] تھے۔"

حضرت اشعیا اس کے بعد کہتے ہین کہ "وہ عدالت کو قائم کرے گا کہ دائم رہے" چنانچہ آنحضرت صلعم نبی آخرالزمان ہین آپکے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، اور نہ آپ کی شریعت منسوخ ہوگی، آپ آخری دین لیکر آئے، جو قیامت تک دائم رہیگا۔ پھر کہتے ہین "اس وقت تک اسکا زوال نہ ہوگا، اور نہ ملا جائے گا۔ جب تک راستی کو زمین پر قائم نہ کرے" یعنی جب تک اُسکی شریعت اور تعلیم قائم نہ ہوجائے گی۔ اسکو موت نہ آئے گی۔ ظاہر ہے کہ یہ وصف حضرت عیسیٰ پر صادق نہین کہ وہ اپنی تعلیم وشریعت کے استحکام سے پہلے اس دنیا سے اُٹھ گئے۔ یہ مخصوص وصف آنحضرت صلعم کا ہی، جو اُسوقت تک اس دنیا مین تشریف فرما رہے جب تک آپ کی تعلیم وشریعت نے ظہور تام اور استحکام کامل نہین حاصل کرلیا، چنانچہ جب یہ بات حاصل ہوگئی، تو آپ کو اِس دنیائے فانی سے رخصت ہونے کی اجازت ملی، حضرت اشعیا کی یہ پیشینگوئی قرآن مجید کے اس سورہ کے مطابق ہے،

اِذَا جَاۤءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ	جب خدا کی نصرت اور فتح آچکی اور تو نے لوگوں کو گروہ در گروہ دین الٰہی
یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ	مین آتے دیکھ لیا (تو تیرا فرض انجام پاچکا اور اس دنیا سے تیری رخصت
وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا،	کے دن قریب آگئے) اب خدا کے حمد واستغفار مین مصروف ہو، وہ رحم کرنیوالا ہے

جب یہ سورہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے تمام صحابہ کو جمع کرکے فرمایا کہ "خدا کے ایک بندہ کو اختیار دیا گیا تھا کہ چاہے وہ اِس دنیا کو قبول کرے یا دوسری دنیا کا سفر اختیار کرے، مگر اُس بندہ نے آخرۃ کو پسند کیا۔" حضرت ابوبکر یہ سنکر رو پڑے، وہ سمجھ گئے کہ "یہ بندہ کون ہے" حضرت عمرؓ نے ابن عباسؓ سے امتحاناً اس سورہ کا مطلب پوچھا

[1] یہ تمام روایات شمائل ترمذی مین مذکور ہین [2] صحیح مسلم وابوداؤد کتاب الادب [3] صحیح بخاری باب رحمۃ الناس۔

اونھون نے جواب دیا کہ اس مین آنحضرت صلعم کی وفات کا اشارہ ہے، حضرت عمرؓ نے بھی اسکی تصدیق کی۔

اس کے بعد اشعیا کہتے ہین کہ "تمام بحری ممالک اسکی شریعت کی راہ تکین" یہ اسلام ہی تھا جس کی شریعت نہر سیحون دجیحون سے دجلہ و فرات ہو کر بحر روم تک، اور بحر ہند سے بحر ظلمات تک پھیل گئی، اور بڑے بڑے جزیرے اُس کے نور سے منور ہو گئے، بعد ازین اشعیا خدا کا وعدہ سناتے ہین کہ "مین ہی تیرا ہاتھ پکڑون گا، اور تیری حفاظت کرون گا" یہ وعدہ بھی آنحضرت صلعم کے ساتھ پورا ہوا، آپ نے مکہ مین تنہا دعوتِ توحید کی اُسوقت اشاعت کی جب ملک عرب کا ذرہ ذرہ آپکے خون کا پیاسا تھا، اور خدا کے سوا کوئی آپ کا دوسرا دستگیر نہ تھا، اُس نے دشمنون کے زغہ مین تلوارون اور خونخوارون کے خطرناک حملون سے آپ کی ذات گرامی کو محفوظ رکھا، اور سفر اشعیا کے وعدہ کو قرآن کے ذریعہ سے دوبارہ دہرایا، اور مکہ مین عین اُسوقت جب دشمنون کی عداوت کا آفتاب پوری تمازت پر تھا یہ آیت اُتری،

وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ، (اسراء ۶)

اور یاد کرو اے محمدؐ! جب ہم نے تم سے فرمایا کہ تمہارے پروردگار نے لوگون کو ہر طرف سے روک رکھا ہے کہ تم پر ہاتھ ڈالین۔

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا (طور ۲)

اپنے رب کے حکم کا صبر کے ساتھ انتظار کر کہ تو ہماری آنکھون کے سامنے ہے

مدینہ مین آکر یہ وعدہ مکرر دہرایا گیا۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (مائدہ)

اور خدا لوگون سے تیری حفاظت کریگا۔

صحابہ اپنی جان نثاری سے آنحضرت صلعم کے خیمہ کے گرد پہرا دیا کرتے تھے، جب یہ آیت اُتری تو آپ نے خیمہ سے سر مبارک باہر نکالکر فرمایا "لوگو! واپس جاؤ کہ خدا نے میری حفاظت کا خود وعدہ کیا ہے"[1] اس وصف کے مستحق حضرت عیسیٰ نہین ہو سکتے جو عیسائیون کے اقرار کے مطابق رومیون کے ہاتھ گرفتار ہو کر سولی پر لٹکائے گئے،

بشارات اشعیا مین اس کے بعد ہے "مین تجھکو لوگون کے لیے عہد، اور قومون کے لیے نور بناؤن گا کہ تو اندھون کی آنکھون کو کھولے، اور بندھے ہوؤن کو قید سے نکالے، اور انکو جو اندھیرے مین بیٹھے ہین قید سے نکالے" تاریخ

[1] صحیح بخاری تفسیر سورۂ مذکور۔

گواہ ہے کہ بشارت کا یہ حصہ بھی پیغمبرِ اسلام کے وجود سے کس خوبی سے پورا ہوا ہے، قرآن مجید نے بھی بشارت کے اس حصہ کو ان الفاظ مین مکمل کیا۔

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي
يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ
يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ
لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ
عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ
فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا
النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ
قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ
جَمِيعًا، (اعراف)

وہ لوگ جو اس ان پڑھ فرستادہ پیغمبر کی پیروی کرتے ہین جس کو وہ اپنے ہان توراۃ اور انجیل مین لکھا پاتے ہین، وہ انکو نیکی کا حکم کرتا ہے، اور برائی سے روکتا ہے، اور اچھی چیزین اُنکے لیے حلال کرتا ہے، اور بُری چیزین ان پر حرام کرتا ہے، اور اُن سے انکی اُن پابندیون اور زنجیرون کو جو ان پر تھین ہلکا کرتا ہے تو جن لوگون نے اسکو مانا، اور اس کی مدد اور نصرت کی اور اُس روشنی کے پیچھے چلے جو اس کے ساتھ اتاری گئی ہے، وہی کامیاب ہون گے، کہدے (اے پیغمبر) اے لوگو! مین تم سب کے پاس خدا کا بھیجا ہوا ہون۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا
وَنَذِيرًا ۝ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا (احزاب)

اے پیغمبر! ہمنے تجکو گواہ، خوشخبری دینے والا، ہشیار کرنے والا، اور خدا کی طرف اُسکے حکم سے بلانیوالا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے،

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُم بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ
وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا (نسا)

اے لوگو! تمہارے پاس خدا کی طرف سے دلیل آچکی ہم نے تمہاری طرف وہ نور اتارا جو ہر چیز کو روشن کرتا ہے۔

وَالنُّورِ الَّذِي أَنزَلْنَا (تغابن)

اور اس نور پر ایمان لاؤ جو ہم نے اُتارا۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (انبیاء)

اے محمد ہمنے تجکو تمام دنیا کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔

كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ
إِلَى النُّورِ (ابراهيم)

یہ کتاب ہے جسکو ہمنے تیری طرف اتارا ہے تاکہ تو لوگون کو اندھیرے سے نکالکر روشنی کی طرف لائے۔

وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (شوریٰ)

لیکن ہمنے اسکو نور بنایا ہے، تاکہ ہم اپنے بندون مین سے جسکو چاہین راہ دکھائین اور تو سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کرتا ہی۔

اِس کے بعد اس بشارت مین ہے کہ آنے والا پیغمبر توحیدِ کامل کا مبلغ، بت شکن اور باطل پرستی کا دشمن ہو گا، اور بت پرست کفار و مشرکین کو وہ شکست عظیم دے گا۔

یہوا (اللہ) میرا نام ہی، اور اپنی شوکت دوسرے (معبودان باطل) کو نہ دون گا، اور وہ ستائش جو میرے لیے ہوتی ہے، کھودی ہوئی مورتون کے لیے نہ دون گا،…… وہ پیچھے ہٹین اور نہایت پشیمان ہون جو کھودی ہوئی مورتون کا بھروسہ رکھتے ہین، اور ڈھالے ہوئے بتون کو کہتے ہین کہ تم ہمارے الہ ہو"

حضرت اشعیا کے بعد دنیا مین وہ کون پیغمبر آیا جس نے توحید کامل کی تعلیم پیغمبر اسلام سے واضح تر، اور کامل تر دی ہو، جس نے بت پرستی کی بیخ کنی کی ہو، جس نے بتخانون کو منہدم کیا ہو، جس نے مشرکین کی صفون کو درہم برہم کیا ہو، اور باطل پرستی کے علم کو ہمیشہ کے لیے سرنگون کر دیا ہو، قرآن اور آپ کی تعلیمات کا بڑا حصہ شرک و بت پرستی کے خلاف جہاد عظیم ہے، اور تمام دنیا کو اعتراف ہے کہ اس فرض کو محمد رسول اللہ صلعم نے جس خوبی اور تکمیل کے ساتھ ادا کیا، وہ کسی اور سے نہ ہو سکا۔

بعدازین حضرت اشعیا بتاتے ہین کہ وہ آنے والا پیغمبر مجاہد اور تیغ زن ہو گا۔ اور وہ باطل پرستیون کے خلاف اپنی تلوار اٹھائے گا،

"خداوند ایک بہادر کے مانند نکلے گا وہ جنگی مرد کی طرح اپنی غیرت کو اسکائیگا۔ وہ چلائے گا۔ ہان وہ جنگ کے لیے بلائے گا۔ وہ اپنے دشمنون پر غالب ہو گا۔"

یہ حضرت عیسیٰ کی صفت نہین ہو سکتی، یہ صرف بدر و احد اور حنین و خندق کے سپہ سالار پیغمبر کی شان ہی۔

"بیابان (عرب) اور اسکی بستیان، قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کرین گے۔"

اِس فقرہ مین آنے والا پیغمبر کا وطن (بیابان عرب) اور خاندان (قیدار بن اسمٰعیل) بھی بتا دیا گیا ہو آخر مین ہے

اور اندھون کو اس راہ سے جسے وہ نہین جانتے لیجاؤن گا مین انھین ان رستون پر

جن سے وہ آگاہ نہین لے چلونگا"

اِس فقرہ مین یہ ارشاد ہے کہ وہ اُمیون کا پیغمبر اور اُس قوم کا داعی ہوگا جسکو کبھی راہ راست کی ہدایت نہین

ملی، یہ صفت اہل عرب کی ہے جنکو آپ سے پہلے کوئی صاحب شریعت پیغمبر نہین ملا، حضرت عیسٰی بنی اسرائیل

مین مبعوث ہوئے تھے، جنکو شریعت مل چکی تھی، اس لیے یہ ان کی صفت نہین ہوسکتی- بلکہ یہ صرف **پیغمبر**

عرب کا وصف خاص ہے، چنانچہ قرآن مجید نے صاف کہا

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا اَتٰهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ (قصص)	تاکہ اُنکو ہشیار کرے جنکے پاس تجھسے پہلے کوئی ہشیار کرنیوالا نہین آیا-
اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ (یٰس)	تو یقیناً پیغمبرون مین سے ہو اور سیدھی راہ پر ہے، اور یہ غالب مہربان خدا کی طرف سے اُترا ہے، تاکہ تو ان کو ہشیار کرے جنکے باپ دادا ہشیار نہین کیے گئے، تو وہ غفلت مین ہین-
هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (جمعہ)	وہی خدا ہے جسنے اَن پڑھون مین پیغمبر بنا کر انھین مین سے کھڑا کیا، جو اُن کو خدا کی آیتین پڑھکر سناتا اور کتاب اور دانائی سکھاتا ہے، اگرچہ وہ پہلے کھلی گمراہی مین تھے-
وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ اَنْ تَقُوْلُوْا اِنَّمَا اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ	یہ کتاب ہے جسکو ہمنے اتارا ہے، جو برکت والی ہے، تو اسکی پیروی کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے یہ کتاب تم کو اسلیے دی گئی، تاکہ تم یہ کہو کہ کتاب تو ہمسے پہلے یہود اور نصاریٰ، دو قومون کو عطا ہوئی- اور ہم اس کے پڑھنے سے غافل تھے یا یہ کہو کہ اگر خاص ہمپر کوئی کتاب اترتی تو ہم اُن سے زیادہ راہ راست

وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ (انعام)	ہوتے، اتو تو تمہارے پاس خدا کی طرف سے کھلی دلیل ہدایت اور رحمت آچکی
وَمَا آتَيْنَاهُم مِّن كُتُبٍ يَدْرُسُونَهَا ۖ وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ	اور ہمنے انکو نہ تو کتابین دین، جنکو وہ پڑھین اور نہ تجھ سے
قَبْلَكَ مِن نَّذِيرٍ (سبا)	پہلے ان کے پاس کوئی ڈرانے والا بھیجا۔

اِس بشارت کے تمام فقرون پر جو شخص اِس تفصیل سے نظر ڈالے گا، اور اُس کے ایک ایک فقرہ کی، قرآن پاک، احادیث شریف اور سوانح نبوی کے ساتھ حرف حرف تطبیق پر غور کریگا، وہ اِس یقین کے پیدا کرنے پر مجبور ہوگا کہ اِس بشارت کا مصداق محمد بن عبد اللہ کے سوا کوئی اور نہین ہوسکتا۔

هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَىٰ عَبْدِهِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَكُم	وہی جو اپنے بندہ پر کھلی آیتین اتارتا ہے تاکہ وہ تمکو اندھیرے سے
مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ (حدید ۱)	نکالکر روشنی مین لے جائے۔

سورہ فتح مین جس مین آنحضرت صلعم کو فتح مکہ کی بشارت دی گئی ہے، توراۃ اور انجیل کی ایک اور پیشنگوئی کا حوالہ دیا گیا ہے۔

مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى	محمد خدا کا بھیجا ہوا، اور جو لوگ اس کے ساتھ ہین، وہ کافرون
الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا	پر بھاری، آپس مین مہربان ہین، (خدا کے سامنے) رکوع
يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا ۖ سِيمَاهُمْ	اور سجدے مین گرے رہتے ہین، اور خدا کی رحمت اور خوشنودی کے
فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۚ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ	جویان رہتے ہین انکے چہرون مین سجدہ کے اثر سے نور ہے
فِي التَّوْرَاةِ ۚ (فتح ۴)	انکی حالت کا یہ بیان توراۃ مین ہے۔

آنحضرت صلعم اور صحابہ کرام کا یہ مجموعی وصف فتح مکہ کے موقع پر بیان کیا گیا ہے جو اسلام کی دعوت کی تکمیل، توحید الٰہی کے انجام، خانہ خلیل کی کامل آزادی، اور معبودانِ باطل کی دائمی شکست کا دن ہے، اور اس کے بعد کوئی نیا پیغام سنانے والا دنیا مین آنے والا نہ تھا، چنانچہ حضرت موسیٰ نے اپنی زندگی کی آخری وصیت جسپر انکی توراۃ اور انکے صحیفۂ حیات دونون کا خاتمہ ہوجاتا ہے بنی اسرائیل کو یہ فرمائی:۔

یہ وہ برکت ہے جو موسیٰ مرد خدا نے اپنے مرنے سے پہلے بنی اسرائیل کو بخشی اور اُس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا، اور سعیر سے اُن پر طلوع ہوا، اور فاران کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا، دس ہزار مقدسون کے ساتھ آیا، اور اُس کے داہنے ہاتھ مین ایک آتشین شریعت اُن کے لیے تھی، ہان وہ اپنے لوگون سے بڑی محبت رکھتا ہے، اُس کے سارے مقدس (ہمراہی) تیرے ہاتھ مین ہین، اور وہ تیرے قدمون کے پاس بیٹھے ہین۔ اور تیری باتون کو مانین گے،

(استثنا، ۳۳-۲)

یہ حضرت موسیٰ کا آخری کلام ہے، جس مین آخری پیغمبر کی بعثت کی خبر دی ہے، اس بشارت مین کوہ فاران سے نور الٰہی کے طلوع ہونے کی خوش خبری ہے، اس مین چار باتین بیان کی گئی ہین، جو قرآن مجید کے بیان کے عین مطابق ہین۔

(۱) وہ دس ہزار مقدسون کے ساتھ آیا۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ، محمد خدا کے فرستادہ اور جو لوگ اُنکے ساتھ ہین۔

(۲) اُس کے ہاتھ مین اُن کے لیے آتشین شریعت ہوگی۔

اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ، وہ خدا کے منکرون پر سخت ہون گے۔

(۳) وہ اپنے لوگون سے محبت کریگا۔

رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ، آپس مین ایک دوسرے پر مہربان ہون گے۔

(۴) (اے خدا) اُس (آنے والے پیغمبر) کے سارے مقدس لوگ (یعنی صحابہ) تیرے ہاتھ مین ہین اور وہ تیرے قدمون کے پاس بیٹھے ہین اور تیری باتون کو مانین گے۔

تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ، دیکھتے ہو تم انکو خدا کے آگے رکوع اور سجود مین جھکے ہوئے خدا کی مہربانی اور خوشنودی کے طلبگار مین اطاعت وعبادت کے اثر سے اُن کے

ایک عجیب بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ اُس آنے والے پیغمبر کے مقدس ساتھیون کی تعداد دس ہزار فرماتے

ہین بفتحِ مکہ کے دن بعینہٖ یہی دس ہزار مقدسین تھے جو اس فاران سے آنے والے نورانی پیکر کے ساتھ شہر خلیل

(مکہ) کے دروازہ مین داخل ہوئے، اور اس طرح حضرت موسیٰؑ نے جو کچھ کہا تھا وہ پورا ہوا،

سورۂ فتح مین اس کے بعد ہے،

وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ ،

اور انکی مثال انجیل مین مثل کھیت کے ہے جسنے ٹہنی نکالی پھر اسکو مضبوط کیا، پھر موٹا ہوا، پھر اپنی ٹہنیو ن پر کھڑا ہوا جو کھیت والونکو خوش اور مسرور کر رہا ہی۔

حضرت عیسیٰؑ نے یہ تمثیل "آسمانی بادشاہی" کی دی ہے، چنانچہ انجیل کے مختلف نسخون مین یہ تمثیل ان مختلف

الفاظ مین مذکور ہے۔

"آسمان کی بادشاہت رائی کے دانہ کے مانند ہے جسے ایک شخص نے لے کے اپنے کھیت

مین بویا، وہ سب بیجون مین چھوٹا ہے پر جب اُگتا ہے تو سب ترکاریون سے بڑا ہوتا ہی، اور

ایسا پیڑ ہوتا ہے کہ ہوا کی چڑیان آکے اُسکی ڈالیون مین بسیرا کرین" (متی ۱۳-۳۱، مرقس ۴-۳۰)

"خدا کی بادشاہت ایسی ہے جب ایک شخص جو زمین مین بیج بوئے، اور رات دن وہ سوئے

اُٹھے، اور بیج مین اس طرح اُگے اور بڑھے کہ وہ نہ جانے اس لیے کہ زمین آپ سے آپ پھل

لاتی ہے، پہلے سبزی، پھر بال، بعد اس کے بال مین تیار دانے، اور جب دانہ پک چکا تو

وہ فی الفور ہنسوا بھجواتا ہے کیونکہ کاٹنے کا وقت آپہنچا ہے۔ (مرقس ۴-۲۶)

حضرت عیسیٰؑ نے "آسمانی بادشاہت" کی جو تمثیل دی ہے، قرآن مجید نے اُسی کو سورۂ فتح مین دہرایا ہے،

کون نہین جانتا کہ اسلام کی جسمانی اور روحانی، ظاہری وباطنی دونون بادشاہیون کے جلوس وموکب کا دن

فتحِ مکہ کا روز ہے، اور آسمانی بادشاہی کی یہ تمثیل پوری ہوئی، کہ محمد نام ایک کاشتکار نے ایک بیج زمین مین

ڈالا، اور اُس سے سیکڑون ہزارون خوشے پیدا ہوگئے، اور اُسنے آسمانی بادشاہی کی منادی کی۔

حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو نصیحت کرتے ہین۔

"خداوند تیرا خدا تیرے لیے، تیرے درمیان سے تیرے ہی بھائیون مین سے میرے مانند ایک نبی برپا کرے گا، تم اُسکی طرف کان دھرو" (استثنا ۱۸-۱۵)

مین اُن کے لیے اُن کے بھائیون مین سے تجھ سا ایک نبی برپا کرون گا، اور اپنا کلام اُس کے منھ مین ڈالون گا، اور جو کچھ مین اس سے کہونگا، وہ سب اُن سے کہے گا، اور ایسا ہو گا کہ جو کوئی میری باتون کو جنھین وہ میرا نام لے کے کہے گا نہ سنے گا تو مین اس کا حساب اُس سے لون گا، لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا مین نے اس کو حکم نہین دیا، اور معبودون کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے گا، اور اگر تو اپنے دل مین کہے کہ مین کیونکر جانون کہ یہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہین تو جان رکھ کہ جب نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور جو اُس نے کہا ہے واقع نہ ہو یا پورا نہ ہو تو وہ بات خداوند نے نہین کہی، بلکہ اس نبی نے گستاخی سے کہی ہے، تو اُس سے مت ڈرو۔ (استثنا ۱۸-۱۹)

عیسائیون نے اس بشارت کو حضرت عیسیٰ کے حق مین ثابت کرنا چاہا ہے، مگر ظاہر ہے کہ اس کے مصداق حضرت عیسیٰ نہین ہو سکتے، اس بشارت مین ہے کہ "یہ نبی بنی اسرائیل کے بھائیون مین سے مبعوث ہو گا، بنی اسرائیل کے بھائی بنو اسمٰعیل تھے، اس سے یہ مفہوم ہوا کہ وہ پیغمبر نسلِ اسمٰعیلؑ سے ہو گا، حضرت عیسیٰ اسمٰعیلی نہ تھے، یعسائی حضرت عیسیٰ کو نبی نہین مانتے، حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ "وہ آیندہ نبی میرے مانند ہو گا" حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ مین کوئی وجہ مماثلت نہین ہے، حضرت موسیٰؑ صاحبِ شریعت تھے، حضرت عیسیٰؑ نہ تھے، حضرت موسیٰ جنگجو اور مجاہد تھے، حضرت عیسیٰؑ نہ تھے، حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کو غلامی سے نکال کر بادشاہی تک پہنچایا، حضرت عیسیٰؑ نے ایسا نہین کیا، حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کے ظاہری و معنوی دونون معنون مین بادشاہ تھے، حضرت عیسیٰؑ نہ تھے، حضرت موسیٰؑ صرف واعظ نہ تھے عمل فرما اور کارپرداز بھی تھے، حضرت عیسیٰ صرف واعظ تھے، حضرت موسیٰ قومون اور ملکون کے

فاتح تھے، اور حضرت عیسیٰ ایک چپہ زمین پر بھی قابض نہ تھے، برخلاف اس کے حضرت موسیٰ اور محمد رسول اللہ علیہما السلام مین یہ تمام اوصاف مشترک ہین، اس لیے وہ موعود نبی جو حضرت موسیٰ کے مانند پیدا ہونیوالا تھا، وہ آنحضرت صلعم ہی تھے، چنانچہ حضرت موسیٰ نے اس بشارت مین جو کچھ فرمایا ہے، قرآن مجید نے اسکی حرف حرف تصدیق کی ہے، قرآن مجید کا بیان ہے، کہ خدا نے روز ازل تمام انبیاء سے یہ عہد لیا تھا کہ ہر نبی دوسرے نبی کی تائید کرتا جائے اور اپنی امت کو یہ نصیحت کرجائے کہ جب کوئی پیغمبر اُن کے پاس آئے تو وہ اسکی تصدیق کرے۔

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ

(آل عمران ۹)

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبرون سے عہد لیا کہ ہم جو تمکو کتاب اور دانائی دین، اور پھر کوئی پیغمبر تمہارے پاس آئے، جو کتاب اور شریعت تمہارے پاس ہے اسکی تصدیق کرتا ہو تو ضرور اسکو ماننا اور اسکی مدد کرنا، اور فرمایا کہ کیا تمنے اسکا اقرار کرلیا، اور ان باتون پر جو ہمنے تمسے عہد پیمان لیا ہے اسکو تسلیم کیا؟ پیغمبرون نے عرض کیا کہ ہان ہم اقرار کرتے ہین، فرمایا تو تم گواہ رہو، اور تمہارے ساتھ ہم بھی

حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو آنے والے پیغمبر کی اطاعت کی جو نصیحت فرمائی، وہ اسی ازلی عہد و پیمان کا ایفا تھا۔

حضرت موسیٰ نے آنے والے پیغمبر کی نسبت ارشاد فرمایا کہ "وہ میرے مانند ہوگا" قرآن مجید نے بھی اسکی تصدیق کی۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا، (مزمل)

ہمنے تمہارے پاس ایک پیغمبر کو بھیجا ہے جو تمپر گواہ ہے جس طرح کہ ہمنے فرعون کے پاس ایک پیغمبر بھیجا تھا۔

اس پیغمبر کا وصف یہ ہوگا کہ "خدا اپنا کلام اس کے منھ مین ڈالے گا" قرآن نے اپنے پیغمبر کی نسبت کہا۔

مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (نجم)

وہ اپنی خواہش نفسانی سے کلام نہین کرتا بلکہ وہی کہتا ہے جو اُس سے خدا کی طرف

توراۃ مین ہے۔

"اور ایسا ہو گا کہ جو کوئی میری باتون کو جنھین وہ میرا نام لے کے کہے گا نہ سنے گا تو مین اسکا حساب لونگا"

قرآن مجید نے بھی یہی اعلان کیا کہ جو محمد رسول اللہ صلعم کی پیروی سے منکر ہو گا اس کو اپنے حساب کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

وَاِنْ مَّا نُرِیَنَّکَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُھُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّکَ فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلٰغُ وَ عَلَیْنَا الْحِسَابُ (رعد ۶)

اور اے پیغمبر عذاب بغیرہ کے جو وعدے (ان کفار سے) ہم کرتے ہین ان مین بعض تم تمہاری زندگی ہی مین تمکو پورا کر کے دکھا دین گے یا ان کے پورا ہونے سے پہلے تمکو دنیا سے اُٹھالینگے، تمہارا کام ہمارے احکام کو اُن تک پہنچا دینا ہے

توراۃ نے حضرت موسیٰؑ کی زبانی اس بشارت مین یہ کہا:۔

"لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے، جس کے کہنے کا مین نے اس کو حکم نہین دیا، اور معبودون کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے گا"

قرآن مجید نے بھی اس فرمان کی صداقت پر اپنی مہر ثبت کی۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ فَمَا مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِیْنَ (حاقہ)

اگر پیغمبر (محمد) کچھ جھوٹ اپنی طرف سے ملا کر کہتا تو ہم اس کا ہاتھ پکڑ لیتے اور اسکی گردن کی شہرگ کاٹ ڈالتے، پھر تم مین سے کوئی اس کو مجھ سے نہ بچا سکتا۔

توراۃ نے اُس آنے والے پیغمبر کی صداقت کی نشانی یہ بتائی کہ "اسکی تمام پیشنگوئیان سچی ہون گی" سیرت نبوی کے تمام ابواب تمہارے سامنے ہین، دیکھو کہ اس نشانی کی صداقت مین ایک ذرہ بھی کبھی کمی ہوئی حضرت عائشہؓ کہتی ہین کہ رؤیا مین جو کچھ آپ دیکھتے تھے وہ سپیدۂ صبح کی طرح ظاہر ہوتا تھا[1]، مسلمان، تو مسلمان خود کفار تک کو اس پر یقین تھا کہ آنحضرت صلعم کی کوئی پیشنگوئی غلط نہین ہوتی، یاد ہو گا کہ غزوۂ بدر سے پہلے ایک صحابی عمرہ ادا کرنے

[1] صحیح بخاری بدء الوحی۔

مکہ گئے تھے، اُنھون نے قریش کے رئیس امیہ سے کہا کہ "آنحضرت صلعم نے فرمادیا ہے کہ تو قتل ہوگا" اس پیشینگوئی کا یہ اثر اُسپر ہوا کہ کانپ گیا، معرکۂ بدر مین وہ گھر سے نکلتے ہوئے ڈرتا تھا، جاتے ہوے اسکی بیوی نے دامن پکڑلیا کہ "کہان جاتے ہو تم کو اُس مدینہ والے کی پیشینگوئی یاد نہین[1]" آنحضرت صلعم نے سینکڑون پیشینگوئیان کین اور اُن مین سے ایک ایک سچائی کے معیار پر پوری اتری۔

صحیح بخاری مین ہے کہ ابن ناطور جو قیصر روم کا محرم راز اور شام کا اسقف (بشپ) تھا، اُس نے بیان کیا کہ ہرقل قیصر روم منجم تھا، ایک دن وہ دربار مین آیا تو چہرہ متغیر تھا، کسی درباری نے سبب دریافت کیا تو اُس نے کہا، رات ستارون کو دیکھ کر نظر آیا کہ "ملک الختان" (ختنہ کا بادشاہ یا فرشتہ) ظاہر ہوگیا، تو تحقیق کرو کہ ختنہ کس قوم مین رائج ہے؟ درباریون نے کہا کہ ختنہ تو صرف یہود کرتے ہین، اس لیے آپ مضطرب نہون، صوبون مین حکم جاری کردیجیے کہ امسال یہودیون کے یہان جس قدر بچے پیدا ہون سب قتل کردیے جائین، اسی اثنا مین حدود شام کے عرب رئیس غسان نے یہ خبر پہنچائی کہ عرب مین ایک پیغمبر پیدا ہوا ہے، قیصر نے کہا "دریافت کرو کہ کیا عرب ختنہ کرتے ہین؟" اس کا جواب جب اُس کو اثبات مین ملا تو اُس نے کہا "ہان یہ اُس امت کا ملک (بادشاہ یا فرشتہ) ہے" اور اُس کے بعد اہل دربار سے مخاطب ہوکر کہا کہ "اگر تمکو اپنی سلطنت بچانی منظور ہے تو اُس پر ایمان لاؤ" درباریون نے قیصر کی اس گفتگو کو سخت ناپسند کیا، مگر رومیہ مین قیصر کا ایک اور صاحب علم دوست تھا، قیصر نے اُس کو لکھا تو اُس نے بھی قیصر کی رائے کی تائید کی۔

ہمارے محدثین اس خبر کی صحیح حقیقت نہین سمجھ سکے ہین، اور اسی لیے لفظ ملک الختان کا تلفظ نہ ملک (بادشاہ) ہے، اور نہ ملک (فرشتہ) ہے، بلکہ ملاک ہے جسکے معنی "فرستادہ اور پیغامبر" کے ہین، جسکی اصل عربی مین الوکہ یعنی پیغام ہے، اور اگر یہ لفظ عربی تلفظ مین ملک پڑھا جائے تو یہ لفظ اس موقع پر "فرشتہ" کے اصطلاحی معنی مین نہین، بلکہ فرستادہ کے لغوی معنون مین مستعمل ہوا ہے، قیصر کا یہ لفظ ملاک الختان (ختنہ کا

---

[1] صحیح بخاری مغازی۔

پیغامبر) استعمال کرنا، درحقیقت تورات کی ایک پیشینگوئی کی طرف اشارہ ہے، ملاخیا نبی کی کتاب مین یہ پیشینگوئی ان الفاظ مین مذکور ہے۔

" دیکھو مین اپنے رسول کو بھیجون گا اور وہ میرے آگے میری راہ کو درست کرے گا، اور وہ خداوند جسکی تلاش مین تم ہو، ہان "ختنہ کا رسول" جس سے تم خوش ہو، وہ اپنی ہیکل مین ناگہان آئے گا، رب الافواج فرماتا ہے" پر اس کے آنے کے دن کون ٹھہر سکے گا، اور جب وہ ظاہر ہوگا، کون ہے جو کھڑا رہے گا، کیونکہ وہ سنار کی آگ، اور دھوبی کے صابن کے مانند ہے اور وہ روپیہ کا میل کاٹتا ہوا اور اُسے خالص کرتا ہوا بیٹھے گا، (باب ۳)

آجکل کے ترجمون مین "ختنہ کے رسول" کے بجاے "عہد کا رسول" لکھا ہے، یہ ترجمہ صحیح بھی ہو تو اس کے معنی یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی دعا کے جواب مین جس رسول کی بعثت کا وعدہ فرمایا تھا اُس کے متعلق یہ بشارت ہے لیکن اصل یہ ہے کہ توراۃ کی زبان مین "ختنہ" نسل ابراہیمی کے جسم پر "خدا اور ابراہیم کے باہمی "عہد میثاق" کی مہر کا نام ہے، توراۃ مین جہان ختنہ کا حکم ہے مذکور ہے:-

"اور میرا عہد جو میرے اور تمہارے درمیان ہے، جسے تم یاد رکھو یہ ہے کہ تم مین ہر ایک فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے۔ اور تم اپنے بدن کی کھلڑی کا ختنہ کرو، اور یہ اُس عہد کا نشان ہے جو میرے اور تمہارے درمیان ہے۔ (پیدائش ۱۷-۱۰)

اس بنا پر "ختنہ" کے بجاے مترجمین نے "عہد" کا لفظ رکھدیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے قرب مولد کے زمانہ مین اس پیشینگوئی کے مطابق اس "رسول الختان" کا یہود و نصاریٰ دونون کو انتظار تھا، اور قیصر روم اسی پیشینگوئی کے پورا ہونے کا منتظر تھا، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ بشارت حضرت عیسیٰ کے حق مین نہ تھی کیونکہ اگر اُن کے حق مین ہوتی تو عیسائی قیصر اُس کی آمد کا منتظر نہ ہوتا، "رسول الختان" کے لفظ سے اس بات کا اشارہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ وہ مختون قوم مین ظاہر ہوگا اور عیسائی مذہب نے اس رسم کو باطل قرار دیا ہے، یہودیت کے

بعد اسلام ہی ہے جس نے نسلِ ابراہیمؑ کے اِس عہد کو دنیا مین ہمیشہ برقرار رکھا ہے۔

توراۃ مین ایک اور بشارت ہی،

"خداوند سینا سے آیا اور سعیر سے اُن پر طلوع ہوا۔ فاران کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔

(استثنا۔ ۳۳۔ ۲۶)

اِس بشارت کا ایک ٹکڑا حضرت حبقوق نبی کے صحیفہ مین پھر دہرایا گیا ہے،

خدا تیمان سے اور وہ جو قدوس ہی، کوہِ فاران سے آیا، اُس کی شوکت سے آسمان چھپ گیا، اور اُسکی حمد سے زمین معمور ہوگئی۔ (۳۔ ۲۶)

صحیفۂ استثنا کی بشارت مین خداوند کا مظہر تین پہاڑون کو قرار دیا گیا ہے، کوہِ سینا، کوہِ سعیر، اور کوہِ فاران، یہ درحقیقت خورشیدِ نبوت کے تین مطلع ہین، ان مین بہ ترتیب کوہِ سینا سے حضرت موسیٰ، کوہِ سعیر سے حضرت عیسیٰؑ اور کوہِ فاران سے محمد رسول اللہ صلعم مراد ہین، کہ وہ مکہ کی پہاڑیون کا نام ہے، حضرت حبقوق اس بشارات مین کہتے ہین کہ وہ تیمان سے آیا، تیمان کے لغوی معنی جنوب کے ہین اور استعمال مین ملک یمن کو کہتے ہین، اور یہان یہ دونون معنی ٹھیک بیٹھتے ہین "اُسکی شوکت سے آسمان چھپ گیا" یہ معراج آسمانی کی تشریح ہے، پھر کہتے ہین "اُسکی حمد سے زمین معمور ہوگئی" زمین کا کون گوشہ ہے جو محمدؐ کے حمد سے معمور نہین، لفظ حمد، کہ محمد کا مادہ، اور عباداتِ اسلامی کا آغاز (الحمد الخ) ہی محمد رسول اللہ کی تلمیح سے لبریز ہے،

توراۃ کی اِس بشارت کو قرآن مجید نے سورہ وَالتِّیۡنِ کے اِن الفاظ مین ادا کیا۔

وَالتِّیۡنِ وَالزَّیۡتُوۡنِ وَطُوۡرِ سِیۡنِیۡنَ وَھٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِیۡنِ، — قسم ہے انجیر اور زیتون کی، طور سینا کی، اور اِس امن والے شہر کی۔

سب کو معلوم ہے کہ انجیر اور زیتون والا ملک **شام** ہے جو حضرت عیسیٰؑ کا مولد اور کوہ سعیر کا مبدء ہے، **طورِ سینا** حضرت موسیٰؑ سے عبارت ہی اور **بلدِ امین** یعنی مکہ سے محمد رسول اللہ صلعم کی طرف اشارہ ہی۔

علمائے اسلام نے توراۃ وانجیل کی اور بھی بشارتون کا تذکرہ کیا ہے لیکن ہم نے صرف اُنھین بشارتون کا ذکر کیا ہے جنکی طرف قرآن مجید اور احادیث مین اشارے پائے جاتے ہین، کتب وسیر و دلائل مین بہت سی پیشینگوئیان عرب کے کاہنون اور بتخانون کے پوجاریون سے منقول ہین، لیکن چونکہ انکا بڑا حصہ اصولِ روایت کے رو سے کمزور ہے اس لیے ہم انکی تفصیل غیر ضروری سمجھتے ہین، تاہم ان روایات کا قدر مشترک اس قدر ضرور نکلتا ہے، کہ عرب بھی ایک پیغمبر کے وجود کا تشنہ تھا، روم وفارس کی وہ ۲۰ سالہ جنگ نے مشرق ومغرب کی سرزمین کو لالہ زار بنادیا تھا، اور خیالات مین تلاشِ امن کی شورش برپا کردی تھی، اور عرب مین اصحاب الفیل کا واقعہ دلون مین لرزش پیدا کرنے کے لیے کافی تھا، اور عین یہی موسم دنیا مین روح اعظم کے ظہور کا ہوتا ہے اس لیے مولد نبی کے قریب زمانہ مین عرب وروم اور یہود ونصاری سب کو توراۃ وانجیل کی بشارتون کے مطابق ایک آنے والے کا انتظار تھا،

صحیح بخاری مین حضرت ابوسفیان کی زبانی مروی ہے کہ جب قاصد نبوی دعوت نامۂ اسلام لیکر قیصر کے دربار مین پہنچا ہے، اور قیصر نے ابوسفیان کو بلاکر جو اُس وقت تک کافر تھے، آنحضرت صلعم کے متعلق چند استفسارات کیے ہین، اور ابوسفیان نے اُن کے جو جوابات دیے ہین انکو سنکر اُس نے بھرے دربار مین کہا "تم نے جو کچھ بیان اگر وہ سچ ہے تو ایک دن یہ میرے دونون پاؤن کے نیچے کی مٹی اس کے قبضہ مین ہوگی، مجھکو یہ ضرور خیال تھا کہ ایک پیغمبر آنے والا ہے لیکن یہ خیال نہ تھا کہ وہ عرب مین پیدا ہوگا، اگر ممکن ہوتا تو مین خود جاکر اس کی زیارت کرتا، اور اگر وہان ہوتا تو خود اُس کے پانون دھوتا"[1]

قیصر کے محرم راز، اور شام کے بشپ ابن ناطور کا بیان اوپر پڑھ چکے ہو کہ قیصر کا خیال تھا کہ ختنہ والے رسول کی پیدائش کا زمانہ قریب ہے اور رومیہ کے ایک مسیحی عارف نے بھی خط لکھکر قیصر کے خیال کی تائید کی، مقوقس شاہ مصر کے دربار مین جو قاصد نبوی خط لیکر گیا تھا وہ بھی یہ جواب لایا کہ "ہان ہمکو بھی یقین تھا کہ ایک پیغمبر آنیوالا ہے لیکن خیال تھا کہ وہ شام مین پیدا ہوگا، حبش کے عیسائی بادشاہ نے لکھا کہ "ہم گواہی دیتے ہین کہ آپ

---

[1] صحیح بخاری کتاب الایمان۔

سچے پیغمبر ہین[1] "یا د ہوگا کہ یمن کے شہر نجران سے عیسائیون کا ایک وفد حاضر خدمت ہوا تھا، اور فیصلہ حق کے لیے یہ قرار پایا تھا کہ دونون فریق مباہلہ کرین، لیکن وفد کے سمجھدار عیسائیون نے وفد کو آنحضرت صلعم کے مقابلہ مین مباہلہ سے منع کیا، اور کہا کہ "خدا کی قسم اگر یہ سچے پیغمبر ہین تو ہم ہمیشہ کے لیے تباہ ہو جائین گے"[2]۔ اس سے معلوم ہوا کہ انکو بھی پیغمبر کی آمد کا گمان تھا، اسلام سے پہلے زید ایک عرب موحّد تلاش حق مین مدتون سرگردان رہے۔ وہ پہلے یثرب (مدینہ کا پہلا نام) گئے، دیکھا تو وہان کے یہودی بھی توحید کامل پر قائم نہ تھے، یہان سے نکل کر خیبر کے یہودیون کے پاس گئے، اور ان کا بھی یہی حال پایا، وہان سے شام کے عیسائیون مین گئے، دیکھا کہ وہ بھی مشرک ہین آخر شام کے ایک راہب نے کہا کہ اگر تمھین دینِ حق کی تلاش ہے، تو عراق جاؤ، وہان ایک بزرگ ہین، زید جب اُنکے پاس پہنچے اور لب سوال وا کیا تو دریافت کیا کہ تم کہان سے آتے ہو، زید نے کہا حرم مکہ سے، اُن بزرگ نے کہا، جاؤ تم اپنے وطن کو لوٹ جاؤ، دینِ حق کا وہین سے ظہور ہونیوالا ہے، وہ لوٹ کر مکہ آئے لیکن اسلام سے پہلے انکی وفات ہوگئی[3]، ورقہ بن نوفل کا واقعہ تم سیرۃ جلد اوّل مین پڑھ چکے ہو کہ وہ جاہلیت مین عیسائی ہو گئے تھے، بعثت کے پہلے ہی روز جب حضرت خدیجہؓ آپ کو لیکر ورقہ کے پاس گئی ہین تو ورقہ نے آپ کی نبوت کی تصدیق کی، اور آرزو ظاہر کی کہ "کاش مین آپ کی ہجرت تک رہتا تو آپ کی مدد کرتا" اس سے بھی معلوم ہوتا ہی کہ عیسائیون کو آنے والے پیغمبر کا اس وقت انتظار تھا،

ابن سعد، ابن اسحاق، مسند احمد، تاریخ بخاری، مستدرک حاکم، دلائل بیہقی، معجم طبرانی، دلائل ابو نعیم وغیرہ مین متعدد روایتین ایسی ہین جن سے مجموعی طور سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے ظہور سے پہلے مدینہ کے یہودیون مین بھی ایک آنے والے پیغمبر کے جلد ظاہر ہونے کے چرچے رہا کرتے تھے، اور انھین سے سُن سنکر اوس وخزرج کے کانون مین پیغمبر کی بعثت کی خبر پڑی ہوئی تھی، اور اکثرون کے لیے یہ خبر ہدایت کا باعث بنی، چنانچہ ابن سعد کے علاوہ دیگر کتب مذکورہ مین ایک نوجوان انصاری کا واقعہ بسند صحیح مذکور ہے، وہ کہتے ہین کہ "مین چھوٹا تھا، تو مدینہ مین ایک یہودی واعظ آیا، اثنائے

[1] سیرۃ نبوی جلد اوّل [2] سیرۃ نبوی جلد دوم [3] مسند ابو زرعہ۔

وعظ مین اُس نے ایک پیغمبر کے ظہور کی بشارت دی، لوگون نے پوچھا کہ وہ کب تک ظاہر ہوگا، اُس نے اُن انصاری کی طرف جو اُس مجمع مین سب سے چھوٹے تھے اشارہ کرکے کہا کہ اگر یہ لڑکا جیتا رہا تو وہ اُس کا زمانہ پائے گا" انس بن مالک سے روایت ہے کہ ایک یہودی کا لڑکا آپ کی خدمت مین رہا کرتا تھا، اتفاق سے وہ بیمار پڑا، آنحضرت صلعم اسکی عیادت کو گئے، اور اُس کے باپ سے پوچھا کہ "کیا میرا ذکر تم توراۃ مین پاتے ہو؟" اُس نے کہا "نہین" لڑکے نے فوراً جواب دیا "ہان یا رسول اللہ آپ کا ذکر ہم نے توراۃ مین پڑھا ہے" اور یہ کہکر اُس نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوگیا[1]

عربون اور یہودیون مین جب لڑائی ہوتی تو یہودی کہا کرتے تھے کہ ایک پیغمبر آنے والے ہین اُس کے عہد مین ہمکو کامل فتح ہوگی، قرآن مجید نے اُن کے اسی عقیدہ کو دہرا کر اُن کے عدم اسلام پر ملامت کی ہے،

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (بقرہ)	اس سے پہلے کافرون پر اسی آنے والے پیغمبر کا نام لیکر فتح چاہا کرتے تھے پس جب وہ بات سامنے آگئی جسکو انھون نے پہچان لیا تو انکار کردیا، جھوٹون

قرآن مجید نے اس کے علاوہ اور بھی متعدد مقامات پر یہودیون کو اُن کے اس سابق یقین کے خلاف اُنکے موجودہ اظہار کفر پر اُن کو سرزنش کی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ (بقرہ)	جنکو کتاب پہلے دی جاچکی ہے وہ یقیناً (اُن نشانیون کی بنا پر جو اس کتاب مین مذکور ہین) جانتے ہین کہ یہ حق ہے اُنکے پروردگار کی
اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَهُمْ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (بقرہ)	جنکو ہم پہلے کتاب دے چکے ہین اسلام کی صداقت کو اسی طرح جانتے ہین جسطرح وہ اپنے بیٹون کو جانتے ہین. لیکن ان مین سے ایک فریق جان کر حق کو چھپاتا ہے۔
اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَهُمْ، (انعام)	جن کو ہم پہلے کتاب دے چکے ہین، وہ اسکو اسی طرح پہچانتے ہین جسطرح وہ اپنے بیٹون کو۔

[1] بیہقی باسناد صحیح، مگر یہ روایت صحیح بخاری (کتاب الجنائز) سے کسی قدر مختلف ہے، صحیح بخاری مین ہے کہ وہ لڑکا اپنے باپ کے مشورہ سے مسلمان ہوگیا۔

یہ انھیں بشارتون اور پیشینگوئیون کا اثر تھا کہ علمائے یہود آنے والے نبی کے متعلق توراۃ کی بیان کردہ مختلف علامات اور نشانیون کو اپنے ذہن مین رکھکر حاضر خدمت ہوتے تھے، اور سوالات کرتے تھے اور آپ کا امتحان لیتے تھے، اور اورجب اُن کو تشفی ہوجاتی تھی تو وہ مسلمان ہوجاتے تھے۔

نجاشی کے دربار مین جب حضرت جعفر طیار نے اسلام پر تقریر کی اور سورہ مریم کی آیتین پڑھکر سنائین، تو نجاشی پر رقت طاری ہوگئی اور اسکی دونون آنکھون سے آنسو جاری ہوگئے اور کہا "خدا کی قسم یہ کلام اور انجیل دونون ایک ہی چراغ کے پرتو ہین" اور اس کے بعد حضرت عیسیٰ کی نسبت اسلام کا جو عقیدہ سنا تو نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اُٹھا کر کہا "واللہ جو تم نے کہا عیسیٰ اس تنکے کے برابر بھی اُس سے زیادہ نہین"[1]

کفار عرب کو مخاطب کرکے قرآن مجید نے کہا کہ اسکی صداقت کی دلیل یہ ہے کہ علمائے بنی اسرائیل اس کی سچائی کی گواہی دیتے ہین۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ، (احقاف ۱)

اے پیغمبر ان سے کہو کہ غور کرو اگر یہ قرآن خدا کی طرف سے ہو، اور تم اس سے منکر ہو اور بنی اسرائیل مین سے ایک گواہ نے اسطرح کی ایک کتاب کے نازل ہونے کی گواہی بھی دی اور ایمان بھی لایا، اور تم مغرور بنے رہے (تو ایسی صورت مین تمہارا کیا انجام ہوگا)

اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ، (شعراء)

کیا ان کفار کو یہ نشانی کافی نہین ہے کہ اس کو علمائے بنی اسرائیل جانتے ہین۔

[1] مسند ابن حنبل جلد ا صفحہ ۲۰۲۔

خصائص محمدی

خصائص وہ امور ہین جوکسی کی ذات کے ساتھ خاص ہون، آنحضرت صلعم کو بہت سی چیزین ایسی دی گئی تھین، جواورون کو نہین ملی تھین، یہ خصائصِ محمدی دو قسم کے ہین، ایک وہ جو صرف آپ کے لیے تھے، اور آپ کی امت مین سے کسی اور کے لیے نہ تھے، دوسرے وہ جو صرف آپ کو عطا ہوئے، اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو مرحمت نہین ہوئے، غرض پہلی خصوصیتین اُمّت کے مقابلہ مین، اور دوسری انبیاء کے مقابلہ مین تھین، ہمنے پہلے کا نام "خصائصِ ذاتی" اور دوسرے کا "خصائصِ نبوی" رکھا ہے۔

اربابِ سیر نے اِن خصائص کی توسیع اور کثرت کو آنحضرت صلعم کی فضیلت کا بڑا معیار قرار دیا ہے کہ اس سے بارگاہ الٰہی مین آپ کی خصوصیت ثابت ہوتی ہے، چنانچہ اُنھون نے معمولی معمولی سی باتون کو خصوصیات مین شمار کرکے خصائصِ نبوی کا ایک بڑا انبار لگا دیا ہے، مثلاً حافظ ابو سعید نیشاپوری نے شرف المصطفیٰ مین آپ کے خصائص کی تعداد ساٹھ لکھی ہے، حافظ سیوطی نے خصائص کبریٰ مین اس پر سینکڑون کا اور اضافہ کیا ہے، حالانکہ ان مین اکثر کا ماخذ تاویل بعید، نکتہ آفرینی اور ضعیف روایتین ہین، بعض ایسی باتین بھی خصائص مین شمار کرلی گئی ہین، جو گو عام افرادِ امت کے لیے نہین لیکن اُمراء اور خلفائے اسلام کا اُن سے اتصاف یا تعلق جائز ہے۔

محدثین نے خصائصِ ذاتی کو یہ وسعت دی ہے کہ انھون نے یہ اصول بنالیا ہے کہ حدیث قولی اور عملی مین اگر تصادم ہو تو حدیث قولی کو حدیث عملی پر ترجیح ہوگی، یعنی اگر ایک امر آنحضرت صلعم کے قول سے ثابت ہے، اور اسکے مخالف دوسرا امر آپ کے عمل سے ظاہر ہوتا ہے تو عام امت کو آپ کے ذاتی عمل کی تقلید کے مقابلہ مین آپکے قول کی تعمیل کرنی چاہیے، کیونکہ ممکن ہے کہ وہ عمل محض آپ کے لیے مخصوص اور آپ کے خصائص ذاتی مین ہو، لیکن ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام دنیا مین اپنی امت کے لیے نمونہ اور عملی مثال ہی بنکر آتے ہین، خصوصاً حضرت مقتدائے اعظم صلی اللہ علیہ وسلم، کہ اُن کے متعلق فرمانِ الٰہی نے اعلان کردیا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب) اور تمہارے لیے (اے مسلمانو!) رسول اللہ مین بہترین اقتدا ہے

توجب آپ مقتداے عالم اور امام اعظم بنکر آئے، اور تمام لوگون کو آپ کی تقلید اور پیروی کا حکم دیا گیا، تو ایسی حالت مین آپ کا ہر فعل ہمارے لیے قابلِ تقلید اور لائق پیروی ہے۔ بے شبہ بعض امور ایسے بھی ہو سکتے ہین جو بحیثیت پیغمبر آپ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہون، لیکن ضرورت ہے کہ رفعِ التباس اور رفع شک کے لیے اُن تمام مخصوص امور کے متعلق ساتھ ساتھ یہ اعلان عام بھی کر دیا جائے کہ یہ مخصوصات نبوی ہین، اور یہ عام اُمّت کے لیے نہین ہین اس بنا پر اس کے تسلیم کر لینے سے چارہ نہین کہ آنحضرت صلعم کے جس قدر خصائص ذاتی تھے، شریعت نے ان کو برملا واضح کر دیا ہے، اور بتا دیا ہے کہ یہ صرف آپ کے ساتھ مخصوص ہین، اس لیے جن امور کے متعلق یہ تصریح موجود نہین کہ یہ مخصوصات نبوی مین ہین، اُن کو ہرگز خصائص کے باب مین جگہ نہین دی جا سکتی۔ اور اس طرح یہ معلوم ہوگا کہ آنحضرت صلعم کے جو خصائص ذاتی ہین، وہ چند محدود امور ہین، اور کتاب و سنّت نے اُن کا مخصوص ہونا عالم آشکارا کر دیا ہے۔

خصائصِ ذاتی

نبوت اور لوازم نبوت سب سے پہلی چیز جو آپ کی ذات مبارک کے ساتھ مخصوص تھی، اور جس کا کوئی حصہ افرادِ امت کو نہین ملا، وہ نبوت اور اُس کے لوازم، وحی، تشریع، اخبار الٰہی، نزول جبریل، نسخ احکام وغیرہ ہین، یعنی آپ کے سوا نہ تو کسی فرد اُمّت پر کوئی وحی آئی، اور نہ آ سکتی ہے، نہ کسی کو کوئی شریعت لانے اور نئے مذہبی قانون وضع کرنے کا اختیار ہے، نہ وہ بے گناہ اور معصوم ہے۔ نہ اللہ تعالیٰ سے سنکر وہ خبر دے سکتا ہے، نہ اُسکے پاس قاصدِ الٰہی آ سکتا ہے، نہ وہ احکام شرعی کو منسوخ کر سکتا ہے وغیرہ۔ صرف دو چیزین ایسی ہین جو افرادِ امت کے لیے باقی ہین۔ اور وہ رویائے صادقہ، اور کشف و الہام ہین۔

امور متعلقہ نکاح مسئلہ نکاح مین آنحضرت صلعم کے لیے چند امور مخصوص کر دیے گئے ہین جنکی رخصت عام اُمّت کے لیے نہین۔

۱- عام مسلمان بشرطِ عدل صرف چار بیویان ایک وقت مین رکھ سکتے ہین، آنحضرت صلعم چار سے زیادہ رکھ سکتے تھے۔

(۲) آنحضرت صلعم کے لیے اسکی رخصت تھی کہ اگر کوئی عورت اپنی خوشی سے مہر کے بغیر آپ کی زوجیت مین آنا چاہتی اور آپ اس کو قبول کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے، گو ایسا واقع نہین ہوا، لیکن افرادِ امت کے لیے مہر کے بغیر نکاح ممکن ہی نہین۔

یہ دو رخصتین تھین، لیکن ان کے مقابلہ مین اس باب مین آپ پر کچھ قیدین بھی تھین، جو عام افرادِ امت پر نہین۔

(۳) آپ پر وہی عورتین حلال تھین جنکو ادا ے مہر یا بغیر مہر کے آپ اپنی زوجیت مین اب تک لے چکے تھے۔ اور رشتہ کی بہنون مین سے صرف وہی عورتین آپ کی زوجیت مین رہ سکتی تھین جنھون نے آپ کے ساتھ ہجرت کی تھی، عام مسلمانون پر یہ قید نہ تھی۔

(۴) عام مسلمان اہل کتاب کی عورتون سے جنھون نے گو اسلام نہ قبول کیا ہو نکاح کر سکتے تھے، اور کر سکتے ہین، مگر آپ کو اس کی اجازت نہ تھی۔

(۵) جو بیویان آپ کے پاس تھین، اُن مین سے اب کسی کو نہ آپ طلاق دے سکتے تھے، اور نہ اُن کے بعد آپ اور کسی سے اب نکاح کر سکتے تھے۔

(۶) آپ کو اختیار دے دیا گیا تھا کہ اِن بیویون مین سے چند کو اپنے قریب کر لین، اور باقی کو پیچھے کر دین، چنانچہ آپ نے چار کو یعنی حضرت عائشہ رض، حفصہ رض، زینب رض اور ام سلمہ رض کو پاس رکھ لیا تھا، اور بقیہ کو شرفِ زوجیت بخشنے کے ساتھ اپنے سے علیحدہ رکھا تھا، اور ان مین آپ ردّ و بدل بھی کر سکتے تھے۔

(۷) آنحضرت صلعم کی بیویون کو آپ کی وفات کے بعد کسی دوسرے کے نکاح مین جانے کی اجازت نہ تھی۔

وَلَا اَنْ تَنْکِحُوْا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ اَبَدًا (احزاب) — اور نہ یہ مناسب ہے کہ اپنے پیغمبر کی بیویون سے اُسکے بعد کبھی نکاح کرو۔

یہ تمام احکام سورۂ احزاب مین بتصریح تمام مذکور ہین، اور ان کے خاص وجوہ و مصالح ہین، اصل یہ ہے کہ

عرب مین نکاح کی تعداد متعین نہ تھی، بلکہ بنی اسرائیل مین بھی اسکی تحدید نہ تھی۔ توراۃ مین ایسے انبیاء اور بزرگون کے نام بھی ہین جنکی متعدد بلکہ سینکڑون بیویان تھین، آنحضرت صلعم نے پورے عہدِ شباب مین یعنی ۲۵ سال سے ۵۰ برس کی عمر تک صرف ایک بی بی (حضرت خدیجہؓ) پر کفایت کی، حضرت خدیجہؓ کے بعد ایک ساتھ دو نکاح کیے، حضرت سودہؓ سے جو کبیر السن تھین، اور حضرت عائشہؓ سے جو صرف ۶ برس کی تھین، اتنی چھوٹی لڑکی سے نکاح ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ صرف دو خاندانون مین محبت اور یکجہتی کی ترقی ہی کے لیے ہو سکتا تھا۔ مدینہ آکر آپ نے چند نکاح اور کیے، ان نکاحون پر ایک عمیق نظر ڈالنے سے یہ خود بخود ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان مین دو قسم کی عورتین تھین، ایک وہ جو روسائے قبائل کی لڑکیان تھین اور جن سے نکاح کا مقصد اسلام کی بہتری کے لیے تعلقات کی توسیع اور اضافہ تھا، حضرت عائشہؓ صدیق اکبرؓ کی، اور حضرت حفصہؓ فاروق اعظمؓ کی صاحبزادی تھین، حضرت ام حبیبہؓ ابوسفیان رئیس بنی امیہ کی بیٹی تھین، حضرت جویریہؓ قبیلۂ بنی المصطلق کی رئیسہ تھین، حضرت صفیہؓ رئیس خیبر کی دختر تھین،

ازواج مطہرات مین دوسری وہ بیوہ عورتین تھین جن کا سن زیادہ تھا، اور گویا اس طرح ان کی کفالت کا بار اپنے اُٹھایا تھا، چنانچہ حضرت سودہؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت میمونہؓ، حضرت زینب ام المساکینؓ، یہ سب بیوائین تھین، ایک اور بیوی حضرت زینبؓ بنت جحش تھین جو گو بیوہ نہ تھین لیکن مطلقہ تھین، اُن کے شوہر نے انکو طلاق دے دی تھی، اس تفصیل سے آپ کی کثرتِ ازواج کے اسباب منکشف ہوئے ہون گے۔

اسکی تصریح نہین ملتی کہ سورۂ احزاب مین یہ مخصوص احکام کب نازل ہوئے، لیکن اس بنا پر کہ آپ نے آخری سے آخری نکاح حضرت میمونہؓ سے ۷ھ مین اداے عمرہ کے زمانہ مین کیا ہے، اور اس کے بعد[1] آپ کا کوئی نکاح ثابت نہین، اس لیے ان احکام کے نزول کی تاریخ اسی ۷ھ کو قرار دیا جاسکتا ہے کہ ۷ھ مین اسلام کی طاقت اپنے کمال کو پہنچ گئی تھی، اور خیبر، طائف، اور مکہ معظمہ فتح ہو چکا تھا۔ اور آنحضرت صلعم کو ان تعلقات کے ذریعہ سے کسی نئے قبیلہ کو مطیع کرنے کی ضرورت نہ تھی، اور نہ غریب سن رسیدہ مسلمان بیواؤن کی کفالت کی حاجت تھی

---

[1] طبقات ابن سعد، جزء نساء، صفحہ ۹۲۔

اس تمہید کے بعد یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ اسلام نے ازواجِ مطہرات کو وقارِ نبوت کے برقرار رکھنے اور ان کو تمام تر احکام اسلامی کے نشر و اشاعت مین مصروف رہنے کا حکم دیکر اُن کا آیندہ نکاح ناجائز قرار دیا، اور ان کو تمام مسلمانون کی ماؤن کا رتبہ دیا، وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ، (سورۂ احزاب) اب ایسی حالت مین چار سے زیادہ نکاح کرنے کی ممانعت کا حکم نازل ہوتا ہے، اب جناب رسالت مآب کے لیے اس کے سوا چارۂ کار کیا ہوتا کہ وہ اپنی موجودہ بیویون پر محدود رہین کہ اگر اُن مین سے کچھ کو طلاق دیدی جائے تو چونکہ وہ دوسرے مسلمانون کے نکاح مین نہین آسکتین، اس لیے اُن پر یہ صریح ظلم ہوتا، بنابرین آنحضرت صلعم کو موجودہ بیویون کو اپنی زوجیت مین رکھنے کی اجازت ہوتی ہے، اور طلاق کی رخصت آپ سے سلب کر لی جاتی ہے، اور ان محدود ازواج مین سے بھی چند کو قریب اور بقیہ کو شرفِ زوجیت کے ساتھ علیحدگی (ارجاء) کا حکم دیا جاتا ہے، اور آنحضرت صلعم چار کو یعنی حضرت عائشہؓ، حفصہؓ، ام سلمہؓ، زینبؓ کو اختیار کرتے ہین، اور حضرت سودہؓ، حضرت جویریہؓ، حضرت میمونہؓ اور حضرت ام حبیبہؓ سے ارجاء کرتے ہین[1]۔

کتابیہ سے آنحضرت صلعم کو اس لیے نکاح کی اجازت نہین دی گئی کہ نبوت محمدی پر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے امورِ دین مین اُس پر بھروسہ نہین کیا جاسکتا تھا، اور نہ اس کو محرمِ راز ہونے کا شرف بخشا جاسکتا تھا۔

نمازِ شبانہ

شروع مین جب نماز پنجگانہ کے احکام نازل نہین ہوئے تھے، مسلمانون پر رات کی نماز (تہجد) فرض تھی، اس کے بعد معراج مین جب پانچ وقت کی نماز فرض ہو گئی تو تہجد کی نماز عام امت پر فرض نہین رہی، بلکہ صرف مستحب رہ گئی، لیکن خود آنحضرت صلعم کے لیے یہ نماز شبانہ فرضِ مزید کے طور پر باقی رہی چنانچہ آنحضرت صلعم پوری پابندی کے ساتھ اس کو ادا کرتے تھے، یہی وہ نماز تھی جس مین دیر تک کھڑے رہنے سے پائے مبارک مین ورم آجاتا تھا، سورۂ بنی اسرائیل جو معراج کی سورہ ہے اُس مین نماز پنجگانہ کے حکم کے بعد ارشاد ہوتا ہے۔

[1] تفسیر ابن جریر طبری تفسیر سورۂ احزاب جلد ۲۲ صفحہ ۱۶ مصر

وَمِنَ اللَّیْلِ فَتَہَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ، عَسٰی اَنْ يَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا، (بنی اسرائیل ۸)

اور رات کے حصہ مین بیدار ہو کر نماز پڑھ، یہ تیرے لیے زیادہ ہے قریب ہے کہ تیرا پروردگار تجھکو مقام محمود (مرتبۂ شفاعت) مین اُٹھائے۔

نماز چاشت اور قربانی اسی طرح چاشت کے وقت نماز عام مسلمانون کے لیے نفل ہے، مگر احادیث[1] مین ہے کہ یہ نماز آپ پر بمنزلۂ فرض کے تھی، اور اسی کے ساتھ قربانی کا حکم بھی، غالباً یہ حدثین سورہ کوثر کی تفسیر مین ہین

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ، فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ، (کوثر)

اے پیغمبر! مین نے تجھے کوثر عطا کیا تو تو (اُسکے شکرانے مین) اپنے رب کی نماز (چاشت) پڑھ، اور قربانی کر۔

مگر یہ بطریق صحاح مذکور نہین اسی لیے ہمین اُن کو خصائص نبوی مین شمار کرنے مین اب بھی تامل ہے۔

عصر کے بعد نماز دوگانہ عام امت کے لیے نماز عصر کے بعد سے غروب تک نماز پڑھنا ممنوع ہے، مگر آنحضرت صلعم کو آخر مین بعض ازواج مطہرات نے عصر کے بعد نماز پڑھتے دیکھا، دریافت کیا تو فرمایا کہ "ایک وفد کی ملاقات مین ظہر کے بعد کی دو رکعتین مجھ سے رہ گئی تھین، یہ مین اونکی قضا پڑھتا ہون[2]"، عام اُمت کے لیے تو اسکی قضا واجب بھی نہ تھی اور اگر ہوتی بھی تو ایک دفعہ قضا پڑھ لینا کافی تھا، مگر آپ اپنے لیے ایک نماز سنت کے ترک عمد کی تلافی کی، شاید آخر عمر تک کوشش کرتے رہے۔

صوم وصال یعنی کئی دن کا متصل افطار کیے بغیر روزہ رکھنا عام امت کے لیے ممنوع ہے لیکن خود آنحضرت صلعم کئی کئی دن کا روزہ رکھتے تھے، اور بیچ مین افطار کے وقت کچھ کھاتے پیتے نہ تھے، بعض صحابہ نے آپ کی پیروی مین اس طرح روزہ رکھنا چاہا تو آپ نے روک دیا اور فرمایا "تم مین کون میری طرح ہے، مجھکو تو میرا پروردگار کھلاتا اور سیراب کرتا ہے[3]"۔

صدقہ وزکوٰۃ کھانے کی حرمت آنحضرت صلعم اور اہل بیت پر کئی کئی دن کے فاقے گذر جاتے تھے، عام مسلمان غربت اور تنگدستی کی حالت مین اس مایۂ سے فائدہ اٹھاتے تھے مگر آپ نے اپنے اور اپنے خاندان کے لیے اس مد کی ہر شے

---

[1] بحوالہ خصائص کبریٰ سیوطی جلد دوم طبع حیدرآباد دکن [2] ابوداؤد و ترمذی باب الصلوٰۃ بعد العصر [3] صحیح بخاری کتاب الاعتصام

حرام کردی اور کبھی صدقہ کا مال ذاتی صرف مین لانا گوارا نہ فرمایا، یہان تک کہ اگر حسنین علیہما السلام لڑکپن کے اقتضا سے صدقہ وزکوۃ کی کوئی کھجور بھی اپنے منہ مین ڈال لیتے تھے تو آپ اُگلوا دیتے تھے[1] اور فرمایا کرتے تھے کہ "یہ لوگون کے مال و دولت کا میل ہے، اس کا لینا اہل بیت نبوت کو روا نہین[2]" چنانچہ سادات کے لیے قیامت تک اس قسم کے صدقات کا لینا جائز نہین، آپ کے پاس جب کوئی ناواقف شخص کوئی چیز لیکر جاتا تھا کہ اُس کو آپ کی خدمت مین پیش کرے، تو آپ دریافت فرمالیا کرتے تھے کہ یہ صدقہ ہے، یا تحفہ؟ اگر تحفہ کہتا قبول فرماتے، اور اگر معلوم ہوتا کہ یہ صدقہ ہے تو اجتناب[3] فرماتے۔ اِس طرح آنحضرت صلعم نے مخالفین کی اس بدگمانی کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کردیا کہ پیغمبرِ اسلام کی صدقہ وخیرات کی اس تاکید کا مقصد (نعوذ باللہ) اپنے اور اپنے خاندان کی دائمی پرورش کا سامان تھا۔

خصائص نبوی

دیگر انبیاء کے مقابلہ مین جس قدر خصائص آپ کو عطا ہوئے ہین، وہ متعدد ومعتبر حدیثون مین مختلف تعداد ون مین نام بنام خود زبان اقدس سے ادا ہوئے ہین، صحیحین مین حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا "مجھے پانچ چیزین ایسی دی گئی ہین جو مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کو نہین دی گئین، مجھے رعب اور دھاک کے ذریعہ سے فتح ونصرت دی گئی، میرے[4] لیے تمام روے زمین سجدہ گاہ بنائی گئی، غنیمت[2] کا مال میرے لیے حلال کیا گیا، اور مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کے لیے حلال نہ تھا، مجھے شفاعت[3] کا مرتبہ عنایت ہوا، مجھ[4] سے پہلے انبیا خاص اپنی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے، اور مین تمام دنیا کے لیے مبعوث ہوا[5]" صحیح مسلم مین حضرت ابوہریرہؓ نے آنحضرت صلعم کی زبانی چھ باتین گنائی ہین۔ "مجھے جوامع[1] الکلم عنایت ہوئے، رعب[2] وداب سے نصرت دی گئی، مال غنیمت[3] میرے لیے حلال کیا گیا، تمام روئے[4] زمین میرے لیے مسجد بنی، میری[5] بعثت تمام دنیا کی طرف ہوئی۔ انبیاء[6] کا سلسلہ میری ذات پر ختم ہوا[7]"

---

[1] صحیح بخاری ومسلم کتاب الصدقات [2] صحیح مسلم کتاب الصدقات [3] صحیح مسلم کتاب الصدقات۔ وصحیح بخاری کتاب الھدایا۔

[4] صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب جعلت لی الارض کلھا مسجدا، وکتاب التیمم وصحیح مسلم باب المساجد ونسائی باب التیمم۔

[5] صحیح مسلم باب المساجد وترمذی کتاب السیر ونسائی۔

احادیث کی دیگر روایتون مین بعض اور خصائص بھی زبان اقدس سے بیان ہوئے ہین، مثلاً یہ کہ میرا معجزۂ وحی قیامت تک کے لیے ہے، میرے پیرو تمام انبیاء سے زیادہ ہین، میری نبوت اولین ہے، مجھکو فلان فلان سورتین دی گئین جو کسی اور کو نہین ملین، فلان فلان وقت کی نمازین خاص میری امت کے لیے فرض ہوئین، مگر حقیقت مین ان مین بعض جزئیات ایسی ہین جو انھین چھ عنوانون کے تحت مین کسی نہ کسی حیثیت سے مندرج ہین، سورتون کی خصوصیت جوامع الکلم مین داخل ہے، بعض نمازون کے اوقات کا اضافہ ختم نبوت کے مدارج کے اندر ہے، قرآن مجید مین آپ کی دو خصوصیتین مذکور ہوئی ہین، وہ ان سب کو جامع ہین، یعنی **تکمیل دین** اور **ختم نبوت** بہرحال اجمال کو چھوڑ کر ذیل مین ہمکو نمایان خصوصیات پر قرآن پاک اور احادیث صحیحہ کی روشنی مین ایک تفصیلی نظر ڈالنا ہے۔

رعب ونصرت آنحضرت صلعم سے پہلے جو انبیاء دنیا مین آئے وہ دو قسم کے تھے، یا وہ بظاہر کمزور اور بے یار و مددگار رہتے، اور اُن کو دنیاوی طاقت کا کوئی حصہ عطا نہین ہوا تھا، پیغمبرون کو بڑی تعداد ایسی ہی تھی، دوسرے وہ انبیاء ہین جن کو دنیا کی ظاہری طاقت بھی ملی تھی، اور وہ صرف چند ہین، حضرت موسیٰؑ، حضرت داودؑ، اور حضرت سلیمانؑ، حضرت موسیٰؑ کا کارنامہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو مصر سے اُٹھا کر شام کے حدود مین لے آئے، اور یہان کے بت پرست قبیلون سے لڑتے ہوئے دنیا سے تشریف لے گئے، اور کامیابی اور نام کا رعب داب، اور ہیبت نصیب نہ ہوئی جو دشمنون پر فتح مبین کا اصلی ذریعہ ہے، حضرت داودؑ نے سلطنت حاصل کی مگر ساری عمر گریہ و ماتم مین گذاری کہ کوئی ان کی دردبھری آواز پر لبیک نہین کہتا، اور نہ ان کی پکار پر کوئی خدا کی راہ ڈھونڈتا ہے، حضرت سلیمانؑ نے سلطنت وراثت مین پائی، مگر ان کی عالمگیر سلطنت کی دہاک اتنی بھی نہ بیٹھی کہ کم از کم اُن کے آس پاس کے لوگ ہی انکی پکار کو سنتے، ان کا دربار اور کاشانہ جیسا کہ توراۃ مین ہے بت پرستون سے معمور تھا، آنحضرت صلعم کا آغاز گو ایوبی بیچارگی، اور مسیحی غربت سے ہوا، مگر انجام موسوی طاقت، داودی سلطنت، اور سلیمانی شان وشکوہ پر ہوا، اور ان سب سے مافوق یہ تھا کہ آپکی تمامتر قوت، طاقت، رعب وہیبت سب خدا کی راہ مین صرف ہوئی، اس سے گم گشتون نے راستہ پایا، بھولون نے یاد کیا، سننے والون نے آواز دی، اور یہ اثر پیدا ہوا کہ آپ جس راستہ سے نکل جاتے، گنہگار اور مجرم سر اطاعت خم کردیتے

اور اپنی سیہ کاریون پر ندامت کا اظہار کرتے تھے۔

متعدد حدیثون مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "مجھے فتح و نصرت، رعب و ہیبت کے ذریعہ بخشی گئی، یہان تک کہ میری دھاک ایک مہینہ کی سافت تک پر کام کرتی ہے[1]" علامۂ ابن خلدون نے مقدمہ مین فنونِ جنگ پر بحث کرتے ہوئے نہایت خوبی سے بتایا ہے کہ لڑائیون مین کسی ایک فریق کو فتح ہوتی ہے وہ اُسی وقت ہوتی ہے جب دوسرے فریق پر پہلے کی خداداد مرعوبیت چھاجاتی ہے،

آنحضرت صلعم کے اسم گرامی کو یہ شرف اس لیے عطا ہوا تاکہ مزید خونریزی کے بغیر ملک مین امن و امان اور سکون و اطمینان پیدا ہوجائے، اور صدائے حق کے لیے راستہ صاف ہو، قرآن مجید مین بھی اللہ تعالےٰ نے اس وصف کے عطا کرنے کا وعدہ فرمایا تھا سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ (انفال) "عنقریب کافرون کے دلون مین رعب ڈال دونگا"

چنانچہ یہ وعدہ پورا ہوا اور قرآن نے شہادت دی وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ (احزاب حشر) "اور خدا نے انکے دل مین رعب ڈال دیا"

چنانچہ بڑے بڑے دل گردہ کے بہادر زہر مین تلوارین بجھا بجھا کر آئے، مگر جب روے روشن پر نظر پڑی کانپ کر رہ گئے، بڑے بڑے سرکش قبائل آپ کا نام سن کر دم بخود ہوجاتے تھے، مدینہ کے آس پاس کے یہود جو بڑے بڑے قلعون مین بیٹھکر فرمان روائی کرتے تھے، اور جنکو اپنی فوجی قوت اور جنگی سامانون پر ناز تھا، جب انھون نے سرتابی کی۔ بے لڑے بھڑے آپ کے سامنے اطاعت کی گردن ڈال دی، خیبر کے قلعہ نشین یہود جو سب سے زیادہ مضبوط تھے، جب ایک صبح کو اُن کے قلعون کے سامنے دفعتہً کوکبۂ اسلام طلوع ہوا، تو اُن کے منہ سے چیخ نکل گئی کہ "محمد کا لشکر!" ابوسفیان جو بارہا ایک حریف مقابل کی حیثیت سے میدانِ جنگ مین فوجون کے پرے لگا تارہا، فتح مکہ کے دن جب حضرت عباسؓ اس کو لے کر اسلام کے موج زن دریائے الٰہی کا نظارہ دکھا رہے تھے، اور رنگ برنگ کے علم نگاہون کے سامنے سے گذر رہے تھے، تو ہر نئے دستہ اور نئے علم کو دیکھکر کانپ کانپ جاتا تھا۔

باایں ہمہ اس مجسمۂ ہیبت کا حال کیا تھا، نا آشنا ڈرتے تھے اور وہ اُن کو تسکین دیتا تھا، بے خبر اُس سے رعب کھاتے

[1] صحیح بخاری و صحیح مسلم عن ابی ہریرۃ و احمد و ابن ابی شیبہ و بیہقی و بزار عن علی۔

تھے، اور آگاہ پروانہ تھے کہ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ محمد رسول اللہ اور اُن کے ساتھی کافرون پر بھاری اور آپس مین رحمدل ہین۔

ایک بدوی آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوا، جیسے ہی چہرہ مبارک پر نظر پڑی کانپ گیا، فرمایا "ڈرو نہین، مین بادشاہ نہین، مین تو ایک قریشی عورت کا بیٹا ہون جو سوکھا گوشت پکا کر کھایا کرتی تھی"[1] حضرت مخرمہ صحابی نے اپنے بیٹے مسور سے کہا کہ آنحضرت صلعم زنانخانہ مین ہین آپ کو آواز دو، وہ ہچکچانے لگے، باپ نے کہا، جانِ پدر! "محمد صلعم جبار نہین"[2] یہ ہیبت، یہ وقار، یہ دبدبہ، یہ رعب، تیغ و سنان کی چمک، فوج و عسکر کے تلاطم، جلادون کی صف بندی اور تیغ بکف سپاہیون کی نمائش سے نہین پیدا ہوا، بلکہ

ہیبتِ حق است این، از خلق نیست ہیبتِ این مردِ صاحب دلق نیست

(رومی)

سجدہ گاہِ عام

اسلام کے علاوہ جس قدر مذاہب ہین وہ اپنے مراسم عبادت کے ادا کرنے کے لیے چند گھری ہوئی چہار دیواریون کے محتاج ہین۔ گویا اُن کا خدا اُنھین کے اندر بستا ہے، یہود اپنی صومعون اور قربان گاہون سے باہر نہ خدا کو پکار سکتے ہین اور نہ قربانی کے نذرانے پیش کر سکتے ہین، عیسائی اپنے کنیسون کے بغیر خدا کے آگے نہین جھک سکتے، یہان تک کہ بت پرست قومین بھی اپنے بت خانون ہی کی چہار دیواریون کے اندر اپنے دیوتاؤن کو خوش کر سکتی ہین، لیکن اسلام کے عالمگیر مذہب کا خدا، اس آب و گل اور سنگ و خشت کی چہار دیواریون مین محدود نہین، وہ ہر جگہ ہے، اور ہر جگہ سے پکارا جا سکتا ہے، کوہ و صحرا خشکی و تری، مسجد و کنشت[3] ہر جگہ اس کے سامنے سجدہ کیا جا سکتا ہے، وہ جس طرح مسجدون کے اندر ہے، مسجدون کے باہر بھی ہے، اس کی قربانی مشرق و مغرب ہر جگہ گذرانی جا سکتی ہے، اَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (جدھر منہ پھیرو، اُدھر ہی خدا کا منہ ہے) ع

[1] شمائل ترمذی [2] صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۸۷ [3] صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی البیع مین ہے کہ حضرت ابن عباسؓ اُن گرجاؤن مین جن مین تصویرین نہ ہوتین نماز پڑھ لیتے۔

هر جا کنیم سجده بآن آستان رسد

آپ نے فرمایا کہ "میرے لیے تمام روئے زمین سجدہ گاہ بنائی گئی"[1] یہ مسئلہ ہرچند ایک معمولی بات معلوم ہوتی ہے، مگر اس کے اندر وہ صداقت پنہان ہے جو اسلام کی عالمگیری اور اُس کے آخری مذہب ہونے کا اعلانِ عام کرتی ہے؛

پیرووں کی کثرت

دنیا مین لاکھون پیغمبر آئے، مگر آج دنیا مین انکی تعلیم و ہدایت کی ایک یادگار باقی نہین یہانتک کہ تاریخ کے اوراق مین بھی ان کا نام ونشان نہین، وہ انبیا جن کے صرف حالات معلوم ہین، انکی نسبت وہین یہ بھی معلوم ہے کہ ان کی آواز پر لبیک کہنے والے چند سے آگے نہ بڑھ سکے، حضرت نوح سے لیکر حضرت عیسیٰ تک ایک ایک پیغمبر کا کارنامہ دیکھ جاؤ، حضرت موسیٰ کے سوا ایک بھی ایسا نہ ملے گا جس کے ماننے والے سو بھی ہون حضرت موسیٰ کی کوششون کے جولانگاہ صرف بنی اسرائیل کے چند ہزار نفوس تھے، جو قدم قدم پر راہِ حق سے ہٹ ہٹ جاتے ہین، کہین گوسالے کو پوجتے ہین، کہین خدا کو ان آنکھون سے دیکھنے پر اصرار کرتے ہین، کہین سرفروشی اور جانبازی سے گھبرا کر میدانِ جنگ مین جانے سے انکار کر بیٹھتے ہین، حضرت عیسیٰ کے معجزانہ کارنامے، صرف اسی قدر اثر دکھاتے ہین کہ چند دہائی انسان انکی شیرین گفتاری کا دم بھرتے ہین، مگر اس سے پہلے کہ مرغ بانگ دے ابن آدم کو دشمنون کے پنجہ مین اسیر کراتے ہین، اور تین دفعہ اُس کے پہچاننے سے منکر ہوتے ہین لیکن آنحضرت صلعم کا یہ حال ہے کہ مکہ کی گلیون مین آپ نے تنِ تنہا بے یار و مددگار متلاشیانِ حق کو صدائے توحید دی، جواب مین پہلے ایک آواز بھی بلند نہ ہوئی، لیکن ۲۳ سال نہ گذرنے پائے تھے کہ ریگستانِ عرب کا ذرہ ذرہ کلمۂ لا الٰہ الا اللہ سے پُرشور ہوگیا، اور جب آپ نے اسی مکہ کی سرزمین کیلیے حجۃ الوداع کا اعلان کیا تو کم و بیش ایک لاکھ جان نثار و فدا کار داہنے بائین کھڑے تھے۔

صحیح مسلم مین ہے کہ آپ نے فرمایا "جس قدر میری نبوت کی سچائی کا اعتراف کیا گیا کسی اور پیغمبر کی سچائی کا نہین کیا گیا کہ بعض انبیا ایسے بھی ہین جنکو سچا کہنے والا اُن کی امت مین صرف ایک ہی نکلا"[2] صحیحین مین ہے

[1] صحیح بخاری ومسلم ونسائی وترمذی باب المساجد۔ [2] صحیح مسلم کتاب الایمان۔

کہ آپ نے فرمایا "ایک دفعہ مجھپر (عالم مثال مین) قومین پیش کی گیئن، بعض پیغمبر ایسے تھے کہ اُن کے پیچھے صرف ایک ہی دو آدمی تھے، بعض تنہا ہی تھے، اُن کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا، اتنے مین ایک بڑی بھیڑ نظر آئی، خیال ہوا کہ یہ میری امت ہوگی، تو بتایا گیا کہ یہ موسیٰ اور اُن کی قوم ہے، پھر کہا گیا کہ دوسرے کنارہ کی طرف دیکھو! تو اتنا سواد عظیم نظر آیا کہ اُس سے افق چھپ گیا، پھر کہا گیا، اسی طرح اِدھر دیکھو اُدھر دیکھو، بڑی تعداد کثیر دکھائی دی، کہا گیا کہ یہ سب تیری[1] امت ہے"

دعوت عام

محمد رسول اللہ صلعم کے پیرؤون اور حلقہ بگوشون کی کثرت تعداد کا ایک اور سبب یہ ہے کہ آپ سے پہلے جس قدر انبیاؑ آئے وہ خاص خاص قومون اور قبیلون کی طرف بھیجے گئے، اُنکی دعوتِ عام نہ تھی، یہانتک کہ حضرت عیسیٰؑ نے بھی اپنے کو بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑون کی گلہ بانی تک محدود رکھا، لیکن آنحضرت صلعم کی بعثت روے زمین کی ہر قوم اور ہر جنس کی طرف ہوئی، کالے، گورے، رومی، حبشی، عرب عجم، ترک تاتار، چینی ہندی سب آپ مین برابر کے حقدار ہین، قرآن نے کہا:-

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ (سبا)	اے محمد! ہم نے تمکو تمام ہی انسانون کے لیے بھیجا ہے۔
تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا ۙ (فرقان)	بابرکت ہے وہ جس نے اپنے بندہ پر قرآن اتارا۔ تاکہ وہ تمام دنیا کو ہشیار کرے۔

صحیحین مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "مجھسے پہلے نبی خاص اپنی قوم مین بھیجا جاتا تھا، اور مین تمام دنیا کے لیے بھیجا گیا ہون"[2] اس معنی کی بکثرت روایتین حدیث کی دوسری کتابون مین بھی آئی ہین، اِسکی عملی دلیل یہ ہے کہ تمام پیغمبرون کے حالات پڑھ جاوٴ، سب کے پیرون کو اُنکی زندگی مین خود اُسی کے قوم و ملک کے اندر محدود پاوٴگے، لیکن آپکے حلقہ بگوشون مین خود آپکی زندگی مین عرب کے علاوہ سلمان عجمی، صہیب رومی، بلال حبشی سبکو پاوٴگے، سلاطین عالم کو تمام آپکا دعوت نامہ بھی اسی تعمیم دعوۃ کی مستحکم عملی دلیل ہے۔

جوامع الکلم

دنیا مین کئی آسمانی صحیفے اب بھی کسی نہ کسی صورت مین موجود ہین، مگر ان مین ایک کے سوا جو صحف

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان و بخاری کتاب الطب و باب خلق آدم و کتاب الرقاق [2] بخاری و مسلم کتاب المساجد۔

جامعیت سے سب محروم ہین، توراۃ اقوام کی تاریخ، اور احکام وقوانین کا مجموعہ ہے، عقیدۂ توحید ورسالت کے سوا، تمام دیگر ضروری عقائد[1] اور رسم قربانی کے علاوہ، تمام دیگر مسائل عبادات[2]، اور چند معمولی باتون کو چھوڑ کر، تمام دقائقِ اخلاق سے یکسر خالی ہے، زبور صرف دعاؤن اور مناجاتون کا ذخیرہ ہے، سفرِ ایوبؑ مین صرف عقیدۂ تقدیر ورضا کی تعلیم ہے، امثالِ سلیمانؑ صرف مواعظ وحِکَم ہین، دیگر انبیائے بنی اسرائیل کے صحیفے صرف توبہ وندامت، پیشینگوئی اور ماتم ہین، انجیل کا صحیفہ حضرت مسیحؑ کی سرگذشت اور تعلیمات اخلاقی کا مجموعہ ہے، لیکن محمد رسول اللہؐ کو جو صحیفہ ملا وہ جوامع الکلم ہے، یعنی وہ تمام باتون کو جامع ہے۔ وہ توراۃ بھی ہے، زبور بھی، اور انجیل بھی، اور کچھ ان سے زیادہ بھی، اسی لیے آپ نے اپنے خصائص مین یہ ارشاد فرمایا ہے کہ "مجھے جوامع الکلم عنایت ہوئے[1]"، بیہقی مین[2] حضرت واثلہ بن الاسقع سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا "مجھے توراۃ کی جگہ **سبع طوال** (سات بڑی سورتین) اور زبور کی جگہ **مئین** (تقریباً سو آیتون والی سورتین) **انجیل** کے قائم مقام **مثانی** دی گئین اور سُوَرِ مفصلات[3] زیادہ ملین"۔ ابونعیم مین بھی روایت ان الفاظ مین ہے کہ مجھے مثانی، توراۃ کی جگہ مئین انجیل کی جگہ، حوامیم زبور کی جگہ، اور مفصلات علاوہ برین ملین[4]"۔

اس لیے قرآن مجید، توراۃ، زبور اور انجیل کو جامع ہے، اور ان کے سوا کچھ اور بھی ہے، وہ تاریخ اقوام بھی ہے اخلاق ومواعظ بھی ہے، دعا ومناجات بھی ہے، اس مین دین کامل کے تمام عقائد ہین، تمام مراسم عبادات ہین، تمام معاملات کے احکام وقوانین ہین، اس مین ایک مسلمان کی زندگی کے ہر دور اور ہر شعبہ کے لیے کامل ہدایات اور صحیح تعلیمات موجود ہین، صرف توراۃ کے اسفارِ خمسہ یہود کی مذہبی زندگی کا کامل مجموعہ نہین، صرف انجیل عیسائیون کی مذہبی حیات کا مکمل سرمایہ نہین، یہان تک کہ اُنکے عقائد وعبادات بھی اُنکے

[1] صحیح بخاری ومسلم کتاب المساجد [2] بحوالہ خصائص کبری سیوطی جلد ۲ صفحہ ۱۹۸ [3] سبع طوال، مئین اور مفصلات قرآن مجید کی کئی کئی سورتون کے مختلف مجموعون کے نام ہین۔ [4] ابونعیم عن ابن عباس (بحوالہ خصائص سیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۴۴) دوسری روایت کے الفاظ پہلی سے زیادہ قرین قیاس ہین، کیونکہ مثانی اور سبع طوال ہماری تحقیق مین ایک ہی ہین، اور پہلی روایت مین انکو دو بتایا گیا ہے، حالانکہ خود قرآن نے سبعًا من المثانی (مثانی کی سات سورتین) کہا ہے، حوامیم وہ سورتین ہین جنکے شروع مین حٰم ہے۔

صحیفون کے رہینِ منت نہین، اور وہ انکی صحیح تعلیم سے یکسر خاموش ہین، لیکن اسلام قرآن سے باہر کچھ نہین، باہر جو کچھ ہے (احادیث) اُسکی عملی توضیح وتفسیر ہے، وہی تنہا مسلمانون کی ہر ضرورت کا کفیل، اور ہر سوال کا مجیب ہے اور اسی لیے اُس کے پیرو کامل حسبنا کتاب اللہ (ہمکو خدا کی کتاب کافی ہے) کا نعرۂ فخر بلند کرتے ہین۔

قرآن جوامع الکلم ہے کہ اُسکی ایک ایک آیت کے اندر سینکڑون لطائف ہین، اس کے ایک ایک لفظ سے متکلمین اور فقہا نے چند در چند مسائل نکالے ہین، اور صوفیہ اور ارباب حال نے متعدد نکتے پیدا کیے ہین، تاہم اُسکی لطافتون اور نزاکتون کا خاتمہ نہین ہوا، اور اُسکی جوامع الکلمی کا حصر نہ ہو سکا۔

تکمیل دین اسلام کا صحیفہ جب ایسا جامع ہے تو یقیناً وہ دین بھی جس کو لیکر وہ آیا کامل ہوگا، قرآن مجید نے آنحضرت صلعم کی وفات کے قریب عین مسلمانون کے اجتماعِ عظیم کے دن (حجۃ الوداع) یہ اعلان عام کیا۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا، (مائدہ) آج کے دن مین نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی، اور اسلام کو دین کی حیثیت سے مین نے تمہارے لیے پسند کیا۔

اسلام قرآن کے عقیدہ کے مطابق اُس صحیح مذہب کا نام ہے جو اپنے اپنے وقت مین ہر پیغمبر کو عطا ہوا، اور وہ عہد بعہد دنیا کی عمر کے ساتھ مختلف پیغمبرون کے ہاتھون سے تکمیل کو پہنچتا رہا، یہان تک کہ محمد رسول اللہ صلعم کی دعوت وتبلیغ کی تکمیل پر وہ اپنے معراج کمال کو پہنچکر تمام ہو گیا۔ اور یہ منصب خاص صرف آپ کی ذات پاک کے لیے روزِ ازل سے مقدر ہو چکا تھا، آپ نے فرمایا انا خاتم النبیین وآدم منجدل فی طینتہ[1] "مین پیغمبر آخر تھا، اور آدم ابھی آب وگل مین پڑے تھے" آنحضرت صلعم نے ایک بلیغ تمثیل مین اسلام کی تکمیل دین کی تشریح فرمائی ہے، فرمایا "میری اور دوسرے انبیا کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک شخص نے ایک عمارت بنائی لوگ اس کے اندر جاتے ہین اور اس کو دیکھکر حیران رہ جاتے ہین، لیکن دیکھتے ہین کہ اس مین ایک اینٹ کی جگہ خالی ہے، تو مین وہ آخری اینٹ ہون[2]" عمارت دین ونبوت ہے۔ اسکی ایک ایک اینٹ ایک ایک

---

[1] صحیح بخاری ذکر مرض وفاۃ صلعم و مسلم کتاب الوصیۃ [2] مستدرک حاکم تفسیر سورۂ احزاب [3] صحیح بخاری و مسلم و ترمذی باب خاتم النبیین۔

پیغمبر کا وجود اور اس کا دین و شریعت ہے اور اسکی تکمیل کا آخری پتھر نبیِ اُمی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود اقدس ہے۔

دائمی معجزہ — وہ دین جو مختلف انبیاء علیہم السلام کی وساطتون سے دنیا مین آتا رہا، چونکہ وہ محدود زمانون کے لیے آیا کیا، اس لیے اُن کے معجزے بھی محدود الوقت تھے، یعنی ایک خاص وقت مین پیدا ہوئے اور مٹ گئے، اب عصائے موسیٰ، لحن داؤد، تعبیر یوسف، ناقہ ہودؑ، نفسِ عیسیٰ کا کہان پتہ ہے، لیکن جو دین، محمد رسول اللہ صلعم کے ذریعہ آیا، کامل تھا، اور قیامت تک کے لیے آیا تھا، بنابرین اس کے لیے ایک دائمی اور مستقل معجزہ کی ضرورت تھی، اور وہ خود صحیفۂ اسلام ہے، صحیحین مین ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ "ہر نبی کو وہ معجزہ ملا جس پر اسکی امت ایمان لائی، لیکن جو مجھے ملا وہ وحی ہے جو خدا نے بھیجی، تو مجھے امید ہے کہ میرے پیرو تمام انبیاء سے زیادہ ہونگے"[1] یہ خیال مبارک اسی لیے تھا کہ آپ کا معجزۂ وحی قیامت تک کے لیے ہے، اس لیے اُس کو دیکھنے والے اور اُسپر ایمان لانے والے سب سے زیادہ ہون گے، دوسرے انبیاء علیہم السلام کے صحیفے بجائے خود معجزہ نہ تھے، اسی لیے وہ تحریف و تغیر سے پاک نہین رہے، اور قرآن دین کا کامل صحیفہ، خاتم الانبیاء کی وحی، اور دائمی معجزہ بنکر آیا۔ اسی لیے وہ ہمیشہ کے لیے اپنی حفاظت کا سامان اپنے ساتھ لایا، وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (حجر) "اور ہم ہین اُس کے محافظ"۔

ختم نبوت — یہ رعب و نصرت، یہ پیروؤن کی کثرت، یہ سجدہ گاہِ عام، یہ اعجازِ دوام، یہ جوامع الکلم، یہ دعوت عمومی، یہ تکمیل دین، یہ آیات مبین، خود اس بات کے دلائل ہین کہ آپ کے وجود اقدس پر تمام پیغمبرانہ نعمتون کا خاتمہ ہوگیا، اور نبوت و رسالت کا سلسلہ منتہی ہوگیا، اور اب دنیا کسی نئے آنے والے کے وجود سے مستغنی ہوگئی اسی لیے قرآن پاک نے عہد نبوت کے سب سے بڑے مجمع مین یہ اعلان عام کیا۔

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (مائدہ) — آج مین نے تمہارا دین کامل کردیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کردی اور تمہارے لیے دین کی حیثیت سے اسلام کو پسند کیا۔

---

[1] صحیح بخاری کتاب الاعتصام، و صحیح مسلم کتاب الایمان۔

یہ آیت جو نو ذیحجہ سنلہ کو نازل ہوئی، اس بات کی بشارت تھی کہ نبوت جس کا مقصد دین کی عمارت مین کسی نہ کسی اینٹ کا اضافہ تھا، وہ آج تکمیل کو پہنچ گئی، لیکن اس سے پہلے سنہ مین بھی یہ بشارت ان الفاظ مین گوش گذار ہو چکی تھی۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ، (احزاب) محمد تمہارے مردون مین سے کسی کے باپ نہین۔ لیکن خدا کے پیغمبر اور تمام نبیون کے خاتم ہین۔

ختم کے لغوی معنی "کسی چیز کو اس طرح بند کرنے کے ہین کہ نہ اس کے اندر کی چیز باہر نکل سکے، اور نہ باہر کی چیز اس کے اندر جا سکے"۔[1] اسی سے اس کے دوسرے معنی کسی شے کو بند کر کے اس پر مُہر کرنے کے ہین، جو اس بات کی علامت ہے کہ اس کے اندر سے نہ کوئی چیز باہر نکلی ہے، اور نہ کوئی باہر کی چیز اس کے اندر گئی ہے، اور چونکہ یہ عمل مہر سب سے آخر مین کیا جاتا ہے اس لیے اس کے معنی انتہا اور ختم کرنے کے بھی آتے ہین، قرآن مجید مین یہ تمام معنی مستعمل ہوئے ہین۔ شلاً

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ (یٰس) (آج (قیامت کے دن) اُنکے منھ پر مہر لگا دینگے (یعنی بند کر دینگے کہ بول نہ سکین)

یہان ختم کے معنی "بند کر دینے" کے بالکل ظاہر ہین۔

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (بقرہ) (مجازاً) خدا نے ان (کافرون) کے دلون پر مہر لگا دی ہے (یعنی انکے دلون کے دروازے بند کر دیے) کہ باہر سے جو نصیحت اور ہدایت کی باتین وہ سنتے ہین وہ اُن کے دلون کے اندر نہین گھستین اور بے اثر رہتی ہین۔

وَخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ، (جاثیہ) (مجازاً) اور خدا نے اس کے کان پر اور دل پر مہر لگا دی (یعنی انکے کان اور دل بند کر دیے) کہ اس کے کان کے اندر دعوت رسول کی آواز، اور اُس کے دل کے اندر اُس آواز کا اثر نہین جاتا۔

يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ، (مطففین) اہل جنت پلائے جائین گے وہ شراب جسپر مہر لگی ہوگی۔

وہ سر بمہر یعنی بند ہوگی، جو اس بات کا ثبوت ہوگا کہ یہ خالص شراب ہے۔ یہ کھلی نہین کہ اس کے اندر کی خوشبو

---

[1] دیکھو لسان العرب و صحاح جوہری و اساس البلاغۃ زمخشری۔

باہر نکل گئی ہو، اور نہ اس کے اندر باہر سے کوئی چیز کسی نے ملا دی ہے، جس سے اُس کی تیزی کم ہوگئی ہو، اسی کے بعد یہ آیت ہے،

خِتَامُهُ مِسْكٌ (مطففین) اُسکی مہر مشک ہوگی - (یا) اُس شراب کا آخر مشک ہوگا۔

یعنی اُس کے ہر گھونٹ کے پینے کے بعد مشک کی بو اس مین سے نکلے گی، یا یہ معنی کہ بوتل یا صراحی کا منھ غایت صفائی اور نزاہت کی غرض سے دنیا کی طرح مٹی، لاکھ، یا موم کے بجائے مشک خالص سے بند ہوگا۔

بہرحال ان تمام استعمالات سے یہ بالیقین معلوم ہوگا کہ اس لفظ کے عمومی اور مشترک معنی کسی چیز کو بند کرنے کے ہین، لفظ خاتم کی دو قرائتین ہین، مشہور قرائت[1] تو خاتِم (بکسرتا) کی ہے، جس کے معنی "ختم کرنے والے اور بند کرنے والے" کے ہوئے، اور دوسری قرأت خاتَم کی ہے، جس کے معنی ہین" وہ شے جس کے ذریعہ سے کوئی شئے بند کی جائے، اور اُس پر مہر لگائی جائے، تاکہ وہ کھولی نہ جاسکے، اور نہ اس کے اندر کوئی چیز باہر سے جاسکے،

الغرض دونون حالتون مین آیت پاک کا حاصل معنی ایک ہی ہوگا، کہ آپ کا وجود پیغمبرون کے سلسلہ کو بند کرنے والا اور اُن پر مہر لگادینے والا ہے کہ پھر آیندہ کوئی شخص اس جماعت مین داخل نہ ہوسکے۔

آیت پاک کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم تمہارے وہ ظاہری باپ نہین ہین جسکے رشتہ کی بنا پر وراثت اور حرمتِ نکاح وغیرہ کے احکام جاری ہوتے ہین، بلکہ وہ روحانی باپ (رسول اللہ) اور سب سے آخری روحانی باپ (خاتم النبیین) ہین اس لیے باپ ہونے کے ظاہری احکام کے بغیر آپ سے وہی پدرانہ محبت رکھنی چاہیے، اور اُسی طرح آپ کی پدرانہ اطاعت کرنی چاہیے۔

احادیث صحیحہ مین لفظ خاتم النبیین کی تشریح بالکل صاف اور واضح ہے، مسند احمد مین حضرت[2] ثوبان اور حضرت حذیفہ[3] اور ترمذی[4] مین صرف حضرت ثوبان سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "میرے بعد تیس کے قریب جھوٹے نبی پیدا ہونگے

وانی خاتم النبیین لا نبی بعدی، اور بہ تحقیق مین نبیون کا خاتم ہون، میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

[1] دیکھو تفسیر ابن جریر طبری، و تفسیر ابن حبان اندلسی، تفسیر آیت مذکور۔ [2] جلد ۵ صفحہ ۲۷۸۔ [3] جلد ۵ صفحہ ۳۹۶۔ اس روایت مین ۳۰ تعداد لکھی ہے، ۲۷ مرد، اور چار عورتین [4] کتاب الفتن، حدیث حسن صحیح۔

لا نبی بعدی، خاتم النبیین کی تفسیر و تشریح ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خاتم النبیین کے یہی معنی ہین کہ آپ کے بعد پھر کوئی نبی نہ ہوگا، اس کے علاوہ آپ نے تکمیل دین اور ختم نبوت کی جو مشہور تمثیل بیان کی ہے اور جس کو ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہین اُس سے بھی لفظ خاتم النبیین کی پوری تفسیر ہوتی ہے، آپ نے فرمایا کہ "میری اور دیگر انبیاء کی مثال ایسی ہے، جیسے کسی نے کوئی عمدہ محل بنوایا ہو، لوگ اس کو آآ کر دیکھتے ہین، اور اُسکی عمدگی اور خوبصورتی پر عش عش کرتے ہین لیکن اُس کے ایک گوشہ مین ایک اینٹ کی جگہ خالی ہے، تو کہتے ہین کہ اگر یہ اینٹ تمام ہوجاتا تو خوب ہوتا"، اس کے بعد مختلف روایتون مین حسب ذیل الفاظ ہین۔

فانا تلک اللبنة[۱]،	تو مین وہی آخری اینٹ ہون۔
فانا تلک اللبنة وانا خاتم النبیین[۲]،	تو مین وہی آخری اینٹ ہون اور سب پیغمبرون کا خاتم ہون۔
فانا موضع اللبنة جئت فختمت الانبیاء[۳]،	تو اسی آخری اینٹ کی جگہ ہون، مین آیا تو پیغمبرون کا سلسلہ ختم کردیا،
وانا فی النبیین موضع تلک اللبنة[۴]،	مین پیغمبرون مین اُسی آخری اینٹ کی جگہ ہون۔

آنحضرت صلعم نے دیگر انبیاء کے مقابلہ مین اپنے جو مخصوص فضائل گنائے ہین، ان مین ایک **ختم نبوت بھی ہے**، چنانچہ صحیح مسلم (کتاب المساجد) ترمذی (کتاب السیر باب الغنیمۃ) اور نسائی مین ہے کہ آپ نے فرمایا،

وَخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ،	اور انبیاء مجھ سے ختم کیے گئے۔

سنن دارمی مین حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔

وانا خاتم النبیین ولا فخر (باب ما اکرم اللہ نبیہ صفحہ ۹)،	اور پیغمبرون کا خاتم ہون۔ اور اسپر فخر نہین،

آپ کا خاتم نبوت ہونا کوئی اتفاقی واقعہ نہ تھا، بلکہ یہ آپ کی وہ خصوصیت تھی جو آپ کے لیے روز ازل سے مقرر ہو چکی تھی، آپ نے ارشاد فرمایا[۵]،

[۱] بخاری و مسلم باب خاتم النبیین و ترمذی باب فضل النبی صلعم کتاب الامثال [۲] بخاری باب خاتم النبیین و صحیح مسلم عن ابی ہریرۃ و عن ابی سعید الخدری باب خاتم النبیین [۳] صحیح مسلم باب مذکور عن جابر [۴] باب مذکور، ترمذی عن ابی بن کعب [۵] یہ حدیث حسب ذیل کتابون مین ہے، مستدرک حاکم تفسیر سورۂ احزاب جلد ۲ صفحہ ۴۱۸، حاکم اور ذہبی نے اسکی تصحیح کی ہے، و تاریخ امام بخاری (بحوالہ فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۴۰۰)، و حلیۃ الاولیاء ابی نعیم و شعب الایمان بیہقی (بحوالہ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۰۵ حیدر آباد) و مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۲۷ و ۱۲۸۔

انا عبد اللہ وخاتم النبیین وآدم منجدل فی طینتہ، — میں خدا کا بندہ اور خاتم انبیاء تھا، اور آدم ہنوز اپنے عنصر خاکی میں پڑے تھے۔

حضرت علی کو جب آپ نے اہل بیت کی نگرانی کے لیے مدینہ میں چھوڑ کر تبوک جانا چاہا، اور حضرت علیؓ نے ہمرکاب نہ ہونے پر ملال خاطر کا ظاہر کیا، تو آپ نے انکو تسلی دی، اور فرمایا،

الا ترضی ان تکون منی بمنزلہ ھارون من موسیٰ الّا انہ لیس نبی بعدی (صحیح بخاری، غزوہ تبوک) — کیا تم اسپر خوش نہیں کہ تم میں اور مجھ میں وہ نسبت ہو جو ہارون اور موسیٰ میں تھی، لیکن یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں،

صحیح مسلم (مناقب علی) میں یہ الفاظ ہیں،

غیر انہ لا نبی بعدی، — لیکن یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اِلّا انّہ لا نبوۃ بعدی، — لیکن یہ کہ میرے بعد کوئی نبوت نہیں۔

صحیح بخاری (کتاب الانبیاء) اور صحیح مسلم (کتاب الامارۃ) میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "بنو اسرائیل کی نگرانی وسیاست انبیاء کرتے تھے، ایک نبی جب مرتا تھا تو دوسرا نبی پیدا ہوتا تھا"،

وانّہ لا نبی بعدی، — اور بتحقیق میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

جامع[1] ترمذی اور مستدرک[2] حاکم میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت عمرؓ کی مدح میں فرمایا۔

لو کان نبیٌّ بعدی لکان عمر بن الخطاب، — اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو وہ خطاب کے بیٹے عمر ہوتے۔

عربی زبان جاننے والے کو معلوم ہے کہ "لو" امر محال کے لیے آتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے بعد کسی دوسرے نبی کا آنا محال ہے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میرے پانچ نام ہیں، میں محمّد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں کہ خدا میرے ذریعہ سے کفر کو محو کرے گا، میں حاشر ہوں کہ خدا میرے پیچھے سب کو جمع کرے گا، اور میں **عاقب** (آخری) ہوں "الذی

[1] مناقب عمر، حدیث غریب حسن [2] مناقب عمر جلد ۳ صفحہ ۸۵، حیدر آباد، حدیث صحیح، (صححہ الذہبی)

لیس بعدہ نبیٌّ، جس کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا[1]، جامع ترمذی اور بعض دوسری کتابون مین آخری فقرہ ان الفاظ مین ہے، اَلَّذِی لیس بعدی نبیٌّ یعنی "مین وہ عاقب ہون کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا[2]"

صحیح بخاری مین آپ کا ارشاد ہے کہ "خوشخبریون کے سوا **نبوت** کا کوئی حصہ باقی نہین رہا" صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! خوشخبریان کیا ہین، فرمایا "رویائے صالحہ[3]" (یعنی سچے خواب) پڑھ چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے انبیا کو اپنے امور غیب سے مطلع کرنے کے متعدد ذرائع مقرر کئے ہین، منجملہ اُن کے ایک رویائے صالحہ بھی ہے، اِسی لیے احادیث مین آیا ہے کہ "نبوت کے چھیالیس اجزاء مین سے ایک جزء مومن کا رویائے صالحہ[4] ہے" ایک اور حدیث مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "تم سے پہلے قومون مین محدَّثین (بات کیے گئے) ہوا کرتے تھے، اگر میری امت مین کوئی محدث ہوگا تو وہ عمرؓ ہین[5]" ائمہ حدیث نے محدث کے معنی مُلْھَم کے لکھے ہین۔

غرض ختم نبوت کے بعد اب جو نعمت اہل ایمان کے لیے باقی رہ گئی ہے، وہ صرف دو ہین، **رویائے صالحہ** اور **الہام**، لیکن چونکہ نبی کے سوا کوئی انسان معصوم نہین، اور نہ اس کی سچائی کی کوئی قطعی شہادت موجود ہے، اِسلیے کسی مومن کے رویائے صالحہ اور الہامات کسی دوسرے شخص پر بلکہ خود اُس پر بھی حجت نہین، اور اُن کے منجانب اللہ ہونے پر یقین کامل کرنا، اور اُن کی اطاعت وپیروی کرنا، اور اُن کی طرف لوگون کو دعوت دینا اور انکی صداقت پر تحدّی کرنا، ضلالت وگمراہی ہے، ان رویاہائے صالحہ اور الہامات کے ذریعہ سے جو چیز مومن کو دی جاتی ہے، وہ احکام نہین ہوتے بلکہ صرف خوشخبریان ہوتی ہین، یعنی امرِ غیب اور مستقبل کے کچھ اطلاعات اور مناظر!

مسند ابن حنبل مین حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ نے مرض الموت مین حجرۂ مبارک کا پردہ اُٹھایا، حضرت ابوبکرؓ امام تھے، اور صحابہ کرام صف بستہ پیچھے، اُس وقت یہ آخری اعلان فرمایا۔

يا ايها الناس لم يبق من مبشرات النبوة الا الرؤيا الصالحة

اے لوگو! نبوت کی خوشخبریون (یعنی ذرائع علم وخبر) مین سے اب

---

[1] صحیح بخاری وصحیح مسلم باب اسماء النبی صلعم، صحیح بخاری مین عاقب کی تفسیر مذکور نہین، مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۸۴ مین یہ حدیث اور عاقب کی یہ تفسیر امام زہری سے مذکور ہے، [2] فتح الباری شرح بخاری جلد ۶ صفحہ ۴۰۶، [3] صحیح بخاری کتاب التعبیر [4] صحیح بخاری کتاب التعبیر وصحیح مسلم کتاب الرؤیا ومسند ابن حنبل جلد ۳ صفحہ ۲۶۹، عن انس [5] بخاری ومسلم وترمذی، مناقب عمرؓ،

یٰاھا المسلم او تری لہ، کوئی چیز باقی نہین رہی، لیکن ایک رویاے صالحہ، جو مسلمان اپنے متعلق آپ دیکھے، یا کوئی دوسرا اس کے متعلق دیکھے۔

(جلد ۳ صفحہ ۲۱۹)

اس سے صاف ہوگیا کہ رویاے صالحہ شخصی احوال و مناظر سے متعلق ہے، اسی کتاب مین حضرت انس بن مالک کی روایت ہمارے مقصد کے اثبات کے لیے اس سے بھی زیادہ صاف اور واضح ہے، حضرت انس کہتے ہین کہ ایک دن مجلس نبوی مین خدام حاضر تھے، آپ نے فرمایا

ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی — رسالت اور نبوت کا سلسلہ منقطع ہوگیا، تو میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی

صحابہ پر یہ بات سخت گذری، تو آپ نے فرمایا ولکن المبشرات، لیکن خوشخبریان باقی ہین، لوگون نے عرض کی "یا رسول اللہ خوشخبریان کیا ہین؟ فرمایا "مرد مسلم کا رویاے صالحہ وہ نبوت کے اجزا مین سے ایک جزء ہے[1]"

یہ تمام حدیثین حقیقت مین جیسا کہ ترمذی و حاکم[2] مین ہے اس آیت کی تفسیر ہین اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ - ترجمہ "ان اولیاے الٰہی کو کوئی خوف اور غم نہین، جو ایمان لائے اور تقوی کرتے تھے، اُن کو دنیا اور آخرۃ مین بشارت ہے" صحابہ نے پوچھا کہ دنیا مین اُن کے لئے بشارت کیا ہے؟ فرمایا "رویاے صالحہ!" اس آیت پاک سے دو باتین معلوم ہوتی ہین، ایک یہ کہ ان مبشرات کے حصول کا ذریعہ ایمان اور تقوی کی تکمیل ہے، اور دوسری یہ کہ ایسے لوگون کا نام جنکو یہ مرتبہ حاصل ہو **اَوْلِيَآءُ اللّٰهِ** ہے، اور اس لیے انکے اس رتبہ کا نام ولایت ہوگا، اسکو جزئی نبوت، لغوی نبوت، مجازی نبوت، نبوت ناقصہ وغیرہ کے الفاظ سے ادا کرنا ایسی لفظی گمرہی ہے، جو معنوی گمرہی کی طرف مفضی ہے، اور اس سے شرک فی النبوۃ کی اسی طرح برائیان پیدا ہون گی، بلکہ ہوئین، اور ہو رہی ہین جسطرح حضرت عیسیٰ کو مجازی معنون مین ابن اللہ کہکر حقیقی معنون مین عیسائی شرک فی التوحید مین مبتلا ہوگئے، کیونکہ ہر قسم کی نبوتون کا خاتمہ ہوچکا، دین کی تکمیل ہوچکی، دنیا مین خدا کا آخری پیغام دعوتِ محمدی کے ذریعہ سامعہ نواز ہوچکا، معمارِ قدرت اپنی عمارت مین اس آخری پتھر کو

[1] مسند ابن حنبل عن انس جلد ۳ و ترمذی کتاب الرؤیا۔ [2] تفسیر سورۂ یونس و کتاب الرؤیا، و مستدرک حاکم، تفسیر یونس (صحیح)

اپنی جگہ پر رکھکر اپنی تعمیر پوری کر چکا، درجہ بدرجہ ستارون کے طلوع کے بعد وہ خورشید انور طلوع ہوا جس کے لیے غروب نہین، طرح طرح کی بہارون کے آنے کے بعد باغ کائنات مین وہ سدابہار موسم آگیا جس کے بعد پھر خزان نہین۔

شفاعتِ اوّلین عرصۂ دارو گیر محشر مین، جب جلال الٰہی کا آفتاب پوری تمازت پر ہوگا اور گنہگار انسانون کو امن کا کوئی سایہ نہین ملے گا، اُس وقت سب سے پہلے فخرِ موجودات، باعثِ خلقِ کائنات، سیدِ اولادِ آدمؑ، خاتم الانبیاء و رحمتِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم، ہاتھون مین لوائے حمد لیکر اور فرقِ مبارک پر تاجِ شفاعت رکھکر گناہ گارون کی دستگیری فرمائین گے۔

لفظ "شفاعت" اصل لغت مین "شفع" سے نکلا ہے، جس کے معنی جوڑا بننے، ایک کے ساتھ دوسرے کے ہونے کے ہین، چونکہ شفاعت اصل مین یہی ہے کہ "کسی درخواست کنندہ اور عریضہ گذار کے ہم آہنگ ہوکر کسی بڑے کے سامنے اُس کی عرض و درخواست کو قبول کرلینے کی خواہش کا اظہار کرنا" آپ کی شفاعت بھی یہی ہوگی کہ آپ گنہگارون کی زبان بنکر اُن کی طرف سے خداوند ذوالجلال کے اذن سے اُس کے سامنے انکی بخشایش و مغفرت کی درخواست پیش کرین گے۔ سورۂ اسراء مین ہے۔

عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا،

قریب ہے کہ خدا تجھے مقام محمود مین اُٹھائے۔

اِس آیتِ کریمہ کی تفسیر مین تمام صحیح روایتون مین متعدد صحابۂ کبار سے منقول ہے کہ "مقام محمود" سے مراد "رتبۂ شفاعت" ہے[1] صحیح بخاری مین ہے کہ حضرت انسؓ نے شفاعت کے تمام واقعات بیان کرکے یہ آیت بالا تلاوت کی، پھر حاضرین کو مخاطب کرکے فرمایا "یہی وہ مقام محمود ہے، جس کا تمہارے پیغمبر سے وعدہ کیا گیا ہے"[2] صحیح مسلم مین ہے کہ بصرہ کے کچھ خوارج جو گناہ کبیرہ کے مرتکب کو دائمی جہنمی سمجھتے ہین، یعنی اُن کے حق مین شفاعت کے اثر کے قائل نہین، مدینہ منورہ آئے، یہان مسجد نبوی مین حضرت جابر بن عبداللہ صحابیؓ قیامت کے واقعات

[1] صحیح بخاری و جامع ترمذی و مستدرک تفسیر آیت مذکورہ و صحیح مسلم کتاب الایمان باب الشفاعۃ [2] صحیح بخاری کتاب الرد علی الجہمیہ صفحہ ۱۱۰۸۔

بیان کر رہے تھے، ان میں سے ایک صاحب نے بڑھ کر کہا "اے رسول اللہ صلعم کے صحابی! آپ یہ کیا فرما رہے ہیں؛ خدا تو قرآن میں یہ کہہ رہا ہے" یہ کہکر قرآن پاک کی ایک آیت پڑھی جس کا یہ مطلب ہے کہ دوزخی جب دوزخ سے نکلنا چاہیں گے تو پھر اُسی میں ڈال دیے جائیں گے "کُلَّمَا اَرَادُوْا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا اُعِیْدُوْا فِیْهَا" حضرت جابرؓ نے پوچھا "تم نے قرآن پڑھا ہے" اُس نے جواب دیا "ہاں" فرمایا تم نے "اُس مقام محمود" کا حال سنا ہے جس میں اللہ تعالیٰ تمھارے پیغمبر کو مبعوث کرے گا۔ اُس نے کہا "ہاں سنا ہے" فرمایا "تو یہی محمد رسول اللہ صلعم کا مقام محمود ہے، جس کے ذریعہ سے خدا دوزخ سے جسکو نکالنا چاہے گا نکالے گا" یہ سنکر ایک کے سوا باقی سب اپنے اپنے عقیدۂ باطل سے تائب ہو گئے، اور بولے کہ کیا یہ بوڑھا صحابی رسول پر جھوٹ بولے گا۔[۱]

بخاری[۲] میں حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ "قیامت کے روز ہر امت اپنے اپنے پیغمبر کے پیچھے چلیگی اور کہے گی کہ "اے وہ! خدا کی درگاہ میں ہماری شفاعت کیجیے" یہانتک کہ شفاعت کا معاملہ آنحضرت صلعم تک پہنچیگا یہی وہ دن ہے، جس میں اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود میں اُٹھائے گا، جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص اذان سنکر یہ دعا مانگے گا کہ اے خدا جو پوری دعا اور کھڑی ہونے والی نماز کا مالک ہے، محمد کو وسیلہ اور فضیلت اور وہ مقام محمود عطا فرما جس کا تو نے وعدہ فرمایا، تو قیامت کے دن اس کے لیے میری شفاعت اُترے[۳] گی" آپ نے فرمایا کہ ہر نبی کو کوئی نہ کوئی مستجاب دعا دی گئی، میں نے اپنی اس دعا کو اپنی امت کے لیے چھپا رکھا ہے[۴]" پھر فرمایا ہے کہ "مجھکو دیگر انبیاء پر چند فضیلتیں عطا ہوئیں ...... ان میں سے ایک یہ کہ "مجھے شفاعت عطا کی گئی[۵]" (یعنی شفاعت اولین) موطا امام مالک اور صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ سے متعدد تابعیون نے یہ متفقہ روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہر نبی کو ایک مقبول دعا مانگنے کا موقع عطا کیا گیا تو انھون نے وہ دعا مانگ لی اور وہ قبول کر لی گئی، لیکن میں نے اپنی دعا کا یہ موقع قیامت کے دن کے لیے چھپا رکھا ہے اور وہ اپنی امت کی

---

[۱] صحیح مسلم کتاب الایمان باب الشفاعۃ، [۲] صحیح بخاری تفسیر آیت مذکور، [۳] صحیح بخاری تفسیر آیت مذکور و باب الدعاء عند النداء، [۴] صحیح بخاری کتاب التوحید و کتاب الدعوات و صحیح مسلم باب الشفاعۃ، [۵] صحیح بخاری و مسلم کتاب المساجد،

کی شفاعت[1] ہے،" فرمایا کہ "مین سب سے پہلا شفیع ہون گا، اور سب سے پہلا وہ شخص جسکی شفاعت قبول کی جائے[2] گی"

اور فرمایا "مین پہلا ہون گا جو جنّت کی شفاعت[3] کرے گا"

اُس دن جب دنیا کی گنہگاریان اپنی عریان صورت مین نظر آئین گی، اور آدم کی اولاد ترسان ولرزان کسی شفیع کی تلاش مین ہوگی، کبھی آدم علیہ السلام کا سہارا ڈھونڈھے گی، کبھی نوحؑ وابراہیمؑ کو یاد کرے گی، کبھی موسیٰؑ وعیسیٰؑ کی طرف بیتابانہ لپکے گی، مگر ہر جگہ نفسی نفسی کی آواز بلند ہوگی، بالآخر شفیع المذنبین، سید الاولین والآخرین آگے بڑھین گے، اور تسکین کا پیام سنائین گے۔

حدیث کی اکثر کتابون مین خصوصاً صحیح بخاری اور صحیح مسلم مین حضرت ابوہریرہؓ، حضرت انسؓ بن مالک، حضرت جابرؓ بن عبد اللہ، حضرت حذیفہؓ سے متعدد طریقون سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے صحابہ کی ایک مجلس مین بیان فرمایا کہ "قیامت کے ہولناک میدان مین لوگون کو ایک شفیع کی تلاش ہوگی، لوگ پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس پہنچین گے، اور کہین گے کہ "آپ ہمارے باپ ہین خدا نے آپ کو اپنے ہاتھون سے پیدا کیا، اور آپ مین اپنی روح پھونکی، اور فرشتون کو آپ کے سجدہ کا حکم دیا، آپ خدا کے حضور مین ہماری سفارش کیجیے" وہ جواب دین گے کہ "میرا یہ رتبہ نہین مین نے خدا کی نافرمانی کی تھی، آج خدا کا وہ غضب ہے جو کبھی نہ ہوا تھا، اور نہ ہوگا نفسی نفسی! (اے میری جان! میری جان!!)" لوگ حضرت نوحؑ کے پاس جائین گے، اور کہین گے کہ آپ روئے زمین کے پہلے پیغمبر ہین، خدا نے آپ کو شکر گذار بندہ کا خطاب دیا ہے، آج خدا کے حضور ہماری سفارش کیجیے۔ وہ کہین گے "ہمارا یہ رتبہ نہین، آج خدا کا وہ غضب ہے جو نہ کبھی ہوا تھا اور نہ کبھی ہوگا، مجھکو ایک مستجاب دعا کا موقع عنایت ہوا تھا، وہ اپنی قوم کی تباہی کے لیے مانگ چکا، نفسی نفسی، تم ابراہیم کے پاس جاؤ" مخلوق اُن کے پاس جائے گی اور اپنی وہی درخواست پیش کرے گی، کہ آپ تمام انسانون مین خدا کے دوست

[1] صحیح بخاری کتاب التوحید وکتاب الدعوات وصحیح مسلم باب الشفاعۃ [2] صحیح مسلم کتاب فضائل النبی صلعم وغیرہ۔ [3] صحیح مسلم کتاب الایمان باب الشفاعۃ۔

ہوئے، اپنے پروردگار سے شفاعت کیجیے، وہ بھی کہین گے "میرا یہ رتبہ نہین، آج خدا کا وہ غضب ہے جو نہ کبھی ہوا، اور
نہ ہوگا نفسی نفسی، تم موسٰے کے پاس جاؤ" عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاکر لوگ کہین گے کہ اے عیسیٰ! آپ خدا کے
وہ رسول ہین جنھنے گہوارہ مین کلام کیا، اور کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہین، پروردگار مین ہماری سفارش کیجیے، وہ بھی کہین گے
یہ میرا رتبہ نہین، آج خدا کا وہ غضب ہے جو نہ کبھی ہوا اور نہ ہوگا نفسی نفسی، تم محمدؐ کے پاس جاؤ" مخلوق آپ کے
پاس آئے گی اور کہے گی "اے محمدؐ! آپ خدا کے رسول اور خاتم الانبیاء ہین، اور وہ ہین جسکے اگلے اور پچھلے
سب گناہ معاف ہین، آپ اپنے پروردگار مین ہماری شفاعت کیجیے" آپ اٹھکر عرش کے پاس آئینگے،
اور اذن طلب کرینگے، اذن ہوگا تو سجدہ مین گرپڑین گے، آپ کے [illegible] کھول دیا جائے گا جو کسی
اور کے لیے نہین کھولا گیا، اللہ تعالے اپنے محامد اور تعریفون کے وہ [illegible] الفاظ آپ کے دل مین القا
فرمائے گا جو اس سے پہلے کسی کو القا نہوئے، آپ دیر تک سربسجود رہین گے، پھر آواز آئے گی "اے محمدؐ!
سر اٹھاؤ، کہو، سنا جائے گا، مانگو دیا جائے گا، شفاعت کرو، قبول کی جائے گی" عرض کرین گے، الٰہی!
امتی، امتی، خداوندا! میری امت، میری امت" حکم ہوگا "جاؤ جس کے دل مین جَو کے دانہ کے برابر بھی ایمان
ہوگا، اس کو نجات ہے" آپ خوش خوش جائین گے اور اس کی تعمیل کر کے اور پھر حمد وثنا کر کے عرض پرداز
ہونگے، اور سجدہ مین گر پڑین گے، پھر صدائے غیب آئے گی کہ "اے محمدؐ! سر اٹھاؤ، کہو، سنا جائے گا، مانگو
دیا جائے گا، شفاعت کرو، قبول ہوگی" عرض کرین گے "الٰہی! امتی امتی" حکم ہوگا "جاؤ جس کے دل مین رائی
کے برابر بھی ایمان ہو، وہ بخشا گیا" حضور جائین گے اور پھر واپس آکر عرض گذار ہون گے، حمد وثنا کرین گے،
اور سربسجود ہون گے، آواز آئے گی "جاؤ جس کے دل مین ذرا سی چھوٹی رائی کے برابر ایمان ہو اسکو بھی دوزخ سے
نکالو" آپ پھر جاکر واپس آئین گے، اور گذارش کرین گے، اور حمد وثنا کر کے سجدہ مین گر پڑین گے، پھر
ندا آئے گی "اے محمدؐ! سر اٹھاؤ، کہو، سنا جائے گا، مانگو دیا جائے گا، شفاعت کرو قبول ہوگی" عرض کرینگے
جس نے بھی تیری یکتائی کی گواہی دی، اس کی شفاعت کا اذن عطا ہو" صدا آئے گی "اس کا اختیار تمکو نہین

لیکن ۔ ...نی عزت وکبریائی اور اپنی عظمت وجبروت کی قسم [illegible] دوزخ سے ہر اس شخص کو نکالونگا جس نے

مجھے ایک کہا، اور اپنے لیے دوسرا معبود نہیں بنایا ۔ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ،

کمزور انسان کو تسکین کا یہ پیام، محمد رسول اللہ کے سوا کس نے سنایا ۔

فضائل اُخروی

آنحضرت صلعم کے یہ وہ خصائص تھے جو آپکو پیغمبر [illegible] صاحب مذہب اور پیشوائے امت ہونے کی حیثیت سے عطا ہوئے تھے، علاوہ بریں آپ کو آخرۃ کی دنیا میں [illegible] فضائل عنایت ہوئے ہیں، چنانچہ آپ نے فرمایا "قیامت میں، پیغمبروں کا نمایندہ اور امام، اور اُن کی شفاعت [illegible] کرنیوالا میں ہونگا ۔ اور اسپر فخر نہیں" پھر فرمایا "میں قیامت کے دن بنی آدم کا سردار ہوں اور اس پر فخر نہیں [illegible] میرے ہی ہاتھ میں لوائے حمد ہوگا، اور اسپر فخر نہیں، اور قیامت کے دن آدم [illegible] تمام پیغمبر میرے علم کے نیچے ہونگے اور اسپر فخر نہیں، اور سب سے پہلے میں ہی قبر سے باہر آؤنگا"[1] نیز ارشاد ہے "لوگ قبر سے جب اُٹھائے جائینگے تو سب سے پہلا اُٹھنے والا میں ہونگا، جب وہ خدا کے سامنے حاضر ہونگے تو اُنکی طرف سے بولنے والا میں ہونگا، جب وہ ناامید ہونگے تو اُنکو خوشخبری سنانے والا میں ہونگا، اُس دن خدا کی حمد کا پھریرا میرے ہاتھ میں ہوگا"[2]

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وسلّم

تم الجزء الثالث من السیرۃ النبویۃ

علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۴۲ھ

سید سلیمان ندوی

[1] یہ پوری حدیث صحیح بخاری باب تفسیر بنی اسرائیل کتاب الانبیاء ذکر [illegible] و صحیح مسلم باب الشفاعۃ میں مختلف صحابیوں سے تھوڑے تھوڑے الفاظ کے تغیر سے مروی ہے ہم نے سب کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے ۔ [2] ترمذی، مناقب نبوی حدیث حسن صحیح غریب ۔
[3] حوالہ مذکور، حدیث حسن ۔ [4] حوالہ مذکور حدیث حسن غریب ۔